تفسیرِ صافی

(جلد ششم)

سورۃ احزاب تا سورۃ ذاریات

—: تالیف :—

مفسّر محمد بن مرتضیٰ المعروف بہ ملّا فیض کاشانی

—: ترجمہ و تلخیص :—

مولانا سیّد تلمیذ حسنین رضوی

—: شائع کردہ :—

ادارۂ نشرِ دانش، نیو جرسی، امریکا

128, Oak Creek Road,
East Windsor, NJ-08520 (USA)

—: ملنے کا پتا :—

محفوظ بک ایجنسی ❁ مارٹن روڈ کراچی

Tel: 34124286, 34917823 Fax: 34312882
E-mail: aniscopk@yahoo.com

محفوظ MBA

جملہ حقوق محفوظ بحقِ مولانا سیّد تلمیذ حسنین رضوی
و ادارۂ نشرِ دانش، نیو جرسی، امریکا

کتاب ''تفسیرِ صافی (جلد ششم)'' کاپی رائٹ ایکٹ ۱۹۶۲ء، گورنمنٹ آف پاکستان کے تحت بحقِ ادارۂ نشرِ دانش رجسٹرڈ ہے، لہٰذا اِس کتاب کے کسی حصّے کی طباعت و اشاعت، اندازِ تحریر، ترتیب و طریقے، جُز یا کل کسی سائز میں نقل کر کے بلاتحریری اجازت مترجم و ناشر غیر قانونی ہوگی۔

نام کتاب: ..... تفسیرِ صافی (جلد ششم)

تالیف: ..... مفسّر محمد بن مرتضیٰ المعروف بہ ملّا فیض کاشانی

تلخیص و ترجمہ: ..... مولانا سیّد تلمیذ حسنین رضوی

کمپوزنگ: ..... احمد گرافکس، کراچی

سرورق: ..... رضا عباس گرافکس

طبعِ اوّل: ۲۰۱۵ء

ناشر: ..... ادارۂ نشرِ دانش، نیو جرسی، امریکا

ہدیہ: ..... -/۶۷۵ روپے

—: ملنے کا پتا :—

محفوظ بک ایجنسی ❁ مارٹن روڈ کراچی

Tel: 34124286, 34917823 Fax: 34312882
E-mail: aniscopk@yahoo.com

محفوظ MBA

انتساب

والدِ گرامی حجۃ الاسلام مولانا سیّد اظہار الحسنین رضوی

کے نام

جن کے فیضِ تربیت نے اِس منزل تک پہنچایا

اور

والدۂ ماجدہ نجمہ خاتون

کے نام

جن کی دعائیں اور نیک تمنّائیں ہمیشہ میرے لیے مشعلِ راہ ہیں

سیّد تلمیذ حسنین رضوی

اظہارِ تشکّر

میں تفسیر صافی جلد ششم کی اشاعت و طباعت کے لیے اپنے تمام مخلص دوستوں، کرم فرماؤں کا صحیم قلب سے شکر گذار ہوں بالخصوص برادرم عالی جناب سیّد انور صاحب زاد فضلہ کا سپاس گذار ہوں کہ انھوں نے خصوصی تعاون فرمایا ہے ان کے متعلقین مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لیے ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص کی تلاوت فرمائیں۔

سیّد فدوی علی۔ سیّدہ بتول۔ سیّد مجتبیٰ احمد۔ سیّدہ آمنہ بیگم۔ مرزا احمد علی بیگ۔ سیّدہ معصومہ بیگم۔ سیّد اعجاز علی۔ ذکیہ بیگم۔ سیّد جعفر نواز حسین۔ رقیہ بیگم۔ سیّد مہدی احمد۔ رضیہ سرفراز۔ سیّدہ وحیدہ۔ سیّد مصطفیٰ موسوی۔ سیّد حسین شہیدی۔ سیّد ناصر حسین۔ فاطمہ بیگم۔ صغریٰ بیگم۔ سیّد زائر۔ سیّدہ جہاں آراء بیگم۔ سیّد یوسف حسین۔ سیّد مرتضیٰ۔

فہرست مضامین

سورۂ احزاب

لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ ؕ کا شان نزول ۱۸
کسی شخص کے دو دل نہیں ..... ۱۸۔۱۹
علیؑ اور دشمن علیؑ کی محبت یکجا نہیں ہوسکی ۱۹
عرب کے نزعومے کی تردید ۲۰
منہ بولا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا ۲۰
زید بن حارثہ سے متعلق ۲۰
زینب بن جحش کی داستان ..... ۲۰۔۲۱
منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپ کے نام سے پکارا جائے ۲۲۔۲۳
نبی اولیٰ بالتصرف ہیں ۲۳
نبی کا فرمان انا و علی ابو ھذہ الامۃ ۲۴
نبی نے مومنین کی ذمہ داری قبول کی ۲۴
نبی اکرم کی کنیت ابو القاسم ..... ۲۴۔۲۵
اولیٰ بالتصرف کی تشریح ۲۶
نبی کی بیویاں مومنین کی مائیں ۲۶
اولو الارحام کا مفہوم ۲۷
میثاق انبیاء ..... ۲۹۔۳۰
غزوۂ خندق کا ذکر ..... ۳۰۔۳۲
جہاد میں رکاوٹیں ڈالنے والے ..... ۳۴۔۳۵
غزوۂ احزاب کا احوال ..... ۳۶۔۴۷
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ۴۹
احزاب کو دیکھ کر مومنین کی کیفیت ۴۹
مومنین کی اقسام ..... ۴۹۔۵۱
و کفی اللہ المومنین القتال کا مفہوم ۵۲
بنو قریظہ کی جانب روانگی ..... ۵۳۔۵۴
بنو قریظہ کا انجام ..... ۵۴۔۵۶
ازواج نبی سے خطاب ..... ۵۷۔۵۹
ازواج نبی کو تنبیہ ۶۰
ازواج نبی کے لیے حکم ..... ۶۱۔۶۲
آیت تطہیر کا نزول ..... ۶۲۔۶۵
صفاتِ حسنہ کے حامل مرد و زن ..... ۶۶۔۶۹
اسماء بنت عمیس کی فرمائش پر آیتوں کا نزول ۶۹
اللہ و رسول کا حتمی فیصلہ تسلیم کرو ۶۹
اللہ و رسول کی نافرمانی کا نتیجہ ۷۰
زینب اور زید بن حارثہ ۷۰
زینب کی شادی کا معاملہ ..... ۷۱۔۷۳
ما کان محمد ابا احد کی تفسیر ..... ۷۴۔۷۵
نبی خاتم النبیین ہیں ۷۵
ذکر کثیر سے کیا مراد ہے؟ ..... ۷۶۔۷۷
تسبیح کے اوقات ۷۷
درود کا مفہوم ..... ۷۷۔۷۸
صفات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۷۹
وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ ؕ کا مفہوم ..... ۸۰۔۸۱
طلاق کا قانون ..... ۸۱۔۸۲
نبی کے لیے قانون ازواج ..... ۸۲۔۸۴
نبی اکرمؐ کے لیے مخصوص قوانین ..... ۸۵۔۸۷
نبی اکرم کے گھر جانے اور کھانے کے آداب ..... ۸۸۔۸۹
کیا چیزیں نبی کی اذیت کا باعث ہیں ۸۹
ازواج نبی سے طلب کرنے کے آداب ..... ۸۹۔۹۰
نبی کی بیویوں سے ان کے بعد نکاح کی اجازت نہیں ..... ۹۰۔۹۲
آیتِ درود ..... ۹۳۔۹۵
اللہ و رسول کو اذیت پہنچانے والوں کا انجام ..... ۹۶۔۹۷
طنیہ الجنال کیا ہے ۹۷
پردے کا حکم ..... ۹۸۔۹۹
جھوٹی خبریں پھیلانے والے ..... ۹۹۔۱۰۰
قیامت کے بارے میں نبی سے سوال ..... ۱۰۱۔۱۰۲
کافروں کی کیفیت ..... ۱۰۲۔۱۰۳
اللہ کے نزدیک حضرت موسیٰ کا مقام ..... ۱۰۳۔۱۰۴
امام صادق اور عباد بن کثیر صوفی ..... ۱۰۵۔۱۰۶
امانت الٰہی اور انسان ..... ۱۰۶۔۱۰۹
سورۃ احزاب کی تلاوت کا ثواب ۱۰۹

سورۂ سبا

حمد اللہ کے لیے ہے ..... ۱۱۱۔۱۱۲
کافر اور انکار قیامت ۱۱۲

کتابِ مبین میں ہر چھوٹی بڑی بات ہے ۱۱۲
اعمال صالحہ کی جزا ۱۱۳
حق پروردگار کی جانب سے ہے ۱۱۳
کافروں کا نبی کے بارے میں اعتراض ..... ۱۱۳۔۱۱۴
آیات کا ظہور ۱۱۴
حضرت داؤد کی فضیلت ۱۱۶
حضرت داؤد کا مشغلہ ..... ۱۱۶۔۱۱۷
حضرت سلیمان کا اقتدار ..... ۱۱۷۔۱۱۸
آل داؤد کو شکر کی ترغیب ۱۱۸
حضرت سلیمان کی موت کا احوال ..... ۱۱۹۔۱۲۱
سَبَا کا تذکرہ ۱۲۳
سیلُ العَرِم سے کیا مراد ہے ۱۲۴
حضرت صالح کی قوم پر عذاب ..... ۱۲۴۔۱۲۵
قُریً ظاھرۃً کی تفسیر ۱۲۵
رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا کی تفسیر ..... ۱۲۵۔۱۲۶
صَبَّار وشکور کے لیے نشانی ۱۲۶
کتاب احتجاج کی روایت ۱۲۷
ابلیس کا گمان ..... ۱۲۹۔۱۳۰
کون سی شفاعت منفعت بخش ہے ..... ۱۳۰۔۱۳۱
تفسیر قمی کی روایت ۱۳۱
کون رزق فراہم کرتا ہے ..... ۱۳۱۔۱۳۲
ہدایت وگم راہی ۱۳۲
مشرکین سے شرکاء کا سوال ۱۳۴
کافۃً للنّاس کی تفسیر ۱۳۵
قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا ۱۳۶
کمزور لوگوں اور متکبر افراد کی گفتگو ..... ۱۳۶۔۱۳۷
عذاب دیکھ کر ندامت کو چھپانا ۱۳۷
انبیاء کی آمد خوش حال افراد کا انکار ..... ۱۳۹۔۱۴۰
صاحبان ایمان کی جزا ۱۴۰
رزق میں وسعت وکمی ..... ۱۴۰۔۱۴۱
اللہ کا فرشتوں سے سوال ۱۴۳
آیتوں کی تلاوت کفار کا ردِّ عمل ۱۴۴
حق کو جھٹلانے والے ..... ۱۴۴۔۱۴۵
نبی کی نصیحت ..... ۱۴۵۔۱۴۶
کتاب احتجاج کی روایت ۱۴۶
اجرِ رسالت میں کس کا فائدہ ۱۴۸
قل جاء الحق کی تفسیر ..... ۱۴۸۔۱۴۹
نبی کا بیان ۱۴۹
کفار کی گھبراہٹ ۱۴۹
بیداء کا لشکر ..... ۱۴۹۔۱۵۱
سورۂ سبا کی تلاوت کا ثواب ۱۵۱

سورۂ فاطر

لفظ فاطر کا مفہوم ۱۵۲
فرشتوں کی ہیئت ..... ۱۵۲۔۱۵۳
فرشتوں کی تخلیق ..... ۱۵۳۔۱۵۵
رحمت کے دروازے ۱۵۷
نعماتِ الٰہی ..... ۱۵۷۔۱۵۸
وعدہ خدا برحق ہے ۱۵۸
شیطان دشمن ہے ..... ۱۵۸۔۱۵۹
عُجب (خود پسندی) کی خرابی ۱۵۹
ہوا اور زمین کی حیات ۱۶۰
نشور کی کیفیت ۱۶۰
عزت خدا کے لیے ہے ۱۶۲
کلم طیب کا صعود ۱۶۳
تخلیقی مراحل ۱۶۴
عمر کی کمی وزیادتی ..... ۱۶۴۔۱۶۵
دو سمندر برابر نہیں ۱۶۵
شمس وقمر کی تسخیر ..... ۱۶۵۔۱۶۶
غیر خدا پکار نہیں سنتا ۱۶۶
سب فقیر ہیں اللہ غنی ہے ۱۶۶
ہر شخص کو اپنا بوجھ اٹھانا ہے ..... ۱۶۷۔۱۶۸
نبی کسے ڈرا سکتے ہیں ۱۶۸
کیا کیا چیزیں یکساں نہیں ۱۶۹
ہر امت میں نذیر آیا ۱۷۰
مرسلین کیا لے کر آئے ۱۷۰
بارش کے اثرات ..... ۱۷۱۔۱۷۲
علما خوف خدا رکھتے ہیں ..... ۱۷۲۔۱۷۳
منفعت بخش تجارت ۱۷۳
کتاب کے وارث کون ہیں؟ ..... ۱۷۴۔۱۷۷
سابق بالخیرات سے کون مراد ہے ۱۷۷

جنات عدن میں داخل ہونے والے ۱۷۸
اہلِ جنت کا قول ۱۷۹
جنتیوں کی شان وشوکت ..... ۱۷۹_۱۸۰
کفّار کا مقام ..... ۱۸۱_۱۸۲
کفار کی خواہش ۱۸۲
خدا کے پاس غیب کا علم ہے ۱۸۳
کفر کا وبال ۱۸۳
شریک خدا کے کام بتاؤ ..... ۱۸۴_۱۸۶
اللہ نے زمین وآسمان کو تھام رکھا ہے ۱۸۶
کفار کی قسمیں اور خواہشیں ۱۸۷
سُنّتِ خدا تبدیل نہیں ہوتی ۱۸۸
سابقہ اُمتوں کا انجام ۱۸۸
خدا کا کرم ۱۸۸

سورۂ یٰسٓ

یٰسٓ کا مفہوم ۱۹۰
سلام علی اِل یاسین سے کیا مراد ہے ۱۹۱
زمانۂ فترت کیا ہے؟ ۱۹۱
تنذیر قوم ..... ۱۹۱_۱۹۲
آگے اور پیچھے دیوار بنادی ..... ۱۹۲_۱۹۳
انھیں ڈرانا اور نہ ڈرانا یکساں ہے ۱۹۳
نبی کس کو ڈرا سکتے ہیں ۱۹۴
اللہ نے سابقہ اور لاحق اعمال تحریر کر لیے ۱۹۵
ہر شے کا احصا امام مبین میں کر دیا ۱۹۵
اصحاب قریہ کی مثال ..... ۱۹۶_۱۹۹
انبیاء پر اعتراض ۲۰۱
انبیاء کا جواب ..... ۲۰۱_۲۰۲
انبیاء کو فال بد سمجھنا ۲۰۲
انبیاء کا جواب ۲۰۲
ایک شخص کا مشورہ ..... ۲۰۲_۲۰۳
عبادت کے لیے دلیل ..... ۲۰۳_۲۰۴
معبودانِ باطل کا نقصان ۲۰۴
جنّتی انسان کا مشورہ ..... ۲۰۴_۲۰۵
صیحہ کا عذاب آیا ۲۰۵
لوگوں نے رسولوں کا مذاق اڑایا ۲۰۵
ہر قوم بارگاہ خدا میں آئے گی ۲۰۷
مردہ زمین ایک نشانی ہے ..... ۲۰۷_۲۰۸
اللہ نے ہر شے کا جوڑا بنایا ۲۰۸
سورج اور چاند کے منازل ..... ۲۰۸_۲۰۹
ہر ایک اپنے مدار میں تیر رہے ہیں ۲۰۹
الفُلك المشحون کی تفسیر ..... ۲۱۱_۲۱۲
انبیاء کا مشورہ ۲۱۲
آیتوں سے روگردانی ۲۱۲
وعدۂ عذاب کی تکمیل کب ہوگی ۲۱۳
صور کا پھونکا جانا ۲۱۵
سب کا بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا ..... ۲۱۵_۲۱۶
اصحاب جنت کے مشاغل ..... ۲۱۶_۲۱۷
جنت میں ہر خواہش کی تکمیل ہوگی ۲۱۷
مجرمین کو علاحدہ کیا جائے گا ..... ۲۱۷_۲۱۸
بنی آدم سے عہد لیا گیا تھا ..... ۲۱۸_۲۲۰
شیطان نے نسلوں کو گم راہ کیا ۲۲۰
زبان پر مہر لگا دی جائے گی ۲۲۰
اعضاء وجوارح گواہی دیں گے ..... ۲۲۰_۲۲۱
اللہ چاہتا تو طمس اور مسخ کر دیتا ۲۲۱
معمر بچپن کی طرف لوٹتا ہے ..... ۲۲۱_۲۲۲
نبی شاعر نہیں ہیں ..... ۲۲۲_۲۲۳
نبی کا کام نذارت ہے ۲۲۵
ہم نے چوپائے خلق کیے ۲۲۵
چوپایوں کے فوائد ۲۲۶
مشرکین اور ان کے معبود قیامت میں حاضر کیے جائیں گے ۲۲۶_۲۲۷
اے نبی ان کی باتوں پر آپ غمگین نہ ہوں ۲۲۷
انسان اپنی تخلیق پر غور کرے ۲۲۷
بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا ..... ۲۲۷_۲۲۸
ہرے بھرے درخت سے آگ کی تخلیق ۲۲۹
خالق ارض وسما ۲۳۰
خلّاقِ علیم ..... ۲۳۰_۲۳۱
امر خدا کیا ہے ۲۳۱
سورۃ یٰسٓ کی تلاوت کا ثواب ۲۳۲

سورۂ الصّافات

والصافات کا مفہوم ..... ۲۳۳_۲۳۴
زاجرات کے معنیٰ ۲۳۴

ربّ المشارق ۲۳۴
آسمان دنیا کی شیطان سے حفاظت ..... ۲۳۴_۲۳۵
شہاب ثاقب کیا ہے ۲۳۵
خلقت کے بارے میں نبی کا سوال ۲۳۷
زجرۃ واحدۃ کا مفہوم ۲۳۸
یوم الفصل ..... ۲۳۸_۲۳۹
روز قیامت کا مکالمہ ..... ۲۴۱_۲۴۲
کیا ہم شاعر کے کہنے پر اپنے معبود کو چھوڑ دیں ۲۴۲
صاحبان جنت کے اوصاف ..... ۲۴۳_۲۴۴
جنت کی نعمتیں ..... ۲۴۴_۲۴۵
اہل جنت کے مکالمے ..... ۲۴۵_۲۴۶
ہم نشیں سے سوال ..... ۲۴۷_۲۴۸
موت کو ذبح کر دیا جائے گا ۲۴۹
شجرۃ الزّقّوم ۲۴۹
ظالمین کے لیے آزمائش ..... ۲۴۹_۲۵۰
جہنمیوں کی خوراک ۲۵۰
باپ دادا کی پیروی کرنے والے ..... ۲۵۱_۲۵۲
منذرین کا انجام ۲۵۲
باقی رہنے والی ذریّت ..... ۲۵۲_۲۵۳
سلام علی نُوحٍ کی تفسیر ۲۵۳
ابراہیمؑ نوحؑ کے شیعہ تھے ..... ۲۵۴_۲۵۵
ابراہیمؑ نے چچا کو خدائے واحد کی طرف بلایا ۲۵۵
ابراہیمؑ نے ستاروں کی طرف دیکھ کر کہا میں بیمار ہوں ..... ۲۵۵_۲۵۶
ابراہیمؑ کی بتوں سے گفتگو ۲۵۶
قوم اور ابراہیمؑ ۲۵۷
اللہ نے ابراہیمؑ کو دشمنوں کے مکر سے بچا لیا ۲۵۷
انی ذاھب الی ربّی سیھدین ۲۵۸
ابراہیمؑ کی دعا ۲۵۹
ابراہیمؑ کو بیٹے کی بشارت ۲۵۹
ابراہیمؑ کا خواب ..... ۲۵۹_۲۶۰
بیٹے سے مشورہ ۲۶۰
خواب کو سچ کر دکھایا ۲۶۰
ذبح عظیم کیا ہے ..... ۲۶۰_۲۶۱
ذبیح کون تھا؟ ..... ۲۶۱_۲۶۲
کتاب عیون کی روایت ..... ۲۶۲_۲۶۴
عبدالمطلب کی نذر حاشیہ ۲۶۴
ابراہیمؑ پر سلام ..... ۲۶۵_۲۶۶
ابراہیمؑ و اسحاقؑ کی ذریت کے افراد ۲۶۶
موسیٰؑ و ہارونؑ پر احسان ۲۶۶
حضرت الیاس کا تذکرہ ..... ۲۶۷_۲۶۸
سلام علیٰ ال یٰسین کا مفہوم ..... ۲۶۸_۲۶۹
حضرت لوطؑ کا تذکرہ ..... ۲۷۰_۲۷۱
حضرت یونس علیہ السلام ..... ۲۷۱_۲۷۴
اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرنے والے ..... ۲۷۵_۲۷۷
اللہ اور جنوں کے درمیان رشتہ قائم کرنے والے ۲۷۷
فرشتوں کا اظہارِ خیال ۲۷۸
مشرکین کی بیجا خواہش ۲۷۹
مُرسَل بندوں کے لیے فیصلہ ۲۸۰
عذاب کی جلدی مچانے والے ۲۸۱
نبی کو صَرف نظر کا حکم ۲۸۲
تسبیح و حمد پروردگار ..... ۲۸۲_۲۸۳
سورۃ صافات کے فوائد ۲۸۳

سورۂ ص

"ص" کا مفہوم ..... ۲۸۴_۲۸۵
مُنذِر کے آنے پر تعجّب ۲۸۶
حضرت ابو طالب اور قریش ..... ۲۸۷_۲۸۸
وحی رسول کے ساتھ کیوں مخصوص ہے ..... ۲۸۹_۲۹۰
مشرکین کا اعتراض ۲۹۰
کفار کا مرسلین کے خلاف لشکر ۲۹۱
انبیاء کی تکذیب کرنے والے ۲۹۱
عذاب کا انتظار ..... ۲۹۲_۲۹۳
حضرت داوٗدؑ کا تذکرہ ..... ۲۹۳_۲۹۴
حضرت داوٗدؑ کے پاس فرشتوں کی آمد ۲۹۶
حضرت داوٗدؑ سے سوال ..... ۲۹۶_۲۹۷
داوٗد کی آزمائش ۲۹۷
داوٗد کی خلاف کا اعلان ۲۹۷
حضرت داوٗدؑ کی داستان ..... ۲۹۸_۲۹۹
آسمان و زمین کی تخلیق بے مقصد نہیں ..... ۳۰۰_۳۰۱
مومنین اور مفسدین مساوی نہیں ۳۰۱
متقین اور فجار برابر نہیں ..... ۳۰۱_۳۰۲

کتاب میں تدبر کرو ۳۰۲
حضرت سلیمانؑ کا تذکرہ ..... ۳۰۲_۳۰۴
حضرت سلیمانؑ کا امتحان ..... ۳۰۵_۳۰۶
عطائے ربانی ..... ۳۰۷_۳۰۸
حضرت ایوبؑ کی دعا ۳۰۹
خدا کا انعام ایوب پر ..... ۳۰۹_۳۱۰
ایوب کی قسم اور اس کی تکمیل ۳۱۰
حضرت ایوبؑ کا تذکرہ ..... ۳۱۰_۳۱۵
انبیائے کرام کا تذکرہ ..... ۳۱۶_۳۱۷
متقین کے لیے نعمتیں ..... ۳۱۷_۳۱۸
سرکشوں کا ٹھکانا ۳۱۸
جہنم میں جانے والے ..... ۳۱۹_۳۲۱
انکم لفی الجنّۃ تحبرون کی تفسیر ..... ۳۲۱_۳۲۲
رسول منذر ہیں ۳۲۲
صفات خدا ۳۲۲
نَبَؤٌا عَظِیْمٌ ۳۲۳
معراج کی داستان ..... ۳۲۴_۳۲۵
رب کا فرشتوں سے خطاب ..... ۳۲۶_۳۲۷
فرشتوں کا عمل ..... ۳۲۷_۳۲۸
شیطان کا انکار اور استدلال ..... ۳۲۸_۳۲۹
اللہ کا فرمان ۳۲۹
شیطان کو مہلت ۳۲۹
شیطان کا عزم ۳۲۹
اللہ کا وعدہ ۳۳۰
وما انا من المتکلفین کا مفہوم ..... ۳۳۰_۳۳۱
سورۂ ص کی تلاوت کا ثواب اور فائدہ ۳۳۱

سورۂ زُمر

عبادت کا مقصد تقرّب ہے ..... ۲۳۲_۲۳۴
اللہ جھوٹ بولنے والوں اور منکرین کی ہدایت نہیں کرتا ۳۳۴
اللہ نے کسی کو فرزند نہیں بنایا ۳۳۴
صفات خدا ۳۳۴
مختلف اشیاء کی تخلیق ..... ۳۳۵_۳۳۶
انسان کی تخلیق ایک نفس سے ۳۳۷
چوپایوں کے آٹھ جوڑے ۳۳۷
یکے بعد دیگرے تخلیقی مراحل ۳۳۷
ظلمات ثلاث ..... ۳۳۷_۳۳۸
کفر اور شکر ۳۳۸
ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے ..... ۳۳۸_۳۳۹
آفت کے وقت رب سے دُعا ۳۳۹
نعمت ملتی ہے تو رب کو بھول جاتا ہے ۳۳۹
اللہ کے شریک گردانا ۳۳۹
کس کی روش بہتر ہے ۳۴۰
عالم و جاہل برابر نہیں ۳۴۱
نیکی کرنے والوں کا انجام ..... ۳۴۱_۳۴۲
صابرین کا اجر ۳۴۲
نبی کو حکم دیا گیا ۳۴۲
خسارے میں رہنے والے ..... ۳۴۳_۳۴۵
طاغوت سے اجتناب کرنے والوں کے لیے بشارت ۳۴۵
استماع قول اور احسن کا تباع ۳۴۵
متقین کے لیے انعامات ۳۴۶
اللہ کی قدرتِ کاملہ ..... ۳۴۸_۳۴۹
شرح صدر کا مفہوم ۳۴۹
احسن الحدیث کی تعبیر ..... ۳۴۹_۳۵۰
قرآن کی مختلف مثالیں ۳۵۰
ظالمین کا انجام ۳۵۱
قرآن مجید میں ہر طرح کی مثال بیان ہوئی ..... ۳۵۲_۳۵۳
موت سب کے لیے ۳۵۴
کافروں کا ٹھکانا جہنم ہے ۳۵۴
سچائی کا لانے والا اور اس کا مصدق ۳۵۴
اللہ اپنے بندوں کے لیے کافی ہے ۳۵۶
ہدایت و ضلالت ۳۵۶
نبی کا تخلیق ارض و سماء کا سوال ..... ۳۵۶_۳۵۷
معبودانِ باطل کچھ نہیں کر سکتے ۳۵۷
نبی کی قوم کو نصیحت ..... ۳۵۷_۳۵۸
کتاب ہدایت انسانوں کے لیے ۳۵۸
ہر شخص مختار ہے ۳۵۸
قبضِ روح کا معاملہ ..... ۳۵۹_۳۶۰
اللہ کے لیے تمام تر شفاعت ہے ۳۶۱
ذکر خدا اور آخرت کے منکرین ..... ۳۶۱_۳۶۲
مصیبت کے وقت انسان کا رویہ ۳۶۴

نعمت ملنے پر انسان کا خیال ۳۶۴
ظالموں کے برے نتائج ۳۶۵
رزق میں وسعت و کمی ۳۶۵
رحمت سے نا امید نہیں ہونا چاہیے ..... ۳۶۵_۳۶۶
کتاب کے بہترین قوانین پر اتباع کا حکم ..... ۳۶۶_۳۶۷
جب اللہ سے کیا مراد ہے ۳۶۷
کاش اللہ نے میری ہدایت کی ہوتی ..... ۳۶۸_۳۶۹
جھوٹے الزام لگانے والوں کا چہرہ ۳۷۰
اللہ ہر شے کا خالق ہے ۳۷۰
جاہلوں کی خواہش ۳۷۱
شکر خدا کا مطالبہ ۳۷۱
لوگوں نے اللہ کی قدر نہ کی ..... ۳۷۲_۳۷۳
اللہ کی قدرت کا حال ۳۷۳
صور کا پھونکا جانا ..... ۳۷۴_۳۷۶
نور خدا سے زمین کا منور ہونا ۳۷۶
انبیاء اور گواہوں کی آمد ۳۷۶
ہر نفس کو اس کے کیے کی جزا ملے گی ..... ۳۷۷_۳۷۸
خازنین کا سوال ..... ۳۷۸_۳۷۹
جہنم میں داخلہ ۳۷۹
متقین کا جنت میں آنا ..... ۳۷۹_۳۸۱
عرش کے گرد فرشتے ۳۸۱
سورۃ زمر کی فضیلت ۳۸۱

سورۂ غافر (مومن)

حٰمٓ کا مفہوم ۳۸۳
صفاتِ خدا ۳۸۳
آیات الٰہی میں جھگڑنے والے ۳۸۴
قوم نوح نے تکذیب کی ۳۸۴
ہر امت کا اپنے پیغمبر کے بارے میں منصوبہ ۳۸۴
حاملین عرش ۳۸۵
فرشتوں کی مومنین کے لیے دُعا ..... ۳۸۵_۳۸۸
دوموت اور دو حیات ۳۸۹
اللہ نے آیتیں دکھائیں اور رزق نازل کیا ۳۸۹
یوم التّلاق سے کیا مراد ہے؟ ۳۹۰
آج کس کی بادشاہت ہے ..... ۳۹۰_۳۹۱
انھیں یوم الاٰزفۃ سے ڈراؤ ..... ۳۹۳_۳۹۴
ظالموں کا کوئی دوست اور شفیع نہیں ۳۹۴
وہ نظروں کی خیانت کو جانتا ہے ۳۹۴
زمین کی سیر کر کے قوموں کا انجام دیکھو ..... ۳۹۵_۳۹۶
موسیٰؑ آیات اور سلطان کے ساتھ آئے ۳۹۶
فرعون نے موسیٰؑ کو قتل کرنا چاہا ..... ۳۹۶_۳۹۷
فرعون کس بات سے ڈر رہا تھا ۳۹۷
مومنِ آلِ فرعون کون تھا ۳۹۹
تقیہ ایک ڈھال ہے ۳۹۹
صدیقین تین ہیں ۳۹۹
مومن آل فرعون کا مشورہ ..... ۳۹۹_۴۰۰
اللہ مُسرف اور کذّاب کی ہدایت نہیں کرتا ۴۰۰
قوم کو مشورہ ۴۰۰
فرعون کی رائے ..... ۴۰۰_۴۰۱
مومن آل فرعون نے مثالوں سے سمجھایا ۴۰۱
یوسف علیہ السلام کا تذکرہ ..... ۴۰۳_۴۰۴
فرعون کی ہامان سے فرمائش ..... ۴۰۴_۴۰۵
حزقیل کی دعوت ..... ۴۰۵_۴۰۸
آل فرعون پر بدترین عذاب ..... ۴۰۸_۴۱۰
استکبار کیا ہے ..... ۴۱۲_۴۱۳
خازنین اور جہنم میں جانے والوں کا مکالمہ ۴۱۳
رجعت کے بارے میں ۴۱۴
ظالمین کے لیے معذرت کام نہ آئے گی ۴۱۴
موسیٰؑ کو ہدایت سے نوازا ۴۱۴
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر کی تلقین ۴۱۴
اللہ سے پناہ طلب کیجیے ۴۱۵
آسمان و زمین کی تخلیق مشکل ہے یا انسان کی ۴۱۵
وہ دو جو یکساں نہیں ۴۱۷
قیامت کا آنا یقینی ہے ۴۱۷
دعا امر رب ہے ..... ۴۱۷_۴۱۸
کون سی عبادت افضل ہے ۴۱۸
رات سکون کے لیے خلق کی ۴۱۹
دن کو روشن بنایا ۴۱۹
اللہ نے تمہاری اچھی صورت بنائی ۴۱۹
توصیف خدا ۴۲۰
خدا کو پکارو ۴۲۰

خدا کے سامنے سر جھکاؤ ۴۲۰
انسان کے تخلیقی مرحلے ..... ۴۲۱۔۴۲۲
اللہ کا حتمی فیصلہ ۴۲۲
آیات خداوندگی میں جدال کرنے والے ۴۲۲
ناصبی کون ہیں؟ ۴۲۳
اللہ کافرین کو گم راہی میں چھوڑ دیتا ہے ۴۲۳
زمین پر اترانے والے کا انجام ..... ۴۲۵۔۴۲۶
انبیاء کی تعداد ۴۲۶
انبیاء کے معجزات ..... ۴۲۶۔۴۲۷
چوپایوں کے فائدے ۴۲۷
زمین میں سیر کر کے دیکھو ۴۲۸
کافر مکمل خسارے میں ۴۲۹
سورۂ حٰمٓ کی تلاوت کا ثواب ۴۲۹

سورۂ فُصّلت (حم سجدہ)

فصلت آیاتہ کا مفہوم ۴۳۱
قرآن مجید کی خصوصیات ۴۳۲
روگردانی کرنے والوں کا قول ۴۳۲
میں تم جیسا بشر ہوں ۴۳۳
مشرکین کے لیے ویل ہے ۴۳۳
زمین دو دنوں میں پیدا ہوئی ۴۳۳
چار دنوں میں سامان معیشت مہیا کیے ..... ۴۳۳۔۴۳۴
استوا کا مفہوم ۴۳۶
آسمان و زمین کو حکم دیا ۴۳۶
دو دنوں میں آسمانوں کی تخلیق ..... ۴۳۶۔۴۳۷
آسمان دنیا کو مصابیح سے مزین کیا ۴۳۷
کتاب اکمال کی روایت ۴۳۷
انبیاء کا اطراف و جوانب لے آنا ..... ۴۳۷۔۴۳۸
قوم عاد کا ذکر ۴۳۸
قوم عاد پر عذاب ۴۴۰
قوم ثمود کی ہدایت ۴۴۰
قوم ثمود پر عذاب ۴۴۱
اعداء اللہ کے خلاف اعضاء کی گواہی ..... ۴۴۱۔۴۴۳
رب کے بارے میں تمہاری بدگمانی نے ہلاک کر ڈالا ۴۴۳
شیاطین کو مسلّط کر دیا ..... ۴۴۵۔۴۴۶
کافروں نے قرآن سننے سے منع کیا ۴۴۶
کافروں کی رب سے درخواست ..... ۴۴۶۔۴۴۷
رَبُّنَا اللہ کہنے والے ..... ۴۴۷۔۴۵۰
اللہ کی طرف بلانے والے ۴۵۲
حسنہ اور سَیِّئَہ برابر نہیں ..... ۴۵۲۔۴۵۳
صبر کرنے والے ۴۵۳
اعوذ باللہ کہو ۴۵۳
رات، دن، سورج اور چاند رب کی نشانیاں ۴۵۴
زمین اور اس کی حیات ۴۵۴
آیات میں الحاد کا مفہوم ..... ۴۵۶۔۴۵۷
لا یاتیہ الباطل کا مطلب ۴۵۷
کلام عجمی اور مخاطب عربی ۴۵۸
قرآن کی صفات ۴۵۸
ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی ۴۵۹
اللہ کے پاس ہر شے کا علم ہے ..... ۴۶۰۔۴۶۱
اللہ اپنے بناوٹی شرکاء کو آواز دے گا ۴۶۱
دعائے خیر ۴۶۱
آفت کے وقت ناامیدی ..... ۴۶۱۔۴۶۲
انعام پر انسان کا ردّعمل ۴۶۲
قرآن کا انکار کیوں ۴۶۳
آفاق و انفس میں نشانیاں ..... ۴۳۶۔۴۶۵
کتاب مصباح کی روایت ۴۶۵
حم سجدہ پڑھنے کا ثواب ۴۶۵
سورۂ عزائم چار ہیں ۴۶۵

سورۂ شوریٰ

حم اور عسق کا مفہوم ۴۶۷
وحی خداوندی کا اسلوب ۴۶۷
آسمان کا شگافتہ ہونا ۴۶۸
فرشتوں کی تسبیح و مغفرت طلب کرنا ۴۶۸
وحی قرآنی کا مقصد ..... ۴۶۸۔۴۶۹
یومُ اطمع کیا ہے ۴۶۹
اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک اُمّت بنا دیتا ۴۶۹
واللہ ولی ہے وہی زندگی عطا کرتا ہے ۴۷۱
اختلاف کا فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے ۴۷۱
اسی نے تمہارے نفوس سے ازواج بنائے ۴۷۱

اس جیسا کوئی نہیں ۴۷۲
مقالید السماء اسی کے پاس ہیں ۴۷۲
رزق میں وسعت و کمی اللہ کے اختیار میں ۴۷۲
پانچ شریعتیں ..... ۴۷۲۔۴۷۴
علم آجانے کے بعد تفرقہ ہوا ..... ۴۷۶۔۴۷۷
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوتِ دین کا حکم ۴۷۷
ہر ایک کا عمل اس کے ساتھ ہے ۴۷۷
بلاوجہ جھگڑنے والوں کے لیے عذاب ۴۷۸
کتابوں کو حق اور میزان کے ساتھ نازل کیا ۴۷۸
قیامت کی جلدی مچانے والے ..... ۴۷۸۔۴۷۹
آخرت کی کھیتی والے ..... ۴۷۹۔۴۸۰
کلمۃ الفصل کی وجہ سے ..... ۴۸۱۔۴۸۲
ظالمین کے لیے عذاب ۴۸۲
مومنین کو بشارت ۴۸۲
اجر رسالت ..... ۴۸۲۔۴۸۷
مودت کے بارے میں حاشیہ ..... ۴۸۴۔۴۸۶
ختم قلب کا مفہوم ..... ۴۸۸۔۴۸۹
کتاب کافی کی روایت ۴۸۹
کتاب عیون کی روایت ..... ۴۹۰۔۴۹۱
اللہ مومنین کی دعائیں قبول کرتا ہے ..... ۴۹۱۔۴۹۲
ناامیدی کے بعد بارانِ رحمت ۴۹۴
خلقت ارض وسماء اسکی نشانیاں ہیں ۴۹۴
مصیبتیں انسان خود لاتا ہے ..... ۴۹۴۔۴۹۵
ہر صابر و شاکر کے لیے نشانیاں ..... ۴۹۵۔۴۹۶
خدا کی مرضی معاف کرے یا سزا دے ۴۹۶
بڑے گناہوں اور بے حیائی سے اجتناب کرنے والے ۴۹۶
حکم رب کو تسلیم کرنے والے ۴۹۸
وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کی تفسیر ۴۹۸
ظلم کی مقاومت ..... ۴۹۸۔۴۹۹
برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ۴۹۹
معاف کرنے والے کا اجر ۴۹۹
مظلوم انتقام لے سکتا ہے ..... ۴۹۹۔۵۰۰
ظالموں پر الزام عائد ہوتا ہے ۵۰۰
گمراہوں کا کوئی مددگار نہیں ۵۰۰
عذاب دیکھ کر ظالمین کی خواہش ۵۰۰
ظالمین کے لیے عذاب مقیم ۵۰۱
رب کی بات پر لبیک کہو ۵۰۳
انسان ناشکرا ہے ۵۰۴
بیٹا یا بیٹی اللہ کی مرضی سے ہے ..... ۵۰۴۔۵۰۵
اللہ بشر سے کس طرح گفتگو کرتا ہے ..... ۵۰۵۔۵۰۶
وحی نور ہے ۵۰۶
رسول کی صراط مستقیم کی جانب ہدایت ..... ۵۰۶۔۵۰۷
سورۃ شوریٰ پڑھنے کا ثواب ۵۰۷
سورۃ شوریٰ کا فائدہ ۵۰۷

سورۂ زُخرف

قرآن کو عربی زبان میں کیوں نازل کیا گیا ۵۰۹
اُمّ الکتاب کیا ہے ..... ۵۰۹۔۵۱۰
نبیوں کا مذاق اڑایا گیا ۵۱۰
خالق ارض وسما کے بارے میں سوال ..... ۵۱۰۔۵۱۱
اللہ نے زمین کو گہوارہ بنایا ۵۱۱
اندازے کے مطابق بارش نازل فرمائی ۵۱۱
کشتی اور چوپائے سواری کے لیے بنائے ..... ۵۱۱۔۵۱۲
آغاز سفر کی دعا ۵۱۲
بندوں کو عبادت کا حصّہ بنا دیا ۵۱۴
قریش کے اعتراض کا جواب ..... ۵۱۴۔۵۱۵
باپ دادا کا اتباع ۵۱۶
اللہ کا انتقام ۵۱۶
ابراہیمؑ کی اپنے چچا سے گفتگو ..... ۵۱۷۔۵۱۸
کلمۂ باقیہ ۵۱۸
حق کو سحر مبین کہنے والے ۵۱۹
رجل من القریۃ عظیمتین سے مراد ۵۱۹
دنیاوی زندگی میں معیشت کی تقسیم ..... ۵۱۹۔۵۲۰
کتاب احتجاج کی روایت ..... ۵۲۰۔۵۲۱
رحمان کے منکرین سے سلوک ..... ۵۲۳۔۵۲۴
آخرت متقین کے لیے ہے ..... ۵۲۴۔۵۲۵
ذکر رحمان سے پہلوتہی کرنے والے ۵۲۵
بینی و بینک بعد المشرقین ۵۲۶
کیا نبی بہروں کو سنا سکتے ہیں ۵۲۶
ہم کفار پر عذاب آپ کو دکھا دیں گے ..... ۵۲۶۔۵۲۷
کتاب سے تمسک رکھیے ۵۲۹

کتاب آپ کے لیے اور قوم کے لیے نصیحت ہے ۵۲۹
حضرت محمدؐ نے کن انبیاء سے سوال کیا تھا ۵۳۰
موسیٰؑ کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا ۵۳۱
موسیٰؑ کا پیغام ۵۳۱
موسیٰؑ کو جادوگر کہہ کے خطاب کیا ۵۳۱
موسیٰؑ سے دُعا کی التجا ۵۳۱
فرعون کا اپنی قوم سے خطاب ..... ۵۳۲۔۵۳۳
فرعون کا حضرت موسیٰؑ پر اعتراض ۵۳۳
فرعون کی قوم نے موسیٰ کو سبک جانا ۵۳۳
حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کا فرعون کے پاس آنا ..... ۵۳۳۔۵۳۴
اللہ کا غضب ناک ہونا ..... ۵۳۴۔۵۳۵
امیر المومنین حضرت عیسیٰؑ کے مشابہ ہیں ..... ۵۳۶۔۵۳۸
قیامت کی شرط حضرت عیسیٰؑ کا نزول ۵۳۸
قیامت میں لوگ ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے ۵۴۰
متقین میں مواخات ہوگی ۵۴۰
جنت کی نعمتیں ..... ۵۴۲۔۵۴۳
کتاب احتجاج کی روایت ۵۴۳
جنت میں ہر طرح کے پھل ہوں گے ۵۴۳
مجرمین کے لیے جہنّم ہے ..... ۵۴۳۔۵۴۴
حق سے بیزاری کا نتیجہ ۵۴۴
اللہ ہر شے کو جانتا ہے ۵۴۴
فرشتے ہر بات لکھ رہے ہیں ۵۴۴
میں پہلا عبادت گزار ہوں ۵۴۶
اللہ آسمان و زمین کا معبود ہے ..... ۵۴۶۔۵۴۷
آسمانوں اور زمین میں اسی کی بادشاہی ہے ۵۴۷
خالق کے بارے میں سوال ..... ۵۴۷۔۵۴۸
سورۂ زُخرف پڑھنے کا ثواب ۵۴۸
سورۂ زُخرف کا فائدہ ۵۴۸

سورۂ دُخان

لیلۃ مبارکہ سے کیا مراد ہے ..... ۵۵۰۔۵۵۲
رب کا تذکرہ ۵۵۲
قیامت کی شرطیں ..... ۵۵۳۔۵۵۴
مُعَلم مَجْنُونٌ کی تفسیر ۵۵۴
قوم فرعون کی آزمائش ۵۵۴
موسیٰؑ کی فرعون کو نصیحت ۵۵۵
موسیٰ نے خدا سے کہا یہ مجرم قوم ہے ..... ۵۵۶۔۵۵۷
بنی اسرائیل کو راتوں رات لے کر جاؤ ۵۵۷
فرعون کے چھوڑے ہوئے اثاثوں کے وارث ۵۵۷
نہ آسمان رویا اور نہ زمین ۵۵۸
بنی اسرائیل عالمین پر منتخب ہوئے ۵۶۰
یہ ہماری پہلی موت ہے ..... ۵۶۰۔۵۶۱
یہ بہتر ہیں یا قوم تُبّع ۵۶۱
یوم الفصل میقات ہے ۵۶۱
قیامت میں صرف رحمت خدا فائدہ مند ہے ..... ۵۶۲۔۵۶۳
شجرۃ الزّقوم گناہ گاروں کا طعام ..... ۵۶۳۔۵۶۵
متقین کو انعام ..... ۵۶۵۔۵۶۶
قرآن کی زبان آسان ہے ..... ۵۶۶۔۵۶۷
سورۂ دخان کا ثواب اور فائدے ۵۶۷

سورۂ جاثیہ

تخلیق ارض وسماء میں مومنین کے لیے ان گنت نشانیاں ۵۶۹۔۵۷۰
جھوٹے گناہ کے لیے تباہی ..... ۵۷۰۔۵۷۱
آیتوں کا مذاق اڑانے والے ۵۷۱
تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر دیا ۵۷۴
تفکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ۵۷۴
ایام اللہ کی امید ..... ۵۷۴۔۵۷۵
بنی اسرائیل کو کتاب حکمت اور نبوت عطا کی ۵۷۵
جعلناك على شريعة من الامر ۵۷۶
اللہ متقین کا ولی ہے ۵۷۶
برائی اور اچھائی کرنے والے یکساں نہیں ..... ۵۷۷۔۵۷۸
خواہشات کو معبود بنانے والے ۵۷۶
وہ صرف دنیاوی زندگی کے قائل ہیں ..... ۵۷۸۔۵۷۹
اللہ موت وحیات کا مالک ہے ۵۸۱
تری كلّ اُمّة جاثية ۵۸۲
نامہ اعمال کی گواہی ۵۸۲
ن والقلم کی تشریح ..... ۵۸۲۔۵۸۳
قیامت کا انکار ۵۸۵
آیاتِ الٰہی کا مذاق اڑایا ..... ۵۸۵۔۵۸۶
حمد و کبریائی خدا کے لیے ہے ۵۸۶
سورۂ جاثیہ پڑھنے کا ثواب ۵۸۶

سورۂ الاحقاف

آسمان وزمین کی تخلیق برحق ہے ..... ۵۸۸۔۵۸۹
شریکوں نے کیا خلق کیا ۵۸۹
اپنے معبودوں کے ثبوت میں کتاب یا آثار لے آؤ ۵۹۰
حق کو جادو کہا ۵۹۰
رسول کا جواب کہ قرآن اختر انہیں ۵۹۱
میں کوئی انوکھا رسول نہیں ..... ۵۹۳۔۵۹۴
میں واضح نذیر ہوں ۵۹۴
اس جیسے کلام پر بنی اسرائیل کے ایک فرد کی گواہی ۵۹۴
منکرین حق کا قول ۵۹۵
رَبُّنَا اللہ کہنے والے ثابت قدم ..... ۵۹۵۔۵۹۶
اللہ کا سچا وعدہ ..... ۵۹۸۔۵۹۹
کتاب خصال کی روایت ۵۹۹
والدین سے اف کہنے والا ..... ۵۹۹۔۶۰۰
اعمال کے مطابق درجات ۶۰۰
کفار آتش جہنم کے سامنے ۶۰۰
کتاب محاسن کی روایت ۶۰۰
قوم عاد کا تذکرہ ..... ۶۰۲۔۶۰۴
قوم ھود کو ہم نے تمکنت عطا کی ۶۰۶
ان کی سماعت اور بصارت کام نہ آئی ۶۰۶
اللہ نے جنوں کے گروہ کو نبی کی طرف متوجہ کیا ۶۰۷
تفسیر قمی جنوں کی داستان ..... ۶۰۹۔۶۱۰
اللہ کی قدرت کاملہ کا بیان ۶۱۰
نبی کو صبر کا حکم ..... ۶۱۰۔۶۱۲
کفار قریش کے عذاب میں جلدی نہ کریں ۶۱۲
سورۂ احقاف کی تلاوت کا ثواب ۶۱۲

سورۂ محمد

بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ کی تفسیر ۶۱۴
مومنین نے حق کا اتباع کیا ۶۱۵
کافروں سے جنگ کے آداب ..... ۶۱۵۔۶۱۶
اللہ کی راہ میں قتل کیے جانے والوں کی جزا ۶۱۶
مومنین سے نصرت کا مطالبہ ۶۱۸
زمین میں سیر کر کے گزشتگان کا انجام دیکھو ۶۱۹
اللہ مومنین کا مولیٰ ہے ۶۱۹
کافروں کی زندگی کیا ہے ۶۲۰
جن جنت کا متقین سے وعدہ کیا گیا ..... ۶۲۰۔۶۲۱
ہدایت یافتہ کی ہدایت میں اضافہ ۶۲۳
علامت قیامت ..... ۶۲۳۔۶۲۴
مسلمان کو آنحضرتؐ نے قیامت کی علامات بتلائیں ۶۲۴۔۶۲۷
آنحضرت سے مطالبہ ..... ۶۲۹۔۶۳۰
مومنین اور سورۃ جہاد کی خواہش ۶۳۰
صاحب اقتدار بن کر کیا کرو گے ۶۳۱
قرآن میں تدبر کیوں نہیں کرتے ..... ۶۳۱۔۶۳۲
مرتد ہونے والے ۶۳۲
جاں کنی کے وقت مرتدین کی کیفیت ..... ۶۳۳۔۶۳۵
لتعرفنّھم فی لحن القول ..... ۶۳۵۔۶۳۶
مجاہدین اور صابرین کی پہچان کے لیے آزمائش ۶۳۶
مومنین سے اطاعت خدا و رسول کا مطالبہ ۶۳۷
تم ہی اعلیٰ ہو سستی نہ کرو ۶۳۷
خدا تمہارے ساتھ ہے ۶۳۸
دنیاوی زندگی لہو ولعب ہے ۶۳۸
تمھیں سبیل خدا میں خرچ کرنے کی دعوت دی ۶۳۹
اللہ غنی ہے تم سب فقیر ہو ۶۳۹
یستبدل قوماً غیرکم ..... ۶۳۹۔۶۴۰
اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو یہ لے آتا ۶۴۰
سورۂ محمد کی تلاوت کا ثواب وفوائد ۶۴۰

سورۂ الفتح

انا فتحنا لك فتحا مبینا کا شان نزول ..... ۶۴۱۔۶۴۶
اللہ اگلے پچھلے الزام سے بری کردے ..... ۶۴۷۔۶۴۹
اللہ نعمت تمام کردے ۶۴۹
اللہ مومنین پر سکینت کو نازل کرتا ہے ۶۵۰
مومنین ومومنات کے لیے جنت ۶۵۲
منافقین ومنافقات کے لیے غضب ۶۵۲
نبی کو شاہد ومبشر ونذیر بنایا گیا ۶۵۳
نبی کی بیعت اللہ کی بیعت ..... ۶۵۳۔۶۵۴
عرب کے بدوؤں کا عذر ..... ۶۵۶۔۶۵۷
بدوؤں کا گمان ..... ۶۵۷۔۶۵۸
کافرین کے لیے عذاب جہنّم ۶۵۸
مخلفین کہتے ہیں ..... ۶۵۸۔۶۵۹
مخلفین کا جواب ۶۵۹

اندھے، لنگڑے اور مریض کا حکم ۶۶۱
اطاعت کرنے والوں کو انعام ۶۶۱
درخت کے نیچے بیعت کرنے والے مومنین ..... ۶۶۱ ـ ۶۶۳
اللہ کی سنت تبدیل نہیں ہوتی ۶۶۳
مسجد الحرام سے روکنے والے ۶۶۵
صلح کرنے کا مقصد ..... ۶۶۵ ـ ۶۶۶
حمیت جاہلیت کیا ہے ۶۶۶
اللہ، رسول اور مومنین کے لیے سکنیت کا نزول ۶۶۷
کلمۂ تقویٰ کیا ہے ۶۶۷
پیغمبر کے خواب کو سچ کر دکھایا ۶۶۸
مقصد ارسال پیغمبر غلبۂ دین ..... ۶۶۹ ـ ۶۷۰
محمد رسول اللہ اور ان کے صحابی کی صفات ..... ۶۷۰ ـ ۶۷۲
سورۂ فتح کی تلاوت کا ثواب ۶۷۲

سورۂ الحجرات

اللہ اور رسول کے آگے نہ بڑھو ۶۷۴
بزم نبی میں گفتگو کے آداب ..... ۶۷۴ ـ ۶۷۵
حجرے کے پیچھے سے آواز دینے والے ۶۷۶
فاسق کے خبر کی تصدیق نہ کرو ..... ۶۷۷ ـ ۶۷۸
ولید بن عقبہ کا واقعہ ۶۷۸
اللہ کی پسند و ناپسند ..... ۶۷۸ ـ ۶۷۹
دو گروہ قتال کریں تو تمھاری ذمے داری ..... ۶۷۹ ـ ۶۸۰
تاویل قرآن پر جنگ کرنے والا ۶۸۰
مومنین رشتہ اخوت میں منسلک ہیں ..... ۶۸۱ ـ ۶۸۲
مومنین کے مابین اصلاح کرو ..... ۶۸۲ ـ ۶۸۳
کسی کا مذاق نہ اڑاؤ ۶۸۳
صفیہ بنت حی ابن اخطب کے بارے میں ۶۸۳
طعن و تشنیع سے روکا گیا ۶۸۳
بدگمانی سے بچو ۶۸۴
کسی کی ٹوہ میں نہ لگے رہو ۶۸۴
غیبت سے بچو ..... ۶۸۴ ـ ۶۸۵
غیبت کے بارے میں تمثیل ۶۸۵
ایک مرد اور ایک عورت سے خلقت ۶۸۶
نسب و حسب پر فخر نہ کرو ۶۸۶
تکریم کا معیار تقویٰ ہے ..... ۶۸۶ ـ ۶۸۷
صحرانشین ایمان کے مدعی ..... ۶۸۷ ـ ۶۸۸
ایمان کا مفہوم ۶۸۸
اسلام کیا ہے ۶۸۸
مسلمان کی تعریف ۶۸۹
مومنین کون ہیں ۶۹۰
اللہ ہر راز سے واقف ہے ۶۹۱
سورۂ حجرات کی تلاوت کا ثواب ۶۹۱

سورۂ ق

ق کے بارے میں ۶۹۳
منذر کے آنے پر تعجب ۶۹۳
مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر تعجب ..... ۶۹۳ ـ ۶۹۴
کتاب حفیظ کا مفہوم ۶۹۴
آسمان و زمین کی تخلیق پر غور ..... ۶۹۴ ـ ۶۹۵
بارش کے فوائد ..... ۶۹۵ ـ ۶۹۷
نوح کی قوم اصحاب الرّس اور ثمود کا ذکر ۶۹۷
پہلی تخلیق اور خلق جدید ۶۹۸
اللہ شہ رگ سے زیادہ قریب ہے ..... ۶۹۸ ـ ۶۹۹
رقیب و عقید کا کام ۶۹۹
سکرۃ الموت ..... ۷۰۰ ـ ۷۰۱
نفخ صور ۷۰۱
سائق اور شہید ہر ایک کے ساتھ ہیں ۷۰۱
آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا ..... ۷۰۱ ـ ۷۰۲
القیافی جہنم کی تفسیر ۷۰۲
قرین سے کون مراد ہے ..... ۷۰۳ ـ ۷۰۴
جہنم کا ھل من مزید کہنا ..... ۷۰۴ ـ ۷۰۵
جنت متقین سے قریب کر دی جائے گی ۷۰۵
جنت میں ہر خواہش کی تکمیل ہوگی ۷۰۵
صاحبان قلب کے لیے نصیحت ..... ۷۰۷ ـ ۷۰۸
چھ دنوں میں ارض و سما کی تخلیق ..... ۷۰۸ ـ ۷۱۰
اوقات نماز کا بیان ..... ۷۰۹ ـ ۷۱۰
منادی کی ندا ۷۱۰
صیحۂ حق ۷۱۰
زمین کا شگافتہ ہونا ۷۱۰
قرآن کے ذریعے نصیحت ۷۱۱
سورۂ ق پڑھنے کا ثواب ۷۱۱

سورۂ ذاریات

ہواؤں کی اقسام ۱۲ے
کام تقسیم کرنے والے فرشتے ۱۳ے
راستوں والا آسمان ..... ۱۳ے۔ ۱۴ے
لفظی قولِ مختلف کی تفسیر ۱۶ے
خرّ اصُون کون ہیں ۱۶ے
یوم الدین کے بارے میں سوال ۱۶ے
متقین کی صفات ..... ۱۶ے۔ ۱۷ے
سائل ومحروم کے حقوق ۱۷ے
زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ۱۸ے
آسمان میں رزق اور وعدے ۲۰ے
ابراہیمؑ کے معزز مہمان ..... ۲۰ے۔ ۲۱ے
ان کی کھانوں سے بے رغبتی ۲۱ے
ابراہیمؑ کو بیٹے کی بشارت ۲۱ے
ابراہیمؑ کی بیوی نے منہ پیٹ لیا ..... ۲۱ے۔ ۲۲ے
ابراہیمؑ نے فرشوں کی آمد کا سبب دریافت کیا ۲۴ے
فرشتوں کا جواب ۲۴ے
مومنین کو نکال لیا گیا ..... ۲۴ے۔ ۲۵ے
ڈرنے والوں کے لیے نشانی ۲۵ے
موسیٰ اور سلطان مبین ۲۵ے
فرعون کا الزام ۲۵ے
فرعون اور اس کے لشکر کا انجام ..... ۲۵ے۔ ۲۶ے
قوم عاد کے لیے ریح عقیم ۲۶ے
قوم ثمود کو مشورہ ..... ۲۷ے۔ ۲۸ے
قوم نوح ۲۸ے
آسمان وزمین کی تخلیق کا ذکر ۲۸ے
ہر شے جوڑا جوڑا پیدا کی ۲۹ے
اِنی لکم نذیر مبین ۲۹ے
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب ۳۱ے
نبی کو اعراض کا حکم ..... ۳۱ے۔ ۳۲ے
نصیحت مومنین کے لیے منفعت بخش ۳۲ے
جن وانس کی غرض خلقت ..... ۳۲ے۔ ۳۳ے
اللہ رزاق ہے ۳۳ے
ظلم کرنے والوں کی سزا ۳۴ے
سورۂ ذاریات پڑھنے کا ثواب ۳۴ے

سورۂ احزاب

سورۂ احزاب مدنی سورہ ہے۔

اس سورت میں ۷۳ آیتیں ہیں اور اس پر سب کا اجماع ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَ لَا تُطِعِ الۡکٰفِرِیۡنَ وَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ۙ﴿۱﴾

وَّ اتَّبِعۡ مَا یُوۡحٰۤی اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا ۙ﴿۲﴾

وَّ تَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیۡلًا ﴿۳﴾

مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنۡ قَلۡبَیۡنِ فِیۡ جَوۡفِہٖ ۚ وَ مَا جَعَلَ اَزۡوَاجَکُمُ الّٰٓـِٔیۡ تُظٰہِرُوۡنَ مِنۡہُنَّ اُمَّہٰتِکُمۡ ۚ وَ مَا جَعَلَ اَدۡعِیَآءَکُمۡ اَبۡنَآءَکُمۡ ؕ ذٰلِکُمۡ قَوۡلُکُمۡ بِاَفۡوَاہِکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ یَقُوۡلُ الۡحَقَّ وَ ہُوَ یَہۡدِی السَّبِیۡلَ ﴿۴﴾

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے۔

۱-اے پیغمبر اللہ سے ڈرتے رہیے اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیے بے شک اللہ علیم وحکیم ہے۔

۲-اور آپ کے پروردگار کی جانب سے آپ پر جو وحی کی جاتی ہے آپ اس کا اتباع کیجیے یقیناً اللہ تم لوگوں کے اعمال سے باخبر ہے۔

۳-اور اللہ پر توکل کیجیے اور اللہ بھروسے کے لیے کافی ہے۔

۴-اللہ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے ہیں اور تم اپنی جن بیویوں کو ماں کہہ بیٹھتے ہو اللہ نے انھیں تمھاری حقیقی ماں نہیں بنایا اور نہ ہی اس نے تمھارے منہ بولے بیٹوں کو تمھارا حقیقی بیٹا بنایا ہے۔ یہ سب تمھاری زبانی باتیں ہیں اور اللہ وہ بات کہتا ہے جو مبنی برحق ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

۱-یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَ لَا تُطِعِ الۡکٰفِرِیۡنَ وَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ ؕ -

اے پیغمبر اللہ سے ڈرتے رہیے اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے یہ وہ ہے جسے امام صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا اور اُن سے ''ایاك اعنی واسمعی یا جارہ'' [۱] کے عنوان سے گفتگو فرمائی یعنی خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اور مراد لوگ ہیں۔ [۲]

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہ آیت ابوسفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابی جہل اور ابوالاعور سُلّمی کے بارے میں نازل ہوئی یہ لوگ مدینہ آئے اور غزوۂ احد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امان کے ساتھ عبداللہ بن ابی کے گھر میں قیام کیا تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کریں وہ لوگ اٹھے اور ان کے ساتھ عبداللہ بن ابی اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور طعمہ بن ابیرق بھی تھا وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انھوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہمارے معبودوں لات، عُزیٰ اور منات کا ذکر چھوڑ دیں اور کہیں بے شک ان کے لیے شفاعت ہے جو ان بتوں کی عبادت کرے ہم آپ کو اور آپ کے رب کو چھوڑ دیں گے یعنی اس کے بارے میں کچھ نہ کہیں گے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت ناگوار گزری۔ حضرت عمر بن الخطّابؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم انھیں قتل کر دیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے انھیں امان دی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا اور انھیں مدینہ سے نکال دیا گیا اور یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ کافروں کی اطاعت نہ کیجیے جو مکّہ کے رہنے والے ہیں یعنی ابوسفیان، ابوالاعور اور عکرمہ (والمنافقین) اور منافقین کی بات نہ مانیے یعنی ابن اُبی اور ابن سعد اور طعمہ۔ [۳]

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا -

بے شک اللہ مفاسد اور مَصالح کو اچھی طرح جانتا ہے۔

حَكِيْمًا - اور باحکمت ہے وہ فیصلہ نہیں کرتا مگر حکمت جس بات کی متقاضی ہو۔

۲ - وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ -

اور آپ کے پروردگار کی جانب سے آپ پر جو وحی کی جاتی ہے آپ اس کا اتّباع کیجیے۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا -

بے شک اللہ تم لوگوں کے اعمال سے باخبر ہے۔

۳ - وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا -

اور آپ اللہ پر توکل کیجیے اللہ بھروسے کے لیے کافی ہے۔

۴ - مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ -

اور اللہ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے ہیں۔

---

(۱) یہ جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب خطاب کسی سے کیا جائے اور اصل مقصود یہ بات کسی اور کو سنانا ہو

(۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۷۱ (۳) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۳۵

اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے ہیں۔ یہ دراصل تردید ہے عرب کے مزعومے کی کہ عرب کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ جو شخص عقل مند اور ذہین ہوتا ہے اس کے پاس دو دل ہوتے ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہ آیت ابی معمر حمید بن معمر بن حبیب فہری کے بارے میں نازل ہوئی وہ عقل مند تھا اور جو کچھ سنتا تھا اسے یاد کر لیتا تھا اور وہ کہتا تھا کہ میرے سینے میں دو دل ہیں میں دونوں سے سمجھتا ہوں اور وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عقل سے افضل ہے قریش نے اس کا نام ''ذوالقلبین'' رکھا تھا جب غزوہ بدر واقع ہوا اور مشرکین کو شکست ہوئی اور ان میں ابومعمر بھی تھا ابوسفیان بن حرب نے اس سے ملاقات کی جب کہ ابومعمر نے ایک جوتا اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا اور دوسرا پیر میں پہن رکھا تھا ابوسفیان نے اس سے کہا کہ اے ابومعمر لوگوں کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا وہ شکست کھا گئے ابوسفیان نے کہا تمھارا کیا معاملہ ہے ایک جوتا ہاتھ میں ہے اور دوسرا پیر میں تو ابومعمر نے کہا میں تو سمجھ رہا ہوں کہ دونوں میرے پاؤں میں ہیں تو اس دن انھوں نے پہچان لیا کہ اس کے پاس صرف ایک دل ہے کیوں کہ یہ ایک جوتا اپنے ہاتھ میں پکڑ کر بھول گیا۔[۱]

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا ''کہ ہماری محبت اور ہمارے دشمن کی محبّت کسی انسان کے سینے میں جمع نہیں ہوسکتی اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے ہیں کہ وہ اس سے محبت کرے اور اُس سے دشمنی کرے پس جو شخص ہمارا محب ہوتا ہے۔ وہ ہمارے لیے اپنی محبّت کو خالص کر لیتا ہے جس طرح آگ کے ذریعے سونے کو خالص کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی کھوٹ باقی نہیں رہتی لہٰذا جو شخص ہماری محبت کو جاننا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے دل کا امتحان لے پس اگر ہماری محبت میں دشمن کی محبت شریک ہوگئی ہے تو اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں اور اللہ ان لوگوں کا دشمن ہے اور جبرئیل اور میکائیل بھی اور اللہ کافروں کا دشمن ہے۔[۲]

کتاب امالی میں اسی سے ملتی جلتی روایت ہے۔[۳]

کتاب مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے ہیں کہ اس دل سے کسی قوم سے محبت کرے اور اس دوسرے دل سے ان کے دشمنوں سے محبت کرے۔[۴]

کتاب مصباح الشریعہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نماز کے دوران اگر کسی شخص کا دل اللہ کے علاوہ کسی اور سے اٹکا ہوا ہے تو وہ اس شے سے قریب ہوگا اور اُس حقیقت سے دور ہوگا اللہ نے نماز کے ذریعے جو اس شخص سے چاہی تھی پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[۵]

---

(۱) تفسیر مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۳۶ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۷۱ (۳) الامالی لشیخ طوسی ص ۱۴۸ ح ۲۴۳ مجلس پانچویں (۴) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۳۶ (۵) مصباح الشریعۃ ص ۹۲

وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ -

اور تم اپنی جن بیویوں کو ماں کہہ بیٹھتے ہو اللہ نے انھیں تمھاری حقیقی ماں نہیں بنایا یعنی اللہ تعالیٰ نے زوجیّت اور اُمومت (بیوی ہونا اور ماں بننا) کو ایک عورت میں جمع نہیں کیا۔ یہ دراصل تردید ہے عرب کے اس مزعومے کی کہ جو شخص اپنی بیوی سے یہ کہے کہ ''تم میرے لیے اسی طرح ہو جیسے میری ماں کی پیٹھ'' تو یہ کہتے ہیں اس کی بیوی ماں جیسی ہو جائے گی اور ہم مکمل گفتگو ان شاء اللہ سورۂ مجادلہ میں کریں گے۔

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ -

اور نہ ہی اس نے تمھارے منہ بولے بیٹوں کو تمھارا حقیقی بیٹا بنایا ہے۔

اور اس نے منہ بولے بیٹوں اور حقیقی بیٹوں کو ایک شخص میں جمع نہیں کر دیا یہ رد ہے اس مزعومے کا جو عرب گمان کرتے تھے کہ منہ بولا بیٹا بھی حقیقی بیٹے جیسا ہوتا ہے اسی لیے وہ لوگ زید بن حارثہ کلبی کو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد کر دیا تھا ''ابنِ محمد'' (محمد کا فرزند) کہا کرتے تھے۔

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت خدیجہ بنت خویلد سے عقد فرمایا تھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوقِ عکاظ (عکاظ کے بازار میں) میں خدیجہ کی تجارت کی غرض سے تشریف لے گئے اور یہ ملاحظہ فرمایا کہ زید کو بیچا جا رہا ہے اور یہ دیکھا کہ یہ ایک لڑکا ہے جو ذہین اور پختہ رائے کا مالک ہے آنحضرت نے اسے خرید لیا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو اسے اسلام کی دعوت دی جو اس نے قبول کر لی اور مسلمان ہو گیا اور اسے زید مولیٰ محمد کہہ کے پکارا جاتا تھا جب حارثہ بن شراحیل کلبی کو اس کے بیٹے زید کی خبر پہنچی تو وہ مکّہ مکرمہ آیا اور وہ محترم شخص تھا وہ حضرت ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کہا اے ابوطالب میرا بیٹا دشمن کی قید میں چلا گیا تھا اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ آپ کے بھتیجے کے پاس ہے یا تو وہ اس کو فروخت کر دیں یا اس کا فدیہ لے لیں یا اسے آزاد کر دیں۔

حضرت ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں گفتگو کی آنحضرتؐ نے فرمایا وہ آزاد ہے جہاں چاہے چلا جائے حارثہ اٹھا اس نے زید کا ہاتھ تھاما اور اس سے کہا اے بیٹے تم اپنے شرف اور حسب سے ملحق ہو جاؤ تو زید نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہرگز جدا نہ ہوں گا تو اس کے باپ نے کہا تو تم اپنا حسب اور نسب چھوڑ دو اور قریش کے غلام بن کر رہو تو زید نے جواب دیا کہ میں جب تک زندہ ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الگ نہیں ہوں گا اس کے باپ کو بڑا غصہ آیا اور اس نے کہا اے گروہ قریش تم گواہ رہو کہ میں نے اس سے براءت کا اظہار کیا ہے اور وہ میرا بیٹا نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم گواہ رہو زید میرا بیٹا ہے میں اس کا وارث ہوں اور یہ میرا وارث ہوگا تو اُسے زید بن محمد کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بہت محبت فرماتے تھے اور اس کا نام رکھا تھا ''زید الحُب'' جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی تو اس کی شادی زینب بنت جحش سے کر دی اس نے ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی خدمت میں آنے میں دیر کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے گھر تشریف لے گئے زید کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے، زینب کمرے کے وسط میں بیٹھ کر نہایت سختی کے ساتھ اپنے لیے خوش بوکوٹ رہی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم - نے دروازے کو دھکا دیا اور زینب کو دیکھا اور زینب بے حد خوب صورت اور حسین تھی آنحضرتؐ نے فرمایا سبحان اللہ خالق النّور وتبارك اللہ أحسنُ الخالقین پاک ہے اللہ جس نے نور کو خلق فرمایا ہے اور بابرکت ہے اللہ جو احسن الخالقین ہے۔

پھر رسول اللہ اپنے گھر واپس تشریف لے آئے اور زینب نے ان کے دل میں ایک خاص اثر کیا جب زید گھر پہنچے تو زینب نے انھیں بتایا کہ رسول اللہؐ نے انھیں دیکھ کر کیا کہا زید نے زینب سے کہا کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ میں تمھیں طلاق دے دوں اور رسول اللہؐ تم سے شادی کر لیں ہوسکتا ہے تم ان کے دل میں جگہ پا چکی ہو زینب نے جواب دیا مجھے ڈر ہے کہ تم مجھے طلاق دو اور رسول اللہؐ مجھ سے شادی نہ کریں زید رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں مجھے زینب نے یہ یہ بتلایا ہے کیا یہ ممکن ہے کہ میں اسے طلاق دے دوں اور آپ اس سے شادی کر لیں تو رسول اللہؐ نے فرمایا نہیں جاؤ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو پھر اللہ تعالیٰ نے اسے بیان فرمایا ہے اَمۡسِكۡ عَلَيۡكَ زَوۡجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخۡفِىۡ فِىۡ نَفۡسِكَ مَا اللّٰهُ مُبۡدِيۡهِ وَتَخۡشَى النَّاسَ‌ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰٮهُ‌ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيۡدٌ مِّنۡهَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰكَهَا لِكَىۡ لَا يَكُوۡنَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ حَرَجٌ فِىۡۤ اَزۡوَاجِ اَدۡعِيَآئِهِمۡ اِذَا قَضَوۡا مِنۡهُنَّ وَطَرًا‌ؕ وَكَانَ اَمۡرُ اللّٰهِ مَفۡعُوۡلًا ۝ (احزاب ۳۷) تو اللہ تعالیٰ نے ان کی شادی عرش کے اوپر کر دی تو منافقوں نے کہنا شروع کیا کہ وہ ہمارے بیٹوں کی بیویوں کو ہمارے لیے حرام قرار دیتے ہیں اور اپنے بیٹے زید کی بیوی سے شادی کر لی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں آیت نازل فرمائی۔ وَمَا جَعَلَ اَدۡعِيَآءَكُمۡ اَبۡنَآءَكُمۡ‌ؕ ذٰلِكُمۡ قَوۡلُكُمۡ بِاَفۡوَاهِكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ يَقُوۡلُ الۡحَـقَّ وَهُوَ يَهۡدِى السَّبِيۡلَ ۝ ۱، ۲

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اور زینب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تزویج کی داستان دوسرے طریقے سے ان شاءاللہ بیان ہوگی۔

ذٰلِكُمۡ قَوۡلُكُمۡ بِاَفۡوَاهِكُمۡ‌ۚ - یہ سب تمھاری زبانی باتیں ہیں۔

وَاللّٰهُ يَقُوۡلُ الۡحَـقَّ - اور اللہ جو بات کہہ رہا ہے وہی حقیقت ہے۔

وَهُوَ يَهۡدِى السَّبِيۡلَ -

اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ جو حق کا راستہ ہے۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۴۸

(۲) اگرچہ یہ روایت تفسیر قمیؒ سے نقل کی گئی ہے لیکن ہمیں اس کے متن پر اعتراض ہے کیوں کہ اس سے شانِ رسالت مجروح ہوتی ہے۔ (مترجم)

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ؕ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶

۵-منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپ کی نسبت سے پکارو اور اللہ کے نزدیک یہ نہایت منصفانہ بات ہے اگر تمھیں یہ معلوم نہ ہو کہ ان کے باپ کون ہیں تو وہ تمھارے دینی بھائی ہیں اور تمھارے رفیق ہیں تم سے کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا اگر تم نے نادانستہ کوئی بات کہی ہے البتہ تمھارے دل اس بات کا عزم کر لیں (تو وہ گناہ ہے) اور اللہ بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

۶-بلاشبہ نبی تو مومنین سے ان کے نفس کی بہ نسبت زیادہ حقِ تصرّف رکھتا ہے اور نبی کی بیویاں ان مومنین کی مائیں ہیں اور کتاب اللہ کی رو سے قرابت دار آپس میں مومنین اور مہاجرین سے زیادہ حق رکھتے ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرنا چاہو تو کر سکتے ہو یہ حکم کتابِ خدا میں تحریر شدہ موجود ہے۔

۵-اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ -

منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپ کے نام سے پکارو۔

یعنی ان کے حقیقی باپ سے منسوب کرو۔

هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ -

یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے۔

وہ اللہ کے نزدیک زیادہ مبنی برعدل ہے اس سے مطلق زیادہ ہونا مراد لیا گیا ہے کسی دوسری شے کے مقابل میں زیادہ ہونا مراد نہیں ہے اور اس کا مفہوم ہوگا کہ یہ سچائی میں مبالغہ کرنے والا۔

فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ -

اگر تمھیں یہ معلوم نہ ہو کہ اُن کے باپ کون ہیں۔

تاکہ تم انھیں ان کے باپوں سے نسبت دے سکو۔

فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ -

تو وہ تمھارے دینی بھائی ہیں۔

وَمَوَالِيْكُمْ ؕ -

اور تمھارے موالی ہیں یعنی اولیاء دوست ولی اور رفیق ہیں تم اس تاویل کی بنیاد پر یہ کہو کہ: ھذا اخی ومولای یہ میرا بھائی اور میرا مولیٰ ہے۔

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ -

تم سے کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا اگر تم نے نادانستہ کوئی بات کہی ہے۔

یعنی تم نے اس بارے میں منع کرنے سے پہلے یا اس کے بعد غلطی سے جو کچھ کیا ہے تم پر اس کا کوئی گناہ نہیں ہے اگر وہ نسیان کی بنیاد پر یا سبقت لسانی کی وجہ سے ہو۔

وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ -

البتہ تمھارے دل اس بات کا عزم کرلیں (تو وہ گناہ ہے)۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا -

اور اللہ بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

وہ گناہ گاروں اور خطا کاروں کو بخش دیتا ہے۔

۶ - اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ -

بلاشبہ نبی تو مومنین سے ان کے نفس کی بہ نسبت زیادہ حق تصرّف رکھتا ہے یعنی تمام امور میں ان سے زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ وہ انھیں نہ حکم دے گا اور نہ ہی ان سے راضی ہوگا مگر صرف اسی میں جس میں ان کی بھلائی اور نفس کے خلاف ان کی کامیابی ہو اسی وجہ سے اسے مطلق بیان کیا ہے لہٰذا اُن پر واجب ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں اُن کے اپنے اَنفس سے زیادہ محبوب ہوں اور ان کا امر نفس کے امر سے زیادہ نافذ ہو اور ان پر شفقت و مہربانی نفس پر ان کی شفقت سے زیادہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جب انھوں نے غزوۂ تبوک کی طرف روانگی کا ارادہ کیا اور لوگوں کو روانہ ہونے کا حکم دیا تو ایک گروہ نے کہا کہ کیا ہم اپنے باپ اور اپنی ماں سے اجازت طلب کریں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ نبی دین و دنیا دونوں میں باپ ہے جہاں تک دین کا تعلق ہے تو ہر نبی اپنی امّت کا باپ ہے اس حیثیت سے کہ وہی اصل ہے جس کی وجہ سے ابدی حیات حاصل ہوئی ہے اسی لیے تمام

---

(۱) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۳۸

مومنین بھائی بھائی بن گئے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بھی وارد ہوا ہے انھوں نے فرمایا: اَنَاوَ علی ابو اھذہ الاُمۃ میں اور علیؑ دونوں اس امت کے باپ ہیں۔ (۱)

جیسا کہ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۸۳ کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

اور یہ اس طرح ہے کہ دونوں اس مفہوم میں مساوی ہیں بس فرق اتنا ہے کہ علیؑ نبی کے بعد ہیں۔ جہاں تک دنیا کا تعلق ہے تو اللہ نے نبی کے ذمے ان کے اخراجات ان کے یتیموں کی تربیت اور جو ضائع ہو گئے ان کا خیال رکھنا ہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد قرار دیا ہے اور رسول اللہ کو ان کا باپ بنایا ہے ان میں سے جو اپنے نفس کی حفاظت نہیں کرسکتا تھا اور اس کے پاس مال نہیں تھا اور اسے اپنے نفس پر ولایت (حکمرانی) حاصل نہ تھی تو اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مومنین پر ولایت عطا فرمائی اور انھیں مومنین کے نفوس پر زیادہ حق تصرّف عطا فرمایا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے غدیر خم میں:

ایھا الناس الستُ اولی بکم من انفسکم قالو ابلی

اے لوگو کیا میں تمھارے نفوس پر تم سے بڑھ کر حق تصرف نہیں رکھتا سب نے کہا بے شک پھر امیر المومنین علیہ السلام کے لیے اسی ولایت کو لازم قرار دیا اور فرمایا آگاہ ہو جاؤ میں جس جس کا مولا ہوں علی اُس اُس کا مولا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مومنین کا باپ قرار دیا تو ان کی روزی اور اُن کے یتیموں کی تربیت آنحضرت کے ذمے کر دی تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جس نے مال چھوڑا ہے تو وہ اس کے وارثوں کا حق ہے اور جس نے قرض یا جائیداد چھوڑی ہے تو اس کا تعلق مجھ سے ہے اور مجھ پر لازم ہے تو اس طرح اللہ نے اپنے نبی پر مومنین کا وہی حق رکھ دیا جو ایک والد کا اولاد پر ہوتا ہے اور مومنین پر ان کی اطاعت کو اسی طرح فرض کر دیا جس طرح اولاد پر والد کی اطاعت فرض ہوتی ہے۔ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے لازم کیا تھا ان کے بعد امیر المومنین علیہ السلام اور ان کے بعد تشریف لانے والے ائمہ کرام نے یکے بعد دیگرے خود پر لازم قرار دیا فرمایا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنینؑ دونوں بمنزلہ والد کے ہیں اور اللہ کا ارشاد ہے وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (النساء:۳۶) تو اس آیت میں والدین سے مراد رسول اللہ اور امیر المومنین ہیں۔ (۲)

کتاب علل الشرائع میں امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۸۵ ح ۲۹ و معانی الاخبار ص ۵۲ ح ۳ باب ۲۷ وعلل الشرائع ص ۱۲۷ ح ۲ باب ۱۰۶ واکمال الدین ص ۲۶۱ ح ۷ باب ۲۴ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۷۶

کنیت ابوالقاسم کیوں تھی فرمایا اس لیے کہ ان کے ایک فرزند تھے جن کا نام قاسم تھا اسی لیے یہ کنیت قرار پائی سائل نے کہا اے فرزندِ رسول کیا آپ مجھے زیادہ بتانے کا اہل سمجھتے ہیں فرمایا ہاں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آنا وعلی ابوا ھذہ الأمّۃ میں اور علیؑ اس امّت کے باپ ہیں۔

کہا ہاں فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری امّت کے باپ ہیں۔ اور علیؑ بھی ان میں سے ہیں کہا بے شک فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ علیؑ جنت وجہنم کے تقسیم کرنے والے ہیں، کہاں ہاں فرمایا کہ آنحضرتؐ کو ابوالقاسم کہا گیا کیوں کہ وہ اس کے باپ ہیں جو جنت وجہنم کو تقسیم کرنے والا ہے کہا اس بات کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت اپنی امّت کے لیے ایسی ہی ہے جیسی باپ کی شفقت اولاد کے لیے ہوتی ہے اور تمام امّت میں سب سے افضل علی علیہ السلام ہیں اور آنحضرت کے بعد علی علیہ السلام کی شفقت بھی امّت پر انھی کی شفقت جیسی ہے اس لیے کہ وہ ان کے وصی ان کے خلیفہ اور ان کے بعد امام ہیں اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

آنا وعلی ابوا ھذہ الأمّۃ میں اور علی علیہ السلام اس امّت کے باپ ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا جس نے قرض یا جائداد چھوڑی ہو تو وہ میری ذمہ داری ہے اور اس کا مجھ سے تعلق ہے اور جس نے مال چھوڑا ہو تو وہ اس کے وارثوں کو ملے گا تو اس وجہ سے آنحضرت ان کے آباء واُمّہات سے اولیٰ اور افضل ہیں اور اسی وجہ سے ان کے نفس سے اولیٰ ہیں اور یہی حال ان کے بعد امیرالمومنینؑ کا ہے اور ان کے لیے بھی یہ اسی طرح جاری ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جاری تھا۔ [۱]

کتاب کافی میں سلیم بن قیس سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن جعفر طیار کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم معاویہ کے پاس تھے، میں امام حسنؑ امام حسینؑ اور عبداللہ بن عباسؓ اور عمر بن امّ سلمہؓ اور اسامہ بن زید میرے اور معاویہ کے درمیان گفتگو کا سلسلہ جاری ہوا تو میں نے معاویہ سے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

''کہ میں مومنین کے نفوس پر ان سے زیادہ اولیٰ بالتصرف ہوں پھر میرے بھائی علی ابن ابی طالب مومنین کے نفوس پر ان سے زیادہ اولیٰ بالتصرف ہیں جب وہ شہید ہو جائیں تو حسن بن علی مومنین کے نفوس پر اولیٰ بالتصرف ہیں پھر ان کے بعد میرے بیٹے حسین بن علیؑ مومنین کے نفوس پر اولیٰ بالتصرف ہیں، جب ان کی شہادت ہو جائے تو ان کے فرزند علی بن حسینؑ مومنین کے نفسوں پر اولیٰ بالتصرف ہیں اور اے علیؑ تم ان تک پہنچو گے پھر ان کے بعد انکے فرزند محمد بن علیؑ مومنین کے نفوس پر اولیٰ بالتصرف ہیں اے حسینؑ تم ان کا زمانہ پاؤ گے پھر تم بارہ اماموں کی تکمیل کرو گے جن میں سے نو حسینؑ کی نسل سے ہوں گے عبداللہ بن جعفر نے کہا کہ میں نے

---

(۱) علل الشرائع ص ۱۲۷ ح ۲ باب ۱۰۶

گواہ بنایا حسنؑ اور حسینؑ اور عبداللہ بن عباس اور عمر بن امّ سلمہ اور اسامہ بن زید کو تو ان سب نے معاویہ کے پاس میری گواہی دی سلیم نے کہا میں نے اسے سنا ہے سلمان، ابوذر اور مقداد سے اور انھوں نے بیان کیا ہے کہ انھوں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ ۱

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں ہر مومن کے نفس سے بڑھ کر اولیٰ بالتصرف ہوں اور علیؑ میرے بعد ہر مومن کے نفس سے بڑھ کر اولیٰ بالتصرف ہیں آپ سے استفسار کیا گیا کہ اس کا مفہوم کیا ہے تو فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول کہ اگر کوئی قرض اور جاگیر چھوڑ کر گیا ہے تو وہ میرے ذمے ہے اور جس نے مال چھوڑا ہے تو اس کے وارثوں کا ہے لہٰذا کسی شخص کی اپنے نفس پر ولایت نہیں ہے اگر اس کے پاس مال نہیں ہے اور نہ ہی اس کے عیال پر اس کا امر و نہی ہے جب وہ انھیں نفقہ نہیں دیتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنینؑ نے اسے اپنے ذمے لے لیا ہے اسی وجہ سے یہ دونوں ان کے نفوس پر اولیٰ بالتصرف قرار پائے اور عام یہودیوں کے مسلمان ہونے کا سبب یہی قول بنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اور وہ اپنے نفوس اور عیال کی طرف سے مامون (محفوظ) ہو گئے۔ ۲

کتاب نہج البلاغہ میں ایک حدیث میں ہے فواللہ انی لاولیٰ الناس بالنّاس

خدا کی قسم میں لوگوں کی امامت کے لیے سب سے زیادہ اولیٰ اور مقدم ہوں۔ ۳

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ - اور نبی کی بیویاں ان مومنین کی مائیں ہیں۔

ان کی منزلت ماؤں جیسی ہے مطلق حرمت میں اور یہ کہ ان کی تعظیم کی جائے جب تک وہ اللہ کی اطاعت گزار ہیں۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں حرمت میں اُن کی ماؤں کی طرح ہیں۔ ۴

کتاب اکمال میں امام قائم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس طلاق کا مفہوم دریافت کیا گیا جس کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام کے سپرد کیا تھا امام علیہ السلام نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی کی بیویوں کی عظمت اور ان کی شان بیان فرمائی ہے اور انھیں ماؤں کے شرف سے نوازا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوالحسن یہ شرف اس وقت تک باقی رہے گا جب وہ اطاعت گزار رہیں گی اگر میرے بعد ان ازواج میں سے کوئی بھی اللہ کی نافرمانی کرے آپ پر خروج کرے تو آپ ازواج میں اسے آزاد کر دیں اور امہات کا جو شرف انھیں حاصل ہے اس سے ہٹا دیں اور مومنین کی ماں کا جو شرف حاصل ہے اسے ختم کر دیں۔ ۵

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۵۲۹ ح ۴ (۲) الکافی ج ۱ ص ۴۰۶ ح ۶ (۳) نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۱۶۰۱۱۸

(۴) الکافی ج ۲ ص ۴۲۱ ح ۴ (۵) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۴۵۹ ح ۲۱ کا حصہ

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ -

اور کتاب اللہ کی رُو سے قرابت دار آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ حق رکھتے ہیں

کتاب اللہ سے مراد ہے تحریری حکم کی رُو سے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ آیت امامت کے بارے میں نازل ہوئی۔ ۱

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ یہ کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت ولایت اور امارت کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ آیت امام حسین علیہ السلام کے بعد اُن کی اولاد میں جاری رہے گی پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مہاجرین اور انصار کی بہ نسبت اولیٰ بالامر ہیں۔ ۲

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ -

یہ صلہ ہے اولوا الارحام پر مومنین اور مہاجرین سے یعنی اولوا الارحام قرابت کے حق کی وجہ سے امارت و ولایت کے زیادہ حق دار ہیں یا دینی حق کی بنیاد پر مومنین کی وراثت کے حق دار ہیں اور مہاجرین پر حق ہجرت کی بنا پر اور اگر ہم آیت کو میراث پر محمول کریں تو احتمال یہ ہے کہ یہ اولوا الارحام کا بیان ہو۔

اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ -

مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرنا چاہو وصیت کی بنیاد پر

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ مَوَالِی (دوست، آقا، غلام) کے لیے کیا چیز ہوگی تو فرمایا میراث میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا مگر جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ ۳

كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا - یہ حکم کتاب خدا میں تحریر شدہ موجود ہے

یعنی دونوں آیتوں میں جو ذکر کیا گیا ہے لوحِ محفوظ میں ثبت ہے ایسا ہی کہا گیا ہے۔ ۴

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۷۶ (۲) الکافی ج ۱ ص ۲۸۸ ح ۴

(۳) الکافی ج ۷ ص ۱۳۵ ح ۳ (۴) انوار التنزیل ح ۲ ص ۲۳۹

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى
وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۙ﴿۷﴾
لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۸﴾ ع ۱ ۸ ۱۷
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۚ﴿۹﴾
اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ
الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ
زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ
مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾
وَ اِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ
فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ؕ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛؕ اِنْ
يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَ لَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ ع ۱ ۹
لَاٰتَوْهَا وَ مَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾
وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ
مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا
لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾

۷- اے نبی یاد کیجیے اس عہد و پیمان کو جو ہم نے سب پیغمبروں سے لیا تھا اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے بھی اور ہم نے ان سے نہایت مضبوط عہد لیا تھا۔

۸- تاکہ سچے لوگوں سے ان کا رب ان کی سچائی کے بارے میں سوال کرے اور کافروں کے لیے اس نے نہایت دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

۹- اے ایمان والو! تم اللہ کی اس نعمت (احسان) کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا ہے جب لشکر نے تم پر چڑھائی کی تو ہم نے اُن پر ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر کو روانہ کیا جنھیں تم نے دیکھا نہیں۔ اور تم لوگ اس وقت جو کچھ کر رہے تھے اللہ اسے دیکھ رہا تھا۔

۱۰- جب کفار اوپر کی طرف سے اور نیچے کی سمت سے تم پر چڑھ آئے، خوف کی وجہ سے جب آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔

۱۱- اس وقت مومنین کا باقاعدہ امتحان لیا گیا اور انھیں اچھی طرح جھنجھوڑا گیا۔

۱۲- یاد کیجیے جب منافقین اور جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ سراسر فریب تھا۔

۱۳- جب ان میں سے ایک گروہ نے یہ کہا اے یثرب والو اب تمھارے لیے یہاں ٹھہرنے کی کوئی گنجائش نہیں، لہٰذا واپس لوٹ جاؤ، اور ایک گروہ یہ کہہ کر نبی سے اجازت طلب کر رہا تھا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں جب کہ وہ غیر محفوظ نہ تھے وہ تو بھاگنے کا بہانا ڈھونڈھ رہے تھے۔

۱۴- اور اگر شہر کے اطراف سے دشمن گھس آتے پھر انھیں فتنے کی دعوت دی جاتی تو فوراً اس میں کود پڑتے بس ذرا سی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرتے۔

۱۵- اور بلاشبہ انھوں نے اس سے پہلے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے اور خدا سے کیے گئے عہد کی تو پوچھ گچھ ہو کر رہے گی۔

۱۶- آپ فرما دیجیے کہ اگر تم موت یا قتل ہونے سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمھارے لیے ہرگز منفعت بخش ثابت نہ ہوگا اور اس کے بعد زندگی کی آسائش کا موقع بہت کم دنوں کے لیے فراہم ہوگا۔

۷- وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ -

اے نبی یاد کیجیے اس عہد و پیمان کو جو ہم نے سب پیغمبروں سے لیا تھا اور آپ سے بھی اس میں لفظ اُذْکُرْ (یعنی یاد کیجیے) محذوف ہے۔

وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ۪ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا -

اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے بھی اور ہم نے ان سے نہایت مضبوط عہد لیا تھا۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے خود کے لیے میثاق لیا پھر اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کے لیے انبیاء سے میثاق لیا پھر انبیائے کرام کے لیے رسول اللہ سے میثاق لیا۔ [۱]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۷۶

۸- لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ -

تا کہ سچّے لوگوں سے ان کا رب سچّائی کے بارے میں سوال کرے۔

یعنی ہم نے اس لیے ایسا کیا تا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُن انبیاء سے سوال کرے جنھوں نے اپنے عہد و پیمان کو سچ کر دکھایا اس طرح اُن کا صدق ظاہر ہو جائے۔

وَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا -

اور اس نے کافروں کے لیے نہایت دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ گویا کہ کہا گیا کہ مومنین کو ثواب دیا اور کافرین کو عذاب مہیّا کیا۔

۹- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ -

اے ایمان والو! تم اس نعمت (احسان) کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا ہے۔

اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ - جب لشکر نے تم پر چڑھائی کی۔

یعنی اَحزاب بہت سے لشکر جن میں قریش، غطفان، قریظہ اور نضیر کے یہودی۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا - تو ہم نے اُن پر سخت آندھی بھیج دی

وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ - اور ایسے لشکر کو روانہ کیا جنھیں تم نے دیکھا نہیں

یعنی فرشتے

وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا - اور تم لوگ اس وقت جو کچھ کر رہے تھے اللہ اُسے دیکھ رہا تھا

یعنی خندق کا کھودنا وغیرہ

۱۰- اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ - جب کفار اوپر کی طرف سے تمھاری طرف آ رہے تھے

یعنی وادی کے اوپری حصے سے

وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ - اور نیچے کی سمت سے تم پر چڑھ آئے تھے

یعنی وادی کے نچلے حصے سے

وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ - جب خوف کی وجہ سے آنکھیں پتھرا گئیں

حیرانی اور مسلسل دیکھنے کی وجہ سے اپنی صحیح جگہ سے ہٹ گئیں

وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ - اور کلیجے منہ کو آ گئے رُعب اور ہیبت کی وجہ سے

اس لیے کہ پھیپھڑا شدّتِ خوف سے پھول جاتا ہے تو اس کی بلندی حلق کے سرے تک پہنچ جاتی ہے اور ''حَنْجرہ'' انتہائے حلقوم (حلق) کو کہتے ہیں۔

وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا - اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔

۱۱- هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَ زُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا -

اس وقت مومنین کا باقاعدہ امتحان لیا گیا اور انھیں اچھی طرح جھنجوڑا گیا امتحان لیا گیا تو منافق سے مخلص کا پتا چل گیا اور متزلزل سے ثابت قدم کو پہچانا گیا۔ اور شدت خوف کی وجہ سے انھیں اچھی طرح جھنجھوڑا گیا۔

۱۲- وَ إِذْ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ -

یاد کیجیے جب منافقین اور جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ یہ کہہ رہے تھے

مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُولُهٗٓ -

اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے کامیابی اور دین کی سربلندی کا جو وعدہ کیا تھا۔

إِلَّا غُرُورًا -

وہ سراسر فریب تھا یعنی وہ وعدہ تو باطل وعدہ تھا۔

۱۳- وَ إِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ - اور جب اُن میں سے ایک گروہ نے یہ کہا اے مدینہ والو!

لَا مُقَامَ لَكُمْ - تمھارے لیے یہاں پر ٹھہرنے کی کوئی گنجائش نہیں، مُقام جائے قیام ہے یا اقامۃ کا مصدر ہے یعنی ٹھہرنا، قیام کرنا

فَارْجِعُوا ۚ لہٰذا تم بھاگتے ہوئے اپنے گھروں کو روانہ ہوجاؤ

وَ يَسْتَاْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ۛ -

اور ایک گروہ یہ کہہ کر نبی سے اجازت طلب کر رہا تھا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں یعنی واپس چلے جانے کی اجازت مانگ رہا تھا۔

وَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛ - جب کہ وہ غیر محفوظ نہ تھے

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے بلکہ ان کے گھروں کی چھتیں بلند تھیں اور وہ محفوظ تھے۔ (۱)

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان کے گھر دوسرے گھروں کے اطراف میں تھے اس طرح وہ لوگ الگ تھلگ رہا کرتے ہیں اللہ نے انھیں جھٹلا دیا اور فرمایا: مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ (۲)

إِنْ يُّرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا -

وہ تو (جنگ سے) بھاگنے کا بہانہ ڈھونڈ رہے تھے۔

۱۴- وَ لَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ أَقْطَارِهَا -

اور اگر شہر کے اطراف سے دشمن گھس آتے

---

(۱) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۴۷ (۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۰۳ ح ۹۸

ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا -

پھر انھیں فتنہ یعنی واپسی اور مسلمانوں سے قتال کرنے کی دعوت دی جاتی

لَاٰتَوْهَا - تو فوراً اس میں کود پڑتے

وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا - بس ذرا سی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرتے

۱۵- وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ -

اور بلاشبہ انھوں نے اس سے پہلے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے۔

وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا -

اور خدا سے کیے گئے عہد کی تو پوچھ گچھ ہو کر رہے گی۔

کہ اس عہد کو پورا کیا یا نہیں۔

۱۶- قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ -

آپ فرما دیجیے کہ اگر تم موت یا قتل ہونے سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمھارے لیے ہرگز منفعت بخش نہ ہوگا

اس لیے کہ ہر شخص کے لیے اپنی موت مرنا لازم ہے یا وقتِ مقررہ پر قتل ہو جانا جس کے لیے پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہو اور حکم جاری ہو گیا ہو۔

وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا -

اور اس کے بعد زندگی کی آسائش کا موقع بہت کم دن کے لیے فراہم ہوگا۔

یعنی اگر فرار تمھیں فائدہ پہنچائے گا تو یہ فائدہ بہت تاخیر سے حاصل ہوا ہے یہ فائدہ اٹھانا تو برائے نام فائدہ ہے یا تھوڑے سے عرصے کے لیے ہے۔

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَ لَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ﴿۱۷﴾
قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآىِٕلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَا ۚ وَ لَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۸﴾
اَشِحَّةً عَلَیْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ كَالَّذِیْ یُغْشٰی عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَی الْخَیْرِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۱۹﴾ یَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ یَذْهَبُوْا ۚ وَ اِنْ یَّاْتِ الْاَحْزَابُ یَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِی الْاَعْرَابِ یَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآىِٕكُمْ ؕ وَ لَوْ كَانُوْا فِیْكُمْ مَّا قٰتَلُوْۤا اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۲۰﴾ ع ۲ ۱۲ ۱۸

۱۷- فرما دیجیے کہ کون ہے جو تمھیں اللہ سے بچا سکتا ہو اگر وہ تمھیں نقصان پہنچانا چاہے یا تم پر اپنا کرم کرنا چاہے اور یہ لوگ خدا کے سوا نہ تو کسی کو اپنا سرپرست پائیں گے اور نہ ہی مددگار۔

۱۸- اللہ انھیں جانتا ہے جو تم میں سے (جہاد میں) رکاوٹیں ڈالتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ اور وہ لڑائی میں برائے نام حصہ لیتے ہیں۔

۱۹- تمھارا ساتھ دینے میں بخل سے کام لیتے ہیں اور جب خطرے کا وقت آجاتا ہے تو آپ انھیں ملاحظہ فرمائیں گے کہ وہ دیدے گھما گھما کر آپ کی طرف اس شخص کی طرح دیکھ رہے ہیں جس پر موت کی غشی طاری ہو اور جب خوف جاتا رہا تو مالِ غنیمت کے انتہائی حریص بن کر تمھارے سامنے قینچی کی طرح زبانیں چلاتے ہوئے تمھیں تکلیف پہنچاتے ہیں یہ لوگ ایمان نہیں لائے اللہ نے ان کے تمام اعمال ضائع کر دیے اور یہ کام اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔

۲۰- وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ابھی فوجیں گئی نہیں ہیں اور اگر وہ دوبارہ چڑھائی کر دیں تو یہ تمنّا کرتے نظر آئیں گے کہ کاش وہ صحرانشین دیہاتیوں میں جا بسے ہوتے اور تمھاری خبریں دریافت کیا کرتے اور اگر وہ

تمھارے درمیان موجود ہوتے تو لڑائی میں کم ہی حصہ لیتے۔

۱۷- قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ - اے نبی آپ فرما دیجیے کہ کون ہے جو تمھیں اللہ سے بچا سکتا ہو
اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً - اگر وہ تمھیں نقصان پہنچانا چاہے یا تم پر اپنا کرم کرنا چاہے
وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا - اور یہ لوگ خدا کے سوا نہ تو کسی کو اپنا سرپرست پائیں گے اور نہ ہی مددگار
وَلِیًّا - ایسا ولی اور سرپرست جو انھیں فائدہ پہنچائے
وَّنَصِیْرًا - ایسا مددگار جو ان سے نقصان کو دور کر دے

۱۸- قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ - اللہ انھیں جانتا ہے تم میں جو (جہاد میں) رکاوٹیں ڈالتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باز رکھنے والے یعنی منافقین
وَالْقَآىِٕلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَا - اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ
تم اپنے آپ کو ہمارے قریب لے آؤ
وَلَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًا - اور وہ لڑائی میں بہت کم حصہ لیتے ہیں
اور وہ قتال نہیں کرتے ہیں مگر کم

۱۹- اَشِحَّةً عَلَیْكُمْ - جو تمھارا ساتھ دینے میں بُخل سے کام لیتے ہیں
کہا گیا ہے کہ معاونت میں بخل کرتے ہیں یا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں کنجوسی کرتے ہیں یا کامیابی اور غنیمت میں بخیل ہیں۔[۱]
فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ كَالَّذِیْ یُغْشٰی عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ -
اور جب خطرے کا وقت آجاتا ہے تو آپ انھیں ملاحظہ فرمائیں گے کہ وہ دیدے گھما گھما کر آپ کی طرف اس شخص کی طرح دیکھ رہے ہیں جس پر موت کی غشی طاری ہو۔
مِنَ الْمَوْتِ - یعنی سکرات موت کی کش مکش جاری ہے اور از روئے خوف وہ آپ سے پناہ حاصل کرنا چاہتے ہیں
فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ - اور جب خوف جاتا رہا
سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ - تو تمھارے سامنے قینچی کی طرح زبانیں چلاتے ہوئے تکلیف پہنچاتے ہیں
یعنی چرب زبانی کے ساتھ (مالِ) غنیمت طلب کرتے ہیں
سَلَق بدزبانی سے تکلیف پہنچانا، ہاتھ یا زبان کے ذریعے غالب آنا
اَشِحَّةً عَلَى الْخَیْرِ - مال غنیمت کے انتہائی حریص بن کر
اُولٰٓىِٕكَ لَمْ یُؤْمِنُوْا - یہ لوگ ایمان نہیں لائے

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۴۲

یعنی خلوص نیت کے ساتھ انھوں نے ایمان کو قبول نہیں کیا

فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ - تو اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال ضائع کر دیے

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا - اور یہ کام اللہ کے لیے بہت آسان ہے

۲۰ - يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ - وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ ابھی فوجیں گئی نہیں ہیں

یعنی افواج ابھی یہاں ان کے قریب موجود ہیں وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ احزاب نے شکست نہیں کھائی بلکہ وہ شکست کھا چکے ہیں۔

وَ اِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ - اور اگر وہ دوبارہ چڑھائی کر دیں

يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ -

تو وہ یہ تمنّا کرتے نظر آئیں گے کہ کاش وہ صحرانشین دیہاتیوں میں جا بسے ہوتے

وہ اس بات کی تمنّا کرتے نظر آئیں گے کہ وہ صحرا کی طرف نکل جاتے اور بدوّوں کے ساتھ جا کر رہتے۔

يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ - اور مدینہ کی جانب سے ہر آنے والے سے تمھاری خبریں دریافت کرتے

وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْۤا اِلَّا قَلِيْلًا - اور اگر وہ تمھارے درمیان موجود ہوتے تو لڑائی میں کم ہی حصہ لیتے

یعنی اس دوبارہ حملے کے وقت وہ مدینہ واپس نہ آتے اور قتال ہو رہی ہوتی تو وہ ریاکاری اور عار دلانے کے خوف کی وجہ سے شاید ہی قتال میں حصہ لیتے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ آیت قصۂ احزاب کے سلسلے میں نازل ہوئی جن میں قریش اور دیہات کے رہنے والے تھے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف گٹھ جوڑ کر لیا تھا فرمایا کہ قریش ۵ ہجری میں جمع ہوئے اور صحرا نشینوں کے پاس گئے اور انھیں اپنی طرف مائل کیا اور ابھارا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں تو ان کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی اور ان کے ساتھ کِنانہ، سلیم اور فزارہ بھی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بنی نضیر کو جلا وطن کیا تھا (اور وہ مدینہ میں رہنے والے یہودیوں کی ایک شاخ تھی) اور ان کا سردار حی بن اخطب تھا اور ان یہودیوں کا تعلق اولاد ہارون سے تھا ان پر اور ہمارے نبی پر درود وسلام ہو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں مدینہ سے نکالا تھا تو وہ خیبر میں جا کر بس گئے تھے اور حی بن اخطب مکہ میں قریش کے پاس گیا اور ان سے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمھیں اور ہمیں تنہا کر دیا اور دشمنی کی ہے اور ہمیں جلا وطن کر کے ہمارے دیار اور اموال سے دور کر دیا ہے اور ہمارے چچا زاد بنو قینقاع کو بھی جلا وطن کر دیا ہے تم زمین میں چکر لگاؤ اور اپنے حلیفوں کو جمع کرو اور ان کے علاوہ دیگر افراد کو بھی تاکہ ہم سب مل کر ان کی طرف کوچ کریں مدینہ میں میری قوم کے سات سو جنگ جُو باقی بچے ہیں جن کا تعلق بنو قُریظہ سے ہے اور ان کے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان عہد و پیمان ہے اور میں انھیں آمادہ کروں گا کہ ان کے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان جو معاہدہ ہے وہ ٹوٹ

جائے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہمارے ساتھ مل جائیں تم محمدؐ پر اوپر سے حملہ کرو اور وہ نیچے سے اور بنو قریظہ کی بستی مدینہ سے دو میل کے فاصلے پر تھی اور یہ وہی جگہ ہے جس کا نام ''بئر بنی المطلب'' ہے۔

لہٰذا حی بن اخطب قریش کے ساتھ عرب کے قبائل کے پاس جاتا رہا یہاں تک کہ دس ہزار افراد اکٹھے ہو گئے جن کا تعلق قریش، کنانہ، اقرع بن حابس اپنی قوم میں اور عباس بن مرداس بنو سلیم میں یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا اور یہ کل سات سو افراد تھے سلمان فارسی نے کہا یا رسول اللہ کم تعداد کافی لمبے عرصے تک بڑی تعداد والے لشکر سے مقابلہ نہیں کر سکتی آنحضرتؐ نے ان سے دریافت کیا پھر ہم کیا کریں سلمان نے کہا ہم خندق کھودیں جو آپ کے اور ان کے درمیان رکاوٹ بن جائے اس طرح آپ زیادہ عرصہ تک اسے جاری رکھ سکتے ہیں اور ان کے لیے یہ ممکن نہ رہے گا کہ وہ ہماری طرف ہر طرف سے حملہ کریں ہم عجمی لوگ فارس کے شہروں میں جب دشمن کی بڑی تعداد سے مڈبھیڑ ہوتی تھی تو خندق کھودتے تھے تو اس صورت میں جنگ صرف مقررہ مقامات سے ہی ہو سکتی تھی۔

جبرئیل امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں وحی لے کر نازل ہوئے اور کہا کہ سلمان نے درست مشورہ دیا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کی پیمائش کی جائے احد سے لے کر راتج (مدینہ منورہ میں یہودیوں کے قلعوں میں سے ایک قلعہ) تک اور ہر بیس قدم اور تیس قدم پر مہاجرین اور انصار کی جماعت کو مامور کیا جو اسے کھودیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم جاری فرمایا تو کدال اور پھاوڑے اٹھا لیے گئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود آغاز فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کدال لے کر مہاجرین کی جگہ کو خود کھودا اور امیر المومنین علیہ السلام مٹی کو گڑھے سے منتقل کر رہے تھے۔

یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسینہ آ گیا اور وہ تھک گئے اور فرمایا کہ: لاعَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الاٰخرۃ اللّٰھم اغفر للمھاجرین و الانصار کوئی زندگی نہیں سوائے آخرت کی زندگی کے اے اللہ تو مہاجرین اور انصار کی مغفرت فرما، جب لوگوں نے یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس خندق کھود رہے ہیں تو وہ بھی خندق کھودنے کی کوشش میں لگ گئے اور مٹی منتقل کرنے لگے جب دوسرا دن ہوا وہ صبح سویرے کھودنے میں لگ گئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد فتح میں تشریف فرما ہوئے اسی اثنا میں کہ مہاجرین اور انصار خندق کھودنے میں مصروف تھے ان کے سامنے ایک پہاڑ آڑے آ گیا جس میں کدال کام نہیں کر رہا تھا لوگوں نے جابر بن عبداللہ الانصاری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ وہ اس بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع کریں۔

جابر کہتے ہیں کہ میں مسجد میں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چت لیٹے ہوئے دیکھا اور ان کی چادر ان کے سر کے نیچے تھی اور انھوں نے اپنے شکم پر ایک پتھر باندھ رکھا تھا میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ ایک پہاڑ سامنے آ گیا ہے جس میں کدال کام نہیں کر رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر تیزی سے اٹھے وہاں پہنچے آپ نے ایک برتن

میں پانی منگوایا اس سے اپنے چہرے اور بازوؤں کو دھویا اور سر اور پیروں کا مسح کیا پھر پانی پیا اور اس میں سے کچھ پانی لے کر منہ میں گھمایا اور اس پتھر پر ڈال دیا پھر کُدَال لے کر اس پر مارا اس سے ایسی بجلی چمکی کہ ہمیں شام کے محلات نظر آ گئے پھر دوبارہ آپ نے کدال ماری تو بجلی چمکی تو ہم نے مدائن کے محلّات کو دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دیکھو اللہ تعالیٰ تمھیں ان مقامات پر کامیابی عطا کرے گا جہاں بجلی چمکی ہے پھر وہ پہاڑ اسی طرح گر پڑا جیسے ریت گرتی ہے۔

جابر نے کہا کہ میں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھوکے ہیں آپ نے کھانا نہیں کھایا ہے جب میں نے ان کے شکم پر پتھر کو بندھا ہوا دیکھا تو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ ہمارے ساتھ کھانا کھانا پسند فرمائیں گے فرمایا اے جابر تمھارے پاس کیا ہے میں نے جواب دیا بکری کا بچہ اور ایک صاع (ایک پونڈ) جَو آنحضرت نے فرمایا آگے بڑھو اور جو کچھ تمھارے پاس ہے اسے تیار کرو جابر نے کہا میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور اس سے کہا اس نے جَو کو پیسا اور اس نے بکری کا بچّہ ذبح کیا اس کی کھال اتاری پھر میں نے اسے حکم دیا کہ روٹی پکاؤ اور گوشت پکاؤ اور گوشت بھونو جب وہ ان کاموں سے فارغ ہوگئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہم فارغ ہوگئے اب آپ جسے چاہیں کھانے پر بلائیں۔

آنحضرت خندق کے کنارے کھڑے ہوئے پھر فرمایا اے مہاجرو! اے انصارو! جابر کی آواز پر لبیک کہو جابر نے کہا کہ خندق میں سات سو افراد تھے وہ سب کے سب باہر نکل آئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی مہاجر یا انصار کے پاس سے گزرتے فرماتے جابر کی دعوت قبول کرو میں آگے بڑھا اور میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے افراد کے ساتھ آرہے ہیں جن کا تمھیں اندازہ بھی نہیں اس کی بیوی نے کہا تم نے بتلا تو دیا تھا کہ ہمارے پاس کیا ہے جابر نے کہا ہاں بیوی نے کہا کوئی فکر نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں وہ جنھیں لے کر آرہے ہیں جابر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے انھوں نے دیگچی میں دیکھا پھر فرمایا اسے نکال لو اور چھوڑ دو پھر تندور میں دیکھا اور فرمایا اسے نکال لو اور باقی رہنے دو پھر آپ نے بڑا چوڑا پیالہ منگوایا اور اس میں روٹی چور دی اور اسے بھر دیا اور جابر سے کہا میرے پاس دس افراد کو لے آؤ جابر دس افراد کو لے کر آئے، انھوں نے کھایا اور وہ سیر ہوگئے اور پیالے میں صرف ان کی انگلیوں کے نشان نظر آئے پھر فرمایا جابر اس کے بازو کو لے کر آؤ میں اس کے بازو لے کر آیا جسے سب نے کھایا پھر فرمایا میرے پاس دس افراد کو لے کر آؤ میں لے کر آیا، سب نے سیر ہو کر کھایا بس اس کھانے میں صرف ان کی انگلیوں کے نشانات دیکھے جاسکتے تھے۔

پھر فرمایا اے جابر ذِراع (بازو) لے کر آؤ اسے سب نے کھایا اور چلے گئے پھر فرمایا دس افراد کو میرے پاس لے کر آؤ میں لے آیا انھوں نے کھایا اور سیر ہوگئے اور پیالے میں ان کی انگلیوں کے نشان نظر آرہے تھے

پھر فرمایا اے جابر ذِراع (بازو) لے کر آؤ میں اسے لایا میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کے بازو کتنے ہوتے ہیں فرمایا دو میں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں تو تین بازو لے آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے جابر اگر تم خاموش رہتے تو سب لوگ ایک ہی بازو میں سے کھاتے جابر نے کہا میں دس دس افراد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لاتا رہا اور وہ کھاتے رہے یہاں تک کہ سب نے کھانا کھا لیا اور خدا کی قسم اس میں سے ہمارے پاس اتنا کھانا بچ گیا کہ ہم اسے کئی روز تک کھاتے رہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق کھودی اور اس کے آٹھ دروازے بنا دیے اور ہر دروازے پر مہاجرین میں سے ایک شخص کو مقرر کر دیا اور انصار میں سے ایک شخص کو ایک جماعت کے ساتھ جو اس کی حفاظت پر مامور تھے قریش آئے اور کنانہ اور سلیم اور ہلال اور وہ زغابہ (جرف اور غابہ کے درمیان) میں اترے۔

آنحضرت قریش کی آمد سے تین دن پہلے خندق کھود کر فارغ ہو گئے تھے جب قریش آئے تو اُن کے ساتھ حی بن اخطب بھی تھا جب وہ ''عقیق'' میں اترے تو حی بن اخطب بنی قریظہ کے پاس آدھی رات کے وقت آیا اور وہ لوگ اپنے قلعوں میں تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیے ہوئے معاہدے کا پاس کر رہے تھے۔

حی بن اخطب نے قلعہ کا دروازہ کھٹکھٹایا کعب بن اسید نے اسے سنا اس نے اپنے گھر والوں سے کہا یہ تمھارا بھائی ہے جس نے اپنی قوم میں نحوست پھیلائی ہے اور اب ہمیں نحوست پھیلانے اور ہلاک کرنے آیا ہے۔ وہ ہم سے چاہتا ہے کہ ہم نے اور حضرت محمدؐ نے جو معاہدہ کر رکھا ہے ہم اسے توڑ دیں جب کہ محمدؐ نے ہم سے کیے ہوئے وعدے پورے کیے ہیں اور ہمسائیگی کا بہترین حق ادا کیا ہے وہ اپنے کمرے سے اتر کر اس کی طرف آیا اور اس سے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا حی بن اخطب ہوں میں تمھارے پاس زمانے کی عزت لے کر آیا ہوں کعب نے کہا تم زمانے کی ذلت لے کر آئے ہو حی بن اخطب نے کہا یہ قریش اپنے قائدین اور سرداروں کے ساتھ ''عقیق'' میں اپنے حلیف کنانہ کے ساتھ موجود ہیں اور یہ فزارہ اپنے قائدین اور سرداروں کے ساتھ ''زغابہ'' میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں اور سلیم وغیرہ ہیں جو بنی ذبیان کے قلعہ کے پاس ہیں اور محمدؐ اس جمعیت سے ہرگز نہ بچ سکیں گے لہٰذا دروازہ کھولو اور وہ معاہدہ توڑ دو جو تمھارے اور محمدؐ کے درمیان ہے۔

کعب نے کہا میں ہرگز تمھارے لیے دروازہ نہ کھولوں گا تم جہاں سے آئے ہو وہاں واپس چلے جاؤ حی نے کہا کہ تمھیں دروازہ کھولنے میں تمھاری وہ غذا حائیل ہے جو تندور میں ہے تمھیں ڈر ہے کہ میں اس میں شریک نہ ہو جاؤں دروازہ کھولو اور اس بات سے بے خوف رہو کعب نے اس سے کہا تم پر خدا کی لعنت ہو تم آٹے کے دروازے سے مجھ تک آئے ہو پھر اس نے کہا کہ اس کے لیے دروازہ کھول دو اس کے لیے دروازہ کھولا گیا اس نے کہا اے کعب تم پر وائے ہو تم وہ معاہدہ توڑ دو جو تمھارے اور محمدؐ کے درمیان ہے اور میرے مشورے کو مسترد نہ کرو کیوں کہ محمدؐ اس جمعیت سے ہرگز رہائی نہ پا سکیں گے اگر یہ وقت تمھارے ہاتھوں سے جاتا رہا تو پھر کبھی

تمھارے ہاتھ نہیں آئے گا فرمایا:

یہ سن کر قلعہ میں جتنے یہودی سردار تھے جسے غزال بن شمول ، یاسر بن قیس، رفاعہ بن زید، زبیر بن یاطا، کعب نے ان سے دریافت کیا تم لوگوں کی کیا رائے ہے انھوں نے جواب دیا تم ہمارے سردار ہو اور تمھاری بات مانی جاتی ہے اور تمھیں نے محمدؐ سے معاہدہ اور میثاق کیا ہے اگر تم معاہدہ توڑو گے تو ہم بھی اسے توڑ دیں گے اور اگر تم معاہدے پر باقی اور قائم رہو گے ہم بھی اس پر باقی رہیں گے اور اگر تم خروج کرو گے تو ہم بھی تمھارے ساتھ خروج کریں گے زبیر بن یاطا نے کہا جو بوڑھا اور تجربہ کار تھا اور نابینا تھا کہ میں نے توریت میں پڑھا تھا جسے اللہ تعالیٰ نے ہماری کتاب کے طور پر نازل فرمایا تھا کہ وہ آخری زمانے میں ایک نبی کو مبعوث کرے گا جو مکہ مکرمہ سے ظہور فرمائے گا اور وہ ہجرت کر کے اس مقام تک آئے گا اور وہ بے کجاوہ گدھے پر سوار ہوگا اور پگڑی باندھے گا اور جو روٹی کے ٹکڑوں اور کھجور پر ٹیکس عائد کرے گا وہ ہنس مکھ ہوگا اور جنگ جو ہوگا اس کی آنکھوں میں سرخی ہوگی اور اس کے دونوں کندھوں کے درمیان خاتم النبوۃ ہوگی جو اپنے کندھے پر تلوار سجائے ہوئے ہوگا اسے یہ فکر نہیں ہوگی کہ وہ کس سے ملاقات کر رہا ہے اور اس کی سلطنت وحکومت اتنی دور دور تک پہنچ جائے گی کہ جہاں تک تیز رفتار لوگ چلتے چلتے تھک جائیں اور گھوڑوں کے کُھر گھس جائیں اگر یہ وہی ہے تو یہ لوگ اور ان کی جمعیت اسے خوف زدہ نہ کر سکے گی اور اگر وہ اس پہاڑ کی چوٹی پر صدا دے گا تو غالب رہے گا۔

حی بن اخطب نے کہا یہ وہ نبی نہیں ہے اس نبی کا تعلق تو بنی اسرائیل سے ہے اور یہ عرب ہے یہ اسماعیلؑ کی اولاد سے ہے اور بنی اسرائیل کبھی بھی بنی اسماعیلؑ کے مطیع و منقاد نہیں رہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں تمام انسانوں پر فضیلت عطا کی ہے اور ان میں نبوت اور بادشاہت دونوں رکھ دی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہم سے عہد لیا:

اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ (آل عمران ۱۸۳)

کہ ہم کسی رسول پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک وہ قربانی لے کر نہ آئے جسے آگ کھا جائے۔

اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی نشانی نہیں ہے۔ انھوں نے تو لوگوں پر جادو کر دیا ہے اور جادو کے زور پر اپنے گرد اکٹھا کر رکھا ہے اور وہ اس طرح غالب آنا چاہتے ہیں۔ وہ اسی طرح ان کی رائے پر انھیں الٹتا پلٹتا رہا یہاں تک کہ انھوں نے اس کی رائے کو قبول کر لیا اس نے اُن سے کہا ذرا وہ تحریر تو لاؤ جو تمھارے اور محمدؐ کے درمیان لکھی گئی ہے انھوں نے وہ تحریر نکالی تو حی بن اخطب نے وہ تحریر لے کر چاک کر ڈالی اور کہا امر واقع ہو گیا لہٰذا تیاری کرو اور قتال کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو نہایت مغموم ہوئے اور ان کے اصحاب اس بات سے بہت زیادہ خائف ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ اور اسیر بن حصین سے کہا ان دونوں کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا

اور بنو قریظہ اوس کے حلیف تھے تم دونوں بنو قریظہ کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ انھوں نے کیا کیا ہے اگر انھوں نے عہد شکنی کی ہے تو پھر کسی کو نہ بتانا جب تم میری طرف واپس آؤ تو تم دونوں یہ کہنا ''عضل'' اور ''قارۃ'' سعد بن معاذ اور اسید بن حصین قلعہ کے دروازے پر آئے تو کعب نے قلعہ کی فصیل سے ان کو دیکھا اور اس نے سعد کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برے الفاظ سے یاد کیا سعد نے اس سے کہا تم تو لومڑی ہو جو ایک بل میں چھپی ہے قریش عنقریب راہ فرار اختیار کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھارا محاصرہ کرلیں گے پھر تمھیں وہ ذلیل کریں گے اور تابعدار بنائیں گے اور یقیناً تمھاری گردنیں اڑا دیں گے۔

پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ان سے کہا ''عضل والقارۃ'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شاید ہم نے انھیں اس کا حکم دیا تھا بات یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں قریش کے کچھ جاسوس تھے جو خبروں کی ٹوہ لیتے تھے اور عضل اور قارہ عرب کے دو قبیلے تھے جو اسلام میں داخل ہوگئے تھے بعد میں انھوں نے غداری کی لہٰذا جب بھی کوئی غدّاری کرتا تو یہ ضرب المثل اس کے لیے بولی جاتی اور کہا جاتا ''عضل و القارۃ'' اور حی بن اخطب ابوسفیان کی اور قریش کی طرف آیا اور انھیں اطلاع دی کہ بنو قریظہ نے اس معاہدے کو توڑ دیا ہے جو ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین ہوا تھا قریش یہ سن کر بہت خوش ہوئے جب کافی رات گزر گئی تو نعیم بن مسعود الاشجعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور وہ قریش کے آنے سے تین دن پہلے مسلمان ہوا تھا اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اللہ پر ایمان لایا ہوں اور میں نے آپ کی تصدیق کی ہے اور میں نے اپنے ایمان کو کافروں کے ڈر سے پوشیدہ رکھا ہوا ہے اگر آپ حکم فرمائیں تو میں خود کو آپ کی خدمت میں پیش کردوں گا اور اپنے نفس سے آپ کی مدد کروں گا اور اگر آپ حکم دیں گے کہ میں یہودیوں اور قریش کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دوں تو میں ایسا کروں گا۔ تاکہ وہ اپنے قلعے سے باہر نہ آئیں تو رسول اللہ نے فرمایا کہ تم قریش اور یہودیوں کو الگ کردو کیونکہ یہ میرے لیے زیادہ سودمند ہے۔

اس نے کہا: آپ اجازت مرحمت فرمایئے کہ میں آپ کے بارے میں جو چاہوں کہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو تمھاری سمجھ میں آئے تم کہنا تو وہ ابوسفیان کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ تم اپنے لیے میری قدرت نصیحت اور محبت سے واقف ہو اگر اللہ تمھیں تمھارے دشمنوں پر غالب کر دے اور مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ محمدؐ یہودیوں سے مل گئے ہیں کہ وہ تمھارے لشکر میں شامل ہو جائیں اور تمھاری طرف مائل ہو جائیں اور اگر وہ ایسا کریں تو ان سے وعدہ کیا ہے کہ انھیں وہ حصہ اور پناہ گاہیں لوٹا دیں گے جسے بنو نضیر اور قینقاع نے منقطع کر دیا تھا میں مناسب نہیں سمجھتا کہ تم انھیں اپنے لشکر میں شمولیت کی دعوت دو یہاں تک کہ تم ان سے بطور رہن کچھ لے لو جسے مکہ روانہ کر دو اور اس طرح تم ان کے مکروفریب اور دھوکہ دہی سے بچو۔

ابوسفیان نے اس سے کہا اللہ تمھیں توفیق دے اور اچھی جزا دے تم نے بہترین نصیحت کی ہے اور ابوسفیان

کو نعیم کے مسلمان ہونے کا علم نہیں تھا اور نہ ہی کوئی یہودی اس بات کو جانتا تھا پھر وہ فوراً ہی بنو قریظہ کے پاس آیا اور اس نے کہا اے کعب تمھیں معلوم ہے کہ میں تم سے کتنی مودت رکھتا ہوں مجھے پتا چلا ہے کہ ابوسفیان نے کہا ہے کہ ہم ان یہودیوں کو نکال کر لے جا رہے ہیں ہم انھیں محمدؐ کو ذبح کرنے کے لیے رکھیں گے اگر وہ کامیاب ہو گئے تو ان کے مقابلے میں ہمارا ذکر ہوگا اور اگر فیصلہ ہمارے خلاف ہوا تو لشکر میں مقدمۃ الجیش ہوں گے میں نہیں دیکھتا کہ تم انھیں اپنے لشکر میں شرکت کی دعوت دو یہاں تک کہ ان کے اشراف میں سے دس افراد کو لے لو جو تمھارے ساتھ قلعے میں رہیں اگر وہ محمدؐ پر کامیاب نہیں ہوئے تو وہ واپس نہیں جائیں گے جب تک محمدؐ سے کہا ہوا عہد و پیمان تمھیں نہ لوٹا دیں اس لیے کہ اگر قریش پیٹھ پھیر کے چل دیے اور محمدؐ پر کامیابی حاصل نہیں کی تو محمدؐ تم سے جنگ کریں گے اور تمھیں قتل کر دیں گے انھوں نے کہا تم نے بہترین بات کہی ہے اور تم نے نصیحت کا حق ادا کر دیا ہم اپنے قلعوں سے اس وقت تک باہر نہیں نکلیں گے جب تک ان میں سے دس افراد کو بطور رہن نہ رکھ لیں جو ہمارے ساتھ قلعے میں رہیں۔ اور قریش آئے جب ان کی نظر خندق پر پڑی تو انھوں نے کہا یہ تو بُری چال ہے عرب تو پہلے اس چیز کو نہیں جانتے تھے ان سے کہا گیا یہ سب کچھ سلمان فارسی کی تدبیر ہے جو ان کے ساتھ ہیں۔

عمرو بن عبدود اور ہبیرہ بن وہب اور ضرار بن الخطاب خندق تک پہنچے اور ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اپنے سامنے صفوں میں کھڑا کر دیا تھا تو ان لوگوں نے اپنے گھوڑے کے ساتھ چیخ ماری یہاں تک کہ وہ خندق سے چھلانگ لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب آ پہنچے جتنے اصحاب رسول تھے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چلے گئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگے کر دیا تو ایک مہاجر نے اپنے برابر والے شخص سے کہا جو اس کے بھائی بندوں میں سے تھا کہا کیا تم اس شیطان عمرو کو دیکھ رہے ہو خدا کی قسم اس کے سامنے کوئی بھی بچ کر نکل نہیں سکتا آؤ آگے بڑھو ہم محمدؐ کو اس کے حوالے کر دیں تا کہ وہ انھیں قتل کر دے اور ہم اپنی قوم سے جا کر مل جائیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اس وقت یہ آیت نازل فرمائی: قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ سے اللہ تعالیٰ کے قول وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا تک اور عمرو بن عبدود نے اپنا نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور گھوم گھوم کر یہ رجز پڑھنے لگا ''اور میں نے نہایت خلوص سے تمھاری جمعیت کو آواز دی کیا ہے کوئی میرے مقابل میں آنے والا'' اور میں واقف ہوں کہ بہادر بھی بزدلی کا مظاہرہ کرتا ہے جب جنگ میں مدمقابل کوئی بہادر آ جائے میں اسی طرح میدان جنگ میں ہمیشہ تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے جاتا ہوں بے شک ایک جوان میں شجاعت اور سخاوت دو بہترین خصلتیں ہیں۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو اس کتے کا منہ بند کرے کسی نے جواب نہ دیا امیر المومنین چھلانگ لگا کر آگے بڑھے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا علی یہ عمرو بن عبدود ہے بڑا مشہور بہادر تو امیر المومنین نے فرمایا میں علی بن ابی طالب ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا میرے

قریب آجاؤ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے ان کے سر پر عمامہ باندھا اور اپنی تلوار ذوالفقار انھیں عطا فرمائی اور اُن سے فرمایا جاؤ اور اس سے قتال کرو اور دعا طلب کی اللّٰھم احفظه من بین یدیه ومن خلفه وعن یمینه وعن شماله ومن فوقه ومن تحته اے اللہ علیؑ کی حفاظت فرما سامنے سے پیچھے سے ان کے داہنی طرف سے ان کے بائیں جانب سے ان کے اوپر سے ان کے نیچے سے امیر المومنین تیز قدم بڑھاتے ہوئے آگے بڑھے اور فرما رہے تھے۔

اے عمرو جلدی نہ کر تیری صدا کو سن کر وہ آرہا ہے جو عاجز نہیں ہے جو نیّت اور بصیرت کا مالک ہے اور سچ ہر کامیاب ہونے والے کو نجات دیتا ہے مجھے امید واثق ہے کہ میں تیری لاش پر نوحہ کرنے والی عورتوں کو لا کھڑا کروں گا ایسی ضربت سے جو شگاف کرنے والی ہے جس کی آواز لڑائی کے بعد بھی سنائی دے گی عمرو نے ان سے سوال کیا کہ تم کون ہو؟ فرمایا میں علی ابن ابی طالب رسول اللہ کا فرزند عم ہوں اور اُن کا داماد ہوں عمرو نے کہا خدا کی قسم تمھارے والد میرے دوست اور ہم نشین تھے مجھے تمھیں قتل کرنا ناپسند ہے کیا تمھارے ابن عم کو خیال نہ آیا کہ تمھیں میرے پاس بھیج دیا میں اپنے اس نیزے سے تمھیں اچک لوں گا اور پھر آسمان و زمین کے درمیان نیزے پر اس طرح بلند کر کے چھوڑ دوں گا کہ نہ تم زندہ ہو گے نہ مُردہ امیر المومنین نے اسے جواب دیا میرے چچا زاد بھائی کو علم ہے کہ اگر تم نے مجھے قتل کر ڈالا تو میں جنت میں جاؤں گا اور تم جہنم میں اور اگر میں نے تمھیں قتل کر ڈالا تو تم جہنم میں جاؤ گے اور میں جنت میں۔

تو عمرو نے کہا کہ یا علیؑ اِن دونوں حالتوں میں تمھارا ہی فائدہ ہے۔ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى (النجم: ۵۳) ایسی صورت میں تو یہ بڑی بے انصافی کی تقسیم ہے علیؑ نے اس سے کہا اے عمرو ان باتوں کو رہنے دو میں نے تمھارے بارے میں یہ سنا ہے کہ تم خانۂ کعبہ کے پردے سے چمٹ کر یہ کہہ رہے تھے کہ اگر میدانِ جنگ میں کوئی بھی تین باتیں مجھ سے کہے گا تو میں اُن میں سے ایک کو ضرور قبول کرلوں گا اب میں تمھارے سامنے تین باتیں پیش کرتا ہوں تم ان میں سے ایک بات قبول کرلو عمرو نے کہا اے علیؑ بتاؤ وہ کون سی باتیں ہیں فرمایا تم گواہی دو کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں (یعنی کلمۂ شہادت پڑھو) عمرو نے کہا یہ مجھ سے الگ رکھو بتاؤ دوسرا سوال کیا ہے؟ علیؑ نے کہا واپس چلے جاؤ اور اس لشکر کو رسول اللہ سے دور لے جاؤ اس لیے کہ اگر وہ سچے ہیں تو تم ان کے بہترین نگران رہو گے اور اگر جھوٹے ہیں تو عرب کے بدوان کے امر کے لیے تمھاری جانب سے کافی ہوں گے عمرو نے کہا تو ایسی صورت میں کیا قریش کی عورتیں باتیں نہ بنائیں گی اور کیا شعراء اشعار کے ذریعے نفرین نہ کریں گے کہ میں نے بزدلی دکھائی اور میں جنگ سے بھاگ کر چلا آیا اور جس قوم نے مجھے سردار بنایا تھا میں نے انھیں تنہا چھوڑ دیا۔

تو عمرو سے امیر المومنین نے کہا تیسری بات یہ ہے کہ آجا اور قتال کے لیے تیار ہو جا اور تو سواری سے اتر جا

اس لیے کہ تو سوار ہے اور میں پیادہ ہوں تا کہ میں تمھارے ساتھ جنگ کرسکوں وہ تیزی سے گھوڑے سے اترا اور اس نے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں اور کہا یہ وہ خصلت ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ عرب کا کوئی بھی فرد مجھے اس بات میں نیچا دکھائے گا پھر جنگ شروع ہوگئی اور اس نے امیر المومنینؑ کے سر پر تلوار کا وار کیا امیر المومنینؑ نے اس وار کو ڈھال پر روکا تلوار نے ڈھال کو کاٹا اور سر میں در آئی تو علیؑ نے عمرو سے مخاطب ہو کر کہا اے عمرو کیا تمھارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ میں تم سے جنگ کر رہا ہوں اور تم عرب کے ممتاز بہادر ہو پھر بھی تم اپنے پشت پر میرے لیے کسی مددگار کا سہارا لیے ہوئے ہو۔

عمرو پیچھے کی جانب مڑا تو امیر المومنینؑ نے تیزی سے اُس کی پنڈیوں پر مارا اور اس کی دونوں پنڈلیاں کاٹ دیں اور دونوں کے درمیان غبار بلند ہوگیا منافقوں نے کہا کہ علیؑ قتل کر دیے گئے جب غبار صاف ہوا اور لوگوں نے دیکھا کہ امیر المومنینؑ اس کے سینے پر سوار ہیں اور اس کی داڑھی پکڑ رکھی ہے اور اسے ذبح کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں پھر امیر المومنینؑ نے اس کا سر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عمرو کی ضربت کے سبب امیر المومنین کے سر سے خون بہہ رہا تھا اور تلوار سے بھی خون ٹپک رہا تھا اور عمرو کا سر امیر المومنین کے ہاتھ میں تھا اور وہ فرما رہے تھے۔

انا ابن عبد المطلب الموتُ خیر للفتی من الھرب

میں فرزند عبد المطلب ہوں اور ایک بہادر جوان کے لیے موت فرار سے بہتر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے کہا اے علیؑ تم نے اس کے ساتھ چال چلی؟ علیؑ نے فرمایا یا رسول اللہ اَلْحَربُ خِدِیْعَۃٌ جنگ تو ایک طرح کا فریب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبیر کو ہبیرہ بن وَہَبْ کی طرف بھیجا انھوں نے اُس کے سر پر ضربت ماری تو اس کی کھوپڑی شگافتہ ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ بن الخطاب کو حکم دیا کہ وہ ضرار بن الخطاب سے مبارزہ کریں جب ضرار ان کی طرف جنگ کرنے کے لیے بڑھا تو حضرت عمرؓ نے اس کے لیے تیر کو کمان میں ڈال کر مارنا چاہا ضرار نے ان سے کہا اے صَحّاک کے بیٹے تم پروائے ہو کیا تم جنگ کے دوران مجھے تیر مارو گے خدا کی قسم اگر تم نے مجھے تیر مارا تو میں مکہ میں کسی بھی دشمن کو قتل کیے بغیر نہ رہوں گا تو اس وقت حضرت عمرؓ منہزم ہوگئے اور ضرار ان کے قریب سے گزرا اور ضرار نے ان کے سر پر نیزے کا ڈنڈا مارا اور کہا اے عمرؓ اِسے یاد رکھنا میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں قریش کے کسی فرد پر قابو پالوں گا تو اسے قتل نہیں کروں گا لہٰذا حضرت عمرؓ نے اس بات کو یاد رکھا اور جب وہ حاکم ہو گئے تو انھوں نے ضرار کو حاکم بنا دیا۔ اور آنحضرت پندرہ دنوں تک خندق میں ان سے مصروف جنگ رہے۔

ابوسفیان نے حی بن اخطب سے کہا اے یہودی تجھ پر وائے ہو تیری قوم کہاں ہے؟ حی بن اخطب ان کے پاس گیا اور اس نے کہا تم پر وائے ہو نکل آؤ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ چھیڑ دی ہے ''نہ تو تم محمدؐ کے ساتھ ہو اور نہ

ہی قریش کے'' کعب نے کہا ہم نہیں نکلیں گے یہاں تک کہ قریش ہمیں اپنے اشراف میں سے دس افراد بطور رہن نہ دیں اور وہ ہمارے ساتھ قلعے میں رہیں اگر قریش محمدؐ پر فتح یاب نہیں ہوتے تو وہ جدا نہ ہوں یہاں تک کہ محمدؐ ہمیں وہ عہد و پیمان واپس نہ دے دیں اس لیے کہ ہم اس بات سے محفوظ نہیں ہیں کہ قریش تو بھاگ جائیں اور ہم ویران محل میں رہیں اور محمدؐ ہم سے جنگ کریں اور وہ ہمارے مردوں کو قتل کر دیں اور ہماری عورتوں اور اولاد کو قیدی بنالیں اگر ہم جنگ کے لیے روانہ نہ ہوں تو ہوسکتا ہے کہ محمدؐ ہمارا معاہدہ بحال کر دیں تو حی بن اخطب نے کہا تم ایسی طمع کر رہے ہو جس طمع کی کوئی گنجائش نہیں عرب نے محمدؐ سے جنگ چھیڑ دی ہے اب نہ تم محمدؐ کے ساتھ ہو اور نہ ہی قریش کے ساتھ کعب نے کہا یہ تمھاری بدبختی ہے تم تو ایسے پرندہ ہو جو کل قریش کے ساتھ محوِ پرواز ہو جاؤ گے اور ہمیں ویران محل میں چھوڑ جاؤ گے اور محمدؐ ہم سے جنگ کریں گے۔

حی بن اخطب نے کہا کہ کیا تم نے اللہ کو اور موسیٰ علیہ السلام کو گواہ بنا کر مجھ سے عہد نہیں کیا تھا کہ اگر قریش محمدؐ پر کامیاب نہیں ہوئے تو میں تمھارے ساتھ قلعے میں واپس جاؤں گا اور جو کچھ تمھیں پہنچے گا وہی مجھے پہنچے گا کعب نے کہا یہ میں نے اس صورت میں کہا تھا اگر قریش دس افراد کو ہمارے پاس رہن (گروی) رکھتے اور وہ ہمارے پاس رہتے ورنہ ہم نہیں نکلیں گے حی بن اخطب قریش کے پاس گیا اور کعب نے جو کچھ کہا انھیں بتایا جب اس نے یہ کہا کہ وہ لوگ رہن کا مطالبہ کر رہے ہیں تو ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم یہ پہلی غداری ہے نعیم بن مسعود نے سچ کہا تھا ہمیں برادران قردہ (بندر) اور خنازیر (سور) کی ضرورت نہیں۔ جب اصحاب رسول پر امر نے طول پکڑا اور حصار نے شدت اختیار کرلی اور اس وقت سردی بھی بڑھ گئی تھی اور قحط نے بھی بسیرا کرلیا تھا اور انھیں یہودیوں سے بھی شدید خوف کا سامنا تھا اور منافقین بھی باتیں بنا رہے تھے جیسا کہ خداوند عالم نے ان کی حکایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے معدودے چند کے علاوہ سب منافقت کرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو خبر دی تھی کہ عرب تمام قبائل کو لے کر ہم پر چڑھائی کریں گے اور وہ اوپر سے ہم پر حملہ کریں گے اور یہودی غداری کریں گے اور نیچے سے ان سے تم ڈرتے رہنا اور یہ کہ ان پر سخت مصیبت آئے گی لیکن آخر کار انجام بخیر ہوگا۔

جب قریش آئے اور یہودیوں نے غداری کی تو منافقوں نے کہا ماوعدنا اللہ و رسولہ الاغُروراً اور ایک قوم تھی جن کے گھر اطراف مدینہ میں تھے انھوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اجازت مرحمت فرمائیے کہ ہم اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں کیوں کہ وہ اطراف مدینہ میں ہیں اور وہ غیر محفوظ ہیں ہمیں ڈر ہے کہ کہیں یہودی غارت گری نہ کریں اور ایک گروہ نے کہا آؤ ہم بھاگ چلیں اور صحرا میں نکل جائیں اور بدووں کی پناہ لے لیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو وعدہ کیا تھا وہ تو سب کا سب غلط تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا تھا کہ وہ رات کے وقت مدینہ کی حفاظت کریں اور امیر المومنین لشکر پر امیر کی حیثیت سے رات بھر اُن کے ساتھ

تھے جو لشکر کی نگرانی کرتے تھے اگر قریش میں سے کوئی بھی حرکت کرتا تو اسے ان کی طرف لوٹا دیتے اور امیرالمومنین نے خندق کو پار کر کے قریش کی نزدیکی اختیار کر رکھی تھی تاکہ وہ انھیں دیکھ سکیں وہ رات بھر تنہا کھڑے ہوئے نماز پڑھتے رہتے اور جب صبح ہوتی تو اپنے مرکز کی طرف واپس آجاتے اور خندق میں امیرالمومنین کی مسجد مشہور ہے جو جانتا ہے وہاں آتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور وہ مسجد فتح سے عقیق کی طرف تیر پھینکنے کے انتہائی فاصلہ (یعنی تقریباً ۴۰۰ فٹ پر) ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب میں طویل عرصے تک حصار کے سبب گھبراہٹ اور جزع وفزع کو دیکھا تو مسجد فتح کی طرف بلند ہوئے اور یہ وہ پہاڑ ہے جس پر آج مسجد فتح ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا طلب کی اور مناجات کی اور جو کچھ وعدہ کیا تھا اس بارے میں التجا کی اور دُعا کے یہ کلمات کہے ''یا صریخ المکروبین ویا مجیب دعوۃ المضطرّین و یاکاشف الکرب العظیم انت مولای وولیی وولّی اٰبائی الاوّلین اکشف عنا غمنا وھمّنا و کربنا واکشف عنا شر ھٰؤلاءِ القوم بقوتك وحولك وقدرتك'' اے غمگین کی فریاد کو سننے والے اے پریشان حال کی دعا کو قبول کرنے والے اے بہت بڑی مصیبت کو دور کرنے والے تو ہی میرا مولیٰ ہے میرا ولی ہے اور میرے گزشتہ آباؤ اجداد کا ولی ہے تو ہم سے دور کر دے ہمارے غم کو ہمارے الم کو ہماری مصیبت کو اور اس قوم کے شر کو ہم سے دور کر دے اپنی قوت سے اپنی طاقت سے اور اپنی قدرت سے جبرئیل امین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور فرمایا اے محمدؐ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی گفتگو سن لی اور آپ کی دعا قبول کر لی اور اللہ نے دبور (مغرب کی سمت سے آنے والی ہوا) کو حکم دیا ہے کہ فرشتوں کے ساتھ قریش اور احزاب کو شکست دے اور اللہ نے قریش پر دبور کو بھیج دیا اور وہ شکست کھا گئے ان کے خیمے اکھڑ گئے اور جبرئیل امین نے نازل ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس امر سے مطلّع کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حذیفہ یمانی کو آواز دی جو اُن کے بالکل قریب تھے لیکن انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا پھر دوبارہ پکارا پھر بھی کوئی جواب نہ ملا پھر تیسری مرتبہ صدا دی تو انھوں نے کہا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمھیں پکار رہا ہوں اور تم مجھے جواب نہیں دے رہے ہو تو انھوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ خوف، ٹھنڈک اور بھوک کی وجہ سے ہے آنحضرتؐ نے فرمایا لوگوں میں جاؤ اور مجھے ان کی بابت بتلاؤ اور کسی سے کچھ نہ کہنا جب تک میرے پاس واپس نہ آجاؤ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ اس نے قریش کی طرف ہوا کو بھیجا ہے اور انھیں شکست سے دوچار کر دیا ہے حذیفہ کہتے ہیں میں گیا اور میں سردی کی وجہ سے کانپ رہا تھا بس وہ اتنی ہی دیر تک تھی جب تک میں نے خندق عبور کی اس کے بعد گویا میں حمام میں تھا میں نے ایک بڑے خیمے کا رخ کیا تو کیا دیکھا کہ اس میں آگ جل رہی ہے اور پھر میری ایک خیمے پر نظر پڑی جس میں ابوسفیان تھا جو اپنے جسم کو آگ سے گرم کر رہا تھا اور سردی کی وجہ

سے کپکپا رہا تھا اور کہہ رہا تھا اے قریش کے لوگو! محمدؐ کے خیال میں اگر ہم آسمان والے سے جنگ کر رہے ہیں تو ہم کو آسمان والے سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں ہے اور اگر ہم زمین والوں سے نبرد آزما ہیں تو ہمیں اس پر قدرت حاصل ہے پھر اس نے کہا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے ساتھ بیٹھنے والے پر نظر رکھے کہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جاسوس نہ ہو۔

حذیفہ کہتے ہیں میں تیزی سے آگے بڑھا اور جو میری دائیں طرف تھا اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں عمرو بن العاص ہوں پھر جو شخص میری بائیں جانب تھا اس سے دریافت کیا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں معاویہ ہوں اور میں تیزی سے وہاں سے روانہ ہوگیا تاکہ کوئی مجھ سے یہ نہ پوچھے کہ تم کون ہو؟ پھر ابوسفیان اپنی سواری پر سوار ہوا جو بندھی ہوئی تھی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بات کرنے کے لیے منع نہ کر دیا ہوتا کہ واپس آنے تک کسی سے کچھ نہ کہنا تو میں قدرت رکھتا تھا کہ ابوسفیان کو قتل کر دیتا پھر ابوسفیان نے خالد بن ولید سے کہا: اے ابوسلیمان ضروری ہے کہ میں اور تم کمزور لوگوں پر کھڑے ہوں پھر کہا تم کوچ کرو ہم کوچ کر رہے ہیں وہ لوگ شکست خوردہ فرار کر گئے۔

جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے کہا کہ ابھی نہ جاؤ جب سورج نکل آیا تو وہ مدینہ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند اصحاب کے ساتھ وہاں ٹھہرے رہے اور ابن عرقد کنانی نے سعد بن معاذ کو خندق میں ایک تیر مارا جس سے ان کی بازو کی ایک رگ کٹ گئی اور خون جاری ہوگیا سعد نے اس رگ کو ہاتھ سے پکڑا اور یہ کہا اے اللہ اگر تو نے قریش سے جنگ کے لیے کسی شے کو باقی رکھا ہے تو مجھے بھی اس کے لیے باقی رکھ۔ اس لیے کہ مجھے ایسی قوم سے جنگ کرنے سے زیادہ کوئی اور چیز پسندیدہ نہیں ہے جو اللہ اور رسول سے جنگ کرنا چاہتی ہو اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش کے درمیان جنگ ختم ہوگئی ہے تو تُو اس کو میرے لیے شہادت قرار دے اور مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک بنی قریظہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں تو خون رک گیا اور اس کے ہاتھ میں ورم ہوگیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے مسجد میں ایک خیمہ لگایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس اس کی خبر گیری اور اس سے ملاقات کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۚ﴿۹﴾ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ یعنی بنوقریظہ سے بچایا جب وہ دھوکا دے رہے تھے اور اصحاب رسول ان سے خوف زدہ تھے وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۱۰ هُنَالِكَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا ۱۱ وَ اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ۱۲ وَ اِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ یَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ ؕ وَ مَا هِیَ بِعَوْرَةٍ ۛؕ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۱۳ اور یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

کہا تھا آپ ہمیں اجازت مرحمت فرمایئے کہ ہم اپنے گھروں میں واپس چلے جائیں کیوں کہ وہ اطراف مدینہ میں ہیں اور ہمیں یہودیوں کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَ لَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَ مَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَ لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾

اور یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا تھا کہ آؤ ہم محمدؐ کو قریش کے حوالے کر دیں اور پھر ہم اپنی قوم سے جا کر مل جائیں۔[۱]

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۷۶۔۱۸۸

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾

وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۫ وَ مَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۫ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾

وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾

۲۱- یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ عمل موجود ہے۔ اس کے لیے جو اللہ اور روز آخرت کی امید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔

۲۲- اور جب مومنین نے احزاب (افواج) کو دیکھا تو کہا یہ وہ وعدہ ہے اللہ اور رسول نے جو ہم سے کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا اور اس (چیز) نے ان کے ایمان اور تسلیم و رضا میں مزید اضافہ کر دیا۔

۲۳- مومنین میں سے ایسے رِجال (اشخاص) موجود ہیں جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کو سچ کر دکھایا ان میں سے بعض نے اپنا عہد پورا کیا اور اُن میں سے کچھ انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے اپنے عہد و پیمان میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

۲۴- تاکہ اللہ صادقین کو ان کی صداقت کا بدلہ دے اور چاہے تو منافقین کو سزا دے یا ان کی توبہ قبول کر لے، بے شک اللہ بخشنے والا اور نہایت مشفق ہے۔

۲۵- اور (غزوۂ احزاب میں) اللہ نے کافروں کو ان کے غصّے کے ساتھ لوٹا دیا اور انھیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا اور اللہ نے مومنین کو قِتال (لڑائی) سے بچا لیا اور اللہ طاقت ور اور غالب ہے۔

۲۶- اور اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے کافروں کی پشت پناہی کی تھی انھیں ان کے قلعوں سے اتار دیا اور اُن کے دلوں میں رعب جما دیا کہ تم ایک گروہ کو قتل کر رہے تھے اور ایک کو قیدی بنا رہے تھے۔

---

۲۱ - لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ -

یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں بہترین نمونۂ عمل موجود ہے۔

ان کے افعال میں ان کے اخلاق میں جیسے جنگ میں ثابت قدم رہنا اور سختیوں کا مقابلہ کرنا وغیرہ وغیرہ

لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ - اس کے لیے جو اللہ اور روز آخرت کی امید رکھتا ہو

وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا - اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو

امید کے ساتھ کثرتِ ذکر کو مقرون کر دیا جو اطاعت تک انسان کو لے جاتا ہے اس لیے کہ رسول کی تأسّی (پیروی) کرنے والے کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔

۲۲ - وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ - اور جب مومنین نے احزاب (افواج) کو دیکھا

قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ - انھوں نے کہا یہ وہ وعدہ ہے اللہ اور رسول نے جو ہم سے کیا تھا

وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ - اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین مصدقین کا وصف بیان کیا ہے جنھوں نے ان باتوں کی تصدیق کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں بتلائی تھیں۔ کہ خندق میں انھیں کن کن مشقتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ (۱)

وَمَا زَادَهُمْ - اور اس چیز نے مزید اضافہ کر دیا

فرمایا یعنی اس مصیبت، مشقت اور خوف نے (۲)

اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا - ان کے ایمان اور تسلیم میں

روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب افواج تمھارے خلاف مجتمع ہوں گی تو امر نہایت شدّت اختیار کر لے گا اور انجام کار تم ان پر غالب آؤ گے اور فرمایا کہ وہ تمھاری طرف نو یا دس کے بعد آئیں گے۔ (۳)

۲۳ - مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ -

مومنین میں ایسے رجال (اشخاص) موجود ہیں جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو سچ دکھایا۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ - ان میں سے کچھ نے اپنا عہد پورا کیا

---

(۱)، (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۸۸ (۳) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۴۲

نحب کے معنیٰ ہیں نذر بطورِ استعارہ موت مراد ہے اس لیے کہ یہ نذر کی طرح ہر فرد کی گردن میں موت کا پٹہ پڑا ہوا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۫ - اور ان میں کچھ انتظار کر رہے ہیں

شہادت کا انتظار کر رہے ہیں

وَمَا بَدَّلُوْا - اور انھوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔

نہ عہد و پیمان کو بدلہ اور نہ ہی اس میں کوئی تبدیلی کی

تَبْدِيْلًا - یعنی کسی دوسری شے میں تبدیل کیا

اس میں اشارہ ہے اہل نفاق اور دل کی بیماری کی طرف جو نفاق کی علامت ہے۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے اللہ تعالیٰ کے قول: رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ کے ذیل میں فرمایا کہ وہ ہرگز فرار اختیار نہیں کریں گے

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ یعنی اُن میں سے کچھ ہیں جنھوں نے اپنی مدّت حیات کو پورا کر لیا اور وہ حمزہ اور جعفر بن ابی طالب ہیں

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۫ اور کچھ اپنی اَجل کے منتظر ہیں جیسے علیؑ۔[۱]

کتاب خِصال میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے وہ امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک یہودی سے گفتگو فرما رہے تھے فرمایا اللہ اور اس کے رسول سے میں نے، میرے چچا حمزہ اور میرے بھائی جعفر نے اور میرے چچا کے بیٹے عبیدہ نے معاہدہ کیا تھا ایک امر کے اوپر ہم نے اسے پورا کر دکھایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔ میرے ساتھی اور رفقاء مجھ سے آگے بڑھ گئے اور میں ان سے پیچھے رہ گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے بارے میں نازل فرمایا:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ[۲]

تفسیر مجمع البیان میں حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے فرمایا ہمارے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی رِجَالٌ صَدَقُوْا فرمایا خدا کی قسم میں انتظار کر رہا ہوں اور میں نے کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی ہے۔[۳]

اور سعد السعود میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے اللہ تعالیٰ کے قول: و کونوا مع الصادقین کے ذیل میں فرمایا تم لوگ علی ابن ابی طالبؑ کے اور آل محمد علیہم السلام کے ساتھ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ اور وہ حضرت حمزہ بن عبد المطلب ہیں۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۸۸ (۲) الخصال ص ۳۷۶ حدیث ۵۸ کا ایک حصہ (۳) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۵۰

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۫ اور وہ علی ابن ابی طالبؑ ہیں اور اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا [۱]

کتاب مناقب میں ہے کہ اصحاب حسین علیہ السلام میں سے کربلا میں جو بھی شوق شہادت میں نکلنا چاہتا تو وہ امام حسین علیہ السلام کو الوداع کہتا اور کہتا السلام علیک یا بن رسول اللہ امام جواب دیتے وعلیك السلام و نحن خَلْفُكَ (ہم تمھارے پیچھے آرہے ہیں) اور یہ پڑھتے تھے فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۫ [۲]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ مومن دو طرح کے ہوتے ہیں ایک مومن وہ ہے جس نے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کر دکھایا اور اپنی شرط پوری کر دی اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ اور یہ وہ عمل ہے جسے دنیا کی ہولناکیاں نہیں پہنچ سکتیں اور نہ ہی آخرت کا پرہول ماحول اس تک رسائی پا سکتا ہے اور یہ ایسا شخص ہوگا جس کی شفاعت قبول ہوگی اور اس کے لیے شفاعت کی ضرورت نہیں ہوگی اور دوسرے مومن کی مثال ہری ٹہنی کی طرح ہے جو کبھی کج ہوتی ہے تو کبھی سیدھی ہو جاتی ہے تو یہ مومن ان میں سے ہوگا جسے دنیا اور آخرت کی ہولناکیاں پہنچیں گی جس کے لیے شفاعت کی جائے گی اور وہ کسی کی شفاعت نہیں کرے گا۔ [۳]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تمھارا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ تم نے اس عہد کو پورا کر دکھایا جو اللہ تعالیٰ نے تم سے ہماری ولایت کے بارے میں لیا تھا اور یہ کہ تم ہمارے غیر سے ہمیں تبدیل نہیں کرو گے۔ [۴]

اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اے علیؑ جو تمھیں محبوب رکھے پھر مر جائے تو اس نے اپنا عہد پورا کر دکھایا اور جو تمھیں دوست رکھتا ہو اور ابھی مرا نہیں تو گویا وہ انتظار کر رہا ہے اور جب بھی سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے تو اس پر طلوع ہوتا ہے رزق کے ساتھ، ایمان کے ساتھ اور ایک نسخہ میں ہے نور کے ساتھ۔ [۵]

۲۴ - لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ - تا کہ اللہ صادقین کو ان کی صداقت کا بدلہ دے

وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ - اور چاہے تو منافقین کو سزا دے یا ان کی توبہ قبول کر لے

المنافقین سے مراد ہیں تبدیل ہو جانے والے افراد

اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ یا ان کی توبہ قبول کر لے اگر وہ توبہ کریں یا یہ کہ انھیں توبہ کی توفیق عطا کرے گا

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا -

بے شک اللہ بخشنے والا اور نہایت مشفق ہے وہ توبہ کرنے والے کو بخش دیتا ہے

---

(۱) سعد السعود ص ۱۲۲ (۲) مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۰۰ (۳) الکافی ج ۲ ص ۲۴۸ ح ۱

(۴) الکافی ج ۸ ص ۳۴-۳۵ حدیث نمبر ۶ کا حصہ (۵) الکافی ج ۸ ص ۳۰۶

۲۵ - وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ -

اور غزوۂ (احزاب) میں اللہ نے کافروں کو ان کے غصے کے ساتھ لوٹا دیا

لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ - اور انھیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ - اور اللہ نے مومنین کو قتال (لڑائی) سے بچا لیا

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالبؑ کے ذریعے اور ان کے ہاتھوں عَمرو بن عَبدِوُد کو قتل کرا کے مومنین کو قتال سے محفوظ رکھا اور یہی ان کی ہزیمت و پسپائی کا سبب بنا۔[۱]

وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا - اور اللہ طاقت ور اور غالب ہے

قَوِيًّا قوی ہے اس بات پر کہ جس چیز کو چاہے ایجاد کر دے

عَزِيْزًا غالب ہے ہر چیز پر

۲۶ - وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ -

اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کافروں کی پشت پناہی کی تھی انھیں ان کے قلعوں سے اتار دیا۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ آیت بنوقریظہ کے بارے میں نازل ہوئی۔[۲]

وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ -

اور اُن کے دلوں میں رعب جما دیا

الرُّعْبَ کے معنیٰ ہیں خوف

فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا -

تم ایک گروہ کو قتل کر رہے تھے اور ایک کو قیدی بنا رہے تھے

---

(۱) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۵۰ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۸۹

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾

۲۷ - اور تمھیں اُن کی زمین، اُن کے دیار، اُن کے اموال اور اُن زمینوں کا بھی وارث بنا دیا جنھیں تمھارے قدموں نے پامال نہیں کیا تھا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۲۷ - وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ -

اور تمھیں ان کی زمین اور ان کے دیار کا وارث بنا دیا

اس سے مراد ان کی وہ زمینیں جن میں وہ زراعت کیا کرتے تھے، ان کی کھیتی باڑی اور ان کے قصور و محلات

وَاَمْوَالَهُمْ -

اور ان کے اموال

اس سے مراد ہے ان کی نقد رقم درہم و دینار ان کے مویشی اور ان کے اثاثے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور پرچم بندھا ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ کیا کہ اسے گرد و غبار سے دھو کر صاف کر دیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے ندا دی کہ اے نبی آپ جنگ سے معذرت چاہنے والوں کی طرف جائیں بخدا فرشتوں نے اپنی ملامت اٹھائی نہیں ہے، یعنی ختم نہیں کی ہے تو آپ اپنی ملامت کیسے اٹھا رہے ہیں، یعنی ختم کر رہے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ نماز عصر بنی قریظہ میں جا کر پڑھیں میں آپ کے آگے آگے جاؤں گا اور ان کے ساتھ ان کے قلعوں کو بھی ہلا کر رکھ دوں گا۔ یقیناً ہم قوم کے پیچھے انھیں زجر و توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ) کرتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ حمراء الاسد تک پہنچے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے نکلے تو حارثہ بن نعمان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت کیا اے حارثہ کیا خبر ہے تو انھوں نے فرمایا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ دحیۂ کلبی لوگوں کو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ کوئی بھی بنی قریظہ کے سوا کہیں اور عصر کی نماز نہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے علیؑ کو میرے پاس بلاؤ امیر المومنین علیہ السلام تشریف لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ان لوگوں کو اعلان کر کے بتلا دو کہ کوئی بھی بنو قریظہ کے علاوہ کہیں اور نماز عصر نہ پڑھے امیر المومنین تشریف لائے اور ان کے درمیان اعلان فرمایا لوگ نکل نکل کر تیزی سے بنو قریظہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلے اور امیر المومنین علیہ السلام ان کے ساتھ تھے اور ان کے پاس بڑا پرچم تھا جب

قریش کو شکست ہوئی تو حی ابن اخطب آ کر بنی قریظہ کے قلعے میں داخل ہو گیا تھا امیر المومنین علیہ السلام تشریف لائے اور ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا کعب بن اسید قلعہ کی فصیل پر آیا اور انھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بُرا بھلا کہنے لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حمار (گدھا، خچر) پر آگے بڑھے امیر المومنین علیہ السلام نے ان کا استقبال کیا اور کہا یا سول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ قلعے کے قریب نہ جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ غالباً انھوں نے مجھ پر شتم (گالی دینا) کیا ہے جب وہ مجھے دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں ذلیل وخوار کر دے گا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے قلعے کے قریب تشریف لے گئے اور فرمایا، ''اے بندروں اور سوّروں کے بھائیو! اور طاغوت کے پجاریو! کیا تم مجھے سب وشتم کر رہے ہو ہم جب کسی قوم کے احاطے میں آ جائیں تو ان کی صبح اچھی نہیں رہتی ہے کعب بن اسید نے قلعہ سے اپنا سر باہر نکالا اور کہا اے ابوالقاسم خدا کی قسم میں اس بات سے جاہل نہیں ہوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات سن کر حیا آئی یہاں تک کہ آپ کی پشت سے ردا کھسک گئی اس حیا کی وجہ سے جو اس سے کہا تھا۔

قلعہ کے گرد بہت زیادہ کھجور کے درخت تھے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کیا تو وہ آنحضرت سے دور چلا گیا اور بیابان میں پھیل گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لشکر ان کے قلعے کے گرد اتار دیا تین دن تک ان کا محاصرہ جاری رکھا ان میں سے کسی نے بھی اپنا سر باہر نہ نکالا جب تین دن گزر گئے تو غزال بن شموس اتر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہمیں وہی دیں جو آپ نے ہمارے بھائیوں بنو نُضیر کو دیا ہے آپ ہمارے خون بہانے کو منع فرما دیں ہم آپ کے لیے شہر اور ان میں جو کچھ ہے سب چھوڑ کر چلے جائیں گے اور ہم آپ سے کچھ بھی نہیں چھپائیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں کیا تم میرے حکم پر نیچے نہیں اترو گے؟ وہ واپس چلا گیا اور کچھ دن گزر گئے عورتوں اور بچوں نے ان کے سامنے گریہ شروع کر دیا اور شدید نالہ وفریاد کی جب حصار سخت ہو گیا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر نازل ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کے بارے میں حکم دیا تو انھیں باندھ دیا گیا اور وہ کل سات سو افراد تھے اور عورتوں کے بارے میں حکم دیا تو انھیں الگ کر دیا گیا۔

قبیلۂ اوس کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں میں ہمارے حلیف اور مَوالی (سردار، دوست) بھی ہیں جنھوں نے تمام مقامات پر جانے میں ہماری مدد کی تھی آپ نے عبداللہ بن ابی کو سات سو زرہ پوش اور تین سو ایسے افراد جن کے پاس زرہ اور خود نہ تھا ایک صبح میں عطا کر دیا تھا اور ہم عبداللہ بن ابی سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔

جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ باتیں کیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم

اس بات پر راضی ہو کہ تم میں حکم (فیصلہ کرنے والا) تمھیں میں کا ایک فرد ہو انھوں نے کہا بے شک وہ کون ہے؟ فرمایا سعد بن معاذ انھوں نے کہا کہ ہم ان کے فیصلے پر راضی ہوں گے وہ ان کے پاس پالکی میں آئے اور اوس ان کے گرد جمع ہو گئے اور سعد بن معاذ سے کہنے لگے اے ابوعمرو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے حلیفوں اور موالیوں (دوستوں) کے ساتھ اچھا سلوک کرو ہم نے بغاث [1] کے موقع پر مدد کی تھی اور تمام باغات اور مواطن (مقامات) میں مدد کی تھی جب ان سے بہت زیادہ باتیں ہوئیں تو فرمایا اب سعد کی ذمہ داری ہے کہ اللہ کے لیے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کریں۔ قبیلۂ اوس والوں نے کہا اے قوم کے لوگو! خدا کی قسم بنوقریظہ زمانے کے آخری حصے پر پہنچ گئے عورتوں اور بچوں نے رونا شروع کیا جب وہ چپ ہوئے تو سعد نے کہا اے یہودیو! کیا تم میرے فیصلے پر راضی ہو جو میں تمھارے لیے کروں تو انھوں نے کہا بے شک ہم آپ کے فیصلے پر راضی ہوں گے خدا کی قسم ہمیں آپ کے انصاف آپ کی نیکی اور آپ کے حسنِ نظر سے امیدیں وابستہ ہیں۔ سعد نے ان پر اپنی بات کا اِعادہ (دوبارہ کہنا) کیا انھوں نے کہا بے شک اے ابوعمرو اور اب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وجلالت کو مدّنظر رکھتے ہوئے ان سے مخاطب ہوئے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کیا فرماتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے سعد تم ان کے بارے میں فیصلہ کرو تم ان کے بارے میں جو بھی فیصلہ کرو گے میں اس سے راضی ہوں گا۔

تو سعد نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے اور ان کی غنیمتیں اور اموال مہاجرین اور انصار میں تقسیم کر دیے جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ساتویں آسمان کے اوپر جو اللہ کا حکم تھا تم نے اے سعد بن معاذ اُسی کے مطابق فیصلہ دیا ہے پھر سعد بن معاذ کا زخم کھل گیا اور اس سے خون بہنے لگا اور وہ خون مسلسل بہتا رہا یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

قیدیوں کو مدینہ منورہ لایا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بقیع میں ایک لمبا گڑھا کھودنے کا حکم دیا جب شام ہو گئی تو ایک ایک شخص کو لایا گیا اور اس کی گردن اڑا دی گئی۔

توحی بن اخطب نے کعب بن اسید سے کہا تم دیکھ رہے ہو کہ ان کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے اس نے جواب دیا کہ تمھیں کون سی بات بُری لگ رہی ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ دعوت دینے والا معزول نہیں کیا جاتا اور جو چلا جاتا ہے وہ واپس نہیں لوٹتا لہٰذا تم پر صبر اور اپنے دین پر ثابت قسم رہنا لازم ہے کعب بن اسید کو لایا گیا کہ اس کے

---

(۱) بُغاث بنوقریظہ کے صوبوں میں سے تھا اور بُغاث کی جنگ بہت مشہور ہے اور وہ آخری مشہور جنگ ہے جو اوس اور خزرج قبائل کے درمیان ہوئی تھی پھر اسلام آیا اور یہ مجتمع ہو گئے اور انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کی نصرت پر اجتماع کر لیا اور اللہ نے مومنین کو باہمی قتال سے باز رکھا۔

ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہوئے تھے اور وہ نہایت وجیہ وشکیل اور خوب صورت شخص تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو اس سے کہا اے کعب تمھیں ابن الحواس (جو یہودی عالم تھا اور ذہین تھا) جو تمھارے پاس شام سے آیا تھا اس کی وصیت تمھارے کسی کام نہ آئی اس نے کہا تھا میں نے شراب اور نشہ آور شے چھوڑ دی اور فقر وفاقہ کو اپنا کر کھجور پر گزارا کر رہا ہوں ایک نبی کے لیے جو مکہ سے خروج کرے گا اور ہجرت کر کے اس بحیرہ تک آئے گا وہ روٹی کے ٹکڑوں اور کھجوروں پر گزارہ کرے گا اور بے کجاوہ خچر پر سواری کرے گا اس کی آنکھ میں سرخی ہوگی اور اس کے کندھوں کے درمیان نبوت کی مہر ہوگی وہ تلوار اپنے کندھے پر رکھے ہوئے ہوگا اسے کوئی پرواہ نہیں ہوگی کہ تم میں سے کون اس سے ملنے جا رہا ہے اور اس کی حکومت چار دانگِ عالم میں پھیل جائے گی تو اسید نے جواب دیا ہاں اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس یہودی عالم نے ایسا ہی کہا تھا اگر یہود مجھے طعنہ نہ دیتے کہ میں قتل کے وقت جزع وفزع کر رہا ہوں تو میں آپ پر ایمان لے آتا اور آپ کی تصدیق کرتا لیکن میں دینِ یہود پر باقی ہوں اسی پر زندہ رہا اور اسی پر مر رہا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے آگے لاؤ اور اس کا سر قلم کر دو اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ پھر حی بن اخطب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا اے فاسق اللہ نے تمھارے ساتھ جو سلوک کیا اسے کیسا پایا؟

تو اس نے جواب دیا بخدا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کی دشمنی میں اپنے آپ کو ملامت نہیں کرتا میں نے ہر جگہ اپنا پیغام پہنچایا اور دیار بدیار اس کے لیے پھرتا رہا اور میں نے پوری کوشش کی لیکن اللہ جسے تنہا چھوڑ دے پھر اس کا کوئی ہم نوا نہیں ہوتا جب اسے قتل کے لیے لایا گیا تو اس نے یہ کہا۔

لعمری مالام ابن اخطب نفسه ولكنه من يخذله الله يخذل

مجھے اپنی زندگی کی قسم ابن اخطب نے کبھی بھی خود کو ملامت نہیں کی لیکن جسے اللہ تنہا چھوڑ دے پھر وہ تنہا رہ جاتا ہے۔

وہ آگے بڑھا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں بَرْدَیْن یعنی صبح وشام تین دنوں تک قتل کیا اور وہ فرماتے تھے انھیں ٹھنڈا پانی پلاؤ انھیں اچھا کھانا کھلاؤ اور ان کے قیدیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو یہاں تک کہ سب کے سب قتل کر دیے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر ان کے بارے میں آیت نازل فرمائی: وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ (احزاب ۲۶) اور اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے ان کی پشت پناہی کی تھی انھیں اُن کے قلعوں سے اتار دیا۔[1]

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۸۹

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾
وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

۲۸-اے نبی آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیاوی زندگی کی خواہاں ہو اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمھیں متاع دنیا دے دوں اور خوب صورتی کے ساتھ تمھیں رخصت کر دوں۔
۲۹-اور اگر تم اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آخرت کی متمنّی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیکوکار بیویوں کے لیے اجر عظیم فراہم کر رکھا ہے۔

۲۸-يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا-
اے نبی آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیاوی زندگی کی خواہاں ہو
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا سے مراد دنیا کی وسعت اور اس کی نعمتیں
وَزِيْنَتَهَا- اور اس کی زینت چاہتی ہو، یعنی سونا چاندی وغیرہ
فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ- تو آؤ میں تمھیں متاع دنیا دے دوں
وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا- اور خوب صورتی کے ساتھ تمھیں رخصت کر دوں
ایسی طلاق ہے جس میں کوئی ضرر اور نئی چیز نہ ہو اپنی خوشی سے دے دیں۔
۲۹-وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ- اور اگر تم اللہ اس کے رسول اور دارِ آخرت کی متمنّی ہو
فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا- تو اللہ نے تم میں سے نیکوکار بیویوں کے لیے اجر عظیم فراہم کر رکھا ہے
جس کے سامنے دنیا اور اس کی زینت بالکل حقیر اور بے حیثیت ہوگی
تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوۂ خیبر سے واپس لوٹے اور انھیں آل ابی الحقیق کا خزانہ مل گیا تو ان کی بیویوں [۱] نے کہا آپ کو جو ملا ہے ہمیں بھی عطا کریں

---

(۱) طبرسی نے مجمع البیان میں ذکر کیا ہے کہ اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ مفسرین نے کہا ہے کہ نبی کی بیویوں نے مال دنیا کے بارے میں سوال کیا اور زیادہ نان نفقہ کا مطالبہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ایک ماہ تک نہ ملنے کی قسم کھائی تو آیت تخییر اور وہ اللہ کا قول ''قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ'' ہے نازل ہوئی اور ان دنوں ازواج کی تعداد نو تھی عائشہؓ، حفصہؓ، امّ حبیبہ بنت ابی سفیانؓ، سودہ بنت زمعہؓ، امّ سلمہ بنت ابی امیہؓ ان سب کا تعلق قریش سے تھا اور صفیہ بنت الخیبریہؓ اور میمونہ بنت الحارث الھلالیہؓ اور زینب بنت الجحش الاسدیہ اور جویریہ بنت الحارث المصطلقیہؓ (مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۵۳)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کہا کہ میں نے اللہ کے حکم کے مطابق اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تو ازواج النبی اس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناراض ہوگئیں اور انھوں نے کہا کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر آپ ہمیں طلاق دے دیں گے تو ہماری قوم میں سے کوئی کفو ہمیں نہیں ملے گا جس سے ہم شادی کر لیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بات کو اپنے نبی کی خودداری کے منافی سمجھا اور انھیں حکم دیا کہ وہ اپنی بیویوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشربہ امّ ابراہیم میں ۲۹ دنوں تک ان سے علیحدگی اختیار کر لی یہاں تک کہ وہ حائضہ ہوئیں اور پاک ہوئیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور یہ آیت تخییر (دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کرنے کی آیت) ہے امّ سلمہ کھڑی ہوئیں اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ بیوی تھیں جو سب سے پہلے کھڑی ہوئیں انھوں نے کہا کہ میں نے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کیا ہے اس کے بعد تمام ازواج اٹھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معانقہ کیا اور یہی بات کہی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ (احزاب ۵۱)

(اے نبی آپ کو اختیار ہے ان میں سے جس زوجہ کو چاہیں خود سے الگ رکھیں اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں)۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے پناہ دی اس نے نکاح کیا اور جس نے الگ رکھا اس نے گویا طلاق دی تو اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ'' اس آیت کے ساتھ یا یَاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ الاٰیة اور تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ کی آیت بعد میں تالیفِ قلب کی وجہ سے نازل ہوئی۔ ۱

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے متعدد روایات میں ہے کہ زینب بنت جحش ؓ نے رسول اللہ سے کہا آپ عدل سے کام نہیں لے رہے ہیں جب کہ آپ نبی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں یعنی تو فقر سے دو چار ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون عدل کرے گا اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے دعا مانگی ہے کہ میرے ہاتھ کٹ جائیں فرمایا نہیں البتہ خاک آلود ہو جائیں تو زینب نے کہا اگر آپ ہمیں طلاق دے دیں گے تو ہمیں اپنی قوم میں اپنے کفو (ہمسر) مل جائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ۲۹ راتوں تک وحی رکی رہی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس بات کو نبی کی خودداری کے منافی سمجھا اور یہ آیت نازل فرمائی:

یَاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ الخ دو آیتیں تو انھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کر لیا تو ان کے لیے کچھ نہیں ہوا اور اگر وہ اپنی ذات کو چن لیتیں تو علیحدگی ہو جاتی۔ ۲

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ زینب نے رسول اللہ سے کہا آپ عدل نہیں کرتے جب کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور حفصہ نے کہا اگر آپ نے ہمیں طلاق دے دی تو ہم اپنی قوم میں اپنے کفو (ہمسر) کو

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۹۲ (۲) الکافی ج ۶ ص ۱۳۹ ح ۵

پالیں گے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیس (۲۰) دنوں تک [۱] وحی رکی رہی تو اللہ تعالیٰ نے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خودداری کے منافی سمجھا اور یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ الخ فرمایا انھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کر لیا اور اگر وہ اپنے نفوس کو اختیار کرتیں تو ان میں علیحدگی ہو جاتی اور انھوں نے چوں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کیا لہٰذا ان کے لیے کچھ نہیں ہوا۔ [۲]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نبی کی کچھ بیویوں نے کہا کہ محمد یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اگر ہمیں طلاق دے دیں گے تو ہم اپنی قوم میں اپنا کفو (ہمسر) نہ پائیں گے تو اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں کے اوپر آنحضرت کے لیے غضب ناک ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج کو اختیار دے دیا اور جب وہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا تک پہنچے تو وہ اٹھی اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوسہ دیا اور کہا اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کیا ہے۔ [۳]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جس نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو کیا وہ اس سے علیحدہ ہوگئی تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں یہ حکم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مخصوص تھا اس بارے میں حکم دیا گیا تو حضور نے عمل کیا اگر وہ اپنے آپ کو اختیار کر لیتیں تو انھیں طلاق ہو جاتی اور وہ اللہ کے قول سے ثابت ہے: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الخ [۴]

---

(۱) اس روایت میں لفظ تسعہ یعنی نو گر گیا ہے تمام روایات میں ۲۹ دنوں کا پتا چلتا ہے۔

(۲) و (۳) الکافی ج ۶ ص ۱۳۸ ح ۲ و ۳ (۴) الکافی ج ۶ ص ۱۳۷ ح ۳

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

وَ مَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾

وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾

۳۰-اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو بھی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے گی تو اس کا عذاب بھی دگنا کر دیا جائے گا اور یہ بات خدا کے لیے بہت آسان ہے۔

۳۱-اور تم میں سے جو بیوی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزار رہے گی اور نیک عمل بجا لاتی رہے گی تو ہم اسے دو مرتبہ اجر ادا کریں گے اور ہم نے اس کے لیے پسندیدہ رزق فراہم کر رکھا ہے۔

۳۲-اے نبی کی بیویو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم دوسری عورتوں کی مانند نہیں ہو تم کسی نامحرم سے نرم لہجے میں باتیں نہ کرنا کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ کسی طمع کا شکار نہ ہو جائے اور ہمیشہ نیک باتیں کیا کرو۔

۳۳-اور تم اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور زمانۂ جاہلیت کے بناؤ سنگھار اور آرائش کی نمائش نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو، بس اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ اے اہل بیت وہ تم سے ہر طرح کے رجس کو دور رکھے اور تمھیں پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔

۳۰-يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ-

اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو بھی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے گی

يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ - تو اس کا عذاب بھی دگنا کر دیا جائے گا

ان کے علاوہ دوسری عورتوں پر جو عذاب کیا جاتا اس کا دگنا اس لیے کہ ازواج النبی سے گناہ کا سرزد ہونا

زیادہ قبیح ہے

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا- اور یہ بات خدا کے لیے بہت آسان ہے

عذاب کو دگنا کرنے میں یہ بات مانع نہیں ہوگی کہ وہ نبی کی بیویاں ہیں اور یہ کیسے ممکن ہے جب کہ اسی وجہ سے عذاب دگنا ہے کہ وہ نبی کی ازواج ہو کر ان گناہوں کا ارتکاب کر رہی ہیں۔

۳۱- وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ- اور تم میں سے جو بیوی مسلسل اطاعت کرتی رہے گی

لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ-

اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نیک عمل بجالاتی رہے گی تو ہم اسے دوبار اجر دیں گے ایک بار اطاعت گزار ہونے کی وجہ سے اور دوسری مرتبہ نبی کی رضا حاصل کرنے کی وجہ سے قناعت کرنے اور بہترین سلوک اور برتاؤ کی بنیاد پر

وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا- اور ہم نے اس کے لیے پسندیدہ رزق فراہم کر رکھا ہے۔

جنت میں، جو اس اجر سے زیادہ ہوگا۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ سب کچھ آخرت میں ہوگا جس طرح اجر ہوگا اسی طرح عذاب بھی ہوگا۔[۱]

۳۲- يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ-

اے نبی کی بیویو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم دوسری عورتوں کی مانند نہیں ہو یعنی اللہ کا تقویٰ اختیار کرو

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ-

تم کسی نامحرم سے نرم لہجے میں باتیں نہ کرنا

یعنی تم نہایت خضوع کے ساتھ نرم لہجے کے ساتھ گفتگو کر کے ان سے اس طرح مخاطب نہ ہونا جیسے تربیت کرنے والی عورتیں گفتگو کرتی ہیں۔[۲]

فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ-

کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ کسی طمع کا شکار نہ ہو جائے یعنی فجور اور فسق کی بیماری

وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا- اور ہمیشہ نیک باتیں کیا کرو

عمدہ اور اچھی باتیں جو شک اور تہمت سے بعید ہوں۔

۳۳- وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ- اور تم وقار اور قرار کے ساتھ اپنے گھروں میں بیٹھی رہو

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى- اور زمانۂ جاہلیت کے بناؤ سنگھار اور آرائش کی نمائش نہ کرو

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۳ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۴۴

کتاب اکمال میں ابن مسعود سے روایت ہے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی یوشع بن نون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تیس سال زندہ رہے اور ان کے خلاف موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ صفراء بنت شعیب نے خروج کیا اور کہا کہ میں تم سے زیادہ خلافت کی حق دار ہوں اور اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى یعنی اے نبی کی بیویو صفراء بنت شعیب کی طرح عمل نہ کرو۔[۱]

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ اپنے والد سے اس آیت کے ذیل میں روایت کرتے ہیں کہ عن قریب دوسری جاہلیت ہونے والی ہے۔[۲]

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ -

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو

ان تمام امور میں اللہ نے جن امور کو بجالانے کا حکم دیا ہے اور جن باتوں سے منع فرمایا ہے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا -

بس اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ اے اہل بیت وہ تم سے ہر طرح کے رجس کو دور رکھے اور تمھیں پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے پھر ازواج نبی سے خطاب کو منقطع کر کے اہل بیت رسول سے خطاب فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ پھر اس کے بعد دوبارہ ازواج نبی کا ذکر کیا:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى الخ (احزاب ۳۴)

پھر اس کے بعد آل محمد کا تذکرہ کیا اور فرمایا: اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ الخ (احزاب ۳۵)[۳]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور حسن اور حسین علیہما السلام کے بارے میں نازل ہوئی اور اس کا نزول امّ سلمہ زوجۂ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین اور فاطمہ اور حسن و حسین صلوات اللہ علیہم کو بلایا پھر انھیں اپنی یمنی چادر اڑھا دی اور خود بھی ان کے ساتھ اس میں داخل ہو گئے اور پھر فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اهل بيتى الّذين وعدتنى فيهم ما وعدتنى اللّٰهُمَّ اَذهِب عنهم الرّجس و طهّرهم تطهيرا“

یا اللہ یہ ہیں میرے وہ اہل بیت جن کے بارے میں تجھے جو وعدہ کرنا تھا تو نے مجھ سے کیا ہے اے اللہ تو

---

(۱) اکمال الدین واتمام النعمہ ص ۲۷ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۳

(۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۳

ان سے ہر طرح کے رجس کو دور رکھ اور انھیں پاک رکھ جو پاک رکھنے کا حق ہے۔

امّ سلمہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں ان کے ساتھ ہوں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے امّ سلمہ تمھیں بشارت ہو کہ تم خیر پر باقی ہو۔[۱]

زید بن علی بن الحسین سے مروی ہے کہ لوگوں میں سے جاہل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ نے ازواج نبی کو مراد لیا ہے تو وہ جھوٹے ہیں انھوں نے گناہ کیا ہے خدا کی قسم اگر اللہ کو ازواج نبی کو بیان کرنا ہوتا تو فرماتا: كُنَّ لِيُذْهِبَ عَنْكُنَّ الرِّجْسَ وَيُطَهِّرَكُنَّ تَطْهِيرًا تو پورا کلام مؤنث کے صیغے میں ہوتا جیسے فرمایا: وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ (احزاب: ۳۴) وَلَا تَبَرَّجْنَ (احزاب: ۳۳) لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ (احزاب: ۳۲)۔[۲]

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے تفسیر قرآن سے بڑھ کر کوئی شے لوگوں کی عقلوں سے بعید نہیں ہے کہ آیت نازل ہوتی ہے تو اس کا اوّل کسی شے سے متعلق ہوتا ہے اور اوسط کسی اور سے اور اس کا آخر کسی اور چیز سے تعلق رکھتا ہے پھر فرمایا: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا یعنی جاہلیت کی ولادت سے آپ سب کو پاک رکھا ہے۔[۳]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے فرمایا اس سے مراد ائمہ علیہم السلام اور اُن کی ولایت ہے کہ جو بھی اس ولایت میں داخل ہوگیا تو گویا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں داخل ہوگیا۔[۴]

امام صادق علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے آپ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ میں تمھیں وصیت کرتا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنے اہل بیت کے بارے میں مَیں نے اپنے پروردگار اللہ تبارک وتعالیٰ سے التجا کی کہ ان دونوں میں جدائی نہ ہونے دے یہاں تک کہ دونوں کو میرے پاس حوض کوثر پر لے آئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے عطا فرما دیا اور فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تم اہل بیت کو نہ پڑھاؤ اس لیے کہ وہ لوگ تم سے بہت زیادہ جانتے ہیں اور فرمایا کہ وہ تمھیں ہدایت کے دروازے سے نہیں نکالیں گے اور گمراہی کے دروازوں میں داخل نہیں کریں گے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہتے اور اپنے اہل بیت کے بارے میں وضاحت نہ فرماتے تو آل فلاں اور آل فلاں اس کا دعویٰ کرتے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے نبی پر یہ آیت ''اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ'' نازل فرمائی اور علی، حسن، حسین اور فاطمہ علیہا السلام موجود تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں چادر کے نیچے داخل کرلیا اور اس وقت وہ امّ سلمہ کے گھر پر تھے پھر فرمایا ''اے اللہ ہر نبی کے اہل اور اہم افراد ہوتے ہیں میرے اہل اور اہم افراد یہ ہستیاں ہیں امّ سلمہ نے کہا

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۹۳ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۹۳

(۳) تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۱۷ ح ۱ (۴) الکافی ج ۱ ص ۴۲۳ ح ۵۴

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں آپ کے اہل میں سے نہیں ہوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے امّ سلمہ تم خیر پر ہو لیکن یہ افراد میرے اہل اور اہم افراد ہیں اور حدیث کے آخر میں فرمایا: الرِّجس سے مراد شک ہے خدا کی قسم ہم اپنے رب کے بارے میں کبھی شک نہیں کرتے۔[۱]

کتاب خصال میں حضرت علیؑ کا احتجاج ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کیا آیت تطہیر میرے لیے میرے اہل وعیال کے لیے اور میری اولاد کے لیے ہے یا آپ کے لیے اور آپ کے اہل بیت کے لیے ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ آیت آپ کے اور آپ کے اہل بیت کے لیے ہے پھر فرمایا اللہ کی قسم دے کر آپ سے پوچھتا ہوں کہ روزِ کساء میں صاحب دعوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میری اہل اور میری اولاد ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں تیری طرف نہ کہ آتش جہنم کی طرف؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا اے علی اس سے مراد آپ اور آپ کے اہل بیت ہیں۔[۲]

اور حضرت علیؑ کا احتجاج لوگوں کے سامنے شوریٰ کے موقع پر امیر المومنینؑ نے فرمایا میں تمھیں اللہ کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ تم میں میرے علاوہ کوئی ایسا فرد موجود ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جس کے بارے میں یہ آیت تطہیر نازل کی ہو: ''اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ'' الخ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبری چادر لی اور مجھے اس میں لے لیا اور فاطمہ اور حسن اور حسین کو پھر فرمایا اے میرے رب یہ ہیں میرے اہل بیت تو ان سے رجس کو دور رکھ اور انھیں پاک و پاکیزہ رکھ جو پاکیزہ رکھنے کا حق ہے؟ انھوں نے کہا نہیں بالکل نہیں کسی اور کے لیے نازل نہیں ہوئی۔[۳]

کتاب اکمال میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دور میں مہاجرین و انصار کے اجتماع میں مسجد میں فرمایا اے لوگو! کیا تم جانتے ہو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب اپنی کتاب میں ''اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا'' نازل فرمائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور فاطمہ اور حسن اور حسین کو یکجا کیا اور ہم پر ایک چادر ڈال دی اور فرمایا اے اللہ یہ سب میرے اہل بیت اور میرے قرابت دار ہیں جو چیز انھیں تکلیف پہنچاتی ہے وہ مجھے تکلیف پہنچاتی ہے اور جو بات انھیں غمگین کرتی ہے وہ مجھے غمگین کرتی ہے اور جو امر انھیں مجروح کرتا ہے وہ مجھے مجروح کرتا ہے تو ان سے رجس کو دور رکھ اور انھیں پاک رکھ جو پاک رکھنے کا حق ہے امّ سلمہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''اور میں'' تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انت اوانك علی خیر تم خیر پر ہو یہ آیت میرے بارے میں میرے بھائی کے بارے میں میری بیٹی کے بارے میں اور میرے بیٹوں کے بارے میں اور بالخصوص میرے بیٹے حسینؑ کی اولاد میں آنے والے نو بیٹوں کے

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۲۸۷-۲۸۸ حدیث نمبر ۱ سے (۲) الخصال ص ۵۵۰ ح ۳۰

(۳) الخصال ص ۵۶۱ ح ۳۱

بارے میں نازل ہوئی ہے اور ہمارے ساتھ اس آیت میں ہمارا غیر شریک نہیں انھوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ امّ سلمہ نے ہم سے اس بارے میں بیان کیا تھا ہم نے اس آیت سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تو انھوں نے بھی ہم سے وہی کچھ بیان کیا جو حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا تھا۔[۱]

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، امیر المومنینؑ، حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ اور حضرت فاطمہ علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی روح قبض فرمائی تو امیر المومنین علیہ السلام تھے پھر امام حسن علیہ السلام اور اس کے بعد امام حسین علیہ السلام تھے پھر اس آیت کی تاویل واقع ہوئی: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ (احزاب:۶)

(اور کتاب اللہ کی رو سے قرابت دار آپس میں زیادہ حق رکھتے ہیں) اور علی بن الحسینؑ امام تھے پھر اس کے بعد امامت کا سلسلہ ان کی اولاد میں اوصیاء علیہم السلام کی صورت میں جاری رہا لہٰذا ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت اور ان کی معصیت اللہ تبارک وتعالیٰ کی معصیت ہے۔[۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اس آیت کے خمسۂ آل عبا کی شان میں نزول کے بارے میں خاصہ اور عامّہ دونوں طریق سے اتنی روایات وارد ہوئی ہیں جو حد وحساب سے باہر ہیں اور ان میں سے مجمع البیان میں طرق عامہ میں بہت سی روایات کا تذکرہ کیا گیا ہے جسے ان احادیث کو دیکھنا ہے وہاں سے طلب کرے۔[۳]

---

(۱) اکمال الدین واتمام النعمہ ص ۲۷۸ ح ۲۵ کا ایک حصہ باب ۲۴

(۲) علل الشرائع ص ۲۰۵ ح ۲ باب ۱۵۶ (۳) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۵۶-۳۵۷

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ ع

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ ؕ

وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾

۳۴- اور تمھارے گھروں میں جو اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور حکمت کی باتیں بیان کی جاتی ہیں انھیں یاد رکھنا بے شک اللہ لطیف اور ہر بات سے باخبر ہے۔

۳۵- بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں مومن مرد اور مومن عورتیں اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صابر مرد اور صابرہ عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں روزے دار مرد اور روزے دار

عورتیں عفت کی حفاظت کرنے والے مرد اور عفت کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں اللہ نے اُن کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر مہیّا کر رکھا ہے۔

۳۶- اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی اَمر کا فیصلہ کر دیں تو انھیں اپنے معاملے کا اختیار حاصل رہے اور جس نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ یقیناً کھلی گمراہی میں جا پڑا۔

۳۷- اے نبی آپ یاد کریں جب آپ اس شخص (زید بن حارثہ) سے فرما رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا تھا اور آپ نے احسان کیا تھا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو اور اللہ سے ڈرو اور آپ اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ نمایاں کرنے والا تھا اور آپ کو لوگوں کا ڈر تھا حال آں کہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس سے ڈریں پھر جب آپ کے متبنّیٰ زید نے اسے طلاق دینے کی غرض پوری کر لی تو ہم نے اس سے آپ کا نکاح کر دیا تا کہ مومنین پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ رہے جب کہ وہ طلاق دے کر ان سے بے غرض ہو گئے ہوں اور اللہ کا حکم تو پورا ہو کر رہتا ہے۔

۳۴- وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ -

اور تمھارے گھروں میں جو اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور حکمت کی باتیں کی جاتی ہیں انھیں یاد رکھنا

ایسی کتاب یعنی قرآن سے جس میں دونوں باتیں جمع ہیں

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا -

بے شک اللہ لطیف اور ہر بات سے باخبر ہے

۳۵- اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ -

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں

جو سلامتی میں داخل ہوں اور اللہ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوں

وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ -

اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں

یعنی جن چیزوں کی تصدیق کرنا واجب و لازم ہے اُن کی تصدیق کرنے والے تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ ''مسلمان وہ ہے کہ دوسرے مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں'' اور مومن وہ ہے کہ جس کا پڑوسی اس کی بُرائی سے محفوظ رہے اور وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو سیر ہو کر سویا اور اس

کا پڑوسی بھوکا رہا۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایمان وہ ہے جو قلوب میں جاگزین ہو جائے اور اسلام وہ ہے جس کی وجہ سے نکاح اور وراثت ملتی ہے اور جان کی حفاظت ہوتی ہے اور ایمان اسلام کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے لیکن اسلام ایمان کے ساتھ شریک نہیں ہوتا (یعنی ہر مومن مسلم ہوتا ہے لیکن ہر مسلم مومن نہیں ہوتا)۔[۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے قول سے ہوتی ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ (الحجرات: ۱۴)

عرب کے بدّو یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اے نبی آپ فرما دیجیے تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو ہم اسلام لائے اور ابھی ایمان تو تمھارے دلوں میں داخل بھی نہیں ہوا۔

وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ -

اور اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں

مسلسل اطاعت کرنے والے مرد اور عورتیں

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ - سچّے مرد اور سچّی عورتیں

قول و عمل میں سچّے مرد اور عورتیں

وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ -

اور صابر مرد اور صابرہ عورتیں

اطاعت پر صبر کرنے والے اور معصیّت سے صبر کرنے والے مرد اور عورتیں

وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ -

اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں

اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے مرد اور عورتیں اپنے دلوں اور اعضاء و جوارح سے

وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ -

اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں

اپنے اموال میں سے اللہ کی مرضی کو حاصل کرنے کے لیے

وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ -

اور روزے دار مرد اور روزے دار عورتیں

---

(۱) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۵ (۲) الکافی ج ۲ ص ۲۶ ح ۳

اللہ کے لیے روزہ رکھنے والے سچّی نیتوں کے ساتھ

وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ -

اپنی شرم گاہوں کی حرام چیزوں سے حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ -

اور اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں

دلوں سے یاد کرنے والے اور زبان سے تذکرہ کرنے والے افراد

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً -

اللہ نے ان کے گناہوں کے لیے مغفرت مہیّا کر رکھی ہے؟

وَّاَجْرًا عَظِيْمًا -

اور ان کی اطاعت پر اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے

کتاب مجمع البیان میں مقاتل بن حیّان سے مروی ہے کہ جب حضرت اسماء بنت عمیس اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ سے واپس آئیں تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اُن سے دریافت کیا کہ ہم عورتوں کے بارے میں قرآن میں کچھ نازل ہوا ہے انھوں نے جواب دیا نہیں تو حضرت اسماء بنت عمیس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور اُن سے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتیں تو ناامیدی اور نقصان میں رہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کس طرح تو اسماء نے کہا کہ ان کا ذکر خیر کے ساتھ نہیں کیا جاتا جس طرح مردوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔ [1]

۳۶ - وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا -

اور کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو یہ حق نہیں پہنچا اور یہ اُن کے لیے صحیح نہیں ہے

کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی امر کا فیصلہ کر دیں

اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ -

تو انھیں اپنے معاملے کا اختیار حاصل رہے

کہ وہ اپنے معاملے میں سے کسی امر کو پسند کریں بلکہ اُن پر واجب ولازم ہے

کہ وہ اپنے اختیار کو اللہ اور اس کے رسول کے اختیار (پسند) کا تابع بنا دیں

الْخِيَرَةُ کا مفہوم ہے وہ جو چاہے پسند فرمالے۔

اور اس آیت کے بارے میں حدیث سورۂ قصص کی آیت نمبر ۶۸ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔

---

(۱) تفسیر مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۵۷-۳۵۸

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا -

اور جس نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ یقیناً کھلی گمراہی میں جا پڑا

تفسیر قمیؒ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہ سے زینب بنت جحش الاسدیہ کی منگنی کر دی (جن کا تعلق بنی اسد بن خزیمہ سے تھا) اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی کی صاحبزادی تھیں انھوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے نفس سے مشورہ کروں گی آپ ذرا انتظار فرمایئے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ تو اس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا معاملہ اب آپ کے ہاتھ میں ہے آپ زید سے میری شادی کر دیجیے۔[1] اور عنقریب مکمل واقعہ بیان کیا جائے گا۔

۳۷- وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ -

اے نبی آپ یاد کریں جب آپ اس شخص (زید بن حارثہ) سے فرما رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا تھا یعنی اسے اسلام کی دولت سے مالا مال کیا تھا۔

وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ -

اور آپ نے اسے آزاد کر کے اس پر احسان کیا تھا جس کا نام زید بن حارثہ تھا

اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ -

کہ تم اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو

یعنی اپنی بیوی زینب کو اپنے پاس رہنے دو

وَاتَّقِ اللّٰهَ - اور اس کے امر میں اللہ سے ڈرو

یعنی اسے طلاق نہ دو

وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ -

اور آپ اپنے دل میں چھپا رہے تھے اللہ نے جسے آپ پر ظاہر کر دیا تھا

کہ وہ عنقریب آپ کی بیوی ہو جائے گی اور زید اسے طلاق دے دے گا

وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ -

اور آپ کو لوگوں کا ڈر تھا

کہ اس وجہ سے وہ آپ کو شرمندہ نہ کریں

وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ -

اور حال آں کہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس سے ڈریں

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۴

اگر اس میں ڈرنے کی کوئی بات ہو

تفسیر مجمع البیان میں امام سجاد علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کو چھپا رکھا تھا وہ یہ تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں بتلا دیا تھا کہ وہ (زینب) عنقریب آپ کی ازواج میں شامل ہو جائے گی اور زید بہت جلد اسے طلاق دے دیں گے پس جب زید آئے اور انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میں زینب کو طلاق دینا چاہتا ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا تمھیں چاہیے کہ تم اپنی بیوی کو روکے رکھو تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ آپ نے زید سے کیوں کہا اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ جب کہ میں نے آپ کو آگاہ کر دیا تھا کہ وہ آپ کی ازواج میں سے ہوگی۔[۱]

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا -

پھر جب آپ کے (متبنّیٰ) زید نے اسے طلاق دینے کی غرض پوری کر لی۔

وَطَرًا کا مفہوم ہے ایسی حاجت جس سے وہ تنگ آ گیا تھا اور اب کوئی ضرورت باقی نہیں رہی تھی اس نے زینب کو طلاق دے دی اور اس کی عدّت پوری ہوگئی

زَوَّجْنٰكَهَا - تو ہم نے اس سے آپ کا نکاح کر دیا

تفسیر جوامع میں ہے کہ یہی اہل بیت کی قرآت ہے۔[۲] اور امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد کے سامنے اس لفظ کو اسی طرح پڑھا ہے یہاں تک کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اسی طرح پڑھا تھا۔[۲]

اور فرمایا کہ روایت کی گئی ہے کہ زینب بنت جحش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتی تھیں مجھے تین باتوں پر فخر ہے جو آپ کی ازواج میں کسی کو حاصل نہیں ہے جس پر وہ فخر کرے، آپ کے اور میرے جد ایک ہیں۔[۳]

اور اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح آپ سے کیا ہے اور جبرائیل سفیر بن کر آئے ہیں۔[۴]

لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ -

تا کہ مومنین پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ رہے

اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ -

جبکہ وہ طلاق دے کر بے غرض ہو گئے ہوں یعنی انھوں نے کسی وجہ سے طلاق دی ہو

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا - اور اللہ کا حکم تو پورا ہو کر رہتا ہے

---

(۱) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۶۰ (۲) تفسیر جوامع الجامع ج ۳ ص ۳۶۰ (۳) حضرت زینب کی والدہ کا نام اُمیمہ بنت عبدالمطلب تھا جو رسول اللہ کی پھوپھی تھیں اسی اعتبار سے انھوں نے کہا تھا کہ میرے اور آپ کے جد ایک ہیں (مترجم) (۴) تفسیر جوامع الجامع ج ۳ ص ۳۶۰

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۙ﴿۳۸﴾

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَ لَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾ ع

ع ۵ ۲

۳۸- نبی پر ایسے کام میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے جسے اللہ نے اُن کے لیے فرض قرار دیا ہو یہی اللہ کی سنّت ان انبیاء کے معاملے میں رہی ہے جو پہلے گزر چکے ہیں اور اللہ کا حکم ایک طے شدہ فیصلہ ہوتا ہے۔

۳۹- جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے نہیں ڈرتے اور محاسبے کے لیے اللہ کافی ہے۔

۴۰- محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔

۳۸- مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ -

نبی پر ایسے کام میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے جسے اللہ نے اُن کے لیے فرض قرار دیا ہو

فَرَضَ کا مفہوم ہے ان کے لیے متعین کر دیا اور مقدر کر دیا ہو

امام باقر علیہ السلام سے سابقہ بیان کردہ حدیث میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب کی شادی زید سے کر دی تو وہ زید کے پاس رہیں جب تک اللہ نے چاہا پھر ان دونوں میں کسی بات پر اختلاف ہوا تو وہ فیصلہ کرانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر جب زینب پر پڑی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسے دیکھ کر حیرت ہوئی زید نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں زینب کو طلاق دے دوں اس لیے کہ اس میں تکبّر اور غرور ہے اور یہ اپنی زبان سے مجھے اذیت پہنچاتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا تم اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو روکے رکھو اور اس سے اچھا برتاؤ کرو پھر اس کے بعد زید نے انھیں طلاق دے دی اور طلاق کی عدّت پوری ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

کر دیا اور آیت نازل فرمائی۔ (۱)

فرمایا کہ اس کے علاوہ دیگر روایات بھی موجود ہیں اور ہم نے ایک روایت نقل کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے قول وما جعل ادعیاد کم ابناء کم کے ذیل میں اس سورت کے آغاز میں ہے (۲)

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ہم نے اسی مقام پر اس روایت کو نقل کیا ہے کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے عصمت انبیاء کے بارے میں جو روایت بیان فرمائی ہے آپ نے فرمایا لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کا قول: وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کو اس دنیا میں ہونے والی ازواج کے نام بتلا دیے تھے اور یہ بھی بتلا دیا تھا کہ آخرت میں ان کی ازواج کون ہوں گی اور یہ کہ ازواج امہات المومنین ہیں اور ان ازواج میں سے ایک کا نام زینب بنت جحش ہے اور وہ ان دنوں زید بن حارثہ کی بیوی تھیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام اپنے دل میں چھپا لیا اور اسے ظاہر نہیں کیا کہ کہیں منافقین یہ نہ کہنے لگیں کہ یہ اس عورت کا نام لے رہے ہیں جو کسی شخص کے گھر میں ہے کہ وہ عورت ان کی بیویوں میں سے ایک ہے جو امہات المومنین ہیں۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منافقین کی باتوں سے ڈرے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ یعنی اللہ زیادہ حق دار ہے کہ تم اپنے نفس میں اللہ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے کسی کے عقد نکاح کی ذمہ داری نہیں لی سوائے حوّا کی تزویج حضرت آدم علیہ السلام اور زینب کی تزویج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ کے اس قول کی بنیاد پر ''فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا'' اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کی شادی حضرت علی علیہ السلام سے۔ (۳)

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ -

یہی اللہ کی سنت ان انبیاء کے معاملے میں رہی ہے جو پہلے گزر چکے ہیں

اور یہ ان سے کسی قسم کی تنگی کی نفی کرتا ہے ان چیزوں کے معاملے میں جو انبیاء پر مباح کر دی گئی ہیں۔

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَۨا -

اور اللہ کا حکم ایک طے شدہ فیصلہ ہوتا ہے

۳۹ -الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ - جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں

وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ۭ -

اور اُسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے نہیں ڈرتے

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۹۴ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۷۲

(۳) عیون اخبار الرّضا ج ۱ ص ۱۹۴-۱۹۵ ح ۱ باب ۱۴

وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا-

اور محاسبے کے لیے اللہ کافی ہے

لہٰذا لازم ہے کہ سوائے اس کے کسی اور سے نہ ڈرا جائے۔

۴۰ -مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ -

محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں

فی نفسہ کہ ان مردوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان باپ بیٹے کا رشتہ قائم ہوجائے تا کہ مُصَاهَرَت (داماد یا بہنوئی کا رشتہ) حرام ہو جائے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ آیت زید بن حارثہ کے بارے میں نازل ہوئی قریش نے کہا جب ہم ایک دوسرے کو بیٹا بناتے ہیں تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں شرم دلاتے ہیں جب کہ انھوں نے خود زید کو بیٹا بنا لیا ہے۔[۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اس حکم کا عمومی ہونا آنحضرت کا ابوالقاسم ابوالطیب ابوالطاہر اور ابوابراہیم ہونے کی نفی نہیں کرتا اس لیے کہ وہ لوگ رِجال کی عمر تک نہیں پہنچے اور اگر وہ اس عمر کو پہنچ بھی جاتے تو رِجال رسول کہلاتے ان کے رجال نہیں اسی طرح آنحضرت کا ائمہ معصومین کے والد ہونے کے رشتے پر کوئی فرق نہیں پڑتا اس لیے کہ ائمہ رِجالِ پیغمبر ہیں لوگوں کے رِجال نہیں ہیں حال آں کہ اُن کا دوسرے لوگوں سے قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہ بات ثابت ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حَسَن علیہ السلام کے لیے فرمایا: اِنَّ ابنِي هٰذَا سَيِّدٌ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے لیے یہ بھی فرمایا: اِبْنَایَ هٰذَانِ امامانِ قاما اوقعدا میرے یہ دونوں بیٹے امام ہیں خواہ کھڑے رہیں یا بیٹھ جائیں۔[۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں امامت کے لیے کھڑے ہوں یا امامت سے بیٹھ جائیں جنگ کریں یا صلح کرلیں۔

اور فرمایا کہ ہر بیٹی کی اولاد اپنے والد کی طرف منسوب ہوتی ہے سوائے اولادِ فاطمہ علیہا السلام کے اس لیے کہ میں ان کا باپ ہوں۔[۳]

اور سورۃ النساء کی آیت ۲۳ کے ذیل میں اور سورۃ انعام کی آیت ۸۵ کے تحت گزر چکا ہے کہ امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں۔

وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ -

اور لیکن اللہ کے رسول ہیں

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۴ (۲) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۶۰

(۳) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۶۱

اور ہر رسول اپنی اُمّت کا باپ ہوتا ہے مطلقاً نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ شفیق ہے انھیں نصیحت کرنے والا ہے ان کے لیے اس کی توقیر اور اطاعت واجب ہے اور زید اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی پیدائشی رشتہ نہیں ہے جو ''مُصَاهَرت'' (داماد یا بہنوئی کا رشتہ) وغیرہ کو حرام کر دے۔

وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ –

اور خاتم النبیین ہیں۔

اور ان انبیاء میں آخری نبی ہیں جن پر نبوت ختم ہوگئی یا انبیاء پر ان کے ذریعے مہر لگائی گئی۔

کتاب مناقب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَنَا خَاتم الانبیاءِ وَاَنْتَ یَاعَلِی خاتم الاولیاء میں انبیاء کا خاتم (آخری) ہوں اور اے علیؑ تم اولیاء کے خاتم ہو۔

اور امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہزار نبیوں کے خاتم ہیں اور میں ہزار اوصیاء کا خاتم ہوں اور مجھے جن امور پر مکلّف بنایا گیا ہے ان اوصیاء کو اُن امور کا مکلّف نہیں بنایا گیا تھا۔[۱]

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا –

اور اللہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے

وہ جانتا ہے کہ کون اس کا اہل ہے کہ اس پر نبوت کو ختم کیا جائے اور اس کی شان کیسی ہونی چاہیے۔

---

(۱) مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۲۶۱

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۙ﴿۴۱﴾
وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۴۲﴾
هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ
وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾
تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾
يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ﴿۴۵﴾
وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾
وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾

۴۱-اے ایمان والوتم اللہ کا کثرت سے ذکر کیا کرو

۴۲-اور صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو

۴۳-وہی تو ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تا کہ تمھیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے اور وہ مومنوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا ہے۔

۴۴- جس دن وہ اس کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے ان کی مدارات سلامتی ہوگی اور اُن کے لیے نہایت پسندیدہ اجر فراہم کر رکھا ہے۔

۴۵-اے نبی بے شک ہم نے ہی آپ کو شاہد (گواہ) خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا

۴۶-اور اذن خدا سے اللہ کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

۴۷-اور اے نبی آپ مومنین کو بشارت دے دیں کہ اُن کے لیے اللہ کی طرف سے بڑا فضل وکرم ہے۔

۴۱-يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا-

اے ایمان والوتم اللہ کا کثرت سے ذکر کیا کرو

غالب اوقات میں اور عام طور سے ان تمام طریقوں یعنی تقدیس وتمجید اور تہلیل وتحمید سے وہ جس کا مستحق اور سزاوار ہے۔

نوٹ: تقدیس کے معنیٰ ہیں پاکیزگی بیان کرنا اور عیسائی کا عشائے ربّانی ادا کرنا اور بیت المقدس کو جانا۔

تمجید بزرگی اور خوبیاں بیان کرنا، تعظیم کرنا
تہلیل اللہ کا ذکر کرنا لاالٰہ الاّ اللہ کہنا
تحمید حمد وثنائے خداوندی بیان کرنا الحمدللہ کہنا

۴۲-وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا-
اور صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو

دن کے آغاز میں اور دن کے آخری حصے میں خصوصی طور سے اس لیے کہ یہ اوقات تمام اوقات میں سب سے بہتر اور افضل ہیں یہ دونوں اوقات دیکھے جاسکتے ہیں کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہر شے کی ایک حد ہوتی ہے جس پر وہ شے منتہی ہوتی ہے سوائے ذکر کے اس لیے کہ کوئی حد نہیں ہے جہاں پر وہ جاکر ختم ہو جائے اللہ تعالیٰ نے فرائض کو فرض قرار دیا ہے جس نے انھیں ادا کردیا وہی اُن کی حد ہے اور ماہِ رمضان جس نے اس کا روزہ رکھا وہی اس کی حد ہے رہا حج تو جس نے حج ادا کر دیا وہی اس کی حد ہے سوائے ذکر کے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ذکرِ قلیل سے راضی نہیں ہوتا اور نہ ہی اُس نے ذکر کے لیے کوئی حد متعین کی ہے جہاں پر پہنچ کر وہ منتہی ہو جائے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کے لیے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے جس تک اسے منتہی کیا جائے۔ [۱]

اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہمارے شیعہ وہ ہیں کہ جب وہ تنہائی میں ہوتے ہیں تو اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرتے ہیں۔ [۲]

اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ تسبیح فاطمۃ الزہرا بھی اسی ذکر کثیر میں سے ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا [۳]

اور روایات ذکر کثیر کے بارے میں حدوحساب سے باہر ہیں۔ [۴]

۴۳-هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ-
وہی تو ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور رحمت نازل فرماتا ہے

وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ-
اور اس کے فرشتے تمھارے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں اور ان چیزوں کا اہتمام کرتے ہیں جو تمھارے لیے درست اور موزوں ہوں۔

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۴۹۸ ح ۱
(۲) الکافی ج ۲ ص ۴۹۹ ح ۲
(۳) الکافی ج ۲ ص ۵۰۰ ح ۴
(۴) الکافی ج ۲ ص ۴۹۸۔ ۵۰۲

لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ -

تا کہ تمھیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے

کفر و مَعاصی (نافرمانیاں) کے اندھیروں سے ایمان اور اطاعت کے نور کی طرف لے جائے

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا -

اور وہ مومنوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا ہے

اس طرح کہ ان کے امر کی درستی پر توجہ مبذول کرتا ہے اور ان کی قدر و منزلت کی بلندی چاہتا ہے اور اس کے لیے ملائکہ مقربین سے کام لیتا ہے

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص محمدؐ و آل محمدؐ پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے تو اللہ اور اس کے فرشتے اس پر سو مرتبہ درود بھیجتے ہیں اور جو شخص محمدؐ و آل محمدؐ پر سو مرتبہ درود بھیجتا ہے تو اللہ اور اس کے فرشتے ہزار مرتبہ اس پر درود بھیجتے ہیں کیا تم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا: هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ [1] [2]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے فرمایا کہ فرشتوں نے مجھ پر اور علیؑ پر سات سال درود بھیجا اور اس دوران میرے اور علیؑ کے علاوہ کسی اور پر درود نہیں بھیجا گیا۔ [3]

۴۴ - تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ

جس دن وہ اس کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے ان کی مدارات سلامتی ہوگی

کہا گیا ہے کہ یہ مصدر کی وضاحت مفعول کی طرف ہے یعنی جس دن وہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو انھیں ہر ناپسندیدہ بات اور آفت سے سلامتی کا تحفہ دیا جائے گا یعنی ان کے لیے سلامتی ہوگی۔

کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ لقاء سے مراد دوبارہ زندہ کیا جانا ہے سمجھ لو کہ کتاب خُدا میں جہاں جہاں لقاء کا ذکر ہے اس سے مراد ''بعث'' (دوبارہ زندہ کیا جانا) ہے اور اسی ذیل میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول آتا ہے ''تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ'' یعنی کہ جب انھیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو ان کے دل سے

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۴۹۳۔ ۴۹۴ ح ۱۴ (۲) علامہ مجلسی نے اپنی کتاب مراۃ العقول ج ۱۲ ص ۱۰۰ پر اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے عامّہ نے اسے روایت کیا ہے ابی طلحہ سے انھوں نے کہا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے اس دن سے زیادہ انھیں کبھی خوش نہیں پایا اور نہ ہی خوش مزاج میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آج سے زیادہ کبھی بھی آپ کو اتنا خوش و خرم اور خوش مزاج نہیں دیکھا کیا بات ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے اس بات سے کون سی چیز مانع ہوگی ابھی ابھی جبرئیل امینؑ میرے پاس سے تشریف لے گئے ہیں اور انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو بھی آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا تو میں اس پر دس بار درود بھیجوں گا اور اس کی دس بُرائیاں مٹا دوں گا اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دوں گا اور یہ سب سے کم مرتبہ ہے ''وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ'' اللہ جس کے لیے چاہے بڑھا بھی سکتا ہے۔

(۳) تفسیر نور الثقلین ج ۴ ص ۳۰۲ ح ۲۲۳ نقل از مجمع البیان تفسیر البرہان ج ۳ ص ۳۳۷ ح ۲۴۔ ۲۵

ایمان زائل نہیں ہوگا۔ (۱)

وَ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا

اور ان کے لیے نہایت پسندیدہ اجر فراہم کر رکھا ہے

یعنی جنت ان کے لیے مہیّا ہے

۴۵-يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا-

اے نبی بے شک ہم نے ہی آپ کو شاہد (گواہ) خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

ہم نے آپ کو جن لوگوں پر مبعوث کیا ہے ان کی تصدیق، ان کی تکذیب (جھٹلانا) ان کی نجات اور ان کی گمراہی پر آپ کو گواہ بنایا ہے۔

۴۶-وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ-

اور اذن خدا سے اللہ کی طرف بلانے والا (بنایا ہے)

کتاب علل الشرائع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے یہودیوں کے جواب میں کہا جب انھوں نے سوال کیا کہ کس وجہ سے آپ کا نام محمد، احمد، ابوالقاسم بشیر، نذیر اور داعی رکھا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرا نام ''داعی'' اس لیے ہے کہ میں لوگوں کو اپنے رب کے دین کی طرف دعوت دیتا ہوں، میرا نام ''نذیر'' اس لیے ہے کہ جو میری نافرمانی کرتا ہے میں اسے آتش جہنم سے ڈراتا ہوں جہاں تک ''بشیر'' کا تعلق ہے تو جو میری اطاعت کرتا ہے میں اسے جنت کی خوش خبری سناتا ہوں۔ (۲)

وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا-

اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے

جس کی روشنی میں جہالت کے اندھیروں کو ختم کیا جاسکتا ہے اور ان کے نور سے بصیرتوں کے انوار حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

۴۷-وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا

آپ مومنین کو بشارت دے دیں کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بڑا فضل و کرم ہے۔

دیگر امتوں کے مقابلے میں یا ان کے اعمال کا اجر دیتے وقت۔

---

(۱) التوحید ص ۲۶۷ ح ۵ باب ۳۶ (۲) علل الشرائع ص ۱۲۶۔۱۲۷ ح ۱ باب ۱۰۶

وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَ بَنٰتِ عَمِّكَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَ بَنٰتِ خَالِكَ وَ بَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾

---

۴۸ - اور اے نبی آپ کافروں اور منافقوں کی بات تسلیم نہ کریں اور اُن کی ایذا رسائی کی کوئی پروا نہ کریں اللہ پر بھروسہ رکھیے اور اللہ ہی بطور کارساز کافی ہے۔

۴۹ - اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انھیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو تمھاری طرف سے ان کے لیے کوئی عدّت لازم نہیں ہے جس کے پورے ہونے کا تم مطالبہ کرو لہٰذا انھیں کچھ دے دلا کر شائستہ طریقے سے رخصت کرو۔

۵۰ - اے نبی ہم نے آپ کے لیے ان ازواج کو حلال کر دیا ہے جن کے مہر آپ نے ادا کیے ہیں اور وہ عورتیں جو اللہ کی عطا کردہ لونڈیوں میں سے آپ کی ملکیت میں آئیں اور آپ کی چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بہنیں جنھوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔ اور وہ مومنہ (عورت) جو خود کو نبی کے لیے ہبہ کر دے اگر نبی اسے اپنے نکاح میں لینا چاہیں یہ رعایت صرف آپ کے لیے ہے دوسرے مومنوں کے لیے نہیں ہے۔ ہم کو معلوم ہے کہ عام مومنوں پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے

بارے میں ہم نے کیا فریضہ عائد کیا ہے تا کہ آپ پر کسی قسم کی تنگی باقی نہ رہے اللہ بخشنے والا اور مشفق و مہربان ہے۔

---

۴۸ – وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ –

اور اے نبی آپ کافروں اور منافقوں کی بات تسلیم نہ کریں

وَدَعْ اَذٰىهُمْ –

اور اُن کی ایذا رسائی کی کوئی پروا نہ کریں

کہ وہ آپ کو اذیت پہنچائیں یا آپ کی وجہ سے انھیں اذیت پہنچے

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ –

اور آپ اللہ پر بھروسا رکھیے وہ ان لوگوں سے آپ کے لیے کافی ہوگا

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا –

اور اللہ ہی بطورِ کارساز کافی ہے

ہر حال میں اسی کی طرف امر کو سپرد کیا جاتا ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ آیت مکۂ مکرمہ میں ہجرت سے پانچ سال پہلے نازل ہوئی یہ دلیل ہے تالیف (باہمی الفت ڈالنا) کے خلاف [۱]

۴۹ – يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ

اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انھیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو

تَمَسُّوْهُنَّ کے معنیٰ ہیں ہم بستری کرنا

فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ –

تو تمھاری طرف سے اُن کے لیے کوئی عدّت لازم نہیں ہے

یعنی وہ ایّام جب خواتین اپنے بارے میں انتظار کرتی ہیں۔

تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ –

جن کے پورے ہونے کا تم مطالبہ کرو

فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا –

لہٰذا انھیں کچھ دے دلا کر شائستہ طریقے سے رخصت کرو

کسی قسم کا نقصان پہنچائے بغیر اور حق کو روکے بغیر

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۴

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں مروی ہے جس نے دُخول (ہم بستری) سے قبل اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے آدھا مہر دینا ہوگا اگر کوئی مہر مقرر کیا گیا تھا اور اگر کسی شے کا تعین نہیں کیا گیا تھا تو اس جیسی عورتوں کو جس طرح فائدہ پہنچایا جاتا ہے وہ اسے بھی ویسا ہی فائدہ پہنچائے گا۔(۱)

کتاب فقیہ اور تہذیب میں امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے فرمایا ''متعوھُن'' سے مراد ہے کہ تم جو بھی نیکی کرنے پر قدرت رکھتے ہو وہ ان تک لے جاؤ اس لیے کہ وہ واپس جارہی ہیں سخت رنج اور وحشت کے ساتھ جو عظیم ہے اور ان کے ساتھ دشمنوں کی شماتت (دوسرے کی مصیبت پر خوش ہونا) بھی ہے۔ اللہ کریم ہے وہ حیا کرتا ہے اور حیا کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے تم لوگوں میں سب سے زیادہ مکرّم وہ ہے جو اپنی ازواج کے ساتھ تکریم کا معاملہ رکھتا ہے۔(۲)

اور مکمل کلام سورۂ بقرہ کی آیت نمبر: ۲۳۷ کے ذیل میں بیان کیا جاچکا ہے۔

۵۰ - يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ -

اے نبی ہم نے آپ کے لیے ان ازواج کو حلال کر دیا ہے جن کے مہر آپ نے ادا کر دیے ہیں

اُجُوْرَهُنَّ سے مراد ''مُهُوْرَهُنَّ'' اُن کے مہر ہیں اس لیے کہ مہر درحقیقت جماع کرنے کا اَجر ہے

وَ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ -

اور وہ عورتیں جو اللہ کی عطا کردہ لونڈیوں میں سے آپ کی ملکیت ہیں

یعنی جو جنگ کے موقع پر قید ہو کر آئی ہیں

وَ بَنٰتِ عَمِّكَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَ بَنٰتِ خَالِكَ وَ بَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ -

اور آپ کی چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بہنیں جنھوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ -

اور وہ مومنہ (عورت) جو خود کو نبی کے لیے ھبہ کردے اگر نبی اسے اپنے نکاح میں لینا چاہیں

خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ -

(اے نبی) یہ رعایت صرف آپ کے لیے ہے دوسرے مومنوں کے لیے نہیں ہے کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ قبیلۂ انصار کی ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حفصہؓ کے گھر میں تھے عورت بہترین لباس زیب تن کیے ہوئے اپنی زلفوں کو

---

(۱) الکافی ج ۶ ص ۱۰۸ ح ۱

(۲) من لایحضرہ الفقیہ ج ۳ ص ۳۲۷ ح ۱۵۸۰/۲ باب ۱۵۹ وتہذیب الاحکام ج ۸ ص ۱۴۱ ح ۴۸۸ باب ۶

سنوارے ہوئے بن ٹھن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی تھی اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورت کبھی شوہر کے لیے پیغام نکاح نہیں دیتی لیکن میں ایک رانڈ (بیوہ) ہوں میرا شوہر نہیں ہے اور اس کو ایک عرصہ گزر گیا اور میں لاولد ہوں کیا آپ کو میری ضرورت ہے؟ میں خود آپ کو ہبہ کرتی ہوں اگر آپ قبول کر لیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا تمھارا بھلا ہو اور اسے دعا دی پھر آپ نے فرمایا کہ انصار کی بہن اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے تمھیں جزائے خیر عطا کرے تمھارے مردوں نے میری مدد اور تمھاری خواتین میری طرف مائل ہیں تو حضرت حفصہؓ نے کہا اے عورت تیری شرم کتنی کم ہے اور مردوں کی طرف کیسی رغبت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے حفصہ اس عورت پر طعنہ زنی سے باز رہو یہ تم سے بہتر ہے وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مائل ہوئی تو تم ملامت کر رہی ہو اور عیب نکال رہی ہو پھر آپ نے عورت سے کہا واپس چلی جا اللہ تجھ پر اپنی رحمت نازل کرے، اس رغبت کے سبب اور محبت و سرور کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تجھ پر جنت کو واجب و لازم کر دیا ہے اور انشاء اللہ میرا حکم تجھ تک پہنچے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً'' فرمایا اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا کہ کوئی عورت خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہبہ کر دے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ یہ کسی اور کے لیے جائز نہ تھا۔ ۱

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ انصار کی ایک عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور وہ بن سنور اور سج دھج کر آئی تھی اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ کو میری ضرورت ہے میں خود کو آپ کو ہبہ کرتی ہوں تو حضرت عائشہ نے اس سے کہا اللہ تیرا بُرا کرے تجھے مردوں سے کتنی رغبت ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ چپ رہو یہ رسول اللہ کی طرف راغب ہوئی ہے جب کہ تم نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی ہے پھر فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے اور اے گروہ انصار اللہ تم پر اپنی رحمتیں نازل کرے تمھارے مرد میری مدد و نصرت کرتے ہیں اور تمھاری عورتیں میری جانب مائل ہوتی ہیں۔ اے خاتون تو واپس چلی جا اللہ تجھ پر رحمت نازل فرمائے۔ مجھے امر خداوندی کا انتظار ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً'' ہبہ کرنا سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی اور کے لیے روا، نہ تھا۔ ۲

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہا گیا کہ اس عورت نے جب خود کو نبی کی خدمت میں ہبہ کیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا عورتوں کو کیا ہو گیا ہے اپنے آپ کو بغیر مہر کے سپرد کر رہی ہیں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عائشہ نے فرمایا یہ دیکھ رہی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کتنی جلدی آپ کی خواہش کی تکمیل کر رہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم اللہ کی اطاعت کرنے لگو تو وہ تمھاری خواہش بھی اتنی ہی جلدی پوری کر دے گا۔ ۳

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پندرہ عورتوں سے شادی

---

(۱) الکافی ج ۵ ص ۵۶۸ ح ۵۳ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۵ (۳) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۶۵

کی تھی لیکن تیرہ ان کی باقاعدہ زوجیت میں تھیں اور جب آنحضرت دنیا سے تشریف لے گئے تو اس وقت ان کی نو بیویاں زندہ تھیں جن دو ازواج سے مباشرت نہیں کی وہ عمرہ (عمرہ بنت یزید الغفاریہ) اور شنبا (اسماء بنت الصّلت) تھیں لیکن وہ تیرہ ۱۳ ازواج جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مباشرت کی ان میں سب سے اول حضرت خدیجہ بنت خویلد پھر سودہ بن زمعہ پھر اُم سلمہ اور ان کا نام ہند بنت ابی امیّہ تھا پھر امّ عبداللہ پھر عائشہ بنت ابی بکرؓ پھر حفصہ بنتِ عمرؓ پھر زینب بنت خزیمہ بن الحارث اُم المساکین، پھر زینب بنت الجحش پھر امّ حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان پھر میمونہ بنت الحارث پھر زینب بنت عمیس پھر جویریہ بنت الحارث پھر صفیہ بنت حیّ بن اخطب اور جس نے اپنے آپ کو نبی کو ہبہ کیا تھا وہ خویلد بنت حکیم السلّمی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو کنیزیں ماریہ قبطیہ اور ریحانہ خندقیہ تھیں جنھیں وہ اپنی ازواج کے ساتھ تقسیم کرتے رہتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت جو نو ازواج موجود تھیں وہ یہ ہیں۔ حضرت عائشہ، حفصہ، ام سلمہ، زینب بنت جحش، میمونہ بنت الحارث، امّ حبیبہ بنت ابی سفیان، صفیہ، جویریہ، سودہ اور ان ازواج میں سب سے افضل حضرت خدیجہ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھیں پھر ام سلمہ پھر میمونہ۔[1]

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ -

اور ہم کو معلوم ہے کہ عام مومنوں پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں ہم نے کیا فریضہ عائد کیا ہے۔

یعنی کون کون سی شرطیں عائد ہیں مثلاً عام مومنین ایک وقت میں صرف چار شادیاں کر سکتے ہیں

وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ یہ جملہ معترضہ ہے اللہ تعالیٰ کے قول

لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ من حرج اور اللہ کے قول خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ کے درمیان

لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ -

تا کہ آپ پر کسی قسم کی تنگی باقی نہ رہے

یعنی ان عورتوں کا خاص طور سے اے نبی آپ کے لیے حلال کیا جانا کچھ مقاصد رکھتا ہے جس کا تقاضا ہے کہ اس میں وسعت دی جائے

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا -

اور اللہ بخشنے والا اور نہایت مشفق و مہربان ہے

اللہ ان تمام باتوں کو معاف کر دے گا جن سے بچنا اور محفوظ رہنا مشکل اور دشوار ہو اور مشفق و مہربان ہے تنگی کے مقامات میں وسعت عطا کر کے

---

(۱) الخصال ص ۴۱۹ ح ۱۳ باب ۹

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَ لَا یَحْزَنَّ وَیَرْضَیْنَ بِمَاۤ اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا ﴿۵۱﴾

لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَ لَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا ﴿۵۲﴾ ع ۶/۱۲/۳

۵۱-اے نبی آپ کو اختیار ہے ان میں سے جس کو چاہیں خود سے الگ رکھیں اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں اور جن سے آپ نے کنارہ کشی اختیار کر رکھی تھی اگر انھیں اپنے پاس بلالیں تو اس میں آپ پر کوئی مضائقہ نہیں اس طرح یہ توقع کی جاتی ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ غمگین نہ ہوں گی اور آپ انھیں جو بھی دیں گے وہ اس پر راضی رہیں گی اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم لوگوں کے دلوں میں ہے اور اللہ علیم وحلیم ہے۔

۵۲-اس کے بعد آپ کے لیے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ ہی اس کی اجازت ہے کہ ان کی جگہ دوسری بیویاں تبدیل کر لیں خواہ اُن کا حسن آپ کو کتنا ہی اچھا لگے سوائے ان لونڈیوں کے جو آپ کی ملکیت میں ہوں اور اللہ ہر شے پر نگران ہے۔

۵۱-تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ-

اے نبی آپ کو اختیار ہے ان میں سے جس زوجہ کو چاہیں خود سے الگ رکھیں اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں۔

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ جس بیوی کو چاہیں خود سے دور رکھیں، نکاح نہ کریں یا اسے طلاق دے دیں

وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ اور جسے چاہیں اپنے قریب جگہ دیں اور تعلق قائم رکھیں

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے اور مجمع البیان میں صادقین علیہما السلام سے مروی ہے کہ جس نے پناہ دی تو گویا کہ اس نے نکاح کر لیا اور جس نے الگ رکھا تو گویا کہ اس نے نکاح نہیں کیا۔(۱)

اور ایک روایت میں تفسیر قمی میں ہے کہ جس نے دور رکھا تو گویا کہ اس نے طلاق دے دی جیسا کہ

(۱) الکافی ج ۵ ص ۳۸۸-۴۸۸ ح ۱ و مجمع البیان ج ۸ ص ۳۶۷

گزر چکا ہے۔[۱]

وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ - اور جس سے آپ نے کنارہ کشی اختیار کر رکھی تھی اگر انھیں اپنے پاس بلالیں تو اس میں آپ پر کوئی مضائقہ نہیں۔

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ -

اس طرح یہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ غمگین نہ ہوں گی

وَيَرْضَيْنَ بِمَاۤ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ - اور آپ انھیں جو بھی دیں گے وہ اس پر راضی رہیں گی۔

یہ بات آپ کی مرضی کے سپرد کی گئی ہے جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک سے زیادہ قریب ہے اور ان کے قلتِ حزن کا باعث ہے اور اُن سب کی رضا مندی کا سبب ہے اس لیے اس معاملے میں ان سب کا حکم ایک جیسا ہے پھر آپ ان کے درمیان مساوی سلوک کریں گے اور سخاوت کا مظاہرہ کریں گے تو یہ آپ کی طرف سے ان پر فضل و کرم ہوگا اور اگر ان میں سے بعض کو ترجیح دیں گے تو انھیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ حکم خداوندی کی بنیاد پر ہے تو اس طرح اُن کے نفوس مطمئن ہو جائیں گے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ - اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم لوگوں کے دلوں میں ہے

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا - اور اللہ دلوں کے راز سے واقف ہے

حَلِيْمًا - وہ بردبار ہے وہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا لہٰذا حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

۵۲-لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ - اس کے بعد آپ کے لیے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں

وَلَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ -

اور نہ ہی اس کی اجازت ہے کہ ان کی جگہ دوسری بیویاں تبدیل کرلیں خواہ ان کا حسن آپ کو کتنا ہی اچھا لگے سوائے ان لونڈیوں کے جو آپ کی ملکیت میں ہوں۔

مِنْ اَزْوَاجٍ میں ''مِنْ'' زائد ہے استغراق کی تاکید کے لیے

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا -

اور اللہ ہر شے پر نگران اور نگہبان ہے

کیا گیا ہے کہ مفہوم یہ ہے کہ جس قسم کی عورتوں کو آپ کے لیے حلال قرار دیا گیا تھا ایسی عورتوں سے اس کے بعد شادی کی اجازت نہیں ہے اور نہ ہی اس بات کی رخصت ہے کہ دوسری اقسام میں سے آپ اپنی بیویوں کو کسی سے تبدیل کرلیں۔[۲]

اور کہا گیا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ نے جن عورتوں کو اختیار کر لیا ہے ان کے بعد دوسری

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۹۲ (۲) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۵۰ وتفسیر ابی السّعود ج ۷ ص ۱۱۱ وتفسیر کشاف ج ۳ ص ۵۵۳

عورتیں آپ کے لیے حلال نہیں ہیں اور یہ نو بیویاں ہیں ان بیویوں کو یہ بدلہ دیا گیا ہے اس لیے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند کیا تھا۔ ۱

کتاب کافی میں اس آیت کے ذیل میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اے نبی آپ پر ان عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت

''حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ'' (النساء: ۲۳) میں جنھیں حرام قرار دیا ہے اور اگر معاملہ وہ ہوتا جیسا کہ لوگ کہہ رہے ہیں تو تم لوگوں کے لیے وہ سب حلال ہو جاتا جو نبی کے لیے حلال نہیں ہے اس لیے کہ تم میں سے کوئی بھی اپنی بیوی کو جب چاہے تبدیل کرسکتا ہے لیکن امر ویسا نہیں ہے جیسا کہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے حلال کر دیا تھا سورۂ نساء کی اِس آیت میں جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام تھا نبی جب چاہیں ان سے نکاح کر سکتے ہیں۔ ۲

اور ایسی ہی روایت امام صادق علیہ السلام سے مختلف روایات میں وارد ہوتی ہے ان میں سے بعض میں یہ ہے میں تمھیں دیکھ رہا ہوں اور تم یہ سمجھ رہے ہو کہ کیا تم لوگوں لیے وہ حلال ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حلال نہیں ہے؟ ۳

اور بعض مقامات پر آل محمد علیہم السلام کی احادیث لوگوں کی احادیث سے مختلف ہیں۔ ۴

تفسیر قمّی میں ہے کہ سورۂ النساء میں جن عورتوں سے نکاح کو حرام قرار دیا گیا ہے آپ کے لیے اس کے بعد نکاح کی اجازت نہیں ہے اور اللہ کا قول: وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ (اور نہ ہی اس کی اجازت ہے کہ آپ ان کی جگہ دوسری بیویاں تبدیل کریں۔ یہ عطف ہے زید کی بیوی کے قصّے پر خواہ وہ آپ کو کتنی ہی اچھی لگی یعنی آپ کے لیے جائز نہیں ہے کہ آپ کسی کی بیوی سے تعرّض کریں کہ وہ اسے طلاق دے دے اور آپ اس سے شادی کرلیں آپ آیندہ اس کے بعد یہ کام نہ کیجیے گا۔ ۵

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں یہ روایات جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں اور جیسا کہ قمّی نے کہا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں فہم وفراست کی دولت سے نوازے کہ ہم انھیں سمجھ سکیں۔

اور کہا گیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اللہ تعالیٰ کے قول سے اگرچہ یہ آیت قرأت کے اعتبار سے پہلے ہے لیکن نزول کے اعتبار سے بعد میں ہے۔ ۶

---

(۱) تفسیر ابی السعود ج ۷ ص ۱۱۱ (۲) الکافی ج ۵ ص ۳۸۹ ح ۴ (۳) الکافی ج ۵ ص ۳۸۹ ح ۲
(۴) الکافی ج ۵ ص ۳۹۱ ح ۸ (۵) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۷۵ (۶) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۵۰

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَ اللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾

اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَ لَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

---

۵۳ - اے ایمان والو! تم نبی کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کی اجازت دی جائے اور اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے لیکن جب تمھیں مدعو کیا جائے تو ضرور جاؤ اور جب کھانا کھا لو تو منتشر ہو جاؤ باتیں کرنے میں نہ لگے رہو تمھاری یہ حرکتیں نبی کے لیے اذیت کا باعث ہوتی ہیں مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے لیکن اللہ حق بات کہنے میں نہیں شرماتا اور تمھیں اگر نبی کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو یہ تمھارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لیے زیادہ احسن طریقہ ہے اور تمھارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم رسول اللہ کو اذیت پہنچاؤ اور نہ ہی یہ کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔

۵۴ - خواہ تم کسی بات کو ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ کو تو ہر بات کا بخوبی علم ہے۔

۵۵ - ازواج نبی کے لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ ان کے باپ داداؤں کے بارے میں ان کے بیٹوں پوتوں کے بارے میں اور نہ ان کے بھتیجوں اور نہ ان کے بھانجوں اور نہ اپنی قوم کی عورتوں اور نہ ہی

اپنی مملوکہ کنیزوں کے بارے میں اور اللہ سے ڈرتی رہو یقیناً اللہ ہر چیز پر شاہد اور نگہبان ہے۔

۵۳ - یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ -

اے ایمان والو! تم نبی کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کی اجازت مل جائے۔

تمھیں کھانا کھانے کے لیے بلایا جائے

غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ ۙ -

اور اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے

یعنی اس کے وقت کا انتظار کیے بغیر یا کھانے کے برتنوں کی طرف دیکھے بغیر

وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا -

لیکن جب تمھیں مدعو کیا جائے تو ضرور جاؤ اور جب کھانا کھا لو تو منتشر ہو جاؤ

الگ الگ ہو جاؤ اور وہاں پر نہ ٹھہرو

وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ؕ -

باتیں کرنے میں نہ لگے رہو

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ -

تمھاری یہ حرکتیں نبی کے لیے اذیت کا باعث ہوتی ہیں گھر کے تنگ ہونے کی وجہ سے اور اہل وعیال کے سبب اور لوگوں کے لا یعنی کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے

فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ ۫ -

مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے

تمھارے نکالنے پر انھیں شرم محسوس ہوتی ہے اس لیے وہ زبان سے کچھ نہیں کہتے

وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ -

لیکن اللہ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا

وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ -

اور تمھیں نبی کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب زینب بنت جحش سے تزویج کی اور وہ زینب کو بہت چاہتے تھے تو آپ نے ولیمہ کیا اور اپنے اصحاب کو دعوت دی اصحاب کھانا کھانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے کے خواہش مند تھے اور آنحضرت یہ چاہتے کہ انھیں زینب کے ساتھ تخلیہ ملے تو اس وقت اللہ

تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ سے اللہ کے قول مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ تک اور یہ اس وجہ سے حکم آیا کہ لوگ بغیر اجازت گھروں میں چلے آتے تھے۔(۱)

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے تھے تو اس طرح بیٹھتے تھے کہ جیسے کوئی غلام اپنے مالک کے سامنے بیٹھتا ہے اور کبھی بغیر اجازت کے تشریف نہیں لاتے تھے۔(۲)

ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۔

یہ تمھارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لیے زیادہ احسن طریقہ ہے

شیطانی وسوسوں سے بچانے کا طریقہ

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ۔

اور تمھارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم رسول اللہ کو اذیّت پہنچاؤ اور نہ ہی یہ کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔

یعنی ایسی باتیں نہ کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناپسند ہوں اور ان کی وفات یا ان کی جدائی کے بعد ان کی ازواج سے ہرگز نکاح نہ کرنا

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا۔

یہ اللہ کے نزیک بہت بڑا گناہ ہے

۵۴ – اِنْ تُبْدُوْا شَیْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ ۔

خواہ تم کسی بات کو ظاہر کرو یا چھپاؤ

جیسے ان ازواج کے نکاح کی باتیں اپنی زبان پر لاؤ

یا اسے اپنے دلوں میں چھپاؤ

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔

بے شک اللہ کو تو ہر بات کا بخوبی علم ہے

اللہ اس بارے میں جانتا ہے تمھیں اسی کے مطابق جزا دے گا

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

''اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ''

اور اللہ تعالیٰ نے نبی کی بیویاں مسلمانوں پر حرام کر دیں تو طلحہ بہت غصّے میں آئے اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۵ (۲) علل الشرائع ص ۷ ح ۲ باب ۷

عورتیں ہم پر حرام کر رہے ہیں اور ہماری عورتوں سے شادی رچا رہے ہیں اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مر گئے تو ہم ان کی ازواج سے اسی طرح تعلق قائم کر لیں گے جس طرح انھوں نے ہماری ازواج کے ساتھ کیا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ [1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ یہ حکم ان خواتین کے لیے بھی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کے ساتھ ہم بستری نہیں کی تھی۔

کتاب کافی میں حسن بصری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی عامر بن صعصصہ کی ایک عورت سے شادی کی جسے ''سَنَاۃ'' کہا جاتا تھا جو اپنے زمانے کی حسین وجمیل عورت شمار کی جاتی تھی جب حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے اس کی طرف دیکھا تو کہا کہ یہ عورت اپنے جمال کی وجہ سے ہم پر غلبہ حاصل کر لے گی تو ان دونوں نے اس سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے پس جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی رسول اکرم نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے اَعُوذُ بِاللّٰہ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا اور اسے طلاق دے دی اور اسے اس کے عزیزوں کے پاس بھیج دیا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کندہ بنت ابی الجون کی ایک عورت سے شادی کی تھی۔

جب فرزند رسول ابراہیم (جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے) کا انتقال ہوگیا تو اس کندیہ عورت نے کہا کہ اگر یہ نبی ہوتے تو اُن کے بیٹے کا انتقال نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اس کے اہل وعیال کے ساتھ ملحق کر دیا قبل اس کے کہ اس کے ساتھ ہم بستری کرتے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا اور لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ بنا لیا تو وہ عامریہ اور کندیہ عورتیں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئیں اور دونوں نے منگنی کر لی تھی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ اکٹھے ہوئے اور ان دونوں نے ان عورتوں سے کہا تم دونوں چاہو تو حجاب کو اختیار کر لو اور اگر چاہو تو شادی کر لو انھوں نے شادی کو ترجیح دی اور شادی کر لی تو ان میں سے ایک شخص کو کوڑھ کی بیماری ہوگئی اور دوسرا شخص دیوانہ ہوگیا۔

عمر بن اذینہ کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو زرارہ اور فضیل سے بیان کیا انھوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس چیز سے روکا ہے اس بارے میں نافرمانی کی گئی۔ یہاں تک کہ لوگوں نے نبی کی ازواج سے ان کے جانے کے بعد شادی رچالی اور آپ نے ان دونوں عورتوں عامریہ اور کندیہ کا ذکر کیا پھر فرمایا کہ حضرت محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم سوال کرو گے اس شخص کے بارے میں جس نے کسی عورت سے شادی کی اور ہم بستری سے پہلے اسے طلاق دے دی کیا وہ عورت اس کے بیٹے کے لیے جائز ہوگی تو لوگوں نے کہا نہیں تو سمجھ لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے باپ کی بہ نسبت بہت زیادہ

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۹۵

حُرمت وعظمت کے حامل ہیں۔[۱]

کتاب مناقب میں ہے کہ یہ حکم وصی کے بارے میں بھی جاری رہے گا۔[۲]

کتاب کافی میں ائمہ معصومین کی جانب ایک روایت مرفوع ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں ''وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ (احزاب ۵۳) تو انھوں نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت علیؑ اور ائمہ علیہم السلام کے بارے میں ہے ان لوگوں کی طرح جنھوں نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی تھی جو کچھ ان لوگوں نے کہا تھا اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس سے بری کر دیا تھا۔[۳]

۵۵ - لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ

ازواج نبی کے لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے یہ استثناء ہے ان لوگوں کے لیے جن سے پردہ کرنا واجب نہیں ہے۔

روایت کی گئی ہے کہ جب آیت حجاب نازل ہوئی تو باپ، بیٹوں اور رشتہ داروں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم بھی ان سے پردے کے پیچھے سے بات کیا کریں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[۴]

وَلَا نِسَآئِهِنَّ -

اور نہ ان کے میل جول والی عورتیں جو مومنہ ہوں

وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ -

اور نہ وہ جو ان کے مملوک ہوں

اور مملوک کے بارے میں سورۂ نور کی آیت نمبر ۳۱ کے ذیل میں بیان کیا جاچکا ہے

وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ -

اور تمھیں جو کچھ حکم دیا جاچکا ہے اس بارے میں اللہ سے ڈرتی رہو

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا -

بے شک اللہ ہر چیز پر شاہد اور نگہبان ہے اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے

---

(۱) الکافی ج ۵ ص ۴۲۱ ح ۳
(۲) مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۳۰۵
(۳) الکافی ج ۱ ص ۴۱۴ ح ۹
(۴) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۵۱

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

۵۶– بے شک اللہ اور اس کے تمام فرشتے نبی (اکرم) پر درود بھیجتے رہتے ہیں اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجو اور سلام بھیجو جو سلام بھیجنے کا حق ہے۔

۵۶– اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ –

بے شک اللہ اور اس کے تمام فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا –

اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور سلام بھیجو جو سلام بھیجنے کا حق ہے

کتاب ثواب الاعمال میں امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ صلاۃُ اللہ اور صلاۃ الملائکہ اور صلاۃ المومن کا کیا مفہوم ہے تو آپ نے فرمایا صلاۃ اللہ کے معنی ہیں اللہ کی جانب سے رحمت اور صلاۃ الملائکہ کے معنی ہیں ان کی جانب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تزکیہ (پاک قرار دینا) اور صلاۃ المومنین کا مفہوم ہے ان لوگوں کی جانب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دعا۔[۱]

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے صلاۃ رحمت ہے فرشتوں کی جانب سے تزکیہ ہے اور انسانوں کی جانب سے دعا ہے اور جہاں تک ''سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا'' کا تعلق ہے یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے اسے تسلیم کرلو آپ سے دریافت کیا گیا کہ ہم محمدؐ اور آل محمد علیہم السلام پر کیسے درود بھیجیں تو فرمایا تم کہتے ہو: صَلَواتُ اللهِ وصَلَوَاتُ مِلائِكَتِهٖ وَاَنْبِيَائِهٖ وَرُسُلِه وَجَمِيْعُ خلْقِهٖ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ والسَّلام عَلَيه وعليهم ورحمة اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ اللہ کی صلوات اور فرشتوں کی صلوات اور انبیاء و مرسلین اور تمام مخلوقات کی صلوات محمد و آل محمد پر ہو اور ان پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ دریافت کیا گیا کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ درود پڑھتا ہے اسے کیا ثواب ملتا ہے فرمایا کہ خدا کی قسم وہ گناہوں سے اسی طرح نکل جاتا ہے جیسے اس کی ماں نے اسے اسی دن جنم دیا ہو۔[۲]

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ نبی پر صلوات اللہ کا مفہوم ہے ان کی پاکیزگی بیان کرنا اور ان کی توصیف کرنا اور صلاۃ الملائکہ کا مطلب ہے ان کی مدح سرائی کرنا اور صلاۃ الناس کے معنیٰ ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان کی دُعا ان کی تصدیق اور ان کے فضل کا اقرار اور اللہ کے قول ''سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا'' سے مراد ہے کہ نبی کی بات کو ولایت کے بارے میں اور وہ جو کچھ لے کر آئے ہیں اُسے تسلیم کرو۔[۳]

(۱) ثواب الاعمال ص ۱۵۶ ح ۱ (۲) لعانی الاخبار ص ۳۶۷ ح ۱ (۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص

کتاب محاسن میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ان کی مدح وثنا کرو اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کردو۔[۱]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے مامون کے ساتھ نشست میں فرمایا ان میں سے جو معاندین (دشمنی رکھنے والے۔سخت مخالف) ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے جان لیا کہ آپ پر تسلیم کس طرح ہو یہ بتلایئے کہ آپ پر ''صلاۃ'' کس طرح ہو فرمایا تم کہتے ہو: اللّٰھُمَّ صل علی محمد وآل محمد کما صلیت وبارکت علی ابراھیم وآل ابراھیم انك حمید مجید اے لوگو کیا تمھارے درمیان اس میں کوئی اختلاف ہے انھوں نے کہا نہیں مامون نے کہا یہ وہ ہے جس میں درحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے کیا آپ کے پاس آل کے بارے میں قرآن میں اس سے زیادہ واضح شے موجود ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں موجود ہے ذرا مجھے بتلاؤ اللہ تعالیٰ کے قول: یٰسٓ ۚ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۙ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۙ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ؕ کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''یٰسٓ'' سے کون مراد ہے۔علماء نے کہا ہے ''یٰسٓ'' سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اس بارے میں کسی نے شک نہیں کیا امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ وآل محمدؐ کو ایسا فضل عطا کیا ہے کہ کوئی بھی ان کے وصف کی حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا مگر وہ جو اس کو سمجھ لے اور یہ بات اس طرح ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی پر سلام نہیں کیا ہے سوائے انبیائے کرام کے فرمایا۔ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ ۘ (الصفات: ۷۹) اور فرمایا: سَلٰمٌ عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ۘ (الصافات: ۱۰۹) اور فرمایا: سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ۘ (الصافات: ۱۲۰) لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا سلام علی آل نوح اور یہ نہیں فرمایا سلام علی آل ابراہیم اور یہ نہیں کہا سلام علی آل موسیٰ و ہارون اور فرمایا سلام علی آلِ یٰسٓ یعنی آل محمد پر سلام ہو تو امام علیہ السلام نے فرمایا تمھیں پتا چل گیا کہ معدن نبوت میں یہ اس کی تشریح اور اس کا بیان ہے۔[۲]

اور امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے جو کچھ آپ نے شرائع دین کے بارے میں مامون کو تحریر فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود واجب ہے ہر موقع پر بالخصوص جب انسان گرفتار مصیبت ہو اور تیز وتند ہوائیں چل رہی ہوں اور اس کے علاوہ بھی۔[۳]

کتاب خِصَال میں ایسی ہی روایت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔[۴]

کتاب کافی اور فقیہ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ تم نبی پر درود بھیجو جب تم ان کا نام لو یا کوئی ذکر کرنے والا ان کا ذکر اذان وغیرہ میں کرے۔[۵]

---

(۱) المحاسن ج ۲ ص ۵۳ ح ۱۱۵۶ (۲) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۳۶-۲۳۷ ح ۱ باب ۲۳

(۳) عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۱۲۴ ح ۱ باب ۳۵ (۴) الخصال ص ۶۰۷ ح ۹

(۵) الکافی ج ۳ ص ۳۰۳ ح ۷ ومن لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱۸۴-۱۸۵ ح ۸۷۵

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض کی گئی تو ان پر فرشتوں، مہاجرین اور انصار نے فوج در فوج درود بھیجا فرمایا امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی صحت و سلامتی کے وقت فرما رہے تھے کہ یہ آیت مجھ پر نازل ہوئی ہے کہ جب اللہ میری روح قبض کر لے تو تم اس وقت بھی مجھ پر درود بھیجا کرو: اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ [۱]

اور اسی کتاب (الکافی) میں روایت مرفوع ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے مناجات کی اور اپنی مناجات کے دوران ان سے کہا جب وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کر رہے تھے اے عمران کے فرزند تم ان پر درود بھیجو اس لیے کہ میں اور میرے فرشتے ان پر درود بھیجتے ہیں۔[۲]

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس آیت میں ظاہر اور باطن ہیں تو ظاہر اللہ کا قول صلوا علیہ ہے اور باطن اللہ کا قول ''سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا'' ہے یعنی سلام کرو جسے نبی نے اپنا وصی اور خلیفہ بنایا ہے اور تم پر اسے فضیلت عطا کی ہے اور ان کی تسلیم کا جو عہد لیا ہے فرمایا اور یہ وہ بات ہے جس سے میں نے تمھیں مطلع کر دیا ہے اس کی تاویل کو وہ جانتا ہے جس کی حس لطیف ہو اور جس کا ذہن صاف ہو اور جس کی تمیز درست ہو۔[۳]

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۴۵۱ ح ۳۸

(۲) الکافی ج ۸ ص ۴۴ ح ۸

(۳) الاحتجاج ج ۱ ص ۳۷۷

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا ﴿۵۷﴾

وَ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَیۡرِ مَا اکۡتَسَبُوۡا فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُہۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِیۡنًا ﴿۵۸﴾

۵۷- بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیّت پہنچاتے ہیں اللہ نے اُن پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور اُن کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

۵۸- اور جو لوگ مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو بے قصور اذیت پہنچاتے ہیں تو انھوں نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھا رکھا ہے۔

۵۷- اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ -

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچاتے ہیں

یعنی ایسی باتوں کا ارتکاب کرتے ہیں جسے وہ ناپسند کرتے ہیں جیسے کفر اور مخالفت

لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ-

اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجی ہے

لَعَنَہُمْ کے معنی ہیں رحمت سے انھیں دور رکھا ہے

وَ اَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا-

اور ان کے لیے رسوا کن عذاب مہیّا کر رکھا ہے

مُّہِیۡنًا تکلیف کے ساتھ ساتھ رسُوا کن بھی ہے۔

تفسیر قمیّ میں ہے کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے امیر المومنین علیہ السلام کے حق اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کے حق کو غصب کیا اور انھیں اذیت پہنچائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے فاطمہ کو میری زندگی میں اذیت پہنچائی تو ایسا ہی ہے جیسے اس نے میری موت کے بعد اذیت پہنچائی اور جس نے انھیں میری موت کے بعد اذیت پہنچائی تو گویا انھیں میری حیات میں اذیت پہنچائی اور جس نے فاطمہ کو اذیت پہنچائی تو گویا کہ اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی تو اس نے اللہ کو اذیت دی اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ [1]

(۱) تفسیر قمیّ ج ۲ ص ۱۹۶

تفسیر مجمع البیان میں علی علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے فرمایا اور وہ اپنے سر کے بالوں کو پکڑے ہوئے تھے مجھ سے رسول اللہ نے بیان فرمایا جب کہ وہ اپنے سر کے بالوں کو تھامے ہوئے تھے انھوں نے فرمایا کہ جس نے تمھارے ایک بال کو اذیت دی تو اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی تو اس نے خدا کو اذیت دی اور جس نے خدا کو اذیت دی اس پر اللہ کی لعنت ہو۔[۱]

۵۸-وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ -

اور جو لوگ مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو اذیّت پہنچاتے ہیں

تفسیر قمیّ میں ہے کہ اس سے مراد حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں اور یہ تمام لوگوں میں جاری ہے۔[۲]

بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا -

بغیر کسی گناہ کے جس کے وہ مستحق ہوں

فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا -

تو انھوں نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھا رکھا ہے

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا دے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے اولیاء کو اذیت دیتے تھے تو ایک گروہ کھڑا ہوگا جن کے چہروں پر گوشت نہیں ہوگا تو کہا جائے گا یہی ہیں وہ لوگ جنھوں نے مومنین کو اذیتیں دی ہیں ان سے دشمنی کی اور ان سے عداوت کی اور ان کے دین کے معاملے میں ان سے سختی کا برتاؤ کیا پھر حکم دیا جائے گا کہ انھیں جہنم کی طرف لے جایا جائے۔[۳]

کتاب خصال میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ انسان دو طرح کے ہوتے ہیں مومن اور جاہل، مومن کو اذیت نہ پہنچائی جائے اور نہ جاہل سے جہالت کی باتیں کی جائیں اگر ایسا کیا تو تم اسی جیسے ہو جاؤ گے۔[۴]

تفسیر قمیّ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص مومن مرد اور مومنہ عورت پر بہتان لگاتا ہے تو اسے طینت خبال[۵] (دیوانوں کی طینت) میں ٹھہرایا جائے گا یا جو کچھ اس نے کہا ہے اس سے وہ باہر نکل جائے گا۔[۶]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو اسی مفہوم میں ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا ہے کہ طینۃ الخبال کیا ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ پیپ اور خون ہے جو نکلتا ہے فاحشہ عورتوں کی اندام نہانی سے۔[۷]

---

(۱) تفسیر مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۷۰ (۲) تفسیر قمیّ ج ۲ ص ۱۹۶ (۳) الکافی ج ۲ ص ۳۵۱ ح ۲
(۴) الخصال ص ۴۹ ح ۵۷ (۵) الخبال حدیث میں ہے کہ خبال جہنم والوں کا نچوڑ ہے اور خبال دراصل فساد ہے جو افعال، ابدان اور عقول میں ہوتا ہے (النہایہ ابن اثیر ج ۲ ص ۸) (۶) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۹
(۷) الکافی ج ۲ ص ۳۵۷-۳۵۸ ح ۵

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ۚ

مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾

۵۹- اے نبی آپ فرما دیجیے اپنی ازواج، اپنی بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہ اپنے اوپر اپنی چادر کے پلّو لٹکا لیا کریں یہ زیادہ احسن طریقہ ہے کہ وہ پہچان لی جائیں تا کہ ستائی نہ جائیں اور اللہ مغفرت کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

۶۰- اگر منافقین اور جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو مدینہ میں جھوٹی افواہیں پھیلاتے ہیں اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو پھر ہم آپ ہی کو ان پر مسلط کر دیں گے اور وہ اس شہر میں آپ کے جوار میں صرف چند ہی دن رہ پائیں گے۔

۶۱- ان پر ہر طرف سے لعنت کی بوچھاڑ ہوگی، جہاں بھی ہوں گے پکڑے جائیں گے اور قتل کر دیے جائیں گے

۶۲- یہی اللہ کا طریقہ ہے اُن لوگوں کے لیے جو پہلے گزر چکے ہیں اور آپ اللہ کی سنّت میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پائیں گے۔

۵۹- يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ -

اے نبی آپ فرما دیجیے اپنی ازواج، اپنی بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے

يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ -

کہ اپنے اوپر چادر کے پلّو لٹکا لیا کریں

کہ وہ ڈھانپ لیں اپنے چہروں اور اپنے بدن کو اپنی چادروں سے جب کسی ضرورت سے باہر جائیں

اس آیت میں حرفِ ''مِنْ'' تبعیض کے لیے ہے اس لیے کہ عورت چادر کے کچھ حصے کو لٹکتا ہوا چھوڑ دیتی ہے اور کچھ حصے سے اپنے سر اور چہرے کو چھپاتی ہے

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ -

یہ زیادہ احسن طریقہ ہے کہ وہ پہچان لی جائیں

یعنی ان عورتوں کو لونڈیوں اور گانے والیوں سے ممتاز کیا جا سکے

فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ - تا کہ ستائی نہ جائیں

تہمت لگانے والے ان کے سامنے آ کر انھیں اذّیت نہ پہنچائیں

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا - اور اللہ مغفرت کرنے والا ہے

ان تمام باتوں کو جو پہلے کی جا چکی ہیں

رَّحِيْمًا -

اور وہ بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے اپنے بندوں پر وہ ان کی مصلحتوں کا خیال رکھتا ہے یہاں تک کہ جُزئیات تک کو مدّنظر رکھتا ہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ خواتین مسجدوں میں جاتی تھیں اور رسول اللہ کے پیچھے نمازیں پڑھتی تھیں جب رات ہو جاتی اور وہ نماز مغرب اور نماز عشا اور نماز صبح کے لیے نکلتی تھیں نوجوان لوگ ان کے راستوں میں بیٹھ جاتے تھے اور انھیں اذّیت پہنچاتے تھے اور ان سے تعرض (سامنے آنا، رکاوٹ ڈالنا) کیا کرتے تھے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ'' [1]

۶۰ - لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ -

اگر منافقین اور جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ باز نہ آئے

مرض سے مراد ہے شک کی بیماری

وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ -

اور جو مدینہ میں جھوٹی افواہیں پھیلاتے ہیں

وہ لوگ جب مدینہ میں مسلمانوں کے سرایا (ایسی جنگ جن میں رسول اللہ نے شرکت نہیں کی) کے بارے میں بری بری خبریں پھیلاتے تھے

اور ''رجفہ'' درحقیقت زلزلے کی حرکت کو کہتے ہیں اور اسی لیے جھوٹی خبروں کو رجفہ کہا گیا اس لیے کہ یہ متزلزل اور غیر ثابت ہوتی ہیں

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۶

لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ- تو ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے

ہم آپ کو حکم دیں گے کہ ان سے قتال کریں اور انھیں جلا وطن کر دیں یا ایسا کام کریں جس کی وجہ سے وہ خود جلا وطنی کی تمنّا کریں

ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَآ اِلَّا قَلِيلًا-

اور وہ اس شہر میں آپ کے جوار میں صرف چند ہی دن رہ پائیں گے

فِيهَآ سے مراد ہے ''فِی الْمَدِيْنَهِ'' مدینہ میں

قَلِيلًا سے مراد ہے کم عرصے یا پڑوس میں کم رہنا

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ آیت ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو مدینہ منورہ میں مقیم تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جھوٹی افواہیں پھیلاتے وہ کہتے تھے کہ محمد قتل کر دیے گئے اور قید کر لیے گئے ہیں مسلمان یہ سن کر بے حد مغموم ہو جاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر اس بات کی شکایت کرتے تھے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ [۱]

فرمایا مرض سے مراد شک ہے

لَنُغْرِيَنَّكَ کا مفہوم ہے ہم آپ کو حکم دیں گے کہ انھیں مدینہ سے نکال دیں

۶۱- مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا-

ان پر ہر طرف سے لعنت کی بوچھاڑ ہوگی، وہ جہاں بھی ہوں گے پکڑے جائیں گے اور قتل کر دیے جائیں جو قتل کا حق ہے۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے ان پر لعنت لازم ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ لعنت کے بعد فرما رہا ہے اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا [۲]

۶۲- سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ-

یہی اللہ کا طریقہ ہے ان لوگوں کے لیے جو پہلے گزر چکے ہیں

اللہ تعالیٰ نے گزشتہ امتوں میں یہ طریقہ رکھ دیا تھا کہ جنھوں نے انبیاء سے منافقت کی ہے اور افواہ وغیرہ کے ذریعے انھیں کمزور کرنے کی کوشش کی ہے وہ جہاں بھی ملیں انھیں قتل کر دیا جائے

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا-

اور آپ اللہ کی سنّت میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پائیں گے

اس لیے کہ اللہ اسے تبدیل نہیں کرتا اور کوئی بھی اسے تبدیل کرنے پر قدرت نہیں رکھتا

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۶ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۷

يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿۶۳﴾

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَ اَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿۶۴﴾ۙ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾ۚ

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾

رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾ع ۸ ۱۵

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾ؕ

۶۳-اے نبی لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کر رہے ہیں آپ فرما دیجیے کہ اس کا علم اللہ کے پاس ہے تمھیں کیا خبر ہوسکتا ہے قیامت نزدیک ہی ہو۔

۶۴-بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

۶۵-وہ جس آگ میں ہمیشہ رہیں گے اور کسی کو سرپرست اور مددگار نہ پائیں گے۔

۶۶-جس روز ان کے چہرے آگ پر الٹ پلٹ کیے جائیں گے اس وقت وہ کہیں گے اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کی ہوتی۔

۶۷-اور کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے آقاؤں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی انھوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا۔

۶۸-اے ہمارے رب تو انھیں دُگنا عذاب دے اور ان پر سخت لعنت کر۔

۶۹-اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے موسیٰ کو اذیّت دی تھی تو اللہ نے موسیٰ کو اُن کے الزام سے بَری کر دیا اور وہ اللہ کے نزدیک صاحبِ وجاہت تھے۔

۶۳-یَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ -

اے نبی لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کر رہے ہیں

کہ قیامت کب آئے گی اس کے آنے کا وقت معلوم کر رہے ہیں

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ -

آپ فرما دیجیے کہ اس کا علم اللہ کے پاس ہے

اسے نہ کوئی فرشتہ جانتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی اس سے واقف ہے

وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِیْبًا-

اور تمھیں کیا خبر ہوسکتا ہے کہ قیامت نزدیک ہی ہو

یعنی ایسی شے جو نزدیک ہو

۶۴-اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِیْنَ وَ اَعَدَّ لَهُمْ سَعِیْرًا -

بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے

سَعِیْرًا کے معنیٰ ہیں ایسی آگ جو بہت زیادہ بھڑک رہی ہو

۶۵-خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ۚ -

وہ جس آگ میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے

لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا-

وہ کسی کو اپنا سرپرست نہ پائیں گے

جو اُن کی حفاظت کرے

وَّ لَا نَصِیْرًا-

اور نہ ہی مددگار

جو اُن سے عذاب کو دور کر سکے

۶۶-یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ -

جس روز ان کے چہرے آگ پر الٹ پلٹ کیے جائیں گے

انھیں ایک سمت سے دوسری سمت لوٹایا جائے گا یا ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پلٹایا جائے گا۔

یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا-

اس وقت وہ کہیں گے اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی تو ہم اس عذاب میں مبتلا نہ ہوتے

۶۷- وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا -

اور کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے آقاؤں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی

فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا -

انھوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا

۶۸- رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ -

اے ہمارے رب تو انھیں دگنا عذاب دے

تو نے انھیں جتنا عذاب دیا ہے اسے دگنا کر دے اس لیے کہ وہ خود بھی گم راہ رہے اور ہمیں بھی گم راہی میں ڈال دیا

وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا -

اور ان پر سخت لعنت کر

یعنی ایسی لعنت جو شدید ترین لعن ہو اور عظیم ترین لعنت ہو تفسیر قمیؒ میں ہے کہ سبیل سے مراد امیر المومنین علیہ السلام ہیں [۱]

۶۹- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى -

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو اذیّت دی تھی

فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ -

تو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے الزام سے بری کر دیا

یعنی انھوں نے اپنی باتوں سے موسیٰ علیہ السلام کو اذیّت پہنچائی تھی اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی براءت کو ظاہر کر دیا

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا -

اور وہ اللہ کے نزدیک صاحب وجاہت تھے

وہ اللہ کی قربت اور عزّت وشرف کے مالک تھے

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل کہا کرتے تھے کہ مردوں کو جو نشانی ہوتی ہے وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس نہیں ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جب غسل کا ارادہ کرتے تو ایسی جگہ تشریف لے جاتے تھے کہ جہاں انسانوں میں سے کوئی انھیں نہ دیکھ سکے تو ایک دن وہ نہر کے کنارے غسل فرما رہے تھے اور انھوں نے اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیے تھے تو اللہ تعالیٰ نے پتھر کو حکم دیا تو وہ حضرت موسیٰ

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۷

علیہ السلام سے ذرا دور چلا گیا یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے انھیں اس حالت میں دیکھ کر جان لیا کہ جیسا وہ کہہ رہے تھے ایسا نہیں ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔[۱]

کتاب مجالس میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ لوگوں کی رضا مندی پر قابو نہیں پایا جاسکتا اور ان کی زبانوں کو روکا نہیں جاسکتا کیا انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ منسوب نہیں کیا کہ وہ عَنِّین (نامرد) ہیں اور انھیں اذیت دی یہاں تک کہ اللہ نے ان لوگوں کے قول سے انھیں بَری قرار دے دیا اور موسیٰ علیہ السلام تو اللہ کے نزدیک صاحب وجاہت تھے۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام پہاڑ پر چڑھ گئے ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوگیا بنی اسرائیل نے کہنا شروع کیا کے اے موسیٰ (علیہ السلام) آپ نے انھیں قتل کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا جو اُن کی لاش کو لے کر بنی اسرائیل کے پاس سے گزرے اور فرشتوں نے ان کی موت کے بارے میں گفتگو کی تو ان لوگوں نے جانا کہ وہ اپنی موت مرے ہیں اور اللہ نے انھیں اس الزام سے بَری کر دیا۔[۳]

اور روایت مرفوع میں ہے کہ موسیٰ حیا دار اور پردے کو ملحوظ رکھنے والے شخص تھے تنہا غسل فرمایا کرتے تھے لوگوں نے کہا کہ وہ ہم سے اسی لیے چھپ کر نہاتے ہیں کہ انھیں یا تو برص کی بیماری ہے یا ان کے خصیے بڑھے ہوئے ہیں تو ایک مرتبہ وہ غسل کرنے کے لیے تشریف لے گئے اور اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھ دیے پتھر کپڑے لے کر چل پڑا موسیٰ علیہ السلام اس کی تلاش میں چلے تو اس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰ کو برہنہ دیکھ لیا جس طرح تخلیقی اعتبار سے کوئی خوب صورت انسان ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ نے انھیں لوگوں کے الزام سے بَری کر دیا۔[۴]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۹۷
(۲) الامالی لشیخ صدوق ص ۹۱۔۹۲ ح ۳
(۳) تفسیر مجمع البیان ج ۷۔۸ ص ۳۷۶
(۴) تفسیر مجمع البیان ج ۷۔۸ ص ۳۷۶

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ﴿۷۰﴾
يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾
اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ﴿۷۲﴾
لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾ ع ۹ ۵ ۶

۷۰- اے ایمان والو! تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور درست بات کہا کرو۔
۷۱- اللہ تمھارے اعمال درست کر دے گا اور تمھارے گناہوں کی مغفرت فرما دے گا اور جس نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو اس نے یقیناً عظیم کامیابی حاصل کر لی۔
۷۲- بلاشبہ ہم نے امانت کو آسمان، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا ان سب نے اس امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور وہ اس سے خوف زدہ ہو گئے اور انسان نے اُسے اٹھا لیا بے شک انسان بڑا ظالم اور نادان ہے۔
۷۳- تا کہ خدا منافق مردوں اور منافق عورتوں، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں پر عذاب نازل کرے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ قبول کر لے اور اللہ تو غفور اور رحیم ہے۔

۷۰- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا-
اے ایمان والو! تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور درست بات کہا کرو
۷۱- يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ -
اللہ تمھارے اعمال درست کر دے گا اور تمھارے گناہوں کی مغفرت فرما دے گا
کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے عباد بن کثیر صوفی بصری سے فرمایا: وَيْحَكَ يَا عِبَادُ غَرَّكَ اَنْ عَفَّ بَطْنَكَ وَفَرْجَكَ انّ اللہ عزوجلّ یقول فی کتابہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا اے عباد تم پر وائے ہو کیا تمھیں اس بات نے مغرور کر دیا ہے کہ تم نے اپنے شکم اور شرم گاہ

کی حفاظت کی ہے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرمارہا ہے اے ایمان والو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور درست بات کہا کرو اللہ تمھارے اعمال درست کر دے گا۔ یاد رکھو اللہ تم سے کسی بھی شے کو قبول نہیں کرے گا یہاں تک کہ تم درست اور مبنی بر عدل بات کہو۔ ۱

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۔

اور جس نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو اس نے یقیناً عظیم کامیابی حاصل کر لی کتاب کافی اور قمیّ میں امام صادق علیہ السلام سے اللہ کے قول ''وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ'' کے ذیل میں مروی ہے کہ ولایت علی اور ائمہ علیہم السلام کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے۔ ۲

۷۲۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ۔

بلاشبہ ہم نے امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا

فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا۔

ان سب نے اس امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور وہ اس سے خوف زدہ ہو گئے

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔

اور انسان نے اسے اٹھا لیا بے شک انسان بڑا ظالم اور نادان ہے

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ جو کچھ اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے وہ مقام تعمیم (اس میں سب شامل ہیں) پر ہے امانت سے مراد تکلیف شرعی ہے اور پیش کیے جانے سے مراد ان کی استعداد اور صلاحیت کو جانچنا ہے اور ان کے انکار سے فطری انکار مراد ہے جو عدم لیاقت و استعداد ہے اور انسان کے اٹھا لینے سے مراد اُس کی قابلیت اور صلاحیت ہے اور انسان کا ظلوم و جھول ہونا تو یہ اس صورت میں ہے کہ جب اس پر قوت غضبیہ اور قوت شہویہ کا غلبہ ہو گیا اور ظلوم و جھول وصف انسانی ہے غلبہ کے اعتبار سے اور جو کچھ اس کی تاویل کے بارے میں وارد ہوا ہے وہ مقام تخفیص (مخصوص افراد شامل ہیں) ہے جو اس مفہوم کی وضاحت کرتا ہے جیسا کہ تدبّر سے ظاہر ہوتا ہے۔ ۳

کتاب عیون اور معانی میں امام رضا علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے فرمایا امانت سے مراد ولایت ہے جو بھی ناحق دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔ ۴

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ولایت سے مراد حکومت اور امامت ہے اور کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد ولایت امیر المومنین ہے۔ ۵

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۱۰۷۔۱۰۸ (روضہ کافی) (۲) الکافی ج ۱ ص ۴۱۴ ح ۸ و تفسیر قمیّ ج ۲ ص ۱۹۸

(۳) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۵۴ (۴) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۳۰۶ ح ۶۶ باب ۲۸ و معانی الاخبار ص ۱۱۰ ح ۳

(۵) الکافی ج ۱ ص ۴۱۲ ح ۲

کتاب بصائر میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد ولایت ہے۔[۱]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح ائمہ کو آسمانوں، زمین اور پہاڑ کے سامنے پیش کیا تو ان کے انوار نے ان سب کو ڈھانپ دیا اور اللہ نے ان کی فضیلت کے بارے میں جو کہنا تھا وہ کہا پھر کہا کہ ان کی ولایت میری مخلوقات کے پاس امانت ہے تم میں سے کون ہے جو اس وزنی شے کو اٹھانا چاہتا ہے اور خود کے لیے اسے طلب کرنا چاہتا ہے لہٰذا انھوں نے ان انوار کی منزلت کا دعویٰ کرنے اور ان کے رب کے نزدیک انھیں جو عظمت حاصل ہیں اس کی تمنا کرنے سے انکار کیا جب اللہ تعالیٰ نے آدم اور ان کی زوجہ کو جنت میں ٹھہرایا اور ان سے جو کہنا تھا کہا تو انھیں شیطان نے آمادہ کیا کہ وہ ان کی منزلت کی تمنا کریں تو انھوں نے ان انوار کی طرف حسد کی نظر سے دیکھا تو اللہ نے ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا یہاں تک کہ انھوں نے گیہوں کے درخت سے پھل کھا لیا اور حدیث کا سلسلہ یہاں پہنچا کہ فرمایا کہ ان کے بعد اللہ کے فرستادہ انبیاء اس امانت کی حفاظت کرنے لگے اور اس بارے میں اپنے اوصیاء اور اپنی امت کے مخلصین کو بتلاتے رہے اس طرح آسمانوں زمین اور پہاڑوں نے انکار کر دیا اور اس دعوے سے ڈرتے رہے اور انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا جو جانتا تھا لہٰذا ہر ظلم کی جڑ روز قیامت تک اسی سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ'' الخ۔[۲]

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ امانت سے مراد امامت اور امر و نہی ہے اور امانت سے مراد امامت ہے اس کی دلیل ائمہ کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (سورہ النساء ۵۸)

(اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل تک پہنچا دو یعنی امامت کو، تو امانت امامت تھی جسے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے اس امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا یعنی اس کا دعویٰ نہیں کیا یا اس کے اہل سے غصب کرنے کی کوشش نہیں کی ''واشفقن منها'' اور اس بات سے خوف زدہ رہے ''وحملها الانسان'' البتہ انسان نے اسے اٹھا لیا بے شک وہ ظلوم وجہول تھا۔[۳]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ امانت کی تخصیص ولایت اور امامت کے ساتھ جن دونوں کا مرجع ایک ہے اس کے منافی نہیں ہے کہ اس سے عمومی طور پر امانت اور تکلیف مراد لی جائے اور ہر مکلف اس میں شامل ہو جیسا کہ تم نے مقدمات کتاب میں معانی کی عمومیت اور ارادۂ حقائق کے بارے میں جان لیا ہے۔

کتاب نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام نے مسلمانوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا پھر ادائے امانت ہے جو اپنے کو امانت کا اہل نہ بنا سکے وہ ناکام و نامراد ہے اس امانت کو مضبوط آسمانوں پھیلی ہوئی زمینوں اور لمبے چوڑے گڑے ہوئے پہاڑوں پر پیش کیا گیا بھلا ان سے بڑھ کر کوئی چیز لمبی چوڑی اونچی اور بڑی نہیں ہے تو اگر

---

(۱) اخبار الارجات ص ۹۶ ح ۳ باب ۱۰ (۲) معانی الاخبار ص ۱۰۸۔۱۱۰ ح ۱

(۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۸

کوئی چیز لمبائی چوڑائی یا قوت اور غلبہ کے بل بوتے پر سرتابی کرسکتا ہو تو یہ سرتابی کرسکتے تھے لیکن یہ تو اس کے عقاب و عتاب سے ڈر گئے اور اس چیز کو جان گئے جسے کمزور تر مخلوق انسان نہ جان سکا۔ بلاشبہ انسان بڑا ناانصاف اور بڑا نادان ہے۔(۱)

کتاب کافی میں بھی اسی سے ملتی جلتی روایت ہے۔(۲)

کتاب عوالی میں ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تھا تو حضرت علی علیہ السلام بے چین ہو جاتے تھے کانپنے اور لرزنے لگتے تھے اور چہرے کی رنگت تبدیل ہو جاتی تھی ان سے کہا گیا اے امیر المومنینؑ آپ کو کیا ہو گیا تو آپ نے فرمایا نماز کا وقت آ گیا ہے اس امانت کو ادا کرنے کا وقت آ گیا ہے اللہ تعالیٰ نے جسے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تھا اور انھوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا تھا اور وہ خوف زدہ ہوئے تھے۔(۳)

کتاب تہذیب میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جسے کسی شخص کی طرف بھیجا گیا وہ اس سے کہہ رہا تھا میرے لیے کپڑے خرید و وہ بازار میں اس کے لیے کپڑے تلاش کرتا ہے اس کے پاس وہی کپڑا ہے جو بازار میں پایا جاتا ہے وہ اسے اپنے پاس سے کپڑا دے دیتا ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کپڑا اسے قربت عطا نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کے نفس کو ذلیل کرسکتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ'' اگر اس کے پاس بازار والے کپڑے سے بہتر کپڑا ہو پھر بھی وہ اپنے پاس سے نہ دے۔(۴)

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ان روایات میں کوئی منافات نہیں ہے کیوں کہ کبھی تو امانت کو ولایت سے مخصوص کیا گیا ہے اور کبھی عمومی طور سے ہر امانت اور تکلیف شرعی کو مراد لیا گیا ہے جیسا کہ تم نے مقدمات کتاب سے جان لیا ہے کہ اگر لفظ عام ہو تو شامل ہوتا ہے ان تمام مَعانی پر جو اس سے مراد لی جائیں کبھی تو حقائق کو مراد لیتے ہوئے اور کبھی ایک دوسرے معنیٰ سے مخصوص کرتے ہوئے۔

میں (فیض) پھر کہتا ہوں کہ جو یہ کہا جاتا ہے اس آیت کی تاویل کے بارے میں کہ اس سے معنیٰ عام مراد ہیں یعنی امانت سے تکلیف شرعی اللہ تعالیٰ کی بندگی مراد ہے اور اللہ سے تقرب حاصل کرنا جیسا کہ ہر عبد پر اپنی اپنی استعداد کے لحاظ سے لازم ہے اور سب سے عظیم شے خلافت الٰہیہ ہے جو اس کے اہل ہیں پھر اس کا تسلیم کرنا ہے اور اپنے لیے اس کی منزلت کا ادّعا نہ کرنا پھر دیگر تمام تکالیف مراد ہیں اور آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر پیش کیے جانے سے مراد اس بارے میں ان کے استعداد کو دیکھنا ہے اور ان کے انکار سے مراد انکار طبعی ہے جو عبارت ہے کہ ان میں اس کو اٹھانے کی لیاقت نہیں تھی اور انسان کا بغیر استحقاق کے اس کا اٹھا لینا جو اس کا اہل تھا اس کے

---

(۱) نہج البلاغۃ خطبہ ۱۹۷-۱۹۹ (۲) الکافی ج ۵ ص ۳۷ ح ۱

(۳) عوالی؟؟ ج ۱ ص ۳۲۴ ح ۶۲ (۴) تہذیب الاحکام ج ۶ ص ۳۵۲ ح ۹۹۹/ ۱۲ باب ۹۳

مقابل میں یا تو تکبر تھا یا باوجود کوتاہی کے اسے ادا کرنے کی کوشش تھی اور انسان کا ظلوم وجہول ہونا تو وہ اس لیے کہ اس پر قوت غضبیہ اور شہویہ کا غلبہ ہوگیا تھا یہ تمام مفاہیم کے حقائق ہیں اور جو بھی اس کی تاویل کے بارے میں وارد ہوا ہے وہ مقام تخصیص پر ہے جو ان تمام حقائق کی طرف پلٹتا ہے جیسا کہ تدبر سے ظاہر ہو جائے گا اور اللہ سے ہم توفیق کے طلب گار ہیں۔

۷۳- لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ -

تا کہ خدا منافق مردوں اور منافق عورتوں مشرک مردوں اور مشرک عورتوں پر عذاب نازل کرے

وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ -

اور مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کی توبہ قبول کرلے

امانت اٹھانے کی علت بیان کی گئی ہے اس حیثیت سے کہ یہ نتیجہ ہے اور توبہ کا وعدہ کیا ہے اس بات کو واضح کرنے کے لیے کہ انسانوں کا ظلوم وجہول ہونا جو ان کی فطرت میں ہے انھیں حد سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا-

اور اللہ تو غفور ورحیم ہے

اس لیے کہ ان کی کوتاہیوں کے باوجود ان کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے اور اطاعت پر کامیابیوں کے صلے میں انھیں ثواب سے نوازتا ہے کتاب ثواب الاعمال اور مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص سورۂ احزاب کی زیادہ تلاوت کرے گا تو وہ روز قیامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی ازواج کے جوار میں ہوگا۔[۱]

(۱) ثواب الاعمال ص ۱۱۰ ومجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۳۴

سورۂ سبا

سورۂ سبا مکی سورہ ہے شامی لحاظ سے اس میں ۵۵ آیتیں دوسروں کے نزدیک ۵۴ آیتیں ہیں اور عَنْ یَّمِیْنٍ وَّ شِمَالٍ میں اختلاف ہے اور ۶ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَ هُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ② وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّیْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ وَ لَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۙ③ لِّيَجْزِیَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ④ وَ الَّذِيْنَ سَعَوْ فِیْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ⑤ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَ يَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ⑥ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِیْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ⑦ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِی الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ⑧ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ⑨ ع ۱ ۹

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے۔

۱- سب تعریف اللہ کے لیے جس کے اختیار میں آسمانوں اور زمین کی ہر شے ہے۔ اور آخرت میں بھی حمد

اسی کے لیے ہے اور وہ حکیم و خبیر ہے۔

۲– وہ جانتا ہے کہ زمین کے اندر کیا چیز داخل ہوتی ہے اور کیا چیز اس سے نکلتی ہے اور آسمان سے کیا کچھ نازل ہوتا ہے اور کس چیز کو عروج ملتا ہے اور وہ رحیم و غفور ہے۔

۳– اور کافروں نے کہا ہم پر قیامت نہیں آئے گی فرما دیجیے کیوں نہیں میرے رب کی قسم وہ تم تک ضرور آئے گی وہ عالم الغیب ہے آسمانوں اور زمین میں ذرّہ برابر کوئی چیز بھی اس سے چھپی نہیں رہ سکتی اور نہ ہی ذرّے سے چھوٹی اور بڑی چیز ایسی ہے جو کتاب مبین میں درج نہ ہو۔

۴– تا کہ اللہ اُن لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجالائے انھی لوگوں کے لیے مغفرت اور باعزت رزق ہے۔

۵– اور جن لوگوں نے ہماری آیات میں ہمیں عاجز کرنے کی سَعی کی ان کے لیے دردناک سزا کا عذاب مُعَیّن ہے۔

۶– اور جنھیں دولتِ علم سے مالا مال کیا گیا ہے وہ دیکھتے ہیں کہ جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اور غالب اور قابلِ حمد خدا کے راستے کی جانب ہدایت کرنے والا ہے۔

۷– اور کافروں نے کہا کیا ہم تمھیں ایسے شخص کا پتا بتائیں جو خبر دیتا ہے کہ جب تمھارے جسم کا ذرّہ ذرّہ منتشر ہو چکا ہوگا تو اس وقت تم نئے سرے سے پیدا کیے جاؤ گے۔

۸– اس نے اللہ پر جھوٹا بہتان لگایا ہے یا اُسے جنون لاحق ہے (قطعاً نہیں) بلکہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ عذاب اور پرلے درجے کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔

۹– کیا انھوں نے آسمان و زمین کی طرف نہیں دیکھا جو انھیں آگے اور پیچھے سے احاطہ کیے ہوئے ہے ہم چاہیں تو انھیں زمین میں دھنسا دیں یا آسمان کے کچھ ٹکڑے اُن پر گرا دیں اس میں ہر اس بندے کے لیے نشانی ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

۱– اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ –

سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس کے اختیار میں آسمانوں اور زمین کی ہر شے ہے

یہ سب کی سب اللہ کی طرف سے نعمت ہے لہٰذا دنیا میں اُسی کے لیے حمد ہے

وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ – اور آخرت میں بھی حمد اسی کے لیے ہے

اس لیے کہ اُخروی نعمتیں بھی سب کی سب اللہ کی جانب سے ہیں

وَ هُوَ الْحَكِيْمُ - اور وہ حکیم (باحکمت باتدبیر) ہے
جس نے دونوں جہانوں کے امر کو مضبوط اور محکم کر رکھا ہے
الْخَبِيْرُ - اور خبیر (باخبر، آگاہ، مطلّع) ہے
وہ اشیاء کے باطن سے بھی آشنا ہے
۲-يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ - وہ جانتا ہے کہ زمین کے اندر کیا چیز داخل ہوتی ہے
بارش یا خزانہ یا میّت
وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا - اور کیا چیز اُس سے نکلتی ہے
پانی یا دھات یا نباتات یا حیوان
وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ - اور آسمان سے کیا کچھ نازل ہوتا ہے
از قسم بارش یا فرشتہ یا رزق
وَ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ - اور کس چیز کو عروج ملتا ہے
وہ از قسم عمل ہو یا فرشتہ ہو
وَ هُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ - اور وہ رحیم اور غفور ہے
ان لوگوں کے لیے جو شکر نعمت ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں
۳-وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ - اور کافروں نے کہا کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی
یعنی قیامت کے آنے کا انکار ہے یا وعدۂ قیامت کی تاخیر پر بطور استہزاء یہ بات کہہ رہے ہیں
قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ - آپ فرما دیجیے کیوں نہیں میرے رب کی قسم
ان کے کلام کی تردید ہے اور انھوں نے جس بات کا انکار کیا اس کا اِثبات ہے
لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ - وہ تم تک ضرور آئے گی وہ عالم الغیب ہے آسمانوں اور زمین ذرّہ برابر کوئی چیز بھی اس سے چھپی ہوئی نہیں رہ سکتی
قسم کے ساتھ تاکیدی انداز میں ان کے اعتراض کا دوبارہ جواب دیا گیا جس کی قسم کھائی گئی اس کے اوصاف کو بیان کیا ہے اور قیامت کے استبعاد (بعید ہونے) کی نفی کی گئی ہے۔
وَ لَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ -
اور نہ ہی ذرّے سے چھوٹی اور بڑی چیز ایسی ہے جو کتاب مبین میں درج نہ ہو۔
تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے قلم کو خلق فرمایا تو اس سے کہا لکھ، تو اس نے جو کچھ ہو چکا ہے اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب لکھ دیا۔[۱]

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۸

۴–لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ –
تا کہ اللہ ان لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے
اعمال بجا لانے کی عِلّت بیان کی گئی ہے اور ایمان جس بات کا متقاضی ہے اسے بیان کیا گیا ہے
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ – انھی لوگوں کے لیے مغفرت اور باعزّت رزق ہے
جس میں کوئی مشقّت نہیں اور نہ ہی کسی قسم کا احسان ہے
۵–وَ الَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا – اور جن لوگوں نے ہماری آیات میں سعی کی
ان آیات کو باطل قرار دے کر اور لوگوں کو اس سے بے رغبت کر کے
مُعٰجِزِيْنَ – ہمیں عاجز کرنے کی، تا کہ وہ ہم سے تجاوز کر جائیں
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ– ان کے لیے دردناک سزا کا عذاب مُعَیّن ہے
۶– وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ –
اور جنھیں دولت علم سے مالا مال کیا ہے وہ دیکھتے ہیں کہ جو کچھ آپ کے پروردگار کی جانب سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے
تفسیر قمّی میں ہے فرمایا کہ اس سے مراد امیر المومنین ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ کہا ہے اللہ نے جو کچھ ان پر نازل فرمایا ہے۔[۱]
وَ يَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ–
اور غالب اور لائق حمد خدا کے راستے کی جانب ہدایت کرنے والا ہے
اس سے مراد توحید کی جانب ہدایت کرنا اور لباس تقویٰ کی زِرَہ پہننا ہے
۷–وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا – اور کافروں نے کہا
یعنی کافروں نے ایک دوسرے سے کہا
هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ – کیا ہم تمھیں ایسے شخص کا پتا بتائیں
ان کی مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھی
يُّنَبِّئُكُمْ – جو خبر دیتا ہے
جو عجیب سے عجیب تر باتیں تم سے بیان کرتا ہے
اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ–
کہ جب تمھارے جسم کا ذرّہ ذرّہ منتشر ہو چکا ہوگا تو اس وقت تم نئے سرے سے پیدا کیے جاؤ گے

(۱) تفسیر قمّی ج ۲ ص ۱۹۸–۱۹۹

یہ کہ تم حیات نو کے ساتھ خلق کیے جاؤ گے اپنے اجسام کے پوری طرح متفرق اور ذرّہ ذرّہ بن کر منتشر ہو جانے کے بعد یعنی جب وہ مٹی بن چکا ہوگا

۸– اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ –

اس نے اللہ پر جھوٹا بہتان لگایا ہے یا اسے جنون لاحق ہے

دیوانہ پن ہے جو اسے وہم میں ڈالتا ہے اور اس کی زبان سے ایسی باتیں کہلواتا ہے

بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِی الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ–

(قطعاً نہیں) بلکہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ عذاب اور پرلے درجے کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں

اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی باتوں کو مسترد کر کے ان کی تردید کی گئی ہے

۹–اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ –

کیا انھوں نے آسمان و زمین کی طرف نہیں دیکھا جو انھیں آگے اور پیچھے سے احاطہ کیے ہوئے ہے

جو اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر دلالت کرتا ہے اور یہ کہ وہ سب اسی کی بادشاہت میں ہیں ان سب چیزوں پر اللہ کی قدرت جاری وساری ہے

اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ – اگر ہم چاہیں تو انھیں زمین میں دھنسا دیں

اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ – یا آسمان کے کچھ ٹکڑے ان پر گرا دیں

اس لیے کہ بیّنات کے ظاہر ہو جانے کے بعد انھوں نے آیات کو جھٹلا دیا

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ–

بے شک اس میں ہر اس بندے کے لیے نشانی ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے یعنی ان دونوں باتوں میں زمین میں دھنسائے جانے اور آسمان سے کچھ ٹکڑوں کے گرائے جانے میں، غور وفکر کرنے میں اور وہ جس طرف رہنمائی کرتے ہیں ان میں غور وخوض کرتے ہیں اور اس میں رہنمائی ہے ہر اس بندے کے لیے جو اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے اس لیے کہ وہ امر خداوندی میں بہت زیادہ غور وفکر کرتا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ﴿۱۰﴾

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَ مَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ؕ﴿۱۴﴾

۱۰-اور یقیناً ہم نے داؤد کو اپنی جانب سے فضیلت عطا کی، اے پہاڑو تم اُن کے ساتھ تسبیح پروردگار کیا کرو اور یہی حکم ہم نے پرندوں کو دیا اور ہم نے اُن کے لیے لوہے کو نرم بنا دیا۔

۱۱- کہ تم زرہیں بناؤ اور ان کے حلقوں کو مناسب طور سے رکھو اور تم لوگ عمل صالح بجا لاؤ بہ تحقیق میں تمھارے عمل پر نگران ہوں۔

۱۲- اور سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اس کی صبح کی رفتار ایک مہینے کی مسافت کی تھی اور شام کی رفتار بھی ایک مہینے کی مسافت جتنی تھی۔ اور ہم نے ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور جنوں میں ایسے افراد ان کے تابع کر دیے جو اپنے رب کے حکم سے اُن کے سامنے کام کرتے تھے۔ اُن میں سے جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرتا تو اسے ہم بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھاتے۔

۱۳- وہ جنات سلیمان کے لیے ان کی خواہش کے مطابق اونچی عمارتیں اور تصویریں، بڑے بڑے لگن

جیسے حوض اور زمین میں گڑی ہوئی دیگیں بناتے تھے اے آل داؤد تم شکر کے طریقے پر عمل کرو، میرے بندوں میں کم ہی لوگ شکر ادا کرتے ہیں۔

۱۴– پھر جب ہم نے سلیمان کی موت کا فیصلہ کر دیا تو جنّات کو ان کی موت کی اطلاع کسی نے نہ دی سوائے زمین پر چلنے والی (دیمک) کے جو اُن کے عصا کو کھا رہی تھی جب سلیمان زمین پر گرے تو جنوں پر یہ بات کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلّت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔

۱۰– وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ –

اور یقیناً ہم نے داؤد کو اپنی جانب سے فضیلت عطا کی

يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ –

اور اے پہاڑو! تم ان کے ساتھ تسبیح پروردگار کیا کرو اور یہی حکم ہم نے پرندوں کو دیا

اَوِّبِيْ مَعَهٗ ان کے ساتھ تسبیح پڑھو

تفسیر قمیؒ میں ہے یعنی تم اللہ کی تسبیح کیا کرو۔ (۱)

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ –

اور ہم نے اُن (داؤد) کے لیے لوہے کو نرم بنا دیا

یعنی ہم نے لوہے کو ان کے ہاتھ میں موم کی طرح کر دیا بغیر تپائے ہوئے اور ٹھوک پیٹ کے وہ اسے جس طرح چاہیں تبدیل کریں۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب صحرا سے گزرتے تھے تو زبور پڑھتے تھے اور پہاڑ اور پرندے اور جنگلی جانور بھی ان کے ساتھ محو تسبیح ہو جایا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے لوہے کو موم کی طرح نرم بنا دیا تھا وہ اس سے جو چیز چاہتے تھے بنا لیا کرتے تھے۔ (۲)

اور فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو (آیات) معجزات میں سے وہ کچھ عطا کیا گیا جو اللہ کے پیغمبروں میں کسی اور کو نہیں دیا گیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو پرندوں کی بولیاں سکھائیں، اور اُن کے لیے لوہے کو نرم بنا دیا اور پیتل اور سونے کو بغیر آگ کے اُن کے لیے پگھلا دیا۔ اور پہاڑوں کو حضرت داؤدؑ کے ساتھ تسبیح کرنے والا بنا دیا۔ (۳)

۱۱– اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ –

کہ تم بڑی بڑی زرہیں بناؤ

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۹ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۹ (۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۲۶

وَّ قَدِّرْ فِی السَّرْدِ –

اور اُن کے حلقوں کو مناسب طور سے رکھو

زرہ کو بناتے وقت اس کے حلقوں کو مناسب انداز میں رکھو یا یہ کہ اس کی کیلیں پتلے پن یا موٹاپے میں یکساں ہوں نہ تو اسے ایک دم بند کر دیں اور نہ ہی اسے شگافتہ کر دیں کتاب قرب الاسناد میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا اس سے مراد ہے کہ حلقہ کے بعد حلقہ ہو۔ ۱

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس سے مراد وہ کیلیں ہیں جو حلقہ میں ہوں۔ ۲

وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ –

اور عمل صالح بجالاؤ بہ تحقیق میں تمھارے عمل پر نگران ہوں۔

۱۲– وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ –

اور سلیمان کے لیے ہوا کو مسخّر کر دیا اس کی صبح کی رفتار ایک مہینے کی مسافت کی تھی اور شام کی رفتار بھی ایک مہینے کی مسافت جتنی تھی۔

یعنی صبح کے وقت ہوا کا چلنا ایک مہینہ کی رفتار تھا اور شام کے وقت بھی ایک مہینے کی رفتار سے ہوا چلتی تھی

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ ہوا سلیمانؑ کی کرسی کو اٹھا کر صبح کے وقت لے جاتی تھی اور ایک مہینے کی مسافت طے کرتی تھی اور شام کے وقت بھی ایک مہینے کی مسافت طے کرتی تھی۔ ۳

وَاَسَلْنَا لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِ ؕ –

اور ہم نے اُن کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس سے مراد تانبا ہے۔ ۴

اور کہا گیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کو اس کے مَعدن سے بہا دیا تو وہ اس طرح بہنے لگا جیسے چشمے سے پانی اُبلتا ہے اور اسی لیے اس کا نام عَین القطر رکھا گیا اور یہ یَمن میں تھا۔ ۵

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ –

اور جِنوں میں ایسے افراد ان کے تابع کر دیے جو اپنے رب کے حکم سے اُن کے سامنے کام کرتے تھے

بِاِذْنِ رَبِّهٖ سے مراد اپنے پروردگار کے حکم سے

وَمَنْ یَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا –

اور اُن میں سے جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرتا

---

(۱) قرب الاسناد ص ۳۶۴ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۹

(۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۹ (۴) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۹ (۵) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۵۷

اور ان میں سے جو بھی حضرت سلیمان کی اطاعت کو تسلیم نہ کرتا ہم نے جس کا حکم دیا تھا

نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ-

تو اسے ہم بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھاتے

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد آخرت کا عذاب ہے۔(۱)

اور کہا گیا ہے کہ دنیا کا عذاب ہے۔(۲)

۱۳-يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ-

وہ جنّات، سلیمانؑ کے لیے اُن کی خواہش کے مطابق اونچی عمارتیں اور تصویریں بناتے تھے

مَحَارِيْبَ سے مراد مضبوط قلعے، اور اونچی عمارتیں ہیں اسے محراب اس لیے کیا گیا کہ اس سے دشمنوں کو دور کیا جاتا ہے اور اس پر جنگ کی جاتی ہے۔

وَتَمَاثِيْلَ- اور تصویریں

کتاب کافی اور مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خدا کی قسم یہ مردوں اور عورتوں کی تصویریں نہیں تھیں البتہ درخت اور اُسی جیسی تصویریں تھیں۔(۳)

وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ- اور بڑے بڑے لگن جیسے حوض

جَوَاب بڑے بڑے حوض یہ جابیۃ کی جمع ہے جو جِبَایَۃ سے ماخوذ ہے

وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ-

اور زمین میں گڑی ہوئی دیگیں

جو پتھروں پر جمی ہوئی ہوتی تھیں اور بڑی ہونے کی وجہ سے اس کے اوپر سے نہیں اتاری جاتی تھیں

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ-

اے آل داؤد تم شکر کے طریقے پر عمل کرو

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ- میرے بندوں میں کم ہی لوگ شکر گزار ہیں

جو بھرپور طریقے سے اپنے دل، اپنی زبان اور اپنے اعضاء و جوارح سے اکثر اوقات شکر ادا کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس کا پورا حق ادا نہیں کر پاتے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کی توفیق عطا کرنا بھی ایک نعمت ہے جو دوسرے شکر کا تقاضا کرتا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ الشَّكُوْرُ وہ ہے جو خود کو شکر ادا کرنے سے عاجز پاتا ہے۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۵۷ (۲) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۸۲

(۳) الکافی ج ۶ ص ۵۲۷ ح ۷

۱۴– فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ –

پس جب ہم نے سلیمان کی موت کا فیصلہ کر دیا

مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ –

تو ان جنّات کو ان کی موت کی اطلاع کسی نے نہ دی سوائے زمین پر چلنے والی (دیمک) کے

تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ –

جو ان کے عصا کو کھا رہی تھی

فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ –

جب سلیمان زمین پر گرے تو جنوں پر یہ بات کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔

اور اس کا ذکر کتاب الکافی میں امام صادق علیہ السلام سے ہے آپ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے سلیمان بن داؤد کی طرف وحی کی کہ تمھاری موت کی یہ نشانی ہے کہ ایک درخت بیت المقدس میں برآمد ہوگا اس کا نام ''خرنوبہ'' ہوگا تو ایک دن سلیمان نے دیکھا کہ ''خرنوبہ'' کا درخت بیت المقدس سے طلوع ہو چکا ہے آپ نے اس درخت سے دریافت کیا کہ تمھارا نام کیا ہے اس درخت نے جواب دیا ''خرنوبہ'' فرمایا کہ سلیمان محراب عبادت میں پلٹ کر آئے اور اپنے عصا پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور اسی وقت ان کی روح قبض کر لی گئی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا جنّات اور انسان ان کی خدمت کرتے رہے اور حسبِ سابق ان کے حکم کی تکمیل کی سعی میں مصروف رہے دراں حالے کہ وہ سمجھ رہے تھے کہ سلیمان علیہ السلام ابھی زندہ ہیں مرے نہیں ہیں وہ صبح و شام ان کے سامنے حاضری دیتے اور سلیمان اپنی جگہ پر جمے ہوئے کھڑے تھے یہاں تک کہ دیمک ان کے عصا کے درمیان گئی اور اس نے عصا کو کھوکھلا کر دیا اور وہ ٹوٹ گیا اور سلیمانؑ زمین پر گر گئے کیا تم نے اللہ عزوجل کا یہ قول نہیں سُنا:

فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ ۔[۱]

کتاب علل الشرائع میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داؤد نے جنّات کو حکم دیا جنھوں نے سلیمان علیہ السلام کے لیے شیشوں کا ایک گنبد بنایا جب وہ اس قُبّے کے اندر عصا پر ٹیک لگائے ہوئے جنّات کی طرف دیکھ رہے تھے کہ انھوں نے اس قُبّے کو کیسا بنایا ہے اور جنّات انھیں دیکھ رہے تھے جوں ہی ان کی توجہ ہٹی تو کیا دیکھا کہ قبّہ میں کوئی شخص ان کے ساتھ ہے سلیمان اس سے ڈرے اور اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں وہ ہوں جو رشوت قبول نہیں کرتا اور بادشاہوں سے نہیں ڈرتا میں ملک الموت ہوں اس نے سلیمان علیہ السلام کی روح قبض کر لی جب کہ وہ قبّے میں تھے اور جنّات اُن کی جانب دیکھ

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۱۴۴ ح ۱۱۴

رہے تھے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک سال گزر گیا کہ وہ سلیمان علیہ السلام کے لیے نہایت جانفشانی سے کام کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دیمک کو بھیجا جس نے ان کے عصا کو کھالیا۔

فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ الخ جب وہ گرے تو جنّات کو ان کی موت کا پتا چلا، جنّات دیمک کا اس بات پر شکریہ ادا کرتے ہیں جو انھوں نے سلیمان کے عصا کے ساتھ کیا۔ تم دیمک کو اسی جگہ پر دیکھو گے جہاں پانی اور مٹی ہو۔[1]

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو وحی کی کہ تم کو موت آنے والی ہے تو انھوں نے شیاطین (جنّات) کو حکم دیا کہ اُن کے لیے شیشے کا ایک گھر بنائیں اور اس گھر کو سمندر کی موجوں کے درمیان رکھ دیں اور سلیمان اس گھر میں داخل ہوگئے اور انھوں نے عصا کی ٹیک لگائی اور وہ زبور پڑھنے لگے اور شیاطین اس کے گرداگرد اُن کی طرف دیکھ رہے تھے ان میں اتنی جسارت نہیں تھی کہ وہ سلیمان کو چھوڑ کر چلے جائیں یہی کیفیت تھی کہ ان کی توجہ سلیمانؑ سے ہٹ گئی، پھر وہی تذکرہ ہے جو سابقہ حدیث میں ہے۔ پھر فرمایا کہ جب سلیمانؑ چہرے کے بل گرے تو انسانوں پر یہ بات واضح ہوگئی کہ ''لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ''

اگر جنّات غیب کا علم رکھتے ہوتے تو کبھی بھی ذلّت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔ بات یہ ہے کہ انسان یہ کہتے تھے کہ جنّات کو غیب کا علم ہے جب سلیمان چہرے کے بل گرے تو انھیں معلوم ہوگیا کہ اگر جنّات کو غیب کا علم ہوتا تو وہ سال بھر سلیمان کے لیے کام نہ کرتے جب کہ وہ مر چکے تھے لیکن جنّات انھیں زندہ سمجھ رہے تھے۔[2]

کتاب عُیُون اور علل الشرائع میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے وہ اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے ایک دن اپنے اصحاب سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا اقتدار عطا کیا ہے جو میرے بعد کسی کے حصے میں نہیں آیا، ہَوا، انسان، جنّات، پرندوں اور وُحوش (جنگلی جانور) کو میرے لیے مسخّر کر دیا ہے اور مجھے پرندوں کی بولی سکھا دی ہے اور مجھے ہر چیز عطا فرما دی ہے اور اقتدار میں مجھے وہ تمام چیزیں دی ہیں جس کا سرور دن سے رات تک میرے لیے تمام نہیں ہوتا میں چاہتا ہوں کہ کل میں اپنے محل میں جاؤں اور اس کی بلندی پر چڑھوں اور میں اپنے ممالک کا مشاہدہ کروں اور دیکھو! میرے پاس کسی کو آنے نہ دینا کہ کہیں وہ ایسی خبر لے کر نہ آئے جس سے میرا دن مکدّر اور میری زندگی پراگندہ ہو جائے۔

انھوں نے کہا کہ بے شک جو آپ کا حکم ہو جب دوسرا دن ہوا وہ اپنا عصا لے کر اپنے محل کی بلند و بالا منزل پر پہنچ گئے اور عصا پر ٹیک لگا کر اپنے ممالک کو عطائے ربّانی پر شادان ہو کر نہایت سرخوشی کے عالم میں دیکھنے لگے کہ انھوں نے وہاں ایک خوب صورت جوان کو بہترین لباس زیب تن کیے ہوئے دیکھا جو محل کے کسی گوشے سے برآمد ہوا تھا جب سلیمان کی اس پر نظر پڑی تو اس سے دریافت کیا تمھیں اس محل میں کس نے داخل ہونے دیا آج میں اس محل

---

(۱) علل الشرائع ص ۷۴ ح ۳ باب ۶۴ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۱۹۹

میں تنہا وقت گزارنا چاہتا تھا، تم کس کی اجازت سے آئے ہو؟ جوان نے کہا کہ مجھے اس محل کے رب نے داخل کیا اور میں اسی کی اجازت سے آیا ہوں سلیمان نے کہا اس کا رب مجھ سے زیادہ اس پر حق رکھتا ہے یہ بتاؤ تم کون ہو اس نے کہا میں ملک الموت ہوں سلیمان نے دریافت کیا کس لیے آئے ہو ملک الموت نے کہا میں آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں سلیمانؑ نے کہا تم وہ کر گزرو جس کا تمھیں حکم دیا گیا ہے یہ میری خوشی کا دن ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بات کو منظور نہ کیا کہ میری خوشی اس کی ملاقات کے بغیر ہو تو ملک الموت نے اُن کی روح قبض کر لی جب کہ وہ اپنے عصا پر ٹیک لگائے ہوئے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام مردہ حالت میں عصا پر ٹیک لگائے رہے جب تک اللہ نے چاہا اور لوگ ان کی طرف دیکھ رہے تھے اور یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ زندہ ہیں اس بارے میں وہ آزمائش میں ڈالے گئے اور اختلاف میں پڑ گئے ان میں سے وہ بھی جنھوں نے کہا کہ دیکھو اتنے زیادہ دنوں تک سلیمان عصا پر ٹیک لگائے ہوئے کھڑے رہے نہ تھکے، نہ سوئے، نہ کھایا نہ پیا، یہی دراصل ہمارے رب ہیں ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کی عبادت شروع کر دیں دوسرے گروہ نے کہا کہ سلیمان جادوگر ہیں وہ دکھائی دے رہے ہیں کہ وہ کھڑے ہوئے ہیں اپنے عصا پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔ انھوں نے ہماری آنکھوں کو مسحور کر دیا ہے حقیقت یہ نہیں ہے۔

مومنین نے کہا کہ سلیمان اللہ کے بندے اور اس کے نبی ہیں اللہ جس طرح چاہتا ہے ان کے امر کی تدبیر کرتا ہے جب ان لوگوں میں اختلاف رونما ہوا تو اللہ تعالیٰ نے دیمک کو بھیجا جو ان کے عصا میں داخل ہو کر چلنے لگی جب اس نے اندر سے عصا کو کھا لیا تو عصا کھوکھلا ہو کر ٹوٹ گیا تو سلیمانؑ اپنے محل سے چہرے کے بل زمین پر گر گئے جنّات نے اس نیکی پر دیمک کا شکریہ ادا کیا اسی وجہ سے دیمک نہیں پائی جاتی تھی مگر ایسی جگہ پر جہاں پانی اور مٹی ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا الخ [۱]

کتاب احتجاج میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے دریافت کیا گیا کہ شیاطین (جنّات) آسمان تک کیسے چڑھ گئے جب کہ وہ تخلیق اور کثیف ہونے میں انسان کی مانند ہیں جب کہ وہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے لیے ایسے قلعے تعمیر کر رہے تھے جس سے اولاد آدم عاجز ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب انھیں حضرت سلیمانؑ کے تابع کر دیا گیا تو وہ سخت اور تندخو ہو گئے دراں حالے کہ وہ ایسی مخلوق ہیں جو نرم خو اور باریک ہے ان کی غذا چنگاری کا بھڑکنا ہے اور اس پر دلیل باتوں کو سننے کے لیے ان کا آسمان پر چڑھنا ہے جب کہ جسمِ کثیف اس پر بلند ہونے کی قدرت نہیں رکھتا سوائے اس کے کہ سیڑھی لگائی جائے یا رسّی لگا کر اس پر چڑھا جائے۔ [۲]

کتاب اکمال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام ۷۱۲ سال زندہ رہے۔ [۳]

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۶۵۔۲۶۶ ح ۲۴۔۲۶، وعلل الشرائع ص ۷۳۔۷۴ ح ۲ باب ۶۴

(۲) احتجاج ج ۲ ص ۸۱ (۳) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۵۲۳۔۵۲۴ ح ۳ باب ۴۶

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَ هَلْ نُجٰزِيْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

وَ جَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ؕ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَ اَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿۱۸﴾

فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾

۱۵- باشندگانِ سبا کے لیے ان کے اپنے جائے قرار میں ہی ایک نشانی موجود تھی دو باغات دائیں اور بائیں تم اپنے رب کے دیے ہوئے رزق میں سے کھاؤ پیو اور اس کا شکر ادا کرتے رہو، پاکیزہ شہر ہے اور بخشنے والا رب ہے۔

۱۶- مگر انھوں نے روگردانی کی تو ہم نے اُن کی جانب عَرِم (کے بند) کا سیلاب بھیج دیا اور ان کے دو باغات کو تبدیل کر دیا ایسے دو باغوں میں جن میں کڑوے کسیلے پھل اور جھاؤ کے درخت تھے اور کچھ تھوڑی سی بیریاں۔

۱۷- یہ ہم نے ان کے ناشکرے پن کی سزا دی ہے اور ناشکرے انسان کے سوا یہ بدلہ ہم کسی اور کو نہیں دیتے۔

۱۸- اور ہم نے ان کے اور اُن بستیوں کے درمیان جنھیں ہم نے برکت عطا کی تھی نمایاں بستیاں بسا دی تھیں اور ان میں ایک اندازے کے مطابق مسافتِ سفر رکھ دی تھی تم ان میں راتیں اور دن نہایت محفوظ طریقے سے سیر و سیاحت کرتے ہوئے گزارو۔

۱۹- مگر انھوں نے کہا اے ہمارے رب ہمارے سفر کی مسافتیں طویل بنا دے انھوں نے خود اپنے نفسوں پر ظلم ڈھایا تو پھر ہم نے انھیں داستان بنا کر رکھ دیا اور انھیں مکمل طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ یقیناً اس میں

ہر صابر اور شاکر کے لیے ان گنت نشانیاں موجود ہیں۔

۱۵– لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ –

باشندگانِ سبا کے لیے ان کے اپنے جائے قرار میں ہی ایک نشانی موجود تھی

یعنی اولاد سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ سے سبا کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا وہ مرد تھا یا عورت تھی؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ ایک مرد تھا جو عرب کا باشندہ تھا جس کے دس بیٹے ہوئے جن میں سے چھ دائیں ہاتھ والے خوش نصیب تھے اور چار بائیں طرف والے بدبخت تھے جو خوش نصیب تھے وہ ازد، کِنْدَہ، مَذْحِج، اشعرون، انمار اور حِمْیَر تھے دریافت کیا گیا کہ انمار سے کیا مراد ہے؟ فرمایا جن سے خَثْعَم اور بُجَیْلَہ ہیں اور جو بدبخت تھے ان میں عَامِلہ، جُذَام، لَخْم اور غَسَّان تھے۔(۱)

فِيْ مَسْكَنِهِمْ –

ان کے رہنے کی جگہوں میں، جائے قرار میں، جائے سکونت میں۔ کہا گیا ہے یہ یَمن میں واقع ہے جسے ''مارب'' کہا جارہا ہے اس کے اور صنعاء کے درمیان تین دن کا فاصلہ ہے

اٰيَةٌ ۚ –

نشانی جو بااختیار صانع کے وجود پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ وہ قدرت رکھتا ہے جو چاہتا ہے عجیب وغریب امور انجام دے سکتا ہے۔

جَنَّتٰنِ –

باغات کی دو جماعتیں یا باغات کے دو مجموعے

عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ ؕ –

ایک مجموعہ ان کے شہر کے دائیں طرف اور دوسرا شہر کے بائیں طرف اور وہ دونوں باہمی اتنے قریب اور تنگ تھے کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ دونوں ایک ہیں ایسا ہی کہا گیا ہے۔(۲)

كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ –

تم اپنے رب کے دیے ہوئے رزق میں سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرتے رہو

بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ –

پاکیزہ شہر ہے اور بخشنے والا رب ہے

۱۶– فَاَعْرَضُوْا – انھوں نے شکر سے روگردانی کی

(۱) مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۳۸۶ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۵۸

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ –

تو ہم نے ان کی جانب عَرِم (کے بند) کا سیلاب بھیج دیا

یعنی عظیم اور شدید سیلاب بھیج دیا

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ یمن میں ایک سمندر تھا اور سلیمان علیہ السلام نے اپنے لشکر کو حکم دیا تھا کہ وہ شیریں سمندر کی ایک خلیج بنائیں بلادِ ہند کی طرف انھوں نے ایسا ہی کیا اور انھوں نے چٹان اور چونے اور مٹی سے ایک بہت بڑی محراب دار عمارت بنا دی یہاں تک کہ پانی ان کے شہروں تک جاری ہوگیا اور انھوں نے خلیج کے لیے گزرگاہیں بنا دیں جب وہ وہاں سے پانی چھوڑنا چاہتے تو جتنی ضرورت ہوتی اس کے مطابق پانی چھوڑتے تھے اور ان کے لیے باغات کے دو سلسلے تھے دائیں طرف اور بائیں طرف دس دنوں کی مسافت تک جب بھی کوئی وہاں سے گزرتا تھا تو گنجان درختوں کی وجہ سے اس پر دھوپ نہیں پڑتی تھی جب انھوں نے گناہ کیے اور اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔

صالح لوگوں نے انھیں روکا بھی۔ پھر بھی وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے اس بند پر ''جُرَذ'' کو بھیجا اور یہ بڑے بڑے چوہے تھے وہ ان چٹانوں کو اکھاڑ کر پھینک رہے تھے جسے کئی افراد نہ اٹھا سکتے ہیں نہ پھینک سکتے ہیں جب ان کی قوم نے یہ دیکھا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور انھوں نے شہروں کو چھوڑ دیا یہ بڑے چوہے مسلسل پتھر کو اکھاڑتے رہے یہاں تک کہ انھوں نے اس بند کو برباد کر ڈالا انھیں پتا بھی نہ چلا سیلاب نے انھیں ڈھانپ لیا اور ان کے شہروں کو برباد کر دیا اور ان کے درختوں کو اکھاڑ پھینکا اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ۝۱۵ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ یعنی عظیم اور شدید سیلاب۔[1]

وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ –

اور اُن کے دو باغات کو تبدیل کر دیا ایسے دو باغوں میں جن میں کڑوے کسیلے پھل اور جھاؤ کے درخت تھے اور کچھ تھوڑی سی بیریاں

اُكُلٍ خَمْطٍ سے مراد ہے ایسا پھل جس کا مزہ اور بو خراب ہو جو گلے کو پکڑ لے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ وہ ''اُمّ غَیْلان'' ہے یعنی میٹھے بیروں والا درخت

اَثْلٍ جھاؤ کی جھاڑی یا درخت اس میں کوئی پھل نہیں ہوتا

اور بیری کے درخت کو قلت سے تعبیر کیا اس لیے کہ اس کا پھل ''نَبق'' کہلاتا ہے جو کھانے میں مزے دار ہوتا ہے اسی لیے اسے باغات میں بویا جاتا ہے اور دو باغوں کو تبدیل کر کے لفظ ''جَنَّتَيْنِ'' ان کی صورت وشکل اور

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۰

مشابہت کی وجہ سے بطور تمسخر لایا گیا ہے۔

۱۷– ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ –

یہ ہم نے ان کے ناشکرے پن کی سزا دی

اس لیے کہ انھوں نے نعمتوں کو جھٹلایا تھا اور شکر ادا نہیں کیا تھا

وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ–

اور ناشکرے انسان کے سوا یہ بدلہ ہم کسی اور کو نہیں دیتے

كَفُور: مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی ناشکرے پن میں سب سے زیادہ

۱۸– وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً –

اور ہم نے اُن کے اور ان بستیوں کے درمیان جنھیں ہم نے برکت عطا کی تھی نمایاں بستیاں بسا دی تھیں۔

بٰرَكْنَا فِيْهَا–

جن بستیوں کے رہنے والوں کو وسعت عطا کی تھی

اور کہا گیا ہے کہ یہ شام کی بستیاں تھیں۔ (۱)

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا اس سے مراد مکہ ہے۔ (۲)

قُرًى ظَاهِرَةً –

وہ بستیاں جو ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں

وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ؕ –

اور اُن میں ایک اندازے کے مطابق مسافتِ سفر رکھ دی تھی

کہ مسافر ایک بستی میں دوپہر کے وقت آرام کرتا تو دوسری بستی میں رات بسر کرتا تھا

سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ–

تم اپنے قول کے مطابق ان بستیوں میں جب چاہو رات دن نہایت محفوظ طریقے سے سفر کرو

۱۹– فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا –

مگر انھوں نے کہا اے ہمارے رب ہمارے سفر کی مسافتیں طویل بنا دے

وہ نعمتوں پر اترانے لگے اور عافیت سے اکتا گئے تو انھوں نے اللہ سے التجا کی کہ ان کے اور ''شام'' کے درمیان صحرا بنا دے تاکہ وہ سواریوں پر بیٹھ کر اس میں محتاجوں پر زیادتی کریں اور بڑا سرمایہ جمع کریں تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ ان کی درمیانی بستیوں کو برباد کر دیا۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۵۹ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۱

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''رَبَّنَا بٰعِدْ'' لفظ خبر کے ساتھ ہے[۱] ان کی جانب سے ایک طرح کا شکوہ ہے سفر کی دوری کے سبب جب کہ وہ عیش وعشرت میں پڑے ہوئے ہیں اور سفر کے دوران اللہ نے انھیں جن نعمتوں سے نوازا ہے ان پر اعتماد نہیں ہے۔

وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ -

اور انھوں نے خود اپنے نفسوں پر ظلم ڈھایا

اس لیے کہ انھوں نے نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا

فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ -

تو ہم نے انھیں ایک داستان بنا کر رکھ دیا

لوگ ازراہ تعجب ان کے بارے میں دریافت کیا کرتے ہیں اور مثال دیا کرتے ہیں وہ کہتے ہیں۔

تَفَرَّقُوْا اَيْدِيْ سَبَا یعنی ایسے بکھر گئے کہ اس کے بعد اکٹھے نہ ہوئے

وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ -

اور ہم نے انھیں مکمل طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

یہاں تک کہ غسان ان سے شام میں ملے، اور انمار یثرب (مدینہ) اور جذام تہامہ میں اور ازدعمان میں

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ - بے شک اس بات میں جو بیان کی گئی

لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ -

یقیناً ہر صابر اور شاکر کے لیے ان گنت نشانیاں موجود ہیں۔

صَبَّارٍ معاصی پر صبر کرنے والے

شَكُوْرٍ نعمتوں پر شکر کرنے والے

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ایک قوم تھی ان کی بستیاں ایک دوسرے سے متصل تھیں وہ ایک دوسرے کو دیکھا کرتے تھے، نہریں جاری تھیں، ان کے مال ومویشی ظاہر تھے ان لوگوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کیا اور انھیں اللہ کی طرف سے جو عافیت میسّر تھی اسے تبدیل کر دیا تو ان کے پاس جو نعمتیں تھیں اللہ نے انھیں بدل ڈالا: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ (الرعد:۱۱)

اللہ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو تبدیل نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر سیلِ عَرِم (عرم کے بند کا سیلاب) کو بھیجا تو ان کی بستیاں ڈوب گئیں ان کے شہر تباہ و

---

(۱) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۸۴

برباد ہوگئے ان کے مال و مویشی چلے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دو باغات کو ایسے دو باغات میں تبدیل کر دیا جن میں کڑوے کسیلے پھل اور جھاؤ کے درخت تھے اور تھوڑے سے بیر تھے۔ ۱

کتاب احتجاج میں امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں حسن بصری کی ایک روایت میں ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہمارے بارے میں مثالیں بیان فرمائی ہیں ہم ہی وہ بستیاں ہیں اللہ نے جن میں برکتیں رکھی ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ان لوگوں کے لیے جو ہماری فضیلتوں کا اقرار کرتے ہیں انھیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہمارے پاس آئیں فرمایا: ''وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا'' یعنی ہم نے قرار دیا ان کے اور ان کے شیعوں کے درمیان ان بستیوں کو جن میں ہم نے برکتیں رکھ دیں اس میں ظاہری بستیاں بھی ہیں اور ظاہری بستیوں سے مراد مرسلین ہیں اور وہ ہماری جانب سے ہمارے شیعوں اور ہمارے شیعوں کے فقہاء کی جانب نقل کرنے والے بھی ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا قول ''وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ'' سیر علم کے لیے ایک مثال ہے۔

سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا جب وہ حصول علم کے لیے رات دن ہماری طرف سفر کرتا ہے حلال و حرام اور فرائض و احکام کے لیے وہ اس دوران نہایت امن و امان میں ہوتے ہیں اس لیے کہ علم کو اس کے معدن سے حاصل کرتے ہیں جن سے اخذ کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ شک اور گمراہی سے محفوظ رہتے ہیں اور حرام سے حلال کی طرف منتقل ہونے سے بھی۔ ۲

امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''قُریٰ'' سے مراد رِجال (شخصیات) ہیں پھر اس مفہوم سے متعلق آیاتِ قرآنی کی تلاوت کی ان سے دریافت کیا گیا کہ وہ لوگ کون ہیں؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ہم ہیں فرمایا کہ تم نے اللہ کا یہ قول نہیں سنا ''سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ'' فرمایا کجی سے محفوظ رہو گے۔ ۳

کتاب اکمال میں امام قائم علیہ السلام سے مروی ہے وہ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم ہی وہ بستیاں ہیں اللہ نے جنھیں بابرکت قرار دیا ہے اور تم لوگ قُرًى ظَاهِرَةً ظاہری بستیاں ہو۔ ۴

کتاب علل میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے حضرت ابوحنیفہ سے ایک گفتگو میں جس کا ابتدائی حصہ دوسرے مقدمے کے آخر میں بیان کیا جا چکا ہے ''سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ''

فرمایا کہ ہم اہل بیت کے قائم کے ساتھ راتوں اور دنوں میں امن و امان کے ساتھ آجاؤ۔ ۵

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۳۹۵ (۲) الاحتجاج ج ۲ ص ۶۳ (۳) الاحتجاج ج ۲ ص ۴۳

(۴) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۴۸۳ ح ۲ باب ۴۵ (۵) علل الشرائع ص ۹۱ ح ۵ کے ذیل میں

وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾
وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ
مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾ ع ۲ ۱۲ ۸
قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي
السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ
ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ
عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾
قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَ اِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ
لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾
قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾
قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَ هُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾

۲۰– اور ان کے معاملے میں ابلیس نے اپنا گمان بالکل سچ پایا انھوں نے ابلیس کی پیروی کی سوائے مومنین کے ایک فریق کے۔

۲۱– ابلیس کو اُن پر کوئی اقتدار حاصل نہ تھا مگر جو کچھ ہوا وہ اس لیے ہوا کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کون آخرت کی طرف سے شک میں مبتلا ہے اور آپ کا رب ہر شے کا نگہبان ہے۔

۲۲– اے نبی فرما دیجیے اے مشرکو! تم اپنے معبودوں کو پکارو جنھیں تم اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھتے ہو وہ آسمانوں اور زمین میں ذرّہ برابر کسی شے کے مالک نہیں ہیں اور وہ ان کی ملکیت میں شریک بھی نہیں ہیں اور ان میں سے کوئی بھی اللہ کا مددگار نہیں ہے۔

۲۳– اللہ کے حضور صرف اسی کی شفاعت منفعت بخش ہوگی اللہ جسے اجازت مرحمت فرمائے گا حتیٰ کہ جب لوگوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوگی تو وہ (سفارش کرنے والوں سے دریافت کریں گے) تمھارے رب نے کیا کہا؟ وہ جواب دیں گے کہ جواب برحق ملا ہے اور وہ علی و کبیر ہے۔

۲۴–اے نبی آپ ان سے پوچھیے آسمانوں اور زمین سے کون تمھیں رزق دیتا ہے؟ کہو ''اللہ'' اب لامحالہ ہم میں اور تم میں ایک ہی یا ہدایت پر ہے یا کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔

۲۵–ان سے کہیے کہ جو قصور ہم نے کیا ہو تم سے اس کی کوئی باز پرس نہ ہوگی اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کی جواب طلبی ہم سے نہیں ہوگی۔

۲۶–کہہ دیجیے کہ ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان حق پر مبنی فیصلہ کرے گا اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور ہر چیز سے آگاہ ہے۔

۲۰–وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ–

اور اُن کے معاملے میں ابلیس نے اپنا گمان بالکل سچ پایا

اور وہ ابلیس کا قول ہے ''لاضلنّھم ولاغوینّھم'' میں ضرور بالضرور انھیں گمراہ کروں گا اور انھیں بہکاؤں گا

فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ–

انھوں نے ابلیس کی پیروی کی سوائے مومنین کے ایک فریق کے

۲۱–وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ– اور ابلیس کو ان پر کوئی اقتدار حاصل نہ تھا

یعنی تسلّط اور وسوسے کے ذریعہ غلبہ اور گمراہی پر اُکسانا

اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ–

مگر جو کچھ ہوا وہ اس لیے ہوا کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کون آخرت کی طرف سے شک میں مبتلا ہے

تاکہ وہ مومن کو شک کرنے والے سے جدا اور علیحدہ کرلے حصول علم سے اس کے متعلقات کے علم کا حصول مراد ہے۔

وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ– اور آپ کا رب ہر شے کا نگہبان ہے

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا اس آیت کی تاویل یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا تو ابلیس کی جانب سے یہ ظن (گمان) تھا جب اُن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کہا کہ وہ اپنی خواہشات نفسانی سے گفتگو کیا کرتے تھے ابلیس نے ایک بدگمانی پیدا کی تو انھوں نے ابلیس کے ظن کو سچ کر دکھایا۔[۱]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ'' (مائدہ ۵) کہہ کر حکم دیا کہ وہ غدیرِ خم کے مقام پر امیرالمومنین علیہ

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۳۴۴–۳۴۵ ح ۵۲۲

السلام کو لوگوں کے لیے اپنا جانشین مقرر کر دیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ کنتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ جس جس کا میں مولیٰ ہوں علی اس اس کے مولیٰ ہیں۔

دوسرے شیاطین بڑے شیاطین کے پاس اپنے سروں پر مٹی ڈال کر آئے تو ابلیس نے اُن سے کہا تمھیں کیا ہو گیا ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے آج ایسی گرہ لگا دی ہے جسے قیامت تک کوئی شے نہ کھول سکے گی۔ تو ابلیس نے ان سے کہا نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے ان کے گرد وہ لوگ ہیں جنھوں نے مجھ سے ایک وعدہ کیا ہے وہ جس کی خلاف ورزی نہیں کریں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْہِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّہٗ [1]

۲۲- قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ۚ لَا یَمْلِکُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ -

اے نبی آپ فرما دیجیے اے مُشرکو! تم اپنے معبودوں کو پکارو جنھیں تم اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھتے ہو وہ آسمانوں اور زمین میں کسی بھی شے کے مالک نہیں ہیں

اے نبی آپ مشرکین سے فرما دیجیے کہ تم اللہ کے علاوہ جن معبودوں کا فائدہ حاصل کرنے یا پریشانیوں کو دور کرنے کے لیے قصد کرتے ہو انھیں پکار کر دیکھو وہ خیر یا شر میں آسمانوں اور زمین کے امور میں سے کسی بھی شے کے مالک نہیں ہیں۔

وَمَا لَہُمْ فِیْہِمَا مِنْ شِرْکٍ - اور وہ ان کی ملکیت میں شریک بھی نہیں ہیں
نہ تخلیقی اعتبار سے اور نہ ہی ملکیت کے لحاظ سے

وَّمَا لَہٗ مِنْہُمْ مِّنْ ظَہِیْرٍ - اور اُن میں کوئی بھی اللہ کا مددگار نہیں ہے
جو آسمانوں اور زمین کی تدبیر میں اللہ کی مدد کرتا ہو

۲۳- وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ عِنْدَہٗٓ - اور اس کے نزدیک کسی کی شفاعت بھی منفعت بخش نہ ہوگی
جیسا کہ یہ سمجھ رہے ہیں

اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَہٗ ؕ - مگر اللہ جسے شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرما دے

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا اللہ کے انبیا اور مرسلین میں سے قیامت کے دن کوئی بھی شفاعت نہ کر سکے گا مگر اللہ جسے اجازت مرحمت فرمائے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو قیامت کے دن سے پہلے ہی شفاعت کی اجازت مرحمت فرما دی ہے، وہ شفاعت کریں گے ان کے بعد ائمہ شفاعت کریں گے اور ان کے بعد انبیائے کرام کی شفاعت ہوگی۔ [2]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اولین و آخرین میں سے ہر فرد روز قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۱ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۱

شفاعت کا محتاج ہے پھر فرمایا کہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے لیے شفاعت کریں گے اور ہماری شفاعت ہمارے پیروکاروں کے لیے ہوگی اور ہمارے شیعوں کی سفارش اپنے اہل وعیال کے لیے ہوگی پھر فرمایا کہ ایک مومن قبیلہ ربیعہ ومضر کے افراد جتنی شفاعت کرے گا اور مومن ہر ایک کی سفارش کرے گا حتیٰ کہ اپنے خادم کی بھی شفاعت کرے گا وہ کہے گا اے میرے پروردگار میں اپنے حق خدمت کے طور پر سفارش کر رہا ہوں یہ خادم مجھے گرمی اور سردی سے بچاتا تھا۔[1]

حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ عَنۡ قُلُوۡبِهِمۡ -

حتیٰ کہ جب لوگوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوگی

یعنی وہ ڈرتے ہوئے شفاعت کے منتظر ہوں گے یہاں تک کہ جب خوف اُن کے دلوں سے دور ہوگا

قَالُوۡا - تو وہ ایک دوسرے سے دریافت کریں گے

مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمۡ ؕ - تمھارے رب نے کیا کہا

قَالُوا الۡحَقَّ ۚ -

وہ جواب دے دیں کہ جواب برحق ملا ہے

وَهُوَ الۡعَلِىُّ الۡكَبِيۡرُ - اور وہ علی وکبیر ہے

علی یعنی صاحب علوّ (بلند منزلت) اور کبیر یعنی کبریائی والا (بزرگی اور عظمت والا)

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آسمان والوں نے حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے بعد سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے تک وحی نہیں سنی تھی جب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تو آسمان والوں نے وحی قرآن کی آواز کو اس طرح سنا جیسے چٹان پر لوہا پڑنے کی آواز۔ آسمان والے اس کی گرج سے بے ہوش ہوگئے جب وحی سے فارغ ہوئے تو جبرئیلؑ نیچے اترے جب وہ باشندگان آسمان کے پاس سے گزرے تو ان کے دلوں سے خوف کو دور کر دیا گیا وہ فرما رہے تھے ان کے قلوب پر ظاہر کر دیا گیا پھر انھوں نے ایک دوسرے سے کہا: مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمۡ ؕ قَالُوا الۡحَقَّ ۚ وَهُوَ الۡعَلِىُّ الۡكَبِيۡرُ[2]

۲۴ - قُلۡ مَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ -

اے نبی آپ ان سے پوچھیے آسمانوں اور زمین میں کون تمھیں رزق دیتا ہے؟

یہ اللہ کے قول ''لایملکون'' کی وضاحت ہے

قُلِ اللّٰهُ ۙ - فرما دیجیے ''اللہ''

اس لیے کہ اس کے سوا کوئی اور جواب نہیں ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ اگر وہ چپ ہوگئے ہیں اور جواب

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۲ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۲

دینے میں تامّل اور توقف سے کام لے رہے ہیں الزام کے خوف سے تو درحقیقت وہ اپنے دلوں سے اس بات کا اقرار کر رہے ہیں۔

وَ اِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ-

اب لامحالہ ہم میں اور تم میں ایک ہی یا ہدایت پر ہے یا کھلی ہوئی گمراہی میں ہے

یعنی موحدین اور مشرکین میں سے ایک گروہ دو امور میں سے کسی ایک پر ہوگا یا ہدایت پر ہوگا یا واضح طور پر گمراہ ہوگا اور یہ انداز تصریح سے زیادہ بلیغ ہے۔

اس لیے کہ انصاف کی صورت میں فساد کرنے والے دشمن کے لیے یہ جوابِ ''مُسْكِت'' (خاموش کر دینے والا) ہے۔

کہا گیا ہے کہ دو حرفوں کا اختلاف ہے اس لیے کہ ہادی ایسا ہے جیسے ایک مینار پر بلند ہو کر چیزوں کو دیکھ رہا ہے اور ان پر مطلع ہو رہا ہے یا گھوڑے پر سوار ہو کر جہاں چاہتا ہے ایڑ لگاتا ہے

اور گمراہ گویا کہ اندھیروں میں ڈوب کر الجھ گیا ہے اسے کچھ سُجھائی نہیں دیتا یا یہ کہ وہ کسی زیرزمین قید خانہ میں بند ہے اس سے چھٹکارا پانا اس کے بَس میں نہیں ہے۔[1]

۲۵–قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا-

ان سے کہیے جو قصور ہم نے کیا ہو تم سے اس کی کوئی باز پرس نہیں ہوگی

وَّ لَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ-

اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کی جواب طلبی ہم سے نہیں ہوگی

یہ بات انصاف پر مشتمل ہے اور فروتنی اور عاجزی کے اعتبار سے نہایت بلیغ ہے کہ اِجرام (جُرم کرنے) کو اپنے نفوس کی طرف نسبت دی ہے اور عمل کو مخاطبین کی جانب

۲۶–قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ-

کہہ دیجیے کہ ہمارا رب ہم سب کو (قیامت کے دن) جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان حق پر مبنی فیصلہ کرے گا۔

وہ فیصلہ کرے گا اور جدا جدا کر دے گا یعنی حق والوں کو جنت میں داخل کرے گا اور باطل پرستوں کو جہنم میں ڈال دے گا۔

وَ هُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ-

وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور ہر چیز سے آگاہ ہے وہ جانتا ہے کہ کون سا فیصلہ زیادہ مناسب ہے۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۶۱

قُلْ اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۹﴾

قُلْ لَّكُمْ مِّیْعَادُ یَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع ۳

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ لَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ یَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨالْقَوْلَ ۚ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْ لَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾

قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۲﴾

وَ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ نَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَ جَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْۤ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

۲۷- ان سے کہیے ذرا مجھے دکھاؤ تو سہی وہ کون ہستیاں ہیں جنھیں تم نے اللہ سے بطور شریک ملحق کر دیا ہے ''ایسا ہرگز نہیں'' بس وہی اللہ ہے جو غالب اور حکیم ہے۔

۲۸- اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کی طرف بشیر (خوش خبری دینے والا) اور نذیر (ڈرانے والا) بنا کر بھیجا ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اس بات سے بے خبر ہے۔

۲۹–اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا؟

۳۰–آپ فرما دیجیے کہ تمھارے لیے وعدے کا ایک دن مقرر ہو چکا ہے نہ تو تم اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکو گے اور نہ ہی آگے بڑھ سکو گے۔

۳۱–اور کافروں نے کہا ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے پہلے کی ہیں کہ وہ ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہوں گے جو لوگ دنیا میں کمزور سمجھے جاتے تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو تکبّر کیا کرتے تھے اگر تم نہ ہوتے تو ہم یقیناً مومن ہوتے۔

۳۲–مُتَكَبِّرِيْنَ (تکبر کرنے والے) مُسْتَضْعَفِيْنَ (کمزور بنائے گئے لوگ) سے کہیں گے جب ہدایت آئی تھی تو کیا ہم نے تمھیں ہدایت قبول کرنے سے روکا تھا؟ ایسا نہیں ہے بلکہ درحقیقت تم خود ہی مُجرم تھے۔

۳۳–اور جو کمزور سمجھے جاتے تھے وہ تکبّر کرنے والوں سے کہیں گے ایسا نہیں ہے بلکہ تمھاری رات دن کی چالوں نے ہمیں روکا تھا جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کا انکار کریں اور اس کی ذات میں شریک ٹھہرائیں وہ دل میں شرمندگی کو پوشیدہ رکھیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے اور کفر کرنے والوں کی گردنوں میں ہم طوق ڈال دیں گے انھیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا وہ جو عمل کیا کرتے تھے۔

۲۷–قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ –

ان سے کہیے ذرا مجھے دکھاؤ تو سہی وہ کون ہستیاں ہیں جنھیں تم نے اللہ سے بطور شریک ملحق کر دیا ہے

تاکہ میں دیکھ سکوں کن صفات کی بنیاد پر تم نے استحقاقِ عبادت میں انھیں اللہ کے ساتھ ملحق کر دیا ہے اور یہ درحقیقت ان پر حجّت کو لازم قرار دینے کے بعد ان کے شبہے کے بارے میں استفسار ہے تاکہ ان کی سرزنش میں اضافہ کیا جائے۔

كَلَّا ؕ –

ایسا ہرگز نہیں قیاس کو باطل کرنے کے بعد مشارکۃ (شریک باری) کے بارے میں انھیں روکنا ہے

بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ – بس وہی اللہ ہے جو غالب اور حکیم ہے

جو غلبہ، کمالِ قدرت اور حکمت کے ساتھ موصوف ہے اور یہ جنھیں ملحق کیا گیا ہے وہ ذلت کے ساتھ موسوم ہیں اور قبول علم اور قدرت سے بالکل دور ہیں۔

۲۸–وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ –

اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کی طرف بھیجا ہے

کا مفہوم ہے ہم نے آپ کو عمومی طور پر ہر فرد کی طرف بھیجا ہے جو ان کے لیے کافی ہے۔ جب یہ عام ہے تو

ان سب کے لیے کفایت کرتا ہے اس سے نکل کر کوئی باہر نہیں جا سکتا۔

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا - خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا

وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ- اور لیکن لوگوں کی اکثریت اس بات سے بے خبر ہے اور ان کی جہالت انھیں آپ کی مخالفت پر آمادہ کرتی ہے

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعتوں کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرما دیا تھا یہاں تک کہ فرمایا اور انھیں ہر ایک کی طرف بھیجا تھا خواہ وہ ابیض (گورا) اور اسود (کالا) ہو اور جنّات میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔[۱]

کتاب روضۃ الواعظین میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت ابوطالب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا اے بھتیجے آپ کو تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے یا آپ صرف اپنی قوم کے لیے تشریف لائے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ میں تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں وہ گورے ہوں یا کالے عربی ہوں یا عجمی اور جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس امر کی طرف ضرور بالضرور دعوت دوں گا ہر کالے اور گورے کو اور پہاڑوں پر رہنے والوں کو اور سمندر کی موجوں میں بسیرا کرنے والوں کو اور میں ضرور بالضرور شریعت کی طرف فارس اور روم والوں کو دعوت دوں گا۔[۲]

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص سے کہا ذرا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بتاؤ جو تمام انسانوں کے بشیر (خوش خبری دینے والا) تھے کیا خداوند عالم نے اپنی کتاب محکم میں فرمایا نہیں ہے ''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ'' یعنی مشرق اور مغرب میں رہنے والوں کے لیے آسمان کے باشندوں اور ساکنین زمین کے لیے خواہ ان کا تعلق جنوں سے ہو یا انسانوں سے کیا آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر ایک تک رسالت کا پیغام پہنچا دیا؟

اس شخص نے جواب دیا میں نہیں جانتا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ سے باہر تشریف نہیں لے گئے تو پھر مشرق و مغرب والوں تک تبلیغ کیسے کی؟ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا تو انھوں نے اپنے بازو کے ایک پَر کے اوپر زمین کو اٹھا لیا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نصب کر دیا تو مکمل دنیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اسی طرح تھی جیسے ہاتھ میں ہتھیلی ہوتی ہے وہ مشرق والوں اور مغرب والوں کو دیکھ رہے تھے اور ہر قوم سے اُن کی زبانوں میں خطاب فرما رہے تھے اور لوگوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف دعوت دے رہے تھے اور اپنی نبوت کی جانب بلا رہے تھے اس طرح کوئی بستی اور کوئی شہر

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۱۷ ح ۱ (۲) روضۃ الواعظین ص ۵۴

ایسا باقی نہ بچا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسے خود بنفس نفیس دعوت نہ دی ہو۔ [1]

۲۹–وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ–

اور وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچّے ہو تو یہ بتاؤ یہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا

جو وعدہ اللہ کے اس قول سے کیا گیا۔ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا (سبا:۲۶)

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین سے خطاب کیا گیا ہے۔

۳۰–قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ–

آپ فرما دیجیے کہ تمھارے لیے وعدے کا ایک دن مقرر ہو چکا ہے نہ تو تم اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکو گے اور نہ ہی آگے بڑھ سکو گے۔

جب وہ اچانک آجائے گی کفّار کی سرکشی اور انکار کے مقابلے میں یہ تہدیدی (دھمکی آمیز) جواب ہے۔

۳۱–وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ–

اور کافروں نے کہا ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی ان کتابوں پر جو اس سے پہلے کی ہیں

اور نہ ان کتابوں پر جو قرآن سے پہلے نازل ہوئی ہیں جو بعثتِ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دلالت کرتی ہیں۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨالْقَوْلَ ۚ–

اور اے نبی کاش آپ دیکھتے جب ظالمین اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے اس حال میں کہ وہ ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہوں گے

یعنی وہاں کھڑے ہوں گے جہاں ان کا حساب و کتاب ہوگا

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا–

جو لوگ دنیا میں کمزور سمجھے جاتے تھے وہ کہیں گے یعنی پیروکار

لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا–

ان لوگوں سے جو متکبّر تھے یعنی رُؤساء اور اُمراء سے

لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ–

اگر تم نہ ہوتے تو ہم یقیناً مومن ہوتے

یعنی اگر تمھارا گمراہ کرنا اور ہمیں ایمان سے روکنا نہ ہوتا تو اتّباع رسول کر کے ہم یقیناً مومن ہوتے۔

۳۲–قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا–

متکبرین (تکبّر کرنے والے) مستضعفین (کمزور بنائے گئے لوگ) سے کہیں گے

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۰۲

اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ–

جب ہدایت آتی تھی تو کیا ہم نے تمھیں ہدایت قبول کرنے سے روکا تھا؟ ایسا نہیں ہے بلکہ درحقیقت تم خود ہی مجرم تھے۔

متکبرین نے انکار کیا کہ انھوں نے ایمان سے ان لوگوں (مستضعفین) کو روکا تھا اور یہ بات ثابت کی ہے کہ درحقیقت یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنے آپ کو روکا تھا اور ہدایت سے روگردانی کی اور اس کے مقابل میں تقلید کو ترجیح دی۔

۳۳–وَ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ–

اور جو کمزور سمجھے جاتے تھے وہ تکبر کرنے والوں سے کہیں گے ایسا نہیں ہے بلکہ تمھاری رات دن کی چالوں نے ہمیں روکا تھا۔

یہ تُرکی بہ تُرکی جواب ہے یہ روکنے کا جرم ہمارا نہ تھا بلکہ یہ تمھاری رات دن کی چالیں اور مکاریاں تھیں یہاں تک کہ تم نے ہماری رائے پر دھاوا بول دیا۔

اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ نَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ–

جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کا انکار کردیں اور اس کی ذات میں شریک ٹھہرائیں

وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ–

وہ دل میں شرمندگی کو چھپائیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے

دونوں فریق گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے سے اپنی ندامت کو اپنے ساتھی سے پوشیدہ رکھیں گے کہ کہیں شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ جب وہ وَلیّ اللہ کو دیکھیں گے تو جہنّم میں بھی اپنی ندامت کو چھپائیں گے دریافت کیا گیا اے فرزندِ رسول ندامت کا چھپانا انھیں کیا فائدہ پہنچائے گا جب کہ وہ عذاب میں گرفتار ہوں گے تو امام علیہ السلام نے فرمایا دشمنوں کی شماتت (دوسرے کی مصیبت پر خوشی) کو ناپسند کرتے ہوئے۔[۱]

وَ جَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْۤ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ–

اور کفر کرنے والوں کی گردنوں میں ہم طوق ڈال دیں گے اور کافروں کی گردن میں ظاہری طور پر طوق کا ہونا ان کی مذمت کی تشہیر ہے اور یہ بتلانا ہے کہ طوق ڈالنے کا موجب کیا ہے

هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ–

انھیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا وہ جو عمل کیا کرتے تھے

یعنی ان کے ساتھ جو کچھ کیا جائے وہ ان کے اعمال کی جزا کے طور پر کیا جائے گا۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۳

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِیۡ قَرۡیَۃٍ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ کٰفِرُوۡنَ ﴿۳۴﴾

وَ قَالُوۡا نَحۡنُ اَکۡثَرُ اَمۡوَالًا وَّ اَوۡلَادًا ۙ وَّ مَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِیۡنَ ﴿۳۵﴾

قُلۡ اِنَّ رَبِّیۡ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَقۡدِرُ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۶﴾ ع وَمَآ اَمۡوَالُکُمۡ وَ لَاۤ اَوۡلَادُکُمۡ بِالَّتِیۡ تُقَرِّبُکُمۡ عِنۡدَنَا زُلۡفٰۤی اِلَّا مَنۡ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ۬ۚ فَاُولٰٓئِکَ لَهُمۡ جَزَآءُ الضِّعۡفِ بِمَا عَمِلُوۡا وَ هُمۡ فِی الۡغُرُفٰتِ اٰمِنُوۡنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیۡنَ یَسۡعَوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیۡنَ اُولٰٓئِکَ فِی الۡعَذَابِ مُحۡضَرُوۡنَ ﴿۳۸﴾ قُلۡ اِنَّ رَبِّیۡ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَیَقۡدِرُ لَهٗ ؕ وَ مَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَهُوَ یُخۡلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ ﴿۳۹﴾

۳۴-اور ہم نے جب بھی کسی بستی میں ڈرانے والے (رسول) کو بھیجا تو وہاں کے خوش حال لوگوں نے کہا تمھیں جس چیز کے ساتھ بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

۳۵-اور انھوں نے کہا کہ ہمارے پاس اموال اور اولاد کی کثرت ہے ہم پر عذاب نازل نہیں کیا جائے گا۔

۳۶-اے نبی فرما دیجیے بے شک میرا رب جس کے رزق کو چاہتا ہے کشادہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا دیتا ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اس بات سے نا آشنا ہے۔

۳۷-یہ تمھارے اموال اور اولاد ایسے نہیں ہیں جو تمھیں ہم سے قریب کرتے ہیں ہاں مگر (مقرّب وہ ہے) جو ایمان لایا اور عمل صالح بجا لایا، وہی لوگ ہیں جنھیں ان کے عمل سے دگنی جزا دی جائے گی اور وہ لوگ بلند و بالا عمارتوں میں امن سے رہیں گے۔

۳۸-اور جو لوگ ہمیں عاجز کرنے کے لیے ہماری آیتوں کو جھٹلانے کی سعی کر رہے ہیں انھیں عذاب میں حاضر کیا جائے گا۔

۳۹-کہہ دیجیے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے رزق کو چاہتا ہے کشادہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا دیتا ہے اور جب تم کوئی چیز خرچ کرتے ہو تو اللہ اس کا عوض دے دیتا ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

۳۴- وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ-

اور ہم نے جب بھی کسی بستی میں ڈرانے والے (رسول) کو بھیجا تو وہاں کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ تمھیں جس چیز کے ساتھ بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلّی دی جارہی ہے کہ اس چیز کے بارے میں جو آپ اپنی قوم سے تمنّا کررہے تھے اور جنھیں نعمتیں دی گئی تھیں انھیں جھٹلانے کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے اس لیے کہ تکبّر اور مفاخرت (فخر میں مقابلہ کرنا) کا سب سے بڑا سبب دنیاوی سازوسامان اور مال و دولت ہے اور خواہشات میں منہمک ہو جانا اور جس چیز سے فائدہ حاصل نہیں کیا اس کی اہانت کرنا ہے اسی لیے مفاخرت اور تمسخر (مذاق اڑانا، ہنسی اڑانا) کو تکذیب (جھٹلانا) کے ساتھ شامل کردیا ہے۔

۳۵- وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ-

اور انھوں نے کہا کہ ہمارے پاس اموال اور اولاد کی بہتات ہے

تم جس چیز کی طرف بلا رہے ہو اگر ایسا ممکن بھی ہو تو پھر بھی ہم تمھاری دعوت سے بہتر زندگی گزار رہے ہیں۔

وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ-

اور ہم پر عذاب نازل نہیں کیا جائے گا۔

پہلی بات تو یہ کہ عذاب ہوگا ہی نہیں یا یہ کہ ہمیں اموال و اولاد کے ذریعے مکرّم رکھا گیا ہے لہٰذا عذاب کے ذریعے ہماری توہین نہیں کی جائے گی۔

۳۶- قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ-

اے نبی آپ ان کے حساب کی رد میں فرما دیجیے بے شک میرا رب جس کے رزق کو چاہتا ہے کشادہ کردیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ناپ تُلا دیتا ہے

جس کے رزق میں چاہتا ہے وسعت دیتا اور جس کے رزق میں چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے یہ کسی کرامت یا ذلّت کے لیے نہیں ہوتا۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ-

لیکن لوگوں کی اکثریت اس بات سے ناآشنا ہے

کہ درحقیقت بات ایسی ہی ہے

کتاب نہج البلاغہ میں ہے یوں ہی خوش حال قوموں کے مال دار لوگ اپنی نعمتوں پر اتراتے ہوئے بڑا بول بولے کہ ''ہم مال و اولاد میں بڑھے ہوئے ہیں ہمیں کیوں کر عذاب کیا جاسکتا ہے'' اب اگر تمھیں فخر ہی کرنا ہے تو اپنے اخلاق کی پاکیزگی اور کردار کی بلندی حسنِ سیرت پر فخر و ناز کرو کہ جس میں عرب گھرانوں کے باعظمت اور

بلند ہمّت سرداران قوم اپنی خوش اطواریوں بلند پایہ دانائیوں اعلیٰ مرتبوں اور پسندیدہ کارناموں کی وجہ سے ایک دوسرے پر برتری ثابت کیا کرتے تھے۔[۱]

۳۷- وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى -

یہ تمھارے اموال اور اولاد ایسے نہیں ہیں جو تمھیں ہم سے قریب کرتے ہیں

اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا -

ہاں مگر جو ایمان لائے اور عمل صالح بجا لائے وہی لوگ ہیں جنھیں ان کے عمل سے دگنی جزا دی جائے گی

عَمِلَ صَالِحًا سے مراد ہے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا اور اپنی اولاد کو خیر وصلاح (بھلائی اور بہتری) کی تعلیم دینا

وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ - اور وہ لوگ بلند و بالا عمارتوں میں امن سے رہیں گے

یعنی ناپسندیدہ باتوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہیں گے

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ کے سامنے ایک شخص نے دولت مندوں کا ذکر کیا اور ان کے خلاف باتیں کرنے لگا تو امام علیہ السلام نے اس سے کہا خاموش ہو جا اس لیے کہ اگر دولت مند اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کرتا ہو اپنے اور بھائیوں کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے اجر کو دگنا کر دے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وَمَآ اَمْوَالُكُمْ الخ[۲]

اور کتاب علل الشرائع میں اسی سے ملتی جلتی روایت ہے۔[۳]

۳۸- وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ -

اور جو لوگ ہمیں عاجز کرنے کے لیے (رد کر کے اور طعن وتشنیع کے ذریعے) ہماری آیتوں کو جھٹلانے کی سعی کر رہے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ - انھیں عذاب میں حاضر کیا جائے گا۔

۳۹- قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ -

کہہ دیجیے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے رزق کو چاہتا ہے کشادہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا دیتا ہے

یہ ایک شخص کے لیے ہے دو مختلف وقتوں کے اعتبار سے اور پہلے جو بیان کیا جا چکا ہے وہ دو شخصوں کے بارے میں ہے تو یہ تکرار نہیں ہے

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ - اور جب تم کوئی چیز خرچ کرتے ہو تو اللہ اس کا عوض دے دیتا ہے

---

(۱) نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۰۔۱۹۲ خطبہ قاصعہ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۳ (۳) علل الشرائع ص ۶۴ ح ۳ باب ۳۸۵

خواہ وہ اسی دنیا میں فوراً مل جائے یا بعد میں دیر میں یعنی آخرت میں ملے

وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ- اور وہ سب سے بہترین رزق دینے والا ہے

اس لیے کہ غیر خدا رزق کو پہنچانے کا واسطہ اور ذریعہ ہے اس کے رازق ہونے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ یقیناً ''رَبٌّ مُتَعَال'' اپنے امر کو ہر شب جمعہ دنیاوی آسمان سے رات کے ابتدائی حصے میں نازل کرتا ہے اور ہر شب میں رات کی آخری تہائی میں اور اس کے آگے آگے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کیا ہے کوئی توبہ کرنے والا جس کی توبہ قبول کی جائے؟ ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا جس کی مغفرت کی جائے؟ ہے کوئی سوال کرنے والا جس کے سوال کو پورا کیا جائے؟ اے اللہ تو ہر خرچ کرنے والے کو معاوضہ دے دے اور ہر روکنے والے کو بربادی یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جائے جب فجر طلوع ہو جاتی ہے تو امرِ رب عرش کی طرف واپس آجاتا ہے تو اللہ اپنے بندوں میں رزق تقسیم کرتا ہے پھر فرمایا اور وہ اللہ کا قول ہے: وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ [۱]

کتاب کافی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے جو شخص مال پا کر اپنے ہاتھ کو عطیہ و بخشش کے لیے کشادہ کر دیتا ہے تو اس نے دنیا میں جو بھی خرچ کیا تھا اللہ اسے اس کا معاوضہ اسی دنیا میں دے دیتا ہے اور آخرت میں اسے دگنا کر دے گا۔[۲]

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے

مَنْ صَدَّقَ بِالْخَلَفِ جَادَ بِالعطيّة

جو معاوضے کو سچ سمجھتا ہے وہ جُود و عطا کرتا ہے۔[۳]

اور ایک روایت میں ہے ''مَنْ اَيْقَنَ بِالْخَلَفِ سَخَتْ نَفْسُهٗ بِالنَّفَقَة'' جو معاوضے پر یقین کرتا ہے وہ اپنے نفس سے فیاضی دکھاتا ہے اور اسے خرچ کر ڈالتا ہے۔[۴]

امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ میں خرچ کرتا ہوں لیکن اس کے بعد اس کا عوض مجھے نہیں ملتا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اللہ وعدہ خلافی کرے گا کہا گیا نہیں تو فرمایا ایسا کیوں ہوا جواب ملا ہمیں نہیں معلوم فرمایا اگر تم میں سے کوئی رزق حلال کمائے یعنی مال کو حلال طریقے سے حاصل کرے اگر وہ اس میں سے ایک درہم بھی خرچ کرے گا تو اسے وہ واپس مل جائے گا۔[۵]

امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے اپنے غلام سے کہا کیا آج تم نے کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہے اس نے کہا نہیں بخدا نہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا تو پھر اللہ ہمیں اس کا عوض کیسے دے گا۔[۶]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۴ (۲) الکافی ج ۲ ص ۱۵۴ ح ۱۹ (۳) الکافی ج ۴ ص ۲ ح ۴
(۴) الکافی ج ۴ ص ۴۳ ح ۳ (۵) الکافی ج ۲ ص ۴۸۶ ح ۸ (۶) الکافی ج ۴ ح ۹ باب الانفاق

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ؕ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾

وَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَ مَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿۴۴﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَ مَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾ ع قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾

۴۰- اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے دریافت کرے گا کیا یہ لوگ صرف تمھاری عبادت کیا کرتے تھے؟

۴۱- تو وہ کہیں گے اے اللہ تو پاک و پاکیزہ ہے ان کے سوا تو ہی ہمارا کارساز ہے بلکہ وہ لوگ تو جنوں کی پرستش کیا کرتے تھے ان میں سے اکثریت جنوں پر ایمان رکھتی تھی۔

۴۲- چناں چہ (کہا جائے گا) آج تم میں سے کوئی کسی دوسرے کو نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نقصان اور ہم ظالموں سے کہیں گے کہ اب جہنّم کے عذاب کا مزہ چکھو، جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

۴۳- اور جب اُن کے سامنے ہماری واضح آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ شخص تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو اُن معبودوں سے برگشتہ کر دے تمھارے آباؤ اجداد جن کی عبادت کیا کرتے تھے اور

انھوں نے کہا کہ یہ قرآن محض ایک جھوٹ ہے گھڑا ہوا اور جب کافروں کے سامنے حق آیا تو وہ کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے۔

۴۴- حال آں کہ نہ ہم نے انھیں ایسی کتابیں دی تھیں جنھیں وہ پڑھا کرتے ہوں اور نہ ہی اُن کی طرف آپ سے پہلے ہم نے کسی نذیر (ڈرانے والے) کو بھیجا تھا۔

۴۵- ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی حق کو جھٹلایا تھا جو کچھ ہم نے انھیں دیا تھا اس کے عشر عشیر کو بھی یہ نہیں پہنچے ہیں مگر جب انھوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو دیکھ لو میری سزا کیسی تھی؟

۴۶- اے نبی اُن سے فرما دیجیے کہ میں تمھیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے دو دو اور ایک ایک کر کے کھڑے ہو جاؤ پھر تم غور و فکر کرو تمھارے ساتھی (نبی) میں کوئی دیوانگی نہیں ہے وہ تو سخت عذاب آنے سے پہلے تمھیں ڈرانے والے ہیں۔

۴۰- وَ یَوۡمَ یَحۡشُرُهُمۡ جَمِیۡعًا ثُمَّ یَقُوۡلُ لِلۡمَلٰٓئِکَةِ -

اور جس دن وہ تمام انسانوں (مُتکبرین اور مستضعفین) کو جمع کرے گا

پھر فرشتوں سے دریافت کرے گا۔

اَهٰٓؤُلَآءِ اِیَّاکُمۡ کَانُوۡا یَعۡبُدُوۡنَ-

کیا یہ لوگ صرف تمھاری عبادت کیا کرتے تھے

مشرکین کو مغلوب کرنا، سرزنش کرنا اور ان کی توقعات کو ناامیدی میں بدل دینا ہے وہ جو فرشتوں کی شفاعت کے بارے میں کرتے تھے اور ملائکہ کا خصوصی ذکر اس لیے کیا کہ فرشتے ان کے اشرف ترین شرکاء تھے اور ان سے خطاب کیا جائے گا کہ وہ اس کے لیے موزوں اور مناسب ہیں۔

۴۱- قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ اَنۡتَ وَلِیُّنَا مِنۡ دُوۡنِهِمۡ ۚ -

تو وہ کہیں گے اے اللہ تو پاک اور مُنزّہ ہے ان کے سوا تو ہی ہمارا کارساز ہے۔

ان سب میں صرف تو ہی ہے جو ہمارا کارساز ہے ہمارے اور ان مشرکین کے درمیان کسی قسم کی دوستی نہیں ہے گویا کہ فرشتے وضاحت کر رہے ہیں کہ مشرکین جو فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اس سے ان کی براءت ظاہر ہو جائے کہ وہ اس بات پر راضی نہیں تھے پھر انھوں نے اس بات سے برگشتگی کا اظہار کیا ہے اور اپنے اس قول سے اس بات کی نفی کی ہے کہ مشرکین نے ان کی عبادت کی تھی۔

بَلۡ کَانُوۡا یَعۡبُدُوۡنَ الۡجِنَّ ۚ -

بلکہ وہ تو جنوں یعنی شیاطین کی عبادت کیا کرتے تھے

اس لیے کہ غیر خدا کی عبادت میں انھوں نے شیاطین کی اطاعت کی تھی

اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ- ان میں سے اکثریت جنوں پر ایمان رکھتی تھی

۴۲- فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ -

چناں چہ (کہا جائے گا) آج تم میں سے کوئی کسی دوسرے کو نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نقصان

اس لیے کہ اس بارے میں تمام تر حکم اللہ ہی کا ہے دارِ آخرت دارِ جزا ہے اور وہی تنہا جزا دینے والا ہے۔

وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ-

اور ہم ظالموں سے کہیں گے کہ اب آتشِ جہنّم کے عذاب کا مزہ چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے

۴۳- وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ -

اور جب اُن کے سامنے ہماری واضح آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے

قَالُوْا مَا هٰذَاۤ -

وہ کہتے تھے یہ کیا ہے؟ اس سے مراد وہ نبی اکرم کو لیتے تھے

اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ -

سوائے ایک ایسے شخص کے جو یہ چاہتا ہے کہ تم کو ان معبودوں سے برگشتہ کر دے تمھارے آباؤ اجداد جن کی عبادت کیا کرتے تھے

وَقَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ؕ -

اور انھوں نے کہا کہ یہ قرآن محض ایک جھوٹ ہے، گھڑا ہوا

یعنی اللہ پر جھوٹ گھڑا گیا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ-

اور جب کافروں کے سامنے حق آیا تو وہ کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے

۴۴- وَمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا -

حال آں کہ نہ ہم نے انھیں ایسی کتابیں دی تھیں جنھیں وہ پڑھا کرتے ہوں

جو کتابیں انھیں دعوت دے رہی ہوں وہ جس چیز پر قائم ہیں۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ-

اور نہ ہی اُن کی طرف آپ سے پہلے ہم نے کسی نذیر کو (ڈرانے والے) کو بھیجا تھا جو انھیں اس چیز کو چھوڑنے کے لیے ڈرا رہا ہو تو پھر انھیں یہ شبہہ کیسے ہو گیا

۴۵- وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ - اور ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی حق کو جھٹلایا تھا

جس طرح انھوں نے جھٹلایا ہے

وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ -

اور جو کچھ ہم نے اُنھیں دیا تھا اس کے عشرِ عشیر کو بھی یہ نہیں پہنچے ہیں

کہا گیا ہے کہ یہ لوگ اس کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچے جو کچھ ہم نے ان لوگوں کو دیا تھا قوت وطاقت، طویل عمر، کثرتِ مال یا اس سے مراد یہ ہو کہ ہم نے ان لوگوں کو واضح دلائل اور جس ہدایت سے نوازا تھا یہ لوگ اس کے عشر عشیر کو نہیں پہنچے۔[۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ دونوں باتوں کا مقصود یہی ہے کہ وہ لوگ ان لوگوں کی بہ نسبت رسولوں کی تکذیب کے زیادہ سزاوار تھے اور اسی پر محمول ہے جسے قمی نے حدیث مرفوع میں بیان کیا ہے فرمایا کہ ان سے پہلے جو لوگ تھے انھوں نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا جب کہ جو کچھ ہم نے ان رسولوں کو عطا کیا تھا وہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں جو کچھ ہم نے محمد وآل محمد علیہم السلام کو عطا فرمایا ہے۔[۲]

یا اس بات پر محمول ہے کہ فضائل محمد وآل محمد سے لوگ زیادہ حسد کرتے اور انھیں جھٹلاتے ہیں اور محمد وآل کو عطا کیا جانا درحقیقت پیغمبروں کو عطا کیا جانا ہے لہٰذا حدیث قرآن کے ظاہر کے خلاف نہیں۔

فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ -

پھر انھوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا

یہ جملہ مکرّر نہیں ہے اس لیے کہ اس سے پہلے والا جملہ مطلق ہے اور یہ مقید ہے

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ -

تو دیکھ لو میری سزا کیسی تھی؟

یعنی ان کا انکار کرنا ہلاکت کا مستوجب تھا تو جو لوگ ویسے ہیں انھیں اس بات سے ڈرنا چاہیے

۴۶- قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ -

اے نبی آپ ان سے فرما دیجیے کہ میں تمھیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں

میں تمھاری رہنمائی کرتا ہوں اور صرف ایک بات کی تلقین کرتا ہوں

اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى -

کہ تم اللہ کے لیے دو دو اور ایک ایک کر کے کھڑے ہو جاؤ

متفرق ہو کر دو دو افراد یا الگ الگ ایک ایک فرد کی حیثیت سے اس لیے کہ اِزدحام دلوں کو پریشان کر دیتا ہے اور بات کو خلط ملط کر دیتا ہے۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۶۴ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۰۴

ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۗ - پھر تم غور وفکر کرو

پھر تم میرے معاملے میں اور جو کچھ میں لے کر آیا ہوں اس بارے میں غور وخوض سے کام لو تا کہ حقیقت تم پر واضح ہو جائے۔

مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ -

کہ تمھارے ساتھی میں کوئی دیوانگی نہیں ہے

تا کہ تم یہ جان لو کہ تمھارے ساتھی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی دیوانہ پن نہیں ہے جو وہ ایسی باتیں کہہ رہے ہیں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ-

وہ تو سخت عذاب آنے سے پہلے تمھیں ڈرانے والے ہیں

کتاب کافی اور قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ میں تمھیں ولایت علی کے بارے میں نصیحت اور تلقین کرتا ہوں واحِدَۃ سے یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ نے جسے ارشاد فرمایا ہے۔[۱]

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے ایک حدیث میں بیان فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے شریعت کی تمام اہم باتیں اور فرائض کی آیتیں اپنے نبی پر مختلف اوقات میں نازل فرمائی ہیں جس طرح اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں خلق فرمایا ہے اور اگر وہ چاہتا تو انھیں چشم زدن سے کم وقت میں بھی خلق کرسکتا تھا لیکن اس نے ٹھہر ٹھہر کر آہستہ آہستہ ان چیزوں کو خلق فرما کر ذمہ داروں کے لیے مثال قائم کی اور مخلوقات پر حُجّت کے لیے اس بات کو قبول کیا تو سب سے پہلے انھیں وحدانیت اور ربوبیت کے اقرار اور لا الہ الا اللہ کی شہادت (گواہی) کا پابند بنایا جب انھوں نے اس بات کا اقرار کر لیا تو پھر اس کے بعد اپنے نبی کی نبوت کا اقرار اور ان کی رسالت کی گواہی قبول کی پھر جب انھوں نے ان باتوں کو تسلیم کر لیا تو پھر ان پر نماز اس کے بعد روزہ اس کے بعد حج اور کے بعد جہاد پھر زکوٰۃ پھر صدقات اور اس کی جگہ جو مال فَے تھا اسے فرض قرار دیا تو منافقوں نے کہا کیا آپ کے رب کے پاس اس کے بعد بھی کچھ باقی رہ گیا ہے جسے وہ ہم پر فرض قرار دے اسے چاہیے کہ وہ اسے بھی بیان کر دے تا کہ ہمیں سکون مل جائے کہ اس کے علاوہ کچھ اور نہیں بچا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ یعنی ولایت

اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (المائدہ: ۵۵)[۲]

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۴۲۰ ح ۴۱ وتفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۴ (۲) الاحتجاج ج ۱ ص ۳۷۹

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَاۤ اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ ۚ وَ اِنِ اهْتَدَیْتُ فَبِمَا یُوْحِیْۤ اِلَیَّ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ ﴿۵۰﴾ وَ لَوْ تَرٰۤی اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ﴿۵۱﴾ۙ وَّ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَ اَنّٰی لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۵۲﴾ۚ وَّ قَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَیَقْذِفُوْنَ بِالْغَیْبِ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۵۳﴾

وَحِیْلَ بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَ مَا یَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْیَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِیْ شَكٍّ مُّرِیْبٍ ﴿۵۴﴾ ع ۲ ۱۲

۴۷–اے نبی آپ فرما دیجیے کہ میں نے تم سے اگر کوئی اجر طلب کیا ہے تو وہ تمھارے ہی لیے ہے میرا اجر تو خدا کے ذمّے ہے اور وہ ہر چیز پر نگران ہے۔

۴۸–کہہ دیجیے بے شک میرا رب حق بات کا القا کرتا ہے اور وہ غیب کی باتوں کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ ۴۹–کہہ دیجیے حق آ گیا اور باطل نہ پہلی بار ابھرا اور نہ ہی دوبارہ ابھرے گا۔

۵۰–کہہ دیجیے کہ اگر میں بہکا ہوا ہوں تو بلاشبہ اس بہکنے کا وبال مجھی پر ہوگا اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس وحی کی بنیاد پر ہوں جو میرا رب مجھ پر نازل کرتا ہے بے شک وہ سننے والا اور نزدیک ہی ہے۔

۵۱–کاش آپ انھیں اس وقت دیکھیں جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے تو وہ بھاگ کر نہ بچ سکیں گے اور وہ قریب ہی جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے۔

۵۲–اور انھوں نے کہا ہم اس پر ایمان لے آئے، اور جو ان کی دسترس سے دور جا چکا ہو وہ کہاں ہاتھ آ سکتا ہے۔

۵۳–اور اس سے پہلے وہ دنیا میں اُس کے مُنکر تھے اور دور سے ہی اندھا دھند تیر پھینک رہے تھے۔

۵۴–اس وقت اُن کے اور ان کی چاہتوں کے مابین پردہ حائل کر دیا جائے گا جیسا کہ اس سے پیشتر ان کے ہم نواؤں کے ساتھ کیا جا چکا ہے بلاشبہ وہ لوگ بڑے مضطرب کر دینے والے شک میں مبتلا تھے۔

۴۷-قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ -

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ میں نے اگر تم سے رسالت کا کوئی اجر مانگا ہے تو اس کا فائدہ تمھارے ہی لیے ہے۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں آیا ہے آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوم سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اُن کے قرابت داروں سے مؤدت رکھیں اور انھیں اذیّت نہ پہنچائیں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول ''فَهُوَ لَكُمْ ؕ'' کا مفہوم یہ ہے کہ ''ثوابہ لکم'' اس کا ثواب تمھارے لیے ہے۔(۱)

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں نے تمھیں جو دعوت دی تھی اور تم نے میری دعوت کو قبول کیا اور اسے محفوظ رکھا تو اس کا جو کچھ اجر ہے اس میں سراسر تمھارا ہی فائدہ ہے میرا نہیں۔(۲)

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ فرما رہے تھے کہ مؤدت کا اجر میں نے جس کے علاوہ کسی اور چیز کا سوال نہیں کیا ہے وہ سراسر تمھارے فائدے کے لیے ہے تم اس کے ذریعے ہدایت حاصل کرو گے اور اس کی وجہ سے روز قیامت ہونے والے عذاب سے نجات پا جاؤ گے۔(۳)

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ -

بس میرا اجر تو خدا کے ذمّے ہے

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ-

اور وہ ہر چیز پر نگران ہے، اس سے مطلع اور آگاہ ہے

وہ میرے خلوص نیت اور میری سچّائی سے بخوبی واقف ہے

۴۸-قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ -

کہہ دیجیے بے شک میرا رب حق بات کا القا کرتا ہے

اور اپنے بندوں میں سے جسے مجتبیٰ کر لیتا ہے وہ اس پر القا کرتا ہے

عَلَّامُ الْغُیُوْبِ-

اور وہ غیب کی باتوں کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے

۴۹-قُلْ جَآءَ الْحَقُّ - اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ فرما دیجیے کہ حق آ گیا

یعنی اسلام تم تک آ گیا ہے

وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ-

اور باطل نہ پہلی بار ابھرا اور نہ ہی دوبارہ ابھرے گا

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۴ (۲) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۹۶ (۳) الکافی ج ۸ ص ۳۷۹

اسلام آ گیا اور باطل چلا گیا یعنی شرک کا کوئی نام ونشان بھی باقی نہ رہے گا

کتاب امالی میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور خانۂ کعبہ کے گرد ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں جو لکڑی تھی ہر صنم (بُت) پر اسے چبھو کر فرما رہے تھے: جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (اسراء: ۸۱) (حق آ گیا اور باطل چلا گیا باطل تو جانے والا ہی تھا) جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ [۱]

تفسیر مجمع البیان میں ابن مسعود سے ایسی ہی روایت ہے۔[۲]

۵۰- قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَاۤ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِىْ ۚ -

اے نبی آپ فرما دیجیے (تمھارے خیال میں) اگر میں گمراہ ہو گیا ہوں تو اس بہکنے کا وبال مجھی پر ہوگا۔

وَ اِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِىْۤ اِلَىَّ رَبِّىْ ؕ -

اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اُس وحی کی بنیاد پر جو میرا رب مجھ پر نازل کرتا ہے

اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ-

بے شک وہ ہر بات کا سننے والا اور ایسا قریب ہے کہ ہر عمل کو دیکھتا ہے

خواہ وہ پوشیدہ ہی کیوں نہ ہو

۵۱- وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ فَزِعُوْا-

کاش آپ انھیں اس وقت دیکھیں جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے

فَلَا فَوْتَ - تو وہ بھاگ کر نہ بچ سکیں گے

وہ بھاگ کر یا کسی محفوظ جگہ میں پناہ حاصل کر کے اللہ سے نہ بچ سکیں گے

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ جب وہ ایک آواز سے خوف زدہ ہو جائیں گے اور وہ آواز آسمان سے آئے گی۔[۳]

وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ-

اور انھیں قریب ہی جگہ سے پکڑ لیا جائے گا۔

فرمایا ان کے قدموں کے نیچے سے انھیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔[۴]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ گویا کہ میں قائم علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں جو حجرِ اسود کی طرف اپنی پشت کو ٹکائے ہوئے ہیں اور حدیث کو آگے لے کر گئے یہاں تک کہ فرمایا کہ جب وہ بیداء کی طرف آئیں گے

---

(۱) امالی شیخ طوسی ص ۳۳۶-۳۳۷ ح ۶۸۳ (۲) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۹۶
(۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۵ (۴) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۵

تو ان کی طرف سفیانی کا لشکر آئے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ زمین کو حکم دے گا جو اس لشکر کو ان کے پیروں کی طرف سے اپنے اندر لے لے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ [1]

۵۲-وَّ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ -

اور انھوں نے کہا ہم اس پر ایمان لے آئے

یعنی قائم آلِ محمدؑ پر [2] اور کہا گیا ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر [3]

وَ اَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ -

اور وہ انھیں کہاں ہاتھ آ سکتا تھا

تناوش کے معنی ہیں تَنَاوُل یعنی ایمان تک پہنچنا

مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ -

مکان بعید سے یعنی ان کی دسترس سے دور جا چکا ہے

زمانۂ تکلیف کے گزر جانے کے بعد یعنی جب وہ مکلّف تھے

فرمایا کہ انھوں نے ہدایت کو ایسی جگہ سے طلب کیا جہاں تک نہیں پہنچا جا سکتا

حالاں کہ وہ ان کے لیے مہیا تھی جہاں تک رسائی ممکن تھی

۵۳-وَّ قَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ - اور اس سے پہلے وہ دنیا میں اس کے منکر تھے

جب اُن پر تکلیف شرعی عائد تھی

وَ يَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ -

اور دور سے ہی اندھا دھند تیر پھینک رہے تھے

یعنی اپنے گمان کے مطابق سنگ باری کر رہے تھے اور ایسی باتیں کر رہے تھے جو ان پر ظاہر نہیں ہوئی تھیں ایسی جگہ سے جو امر سے بہت دور تھی۔

۵۴-وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ -

اور اس وقت ان کے اور اُن کی چاہتوں کے درمیان پردہ حائل کر دیا جائے گا

فرمایا یعنی ان کی یہ چاہت کہ اُن پر عذاب نہ کیا جائے۔ [4]

كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ -

جیسا کہ اس سے پیشتر ان کے ہم نواؤں کے ساتھ کیا جا چکا ہے

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۰۵ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۰۵

(۳) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۶۵ (۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۰۵

یعنی ان سے پہلے جتنے جھٹلانے والے تھے وہ سب کے سب ہلاک کر دیے گئے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ-

بلاشبہ وہ لوگ بڑے مضطرب کرنے والے شک میں مبتلا تھے

تفسیر مجمع البیان میں امام سجادؑ اور امام حسن بن علی علیہما السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ وہ بیداء کا لشکر ہوگا ان کے پیروں کے نیچے سے زمین واپس لے لی جائے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی آپ نے ذکر کیا کہ اہل مشرق اور اہلِ مغرب کے درمیان ایک فتنہ برپا ہوگا فرمایا کہ وہ اسی طرح ہوں گے کہ سفیانی وادیِ یابس (خشک وادی) سے ابتدائی طور پر نکلے گا یہاں تک کہ دمشق میں داخل ہو جائے گا پھر وہ دو لشکر روانہ کرے گا ایک لشکر مشرق کی طرف دوسرا مدینہ کی طرف یہاں تک کہ وہ اتریں گے سرزمین بابُل میں اس شہر پر جو ملعونہ (لعنت کی گئی) ہے یعنی بغداد تو وہ اس میں تین ہزار سے زائد افراد کو قتل کریں گے اور سو عورتوں سے زیادہ کو رسوا اور ذلیل کریں گے اور بغداد میں بنوعباس کے تین سو سرداروں کو قتل کر دیں گے۔

پھر وہ کوفے کا رخ کریں گے اور اس کے اطراف کو تباہ کریں گے پھر وہ شام کی جانب واپس آئیں گے پھر ہدایت کا پرچم کوفے سے برآمد ہوگا اور وہ اس لشکر سے ٹکرائے گا اور انھیں قتل کر دے گا ان میں کوئی خبر دینے والا بھی باقی نہ بچے گا اور وہ لوگ ان سے تمام قیدیوں کو چھڑا لیں گے اور مال غنیمت حاصل کر لیں گے اور دوسرا لشکر مدینہ روانہ ہوگا وہ تین دن رات وہاں لوٹ مار کریں گے۔

پھر وہ مکے کا رخ کریں گے جب وہ بیداء کے مقام پر ہوں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ جبرئیل امینؑ کو روانہ کرے گا اور کہے گا اے جبرئیلؑ جاؤ اور انھیں ہلاک کر دو جبرئیل امینؑ اسے اپنے پیروں سے ٹھوکر ماریں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں بیداء کے پاس زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں ''جُهَيْنَة'' کے دو فرد بچیں گے اسی لیے یہ قول مشہور ہے ''وعند جُهَيْنَةَ الخَبَرُ اليَقِيْنُ'' اور جہینہ کے پاس یقینی خبر موجود ہے اور یہ اللہ کا قول ہے: ''لَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا الاٰیۃ'' فرمایا اور ہمارے اصحاب نے احادیث مہدی میں امام باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسی ہی روایتیں نقل کی ہیں۔[۱]

کتاب ثواب الاعمال اور مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص دونوں حٰمٓ یعنی حٰمٓ سبا اور حٰمٓ فاطر رات کے وقت پڑھے گا تو وہ اس شب کو اللہ کی حفاظت اور حمایت میں ہوگا اور اگر وہ ان سورتوں کو دن کے وقت پڑھے گا تو دن کے وقت اسے کسی ناپسندیدہ امر اور مصیبت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور اسے خیرِ دنیا اور خیرِ آخرت سے اتنا کچھ عطا کیا جائے گا جو اس کے خواب وخیال میں بھی نہ ہوگا اور نہ کبھی اس نے اس کی آرزو اور تمنا کی ہوگی۔[۲]

---

(۱) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۹۷-۳۹۸ (۲) ثواب الاعمال ص ۱۱۰ و مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۳۷۵

سورہ فاطر

سورہ فاطر مکی سورہ ہے حسن نے کہا ہے کہ سوائے دو آیتوں کے اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ الآیۃ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الآیۃ اور اس سورے میں آیتوں کی تعداد ۴۵ ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ مَّثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ①

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے۔

۱– ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے مخصوص ہے جو آسمانوں اور زمین کا مُوجد ہے اس نے فرشتوں کو پیغام رساں بنایا ہے جن کے دو دو تین تین اور چار چار بازو ہیں وہ مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کر دیتا ہے بے شک اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

۱– اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ–

ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے مخصوص ہے جو آسمانوں اور زمین کا موجد ہے فاطر کے معنی میں ایجاد کرنے والا یہ لفظ فَطَر سے مشتق ہے گویا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو عدم سے نکال کر اسے شق کر ڈالا ہے۔

جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا –

اس نے فرشتوں کو پیغام رساں بنایا ہے

فرشتے اللہ اور انبیاء اور صالح بندوں کے درمیان واسطے کی حیثیت رکھتے ہیں وہ اللہ کا پیغام ان تک وحی الہام اور سچّے خوابوں کے ذریعے پہنچاتے ہیں۔

اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ مَّثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ –

جن کے دو دو تین تین اور چار چار بازو ہیں

ان فرشتوں کے بہت سے بازو ہوتے ہیں جس کی مدد سے وہ اترتے اور بلند ہوتے ہیں اور جہاں جانے کا حکم دیا جاتا ہے تیزی سے وہاں پہنچ جاتے ہیں۔

کتاب کافی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ ملائکہ تین طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کے دو بازو

ہوتے ہیں دوسرا وہ جس کے تین بازو ہوتے ہیں اور تیسرا وہ ہے جس کے چار بازو ہوتے ہیں۔[۱]

کہا گیا ہے کہ شاید اس سے اعداد کی خصوصیت کو رد نہیں کیا گیا اور اس سے زیادہ کی نفی نہیں کی گئی ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شب معراج کے واقعات میں آیا ہے کہ انھوں نے جبرئیلؑ کو چھ لاکھ بازوؤں (پروں) کے ساتھ دیکھا تھا۔[۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ شاید اس سے اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے قول: يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ (فاطر ۱) کی طرف

کتاب اکمال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کا نام دردائیل ہے جس کے ۱۶ ہزار بازو تھے اور ایک بازو سے دوسرے بازو تک ہوا تھی اور ہوا اس طرح تھی جیسے آسمان و زمین کے درمیان میں ہو۔[۳]

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو مختلف انداز سے خلق فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو تھے اور ان کی پنڈلی پر موتی تھا جیسے سبزی پر قطرہ اس نے آسمان اور زمین کے درمیان کو پُر کر دیا تھا اور فرمایا کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے میکائیل علیہ السلام کو دنیا میں اترنے کا حکم دیا تو اس نے اپنا دایاں پاؤں ساتویں آسمان میں رکھا اور دوسرا پاؤں ساتویں زمین پر رکھا اور اللہ کے ایسے فرشتے بھی ہیں جن کا نصف حصہ بَرد (اولا، ٹھنڈک) سے ہے اور نصف حصہ آگ سے ہے وہ کہتے ہیں: ''یامؤلّفابین البَردو النَّارِ ثبّت قلوبنا علی طاعتك

اے ٹھنڈک اور آگ کو ملانے والے تو ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت پر ثابت قدم رکھ

اور فرمایا کہ اللہ کا ایک فرشتہ ہے اس کے کان کی لو سے اس کی آنکھ تک پانچ سو سال تک پرندوں کی اڑان جتنا فاصلہ ہے اور فرمایا کہ فرشتے نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ ہی شادی بیاہ کرتے ہیں بلکہ وہ عرش کی نسیم (ٹھنڈی ہوا) سے زندہ رہتے ہیں اور اللہ عزوجل کے ایسے فرشتے ہیں جو قیامت تک رکوع کی حالت میں رہیں گے اور ایسے فرشتے بھی ہیں جو روز قیامت تک سجدے میں رہیں گے۔

پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے جتنی مخلوقات کو خلق فرمایا ہے ان میں فرشتوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے اور یہ کہ ہر روز یا ہر شب ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور بیت الحرام کا طواف کرتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں اس کے بعد امیر المومنین کی خدمت میں آکر سلام بجا لاتے ہیں پھر وہ امام حسینؑ کے پاس آتے ہیں اور وہاں قیام فرماتے ہیں اور جب صبح کا وقت ہوتا ہے تو ان کے لیے آسمان کی طرف بلندی رکھ دی گئی ہے پھر وہ واپس نہیں لوٹتے۔[۴]

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۲۷۲ ح ۴۰۳ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۶۶
(۳) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۲۸۲ ح ۳۶ (۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۰۶

حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسرافیل، جبرائیل اور میکائیل علیہم السلام کو ایک تسبیح (سبحان اللہ) سے خلق فرمایا ہے اور اُن کے لیے سماعت بصارت، عقل کی جودت (تیزی) اور سرعتِ فہم عطا کی ہے امیر المومنین علیہ السلام نے ملائکہ کی خلقت کے بارے میں فرمایا: اور فرشتوں کو تو نے خلق فرمایا اور انھیں اپنے آسمانوں میں ٹھہرایا نہ تو ان میں کاہلی ہے نہ غفلت ہے اور نہ ہی ان میں معصیت ہے وہ تیری مخلوقات میں تجھے سب سے زیادہ جانتے ہیں اور مخلوقات میں سب سے زیادہ تجھی سے ڈرتے ہیں اور تیری خلقت میں وہی تجھ سے زیادہ قربت رکھتے ہیں اور تیری اطاعت پر سب سے زیادہ عمل پیرا ہیں انھیں نہ تو آنکھوں کی نیند ڈھانپتی ہے نہ عقول کی بھول چوک، نہ سستی اور بدن کی کاہلی لاحق ہوتی ہے وہ نہ اصلاب میں ٹھہرے نہ شکموں میں رکھے گئے اور نہ ہی ذلیل پانی (نطفہ) سے ان کی پیدائش ہوئی۔

تو نے انھیں ازسرنو تخلیق کیا انھیں اپنے آسمانوں میں رکھا اور اپنی ہمسائیگی کے ذریعہ انھیں مکرم کیا اور اپنی وحی پر انھیں امین بنایا اور انھیں آفات سے علاحدہ رکھا اور بَلِیّات سے بچایا اور گناہوں سے پاکیزہ رکھا اگر تیری قوت نہ ہوتی تو وہ قوی نہ ہوتے اور اگر تو نے ان میں عزم و ثبات نہ رکھا ہوتا تو وہ ثابت قدم نہ ہوتے اور اگر تیری رحمت نہ ہوتی تو وہ اطاعت گزار نہ ہوتے اور اگر تو نہ ہوتا تو وہ نہ ہوتے لیکن وہ تیرے حضور ایسی منزلت رکھنے اور ایسی اطاعت کرنے اور اس منزلت پر فائز ہونے کے بعد بھی اور تیرے حکم سے غفلت کی قلت کے باوجود بھی اگر ان باتوں کا معاینہ کرتے جو تجھ سے ان کے لیے مخفی رہ گئی ہیں تو وہ اپنے عمل کو حقیر گردانتے اور اپنے اوپر کبھی فخر نہ کرتے اور وہ جان لیتے کہ انھوں نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا تو پاک ہے خالق اور معبود کی حیثیت سے اور تیری مخلوق کے نزدیک تیری آزمائش کتنی حسین ہے۔[۱]

کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے خطبہ دیا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ایسے فرشتے ہیں کہ اگر اُن میں سے ایک فرشتہ زمین پر اتر کر آجائے وہ اپنی خلقت کی عظمت اور اپنے بازوؤں کی کثرت کے سبب زمین میں سما نہیں سکتا اور اُن میں سے ایسے فرشتے بھی ہیں کہ اگر جنوں اور انسانوں سے کہا جائے کہ اُن کے اوصاف بیان کرو تو وہ اوصاف بیان کرنے سے قاصر رہیں گے اس لیے کہ ان کے بدن کے جوڑ کا فاصلہ بہت دور ہے اور اس کی صورت کی ترکیب نہایت حسین ہے اور بھلا اللہ کے فرشتوں کی تعریف کیسے ممکن ہے کہ جس کے کندھے اور کانوں کی لو کے درمیان سات سو سال کا فاصلہ ہے اور اُن میں سے ایسے فرشتے بھی ہیں جو اپنے بازوؤں میں سے صرف ایک بازو سے افق کو مسدود کر دیتے ہیں بدن کی ہڈی کے بغیر اور ان میں ایسے فرشتے بھی ہیں کہ تمام آسمان اس کے کمر بند کی گرہ جتنے ہیں اور ان میں سے ایسے فرشتے بھی ہیں جن کا قدم زیریں ہوا میں

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۰۶

لٹکتا رہتا ہے اور زمینیں اُن کے گھٹنوں تک آتی ہیں اور ان میں سے ایسے فرشتے بھی ہیں کہ اگر تمام پانی اس کے انگوٹھے کے گڑھے میں انڈیل دیا جائے تو وہ اس میں سما جائے گا اور ان میں سے ایسے فرشتے بھی ہیں کہ اگر کشتی کو اس کے آنسوؤں میں ڈال دیا جائے تو ''اَبَدُ الآباد'' تک اس میں رواں دواں رہے۔

فتبارك الله احسن الخالقين۔

کتاب کافی میں ثمالی سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں حضرت علی بن الحسین علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو کچھ دیر میں دروازے پر ٹھہرا رہا پھر گھر میں داخل ہوا تو کیا دیکھا کہ وہ کچھ چُن رہے ہیں اور پردے کے پیچھے ہاتھ بڑھا کر جو بھی گھر میں موجود ہے اسے دے رہے ہیں میں نے کہا میں آپ پر قربان ہو جاؤں میں آپ کو اٹھاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں یہ کیا چیز ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ملائکہ کے پروں کے چھوٹے چھوٹے بال اور روئیں ہیں جب وہ تنہائی میں ہمارے پاس آتے ہیں ہم انھیں جمع کر لیتے ہیں اور اپنی اولاد کے لیے متبرک قرار دیتے ہیں میں نے عرض کی میں آپ پر فدا ہو جاؤں کیا فرشتے آپ کے پاس آتے ہیں تو فرمایا اے ابوحمزہ جب ہم آرام کر رہے ہوتے ہیں وہ اس وقت تشریف لاتے ہیں۔[۲]

اور اس مفہوم سے متعلق بہت سی روایات ہیں۔[۳]

اور کتاب بصائر میں بھی ہے۔[۴]

يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ۭ -

وہ مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ فرما دیتا ہے

اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ قضا و قدر اللہ کے مخلوقات میں سے دو مخلوق ہیں اور اللہ تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ فرما دیتا ہے۔[۵]

کتاب مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اس سے مراد خوب صورت چہرہ، بہترین آواز اور حسین بال ہیں۔[۶]

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ -

بے شک اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

---

(۱) التوحید ص ۲۷۷۔۲۷۸ ح ۲ (۲) الکافی ج ۱ ص ۳۹۳۔۳۹۴ ح ۳

(۳) الکافی ج ۱ ص ۳۹۳۔۳۹۴ ح ۱، ۲، ۴ (۴) بصائر الدرجات ص ۱۱۱۔۱۱۴ الجزء الثانی ج ۵، ۲۰، ۲۱ باب ۱۷

(۵) التوحید ص ۳۶۴ ح ۱ باب ۶۰ (۶) مجمع البیان ج ۷۔۸ ص ۴۰۰

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَ مَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۲

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۳

وَ اِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۴ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَقفة وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۵ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ؕ ۶ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۷ ع ۱ ۱۳

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۫ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۸ وَ اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۹

۲–اللہ انسانوں کے لیے اپنی رحمت کے جن دروازوں کو کھول دیتا ہے انھیں کوئی بند کرنے والا نہیں اور جنھیں وہ بند کر دے تو اس کے بعد کوئی انھیں بھیجنے (کھولنے) والا نہیں اور وہ غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔

۳–اے انسانو! تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اسے یاد کرو کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور خالق ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے تو تم کس طرف حیران و سرگرداں پھر رہے ہو۔

۴–اور اے نبی اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کی تکذیب ہو چکی ہے اور تمام امور کی بازگشت اللہ ہی کی جانب ہے۔

۵–اے انسانو! بے شک اللہ کا وعدہ سچّا ہے لہٰذا دنیا کی (چند روزہ) زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی وہ دغا باز (شیطان) اللہ کے بارے میں تمھیں دھوکے میں مبتلا کرے۔

۶– بہ تحقیق شیطان تمھارا دشمن ہے تم اسے دشمن سمجھو وہ اپنے گروہ والوں کو اس لیے دعوت دیتا ہے کہ وہ اہلِ جہنّم میں شامل ہو جائیں۔

۷– جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر وثواب ہے۔

۸– کیا وہ شخص جس کے لیے اس کا بُرا عمل پُرکشش بنا دیا گیا ہو اور وہ اسے اچھا سمجھنے لگے (کیا وہ ہدایت یافتہ شخص کی طرح ہوسکتا ہے) چناں چہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں رہنے دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے سو ''اے حبیب'' ان پر حسرت اور فرطِ غم میں آپ کی جان نہ جاتی رہے بے شک اللہ جانتا ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں۔

۹– اور اللہ تو وہ ہے جس نے ہوائیں بھیجی ہیں جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم اس بادل کو خشک اور بنجر بستی کی طرف سیرابی کے لیے لے جاتے ہیں اور اس کے ذریعے ہم زمین کو مردہ ہوجانے کے بعد زندگی عطا کرتے ہیں مرے ہوئے انسانوں کا جی اٹھنا بھی اسی طرح ہوگا۔

۲– مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ –

اللہ انسانوں کے لیے اپنی رحمت کے جن دروازوں کو کھول دیتا ہے انھیں کوئی بند کرنے والا نہیں۔

يَفْتَحِ کے معنیٰ ہیں يَطْلُقِ اللہ جو کچھ عطا فرماتا ہے۔

مِنْ رَّحْمَةٍ یعنی جیسے نعمت، اَمن، صحّت، علم، نبوت اور ولایت

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا اور ان تمام باتوں سے فائدہ اٹھانا۔ (۱)

وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ –

اور جنھیں وہ بند کر دے تو اس کے بعد انھیں کوئی بھیجنے (کھولنے) والا نہیں

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ –

اور وہ غالب اور صاحب حکمت ہے

الْعَزِيْزُ وہ جو چاہتا ہے اس پر غالب ہے کوئی بھی اس معاملے میں اس سے جھگڑا نہیں کرسکتا۔

الْحَكِيْمُ وہ ہر کام اپنے علم اور استحکام سے کرتا ہے۔

۳– يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ –

اے انسانو! تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اسے یاد کرو

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۷

جو اس نعمت کی معرفت کا حق ہے اُس طور سے اسے یاد رکھو اور اس کا اعتراف کرو
اور مُنعِم (نعمت دینے والا) کی اطاعت کرو

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ -

کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور خالق ہے جو تمھیں آسمانوں اور زمین سے رزق دیتا ہے

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ -

نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے تو تم کس طرف حیران وسرگردان پھر رہے ہو
کیا وجہ ہے کہ تم توحید سے منہ پھیر کر غیر کو اس کے ساتھ شریک بنا رہے ہو

۴–وَ اِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ -

اور اے نبی اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کی تکذیب ہو چکی ہے
لہٰذا آپ ان کی تکذیب پر صبر کرنے میں اُن انبیاء کی تأسّی کریں

وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ -

اور تمام امور کی بازگشت اللہ ہی کی جانب ہے
اللہ تعالیٰ آپ کو اور ان کو جزا دے گا صبر پر اور تکذیب پر یعنی دونوں کو اپنے کیے کا بدلہ ملے گا۔

۵–يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ -

اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ سچّا ہے
یعنی حشر اور جزا کا وعدہ سچّا ہے اس میں کوئی وعدہ خلافی نہیں ہوگی۔

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ -

لہٰذا دنیا کی چند روزہ زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈالے
اس سے فائدہ حاصل کرنا کہیں تمھیں آخرت کی طلب اور اس کے لیے جدوجہد سے غافل نہ کردے۔

وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ -

اور نہ ہی وہ دغا باز (شیطان) اللہ کے بارے میں تمھیں دھوکے میں مبتلا کرے
کہ معصیّت پر مُصِر ہونے کے باوجود تمھیں مغفرت کی امید دلائے

۶–اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ -

بہ تحقیق شیطان تمھارا دشمن ہے تم اسے دشمن سمجھو
شیطان کی عداوت عمومی اور قدیمی ہے تم اپنے عقائد و اعمال میں اسے اپنا دشمن سمجھو اور اپنے مجموعی احوال میں اس سے چوکنّا اور خبردار رہو

اِنَّمَا یَدۡعُوۡا حِزۡبَہٗ لِیَکُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ–

وہ اپنے گروہ والوں کو اس لیے دعوت دیتا ہے کہ وہ اہل جہنّم میں شامل ہو جائیں

یہ اس کی عداوت کا ثبوت ہے اور اسی مقصد کے لیے اسے بیان کیا گیا ہے۔

۷– اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ؕ –

جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے شدید عذاب ہے

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ–

اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر وثواب ہے

جس نے شیطان کی آواز پر لبیک کہی ان کے لیے وعید (تنبیہ) ہے اور جس نے شیطان کی مخالفت کی اس کے لیے وعدہ ہے۔

۸– اَفَمَنۡ زُیِّنَ لَہٗ سُوۡٓءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا ؕ –

کیا وہ شخص جس کے لیے اس کا بُرا عمل پُرکشش بنا دیا گیا ہو اور وہ اسے اچھا سمجھنے لگے اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جس کے لیے پرکشش نہیں بنایا گیا بلکہ اسے توفیق دی گئی یہاں تک کہ اس نے حق کو پہچان لیا جواب کو محذوف کر دیا گیا کیوں کہ مابعد اس پر دلالت کر رہا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۫ –

چناں چہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں رہنے دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے ہدایت فرما دیتا ہے

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا اُس عُجب (خود پسندی) کے بارے میں جو عمل کو فاسد کر دیتا ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں سے یہ بھی ہے کہ بندے کے لیے بُرے عمل کو زینت دی جائے اور وہ اسے اچھا سمجھنے لگے اور یہ بات عُجب کا باعث بن جائے اور وہ یہ سمجھ رہا ہو کہ وہ نیک کام انجام دے رہا ہے۔[1]

فَلَا تَذۡہَبۡ نَفۡسُکَ عَلَیۡہِمۡ حَسَرٰتٍ ؕ –

سو ''اے حبیب'' ان پر حسرت اور فرطِ غم میں آپ کی جان نہ جاتی رہے

آپ ان کی گمراہی کے سبب اور تکذیب پر مُصر ہونے کی وجہ سے خود کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌۢ بِمَا یَصۡنَعُوۡنَ–

بے شک اللہ جانتا ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں

اللہ اسی کے مطابق انھیں جزا دے گا

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۳۱۳

تفسیر قمیؒ میں روایت مرفوع ہے کہ یہ آیت ''زُرَیق'' اور ''حَبتَر'' کے بارے میں نازل ہوئی۔[۱]

۹–وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ –

اور اللہ تو وہ ہے جس نے ہوائیں بھیجی ہیں جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں

پھر ہم اس بادل کو خشک اور بنجر زمین کی طرف سیرابی کے لیے لے جاتے ہیں۔

فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ –

اور اس کے ذریعے ہم زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندگی عطا کرتے ہیں

یعنی جب زمین خشک ہو جاتی ہے تو ہم بارش برسا کر اسے حیات نو بخشتے ہیں اور سبزہ لہلہانے لگتا ہے۔

کتاب کافی اور قمی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ بادل کہاں ہوتا ہے؟ فرمایا درخت پر ریت کے ڈھیر پر، سمندر کے کنارے جہاں پر وہ پناہ لیتا ہے جب اللہ اسے بھیجنا چاہتا ہے تو ہوا کو بھیجتا ہے جو اسے بلند کر دیتی ہے اس کے ساتھ ملائکہ مقرر ہوتے ہیں جو اسے مخاریق سے مارتے ہیں اور وہ برق ہے تو وہ بلند ہو جاتا ہے۔[۲]

اور کافی میں یہ اضافہ ہے پھر اس آیت کی تلاوت کی ''وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ الاٰیۃ'' فرمایا اور فرشتے کا نام ''رعد'' ہے۔[۳]

كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ– مرے ہوئے انسانوں کا جی اٹھنا بھی اسی طرح ہوگا

یعنی غیر آباد زمین کے زندہ کرنے کی طرح مردوں کو زندہ کرنا ہے

اور بقرہ (گائے) کے قصّے کے ذیل میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر میں پہلے یہ بیان ہو چکا ہے دونوں صور کے پھونکے جانے کے درمیان پہلے نفخہ (صور پھونکنا) کے بعد آسمان کے نیچے بحرِ مسجور سے اللہ تعالیٰ نازل کرے گا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: والبحر المسجور (الطّور) اور وہ مَنی ہے مردوں کی منی کی طرح وہ زمین پر برسے گی تو منی کا پانی بوسیدہ اموات سے مل جائے گا تو وہ زمین سے اگنے لگیں گے اور زندہ ہو جائیں گے۔[۴]

کتاب مجالس اور قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ جب مخلوق کو دوبارہ زندگی عطا کرنے کا ارادہ کرے گا تو آسمان زمین پر چالیس روز تک بارش برسائے گا تو اعضائے بدن باہم متصل ہو جائیں گے اور اُن پر گوشت اُگ جائے گا۔[۵]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۷ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۷۶

(۳) الکافی ج ۸ ص ۲۱۸۔ ۲۱۹ ح ۲۶۸ (۴) تفسیر امام العسکری ص ۲۸۲

(۵) الامالی الشیخ صدوق ص ۱۴۹ ح ۵

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ جَمِيۡعًا ؕ اِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ
الۡعَمَلُ الصَّالِحُ يَرۡفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيۡنَ يَمۡكُرُوۡنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ؕ
وَمَكۡرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوۡرُ ﴿۱۰﴾
وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمۡ اَزۡوَاجًا ؕ وَ مَا تَحۡمِلُ
مِنۡ اُنۡثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ وَ مَا يُعَمَّرُ مِنۡ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا يُنۡقَصُ مِنۡ
عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ﴿۱۱﴾
وَ مَا يَسۡتَوِى الۡبَحۡرٰنِ ۖ هٰذَا عَذۡبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَ هٰذَا مِلۡحٌ
اُجَاجٌ ؕ وَ مِنۡ كُلٍّ تَاۡكُلُوۡنَ لَحۡمًا طَرِيًّا وَّ تَسۡتَخۡرِجُوۡنَ حِلۡيَةً تَلۡبَسُوۡنَهَا ۚ وَ
تَرَى الۡفُلۡكَ فِيۡهِ مَوَاخِرَ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۲﴾
يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَ يُوۡلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ۖ
كُلٌّ يَّجۡرِىۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ لَهُ الۡمُلۡكُ ؕ وَالَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ
مِنۡ دُوۡنِهٖ مَا يَمۡلِكُوۡنَ مِنۡ قِطۡمِيۡرٍ ؕ ﴿۱۳﴾
اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡا دُعَآءَكُمۡ ۚ وَ لَوۡ سَمِعُوۡا مَا اسۡتَجَابُوۡا لَكُمۡ ؕ وَيَوۡمَ
الۡقِيٰمَةِ يَكۡفُرُوۡنَ بِشِرۡكِكُمۡ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثۡلُ خَبِيۡرٍ ﴿۱۴﴾ ع ۲ ۱۴
يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ ﴿۱۵﴾
اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ وَيَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ۙ ﴿۱۶﴾
وَ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيۡزٍ ﴿۱۷﴾

۱۰– جو شخص عزّت کا طلب گار ہے تو تمام تر عزّت اللہ کے لیے ہے اس کے ہاں جو چیز اوپر چڑھتی ہے وہ صرف پاکیزہ قول ہے اور عمل صالح اسے اوپر چڑھاتا ہے، رہے وہ لوگ جو بری چالوں میں لگے رہتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کا مکر نیست و نابود ہو جائے گا۔

۱۱- اور اللہ نے تمھیں پیدا کیا تراب (مٹّی) سے پھر نطفہ سے پھر تمھیں جوڑا جوڑا بنایا اور جو مادہ حاملہ ہوتی ہے اور بچہ جنتی ہے وہ اللہ کے علم میں ہے نہ کسی بڑی عمر والے کی عمر دراز کی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر یہ سب لوح محفوظ میں موجود ہے اور یہ سب کچھ اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔

۱۲- اور دو سمندر (یا دریا) برابر نہیں ہوتے یہ ایک شیریں، پیاس بجھانے والا ہے اور اس کا پینا نہایت خوش گوار ہے اور یہ (دوسرا) کھارا، سخت کڑوا ہے اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت (مچھلی) کھاتے ہو اور زیور نکالتے ہو جنھیں تم پہنتے ہو، اور تم اس میں کشتیاں دیکھتے ہو پانی کو پھاڑ کر چلنے والی تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گزار بنو۔

۱۳- وہ (اللہ) رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے ہر ایک مقررہ وقت کے لیے رواں دواں ہے، یہی اللہ تمھارا رب ہے بادشاہی اسی کی ہے اور تم اس کے سوا جنھیں پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔

۱۴- تم اگر انھیں پکارو گے تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر انھوں نے سن بھی لیا تو تمھیں جواب نہیں دیں گے اور وہ قیامت کے دن تمھارے اس شرک کا انکار کر دیں گے اور کوئی آپ کو اس باخبر اللہ کی طرح باخبر نہیں کرے گا۔

۱۵- اے انسانو! تم سب کے سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو بالکل بے نیاز اور لائق حمد وثنا ہے۔

۱۶- اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے (فنا کر دے) اور نئی مخلوق کو لے آئے۔

۱۷- اور یہ بات اللہ کے لیے کچھ دشوار نہیں ہے۔

۱۰- مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ -

جو شخص عزت کا طلب گار ہے

یعنی جو شرف اور نعمتوں کا نزول چاہتا ہے

فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ -

تو تمام تر عزت اللہ کے لیے ہے

تو اسے چاہیے کہ وہ اس عزت کو اللہ سے طلب کرے کیوں کہ تمام تر عزت وشرف اللہ کے لیے ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے تمھارا رب ہر روز کہتا ہے کہ میں ''عزیز'' ہوں لہٰذا جسے دارین (دونوں جہان) کی عزّت درکار ہو تو اسے ''عزیز'' کے پاس آنا چاہیے۔[۱]

---

(۱) تفسیر مجمع البیان ۷-۸ ص ۴۰۲

اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُہٗ ؕ –

اس کے ہاں جو چیز اوپر چڑھتی ہے وہ صرف پاکیزہ قول ہے، اور عمل صالح اسے اوپر چڑھاتا ہے۔

کہا گیا ہے وضاحت کی گئی ہے کہ جس چیز سے عزت طلب کی جاتی ہے وہ توحید اور عمل صالح ہے۔ (۱)

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کلمۂ اخلاص اور اقرار ہے ان باتوں کا جنھیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے پاس سے فرائض اور ولایت کی صورت میں لائے ہیں۔ عمل صالح اللہ کی طرف بلندی عطا کرتا ہے۔ (۲)

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ کلم طیب سے مراد ہے مومن کا لا الٰہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وخلیفۃ رسول اللہ کہنا ہے فرمایا اور عمل صالح سے مراد ہے دل سے اعتقاد رکھنا بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے یہی حق ہے، رب العالمین کی جانب سے اس بارے میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔ (۳)

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر قوم کا مصداق اس کا عمل ہوا کرتا ہے جو اس کی تصدیق یا تکذیب کرتا ہے پس جب فرزند آدم نے کچھ کہا اور اس نے اپنے قول کی تصدیق اپنے عمل سے کر دی تو اس کا قول اس کے عمل کے ساتھ اللہ تک بلند ہو جاتا ہے اور جب کچھ کہا اور اس کے عمل نے اس کے قول کے خلاف کیا تو اس کا قول اس کے خبیث عمل کی طرف لوٹا دیا جائے گا اور اسے آتش جہنّم میں جھونک دیا جائے گا۔ (۴)

کتاب کافی میں اس آیت کے ذیل میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ اس سے مراد ہم اہلِ بیت کی ولایت ہے اور آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ جو ہم سے تولاّ نہیں کرتا تو اللہ اس کے کسی بھی عمل کو بلندی عطا نہیں کرتا۔ (۵)

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جس نے خلوص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہا تو اس کے گناہ اسی طرح مٹا دیے جاتے ہیں جیسے سفید پتلی کھال سے سیاہ حرف کو مٹا دیا جاتا ہے اور جب وہ دوبارہ لا الٰہ الا اللہ پورے خلوص کے ساتھ کہتا ہے تو آسمان کے دروازوں اور فرشتوں کی صفوں کو کھول دیا جاتا ہے (ظاہر کر دیا جاتا ہے) یہاں تک فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی عظمت کے سامنے جھک جاؤ تو جب بندہ تیسری مرتبہ خلوص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ کلمہ ابھی عرش کے نیچے تک نہیں پہنچ پاتا کہ رب جلیل کلمہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے تو سکونت اختیار کر مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں تیرے کہنے والے کو بخش دوں گا وہ جس عالم میں بھی ہے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُہٗ ؕ

یعنی اگر اس کا عمل خالص ہو تو اس کا قول اور اس کا کلام بلندی اور رفعت حاصل کرتا ہے۔ (۶)

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۶۸ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۸ (۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۸

(۴) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۸ (۵) الکافی ج ۱ ص ۴۳۰ ح ۸۵ (۶) الاحتجاج ج ۱ ص ۳۸۶–۳۸۷

وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ -

رہے وہ لوگ جو بُری چالوں میں لگے رہتے ہیں

السَّيِّاٰتِ کے معنیٰ ہیں مکروفریب، چالیں

کہا گیا ہے یعنی قریش کی مکاریاں جو دارِ ندوہ میں بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اُن کی جانب سے تھیں اور باہمی مشوروں سے تین میں سے ایک بات پر متفق ہونا یعنی انھیں قید کرنا، انھیں قتل کرنا یا انھیں جلا وطن کر دینا۔ (۱)

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ -

ان کے لیے سخت عذاب ہے

وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ - اور اُن کا مکر نیست و نابود ہو جائے گا

فاسد ہو جائے گا نافذ نہیں ہوگا اور انجام کار انھیں کو گھیر لے گا۔

۱۱- وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ -

اور اللہ نے تمھیں پیدا کیا تراب (مٹّی) سے پھر نطفہ سے پھر تمھیں جوڑا جوڑا بنایا

یعنی مردوں اور عورتوں کی صورت میں

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ -

اور جو مادہ حاملہ ہوتی ہے اور بچہ جنتی ہے وہ سب اللہ کے علم میں ہے

وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ -

اور نہ کسی بڑی عمر والے کی عمر دراز کی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر یہ سب لوح محفوظ میں موجود ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ کتاب میں تحریر ہے فرمایا یہ اس کی رد ہے جو بدا کا انکار کرتا ہے۔ (۲)

اور کتاب جوامع میں ہے کہا گیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کی عمر طولانی نہیں ہوگی یا کم نہیں ہوگی یہ سب کچھ کتاب میں تحریر ہے اور وہ یہ کہ لوح محفوظ میں لکھ دیا جاتا ہے اگر فلاں شخص اللہ کی اطاعت کرے گا تو فلاں وقت تک باقی رہے گا اور اگر نافرمانی کرے گا تو اس کی جو عمر متعین کی گئی تھی اس میں کمی کر دی جائے گی اور اسی جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول میں فرمایا ہے۔

اِنَّ الصَّدَقَةَ وَصِلَةَ الرَّحِمِ تَعْمُرَانِ الدِّيَارَ وَتَزِيْدَانِ فِي الْاَعْمَارِ صدقہ اور صلۂ رحمی شہروں کو آباد کرتے ہیں اور عمروں کو بڑھاتے ہیں۔ (۳)

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۶۸-۲۶۹ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۸

(۳) الکافی ج ۲ ص ۱۵۲-۱۵۳ ح ۱۷

کتاب الکافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے ہم کسی شے کو نہیں جانتے جو عمر میں اضافہ کرتی ہو سوائے صلۂ رحمی کے یہاں تک کہ اگر کسی شخص کی عمر تین سال ہو اور وہ صلۂ رحمی کرتا ہو تو اللہ اس کی عمر میں تیس سال کا اضافہ فرما دیتا ہے اور اس کی عمر ۳۳ سال ہو جاتی ہے اور اس کی مدّت حیات تینتیس ۳۳ سال ہو جاتی ہے پھر وہ قطع رحمی کرتا ہے تو اللہ تیس سال اس کی عمر میں سے گھٹا دیتا ہے اور اس کی مدّت تین سال رہ جاتی ہے۔[۱]

اور اس بارے میں بہت زیادہ احادیث موجود ہیں۔

اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ – اور یہ سب کچھ اللہ کے لیے بہت آسان ہے

اشارہ ہے حفاظت، زیادتی اور کمی کی طرف

۱۲–وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ –

اور دو سمندر (یا دریا) برابر نہیں ہوتے یہ ایک شیریں، پیاس بجھانے والا ہے اس کا پینا نہایت خوش گوار ہے

وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ – اور یہ (دوسرا) کھارا، سخت کڑوا ہے

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے ہے اُجَاجٌ کے معنیٰ ہیں کڑوا۔[۲]

کہا گیا ہے کہ یہ مثال ہے مومن اور کافر کے لیے۔[۳]

وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ –

اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت (مچھلی) کھاتے ہو اور زیور نکالتے ہو جنھیں تم پہنتے ہو

حِلْیَہ سے مراد ہے موتی اور یاقوت

وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ –

اور تم اس میں کشتیاں دیکھتے ہو پانی کو پھاڑ کر چلنے والی تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گزار رہو۔

مواخر کے معنیٰ ہیں کشتیاں چلتے وقت پانی کو شق کرتی ہوئی جاتی ہیں

تفسیر قمیؒ میں ہے فرماتے ہیں کہ ایک ہی ہوا سے کشتیاں آگے بڑھتی ہیں اور پیچھے ہٹتی ہیں۔[۴]

تاکہ تم ان کے ذریعہ سامان کو یا خود کو منتقل کر کے اللہ کا فضل تلاش کرو اور اس امر پر شکر خدا بجا لاؤ۔

۱۳–يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ –

وہ (اللہ) رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ – اور اسی نے سورج اور چاند کو مسخّر کر دیا ہے

كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ – ہر ایک مقررہ مدّت کے لیے رواں دواں ہے

---

(۱) الخصال ص ۳۲ ح ۱۱۲ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۸

(۳) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۶۹ (۴) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۸

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ – یہی اللہ تمھارا رب ہے بادشاہی اسی کی ہے

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ –

اور تم جنھیں اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کے گٹھلی کے چھلکے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے

تفسیر قمی میں ہے فرمایا: ''قِطْمِيْرٍ'' سے مراد وہ باریک چھلکا ہے جو گٹھلی کی پشت پر ہوتا ہے۔

۱۴– اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ –

تم اگر انھیں پکارو گے وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے۔ اور اگر انھوں نے سن بھی لیا تو تمھیں جواب نہیں دیں گے

اس لیے نہیں سنیں گے کہ وہ جماد ہیں ان کا تعلق جمادات (یعنی پتھر) سے ہے اور اگر بفرض محال سن بھی لیا تو وہ جواب نہیں دیں گے کیوں کہ وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتے۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ –

اور وہ قیامت کے دن تمھارے اس شرک کا انکار کر دیں گے

وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ –

اور کوئی آپ کو اس باخبر اللہ کی طرح باخبر نہیں کرے گا

یعنی کوئی خبر دینے والا امر سے متعلق اس طرح آگاہ نہیں کرے گا جیسا خبر دینے والا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے اس لیے کہ تمام خبر دینے والوں میں وہی درحقیقت معاملے سے آگاہ ہے۔

اور مراد ہے ان کے معبودوں کے احوال سے باخبر کرنا اور وہ جنھیں پکارتے ہیں ان کی نفی کرنا۔

۱۵– يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ –

اے انسانو! تم سب کے سب اللہ کے محتاج ہو

اپنی ذات کے اعتبار سے اور اپنے حالات کے لحاظ سے

وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ – اور اللہ بالکل بے نیاز اور لائق حمد وثنا ہے

وہ مکمل طور سے مستغنی (بے نیاز) ہے اور تمام موجودات پر نعمتیں نازل کرتا ہے یہاں تک ان تمام مخلوقات پر اس کی حمد وثنا کا حق ہے۔

۱۶– اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ –

اور وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور نئی مخلوق کو لے آئے

ایسی دوسری اقوام کو جو تم سے زیادہ اطاعت گزار ہوں

۱۷– وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ – اور یہ بات اللہ کے لیے کچھ دشوار نہیں

عزیز کا مفہوم ہے نہ ہی مشکل ہے اور نہ ہی دشوار ہے

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ
مِنْهُ شَيْءٌ وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ
اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾
وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾ وَ لَا الظُّلُمٰتُ وَ لَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾
وَ لَا الظِّلُّ وَ لَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾ وَ مَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَ لَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾
اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ؕ وَ اِنْ مِّنْ
اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾ وَ اِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ بِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۲۵﴾
ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۲۶﴾ ع

۱۸- اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسروں کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور کوئی بوجھ لدا شخص اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے کسی کو پکارے گا تو اس کے بار کا ادنیٰ حصہ بھی ہٹانے کے لیے کوئی نہ آئے گا چاہے وہ قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ اے نبی آپ انھی لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو بے دیکھے اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی ہے اور جو بھی پاکیزگی اختیار کرتا ہے تو اس تزکیہ کا فائدہ خود اسی کو پہنچتا ہے اور سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۱۹- اندھا اور دیکھنے والا دونوں برابر نہیں ہیں۔

۲۰- اور نہ ہی تاریکیاں اور روشنیاں یکساں ہیں۔

۲۱- اور نہ ہی ٹھنڈی چھاؤں اور دھوپ کی تپش ایک جیسی ہے۔

۲۲- اور نہ ہی زندگی پانے والے اور مُردے مساوی ہیں بے شک اللہ جسے چاہتا ہے سنواتا ہے اور جو لوگ قبروں میں ہیں انھیں سنانا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔

۲۳- بس آپ تو (عذاب سے) ڈرانے والے ہیں۔

۲۴– ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بشیر (بشارت دینے والا) اور نذیر (ڈرانے والا) بنا کر بھیجا ہے اور کوئی اُمت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔

۲۵– اور اے نبی اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں ان کے مُرسلین ان کے پاس واضح دلائل اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔

۲۶– پھر جن لوگوں نے انکار کیا میں نے ان کو پکڑ لیا دیکھ لو میرا عذاب کیسا عبرت ناک تھا۔

۱۸– وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ –

اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسروں کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا

اور کوئی شخص جو خود گناہ گار ہو دوسرے گناہ گار کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور جہاں تک اللہ کا قول:

وَ لَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۫ (عنکبوت: ۱۳) (اور ضرور بالضرور اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور لوگوں کے بوجھ بھی)۔ تو یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو گمراہ ہیں اور گمراہ کرنے والے ہیں تو وہ لوگ اپنے گمراہ کرنے کا بوجھ اپنی گمراہی کے بوجھ کے ساتھ اٹھائیں گے اور یہ سب کچھ درحقیقت خود انھی کا بوجھ ہوگا اس میں ان کے غیر کا ذرا سا بھی بوجھ نہ ہوگا۔

وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا یُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ –

اور کوئی بوجھ لدا شخص اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے کسی کو پکارے گا تو اس کے بار کا ادنیٰ حصہ بھی ہٹانے کے لیے کوئی نہ آئے گا۔

مُثْقَلَةٌ وہ جس پر بوجھ لدا ہوا ہو وہ اپنے کچھ بوجھ اٹھانے کے لیے کسی کو پکارے گا تو کوئی بھی اسے اٹھانے کے لیے جواب نہیں دے گا اس بات کی نفی ہے کہ اس سے اس کے گناہوں کو اٹھا لیا جائے جس طرح اس بات کی نفی ہے کہ اس پر کسی غیر کے گناہوں کا بوجھ لاد دیا جائے۔

وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ؕ –

خواہ جسے بلایا جا رہا ہو وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ –

اے نبی آپ انھی لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو بے دیکھے اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی ہے۔

وہی لوگ ڈرانے سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں ان کے علاوہ دیگر افراد نہیں۔

وَمَنْ تَزَكّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَكّٰی لِنَفْسِهٖ ؕ –

اور جو بھی پاکیزگی اختیار کرتا ہے تو اس تزکیہ کا فائدہ خود اسی کو پہنچتا ہے

یعنی جو بھی گناہوں کی میل کچیل سے اپنے آپ کو پاک کرتا ہے تو اس کا فائدہ خود اس کی ذات کو پہنچتا ہے۔

وَ اِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ– اور سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

وہ انھیں اُن کے تزکیہ کی بنیاد پر اس کی جزا دے گا

۱۹–وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَ الْبَصِیْرُ– اندھا اور دیکھنے والا دونوں برابر نہیں

یعنی کافر اور مومن دونوں برابر نہیں ہو سکتے

۲۰–وَ لَا الظُّلُمٰتُ وَ لَا النُّوْرُ–

اور نہ ہی تاریکیاں اور روشنیاں یکساں ہیں

یعنی باطل اور حق یکساں نہیں ہوسکتا

۲۱–وَ لَا الظِّلُّ وَ لَا الْحَرُوْرُ–

اور نہ ہی ٹھنڈی چھاؤں اور دھوپ کی تپش ایک جیسی ہے

یعنی نہ ہی ثواب اور عِقاب (سزا، عذاب) ایک جیسے ہو سکتے ہیں

لفظ ''لا'' برابری کی نفی کی تاکید کے لیے لایا گیا ہے اور ہر حصے میں اس کا بار بار لانا تاکید کو بڑھاتا ہے

الْحَرُوْرُ کا لفظ حَرّ سے ہے یعنی گرمی جس پر لُو، جھلسانے والی گرم ہوا غالب ہو۔

تفسیر قمی میں ہے الظِّلُّ سے مراد انسان/لوگ ہیں اور حرور سے مراد بہائم (چوپایہ) ہیں۔(۱)

۲۲–وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَ لَا الْاَمْوَاتُ ؕ –

اور نہ ہی زندگی پانے والے اور مُردے مساوی ہیں

یہ آخری مثال مومنین اور کافرین کی دی گئی ہے جو پہلے سے زیادہ بلیغ ہے اسی لیے یَسْتَوِی کا فعل دوبارہ لایا گیا۔

اور کہا گیا ہے کہ احیاء و اموات سے مراد علماء اور جہلاء ہیں۔(۲)

اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ –

اللہ جس کی ہدایت کرنا چاہتا ہے اسے سنواتا ہے یعنی آیات کو سمجھنے کی توفیق کرامت کرتا ہے۔ اور اپنی نصیحتوں سے نصیحت حاصل کرنے کی سعادت بخشتا ہے۔

وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ–

اور جو لوگ قبروں میں ہیں انھیں سنانا آپ کی ذمّہ داری نہیں ہے

مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے کفر پر مُصِر ہیں

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۸–۲۰۹ (۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۷۱

۲۳- اِنۡ اَنۡتَ اِلَّا نَذِیۡرٌ- بس آپ تو (عذاب سے) ڈرانے والے ہیں

بس آپ کا کام تو ڈرانا ہے، لیکن سنانا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے اور جن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے تو پھر انھیں سنانے کی آپ کے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے۔

۲۴- اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ بِالۡحَقِّ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ؕ -

(اے نبی) ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بشیر (بشارت دینے والا) اور نذیر (ڈرانے والا) بنا کر بھیجا ہے

وَ اِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ-

اور کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو

نذیر سے مراد ہے نبی یا نبی کا وصی

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا: لِکُلِّ زَمَانٍ اِمَامٌ ہر زمانے کے لیے امام ہوتا ہے۔(۱)

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے جانے سے پہلے ہی ایک نذیر مقرر فرمایا کہا گیا اگر کہا جائے کہ ایسا نہیں کیا تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ اصلاب رجال میں جو امتیں آنے والی تھیں انھیں ضائع کر دیا سوال کیا گیا کہ کیا قرآن اُن کے لیے کافی نہ تھا؟ فرمایا ہاں اگر وہ مُفَسِّرِ قرآن کو پا لیں پھر دریافت کیا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفسیر بیان نہیں فرمائی فرمایا ہاں آپ نے ایک فرد واحد کے لیے تفسیر قرآن بیان فرمائی ہے اور امت کے سامنے اس شخص کی شان اور عظمت کو واضح کیا ہے اور وہ شخص علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔(۲)

۲۵- وَ اِنۡ یُّکَذِّبُوۡکَ فَقَدۡ کَذَّبَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۚ -

اور اے نبی اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں

جَآءَتۡہُمۡ رُسُلُہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ وَ بِالزُّبُرِ وَ بِالۡکِتٰبِ الۡمُنِیۡرِ-

ان کے مرسلین ان کے پاس واضح دلائل اور صحیفے اور روشن کتاب کو لے کر آئے تھے

بیّنات سے مراد ہیں ایسے معجزات جو ان کی نبوت کی گواہی دیتے ہیں

زُبُر اور کتاب منیر سے صحیفۂ ابراہیم علیہ السلام اور توریت اور انجیل مراد ہیں۔

۲۶- ثُمَّ اَخَذۡتُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا -

پھر جن لوگوں نے انکار کیا میں نے انھیں پکڑ لیا

فَکَیۡفَ کَانَ نَکِیۡرِ- دیکھ لو! میرا عذاب کیسا عبرت ناک تھا

نَکِیۡرِ یعنی سزا اور انجام کے بارے میں میرا انکار کرنا

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۰۹ (۲) الکافی ج ۱ ص ۲۴۹-۲۵۰ ح ۶ باب فی شان انا انزلناہ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾

وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾

لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾

وَ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ؕ ﴿۳۲﴾

۲۷– کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا اور پھر اس کے ذریعے ہم رنگ برنگے پھل نکال لائے اور پہاڑوں میں بھی سفید اور سرخ گھاٹیاں ہیں ان کے رنگ مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ بھی۔

۲۸– اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی ایسے ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں۔ بلاشبہ اللہ کے بندوں میں صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں بے شک اللہ زبردست اور بخشنے والا ہے۔

۲۹– جو لوگ کتاب خدا کی تلاوت کرتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی اور جو کچھ ہم نے انھیں عطا کیا ہے اس میں سے پوشیدہ طور سے اور علانیہ خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز خسارہ نہ ہوگا۔

۳۰– تا کہ اللہ انھیں (اس کے بدلے میں) پورا پورا اجر عطا کرے اور اپنے فضل سے اس میں اضافہ بھی کرے بے شک وہ بخشنے والا اور قدر دان ہے۔

۳۱– اے نبی ہم نے آپ کی طرف جو کتاب بذریعہ وحی بھیجی ہے وہی حق ہے، جو سابقہ کتب کی تصدیق کرتی ہے بے شک اللہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے۔

۳۲– پھر ہم نے وارث قرار دیا کتاب کا ان لوگوں کو جنھیں اپنے بندوں میں مصطفیٰ بنا لیا ان میں سے کوئی اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے اور کچھ ان میں میانہ رَو ہیں اور ان میں سے کوئی اللہ کے اذن سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والا ہے اور یہ تو بہت بڑا فضل ہے۔

۲۷– اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ –

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا

فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ –

اور پھر اس کے ذریعے ہم رنگ برنگے پھل نکال لائے

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ –

اور پہاڑوں میں بھی سفید اور سرخ گھاٹیاں ہیں ان کے رنگ مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ بھی۔

جُدَدٌ کا مفہوم ہے ذو جُدَدٍ یعنی راستا اور پگڈنڈی، گھائی

غَرَابِيْبُ غربیب کی جمع ہے جس کا رنگ بالکل سیاہ اور ایک جیسا ہو

۲۸– وَمِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ –

اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی ایسے میں جن کے رنگ مختلف ہیں جیسے پھلوں اور پہاڑوں کے رنگ مختلف ہوتے ہیں

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ –

بلاشبہ اللہ کے بندوں میں صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں

اس لیے کہ ڈرنے کی شرط جس کا خوف ہے اس کی معرفت ہو اور اس کے صفات اور افعال کا علم ہو لہٰذا جو اللہ کے بارے میں زیادہ علم رکھتا ہوگا وہ زیادہ خَشِیَّتِ الٰہی رکھتا ہوگا اور اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنِّیْ اخشاکم لِلّٰہِ وَاَتْقَاکم بِہٖ [1]

میں تم لوگوں میں سب سے زیادہ خشیت الٰہی اور تقویٰ رکھنے والا ہوں۔

---

(۱) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۷۲

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ–

بے شک اللہ زبردست اور بخشنے والا ہے

خشیت کی علّت بیان کی گئی ہے کیوں کہ یہ دلالت کرتا ہے کہ اللہ ان لوگوں کو سزا دے گا جو طغیانی اور سرکشی پر مُصِر ہیں اور جو اپنی نافرمانیوں اور گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں، توبہ کرتے ہیں اللہ انھیں بخش دے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ علماء سے مراد وہ ہے جس کا عمل اس کے قول کی تصدیق کرے اور جس کا عمل اس کے قول کی تصدیق نہیں کرتا تو وہ عالم نہیں ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے اعلمکم باللہ آخوفکم للہ لوگوں میں جو سب سے زیادہ علم رکھتا ہوگا وہ سب سے زیادہ خوف خداوندی رکھتا ہوگا۔[۱]

کتاب کافی میں امام سجّاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ کے بارے میں علم رکھنا اور عمل کرنا دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ جڑے ہوئے ہیں پس جس نے اللہ کو پہچان لیا تو وہ خوف خدا رکھے گا اور اس کا یہ خوف اسے اللہ کی اطاعت پر عمل کرنے کے لیے ابھارے گا اور بے شک ارباب علم اور ان کے پیروکار وہی ہیں جنھوں نے اللہ کی معرفت حاصل کی پھر اس کے لیے عمل کیا اور اس کی طرف راغب ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا[۲]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یقیناً اللہ سے شدّتِ خوف عبادت کا جزو ہے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[۳]

اور مصباح الشریعہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خشیت کی دلیل اللہ کی تعظیم ہے اور خالص اطاعت اور اس کے اوامر سے تمسّک اور خوف اور پرہیز ہے اور ان کی دلیل علم ہے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔[۴]

۲۹– اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ –

بے شک جو لوگ کتاب خدا کی تلاوت کرتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی

وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ–

اور جو کچھ ہم نے انھیں عطا کیا ہے اس میں سے پوشیدہ طور سے اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز خسارہ نہ ہوگا۔

لَّنْ تَبُوْرَ نہ تو گھٹے گا اور نہ ہی نقصان کے ذریعے ختم ہوگا

---

(۱) تفسیر مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۴۰۷ (۲) الکافی ج ۸ ص ۱۶ ح ۲

(۳) الکافی ج ۲ ص ۶۹ ح ۷ (۴) مصباح الشریعہ ص ۲۳ باب التاسع

اور تجارت کا مفہوم ہے اطاعت کے ذریعے ثواب کا حاصل کرنا۔

۳۰–لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ۖ –

تا کہ اللہ انھیں (اس کے بدلے میں) پورا پورا اجر عطا کرے اور اپنے فضل سے اس میں اضافہ بھی کرے۔

یعنی ان کے اعمال کے مقابل میں اپنے فضل سے اضافہ کرے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اس سے مراد شفاعت ہے اس شخص کی جس پر جہنّم واجب ہو چکی تھی جس نے دنیا میں احسان کیا۔[۱]

إِنَّهُ غَفُورٌ

بے شک وہ ان کی کوتاہیوں کی مغفرت کرنے والا ہے

شَكُورٌ–

وہ قدر دان ہے ان کی اطاعتوں کا یعنی انھیں اطاعت کی جزا دے گا۔

۳۱–وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ –

اے نبی ہم نے آپ کی طرف جو کتاب بذریعہ وحی بھیجی ہے

یعنی قرآن کریم

هُوَ الْحَقُّ –

وہی حق ہے

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ –

جو سابقہ کتب کی تصدیق کرتی ہے

یعنی سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے

إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ –

بے شک اللہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے

یعنی وہ ہر باطن اور ہر ظاہر کا جاننے والا ہے

۳۲–ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۖ –

پھر ہم نے وارث قرار دیا کتاب کا ان لوگوں کو جنھیں اپنے بندوں میں مصطفیٰ بنا لیا

یعنی عترت طاہرہ کو خصوصیت کے ساتھ

فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۖ –

ان میں سے کوئی تو اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے

---

(۱) تفسیر مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۴۰۷

وہ زمانے کے امام کی معرفت نہیں رکھتا

وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ –

اور کچھ ان میں سے میانہ رَو ہیں

وہ امام کو پہچانتے ہیں

وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ –

اور ان میں سے کوئی اللہ کے اذن سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والا ہے

اس سے مراد امام ہے۔

کتاب بصائر میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ اولاد علی و فاطمہ علیہما السلام میں سے ہے۔(۱)

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا السابق بالخیرات سے مراد امام ہے اور مقتصد سے مراد امام کی معرفت رکھنے والا ہے اور ظالم لنفسہ وہ ہے جو امام کی معرفت نہیں رکھتا۔

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا اس کا تعلق ''فاطمیّین'' یعنی اولادِ فاطمہؑ سے ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کیا تم اس بات کا اعتقاد نہیں رکھتے؟

اس میں وہ نہیں آسکتا جو تلوار کھینچے اور لوگوں کو گمراہی کی طرف دعوت دے سوال کیا گیا کہ پھر ظالم لنفسہ کون ہوگا فرمایا جو گھر میں بیٹھا رہا اور اس نے امام کا حق نہیں پہچانا اور مقتصد وہ ہے جو امام کے حق کی معرفت رکھتا ہے اور سابق بالخیرات سے مراد امام ہے۔(۲)

امام کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور کہا ہم ہی ہیں وہ افراد اللہ تعالیٰ نے جنھیں مصطفیٰ بنایا ہے اور ہمیں ہی اس کتاب کا وارث قرار دیا ہے اس کتاب میں ہر شے کی وضاحت موجود ہے۔(۳)

امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد اولادِ فاطمہؑ ہے اور السابق بالخیرات سے مراد امام ہے اور مقتصد سے مقصود امام کی معرفت رکھنے والا ہے اور ظالم لنفسہ سے وہ شخص مراد ہے جو امام کی معرفت نہیں رکھتا۔(۴)

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس سے عترتِ طاہرہ کو مراد لیا ہے اگر اس سے امّت کو مراد لیا ہوتا تو وہ سب کے سب جنت میں ہوتے اللہ کے قول:

فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ کے سبب پھر ان سب کو جمع کر دیا جنت میں اور فرمایا:

---

(۱) بصائر الدرجات ص ۶۵ ج ۳ باب ۲۱ (۲) الکافی ج ۱ ص ۲۱۵ ح ۲

(۳) الکافی ج ۱ ص ۲۲۶ ح ۷ (۴) الکافی ج ۱ ص ۲۱۵ ح ۳

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ (الرعد: ۲۳)

تو وراثت عترتِ طاہرہ کے لیے ہے ان کے غیر کے لیے نہیں ہے۔(۱)

کتاب الخرائج میں امام زکی علیہ السلام سے مروی ہے کہ تمام آل محمد علیہم السلام میں سے ظالم لنفسہ وہ ہوگا جو امام کا اقرار نہ کرتا ہو اور مقتصد وہ ہوگا جو امام کو پہچانتا ہو اور سابق بالخیرات سے مراد خود امام ہے۔(۲)

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ کے نزدیک حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی جو عظمت ہے اس کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے ان کی ذرّیت پر جہنّم کو حرام کر دیا ہے اور انھی کے بارے میں نازل ہوئی:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ ..... الآیۃ پھر آپ نے تینوں گروہ کی تفسیر کی جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔(۳)

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے ہم میں سے ظالم لنفسہ وہ ہے جو امام کا حق نہیں پہچانتا اور مقتصد وہ ہے جو امام کا حق پہچانتا ہے اور سابق بالخیرات سے مراد خود امام ہے اور یہ سب کے سب وہ ہیں جن کی مغفرت کی جا چکی ہے۔(۴)

کتاب احتجاج میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا اور کہا گیا کہ یہ اولاد فاطمہؑ کے ساتھ مخصوص ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے تلوار کھینچی اور جس نے اپنے نفس کی طرف گمراہی کی طرف دعوت دی خواہ اس کا تعلق اولاد فاطمہؑ سے ہو وہ اس آیت میں داخل نہیں ہے سوال کیا گیا کہ اس آیت میں کون داخل ہے؟ فرمایا الظالم النفسہ وہ جو لوگوں کو نہ گمراہی کی دعوت دیتا ہے اور نہ ہی ہدایت کی، اور ہم اہل بیتؑ میں سے مقتصد وہ ہے جو حقِّ امام کی معرفت رکھتا ہے اور سابق بالخیرات سے مراد خود امام ہے۔(۵)

کتاب مناقب میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت ہمارے اور ہماری ذرّیت کے حق میں نازل ہوئی ہے۔(۶)

اور ایک روایت میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت خاص طور پر ہمارے لیے نازل ہوئی ہے اور اس سے مراد ہم ہی لوگ ہیں۔(۷)

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد آل محمد صلوٰت اللہ علیہم ہیں۔(۸)

کتاب معانی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ یہ آیت ہم اہل بیتؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ ظالم لنفسہ کون ہے؟ فرمایا

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۲۹ ح ۱ باب ۲۳ (۲) الخرائج والجرائح ج ۲ ص ۶۸۷ ح ۹
(۳) الخرائج والجرائح ج ۱ ص ۲۸۱ ح ۱۳ باب ۶ (۴) مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۴۰۹
(۵) الاحتجاج ج ۲ ص ۱۳۸–۱۳۹ (۶) المناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۳۰
(۷) مناقب بن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۳۰ (۸) مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۳۰

کہ جس کے حسنات (اچھائیاں) اور سیئات (بُرائیاں) برابر ہوں اور اس کا تعلق ہم اہل بیتؑ سے ہو وہ ظالم لنفسہ ہے پھر دریافت کیا گیا آپ لوگوں میں سے مقتصد کون ہے فرمایا دونوں حالتوں میں اللہ کی عبادت کرنے والا یہاں تک کہ اسے موت آجائے۔

اس کے بعد سوال کیا گیا فرمایئے آپ لوگوں میں السابق بالخیرات کون ہے؟ فرمایا کہ خدا کی قسم جس نے اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا اور وہ گمراہوں کا مددگار اور مُعاون نہ ہو اور نہ ہی خیانت کاروں کا ساتھی بنے اور نہ ہی فاسقوں کے فیصلوں پر راضی ہو مگر یہ کہ اسے اپنی جان اور دین کا خوف ہو اور وہ کسی کو اپنا مددگار نہ پا رہا ہو۔[۱]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا فرمایا کہ ظالم وہ ہوتا ہے جس کی ساری کوششیں اپنے نفس کے لیے ہوں مقتصد وہ ہے جس کی تمام کوششیں اپنے دل کے گرد گھومتی ہوں اور سابق وہ ہے جس کی جملہ کوششیں رب عزوجل کی خوشنودی کے لیے ہوتی ہیں۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے ہم میں سے ظالم لنفسہ وہ ہے جو کہ عمل صالح بھی بجا لاتا ہے اور دوسری طرف برے اعمال بھی اور مقتصد وہ ہے جو عبادت گزار اور کوشش و کاوش کرنے والا ہے اور سابق بالخیرات تو اس سے مراد علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام ہیں اور آل محمد علیہم السلام میں سے جو قتل کر دیا جائے وہ شہید ہوتا ہے۔[۳]

سعد السعود میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت خاص طور سے ہمارے لیے نازل ہوئی ہے سابق بالخیرات سے مراد حضرت علی ابن ابی طالب امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہم السلام ہیں اور شہید کا تعلق ہم سے ہے مقتصد وہ ہے جو دن کے وقت روزے رکھتا ہے اور رات کو قیام میں بسر کرتا ہے اور ظالم لنفسہ وہ ہے جس میں وہی باتیں ہیں جو لوگوں میں ہیں اور اس کی مغفرت ہو چکی ہے۔[۴]

ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ-

اور یہ تو بہت بڑا فضل ہے

اشارہ ہے وراثت کی جانب یا اصطفیٰ کی طرف یا سبقت کی وجہ سے فضل حاصل ہے۔

---

(۱) معانی الاخبار ص ۱۰۴-۱۰۵ ح ۱،۳ (۲) معانی الاخبار ص ۱۰۴-۱۰۵ ح ۱،۳

(۳) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۰۹ (۴) سعد السعود ص ۱۰۷

جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَهَا یُحَلَّوۡنَ فِیۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّلُؤۡلُؤًا ۚ وَ لِبَاسُهُمۡ فِیۡهَا حَرِیۡرٌ ﴿۳۳﴾

وَ قَالُوا الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡۤ اَذۡهَبَ عَنَّا الۡحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوۡرٌ شَکُوۡرُ ۙ﴿۳۴﴾

الَّذِیۡۤ اَحَلَّنَا دَارَ الۡمُقَامَةِ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیۡهَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیۡهَا لُغُوۡبٌ ﴿۳۵﴾

۳۳۔ ہمیشہ رہنے والی جنّتیں ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے وہاں انھیں سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے آراستہ کیا جائے گا اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔

۳۴۔ اور وہ کہیں گے، خدا کا شکر ہے جس نے ہم سے حُزن کو دور کر دیا بے شک ہمارا پروردگار یقیناً بخشنے والا اور قدر فرمانے والا ہے۔

۳۵۔ جس نے اپنے فضل سے ہمیں دائمی قیام گاہ میں ٹھہرا دیا اب یہاں پر نہ تو ہمیں کوئی مشقت پیش آئے گی اور نہ ہی کسی قسم کی تھکاوٹ ہوگی۔

۳۳۔ جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَهَا۔

ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس میں مقتصد اور سابق داخل ہوں گے۔ (۱)

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے آپ نے فرمایا کہ سابق جنت میں بغیر حساب داخل ہوگا اور مقتصد کا معمولی حساب لیا جائے گا اور ظالم لنفسہ کو ایک جگہ قید کر دیا جائے گا پھر وہ جنت میں داخل ہوگا یہ وہی افراد ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ کہیں گے:

الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡۤ اَذۡهَبَ عَنَّا الۡحَزَنَ ؕ (۲)

یُحَلَّوۡنَ فِیۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّلُؤۡلُؤًا ۚ۔

وہاں انھیں سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے آراستہ کیا جائے گا

وَ لِبَاسُهُمۡ فِیۡهَا حَرِیۡرٌ۔

اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا

---

(۱) معانی الاخبار ص ۱۰۴۔۱۰۵ ح ۲ (۲) (خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہم سے حُزن کو دور کر دیا ہے)

۳۴- وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ -

اور وہ کہیں گے، خدا کا شکر ہے جس نے ہم سے حُزن کو دور کر دیا

اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ -

بے شک ہمارا معبود گناہ گاروں کی مغفرت کرنے والا اور اطاعت گزاروں کا قدر داں ہے

۳۵- الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ -

جس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں دائمی قیام گاہ میں ٹھہرا دیا

لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ -

اب یہاں پر نہ تو ہمیں کوئی مشقت پیش آئے گی

وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ -

اور نہ ہی کسی قسم کی تھکاوٹ ہوگی

اس لیے کہ جنت میں نہ تو کسی طرح کی تکلیف ہے اور نہ ہی مشقّت

تفسیر قمّی میں ہے فرمایا النصب سے مراد تھکن ہے اور ''اللُّغوب'' کاہلی سستی اور اکتاہٹ ہے اور ''دارالمقامہ'' سے مراد دارالبقاء (باقی رہنے والا گھر) ہے۔[۱]

کتاب کافی اور تفسیر قمّی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن کو جنت میں اس کے درجے میں داخل کیا جائے گا تو اس کے سر پر بادشاہت اور کرامت کا تاج رکھا جائے گا اور اسے سونے اور چاندی کی پوشاک پہنائی جائے گی اور دُر (موتی) اور یاقوت تاج کے نیچے اکلیل (تاج زرّیں) میں جڑے ہوں گے اور اسے مختلف رنگوں کے ستّر ریشمی حُلّے (پوشاکیں) پہنائے جائیں گے جنھیں سونے چاندی دُرِّ ابیض اور یاقوت احمر سے تیار کیا گیا ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ

فرمایا تو اس کی حور وَش زوجہ کو اس کے خیمے سے لایا جائے گا جو آگے بڑھے گی اور اس کے گرد اس کی کنیزیں ہوں گی اس پر ستّر (۷۰) حلے ہوں گے جو بنے ہوئے ہوں گے یاقوت سے لؤلؤ (موتی) سے اور زمرّد سے اور انھیں مشک وغیرہ سے رنگا گیا ہوگا اور اس کے سر پر کرامت کا تاج ہوگا اور اس کے پیروں میں سونے کی جوتیاں ہوں گی جن پر یاقوت اور موتی جڑے ہوئے ہوں گے ان کے تسمے یاقوت احمر (سرخ) کے ہوں گے۔

جب وہ حُور ولیّ اللہ کے قریب آئے گی اور وہ ارادہ کرے گا کہ اس کی طرف شوق سے والہانہ طور سے بڑھے تو وہ حور کہے گی اے ولی اللہ آج تھکن اور تکلیف کا دن نہیں ہے تم کھڑے مت ہوؤ میں تمھارے لیے ہوں اور تم میرے لیے ہو تو وہ دنیا کے سالوں میں پانچ سو سال تک اس سے ہم آغوش رہے گا نہ یہ اس کو تھکائے گا نہ

---

(۱) تفسیر قمّی ج ۲ ص ۲۰۹

وہ اس کو تھکائے گی امام علیہ السلام نے فرمایا یہ شخص اس کی گردن کی طرف دیکھے گا تو اس میں ایک گلوبند (ہار) یاقوت احمر کی لڑی کا جس کے درمیان میں تحریر ہوگا ''اَنتَ یا ولیَّ اللہ حَبیبی'' اے ولی اللہ تم میرے محبوب ہو اور میں حُور (جنت کی سیاہ چشم عورت) تمھاری محبوبہ ہوں۔ میرا نفس تم تک پہنچ کر مکمل ہوتا ہے اور تمھارا نفس مجھ تک پہنچ تک تکمیل پاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک ہزار فرشتوں کو روانہ کرے گا جو اسے جنت کی مبارک باد پیش کریں گے اور اس کی شادی حوروں سے کرائیں گے الحدیث [1]

اور مکمل حدیث سورۂ رعد میں گزر چکی ہے۔ [2]

سعد السعود میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے ایک حدیث میں جس میں آپ نے ذکر فرمایا ہے ان نعمتوں کا جنھیں اللہ تعالیٰ نے روز قیامت حضرت علی علیہ السلام سے محبت کرنے والوں کے لیے مہیا کر رکھی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب وہ لوگ اپنی جائے قیام میں تشریف لے جائیں گے تو وہاں یہ دیکھیں گے کہ ان کے رب نے انھیں جن کرامتوں سے نوازا ہے ان کے مستقر ہونے تک فرشتے انھیں مبارکباد دیتے رہیں گے اور تہنیت پیش کرتے رہیں گے ان سے دریافت کیا جائے گا: هَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ [3]

تو ان کا جواب ہوگا ہاں بے شک

ربّنا رَضِینَا فارض عَنَّا اے ہمارے رب ہم راضی ہیں

تو ہم سے راضی رہنا تو جواب قدرت آئے گا برضائی عنکم وبحبّکم اھل بیت نبیی حللتم داری وصافحتم الملائکۃ فھینئاً ھنیئاً عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ (ھود:۱۰۸) لیس فیہ تنغیض

میری رضا مندی و خوشنودی اور میرے نبی کے اہل بیت کی محبت رکھنے کی وجہ سے تم میرے گھر میں اترے ہو اور تم نے فرشتوں سے مصافحہ کیا ہے۔

مبارک ہو مبارک ہو ایسی عطا جو کبھی ختم نہ ہوگی اور اس میں کسی قسم کی پریشانی اور ذہنی اذیّت نہ ہوگی تو اس وقت وہ کہیں گے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم سے حُزن کو دور کر دیا۔ [4]

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۹۷ وتفسیر قمی ج ۲ ص ۲۴۶-۲۴۸ (۲) سورۂ رعد آیت نمبر ۲۳ کے ذیل میں

(۳) یہ اقتباس ہے اللہ تعالیٰ کے قول فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ (اعراف: ۴۴) سے

(۴) سعد السعود ص ۱۱۱

وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَہُمۡ نَارُ جَہَنَّمَ ۚ لَا یُقۡضٰی عَلَیۡہِمۡ فَیَمُوۡتُوۡا وَ لَا یُخَفَّفُ عَنۡہُمۡ مِّنۡ عَذَابِہَا ؕ کَذٰلِکَ نَجۡزِیۡ کُلَّ کَفُوۡرٍ ﴿۳۶﴾ۚ

وَ ہُمۡ یَصۡطَرِخُوۡنَ فِیۡہَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا غَیۡرَ الَّذِیۡ کُنَّا نَعۡمَلُ ؕ اَوَ لَمۡ نُعَمِّرۡکُمۡ مَّا یَتَذَکَّرُ فِیۡہِ مَنۡ تَذَکَّرَ وَ جَآءَکُمُ النَّذِیۡرُ ؕ فَذُوۡقُوۡا فَمَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ نَّصِیۡرٍ ﴿۳۷﴾ع

اِنَّ اللّٰہَ عٰلِمُ غَیۡبِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۳۸﴾

ہُوَ الَّذِیۡ جَعَلَکُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ فَمَنۡ کَفَرَ فَعَلَیۡہِ کُفۡرُہٗ ؕ وَ لَا یَزِیۡدُ الۡکٰفِرِیۡنَ کُفۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ اِلَّا مَقۡتًا ۚ وَ لَا یَزِیۡدُ الۡکٰفِرِیۡنَ کُفۡرُہُمۡ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾

۳۶- اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کے لیے آتش جہنّم ہے ان کے لیے نہ تو یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ مرجائیں اور نہ ہی ان کے لیے عذاب جہنّم میں کمی ہوگی ہم ہر ناشکرے کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔

۳۷- وہ وہاں چیخ چیخ کر کہیں گے اے ہمارے پروردگار تو ہمیں باہر نکال دے تا کہ ہم نیک عمل کریں ان اعمال سے مختلف جو ہم کیا کرتے تھے (انھیں جواب دیا جائے گا) کیا ہم نے تمھیں اتنی زندگی نہ بخشی تھی کہ اگر کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو نصیحت حاصل کر لیتا اور تمھارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تھا۔ اب مزہ چکھو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

۳۸- بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی ہر غائب شے سے واقف ہے بلکہ وہ تو سینوں میں چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔

۳۹- وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں اگلوں کا جانشین بنایا ہے۔ اب جو کفر کرتا ہے تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا اور کافروں کا کفر اُن کے پروردگار کی بارگاہ میں سوائے ناپسندیدگی کے کسی اور شے کا اضافہ نہیں کرے گا اور کافروں کا کفر اُن کے خسارے میں اضافے کا سبب بنے گا۔

۳۶- وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَہُمۡ نَارُ جَہَنَّمَ ۚ -

اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اُن کے لیے آتشِ جہنم ہے

لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ –

ان کے لیے نہ تو یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ دوبارہ مر جائیں اور نہ ہی ان کے لیے جہنم کے عذاب میں کمی ہوگی۔

تاکہ اگر انھیں موت آجائے تو انھیں راحت مل جائے بلکہ جب بھی آگ بجھنے لگے گی تو اس کے شعلوں کو بڑھا اور بھڑکا دیا جائے گا۔

كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ –

ہم ہر ناشکرے کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں

۳۷– وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ –

اور وہ وہاں چیخ چیخ کر کہیں گے اے ہمارے پروردگار تو ہمیں باہر نکال دے تاکہ ہم نیک عمل کریں ان اعمال سے مختلف جو ہم کیا کرتے تھے۔

پچھلے اعمال کو دل میں رکھا اس کی وضاحت نہیں کی۔

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ –

(انھیں جواب دیا جائے گا) کیا ہم نے تمھیں اتنی زندگی نہ بخشی تھی کہ اگر کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو نصیحت حاصل کر لیتا اور تمھارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تھا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب ہے اور انھیں سرزنش کرنا بھی مقصود ہے اور مَنْ تَذَكَّرَ میں ہر وہ عمل آجاتا ہے جس میں نصیحت حاصل کرنا ممکن ہے۔

کتاب فقیہ، خصال اور مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ سرزنش ہے ۱۸ سالہ عمر والے کے لیے۔[۱]

نہج البلاغہ میں ہے کہ وہ عمر جس کے بعد اللہ تعالیٰ آدمی کے عذر کو قبول نہیں کرتا ساٹھ (۶۰) برس کی عمر ہے۔[۲]

مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے یہ روایت مرفوع ہے اللہ تعالیٰ نے جسے ساٹھ سال کی زندگی عطا فرمادی اس کی معذرت قبول کر لیتا ہے۔[۳]

فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ –

تو اب مزہ چکھو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے

جو ان سے عذاب کو دور کر دے۔

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱۱۸ ح ۵۶۱ / ۳ باب ۲۷ والخصال ص ۵۰۹ ح ۲ باب ۱۸ ومجمع البیان ج ۷–۸ ص ۴۱۰

(۲) نہج البلاغہ کلمہ قصار نمبر ۳۲۶ (۳) مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۴۱۰

۳۸– اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ –

بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی ہر غائب شے سے واقف ہے

اس پر کوئی شے مخفی نہیں رہتی تو ان کے احوال بھی اس کے لیے مخفی نہیں ہیں۔

اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ–

بلکہ وہ تو سینوں میں چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے

۳۹– هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ –

وہی تو ہے جس نے زمین میں تمھیں اگلوں کا جانشین بنایا ہے

تمھیں زمین میں تصرُّف کرنے کی کنجیاں عنایت فرما دی ہیں یا یہ کہ تمھیں ایک دوسرے کے پیچھے قرار دیا ہے۔

فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ –

اب جو کفر کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہوگا

كُفْرُهٗ سے مراد ہے کفر کی جزا، اس کا وبال

وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا–

اور کافروں کا کفر اُن کے پروردگار کی بارگاہ میں سوائے ناپسندیدگی کے کسی اور شے کا اضافہ نہیں کرے گا۔

اور کافروں کا کفر اُن کے خسارے میں اضافے کا سبب بنے گا۔

یہ اس کی وضاحت ہے اور مکرر لانا اس امر پر دلالت کرتا ہے اس لیے کہ کفر کا اقتضا دونوں امور میں سے ہر ایک کے لیے مستقل ہے اس کے قبح کی وجہ سے اور اس سے کنارہ کشی واجب ہونے کے سبب اور ''مَقت'' سے مراد شدید ترین بغض ہے جو ''مَقْتُ اللّٰہ'' ہے اور ''خسارے'' سے مراد آخرت کا خسارہ ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَ لَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۲﴾

اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَ مَكْرَ السَّيِّئِ ؕ وَ لَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾

وَ لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ ع ۵ ۱۷

۴۰–فرما دیجیے کیا تم نے اپنے ان شریکوں کو دیکھا ہے جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو تو مجھے دکھلاؤ کہ انھوں نے زمین میں سے کیا پیدا کیا ہے یا آسمانوں میں ان کی کیا شرکت ہے۔ (اگر ایسا نہیں ہے) تو ان سے دریافت کرو کہ کیا ہم نے انھیں کوئی تحریر لکھ کر دی ہے؟ اور وہ اس کی کسی واضح دلیل پر قائم ہیں، نہیں یہ ظالم لوگ تو ایک دوسرے سے پُرفریب وعدے کیے جا رہے ہیں۔

۴۱–یقیناً وہ اللہ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں اور

اگر وہ ہٹ جائیں تو اللہ کے بعد انھیں کوئی تھام بھی نہیں سکے گا۔ بے شک اللہ بڑا علم والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔

۴۲۔ یہ لوگ بڑی سخت قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی نذیر (ڈرانے والا) ان کے ہاں آ گیا ہوتا تو وہ دنیا کی ہر ایک قوم سے بڑھ کر ہدایت یافتہ ہوتے لیکن جب ڈرانے والے (محمدؐ) ان کے پاس تشریف لے آئے تو ان کی آمد پر ان کے فرار میں اضافہ ہو گیا۔

۴۳۔ یہ زمین میں اور زیادہ استکبار کرنے لگے اور بری چال چلنے لگے، اور بُری چال تو اس کے چلنے والے ہی کو گھیر لیتی ہے سو یہ اگلوں کی روش (عذاب) کے سوا کسی اور چیز کے منتظر نہیں ہیں، لہٰذا آپ اللہ کے اس دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے اور نہ ہی آپ خدا کے دستور کو منتقل ہوتا ہوا پائیں گے۔

۴۴۔ کیا انھوں نے زمین میں کبھی سیر و سیاحت نہیں کی کہ وہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیا ہوا جب کہ وہ ان سے زیادہ طاقت ور تھے اور اللہ کو کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ہے نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں بے شک وہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۴۵۔ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کی وجہ سے پکڑتا تو روئے زمین پر وہ کسی چلنے والے جاندار کو نہ چھوڑتا، مگر وہ انھیں ایک مقررہ وقت تک کے لیے مہلت دیتا ہے پھر جب ان کا مقررہ وقت آ جائے گا تو (وہی انھیں سزا دے گا) بلاشبہ اللہ اپنے بندوں کے بارے میں خوب بصیرت رکھتا ہے۔

۴۰۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ –

فرما دیجیے کیا تم نے اپنے ان شریکوں کو دیکھا ہے جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔

تم مجھے اپنے ان شریکوں کے بارے میں بتلاؤ یعنی اپنے معبودوں کے بارے میں ان کی طرف اضافت اس لیے دی ہے کہ انھوں نے اپنے معبودوں کو خدا کا شریک قرار دیا ہے یا اپنی نفسوں میں شریک بنا لیا ہے وہ جن چیزوں کے مالک ہیں۔

اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ – تم مجھے دکھلاؤ کہ انھوں نے زمین میں سے کیا پیدا کیا ہے۔

یہ اَرَءَيْتُمْ کا بدل ہے

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ – یا آسمانوں میں ان کی کیا شرکت ہے

یعنی آسمان کی تخلیق میں ان کی کیا شرکت ہے جس کی بنا پر وہ الوہیّت میں شریکِ ذات کے مستحق قرار پائیں۔

اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا –

(اگر ایسا نہیں ہے) تو ان سے دریافت کیجیے کہ کیا ہم نے انھیں کوئی تحریر لکھ دی ہے

یعنی شرکاء یا مشرکین سے دریافت کریں ایسی تحریر کے بارے میں جو گویا ہو کہ ہم نے انھیں شریک قرار دیا ہے۔

فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ – اور وہ اس کی کسی واضح دلیل پر قائم ہیں

اس کتاب کی کسی دلیل پر کہ ان کے لیے شرکت قرار دی گئی ہے۔

بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا –

نہیں یہ ظالم لوگ تو ایک دوسرے سے پُرفریب وعدے کیے جا رہے ہیں

کہ یہ شرکاء اللہ کے نزدیک ان کی شفاعت کرنے والے ہیں وہ اللہ سے ان کی شفاعت کریں گے اس تقرّب کی وجہ سے۔

۴۱–اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ –

یقیناً وہ اللہ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں

وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ –

اور اگر وہ ہٹ جائیں تو اللہ کے بعد انھیں کوئی تھام بھی نہیں سکے گا

اللہ کے بعد یا ان کے زائل ہو جانے کے بعد

اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا – بے شک اللہ حلم والا اور درگزر فرمانے والا ہے

کہ اس نے ان دونوں کو روک رکھا ہے جب کہ انھیں دھماکے سے تباہ و برباد ہو جانا چاہیے تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۙ﴿۹۰﴾ (مریم:۹۰)

قریب ہے کہ آسمان اس (بات) سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں۔

کتاب کافی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہے یا عرش اسے اٹھائے ہوئے ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے عرش، آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں اور ان کے درمیان ہے اُن سب کو اٹھا رکھا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول سے واضح ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ [۱]

کتاب اکمال میں امام رضا علیہ السلام سے ایک حدیث میں مروی ہے فرمایا

بِنَا يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ

ہماری وجہ سے اللہ نے آسمانوں اور زمین کو تھام رکھا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں۔[۱]

اور معصومین سے مروی ہے

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۱۲۹ ح ۱

لولا ما فی الارض منّا لساخت باھلھا

جو کچھ زمین میں ہے وہ ہماری وجہ سے ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اپنے باشندوں سمیت دھنس جاتی۔[۲]

۴۲-وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ-

اور یہ لوگ بڑی سخت قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے

لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ-

کہ اگر کوئی ڈرانے والا ان کے پاس آ گیا ہوتا تو یہ دنیا کی ہر ایک قوم سے بڑھ کر ہدایت یافتہ ہوتے

کہا گیا ہے کہ یہ قریش تھے جب ان تک یہ بات پہنچی کہ اہل کتاب نے اپنے مرسلین کو جھٹلایا تھا تو انھوں نے کہا اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر اگر ہمارے پاس کوئی رسول آیا تو ہم دوسری قوم سے بڑھ کر ہدایت یافتہ ہوں گے۔[۳]

اور اس مفہوم سے متعلق حدیث ان شاء اللہ سورہ صافات کی آیت نمبر ۱۷۰ کے ذیل میں بیان کی جائے گی۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ-

پس جب ان کے پاس ڈرانے والا یعنی (محمدؐ) تشریف لے آئے

مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا[۱]-

تو ان کی آمد پر ان کے فرار میں اور اضافہ ہو گیا

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ان کی تشریف آوری نے اضافہ کر دیا

اور نُفُوْرًا کا مفہوم ہے حق سے دوری میں اضافہ ہو گیا

۴۳-اِسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ؕ-

یہ زمین میں اور زیادہ استکبار کرنے لگے اور بُری چال چلنے لگے

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ-

اور بُری چال تو اس کے چلنے والے ہی کو گھیر لیتی ہے

یعنی مکر کرنے والے کو جیسا کہ غزوۂ بدر کے موقع پر مصیبت نے انھیں گھیر لیا۔[۴]

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ- سو یہ اگلے لوگوں کی روش کے سوا کسی اور چیز کے منتظر نہیں ہیں

---

(۱) اکمال الدین و اتمام النعمۃ ص ۲۰۶-۲۰۷ ح ۶، ۲۲ باب ۲۱

(۲) اکمال الدین و اتمام النعمۃ ص ۲۰۶-۲۰۷ ح ۶، ۲۲ باب ۲۱ (۳) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۷۴

(۴) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۷۵

اس بارے میں اللہ کی روش کہ انبیا و مرسلین کو جھٹلانے والوں پر عذاب نازل کرنا

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا –

لہٰذا آپ اللہ کے اس دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے اور نہ ہی آپ خدا کے دستور کو منتقل ہوتا ہوا پائیں گے۔

اس لیے کہ عذاب کے ذریعے غیر خدا اس کو تبدیل نہیں کرسکتا اور اُن کے غیر کی طرف سے منتقل کرکے اس میں کوئی تغیر واقع نہیں کرسکتا۔

۴۴–اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ –

کیا انھوں نے زمین میں کبھی سیر وسیاحت نہیں کی کہ وہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیا ہوا

کہا گیا ہے کہ ان کے سامنے بطور شہادت رکھ دیا گیا ہے شام، یمن اور عراق کی جانب سفر کے دوران وہ جو کچھ آثارِ گزشتگان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔[۱]

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کیا انھوں نے قرآن میں کبھی غور نہیں کیا اور ہلاک ہو جانے والی امتوں کے حالات سے واقف نہیں ہوئے۔[۲]

وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ – جب کہ وہ ان سے زیادہ طاقت ور تھے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ –

اور اللہ کو کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ہے نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں

کہ وہ شے اللہ سے آگے بڑھ جائے اور اسے پیچھے چھوڑ دے۔

اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا – بے شک وہ ہر شے کا جاننے والا اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے

۴۵–وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ –

اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال یعنی گناہوں کی وجہ سے مؤاخذہ کرتا تو وہ روئے زمین پر کسی چلنے والے جان دار کو نہ چھوڑتا

کہ وہ اپنے گناہوں کی بدنصیبی کے ساتھ روئے زمین پر چلتا رہے۔

وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا –

مگر وہ انھیں ایک مقررہ وقت تک کے لیے مہلت دیتا ہے پھر جب ان کا مقررہ وقت آجائے گا (وہی انھیں سزا دے گا) بلاشبہ وہ اپنے بندوں کے بارے میں خوب بصیرت رکھتا ہے ان کے اعمال کے مطابق انھیں جزا دے گا۔

اس سے پہلے سورۂ فاطر کی قرأت کا ثواب ہم سورۂ سبا کے آخر میں بیان کر چکے ہیں۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۷۵ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۰

سورۂ یٰسٓ

سورۂ یٰس مکّی سورہ ہے سب کے نزدیک ابن عباس نے کہا سوائے ایک آیت کے اور وہ اللہ کا یہ قول ہے وإذا قیل لھم انفقوا جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں آیتوں کی تعداد ۸۳ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰسٓ ۚ﴿۱﴾

وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ۙ﴿۲﴾

اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۙ﴿۳﴾

عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ؕ﴿۴﴾

تَنۡزِیۡلَ الۡعَزِیۡزِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۵﴾

لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُہُمۡ فَہُمۡ غٰفِلُوۡنَ ﴿۶﴾

لَقَدۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ عَلٰۤی اَکۡثَرِہِمۡ فَہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۷﴾

اِنَّا جَعَلۡنَا فِیۡۤ اَعۡنَاقِہِمۡ اَغۡلٰلًا فَہِیَ اِلَی الۡاَذۡقَانِ فَہُمۡ مُّقۡمَحُوۡنَ ﴿۸﴾

وَ جَعَلۡنَا مِنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡہِمۡ سَدًّا وَّ مِنۡ خَلۡفِہِمۡ سَدًّا فَاَغۡشَیۡنٰہُمۡ فَہُمۡ لَا یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۹﴾

وَ سَوَآءٌ عَلَیۡہِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَہُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۰﴾

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے۔

۱۔ یٰس۔

۲۔ قسم ہے قرآن کی جو حکمت سے بھرا ہوا ہے۔

۳۔ اے محمد بے شک آپ پیغمبروں میں ہیں۔

۴۔ سیدھے راستے پر۔

۵- یہ قرآن اس کا نازل کردہ ہے جو غالب اور مہربان ہے۔
۶- تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا کو ڈرایا نہیں گیا تھا لہٰذا وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔
۷- ان میں سے اکثر پر خدا کی بات پوری ہو چکی ہے سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔
۸- ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال رکھے ہیں جو ان کی ٹھڈیوں تک پہنچے ہوئے ہیں اور اس طرح اُن کے سر اٹھے ہوئے ہیں۔
۹- اور ہم نے ان کے آگے بھی دیوار بنا دی ہے اور ان کے پیچھے بھی پھر ان پر پردہ ڈال دیا تو یہ دیکھ ہی نہیں سکتے۔
۱۰- آپ انھیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں ان کے لیے سب برابر ہے وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

۱- یٰسٓ-

یاسین کہا گیا ہے کہ اس کا مفہوم لغتِ طَی میں ہے اے انسان۔[۱]

کتاب مَعَانِی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جہاں تک یٰسٓ کا تعلق ہے تو یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کا مفہوم ہے اے وحی سننے والے۔[۲]

کتاب خصال میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس نام ہیں جن میں سے پانچ قرآن کریم میں ہیں اور دوسرے پانچ قرآن میں نہیں ہیں قرآن کریم میں جو اسمائے مبارکہ ہیں وہ یہ ہیں محمد، احمد، عبداللہ، یٰسٓ اور ن۔[۳]

کتاب کافی میں صادقینؑ سے مروی ہے کہ یہ محمد ہیں لوگوں کو اجازت دی گئی ہے کہ یہ نام رکھیں وہ کون ہیں جنھیں یٰس نام رکھنے کی اجازت ملی ہو اور وہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے۔[۴]

کتاب عُیُون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے اور ان کی ایک روایت میں ہے جو مامون کی مجلس میں ہے فرمایا کہ تم مجھے بتلاؤ اللہ تعالیٰ کے قول یٰسٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۭ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے قول ''یٰس'' سے کون مراد ہے علماء یہ کہتے ہیں کہ یٰس سے مراد محمد ہیں کسی کو بھی اس بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

اور مکمل روایت سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ کے قول صلّوا علیہ وسلّموا تسلیماً کے ذیل میں

---

(۱) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۷۶ (۲) معانی الاخبار ص ۲۲ ح ۱
(۳) الخصال ص ۴۲۶ ح ۲ (۴) الکافی ج ۶ ص ۲۰ ح ۱۳

بیان کی جا چکی ہے۔[۱]

نیز سورۂ صافات کی آیت نمبر ۳۰ کے ذیل میں دوسری روایت کتاب احتجاج سے اس بارے میں اِن شاء اللہ بیان کریں گے۔[۲]

کتاب مجالس میں امیر المومنین علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول ''سلام علیٰ اِل یاسین'' کے ذیل میں مروی ہے فرمایا یٰس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اِل یاسین سے مراد ہم آل محمد ہیں۔[۳]

۲- وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ-

قسم ہے قرآن کی جو حکمت سے بھرا ہوا ہے

''واؤ'' قسم کے لیے آیا ہے۔

۳- اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ-

اے محمد بے شک آپ پیغمبروں میں سے ہیں

۴- عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ - سیدھے راستے پر

وہ توحید اور امور میں استقامت ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ''یٰسین'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ، عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ آپ واضح راستے پر ہیں۔[۴]

۵- تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ-

یہ قرآن اس کا نازل کردہ ہے جو غالب اور مہربان ہے

۶- لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ-

تا کہ آپ اُن لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا کو ڈرایا نہیں گیا تھا لہٰذا وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

نوٹ: اگر یہ زمانہ ''فَتْرَتْ'' (یعنی عیسیٰؑ اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کا زمانہ) ہو تو اس میں کوئی نبی مبعوث نہیں کیا گیا لہٰذا انھیں کوئی ڈرانے والا نبی کی صورت میں نہیں آیا لہٰذا مَّا کو نافیہ مانتے ہوئے ترجمہ کیا جائے گا کہ ''ڈرایا نہیں گیا تھا'' لیکن ''وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۠ ۧ'' (سورۂ رعد: ۷) ہر قوم میں ہادی آیا ہے اس بنیاد پر ہمیں مَّا کو موصولہ ماننا پڑے گا ''جس طرح باپ دادا کو ڈرایا گیا تھا'' اور یہ معصومین کی روایت سے ثابت ہے۔ (از مترجم)

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان لوگوں کو ڈرائیے، متنبہ اور خبردار کیجیے جن میں آپ موجود ہیں جس طرح اُن کے آباؤ اجداد کو ڈرایا گیا تو وہ اللہ سے، اللہ

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۳۶ باب ۲۳ (۲) الاحتجاج ج ۱ ص ۳۷۷

(۳) الامال شیخ صدوق ص ۳۸۱ ح ۱ (۴) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۱

کے رسول سے اور اللہ کی وعید (دھمکی، ڈراوا) سے غافل ہوگئے ہیں۔ ۱

۷- لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ -

ان میں سے اکثر پر خدا کی بات پوری ہو چکی ہے

فرمایا ان لوگوں پر جو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی ولایت اور ان کے بعد تشریف لانے والے ائمہ کی ولایت کا اقرار نہیں کرتے۔ ۲

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ- سو وہ ایمان نہیں لائیں گے

فرمایا امیر المومنین علیہ السلام اور ان کے بعد اوصیاء کی امامت پر جب انھوں نے اقرار نہیں کیا تو ان کا انجام وہی ہوگا جس کا ذکر اللہ نے کیا ہے۔ ۳

۸- اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ-

ہم ان کی گردنوں میں طوق ڈال رہے ہیں جو ان کی ٹھڈیوں تک پہنچے ہوئے ہیں اور اس طرح اُن کے سر اٹھے ہوئے ہیں۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ انھوں نے اپنے سروں کو اٹھا رکھا ہے۔ ۴

۹- وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا -

اور ہم نے اُن کے آگے بھی دیوار بنا دی ہے اور ان کے پیچھے بھی

فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ-

پھر ان پر پردہ ڈال دیا تو یہ دیکھ ہی نہیں سکتے

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے وہ فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ہم نے انھیں اندھا کر دیا ہے لہٰذا وہ ہدایت کو نہیں دیکھ رہے ہیں۔

اللہ نے ان کی سماعت، ان کی بصارت اور ان کے عقول کو گرفت میں لے لیا ہے اس طرح انھیں ہدایت سے اندھا کر دیا ہے۔ ۵

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا یہ تو دنیا میں ہے اور آخرت میں آتش جہنم میں ان کے سر اٹھے ہوئے ہوں گے۔ ۶

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ آیت ابوجہل بن ہشام اور اس کے اہل خانہ کے کچھ افراد کے بارے میں نازل ہوئی

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۴۳۱۔۴۳۲ ح ۹۰ (۲) الکافی ج ۱ ص ۴۳۱۔۴۳۲ ح ۹۰ کے ذیل میں
(۳) الکافی ج ۱ ص ۴۳۱۔۴۳۲ ح ۹۰ کے ذیل میں (۴) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۲
(۵) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۲ (۲) الکافی ج ۱ ص ۴۳۱۔۴۳۲ حدیث ۹۰ کے ذیل سے

ہے واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل نے قسم کھائی تھی کہ اگر وہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھے گا تو وہ ان کا سر پھاڑ دے گا وہ آیا اور اس کے ہاتھ میں پتھر تھا اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز میں کھڑے ہوئے تھے اس نے جب بھی پھینکنے کے لیے پتھر اٹھایا اللہ نے اس کے ہاتھ کو گردن پر لاکر روک دیا وہ اُس ہاتھ سے پتھر نہ پھینک سکا جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا تو پتھر اس کے ہاتھ سے گر پڑا پھر اسی کے قبیلے کا دوسرا فرد اٹھا اور اس نے کہا میں محمد کو قتل کر دوں گا جب وہ قریب گیا تو اس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قرأت سنی وہ اسے سن کر مرعوب ہو گیا اور اپنے ساتھیوں کی طرف واپس آکر کہنے لگا کہ میرے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان سانڈ کی شکل کا کوئی جانور حائل ہو گیا جو اپنی دم کو بار بار اٹھا کر اپنی رانوں پر مار رہا تھا تو میں ڈر کے مارے آگے نہ بڑھ سکا۔[۱]

۱۰- وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ-

آپ انھیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں ان کے لیے سب برابر ہے وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں

فرمایا اس قبیلے سے یعنی ''بنومخزوم'' سے کوئی فرد بھی ایمان نہیں لایا۔[۲]

کتاب کافی میں حدیث سابق میں ہے کہ وہ اللہ پر اور علی علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے ائمہ کی ولایت پر ایمان نہیں لائیں گے۔[۳]

کہا گیا ہے کہ: اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ اور وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا دونوں آیتیں اس بات کی وضاحت کر رہی ہیں کہ وہ لوگ کفر پر مصر ہیں اور ان کے دلوں پر اس طرح مہر لگی ہوئی ہے کہ نشانیاں اور ڈرانا ان کے لیے سود مند نہیں ان کی تمثیل ان لوگوں سے دی گئی ہے جن کی گردنوں میں طوق ڈال دیا گیا ہے جو ان کی ٹھڈیوں تک پہنچے ہوئے ہیں جو انھیں سر جھکانے نہیں دیتے لہٰذا ان کے سر اٹھے ہوئے ہیں وہ اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے ہیں ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہیں اس طرح کہ وہ حق کی جانب متوجہ نہیں ہو سکتے اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنھیں دو دیواروں نے گھیر رکھا ہے اور ان کی آنکھوں کو اس طرح ڈھانپ دیا ہے کہ وہ نہ سامنے دیکھ سکتے ہیں نہ ہی پیچھے کی طرف دیکھ سکتے ہیں گویا کہ وہ جہالت کے قید خانے میں مقید ہیں آیات اور دلائل کی طرف دیکھنے سے انھیں روک دیا گیا ہے۔[۴]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۱۲ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۱۲

(۳) الکافی ج ۱ ص ۴۳۱-۴۳۲ حدیث ۹ کے ذیل میں (۴) البیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۷۷-۲۷۶

إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ أَجْرٍ كَرِيمٍ ﴿۱۱﴾

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ آثَارَهُمْ ۗ وَ كُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ إِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ع

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا أَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ إِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ج

إِذْ أَرْسَلْنَآ إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا إِنَّآ إِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

۱۱- آپ تو صرف اسی شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور خدا سے غائبانہ ڈرے تو ایسے شخص کو بخشش اور باعزّت ثواب کی بشارت دے دیں۔

۱۲- یقیناً ہم ہی مُردوں کو زندہ کریں گے اور ہم ان کے گزشتہ اعمال اور ان کے آثار کو لکھتے جاتے ہیں اور ہم نے ہر شے کو ایک امامِ مبین میں جمع کر دیا ہے۔

۱۳- اے پیغمبر! آپ بطور مثال ان سے اس قریہ والوں کا تذکرہ کریں جن کے پاس ہمارے رسول آئے۔

۱۴- جب ہم نے ان کی طرف دو پیغمبروں کو بھیجا تو انھوں نے اُن کو جھٹلا دیا پھر ہم نے تیسرے سے تقویت دی تو انھوں نے کہا ہم تمھاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

۱۱- إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ -

آپ تو صرف اسی شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور خدا سے غائبانہ ڈرے

کتاب کافی میں حدیث سابق میں ہے کہ ذکر سے مراد امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔[۱]

فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ أَجْرٍ كَرِيمٍ-

تو ایسے شخص کو بخشش اور باعزت ثواب کی بشارت دے دیں

۱۲- إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى - یقیناً ہم ہی مُردوں کو زندہ کریں گے

اموات کو دوبارہ زندہ کرکے اور جاہلوں کو ہدایت کے ذریعے

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۴۳۱-۴۳۲ ذیل حدیث نمبر ۹

وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا - اور ہم ان کے گزشتہ اعمال کو لکھ رہے ہیں

یعنی انھوں نے پہلے جو اعمالِ صالحہ اور اعمالِ طالحہ (بُرے اعمال) کیے تھے

وَاٰثَارَهُمْ - اور ان کے آثار

جیسے: علم جسے انھوں نے کسی کو سکھایا ہو اور قدم: جن سے چل کر وہ مسجدوں میں گئے ہیں

جیسے باطل کی اشاعت اور ظلم کی بنیاد رکھنا وغیرہ

کتاب مجمع البیان میں ہے کہ بنو سلمہ مدینہ منورہ کے ایک سمت رہا کرتے تھے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ شکایت کی کہ اُن کے گھر مسجدوں سے دور ہیں اور وہ باجماعت نماز پڑھنے سے معذور ہیں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[۱]

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ - اور ہم نے ہر شے کو امام مبین میں جمع کر دیا ہے

کہا گیا ہے امام مبین سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔[۲]

تفسیر قمیؒ میں امام مبین سے مراد کتاب مبین ہے۔[۳]

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

اَنَا وَاللّٰهِ الاِمَامُ المبین ابین الحق من الباطل وورثته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں خدا کی قسم امام مبین ہوں میں حق کو باطل سے واضح کرتا ہوں اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ وراثت ملی ہے۔[۴]

کتاب معانی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے وہ اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی ''وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ''

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اپنی نشست سے اٹھے اور انھوں نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا وہ توریت ہے فرمایا نہیں انھوں نے دریافت کیا کیا وہ انجیل ہے فرمایا نہیں انھوں نے پوچھا کیا وہ قرآن ہے فرمایا نہیں اتنے میں امیر المومنین علیہ السلام تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ وہ ہے یہی وہ امام ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر علم کا احصا کر دیا ہے۔[۵]

کتاب احتجاج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے ایک حدیث میں فرمایا اے لوگو! مجھے میرے رب نے ہر طرح کا علم سکھایا ہے اور اسے میں نے علی کو سکھایا ہے اور اللہ نے میری ذات میں ہر علم کا احصا کر دیا ہے اور میں نے جو بھی علم سیکھا ہے اُسے امام المتقین میں احصا کر دیا ہے اور میں نے علی کو اُس علم کی تعلیم دی ہے۔[۶]

---

(۱) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۱۸ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۷۷ (۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۲

(۴) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۲ (۵) معانی الاخبار ص ۹۵ ح ۱ (۶) الاحتجاج ج ۱ ص ۷۴ حدیثِ القدیر

۱۳- وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ-

اے پیغمبر آپ بطور مثال اُن سے اس قریہ والوں کا تذکرہ کریں جن کے پاس ہمارے رسول آئے

اصحاب القریۃ سے مراد ہے انطاکیہ کے رہنے والے

کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بھیجا تھا یا عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے انہیں معیّن کیا تھا۔

۱۴- اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا -

جب ہم نے ان کی طرف دو پیغمبروں کو بھیجا تو انھوں نے ان کو جھٹلا دیا

فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ - پھر ہم نے تیسرے یعنی شمعون سے انھیں تقویت دی

فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ-

تو انھوں نے کہا ہم تمھاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو اشخاص کو شہر انطاکیہ کے باشندوں کی طرف مبعوث فرمایا وہ دونوں ان کے پاس ایسی چیزیں لے کر آئے جنھیں وہ جانتے نہ تھے۔ان لوگوں نے ان دونوں افراد پر سختی کی انھیں گرفتار کیا اور انھیں بیت الاصنام (بت خانہ) میں قید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے تیسرے شخص کو مبعوث فرمایا وہ شہر میں داخل ہوا اس نے کہا مجھے بادشاہ کے دروازے تک پہنچا دو امام علیہ السلام نے فرمایا جب وہ دورازے پر پہنچے تو کہا میں ایک شخص ہوں میں بے آب و گیاہ صحرا میں عبادت کیا کرتا تھا اور میں یہ چاہتا ہوں کہ بادشاہ کے معبودوں کی عبادت کروں اُس کی گفتگو بادشاہ تک پہنچائی گئی۔

بادشاہ نے کہا کہ اسے معبودوں کے گھر (بت خانے) میں داخل کردو اسے داخل کر دیا گیا وہ ایک سال تک اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ رہا ان سے کہا کہ اگر خلاف عادت کوئی چیز پیش کی جائے تو پھر کوئی قوم ایک دین سے دوسرے دین کی طرف منتقل ہوتی ہے کہ کیا تم دونوں نے مہربانی سے کام نہیں لیا دیکھو میری معرفت کا اقرار نہ کرنا، پھر وہ شخص بادشاہ کی خدمت میں آیا بادشاہ نے اس سے کہا مجھے یہ پتا چلا ہے کہ تم میرے معبودوں کی پرستش کرتے رہے ہو تم اس حیثیت سے میرے بھائی ہو لہٰذا مجھ سے کوئی حاجت طلب کرو اس شخص نے کہا اے بادشاہ نہیں میری کوئی حاجت نہیں البتہ میں نے دو اشخاص کو بت خانے میں دیکھا ہے ان کا کیا معاملہ ہے۔ بادشاہ نے کہا یہ دو اشخاص ہیں جو میرے دین کو باطل کرنے کے لیے آئے تھے اور مجھے آسمانی معبود کی دعوت دے رہے تھے تو اس شخص نے کہا اے بادشاہ ہم احسن طریقے سے مناظرہ کرتے ہیں اگر حق ان کے ساتھ ہوا تو ہم ان کا اتباع کر لیں اور اگر حق ہمارے ساتھ ہوا تو دونوں ہمارے دین میں داخل ہو جائیں گے جو ہمارے حق میں ہے وہی ان کے حق میں ہوگا اور جو ہمارے خلاف ہے وہی ان کے خلاف ہوگا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا بادشاہ نے ان دونوں افراد کو بلوایا جب وہ دونوں آ گئے تو اس تیسرے ساتھی نے ان سے دریافت کیا تم یہاں پر کس غرض سے آئے ہو انھوں نے جواب دیا کہ ہم بادشاہ کو اس اللہ کی عبادت کے لیے دعوت دینے آئے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو خلق فرمایا اور وہ ارحام مادر میں جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے اور جیسی چاہتا ہے صورتیں بنا دیتا ہے اسی نے درخت اور پھل اُگائے ہیں اور آسمان سے بارش برسائی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا اس شخص نے ان دونوں سے کہا تمھارا یہ معبود تم جس کی عبادت کی طرف بلا رہے ہو اگر ہم کسی اندھے کو لے کر آئیں تو کیا وہ اسے بینا (آنکھوں والا) بنا سکتا ہے تو ان دونوں نے کہا ہم اس سے سوال کریں گے اور اگر وہ چاہے گا تو ایسا کر دے گا اس شخص نے کہا اے بادشاہ ایک اندھے کو میرے پاس لایا جائے جس نے کبھی کچھ نہ دیکھا ہو (یعنی مادر زاد اندھا ہو) فرمایا ایسا شخص لایا گیا تو اس شخص نے کہا تم دونوں اپنے معبود سے دعا کرو کہ وہ اس کی نظر لوٹا دے دونوں اٹھے انھوں نے دو رکعت نماز پڑھی تو دیکھتے ہی دیکھتے اس شخص کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔

اس شخص نے کہا اے بادشاہ کسی دوسرے اندھے کو بلوایا جائے وہ لایا گیا پھر اس شخص نے سجدہ کیا اب جو سر اٹھایا تو وہ اندھا دیکھنے لگا اس شخص نے کہا اے بادشاہ ایک حجّت کے بعد دوسری حجّت (دلیل) میرے پاس کسی اپاہج کو لایا جائے اس شخص نے ان دونوں سے اسی طرح کہا انھوں نے نماز پڑھی اور اللہ سے دعا طلب کی تو اپاہج کے پاؤں کھل گئے اور وہ کھڑے ہو کر چلنے لگا اس شخص نے کہا کہ بادشاہ سلامت مجھے دوسرا اپاہج شخص چاہیے اسے لایا گیا اس شخص نے ویسا ہی کیا جیسا پہلی مرتبہ ہوا تھا وہ اپاہج بھی اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا اور چلنے لگا اس شخص نے کہا اے بادشاہ انھوں نے دو دلائل پیش کیے اور ہم نے بھی ویسے ہی دو دلائل پیش کیے اب ایک بات باقی رہ گئی ہے اگر دونوں نے یہ کام کر دیا تو میں ان دونوں کے ساتھ ان کے دین میں داخل ہو جاؤں گا پھر اس شخص نے کہا اے بادشاہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ بادشاہ کے ایک بیٹا تھا اگر ان کے خدا نے اسے زندہ کر دیا تو میں ان کے ساتھ ان کے دین میں داخل ہو جاؤں گا بادشاہ نے کہا اور میں بھی تمھارے ساتھ ان کے دین میں آ جاؤں گا پھر اس شخص نے اُن دونوں سے کہا کہ ایک بات باقی رہ گئی ہے بادشاہ کا بیٹا مر چکا ہے تم دونوں اپنے معبود سے دعا کرو کہ وہ اسے زندہ کر دے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ دونوں سجدۂ خالق میں گر گئے اور انھوں نے سجدے کو طول دیا پھر اپنے اپنے سر اٹھائے اور انھوں نے بادشاہ سے کہا تم کسی کو اپنے بیٹے کی قبر کے پاس روانہ کرو تم ان شاء اللہ اُسے قبر سے باہر نکل کر کھڑا ہوا پاؤ گے امام علیہ السلام نے فرمایا لوگ اسے دیکھنے کے لیے روانہ ہوئے تو کیا پایا کہ وہ قبر سے باہر نکل کر اپنے سر سے مٹی کو جھاڑ رہا ہے امام علیہ السلام نے فرمایا اسے بادشاہ کے پاس لایا گیا بادشاہ نے پہچان لیا کہ وہ اسی کا بیٹا ہے اس سے دریافت کیا اے بیٹے تمھارا کیا معاملہ ہے؟

اس نے جواب دیا کہ میں مرا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ دو افراد کچھ دیر قبل میرے رب کے سامنے سجدہ ریز ہیں اور اس سے دعا کر رہے ہیں کہ مجھے زندہ کر دے تو اللہ نے مجھے زندہ کر دیا بادشاہ نے پوچھا اے بیٹے جب تم انھیں دیکھو گے تو پہچان لو گے اس نے جواب دیا بے شک فرمایا اس نے تمام لوگوں کو صحرا میں بھیج دیا ایک ایک شخص اس کے پاس سے گزرتا تو اس کا باپ کہتا دیکھو کیا یہ وہی شخص ہے وہ کہتا نہیں کافی لوگوں کے گزرنے کے بعد ایک شخص آیا تو اس کے بیٹے نے کہا کہ ان میں ایک شخص یہ ہے اور اپنے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کیا پھر کافی لوگ گزر گئے یہاں تک کہ اس کے بیٹے نے دوسرے شخص کو بھی دیکھ لیا اور کہا کہ دوسرا شخص یہ ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اس نبی نے جو دو اشخاص کا ساتھی تھا اس نے کہا کہ میں تمھارے معبود پر ایمان لاتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ تم جو کچھ لے کر آئے ہو وہ برحق ہے امام نے فرمایا بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم دونوں کے معبود پر ایمان لاتا ہوں اور اس کی تمام رعایا نے ایمان قبول کر لیا۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں ہے وہب بن منبہ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان دو پیغام بروں کو انطاکیہ کی جانب بھیجا وہ دونوں آئے اور وہاں کے بادشاہ تک رسائی حاصل نہ کر سکے اور ان کے قیام کی مدّت طولانی ہوگئی ایک دن بادشاہ نکلا تو انھوں نے تکبیر بلند کی اور اللہ کا ذکر کیا بادشاہ غضب ناک ہو گیا اور انھیں قید کرنے کا حکم دیا اور ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارے گئے جب دونوں پیغام بروں کو جھٹلایا اور مارا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون صفا کو حواریوں کا سردار بنا کر ان کے پیچھے بھیجا تا کہ ان دونوں کی مدد کریں تو شمعون اس شہر میں اجنبیوں کی طرح وارد ہوئے وہ بادشاہ کے حاشیہ نشینوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے یہاں تک کہ وہ لوگ ان سے مانوس ہو گئے اور انھوں نے ان کی اطلاع باشاہ تک پہنچائی بادشاہ نے انھیں بلوایا اور ان کے رہن سہن سے خوش ہوا ان سے مانوس ہوا اور ان کی تکریم کی پھر اس دن انھوں نے بادشاہ سے کہا اے بادشاہ مجھے پتا چلا ہے کہ آپ نے قید خانے میں دو افراد کو قید کر رکھا ہے اور انھیں مارا ہے جب انھوں نے آپ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کی طرف آپ کو دعوت دی تھی کیا آپ نے ان کی بات سنی تھی؟

بادشاہ نے کہا نہیں میرے اور اس امر کے درمیان غضب حائل ہو گیا تھا تو شمعون نے کہا اگر بادشاہ سلامت مناسب سمجھیں تو انھیں بلوا لیں تا کہ ہم ان کی باتوں سے مطلع ہو جائیں بادشاہ نے انھیں بلوایا شمعون نے ان سے استفسار کیا تمھیں یہاں پر کس نے بھیجا ہے؟ انھوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے جس نے ہر شے کو پیدا کیا ہے جو لاشریک ہے شمعون نے پوچھا تمھاری نشانی کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا جو تم چاہو تو بادشاہ نے حکم دیا تو وہ ایسے لڑکے کو لے کر آئے جو اندھا تھا جس کی آنکھوں کے نشانات مٹ چکے تھے اور آنکھوں کی جگہ پیشانی کی طرح سپاٹ تھی وہ دونوں مسلسل اللہ سے دعا کرتے رہے یہاں تک کہ آنکھوں کی جگہ شق ہوئی تو انھوں نے مٹی کی دو گولیاں اٹھائیں اور انھیں حدقۂ چشم میں رکھ دیا وہ پتلیاں بن گئیں ان میں بصارت آگئی بادشاہ کو اس امر پر

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۱۲

بڑی حیرت ہوئی شمعون نے بادشاہ سے کہا کیا آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ اپنے معبود سے سوال کریں کہ وہ بھی ایسی ہی شے بنا دے اس طرح آپ کے لیے اور آپ کے معبود کے لیے شرف ہوگا بادشاہ نے شمعون سے کہا میں تم سے کسی بات کو چھپانا نہیں چاہتا ہم جن معبودوں کی پرستش کرتے ہیں وہ نہ کسی کو نقصان پہنچاتے ہیں اور نہ ہی فائدہ دیتے ہیں۔

پھر شمعون نے ان دونوں پیغام بروں سے کہا کہ اگر تمھارا معبود مُردوں کو زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے تو ہم اس پر اور تم دونوں پر ایمان لے آئیں گے ان دونوں نے جواب دیا کہ ہمارا معبود ہر شے پر قدرت رکھتا ہے بادشاہ نے کہا کہ یہاں پر ایک میت ہے اسے مرے ہوئے سات دن گزر چکے ہیں ہم نے اسے دفن نہیں کیا اس کے باپ کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں اور وہ موجود نہیں ہے لوگ میت کو لے کر آئے جب کہ وہ متغیر ہو چکی تھی اور اس میں بدبو پیدا ہو چکی تھی ان دونوں نے علانیہ طور سے اپنے رب سے دعا شروع کی اور شمعون نے مخفی دعا کی میت کھڑی ہوئی اور ان سے کہا کہ میں سات دن پہلے مر گیا تھا اور مجھے آتش جہنم کی سات وادیوں میں لے جایا گیا اس نے بادشاہ اور اس کے حواریوں سے کہا تم جس چیز پر عمل کر رہے ہو میں تمھیں اس سے خبردار اور ہوشیار کرتا ہوں تم اللہ پر ایمان لے آؤ بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا جب شمعون کو پتا چل گیا کہ اس کی بات نے بادشاہ پر اثر کیا ہے تو اس نے بادشاہ کو اس طرف دعوت دی تو بادشاہ اور اس کی رعایا میں کافی لوگوں نے ایمان کو قبول کر لیا اور کچھ لوگوں نے انکار کر دیا اور عیاشی نے بھی اپنی سند سے ثمالی اور دوسروں سے امام محمد باقر علیہ السلام سے اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسی جیسی روایت کی ہے البتہ بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو رسول انطاکیہ کی طرف بھیجے اور پھر تیسرے کو روانہ کیا اور کسی روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ نے وحی کی کہ ان دونوں کو انطاکیہ روانہ کر دیں۔

پھر انھوں نے اپنے وصی شمعون کو بھیجا تا کہ انھیں نجات دلائیں اور جس مردے کو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں سے زندگی عطا کی تھی وہ بادشاہ کا بیٹا تھا اور وہ اپنی قبر سے سر سے مٹی جھاڑتا ہوا نکلا تھا بادشاہ نے اس سے کہا بیٹے تمھارا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں مرا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ دو افراد سجدے میں اللہ تعالیٰ سے التجا کر رہے ہیں کہ وہ مجھے زندہ کر دے بادشاہ نے کہا اے میرے بیٹے تم انھیں دیکھو گے تو پہچان لو گے اس نے کہا ہاں میں پہچان لوں گا تو بادشاہ نے لوگوں کو صحرا کی طرف روانہ کر دیا اور اس کے پاس ایک ایک شخص کر کے آنے لگا تو کافی لوگوں کے بعد ایک شخص گزرا تو بیٹے نے کہا کہ ان میں سے ایک یہ ہے پھر جب دوسرا گزرا تو بیٹے نے اسے پہچان لیا اور اپنے ہاتھ سے دونوں کی طرف اشارہ کیا تو اس طرح بادشاہ اور اس کی رعایا ایمان لے آئی یہاں تک صاحب مجمع البیان کا کلام تمام ہوا۔[1]

---

(۱) مجمع البیان ج ۷۔۸ ص ۴۱۹

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ
اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّآ اِلَیْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾
وَ مَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا
لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَیَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۸﴾
قَالُوْا طَآىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَىِٕنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾
وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ یَّسْعٰى قَالَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ۙ﴿۲۰﴾
اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا لِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ
فَطَرَنِیْ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ
بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا وَّ لَا یُنْقِذُوْنِ ۚ﴿۲۳﴾
اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ؕ﴿۲۵﴾
قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۲۶﴾
بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿۲۷﴾ وَ مَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ
بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ مَا كُنَّا مُنْزِلِیْنَ ﴿۲۸﴾
اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾
یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾

۱۵- وہ کہنے لگے تم تو ہماری طرح کے بشر ہو اور رحمان نے کوئی چیز نازل نہیں کی، تم محض جھوٹ بول رہے ہو۔
۱۶- انھوں نے کہا، ہمارا رب جانتا ہے کہ ہمیں تمھاری طرف پیغام دے کر بھیجا گیا ہے۔
۱۷- اور ہماری ذمہ داری صرف واضح طور سے پیغام پہنچانا ہے۔
۱۸- وہ بولے ہم تم کو نامبارک سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمھیں سنگ سار کریں گے اور ہماری جانب سے تمھیں اذیت ناک عذاب پہنچے گا۔

۱۹- انھوں نے کہا تمھاری نحوست تمھارے ساتھ ہو کیا تم اس لیے کہہ رہے ہو کہ تمھیں نصیحت کی گئی ہے بلکہ تم تو زیادتی کرنے والے لوگ ہو۔

۲۰- اور شہر کے دور کنارے سے ایک شخص ڈورتا ہوا آیا، کہنے لگا اے میری قوم والو! تم پیغمبروں کی پیروی کرو۔

۲۱- ایسوں کی پیروی کرو جو تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتے اور ہدایت یافتہ ہیں۔

۲۲- اور مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۲۳- کیا میں خدا کے علاوہ دوسروں کو معبود بنا لوں؟ اگر رحمان مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کچھ بھی فائدہ پہنچانے والی نہیں اور نہ ہی وہ مجھ کو چھڑا سکیں گے۔

۲۴- تب تو میں صریحی گم راہی میں پڑا رہوں گا۔

۲۵- میں تمھارے رب پر ایمان لے آیا لہٰذا میری بات سنو۔

۲۶- اس بندے سے کہا گیا جنت میں داخل ہو جاؤ تو اس نے کہا کاش میری قوم کو خبر ہو جائے۔

۲۷- کہ کس وجہ سے میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے باعزت لوگوں میں قرار دیا ہے۔

۲۸- اور ہم نے اس کی قوم پر اس کے بعد نہ آسمان سے کوئی لشکر بھیجا اور نہ ہی ہم لشکر بھیجنے والے تھے۔

۲۹- وہ تو صرف ایک چنگھاڑ تھی جس کے بعد ان کا جذبۂ حیات سرد پڑ گیا۔

۳۰- ایسے بندوں پر افسوس ہے کہ جب بھی کوئی رسول ان کے پاس آتا وہ ہمیشہ اس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

۱۵- قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ -

وہ کہنے لگے تم تو ہماری طرح کے بشر ہو

تمھیں ہم پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے جو اس بات کی متقاضی ہو کہ تم جو دعوت دے رہے ہو اسے تم سے مخصوص کر دے۔

وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ - اور رحمان نے کوئی چیز نازل نہیں کی

وصی اور رسالت کے ضمن میں

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ -

تم محض جھوٹ بول رہے ہو اس کی رسالت کا دعویٰ کر کے

۱۶- قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ -

انھوں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ ہمیں تمھاری طرف پیغام دے کر بھیجا گیا ہے

یہ اللہ کے علم کا استشہاد (گواہ بنانا) ہے اور قسم کی جگہ پر لایا گیا ہے

۱۷- وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ-

اور ہماری ذمہ داری صرف واضح پیغام پہنچانا ہے

۱۸- قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ -

انھوں نے کہا ہم تم کو نامبارک سمجھتے ہیں

ہم تم سے فالِ بد لیتے ہیں۔ نحوست اور بدشگونی لیتے ہیں کہا گیا ہے کہ اس لیے کہا کہ ان پیغمبروں نے جو دعوت دی اس کے استغراب (تعجب خیز ہونے) کی وجہ سے اور اس سے متنفّر ہونے کے سبب۔ (۱)

تفسیر قمیؒ میں ہے تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ کا مفہوم ہے فرمایا تمھارے ناموں سے ہم فالِ بد لیتے ہیں۔ (۲)

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا-

اگر تم (اپنی ان باتوں سے) باز نہ آئے

لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ-

تو ہم تمھیں سنگ سار کریں گے اور ہماری جانب سے تمھیں اذیت ناک عذاب پہنچے گا۔

۱۹- قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ -

انھوں نے کہا تمھاری نحوست تمھارے ساتھ ہے

یعنی اسباب نحوست تمھارے ساتھ ہیں اور وہ درحقیقت تمھارے عقیدے اور اعمال کی خرابی ہے۔

اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ -

کیا تم اس لیے کہہ رہے ہو کہ تمھیں نصیحت کی گئی ہے

تم نصیحت کی وجہ سے نحوست کی بات کر رہے ہو یا تم نے سنگ ساری اور عذاب کی دھمکی دی ہے۔ جواب محذوف کر دیا گیا۔

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ- بلکہ تم تو زیادتی کرنے والے لوگ ہو

تمھاری عادت زیادتی کرنا ہے۔

۲۰- وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى-

اور شہر کے دور کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا

قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ-

کہنے لگا اے میری قوم کے لوگو! تم پیغمبروں کی پیروی کرو

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۷۸ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۴

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ یہ آیت حبیب نجّار کے بارے میں نازل ہوئی

اللہ کے قول: بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ ﴿۲۷﴾ تک (یٰس: ۲۷)۔[۱]

کہا گیا ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے تھا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا اور ان کے درمیان چھ سو سال کا فاصلہ ہے۔[۲]

اور کہا گیا کہ وہ غار میں تھا اللہ کی عبادت کر رہا تھا جب اسے رسولوں کی آمد کی خبر ملی تو اس نے اپنے دین کو ظاہر کر دیا۔[۳]

کتاب مجالس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا صدیقین تین ہیں حبیب نجار مومن آل یٰسؑ جو یہ کہہ رہا تھا ''اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ'' اور حزقیل مومن آل فرعون اور علی بن ابی طالب اور وہ ان میں سب سے افضل ہیں۔[۴]

کتاب جوامع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے امتوں میں سب سے آگے بڑھ جانے والے تین افراد ہیں جنھوں نے پلک جھپکتے بھر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی علی بن ابی طالب علیہ السلام، صاحبِ یٰسؑ اور مومن آل فرعون یہ سب صدیقین ہیں اور علی علیہ السلام ان سب سے افضل ہیں۔[۵]

کتاب خصال میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے فرمایا تین ایسے افراد ہیں جنھوں نے ایک لمحے کے لیے بھی وحی کا انکار نہیں کیا مومن آلِ یٰس اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور آسیہ (بنت مزاحم) فرعون کی بیوی۔[۶]

۲۱-اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْئَلُکُمْ اَجْرًا-

ایسوں کی پیروی کرو جو تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتے

یعنی نصیحت دینے اور تبلیغِ رسالت پر وہ تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتے

وَّ ھُمْ مُّھْتَدُوْنَ- اور وہ ہدایت یافتہ ہیں

دونوں جہان کی بھلائی کی طرف

۲۲-وَمَا لِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ-

اور مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے

طریق ہدایت میں نرمی سے کام لیا ہے اسی وجہ سے اپنے نفس کے لیے ناصحانہ انداز اختیار کرتے ہوئے اسے بیان کیا ہے نصیحت کو خالص کر دیا ہے کہ ان کے لیے بھی وہی چیز طلب کی ہے جس کی خواہش اپنے نفس کے

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۴ (۲) تفسیر بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۷۸ (۳) تفسیر بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۷۸ (۴) الامال شیخ صدوق ص ۳۸۵ ح ۱۸ (۵) جوامع الجامع ج ۳ ص ۳۸۴ (۶) خصال ص ۱۷۴ ح ۱۹۹

لیے کی ہے اور درحقیقت انھیں کھٹکھٹانا (بیدار کرنا) ہے کہ اپنے خالق کی عبادت کو ترک کر کے غیر خدا کی عبادت کر رہے ہیں اور اسی لیے کہا وَ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ جب کہ وہ اسی (رب) کی طرف پلٹائے جائیں گے۔

وَ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ–

اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

یہ دھمکی اور تنبیہ میں تاکید کے لیے لایا گیا پھر سابقہ روش پر چلتے ہوئے فرمایا

۲۳–ءَاَتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اٰلِہَۃً –

کیا میں خدا کے علاوہ دوسروں کو معبود بنا لوں

اِنۡ یُّرِدۡنِ الرَّحۡمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغۡنِ عَنِّیۡ شَفَاعَتُہُمۡ شَیۡئًا وَّ لَا یُنۡقِذُوۡنِ–

اگر رحمان مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کچھ بھی فائدہ پہنچانے والی نہیں ہے اور نہ ہی وہ مجھ کو چھڑا سکیں گے۔

ان معبودوں (بتوں) کی سفارش میرے لیے منفعت بخش نہ ہوگی اور وہ مدد کر کے اور پشت پناہی کے ذریعہ بھی بچا نہ سکیں گے۔

۲۴–اِنِّیۡۤ اِذًا لَّفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ–

تب تو میں صریحی گم راہی میں پڑا رہوں گا

مُّبِیۡنٍ کے معنیٰ ہیں صریحی جو کسی عاقل سے مخفی نہ رہے

۲۵–اِنِّیۡۤ اٰمَنۡتُ بِرَبِّکُمۡ فَاسۡمَعُوۡنِ–

میں تمھارے رب پر ایمان لے آیا ہوں لہٰذا میری بات سنو

بِرَبِّکُمۡ سے مراد ہے جس نے تمھیں خلق کیا ہے یا رسولوں سے خطاب ہے جب قوم نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا کہ تم میرے ایمان کے بارے میں سنو

۲۶–قِیۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّۃَ ؕ –

اس بندے سے کہا گیا جنت میں داخل ہو جا

اس سے کہا گیا جب اسے قتل کر دیا گیا اسے بشارت دی گئی کہ وہ جنّتی ہے

یا بطور اکرام کہا گیا اور جنت میں داخلے کی اجازت دے دی گئی۔[۱]

قَالَ یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ–

تو اس نے کہا کاش میری قوم کو خبر ہو جائے۔

---

(۱) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۷۹

۲۷–بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ–

کہ کس وجہ سے میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے باعزت لوگوں میں قرار دیا

کتاب جوامع میں ہے ایک مرفوع حدیث میں آیا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو نصیحت کی اپنی زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی۔۲؎

۲۸–وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی قَوْمِہٖ مِنْۢ بَعْدِہٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ–

اور ہم نے اس کی قوم پر اس کے بعد نہ آسمان سے کوئی لشکر بھیجا

انھیں ہلاک کرنے کے لیے جس طرح ہم نے غزوہ بدر اور غزوہ خندق کے موقع پر بھیجا تھا بلکہ اُن کے معاملے کو ہم نے صرف ایک صَیحہ (چیخ۔ چنگھاڑ) سے طے کر دیا۔

وَمَا کُنَّا مُنْزِلِیْنَ–

اور نہ ہی ہم لشکر بھیجنے والے تھے

اور نہ ہی ہماری حکمت کے لحاظ سے درست تھا کہ ہم لشکر نازل کرتے اس لیے کہ ہم نے ہر چیز کے لیے سبب متعین کر دیا ہے اور اسے ہم نے سبب بنا دیا تمھاری قوم سے بدلہ لینے کا۔

اور کہا گیا کہ ''ما'' موصولہ ہے جس کا عطف جُندٍ پر ہے یعنی جو ہم نے ان سے پہلے لوگوں پر نازل کیا تھا از قسم پتھر، ہوا اور شدید بارش کی صورت میں۔۳؎

۲۹–اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَا ھُمْ خٰمِدُوْنَ–

وہ تو صرف ایک چنگھاڑ تھی جس کے بعد ان کا جذبۂ حیات سرد پڑ گیا

بس یہ تو ایک گرفت یعنی کہ جبرئیل علیہ السلام کی چیخ تھی جسے سنتے ہی سب کے سب مر گئے انھیں آگ سے تشبیہ دی گئی دراصل اشارہ کرنا مقصود تھا کہ زندگی بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح ہے اور مردہ راکھ کی مانند ہوتا ہے۔

۳۰–یٰحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ ۚ– ایسے بندوں پر افسوس ہے

اے بندو! آؤ تمھارا وقت آ گیا ہے

کتاب جوامع میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے ''یاحسرۃ علی العباد'' بندوں کی طرف اضافت ہے اس لیے کہ یہ انھیں کے ساتھ مخصوص ہے اس حیثیت سے کہ اس کا رُخ انھی کی جانب ہے۔۱؎

مَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ–

جب بھی کوئی رسول ان کے پاس آتا وہ ہمیشہ اس کا مذاق اڑایا کرتے۔

---

(۱) جوامع الجامع ج ۳ ص ۳۸۵ (۲) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۷۹

(۳) جوامع الجامع ج ۳ ص ۳۸۷

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾
وَ اِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾ ع ۲ ۲۰
وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖ اَحْيَيْنٰهَا وَ اَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾
وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۙ ﴿۳۴﴾
لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَ مَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾
سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ
مِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَ اٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ
مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ ۙ وَ الشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ ؕ
وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ
لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾

۳۱- کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر ڈالا اور اب وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔

۳۲- اور وہ سب کے سب ہماری بارگاہ میں حاضر کیے جائیں گے۔

۳۳- اور اُن کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے جسے ہم نے زندگی بخشی اور اس میں سے اناج اگایا جس میں سے یہ کھاتے ہیں۔

۳۴- اور اس میں ہم نے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے اور ہم نے اس میں چشمے جاری کر دیے۔

۳۵- تاکہ یہ اس کے پھل کھائیں اور جو ان کے ہاتھوں نے بنایا ہے پھر یہ لوگ شکر کیوں نہیں کرتے۔

۳۶- پاک ہے وہ جس نے ہر ایک کے جوڑے بنائے ان چیزوں میں سے جنھیں زمین اگاتی ہے اور خود اُن کے نفوس میں سے اور ان چیزوں میں سے جن کے بارے میں انھیں علم بھی نہیں۔

۳۷- اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے کہ اس میں سے ہم دن کو کھینچ کر نکال لیتے ہیں تو وہ سب

اندھیرے میں چلے جاتے ہیں۔

۳۸- اور سورج اپنے مقررہ راستے پر چلتا رہتا ہے، یہی خدائے غالب و دانا کا مقرر کردہ اندازہ ہے۔

۳۹- اور ہم نے چاند کی بھی منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ پلٹ کر کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔

۴۰- نہ سورج کے بس میں ہے کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات کے لیے ممکن ہے کہ وہ دن سے آگے بڑھ جائے یہ سب کے سب اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔

۳۱- اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ-

کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر ڈالا

اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ-

اب وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے

۳۲- وَ اِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ-

اور وہ سب کے سب ہماری بارگاہ میں حاضر کیے جائیں گے

۳۳- وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ۚ-

اور اُن کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے

اَحْیَیْنٰهَا وَ اَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا-

جسے ہم نے زندگی بخشی ہے اور اس میں سے اناج اُگایا ہے

فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ-

جس میں سے یہ کھاتے ہیں

کہا گیا ہے لفظِ ''مِنْہُ'' ''یَاْکُلُوْنَ'' سے پہلے اس لیے لائے تاکہ یہ بات واضح کی جائے اناج ہی سب سے اہم ہے جسے کھایا جاتا ہے اور اس کے ذریعے جیا جاتا ہے۔[۱]

۳۴- وَ جَعَلْنَا فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِ-

اور اس میں ہم نے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے اور ہم نے اس میں چشمے جاری کر دیے

۳۵- لِیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ

تاکہ یہ اس کے پھل کھائیں

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۸۰

پہلے جن پھلوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اور جو ان کے ہاتھوں نے بنایا ہے

جو چیزیں ان پھلوں سے نکالی جاتی ہیں جیسے انگور کا رس اور گاڑھا شیرہ وغیرہ

اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ- پھر یہ لوگ شکر کیوں نہیں ادا کرتے

۳۶-سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا-

پاک ہے وہ جس نے ہر ایک کے جوڑے بنائے ہیں۔

انواع و اقسام کی چیزیں جوڑے جوڑے کی شکل میں خلق فرمائی ہیں

مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ- ان چیزوں میں سے جنھیں زمین اُگاتی ہے

یعنی نباتات اور اشجار (درخت)

وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ- اور خود ان کے نفوس میں سے

مرد و عورت کی صورت میں

وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ- اور ان چیزوں میں سے جن کے بارے میں انھیں علم بھی نہیں

اور ایسے جوڑے اللہ نے انھیں جن سے مطلع نہیں کیا ہے

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے ہے کہ نطفہ آسمان سے زمین کی طرف نباتات، پھل اور درخت پر گرتا ہے لوگ اسی میں سے کھاتے ہیں اور چوپائے بھی اور وہ نطفہ اُن میں رواں ہو جاتا ہے۔(۱)

۳۷-وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ-

اور اُن کے لیے ایک نشانی رات ہے کہ ہم اس میں سے دن کو کھینچ کر نکال لیتے ہیں ہم اِسے زائل کر دیتے ہیں اور اُس کی جگہ پر اُسے ظاہر کر دیتے ہیں

یہ لفظ سلخ الشاۃ سے مستعار لیا گیا ہے یعنی بھیڑ کی کھال کھینچنا۔

فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ- تو وہ سب اندھیرے میں چلے جاتے ہیں۔

اندھیروں میں داخل ہو جاتے ہیں۔

۳۸-وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ - اور سورج اپنے مقررہ راستے پر چلتا رہتا ہے

مستقر سے مراد ہے وہ مقررہ حد جہاں پر اس کا دَور منتہی ہوتا ہے

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ-

یہی خدائے غالب و دانا کا مقرر کردہ اندازہ ہے

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۵

۳۹-وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ - اور ہم نے چاند کی بھی منزلیں مقرر کر رکھی ہیں

منازل سے مراد ہے مسیر اس کا چلنا اور یہ ۲۸ منزلیں ہیں وہ ہر رات ایک منزل میں نازل ہوتا ہے نہ اس سے تجاوز کرتا ہے اور نہ ہی اس میں کوتاہی اور کمی کرتا ہے۔

حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ-

یہاں تک کہ وہ پلٹ کر کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے

شمراخ کی طرح یعنی وہ شاخ جس پر پتّے نہ ہوں اور وہ کج ہو اور پرانی ہو

۴۰-لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ -

نہ تو سورج کے بس میں ہے کہ ''چاند'' کو پکڑ لے

یعنی نہ تو اس کے لیے درست اور آسان ہے کہ چاند کو پکڑ لے چاند تک پہنچ جائے۔

وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ - اور نہ ہی رات کے لیے ممکن ہے کہ وہ دن سے آگے بڑھ جائے

وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ- اور یہ سب کے سب اپنے مدار میں تیر رہے ہیں

يَّسْبَحُوْنَ کے معنی ہیں سیر و تفریح میں ہنسی خوشی مصروف ہیں۔

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ سورج دن کا بادشاہ ہے اور چاند رات کا بادشاہ ہے سورج کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ رات کے ہنگام چاند کی چاندنی کے ساتھ رہے اور نہ ہی رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے یعنی فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ رات نہیں جاتی یہاں تک کہ دن اسے پالیتا ہے۔(۱)

وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ کے ذیل میں فرمایا فلک کے پیچھے استدارہ (اس کی گولائی) ہے۔(۲)

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ یہ سیر فلک کی متابعت میں گول گول گھومتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں عیاشی سے اور انھوں نے امام رضا علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ دن کو رات سے پہلے خلق فرمایا گیا اور اللہ کے اس قول میں ''وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ'' کے ذیل میں فرمایا کہ دن رات سے سبقت لے گیا ہے۔(۳)

کتاب احتجاج میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ دن کو رات سے پہلے پیدا کیا گیا اور سورج کو چاند سے پہلے خلق فرمایا اور زمین کو آسمان سے پہلے خلق کیا گیا۔(۴)

اور کافی میں یہ اضافہ ہے کہ نور کو ظلمت (اندھیرا، تاریکی) سے قبل خلق فرمایا ہے۔(۵)

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۴۱ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۴۱

(۳) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۲۵ (۴) الاحتجاج ج ۲ ص ۱۰۰

(۵) الکافی ج ۸ ص ۱۴۵ ح ۱۱۶

وَ اٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾
وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾
وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَ لَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾
اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰى حِیْنٍ ﴿۴۴﴾
وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَ مَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾
وَ مَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴿۴۶﴾
وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۴۷﴾
وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۸﴾
مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَ هُمْ یَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾
فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَةً وَّ لَاۤ اِلٰۤى اَهْلِهِمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۳ ۱۸ ۲

۴۱- اور ان کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی ذرّیت کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔
۴۲- اور اُن کے لیے ہم نے ویسی ہی اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔
۴۳- اور اگر ہم چاہتے تو انھیں غرق کر دیتے نہ ان کا کوئی فریادرس ہوتا اور نہ ہی ان کو رہائی ملتی۔
۴۴- مگر یہ ہماری رحمت اور ایک مدّت تک کے فائدے ہیں۔
۴۵- اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس عذاب سے ڈرو جو سامنے یا پیچھے سے آسکتا ہے شاید کہ تم پر رحم کیا جائے۔
۴۶- اور جب بھی ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان کے پاس آتی ہے تو وہ اس سے روگردانی کرتے ہیں۔
۴۷- اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو رزق اللہ نے تمھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو کافر مومنین سے یہ کہتے ہیں کہ بھلا ہم انھیں کھانا کھلائیں جنھیں اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا، تم تو کھلی ہوئی

گم راہی میں مبتلا ہو۔

۴۸۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدۂ قیامت کب پورا ہوگا اگر تم اپنے وعدے میں سچے ہو۔

۴۹۔ درحقیقت یہ ایک چنگھاڑ کا انتظار کررہے ہیں جو انھیں اپنی گرفت میں لے لے گی اور یہ جھگڑتے رہ جائیں گے۔

۵۰۔ پھر نہ تو یہ وصیت کرسکیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں میں واپس جاسکیں گے۔

۴۱۔ وَ اٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ۔

اور ان کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی ذرّیت کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا

الْمَشْحُوْنِ کے معنیٰ ہیں بھری ہوئی یعنی حضرت نوحؑ کی کشتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں: ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ (اسراء: ۳) ان لوگوں کی اولاد جنھیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی ذریت کو کشتی میں سوار کیا جس طرح ان کے آباؤ اجداد کو سوار کیا تھا جو پہلے گزر چکے ہیں اور جو ذریت ان کے اصلاب میں آنے والی ہے اور ذریت کو اس لیے مخصوص کیا کہ یہ احسان کو نہایت مؤثر طریقے سے جتلا دیتا ہے اور اختصار کے ساتھ تعجب میں زیادہ دخیل ہے۔

کتاب خصال میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ آپ سے تسعون (نوّے) کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد کشتی نوحؑ ہے۔ جس میں حضرت نوح علیہ السلام نے جانوروں کے لیے نوّے گھر بنائے تھے۔[۱]

اور کہا گیا ہے ذریت سے مراد ان کی وہ اولاد ہے جنھیں وہ تجارتوں کے لیے روانہ کرتے تھے۔ یا ان کے بچے اور عورتیں جن کے ساتھ وہ لوگ زندگی بسر کرتے تھے ذریت کا لفظ ان عورتوں پر بھی صادق آتا ہے اس لیے کہ وہ ان کی کھیتیاں ہیں اور لفظ ذریت کو اس لیے مخصوص قرار دیا کیوں کہ کشتی میں ان کا استقرار مشکل تھا اور اس سے چمٹے رہنا زیادہ حیران کن تھا۔[۲]

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ ''الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ'' سے مراد ہے ''بھری ہوئی کشتیاں'' گویا کہ دوسرے مفہوم کی جانب بھی اشارہ ہے اس لیے کہ لفظ فلک (کشتی) عمومیت رکھتا ہے۔[۳]

۴۲۔ وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ۔

اور ہم نے ان کے لیے ویسی ہی اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں

مِّنْ مِّثْلِهٖ یعنی کشتی کی مانند

---

(۱) الخصال ص ۵۹۸ حدیث نمبر ۱ کا حصہ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۸۱

(۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۵

مَا یَرْکَبُوْنَ جن پر وہ سوار ہوتے ہیں چوپایوں اور جانوروں میں سے
بالخصوص اونٹ اس لیے کہ یہ خشکی کے سفینے ہیں یا دوسری کشتیاں اور چھوٹی کشتیاں مراد ہیں۔

۴۳-وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَ لَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ-
اور اگر ہم چاہتے تو انھیں غرق کر دیتے نہ ان کا کوئی فریادرس ہوتا اور نہ ہی ان کو رہائی ملتی
لَا صَرِیْخَ لَهُمْ نہ تو کوئی ان کی فریاد کو سننے والا ہوگا جو انھیں ڈوبنے سے بچائے
وَ لَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ اور نہ ہی وہ موت سے نجات پا سکیں گے

۴۴-اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰى حِیْنٍ-
مگر یہ کہ ہماری رحمت اور ایک مدّت تک کے فائدے
مگر رحمت خداوندی کے سبب اور ایک مقررہ مدّت حیات تک فائدہ حاصل کرنے کے لیے وہ زندہ رہیں گے

۴۵-وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَ مَا خَلْفَكُمْ-
اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس عذاب سے ڈرو جو سامنے یا پیچھے سے آ سکتا ہے
تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس کا مفہوم ہے کہ تمھارے سامنے جو گناہ ہیں ان سے ڈرو اور تمھارے پیچھے جو انجام اور عذاب ہے اس سے خوف زدہ رہو۔[1]
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ-
شاید کہ تم پر رحم کیا جائے
تا کہ تم اللہ کی رحمت کے امیدوار رہو اور ''اِذا'' کا جواب محذوف ہے اس کے بعد کا جملہ اس کی رہنمائی کر رہا ہے گویا کہ کہا گیا ''باز آ جاؤ'' تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

۴۶-وَ مَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ-
اور جب بھی ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان کے پاس آتی ہے تو وہ اس سے روگردانی کرتے ہیں
اس لیے کہ وہ اس کے عادی ہو چکے ہیں اور انھیں اس کی عادت پڑ چکی ہے

۴۷-وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ-
اور جب ان سے کہا جاتا ہے جو رزق اللہ نے تمھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو کہ جو تمھارے محتاج لوگ ہیں ان پر خرچ کرو
قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا-
تو کافر لوگ مومنین سے یہ کہتے ہیں

---

(۱) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۲۷

اَنُطۡعِمُ مَنۡ لَّوۡ یَشَآءُ اللّٰہُ اَطۡعَمَہٗۤ ۖ-

بھلا ہم انھیں کھانا کھلائیں جنھیں اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا

اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ-

تم تو کھلی ہوئی گم راہی میں مبتلا ہو

۴۸-وَ یَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی ہٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ-

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ قیامت کب پورا ہوگا اگر تم اپنے وعدے میں سچے ہو (تو کر کے دکھاؤ) ان کی مراد دوبارہ زندہ کیا جانا ہے

۴۹-مَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا صَیۡحَۃً وَّاحِدَۃً تَاۡخُذُہُمۡ وَ ہُمۡ یَخِصِّمُوۡنَ-

درحقیقت یہ ایک چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں جو انھیں اپنی گرفت میں لے لے گی اور یہ جھگڑتے رہ جائیں گے

صَیۡحَۃً وَّاحِدَۃً سے پہلی مرتبہ صور پھونکا جانا مراد ہے

یَخِصِّمُوۡنَ دراصل ''یَخْتَصِمُوْنَ'' تھا یعنی وہ لوگ اپنی تجارتوں اور معاملات میں جس کا امر ان کی سمجھ میں نہیں آتا وہ ایک دوسرے سے جھگڑتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''فَاَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ بَغْتَةً'' اچانک ان کے سامنے قیامت کی گھڑی آجائے گی۔

۵۰-فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ تَوۡصِیَۃً وَّلَاۤ اِلٰۤی اَہۡلِہِمۡ یَرۡجِعُوۡنَ-

پھر نہ تو یہ وصیت کر سکیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں میں واپس جا سکیں گے

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ یہ آخری زمانے میں ہوگا جب ایک چنگھاڑ کی آواز سنائی دے گی دراں حالے کہ وہ اپنے بازاروں میں آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے تو وہ سب کے سب اپنی جگہ پر مر جائیں گے ان میں سے کوئی بھی اپنے گھر واپس نہ جائے گا اور نہ ہی وصیت کر پائے گا۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی اور دو آدمی اپنے کپڑے پھیلائے ہوئے خرید و فروخت کر رہے ہوں گے ابھی وہ اُسے تہہ بھی نہ کر پائیں گے کہ قیامت آجائے گی اور ایک شخص اپنا لقمہ منہ تک لے جائے گا منہ تک پہنچنے سے پہلے ہی قیامت برپا ہو جائے گی اور ایک شخص اپنے تالاب کو لیپ پوت رہا ہوگا تاکہ وہ اپنے چوپایوں کو اس سے سیراب کرے وہ سیراب نہ کر پائے گا کہ قیامت آجائے گی۔[۲]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ؟؟ (۲) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۲۷

وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾
قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ
الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾
اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾
فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّ لَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾
اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾
هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾
لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ ۟ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾
وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا
تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾

۵۱- اور جس وقت صور پھونکا جائے گا تو یہ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے۔

۵۲- وہ کہیں گے ہائے افسوس! ہماری خواب گاہ سے ہمیں کس نے جگا دیا۔ یہ تو وہی ہے جس کا خدا نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔

۵۳- وہ قیامت تو صرف ایک چنگھاڑ ہوگی اس کے بعد سب ہماری بارگاہ میں حاضر کر دیے جائیں گے۔

۵۴- پھر آج کے دن کسی شخص پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا اور تم کو ویسا ہی بدلہ ملے گا جیسا تمھارا عمل ہوگا۔

۵۵- جنت والے اس روز عیش و نشاط کے مشغلے میں ہوں گے۔

۵۶- وہ اور ان کی بیویاں سب سائے میں تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔

۵۷- وہاں اُن کے لیے میوے اور وہ جو چاہیں وہ موجود ہوگا۔

۵۸- مہربان رب کی جانب سے ان کے لیے سلام کا پیام ہوگا۔

۵۹- اے مجرمو! تم ذرا ان سے الگ ہو جاؤ۔

۶۰- اے آدم کی اولاد کیا میں نے تم سے عہد و پیمان نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمھارا کھلم

کھلا دشمن ہے۔

۵۱- وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ-

اور جس وقت صور پھونکا جائے گا تو یہ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے

یعنی دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا جیسا کہ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۶۸ کے ذیل میں ارشاد ہوا۔

اجداث کے معنی ہیں قُبور۔ قبریں

يَنْسِلُوْنَ تیزی اور سُرعت کے ساتھ چلے آنا

۵۲- قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ-

وہ کہیں گے ہائے افسوس ہمیں ہماری خواب گاہ سے کس نے جگا دیا

هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ-

یہ تو وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ قوم کے لوگ قبروں میں پڑے تھے جب وہ اٹھے تو یہ سمجھے کہ وہ سو رہے تھے لہٰذا انھوں نے کہا ''يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا'' ہائے افسوس ہمیں ہماری خواب گاہ سے کس نے جگا دیا تو اس وقت فرشتے ان سے کہیں گے ''هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ'' یہ تو وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے بھی سچ کہا تھا۔ (۱)

۵۳- اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً - وہ قیامت تو صرف ایک چنگھاڑ ہوگی

اور یہ دوسری مرتبہ صور کا پھونکا جانا ہے

فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ- اس کے بعد سب ہماری بارگاہ میں حاضر کر دیے جائیں گے

یعنی صرف ایک چنگھاڑ سے ایسا ہو جائے گا اور اس میں امر بعثت اور حشر کو نہایت آسان بتلایا گیا ہے اور ان اسباب سے مستغنی قرار دیا ہے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں ان میں سے جن چیزوں کا وہ مشاہدہ کریں گے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ حضرت ابوذرؓ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے: ما بين الموت والبعث الا كنومة نمتها ثم استيقظت منها کہ موت اور دوبارہ زندہ کیے جانے کے درمیان صرف ایک نیند کا فاصلہ ہے جیسے تم سو گئے تھے پھر اس نیند سے بیدار ہو گئے۔ (۲)

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب اللہ رب العزّت باشندگان زمین کو موت دے گا تو اتنا توقف کرے گا جتنا مخلوق کو خلق کرنے اور انھیں موت دینے میں بلکہ اس سے بھی دو چند۔ پھر اللہ تعالیٰ دنیاوی آسمان والوں کو موت سے ہم کنار کرے گا پھر وہ اتنا ہی توقف کرے گا جتنا مخلوقات کو خلق

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۶ (۲) الکافی ج ۲ ص ۱۲۴ ح ۱۸

کرنے اور اہلِ زمین کو اور دنیاوی آسمان والوں کو موت دینے میں کیا تھا بلکہ اس سے بھی دو چند پھر وہ دوسرے آسمان کے باشندوں کو موت دے گا پھر وہ اتنا توقف کرے گا جتنا مخلوقات کو خلق کرنے اور اہل زمین اور دنیاوی آسمان والوں اور دوسرے آسمان والوں کو موت دینے میں کیا تھا بلکہ اس سے بھی دو چند پھر وہ تیسرے آسمان کے باشندوں کو موت دے گا پھر وہ اتنا توقف کرے گا جتنا مخلوق کو خلق کرنے اہل زمین اور دنیاوی آسمان والوں اور دوسرے آسمان والوں تیسرے آسمان والوں کے لیے کیا تھا۔

بلکہ اس سے بھی دو چند اور ہر آسمان میں بھی اتنا ہی توقف ہوگا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر پھر اللہ تبارک وتعالیٰ میکائیل کو موت سے ہم آغوش کرے گا پھر وہ اتنا توقف کرے گا جتنا مخلوقات کو خلق کرنے اور اسی طرح ہر ایک کے مطابق بلکہ اس سے بھی دو چند پھر وہ جبرئیل کو موت سے ہم کنار کرے گا پھر وہ اتنا توقف کرے گا جتنا مخلوقات کو خلق کرنے اور اُن سب کی مانند بلکہ اسے بھی دو چند پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل کو موت کا مزہ چکھائے گا پھر وہ اتنا توقف کرے گا جتنا مخلوقات کو خلق کرنے اور ان سب کی مانند بلکہ اس سے بھی دو چند پھر اللہ تعالیٰ ملک الموت کو موت کے سپرد کرے گا پھر وہ اتنا توقف کرے گا جتنا مخلوقات کو خلق کرنے اور اُن سب کی مانند۔

بلکہ اس سے بھی دو چند پھر ارشاد رب العزت ہوگا ''لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ'' آج کس کا اقتدار ہے پھر وہ خود ہی جواب دے گا ''لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ'' اللہ کا جو یکتا اور سب پر غالب ہے پھر آواز آئے گی: این الجبّارُون؟ این الذین ادعوا معی الھا آخر؟ این المتکبرونَ و نخوتھم

صاحبانِ اقتدار اور ظلم وجور کرنے والے کہاں ہیں؟ وہ لوگ کہاں ہیں جو میرے ساتھ دوسرے معبودوں کو پکارا کرتے تھے تکبر کرنے والے اور ان کا غرور تمکنت کہاں ہے؟ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مخلوقات کو مبعوث کرے گا راوی نے سوال کیا کہ کیا یہ امر کافی عرصے تک طول کھینچے گا؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کچھ موجود تھا کیا تم اس بارے میں جانتے تھے؟ میں نے جواب دیا نہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا یہ اسی طرح ہوگا۔(۱)

۵۴- فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا- پھر آج کے دن کسی شخص پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا

وَّ لَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ-

اور تم کو ویسا ہی بدلہ ملے گا جیسا تمھارا عمل ہوگا

۵۵- اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ-

جنت والے اس روز عیش ونشاط کے مشغلے میں ہوں گے

نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے، ابہام اس لیے ہے کہ وہ لوگ جن نعمتوں سے لطف اٹھا رہے ہوں گے ان چیزوں کی عظمت کو باقی اور قائم رکھا جائے۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۵۶-۲۵۷

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا دوشیزہ اور کنواری عورتوں سے لطف اٹھا رہے ہوں گے۔

فٰكِهُوْنَ کا مفہوم ہے عورتوں سے خوش طبعی اور پیار و محبت کر رہے ہوں گے۔(۱)

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ کنواری عورتوں سے محوِ اختلاط ہوں گے فرمایا ان کے ابرو ہلال کی طرح ہوں گے اور ان کی آنکھوں کے کنارے (یعنی پلک کی جڑیں) نُسُور (گدھ، پرندے) کے بازوؤں کے اگلے حصے کی مانند ہوں گے۔(۲)

۵۶-هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ-

وہ اور اُن کی بیویاں سب سائے میں تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے

عَلَى الْاَرَآئِكِ ان تختوں پر جنھیں سجایا اور سنوارا گیا ہے

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ الْاَرَآئِكِ سے مراد ایسا تخت ہے جن پر حجال ہوں یعنی وہ کمرا جسے دلہن کے لیے آراستہ و پیراستہ کیا جاتا ہے۔(۳)

اور امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب مومن اپنے تخت پر جلوہ افروز ہوگا تو تخت خوشی کے مارے حرکت میں آجائے گا اس حدیث کا کچھ حصہ اس سے پہلے سورۂ فاطر کی آیت ۳۵ کے ذیل میں گزر چکا ہے۔(۴)

۵۷-لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ-

وہاں ان کے لیے میوے اور وہ جو چاہیں گے موجود ہوگا

اور کہا گیا ہے کہ وہ تمنّا کریں گے ان کا یہ قول ہے تم جو چاہے دعا طلب کرو اس سے مراد یہ ہوگا کہ وہ دنیا میں جنت اور اس کے درجات کے لیے دعا طلب کریں گے۔(۵)

۵۸-سَلٰمٌ ۚ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ-

مہربان رب کی جانب سے اُن کے لیے سلام کا پیام ہوگا

یعنی ان سے کہا جائے گا ایسا ایجاد ہونے والا قول جو اللہ کی جانب سے ہو یعنی اللہ ان کی سلامتی کا خواہاں ہوگا

تفسیر قمیؒ میں فرمایا اللہ کی جانب سے سلام کا مفہوم ہے کہ اس کی جانب سے امان ہے۔(۶)

۵۹-وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ- اے مجرمو! ذرا تم ان سے الگ ہو جاؤ

تم مومنین سے جدا ہو جاؤ اور یہ اس وقت ہوگا جب مومنین کو جنت کی جانب لے جایا جائے گا جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ (روم: ۱۴) اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن لوگ

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۶ (۲) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۲۹ (۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۶
(۴) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۴۷ (۵) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۸۴ (۶) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۶

(مومن و کافر) الگ الگ ہو جائیں گے تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب مخلوقات کو قیامت کے دن جمع کرے گا تو وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ وہ پسینے میں نہا جائیں گے تو وہ پکاریں گے اے ہمارے رب تو ہمارا حساب کر دے خواہ جہنم میں ہی کیوں نہ جانا پڑے فرمایا تو اللہ تعالیٰ ایک ہوا کو بھیجے گا جو ان کے درمیان پردہ حائل کر دے گی اور ایک منادی ندا کرے گا ''وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ'' تو ان کے درمیان تمیز قائم کر دی جائے گی مجرمین کو جہنم کی جانب روانہ کر دیا جائے گا اور جس کے دل میں ایمان کی ذرا سی بھی رمق ہوگی وہ جنت کی جانب روانہ ہو جائے گا۔[۱]

۶۰- اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ -

اے آدم کی اولاد کیا میں نے تم سے عہد و پیمان نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ- یقیناً وہ تمھارا کھلم کھلا دشمن ہے

لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ بنی آدم سے معاہدے کے بعد شیطان کی اطاعت کو عبادت شیطان سے تعبیر کیا ہے کیوں کہ وہی نفس کو حکم دیتا اور آراستہ کرتا ہے اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جس نے بھی کسی مخلوق کی اطاعت خالق کی معصیت میں کی تو گویا اس نے اس کی عبادت کی جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾ (التوبہ: ۳۱) انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علما اور درویشوں کو اپنا رب بنا لیا اس لیے کہ انھوں نے ان کے لیے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا لہٰذا انھوں نے ان کی اطاعت کر لی اور جس نے غیر خالق کی عبادت کی تو گویا کہ اس نے اپنی خواہش کی عبادت کی جیسا کہ ارشاد باری عزّاسمہ ہے: ''اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ'' (کیا آپ نے اسے دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا) اور جس نے اپنی خواہش نفسانی کی عبادت کی تو گویا کہ اس نے شیطان کی عبادت کی۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے جس نے کسی شخص کی اطاعت معصیت میں کی تو گویا اس کی عبادت کی۔[۲]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جس نے کسی بولنے والے کی بات توجہ سے سنی تو گویا کہ اس کی عبادت کی اب اگر وہ بولنے والا اللہ کی باتیں بتا رہا ہے تو اس نے اللہ کی عبادت کی اور اگر وہ شیطان کی باتیں بیان کر رہا ہے تو گویا کہ اس نے شیطان کی عبادت کی۔[۳]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۶ (۲) الکافی ج ۲ ص ۳۹۸ ح ۸

(۳) الکافی ج ۶ ص ۴۳۴ ح ۲۴ باب الغناء

وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِیْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۶۱﴾
وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾
هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾
اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾
اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾
وَ لَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤی اَعْیُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰی یُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾
وَ لَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰی مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِیًّا وَّ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ ع
وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾
وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ﴿۶۹﴾ لا

۶۱-اور یہ کہ صرف میری عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۔

۶۲-اور اس نے تم میں سے بہت سی نسلوں کو گم راہ کر دیا تھا کیا تم یہ بات سمجھتے نہیں؟

۶۳-یہی ہے وہ جہنّم جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

۶۴-تم اپنے کفر کے سبب آج اس کی تپش برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

۶۵-آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھوں سے ہم کلام ہوں گے اور یہ جو کچھ کرتے رہے ہیں اس کی گواہی ان کے پاؤں دیں گے۔

۶۶-اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کو مٹا دیں پھر یہ راستے کی طرف قدم بڑھائیں تو بھلا کہاں دیکھ سکیں گے۔

۶۷-اور اگر ہم چاہیں تو ان کی جگہ پر ہم انھیں مسخ (شکل بگاڑنا) کر دیں پھر وہاں سے نہ وہ آگے جا سکیں اور نہ ہی پیچھے لوٹ سکیں۔

۶۸-اور جس کو ہم طویل عمر دیتے ہیں اسے ہم خلقت میں بچپن کی طرف لوٹا دیتے ہیں کیا وہ یہ بات

نہیں سمجھتے۔

۶۹-اور ہم نے اپنے پیغمبر کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ ہی وہ ان کے شایانِ شان ہے بس یہ تو ایک نصیحت اور قرآنِ مبین ہے۔

۶۱-وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِیْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ-

اور یہ کہ صرف میری عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے

اشارہ ہے اس معاہدے کی طرف جو ان سے لیا گیا تھا یا اشارہ ہے اللہ کی عبادت کی جانب

۶۲-وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا ؕ-

اور اس نے تم میں سے بہت سی نسلوں کو گم راہ کر دیا تھا

جِبِلًّا كَثِیْرًا ؕ کا مفہوم بہت سی مخلوقات کو

اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ-

کیا تم یہ بات سمجھتے نہیں

۶۳-هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ-

یہی ہے وہ جہنم جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا

۶۴-اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ-

تم اپنے کفر کے سبب آج اس کی تپش برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ

تم نے دنیا میں جو کفر اختیار کیا تھا اس کی پاداش میں آج اس آگ کی تپش کا مزہ چکھو

۶۵-اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ-

آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھوں سے ہم کلام ہوں گے

یعنی ان کے منہ کو بات کرنے سے روک دیں گے اور ہاتھوں کو بلوائیں گے

وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ-

اور یہ جو کچھ کرتے رہے اس کی گواہی ان کے پاؤں دیں گے

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جب قیامت کے دن مخلوقات کو جمع کرے گا تو ہر انسان کو اس کا نامۂ عمل دے گا وہ اپنے نامۂ عمل کا مشاہدہ کریں گے تو وہ اس میں تحریر شدہ ہر عمل کا انکار کر دیں گے فرشتے ان کے خلاف گواہی دیں گے وہ کہیں گے اے پروردگار تیرے فرشتے تیری خاطر گواہی دے رہے ہیں پھر وہ قسم کھائیں گے کہ انھوں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ (المجادلہ: ۱۸) (جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو وہ اس کے سامنے قسمیں کھائیں گے جیسے تمھارے سامنے

قسمیں کھاتے ہیں) جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ ان کی زبانوں پر مہر لگا دے گا اور ان کے اعمال اور کارکردگی کے بارے میں ان کے اعضا و جوارح گواہی دیں گے۔(۱)

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے اعضاء و جوارح کسی مومن کے خلاف گواہی نہیں دیں گے بلکہ اس کے خلاف گواہی دیں گے جس پر عذاب نازل ہونا متحقق ہو چکا ہو جہاں تک مومن کا تعلق ہے تو اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ارشاد باری عزّ اسمہٗ ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ (انشقاق: ۷) پس وہ شخص نامہ اعمال جس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا:

فَاُولٰٓىِٕكَ یَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ۝ (اسراء: ۷۱)

تو وہ اپنا نامۂ اعمال پڑھیں گے اور ان پر (گٹھلی کے) دھاگے برابر ظلم نہ ہوگا۔(۲)

۶۶- وَ لَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤى اَعْیُنِهِمْ -

اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کو مٹا دیں

ہم ان کی آنکھوں کو بالکل مٹا دیں تو وہ ممسوحہ (ناپید) ہو جائیں۔

فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى یُبْصِرُوْنَ -

پھر یہ راستے کی طرف قدم بڑھائیں تو بھلا کہاں دیکھ سکیں گے۔

یعنی اس راستے کی طرف بڑھیں جس پر وہ چلنے کے عادی ہیں

جب وہ اس راستے کو دیکھنے سے قاصر ہوں گے جس رُخ پر وہ چلتے رہے ہیں تو پھر دوسرے راستے کا کیا ہوگا۔

۶۷- وَ لَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ -

اور اگر ہم چاہیں تو ان کی جگہ پر ہم انھیں مَسخ (شکل کو بگاڑنا) کر دیں

ان کی شکلوں، صورتوں کو تبدیل کر کے اور ان کی قوتوں کو باطل قرار دے کر

عَلٰى مَكَانَتِهِمْ یعنی ان کی جگہ پر اس طرح کہ وہ بے حس و حرکت ہو کر رہ جائیں

فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِیًّا - پھر وہاں سے وہ نہ آگے جا سکیں

وَّ لَا یَرْجِعُوْنَ - اور نہ ہی پیچھے لوٹ سکیں

یا یہ کہ وہ اپنے جھٹلانے کی وجہ سے پیچھے نہیں لوٹ سکتے

۶۸- وَ مَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ ؕ -

اور جس کو ہم طولانی عمر دیتے ہیں اسے ہم خلقت میں بچپن کی طرف لوٹا دیتے ہیں

نُّعَمِّرْهُ کا مفہوم ہے اسے ہم لمبی عمر عطا کرتے ہیں

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۱۶ (۲) الکافی ج ۲ ص ۳۲ ح ۱

نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ تو ہم اسے تخلیق میں الٹ دیتے ہیں اس کا ضعف مسلسل بڑھتا رہتا ہے اور اس کی جسمانی ساخت اور اس کے قوائے جسمانی میں کمی واقع ہونے لگتی ہے جیسا کہ وہ شروع میں تھا بالکل اس کے برعکس ہو جاتا ہے۔

اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ-

کیا وہ یہ بات سمجھتے نہیں

کہ جو ہستی اس بات پر قدرت رکھتی ہے وہ حدقۂ چشم کو مٹا دینے اور شکل وصورت کو بگاڑ دینے پر بھی قدرت رکھتی ہے۔ کیوں کہ یہ ''طمس'' اور ''مسخ'' دونوں پر مشتمل ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ہے بس فرق اتنا ہے کہ بڑھاپے کا عمل بتدریج ہوتا ہے۔ طمس (نشان کا مٹ جانا) مسخ (شکل وصورت کا بگڑ جانا)

۶۹-وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ -

اور ہم نے اپنے پیغمبر کو شاعری نہیں سکھائی

یعنی قرآن سکھلا کر شاعری نہیں سکھائی ہم نے ان پر جو کچھ نازل کیا ہے اس کا صنفِ شاعری سے کوئی تعلق نہیں یعنی شعراء کے من پسند اور منفرد تخیّلات اور اسی قبیل کی دوسری اشیاء جن کی کوئی حقیقت نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی اصلیت ہے بلکہ یہ تو محض ایک دھوکا اور فریب ہے خواہ وہ موزوں ہو یا غیر موزوں ہو

وَ مَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ -

اور نہ ہی وہ ان کی شایان شان ہے

یعنی یہ صنعت شعر وسخن

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ قریش یہ کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ کہتے ہیں وہ شعر ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس قول کی تردید کی ہے اور اللہ نے فرمایا: وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ ؕ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی کوئی شعر نہیں کہا۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی شعر گوئی نہیں کی ایسا نہیں ہے کہ آپ نے کوئی موزوں کلام نہیں کہا اس لیے کہ شعر کے دونوں مفہوم مراد لیے جاسکتے ہیں اور اسی وجہ سے انھوں نے قرآن کو شعر سمجھا باوجود یہ کہ وہ مقفّی اور کسی وزن پر نہیں ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ:

اِنَّ من الشّعر لحکمۃ یعنی شعر (کلام موزوں) میں حکمت و دانائی ہوتی ہے۔[2]

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی بہت سے موزوں کلمات منقول ہیں۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۷

(۲) تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان معروف بہ تفسیر نیشاپوری تفسیر طبری کے حاشیہ پر ۲۳ ص ۳۳

جیسے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول

آنا النبی لا کذب میں نبی ہوں میں جھوٹ نہیں بولتا

انا ابن عبد المطلب میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں

اور اُن کا قول

ھل انت الا اصبع دمیت تم تو ایک انگلی ہو جو سرخ ہوگئی (خون آلود ہے)

وفی سبیل اللہ ما لقیت اور تم نے اللہ کی راہ میں دشمن سے جو مڈبھیڑ کی [۱]

اور اس کے علاوہ بھی اور جیسا کہ عامّہ نے روایت کیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشعار کے ذریعے انھیں تبدیل کرکے مثال بیان کیا کرتے تا کہ وہ اشعار غیر موزوں ہو جائیں یہ بات ثابت نہیں ہے۔ اور اگر یہ بات درست مان لی جائے تو شاید انھوں نے اس لیے کہا ہو کہ وہ لوگ یہ نہ گمان کریں کہ یہ شاعر ہیں اور ان کا کلام شعری کلام ہے اس لیے کہ وزن اور قافیہ کلمات میں نقص پیدا نہیں کرتے اگر ان کے لانے سے نقص ہوتا تو امیرالمومنین علیہ السلام کبھی بھی اسے نہ لاتے جبکہ ان سے منسوب اشعار کی خبریں ملتی ہیں اور اسی طرح تمام ائمہ سے۔ البتہ شاعرانہ کلام میں نقص ہوسکتا ہے۔

فرمایا مجمع البیان میں یہ بات صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشعار سنتے تھے اور اس پر آمادہ کرتے تھے اور آپ نے حسان بن ثابت کے لیے کہا تھا: لا تزال یا حسان مؤیّدا بروح القدس ما نصرتنا بلسانك

اے حسان جب تک تم اپنی زبان سے ہماری نصرت کرتے رہو گے تمھیں کو روح القدس (حضرت جبرئیلؑ) کی تائید حاصل رہے گی۔ [۲]

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ۔

بس یہ تو ایک نصیحت اور قرآن مبین ہے

ذکر کے معنیٰ ہیں وعظ، پند، نصیحت

قرآن مبین سے مراد ہے ایسی آسمانی کتاب جسے عبادت گاہوں میں پڑھا جائے۔

---

(۱) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۸۵

(۲) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۳۲

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾
وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾
وَ لَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾
وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ؕ
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾
فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾
اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾
وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾
قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۙ﴿۷۹﴾

۷۰-تا کہ وہ زندہ افراد کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں اور کافروں پر بات پوری ہو جائے۔

۷۱-کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے ان کے فائدے کے لیے اپنے دستِ قدرت سے چوپائے خلق کر دیے تو اب یہ اُن کے مالک کہے جاتے ہیں۔

۷۲-اور ہم نے ان چوپایوں کو ان کے قابو میں دے دیا جن میں سے بعض پر وہ سوار ہوتے ہیں اور بعض کو کھا جاتے ہیں۔

۷۳-اور ان چوپایوں میں ان کے لیے بہت سے فائدے ہیں اور پینے کی چیز بھی ہے تو یہ شکر ادا کیوں نہیں کرتے۔

۷۴-اور انھوں نے اللہ کے سوا کئی اور معبود بنا لیے ہیں تا کہ اُن کی مدد کی جائے۔

۷۵-مگر وہ ان کی مدد پر قدرت نہیں رکھتے اور یہ ان کے ایسے لشکر ہیں جنھیں بارگاہِ خداوندی میں حاضر کیا جائے گا۔

۷۶-لہٰذا اے پیغمبر آپ ان کی باتوں سے غمگین نہ ہوں ہم وہ بھی جانتے ہیں جو یہ چھپا رہے ہیں اور وہ

وقف لازم

بھی جسے یہ ظاہر کرتے ہیں۔

۷۷- کیا انسان نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا مگر وہ یکا یک علانیہ دشمن بن بیٹھا۔

۷۸- اور ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرتا ہے اور اپنی خلقت کو بھول گیا ہے وہ کہتا ہے کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟

۷۹- اے نبی فرما دیجیے کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر طرح کی خلقت سے واقف ہے۔

۷۰- لِّيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ-

تا کہ وہ زندہ افراد کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں اور کافروں پر بات پوری ہو جائے

مَن كَانَ حَيًّا جو زندہ ہو تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے یعنی عاقل ہو۔(۱)

تفسیر قمیؒ میں ہے یعنی مومن جس کا دل زندہ ہو۔(۲)

اور اسی مفہوم سے متعلق حدیث سورۃ انعام کی آیت :۱۲۲ ''اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔ اور دونوں کا مفہوم قریب قریب ایک جیسا ہے۔

وَيَحِقَّ الْقَوْلُ اور کلمۂ عذاب لازم ہو جائے

عَلَى الْكَافِرِينَ ان افراد پر جو کفر پر اصرار کر رہے ہیں

۷۱- اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا-

کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے فائدے کے لیے اپنے دست قدرت سے چوپائے خلق کر دیے

کہا گیا ہے کہ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ کا مفہوم ہے ہم نے جس کے خلق کرنے کی ذمہ داری قبول کی تھی اور ہمارے علاوہ کوئی اور اسے پیدا نہیں کر سکتا تھا ہاتھوں کا ذکر کیا اور عمل کو ہاتھوں کی طرف نسبت دی یہ ایک استعارہ ہے جو ایجاد میں انفرادیت اور خصوصیت کی تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔(۳)

تفسیر قمیؒ میں ہے ''اَيْدِيْنَآ'' سے مراد ہے کہ ہم نے اپنی قوت سے اسے پیدا کیا ہے۔(۴)

اَنْعَامًا چوپایہ خصوصاً اونٹ کو کہتے ہیں نر کو بیان کیا کیوں کہ اس میں فطرت کی خوبیاں اور فوائد کی کثرت ہے۔

فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ-

تو اب یہ ان کے مالک کہے جاتے ہیں

---

(۱) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۳۲ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۷

(۳) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۸۵ (۴) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۷

وہ اس میں تصرّف کرتے ہیں اس لیے کہ ہم نے ان چوپایوں کو ان کے زیرنگین کر دیا ہے۔

۷۲-وَ ذَلَّلّٰنٰهَا لَهُمْ-

اور ہم نے ان چوپایوں کو ان کے قابو میں دے دیا ہے

ہم نے ان چوپایوں کو ان کے تابع کر دیا ہے لہٰذا اونٹ کو باوجود اتنی طاقت اور عظیم ہونے کے ایک بچہ بھی اسے نکیل ڈال کر لے جا سکتا ہے۔

فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ -

جن میں سے بعض پر وہ سوار ہوتے ہیں

یعنی وہ چوپائے ان کے لیے سواری بنتے ہیں

وَ مِنْهَا يَاْكُلُوْنَ-

اور بعض کو وہ کھا جاتے ہیں

یعنی ان چوپایوں کا گوشت کھاتے ہیں

۷۳-وَ لَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ -

اور ان چوپایوں میں ان کے لیے بہت سے فائدہ ہیں

جو یہ حاصل کرتے ہیں اور کھالوں سے، اون سے اور اونٹ کے پشم سے

وَ مَشَارِبُ ؕ -

اور پینے کی چیز بھی ہے

اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ-

تو یہ شکر ادا کیوں نہیں کرتے

کہ ان چوپایوں کے ذریعے اللہ نے اُنھیں کن کن نعمتوں سے نوازا ہے

۷۴-وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً -

اور انھوں نے اللہ کے سوا کئی اور معبود بنا لیے ہیں

جنھیں وہ اللہ کی عبادت میں شریک قرار دیتے ہیں

لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ- تا کہ ان کی مدد کی جائے

اس امید میں کہ وہ بت ان کی مدد کریں گے

۷۵-لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَ هُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ-

مگر وہ ان کی نصرت پر قدرت نہیں رکھتے اور یہ ان کے ایسے لشکر ہیں جنھیں بارگاہ خداوندی میں حاضر کیا

جائے گا

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ان کے معبود اُن کی نصرت پر قدرت نہیں رکھتے اور یہ لوگ اپنے خداؤں کے لیے ایسے لشکر ہیں جنھیں حاضر کیا جائے گا۔(۱)

کہا گیا ہے کہ وہ موجود ہوں گے ان کی حفاظت کے لیے اور ان سے عذاب کو دور کرنے کے لیے یا وہ حاضر ہوں گے ان کے پیچھے پیچھے جہنم میں۔(۲)

۷۶- فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ -

لہٰذا اے پیغمبر آپ ان باتوں سے غمگین نہ ہوں

یعنی وہ جو باتیں اللہ کے شرک اور الحاد کی کرتے ہیں یا آپ کے بارے میں تکذیب وتہجین کے ذریعے یعنی آپ کو جھٹلا کر اور تحقیر کے ذریعے کرتے ہیں

اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ-

ہم وہ بھی جانتے ہیں جو یہ چھپا رہے ہیں اور وہ بھی جسے یہ ظاہر کرتے ہیں ہم اس کی بنیاد پر انھیں بدلہ دیں گے اور یہ بات آپ کی تسلی وتشفی کے لیے کافی ہے۔

۷۷- اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ-

کیا انسان نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا مگر وہ یکا یک علانیہ دشمن بن بیٹھا۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ بولنے والا، اور عالم شیریں بیان۔(۳)

کہا گیا ہے کہ یہ دوسری تسلی ہے ان کے حشر کے انکار پر ان کی بے وقعتی کے ذریعے۔(۴)

۷۸- وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ -

اور ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرتا ہے اور اپنی خلقت کو بھول گیا ہے

ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا سے مراد ہے کہ وہ عجیب وغریب باتیں بناتا ہے یعنی مُردوں کو زندہ کرنے کے لیے وہ قدرت خداوندی کی نفی کرتا ہے اور یہ بھول گیا ہے کہ ہم نے ہی اسے زیور تخلیق سے آراستہ کیا تھا۔

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ-

وہ کہتا ہے کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا

اس بات کا انکار کرتا ہے اسے بعید از عقل سمجھتے ہوئے

رَمِيْمٌ ان ہڈیوں کو کہتے ہیں جو بوسیدہ ہوگئی ہوں

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۷ (۲) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۸۶

(۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۸ (۴) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۸۵

۷۹-قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ -

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔

اس کی قدرت ویسی ہی ہے جیسی تھی

وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ-

اور وہ ہر طرح کی خلقت سے واقف ہے

وہ مخلوقات کی تفصیلات اور ان کی تخلیق کی کیفیات اور ان کے ریزہ ریزہ اعضا۔ اُن کی بنیاد اور جوڑ اور واقع ہونے کی جگہ اور تمیز کے طریقے جو سب کے سب بکھر چکے ہوں اور ایک دوسرے میں پیوست ہو چکے ہوں۔ ان سب کو جانتا ہے۔

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ اُبَیّ بن خلف آیا اس نے ایک بوسیدہ ہڈی کو ایک احاطے سے حاصل کیا پھر اسے چورا کر دیا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہم ہڈی کی صورت میں ہوں گے اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[۱،۲]

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایسی ہی روایت ملتی ہے۔[۳]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ روح اپنی جگہ پر ٹھہری رہتی ہے نیکو کار کی روح روشنی اور وسعت میں رہتی ہے اور بدکار کی روح تنگی اور اندھیرے میں رہتی ہے اور بدن مٹی ہو جاتا ہے جس طرح اس سے پیدا ہوا تھا اور درندوں نے جو اسے چیرا پھاڑا تھا اور کھا گئے تھے اور کیڑے مکوڑوں نے جسے اپنے شکم میں رکھا تھا وہ اُسے اُگل دیتے ہیں وہ سب کا سب مٹی میں محفوظ ہے اس ہستی کے پاس جس سے زمین کے اندھیروں میں رائی کے دانے برابر بھی کوئی شے مخفی نہیں ہے اور وہ اشیاء کی تعداد اور اُن کے اوزان کو بھی جانتا ہے اور یہ کہ روحانیوں کی مٹّی ایسی ہے جیسے مٹی میں سونا ہو جب دوبارہ زندہ کیے جانے کا وقت آئے گا تو زمین پر نُشور (نشر کیا جانا) کی بارش برسے گی تو زمین میں ٹیلے بن جائیں گے پھر اسے ایسے بلویا جائے گا جیسے دودھ کے مشکیزے کو بلویا جاتا ہے تو انسان کی مٹی ایسی ہو جائے گی جیسے سونے کو پانی سے دھو کر نکالا ہو اور مکھن کو مَتھ کر دودھ سے نکالا ہو تو ہر قالب کی مٹی اپنے اپنے قالب میں مجتمع ہو جائے گی تو اذنِ خداوندی سے وہ روح کی طرف منتقل ہوگا تو مصوّر (اللہ) کی اجازت سے تمام صورتیں اپنے اصلی ہیئت اور حالت پر واپس آجائیں گی اور اُن میں روح داخل ہو جائے گی اور جب وہ درست حالت پر آجائے گا تو پھر وہ اپنے بارے میں کسی شے کو اجنبی نہیں پائے گا۔[۴]

---

(۱) یہ اقتباس ہے اس آیت سے وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾ (اسراء: ۴۹-۹۸)

(۲) تفسیر عیّاشی ج ۲ ص ۲۹۶-۲۹۷ ح ۸۹ (۳) احتجاج ج ۱ ص ۳۱۸ (۴) الاحتجاج ج ۲ ص ۹۸

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾
اَوَ لَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ
بَلٰى ۗ وَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۱﴾
اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۸۲﴾
فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع

وقف غفران

ع ۵ ۱۶ ۴

۸۰–جس نے تمھارے لیے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کر دی جس کے ذریعے سے تم آگ روشن کرتے ہو۔

۸۱–جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے کیا وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ ان جیسوں کو پیدا کر دے۔ یقیناً وہی بہترین پیدا کرنے والا اور ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

۸۲–بس اس کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرماتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

۸۳–تو وہ پاک ذات ہے جس کے قبضے میں ہر شے کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف تمھیں لوٹ کر جانا ہے۔

۸۰–الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا–

جس نے تمھارے لیے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کر دی

کہا گیا ہے کہ (مَرَخ) کھجور کے لمبے تنے والا درخت جو جلدی سے آگ پکڑ جاتا ہے عفار پر گرتا ہے اور وہ دونوں ہرے بھرے ہوتے تھے ان سے پانی قطرہ قطرہ ٹپکتا ہے جس سے آگ بھڑکتی ہے۔[۱]

تفسیر قمیّ میں ہے اس سے مراد مَرَخ اور عفار کے درخت ہیں جو بلادِ عرب کے کنارے پائے جاتے ہیں جب لوگ آگ جلانا چاہتے ہیں اس درخت میں سے لکڑی لے کر اسے حرکت دیتے ہیں تو اس سے آگ روشن ہو جاتی ہے۔[۲]

فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ–

جس کے ذریعے سے تم آگ روشن کرتے ہو

تمھیں کوئی شک نہیں ہوتا کہ وہ آگ ہے جو اس سے نکل رہی ہے

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۸۷ (۲) تفسیر قمیّ ج ۲ ص ۲۱۸

۸۱- اَوَلَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ -

جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے کیا وہ قادر نہیں ہے؟

ان کی بڑی جسامت اور عظمتِ شان کی وجہ سے

عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ ؕ -

کہ ان جیسوں کو پیدا کر سکے

جو چھوٹے ہیں اور اس سے کمتر ہیں

بَلٰی ۚ - بے شک

یہ اللہ کا جواب ہے

وَ هُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ -

اور یقیناً وہی بہترین پیدا کرنے والا اور ہر چیز کا جاننے والا ہے

اس کی مخلوقات بھی کثیر ہیں اور اس کی معلومات بھی سب سے بڑھ کر ہیں۔

کتاب احتجاج میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ جدال جو احسن ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو دیا ہے کہ وہ ان لوگوں سے جدال کریں جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور بعثت کا انکار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس بات کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا، ''وضرب لنا مثلاً ونسی خلقه'' تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے یہ چاہا کہ وہ اس باطل پرست سے جدال کریں جس نے یہ کہا یہ کیسے جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کر کے لائے گا؟ فرمایا ''قل یحیها الذی انشأها اوّل مرّة

اے نبی فرما دیجیے انھیں وہی زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا تھا کیا پہلے پیدا کرنے والا زیادہ عاجز ہوتا ہے جو لاشے سے کسی شے کو وجود عطا کرے یا وہ کہ جو بوسیدہ ہو جانے کے بعد اسے دوبارہ زندگی عطا کر دے ایسا نہیں ہے بلکہ ابتدا کرنا تمھارے نزدیک دوبارہ لانے سے زیادہ دشوار ہے۔

پھر فرمایا ''اَلَّذِیۡ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الشَّجَرِ الۡاَخۡضَرِ نَارًا'' وہ جس نے تمھارے لیے ہرے بھرے درخت سے آگ روشن کر دی جب وہ گرم آگ کو کھجور کے ہرے بھرے درخت میں پوشیدہ رکھ سکتا ہے پھر اسے نکالتا ہے تو اس نے تمھیں پچنوایا ہے کہ وہ دوبارہ پیدا کرنے پر زیادہ قدرت رکھتا ہے۔

پھر فرمایا ''اَوَلَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ'' کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے وہ قدرت نہیں رکھتا کہ جب تمھارے خیال میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق زیادہ عظیم اور تمھارے اندازے کے مطابق زیادہ بعید ہے جس پر تمھیں قدرت حاصل نہیں ہے بوسیدہ شے کو دوبارہ خلق کرنے کے مقابل میں تو پھر یہ بتاؤ کہ تم نے اللہ کے لیے کیسے یہ مان لیا کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے جو تمھارے نزدیک زیادہ

عجیب اور بہت دشوار ہے اور تم اس سے یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہو جو تمھارے نزدیک زیادہ آسان ہے یعنی بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ پیدا کرنا۔ ۱

۸۲- اِنَّمَآ اَمۡرُهٗۤ-

بس اس کا امر یہ ہے

اس کی خوبی اور شان یہ ہے

اِذَآ اَرَادَ شَیۡـًٔا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَیَكُوۡنُ-

جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرماتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے یعنی وجود میں آجاتی ہے

اور یہ ایک تمثیل ہے کہ وہ جس شے کا ارادہ کرتا ہے اس کی قدرت اس میں اثر انداز ہوتی ہے جس طرح اطاعت کرنے والا مطاع (جس کی اطاعت کی جائے) کا حکم مانتا ہے تاکہ اس کا حکم بجا لائے بغیر کسی رکاوٹ اور توقف اور عمل کی مزاولت اور مشق کی احتیاج کے بغیر اور کسی آلے کے استعمال کے بغیر جو مادّی شے کے مشابہ ہو

کتاب عُیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ لفظ کُن صناعت ہے اور جو کچھ اس سے ہوتا ہے وہ مصنوع ہے۔ ۲

کتاب نہج البلاغہ میں ہے کہ اس کا کلام وہ عمل جسے وہ پیدا کرتا ہے امام علیہ السلام نے فرمایا وہ حکم دیتا ہے الفاظ نہیں کہتا وہ ارادہ کرتا ہے دل میں نہیں گزارتا۔ ۳

اور فرمایا بلکہ وہ بغیر قصد کے ارادہ کرتا ہے۔ ۴

اور اسی مفہوم سے متعلق دیگر احادیث سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۱۷ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہیں۔

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا اس کے خزانے کاف اور نون میں پنہاں ہیں۔ ۵ یعنی لفظ ''کُنۡ'' میں

۸۳- فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَیۡءٍ-

تو وہ پاک ذات ہے جس کے قبضے میں ہر شے کی بادشاہت ہے

انھوں نے جو اللہ کی مثالیں بیان کی ہیں اس پر اللہ کی پاکیزگی کو بیان کرنا ہے اور جو کچھ ان لوگوں نے کہا ہے اس پر حیرت کا اظہار ہے

مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَیۡءٍ جس کے قبضے میں ہر شے کی بادشاہت ہے

یعنی عالمِ ارواح اور عالم ملائکہ کی ہر شے اسی کی ذات سے قائم ہے

وَّ اِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ- یہ اقرار کرنے والوں اور انکار کرنے والوں کے لیے وعدہ اور تنبیہ ہے

---

(۱) الاحتجاج ج ۱ ص ۱۵ (۲) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۱۷۳۔۱۷۴ باب ۱۲

(۳) نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۸۶ (۴) نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۷۹ (۵) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۸

کتاب ثواب الاعمال میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جس شخص نے سورۂ یٰسٓ اپنی زندگی میں ایک مرتبہ پڑھ لی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت کی تمام مخلوقات کے مطابق اور آسمان کی مخلوقات کے مطابق ایک مرتبہ پڑھنے پر اس کے لیے بیس لاکھ نیکیاں لکھ دے گا اور اتنے ہی گناہوں کو مٹا دے گا اور وہ کبھی فقر و فاقہ سے دوچار نہ ہوگا نہ ہی مقروض ہوگا اور نہ ہی تباہی ہوگی نہ کوئی بیماری اور مصیبت ہوگی، نہ ہی جنون میں مبتلا ہوگا اور نہ جذام ہوگا اور نہ ہی وسوسہ اور نہ ہی کوئی بیماری اسے نقصان پہنچائے گی۔

اور اللہ تعالیٰ اُس سے سکرات الموت کو ہلکا کر دے گا اور اس کی ہولناکیوں سے بچائے گا اور اللہ خود اس کی قبضِ روح کا والی ہوگا اور یہ ان افراد میں سے ہوگا اللہ جن کے لیے معیشت میں وسعت کی ضمانت دے گا اور لِقائے رب کے موقع پر اسے کشائش نصیب ہوگی اور آخرت میں ثواب کے ذریعے رضائے خداوندی حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ آسمان و زمین میں رہنے والے تمام فرشتوں سے کہے گا میں فلاں شخص سے راضی ہوں تم اس کے لیے مغفرت طلب کرو۔[۱]

کتاب ثواب الاعمال اور مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل سورۂ یٰسٓ ہے (الحدیث) اور حدیث میں اس سورے کے پڑھنے کا بہت زیادہ ثواب لکھا ہوا ہے۔[۲]

---

(۱) ثواب الاعمال ص ۱۱۱ ح ۲ (۲) مجمع البیان ج ۷۔۸ ص ۴۱۳

سورۂ الصّافات

یہ سورۂ مکّی ہے اور اس سورے میں آیتوں کی تعداد ۱۸۲ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجۡرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِیٰتِ ذِکۡرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰـہَکُمۡ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا وَرَبُّ الۡمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾
اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِزِیۡنَۃِ ۣالۡکَوَاکِبِ ۙ﴿۶﴾ وَ حِفۡظًا مِّنۡ کُلِّ شَیۡطٰنٍ
مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾ لَا یَسَّمَّعُوۡنَ اِلَی الۡمَلَاِ الۡاَعۡلٰی وَ یُقۡذَفُوۡنَ مِنۡ کُلِّ جَانِبٍ ۖ﴿۸﴾ دُحُوۡرًا
وَّ لَہُمۡ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾ اِلَّا مَنۡ خَطِفَ الۡخَطۡفَۃَ فَاَتۡبَعَہٗ شِہَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے۔

۱۔ قسم ہے قطار در قطار صف باندھنے والوں کی۔

۲۔ پھر اُن کی قسم جو زجر و توبیخ کرنے والے ہیں۔

۳۔ اس کے بعد اُن کی قسم جو نصیحت کرنے والے ہیں۔

۴۔ یقیناً تمھارا معبود یکتا ہے۔

۵۔ جو آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان سب کا رب ہے اور سارے مشرقوں کا پروردگار ہے۔

۶۔ بے شک ہم نے ہی دنیاوی آسمان کو ستاروں کی زینت سے مُزیّن کیا ہے۔

۷۔ اور ہر سرکش شیطان سے اُسے محفوظ بنا دیا ہے۔

۸۔ یہ شیاطین مَلَاِ اعلیٰ کی باتیں نہیں سن سکتے، انھیں ہر طرف سے (شہاب) پھینکے جاتے ہیں۔

۹۔ انھیں بھگانے کے لیے اور اُن کے لیے دائمی عذاب ہے۔

۱۰۔ تاہم اگر اُن میں سے کوئی کچھ لے اڑے تو شہاب ثاقب اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔

۱۔ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا۔

قسم ہے قطار در قطار صف باندھنے والوں کی

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ اس سے مراد فرشتے اور انبیاء ہیں اور وہ ہے جو اللہ کے لیے صف میں کھڑا ہوا اور اس کی عبادت کی۔[۱]

۲- فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا-

پھر اُن کی قسم جو زجر و توبیخ کرنے والے ہیں

فرمایا جو لوگوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں۔[۲]

۳- فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا-

اس کے بعد اُن کی قسم جو نصیحت کرنے والے ہیں

فرمایا کہ وہ لوگ جو انسانوں میں سے کتاب پڑھتے ہیں فرمایا یہ قسم بھی ہے اور اس کا جواب بھی۔[۳]

۴- اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ- یقیناً تمھارا معبود یکتا ہے

۵- رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا-

جو آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اُن سب کا رب ہے

وَرَبُّ الْمَشَارِقِ- اور سارے مشرقوں کا پروردگار ہے

ستاروں کے مشارق یا سورج کے مشارق اس لیے کہ ہر روز سورج کے لیے ایک مشرق ہوتا ہے اور اسی اعتبار سے مغارب ہوتے ہیں اسی لیے اس کے ذکر پر اکتفا کی اس لیے کہ سورج کا چمکنا اور روشن ہونا قدرت کی زیادہ رہنمائی کرتا ہے اور نعمت خداوندی تک رسائی دلاتا ہے۔

۶- اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِالْكَوَاكِبِ-

بے شک ہم نے ہی دنیاوی آسمان کو ستاروں کی زینت سے مزّین کیا ہے

جو آسمان تم سے نزدیک ہے

۷- وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ-

اور ہر سرکش شیطان سے اسے محفوظ بنا دیا ہے

شہابوں کو پھینک کر

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ مارِد خبیث کو کہتے ہیں۔[۱]

۸- لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى-

یہ شیاطین ملأ اعلیٰ کی باتیں نہیں سن سکتے

الْمَلَاِ الْاَعْلٰى سے مراد ملائکہ اور صاحبان شرف ہیں اور تسمّع کے معنیٰ ہیں کان لگا کر دھیان سے سننا

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۸ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۸ (۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۱۸

وَ یُقْذَفُوْنَ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ-

انھیں ہر طرف سے شہاب پھینکے جاتے ہیں

وَ یُقْذَفُوْنَ کے معنی ہیں پھینکے جاتے ہیں تفسیر قمیؒ میں ہے کہ وہ ستارے جو ان کی طرف پھینکے جاتے ہیں۔[۲]

مِنْ کُلِّ جَانِبٍ کا مفہوم ہے آسمانوں کے اطراف سے جب وہ اُن پر چڑھنا چاہتے ہیں

۹- دُحُوْرًا- انھیں بھگانے کے لیے

وَّ لَھُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ-

اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ دائمی ہے، تکلیف دہ ہے ان کے دلوں تک پہنچ چکا ہے۔[۳]

۱۰- اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ-

تاہم اگر ان میں کوئی اچک لے

فرشتوں کی گفتگو کو چوری چھپے سننے کی کوشش کرے

فَاَتْبَعَهٗ- تو پھر اس کا پیچھا کرتا ہے

شِھَابٌ ثَاقِبٌ-

شہاب ثاقب یعنی ٹوٹنے والا چمک دار ستارہ

ثَاقِبٌ کے معنیٰ ہیں چمک دار، روشن گویا کہ وہ فضا میں اپنی روشنی سے سوراخ کر دیتا ہے اور شہاب جو دکھائی دیتا ہے گویا کہ وہ ایسا ستارہ ہے جو کہ ٹوٹ گیا ہو۔

تفسیر قمیؒ میں کہا شہاب سے شیطانوں کو مارا جاتا ہے تو وہ جل جاتے ہیں۔[۴]

امام صادق علیہ السلام سے حدیث معراج کے ذیل میں وارد ہوا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل بلند ہوئے تو میں بھی اُن کے ساتھ دنیاوی آسمان پر بلند ہوا اور اس پر ایک فرشتہ تھا جس کا نام اسماعیل تھا اور وہ صَاحِبُ الخطفہ (خطفہ کا ذمہ دار) تھا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِھَابٌ ثَاقِبٌ) اور اس کے ماتحت ستر (۷۰) ہزار فرشتے تھے اور ہر فرشتے کے ماتحت ستر (۷۰) ہزار فرشتے مقرر تھے۔[۵]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۰ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۱ (۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۱

(۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۲۱ (۵) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۴-۵

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾
بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾
وَ اِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾
ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾
قُلْ نَعَمْ وَ اَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ
يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ
كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا
يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾
وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾

۱۱- اے نبی آپ ان سے دریافت کیجیے کیا ان کی پیدائش زیادہ مشکل ہے یا اُن چیزوں کی جنھیں ہم نے خلق کر رکھا ہے، بے شک ہم نے ان کو لیس دار گارے سے پیدا کیا ہے۔

۱۲- اے نبی آپ کفار کے انکار پر تعجب کرتے ہیں اور یہ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

۱۳- جب انھیں نصیحت کی جاتی ہے تو اسے قبول نہیں کرتے۔

۱۴- اور جب بھی کسی نشانی کو دیکھتے ہیں تو اس کا خوب مذاق اڑاتے ہیں۔

۱۵- اور کہتے ہیں کہ یہ تو بالکل کھلا جادو ہے۔

۱۶- کیا جب ہم مرکھپ جائیں گے اور مٹی بن جائیں گے اور ہڈیوں کا پنجر رہ جائیں گے کیا ہمیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

۱۷- کیا ہمارے آباؤ اجداد کو بھی جو پہلے گزر چکے ہیں۔

۱۸- آپ کہہ دیجیے ہاں! اور تم ذلیل وخوار ہوگے۔

۱۹- بس یہ تو ایک جھڑکی ہوگی پھر وہ یکا یک (ہر چیز) دیکھ رہے ہوں گے۔

۲۰- اور کہیں گے ہائے ہماری بدبختی یہ تو روز جزا ہے۔

۲۱- یہی وہ فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

۲۲-حکم دیا جائے گا اے فرشتو! سب ظالموں اور اُن کے ساتھیوں کو گھیر لاؤ اور ان معبودوں کو بھی جن کی یہ بندگی کیا کرتے تھے۔

۲۳-اللہ کو چھوڑ کر، ان سب کو جہنم کی راہ دکھاؤ

۲۴-اور انھیں ٹھہراؤ بلاشبہ ان سے باز پرس ہوگی۔

۱۱-فَاسْتَفْتِهِمْ-

اے نبی آپ ان سے دریافت کیجیے، استفسار کیجیے

اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا- کیا ان کی پیدائش زیادہ مشکل ہے

اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ-

یا اُن چیزوں کی جنھیں ہم نے خلق کیا ہے

جیسے فرشتے، آسمان، زمین اور ان کے مابین جو مخلوق ہے

کئی مشرق اور کواکب (ستارے) اور شہاب ثاقب وغیرہ

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ-

بے شک ہم نے انھیں لیس دار گارے سے پیدا کیا ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے طین لازب سے مراد ہے وہ مٹی جو ہاتھ میں چپک جائے۔[۱]

۱۲-بَلْ عَجِبْتَ- اے نبی کیا آپ کفار کے انکار پر تعجب کرتے ہیں

کہ یہ اللہ کی قدرت اور دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کررہے ہیں

وَيَسْخَرُوْنَ- اور یہ تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔

آپ کے تعجب کرنے پر، حیران ہونے پر یا اس شخص کا مذاق اڑاتے ہیں جو میری قدرت کا وصف بیان کرتا ہے۔

۱۳-وَ اِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ-

اور جب انھیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اس نصیحت کو قبول نہیں کرتے

اور جب انھیں وہ بات یاد دلائی جاتی ہے جو حشر کی درستی پر دلالت کرتی ہے تو وہ اپنی کند ذہنی اور فکر کی کمی کے سبب اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

۱۴-وَ اِذَا رَاَوْا اٰيَةً- اور جب بھی کسی نشانی کو دیکھتے ہیں

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۲

یعنی ایسا معجزہ جو کہنے والے کی صداقت پر دلالت کرتا ہے

یَّسْتَسْخِرُوْنَ-

تو وہ اس کا خوب مذاق اڑاتے ہیں

یعنی مذاق اڑانے میں انتہا کو پہنچ جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے یا یہ کہ ایک دوسرے سے استدعا کرتے ہیں کہ اس معجزے کا مذاق اڑایا جائے۔

۱۵-وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ-

اور کہتے ہیں کہ یہ تو بالکل کھلا جادو ہے

اِنْ هٰذَآ سے مراد جو کچھ دیکھتے ہیں از قسم معجزہ

۱۶-ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا-

کیا جب ہم مرکھپ جائیں گے اور مٹی بن جائیں گے اور ہڈیوں کا پنجر رہ جائیں گے

انھوں نے انکار کی انتہا کر دی ہمزۂ استفہام انکار میں مبالغے کے لیے آیا ہے بالخصوص اس عالم میں اور اس حال میں

ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ- کیا ہمیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا؟

۱۷-اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ- کیا ہمارے آباؤ اجداد کو بھی جو پہلے گزر چکے؟

۱۸-قُلْ نَعَمْ- آپ فرما دیجیے کہ ہاں

وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ- اور تم ذلیل وخوار ہو گے

۱۹-فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ- بس یہ تو ایک جھڑکی ہوگی

دوبارہ زندہ کیا جانا بس ایک صیحہ (چیخ) ہے اور یہ دوسری بار صور کا پھونکا جانا ہے۔

لفظ زَجْرَةٌ چروا ہے کے زجر یعنی ہنکانے کی آواز سے ماخوذ ہے جب وہ اپنے جانوروں کو چیخ کر ہنکاتا ہے

فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ- پھر وہ یکا یک ہر چیز دیکھ رہے ہوں گے

تو اچانک وہ اپنے مراقد (خواب گاہوں) سے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے

وہ دیکھ رہے ہوں گے یا یہ دیکھیں گے کہ ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا گیا ہے

۲۰-وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ-

اور وہ کہیں گے ہائے ہماری بدبختی یہ تو روز جزا ہے

يَوْمُ الدِّيْنِ کے معنیٰ ہیں حساب اور بدلہ دیے جانے کا دن

۲۱-هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ-

یہی وہ فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے

یا تو یہ فرشتوں کا جواب ہے یا وہ ایک دوسرے سے یہ گفتگو کر رہے ہوں گے

فصل کے معنیٰ ہیں فیصلہ اور نیکو کاروں اور خطا کاروں کے درمیان فرق

۲۲- اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ-

حکم دیا جائے گا۔ اے فرشتو! سب ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو گھیر لاؤ اور ان معبودوں کو بھی جن کی یہ بندگی کیا کرتے تھے

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا جنھوں نے آل محمد علیہم السلام کا حق غصب کیا تھا۔ (۱)

۲۳- مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِیْمِ- اللہ کو چھوڑ کر۔ لہٰذا ان سب کو جہنم کی راہ دکھاؤ

اللہ کو چھوڑ کر جن اصنام (بتوں) وغیرہ کی پوجا کرتے تھے یہ ان کی حسرتوں اور شرمندگی کو بڑھانے کے لیے کیا گیا ہے

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ فرما رہا ہے کہ انھیں جہنم کے راستے پر بلاؤ اس طرف جانے کی دعوت دو۔ (۲)

۲۴- وَقِفُوْهُمْ- انھیں ان کی جگہ پر ٹھہراؤ

اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ- بلاشبہ ان سے باز پرس ہوگی

کہا گیا ہے کہ ان کے عقائد اور اعمال کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (۳)

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ ان سے امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت کے بارے میں سوال ہوگا۔ (۴)

اور ایسا ہی امالی شیخ طوسی اور عیون اخبار الرضا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے۔ (۵)

کتاب علل الشرائع میں امامؑ سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے

لا یجاوز قدما عبد حتیٰ یُسئل عن اربع عن شبابه فیما ابلاه وعن عمره فیما افناه وعن ماله من این جمعه وفیما انفقه وعن حبنا اهل البیت

بندے کے قدم آگے نہیں بڑھیں گے یہاں تک کہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے

۱۔ اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کس امتحان سے گزارا

۲۔ اور عمر کے بارے میں کہ اُسے کس طرح بسر کیا

۳۔ اور مال کے بارے میں کہ کہاں سے اسے جمع کیا اور کس چیز میں اسے خرچ کیا

۴۔ اور محبّت اہل بیتؑ کے بارے میں۔ (۶)

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۲۲ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۲۲

(۳) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۲۲ (۴) امالی طوسی ص ۲۹۰ ح ۵۶۴

(۵) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۳۱۳-۳۱۴ ح ۸۶ کے ذیل میں (۶) علل الشرائع ص ۲۱۸ ح ۱ باب ۱۵۹

مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى
بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْۤا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ
تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا
طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾
فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾
اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا
اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾
بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَ صَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾
اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَ مَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾

۲۵- تمھیں کیا ہوگیا ہے ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے۔

۲۶- (وہ جواب کیا دیں گے) بلکہ آج تو وہ گردنیں جھکائے کھڑے ہیں۔

۲۷- اور ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر پوچھ گچھ کررہے ہوں گے۔

۲۸- وہ کہیں گے بے شک تم تو ہمارے پاس دائیں طرف سے آیا کرتے تھے۔

۲۹- وہ کہیں گے نہیں بلکہ تم خود ایمان لانے والے نہ تھے۔

۳۰- ہمارا تم پر کوئی زور نہ تھا بلکہ تم تو خود ہی سرکش لوگ تھے۔

۳۱- ہمارے رب کی بات ہم پر ثابت ہوگئی ہم ہی (عذاب کا) مزہ چکھنے والے ہیں۔

۳۲- ہم نے تمھیں بہکایا ہم تو خود بہکے ہوئے تھے۔

۳۳- اس طرح وہ لوگ اس روز عذاب میں مشترک ہوں گے۔

۳۴- ہم مجرمین کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔

۳۵- یہ لوگ وہ تھے کہ جب ان سے ''لا الٰہ الّا اللہ'' (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں) کہا گیا تو وہ تکبر کرنے لگے۔

۳۶- اور کہنے لگے تھے کہ ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کے کہنے پر چھوڑ دیں۔
۳۷- حال آں کہ وہ حق (بات) لے کر آیا تھا اور رسولوں نے اس کی تصدیق کی تھی۔
۳۸- (ان سے کہا جائے گا) بے شک تم سب کے سب دردناک عذاب کا مزہ چکھنے والے ہو۔
۳۹- تمھیں جزا نہیں دی گئی ہے مگر اسی کے مطابق جو تم عمل کیا کرتے تھے۔

۲۵- مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ-
تمھیں کیا ہو گیا ہے تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے
تم خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے یہ ایک طرح کی سرزنش اور تنبیہ ہے

۲۶- بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ-
(وہ جواب کیا دیں گے) بلکہ وہ تو آج گردنیں جھکائے کھڑے ہوں گے
اپنی عاجزی کے سبب گردنیں جھکائے ہوئے مُطیع و منقاد ہوں گے یا آپس میں مصالحت کر رہے ہوں وہ ایک دوسرے کی بات کو تسلیم کر رہے ہوں گے۔
تفسیر قمیؒ میں ہے کہ وہ عذاب کے لیے گردن جھکائے کھڑے ہوں گے۔(۱)

۲۷- وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ-
اور ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھ گچھ کر رہے ہوں گے
وہ ایک دوسرے کی سرزنش کے لیے سوال و جواب کر رہے ہوں گے

۲۸- قَالُوْۤا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ-
وہ کہیں گے بے شک تم تو ہمارے پاس دائیں طرف سے آیا کرتے تھے
عَنِ الْيَمِيْنِ کے بارے میں کہا گیا یعنی قوی ترین اسباب کے ساتھ اور درست طریقے سے۔(۲)

۲۹- قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ-
وہ کہیں گے نہیں! بلکہ تم خود ایمان لانے والے نہ تھے

۳۰- وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ-
اور ہمارا تم پر کوئی زور (غلبہ) نہ تھا
بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ-
بلکہ تم تو خود ہی سرکش لوگ تھے

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۲۲۲ (۲) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۹۱

۳۱- فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ - ہمارے رب کی بات ہم پر ثابت ہوگئی
اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ- بے شک ہم ہی (عذاب کا) مزہ چکھنے والے ہیں
فرمایا تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس سے مراد عذاب ہے۔[1]

۳۲- فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ- ہم نے تمھیں بہکایا ہم تو خود بہکے ہوئے تھے

۳۳- فَاِنَّهُمْ - اس طرح وہ لوگ یعنی پیروی کرنے والے اور جن کی پیروی کی گئی
يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ-
اس روز عذاب میں مشترک ہوں گے
جس طرح وہ گم راہی میں اشتراک رکھتے تھے

۳۴- اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ-
ہم مجرمین کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں
مجرمین سے مراد مشرکین ہیں

۳۵- اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ-
یہ لوگ وہ تھے کہ جب ان سے ''لا الٰہ الّا اللہ'' (اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں) کہا گیا تو انھوں نے تکبر سے کام لیا

۳۶- وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ-
اور کہنے لگے کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کے کہنے پر چھوڑ دیں
شاعر مجنون سے ان کی مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

۳۷- بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ-
حال آں کہ وہ حق بات لے کر آیا تھا اور رسولوں نے اس کی تصدیق بھی کی تھی
مشرکین کی تردید کی گئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو توحید کا پیغام لے کر آئے تھے اس پر بُرہان قائم کی تھی اور اس کی تمام مرسلین نے تصدیق کی تھی یعنی ان کا قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کے مطابق تھا

۳۸- اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ-
(ان سے کہا جائے) بے شک تم سب کے سب دردناک عذاب کا مزہ چکھنے والے ہو شرک کی وجہ سے اور رسول کی تکذیب (جھٹلانا) کر کے

۳۹- وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ- تمھیں تمھارے عمل کے مطابق جزا دی گئی ہے

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۲

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾
فَوَاكِهُ ۚ وَ هُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾
عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۴﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۴۵﴾
بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾
وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾
فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾
قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿۵۱﴾ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿۵۲﴾
ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾
قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾

۴۰-مگر اللہ کے منتخب بندے اس سے محفوظ رہیں گے۔
۴۱-یہ وہی لوگ ہیں جن کے لیے مقررہ رزق فراہم ہے۔
۴۲-ہر طرح کے پھل اور میوے اور وہ لوگ معزز ہوں گے۔
۴۳-نعمتوں سے بھری جنتوں میں۔
۴۴-تختوں پر آمنے سامنے بیٹھیں گے۔
۴۵-ان کے لیے جاری چشموں سے شراب (طہور) کے جام گردش کر رہے ہوں گے۔
۴۶-نہایت سفید رنگ کے (صاف شفّاف) پینے والوں کے لیے لذتوں سے بھرے ہوئے۔
۴۷-نہ اُس سے سر چکرائے گا اور نہ ہی اس سے وہ مدہوش ہوں گے۔
۴۸-اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی غزال چشم حوریں ہوں گی۔
۴۹-گویا کہ وہ انڈے ہوں پردوں میں چھپائے ہوئے (پیکرِ حسن و جمال)۔
۵۰-وہ (جنتی) ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر پوچھیں گے۔
۵۱-ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک ہم نشیں تھا۔
۵۲-جو کہتا تھا کیا تم بھی قیامت کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو۔

۵۳-کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی بن جائیں گے اور ہڈیوں کا پنجر ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہمیں جزا و سزا دی جائے گی۔

۵۴-(وہ اپنے جنتی ساتھیوں سے کہے گا) کیا تم اس شخص کو دیکھنا چاہو گے۔

۴۰-اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ-

مگر اللہ کے منتخب بندے اس سے محفوظ رہیں گے۔

لفظ اِلَّا استثنائے منقطع ہے

۴۱-اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ-

یہ وہی لوگ ہیں جن کے لیے مقررہ رزق فراہم ہے

۴۲-فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ-

ازقسم میوہ جات (پھل) اور وہ لوگ معزز ہوں گے

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک حدیث میں صاحبانِ جنّت کے اوصاف بیان کیے اور اللہ کا قول: ''اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ'' کے بارے میں فرمایا کہ خُدّام جانتے ہوں گے لہٰذا وہ اس رزق کو اولیائے خداوندی کے طلب کرنے سے پہلے لاکر اُن کے لیے حاضر کردیں گے اور اب رہا اللہ کا قول ''فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ'' تو اس کے ذیل میں فرمایا کہ وہ لوگ جنت میں جس چیز کی بھی خواہش کریں گے ان کی ہر خواہش پوری کردی جائے گی۔[۱]

۴۳-فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ-

نعمتوں سے بھری جنتوں میں

۴۴-عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ- تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے

۴۵-يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ-

ان کے لیے جاری چشموں سے شراب (طہور) کے جام گردش کررہے ہوں گے

مِّنْ مَّعِيْنٍ سے مراد ہے جاری چشمے کی شراب یا بہتا ہوا دریا اس طرح جاری کہ جو آنکھوں سے دکھائی دے، یا چشموں سے باہر نکل رہا ہو اس کے ذریعے جنت کی شراب کی تعریف بیان کی ہے کیوں کہ وہ پانی کی طرح جاری ہوگی۔

۴۶-بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ-

نہایت سفید رنگ کے (صاف شفّاف) پینے والوں کے لیے لذّتوں سے بھرے ہوئے

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۱۰۰ حدیث نمبر ۶۹ کے ذیل میں

کہا گیا ہے کہ لذّت کے ساتھ اس کی توصیف کرنا یا تو مبالغے کی وجہ سے ہے یا لفظ لذّۃ لذٌّ کا مؤنث ہے جس کے معنیٰ ہیں نہایت لذیذ۔ (۱)

۴۷- لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ-

نہ اس سے سر چکرائے گا اور نہ ہی اسے پی کر وہ مدہوش ہوں گے

یعنی غشی مدہوشی اور فساد کا اندیشہ نہیں جیسا کہ دنیاوی شراب میں ہوتا ہے

جیسے ''خِمَار'' (دوپٹہ) سر کو ڈھانپتا ہے شراب عقل کو ڈھانپ لیتی ہے (اسی لیے شراب کو خمر کہتے ہیں)

يُنْزَفُوْنَ کہا گیا ہے یعنی ان پر نشہ چھا جائے گا۔ یہ لفظ نزف سے ماخوذ ہے

جب عقل زائل ہو جائے۔ (۲)

تفسیر قمیؒ میں کہ ''يُنْزَفُوْنَ'' کے معنیٰ ان کو وہاں سے ہٹایا نہ جائے گا۔ (۳)

۴۸- وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ-

اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی غزال چشم حوریں ہوں گی

قٰصِرٰتُ کا مفہوم ہے کہ وہ صرف اپنے شوہروں کی طرف اپنی نظریں مرکوز رکھیں گی

عِيْنٌ عیناء کی جمع ہے کبھی تو بڑی بڑی آنکھوں کے لیے یہ لفظ ان کے حسن کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور کبھی کالی آنکھوں میں شدید ترین سفیدی والی آنکھ کو کہتے ہیں۔

۴۹- كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ-

گویا کہ وہ انڈے ہوں پردوں میں چھپائے ہوئے (پیکر حُسن و جمال)

انھیں شترمرغ کے انڈوں سے تشبیہ دی ہے جو اپنے انڈوں کو اپنے پروں میں چھپا لیتا ہے تاکہ وہ گردوغبار سے بچے رہیں اور یہ تشبیہ صفائی اور سفیدی جو معمولی سی زردی لیے ہو اس سے دی جاتی ہے اس لیے کہ یہ جسم کے رنگوں میں بہترین رنگ ہوتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ (۴)

۵۰- فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ-

وہ (جنّتی) ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر پوچھیں گے

اس کی معرفت، علم اور فضائل کے بارے میں اور جو کچھ بھی ان کے موافق یا ان کے خلاف دنیا میں پیش آیا ہے اس بارے میں اس لیے کہ وہ سب سے زیادہ لذّتوں سے پُر تھا۔

جیسا کہ کہا گیا ہے

---

(۱) بیضاوی، انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۹۶ (۲) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۹۶

(۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۲ (۴) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۹۲۔۲۹۳

وَمَابقیت من اللّذاتِ اِلّا احادیث الکرام عَلَی المَدام

اور لذّتیں باقی نہیں رہیں سوائے اس کے قابل احترام اور مکرّم و معظم افراد ہمیشہ ایک دوسرے سے محوِ گفتگو ہوں۔

۵۱- قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ اِنِّیۡ كَانَ لِیۡ قَرِیۡنٌ-

ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک ہم نشیں تھا

یعنی گفتگو کرتے ہوئے یہ کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک ہم جلیس و ہم نشین تھا

۵۲- یَّقُوۡلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الۡمُصَدِّقِیۡنَ-

جو کہتا تھا کہ تم بھی قیامت کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو

وہ دوبارہ زندہ کیے جانے کی تصدیق پر مجھے سرزنش کر رہا تھا

۵۳- ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیۡنُوۡنَ-

کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی بن جائیں گے اور ہڈیوں کا پنجر ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہمیں جزا و سزا دی جائے گی؟

لَمَدِیۡنُوۡنَ کا لفظ دین سے نکلا ہے بمعنی جزا کیا واقعی ہمیں جزا دی جائے گی

۵۴- قَالَ هَلۡ اَنۡتُمۡ مُّطَّلِعُوۡنَ-

تو یہ کہنے والا اپنے ہم نشینوں سے کہے گا۔ کیا تم اسے دیکھنا چاہو گے؟

تم نظر اٹھا کر جہنمیوں کی طرف دیکھو تا کہ میں تمھیں اس ہم نشین کو دکھا دوں

اور کہا گیا ہے کہ کہنے والا اللہ ہے یا کچھ فرشتے ہیں جو ان سے کہہ رہے ہوں گے کیا تم چاہتے ہو کہ جہنمیوں کے احوال سے باخبر رہو تو ذرا گردن اٹھا کر دیکھو میں تمھیں تمھارے اس ہم جلیس کو دکھلاتا ہوں تو پھر تم جان لو گے کہ تمھاری منزل کہاں اور ان کی منزل کہاں ہے۔[۲]

---

(۱) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۹۳

(۲) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۹۳

فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾
وَ لَوْ لَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾
اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾
لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾
اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾
طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾
فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾
ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾

۵۵- (یہ کہہ کر) جب وہ متوجّہ ہوگا تو اسے جہنم کے درمیان دیکھ لے گا۔

۵۶- اس سے کہے گا بخدا تم تو مجھے ہلاکت میں ڈالنے والے تھے۔

۵۷- اور اگر مجھ پر میرے رب کا فضل و کرم نہ ہوتا تو میں ضرور (جہنم میں) حاضر کیے جانے والوں میں سے ہوتا۔

۵۸- وہ اپنے جنتی ساتھیوں سے کہے گا ''اب ہم مریں گے نہیں۔''

۵۹- ہمیں جو موت آنی تھی وہ پہلے آچکی اور نہ ہی ہم پر کوئی عذاب ہوگا۔

۶۰- یقیناً یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

۶۱- عمل کرنے والوں کو ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنا چاہیے۔

۶۲- کیا یہ بہترین ضیافت ہے یا زقوم کا درخت۔

۶۳- ہم نے اس درخت کو ظالمین کے لیے فتنہ (آزمائش) بنا دیا ہے۔

۶۴- وہ ایسا درخت ہے جو دوزخ کے تہہ سے نکلتا ہے۔

۶۵- اس کا شگوفہ ایسا ہے جیسے شیاطین کے سر۔

۶۶- جہنمی اس میں سے کھائیں گے اور اسی سے اپنا شکم بھریں گے۔

۶۷- پھر وہاں پر ان کو پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی ملے گا۔

۶۸–پھر یقیناً اُن کی واپسی جہنم کی طرف ہوگی۔

۵۵–فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ–

پھر وہ ان کی جانب متوجہ ہوگا تو اسے جہنم کے درمیان دیکھ لے گا

یعنی اپنے قرین اور ہم نشین کو جس نے دوبارہ زندہ کیے جانے پر اعتراض کیا تھا اور جزا وسزا کا منکر تھا۔

فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ

جہنم کے درمیان

تفسیر میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ اس آیت کے ذیل میں فرما رہے تھے کہ فی وسط جہنم یعنی جہنم کے درمیان میں۔[۱]

۵۶–قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ–

اس سے کہے گا بخدا تم تو مجھے ہلاکت میں ڈالنے والے تھے

قریب تھا کہ تم مجھے بہکا کر ہلاک کر ڈالتے

۵۷–وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ–

اور اگر میرے رب کی نعمت یعنی ہدایت اور حفاظت نہ ہوتی

لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ–

تو میں بھی تمھارے ساتھ جہنم میں موجود ہوتا

۵۸–اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ–

(وہ اپنے جنتی ساتھیوں سے کہے گا) اب ہم مریں گے نہیں

۵۹–اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى– ہمیں جو موت آنی تھی وہ پہلے آچکی

بس وہی موت جو دنیا میں آئی تھی

وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ–

اور کافروں کی طرح ہم پر عذاب نہیں کیا جائے گا

۶۰–اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ–

یقیناً یہی بہت بڑی کامیابی ہے

۶۱–لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ–

عمل کرنے والوں کو ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنا چاہیے

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۳

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ جب صاحبانِ جنت، جنت میں داخل ہوں گے اور جہنمی جہنم میں داخل ہوچکیں گے تو پھر موت کو لایا جائے گا اور اسے جنت و جہنم کے درمیان مینڈھے کی طرح ذبح کر دیا جائے گا پھر کہا جائے گا کہ دوام ہے اب کبھی موت نہیں آئے گی تو جنتی یہ کہیں گے:

اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ اب ہم مرنے والے نہیں ہیں۔ (۱)

۶۲- اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ- کیا یہ بہترین ضیافت ہے یا زقوم کا درخت

شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ایک درخت ہے جس کا پھل جہنمیوں کی ضیافت کا سامان ہے اور اس میں دلالت ہے کہ جنت میں جانے والوں کے لیے جن نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے تو اس کی منزلت اس ضیافت کی سی ہے جو مہمان کے لیے مہیّا کی جاتی ہے لیکن اس کے لیے اس سے بھی بڑھ کر بہت کچھ ہوگا جہاں تک فہم و ادراک کی رسائی نہیں ہے اور اسی طرح جہنمیوں کے لیے زقوم کی حیثیت ہے کہا گیا ہے کہ زقوم ایک درخت ہے جس کے پتّے چھوٹے ہوتے ہیں جو کڑوا اور بدبودار ہوتا ہے ''تہامہ'' میں پایا جاتا ہے ''شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ'' کو اسی نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ (۲)

اردو میں اسے تھوہڑ کہتے ہیں۔

۶۳- اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ-

ہم نے اس درخت کو ظالمین کے لیے فتنہ (آزمائش) بنا دیا ہے

ان کے لیے آخرت میں مشقّت اور عذاب ''یا'' دنیا میں امتحان و آزمائش قرار دیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب قریش نے اس آیت کو سنا کہ: اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ (دخان: ۴۳-۴۴) تو انھوں نے کہا ہم اس درخت سے ناواقف ہیں تو ابن الزبعری نے کہا کہ زقوم بربر کی زبان میں کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ ابوجہل نے اپنی کنیز سے کہا اے جاریہ (کنیز) زَقِّمینا تو ہمیں زقوم لا کر دے تو کنیز کھجور اور مکھن لے آئی تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ محمد تمھیں جس سے ڈرا رہے ہیں تو اسے کھاؤ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ جہنم سے درخت اُگے گا جب کہ آگ تو درخت کو جلا دیتی ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ'' (۳)

۶۴- اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ-

وہ ایسا درخت ہے جو دوزخ کی تہہ سے نکلتا ہے

اس کی جڑ جہنم کی گہرائی میں ہے اور اس کی ٹہنیاں درکاتِ جہنم تک بلند ہوتی ہیں درکات (جہنم میں

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۳ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۹۳

(۳) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۴۵-۴۴۶

نیچے کے طبقات)۔

۶۵-طَلْعُهَا-

اس کا شگوفہ، پھل یہ لفظ طَلع التَّمر (کھجور کا شگوفہ) سے ماخوذ ہے

كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ-

انتہائی بدصورتی اور ہولنا کی میں گویا کہ وہ شیطانوں کے سر ہیں

کہا گیا ہے کہ یہ خیالی تصویر ہے جس طرح جو حسن میں سب سے اعلیٰ ہو اسے فرشتہ کہتے ہیں۔[1]

۶۶-فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ-

جہنمی اس میں سے کھائیں گے اور اسی سے اپنا شکم بھریں گے

اس لیے کہ بھوک کا غلبہ ہوگا اور اسے مٹانے کے کچھ اور نہ ہوگا

۶۷-ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا-

پھر وہاں پر ان کے لیے

یعنی جب جہنم میں ان کا پیٹ بھر جائے گا اور ان پر پیاس کا غلبہ ہوگا اور ان کی پیاس بڑھ جائے گی

لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ-

تو ان کے پینے کے لیے بدبودار پیپ ہوگی یا پیپ ہوگی جس میں گرم پانی ملا ہوا ہوگا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا

۶۸-ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ-

پھر یقیناً ان کی واپسی جہنم کی طرف ہوگی

اس لیے کہ (تھوہڑ) اور حمیم (گرم پانی) ضیافت ہوگی جو ان کے لیے جہنم میں داخل ہونے سے پہلے پیش کی جائے گی۔

---

(۱) تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۹۴

اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾
وَ لَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾ ع ۲ ۵ ۳ ۶
وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَ نَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ
الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَ جَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾
سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ
عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾

۶۹- بلاشبہ انھوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا۔
۷۰- پس یہ لوگ انھیں کے نشانات قدم پر تیز تیز چل پڑے۔
۷۱- اور یقیناً ان سے پہلے اکثر لوگ گم راہ ہو چکے ہیں۔ ۷۲- اور ہم نے اُن کے درمیان ڈرانے والوں کو بھیجا تھا۔ ۷۳- پھر دیکھ لیجیے کہ جنھیں ڈرایا گیا تھا ان کا انجام کیا ہوا۔
۷۴- سوائے اللہ کے منتخب بندوں کے۔ ۷۵- اور بلاشبہ نوح نے ہمیں پکارا تو ہم نے کیا عمدہ جواب دیا۔
۷۶- اور ہم نے اُنھیں اور ان کے اہل کو کرب عظیم سے بچا لیا۔
۷۷- اور ہم نے ان کی ذریت کو باقی رہنے والوں میں قرار دیا۔
۷۸- اور ہم نے اُن کا ذکرِ خیر پیچھے آنے والی نسلوں میں باقی رکھا۔
۷۹- نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو۔ ۸۰- بے شک ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔
۸۱- بلاشبہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ ۸۲- پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔

۶۹- اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ-
بلاشبہ انھوں نے اپنے باپ دادا کو گم راہ پایا
۷۰- فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ- پس یہ لوگ بھی اُنھیں کے نشاناتِ قدم پر تیز تیز چل پڑے
علت بیان کی گئی ہے کہ انھوں نے گم راہی میں اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کی تھی اس لیے یہ لوگ ان مصائب و شدائد کے مستحق ہیں

اِھراع بہت زیادہ تیز تیز چلنے کو کہتے ہیں گویا کہ یہ لوگ ان کے نشاناتِ قدم پر تیز تیز چلنے کے لیے بے چین ہیں

۷۱- وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ- اور یقیناً ان سے پہلے اکثر لوگ گم راہ ہو چکے ہیں اے نبی آپ کی قوم سے پہلے

۷۲- وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ- اور ہم نے بہ تحقیق ان کے درمیان ڈرانے والوں کو بھیجا انبیاء مبعوث کیے جو انھیں انجام اور آخرت سے ڈرایا کرتے تھے

۷۳- فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ- پھر آپ دیکھ لیجیے کہ جنھیں ڈرایا گیا تھا ان کا انجام کیا ہوا شدت اور سخت قباحت کے سبب ان کا انجام کیا ہوا

۷۴- اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ- سوائے اللہ کے منتخب بندوں کے

سوائے ان لوگوں کے جو نبیوں کے ڈرانے پر متنبہ ہوئے اور انھوں نے اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر لیا اس آیت میں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اور مقصود ان کی قوم سے خطاب کرنا ہے اس لیے کہ انھوں نے بھی ان کی خبریں سنی ہیں اور ان کے آثار کو دیکھا ہے

۷۵- وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ- اور نوح نے ہمیں پکارا تو ہم نے کیا عمدہ جواب دیا

اجمالی ذکر کے بعد قصّے کی تفصیل کا آغاز ہو رہا ہے یعنی بے شک انھوں نے ہم کو پکارا جب وہ اپنی قوم سے مایوس ہو چکے تھے۔

تو ہم نے انھیں جواب دیا بہترین جواب۔ ہم تو بہترین جواب دینے والے ہیں

۷۶- وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ- اور ہم نے انھیں اور ان کے اہل کو کربِ عظیم سے بچا لیا اُن کو قوم کی اذیّت رسانی اور ڈوبنے سے بچا لیا

۷۷- وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ- اور ہم نے ان کی ذریّت کو باقی رہنے والوں میں قرار دیا اس لیے کہ جنھیں ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گئے

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک آیت میں ''ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ'' سے مراد حق، نبوت، کتاب اور اس کے بعد ایمان ہے اور بنی آدمؑ کے جو افراد زمین پر بستے ہیں ان میں سے سب نوحؑ کی اولاد نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے ''اُحْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ'' (ہود:۴۰) ہم نے نوح سے کہا اس کشتی میں ہر قسم (جانوروں) کا جوڑا یعنی دو (نر و مادہ) سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو، سوائے اس کے جس کی بابت پہلے حکم ہو چکا ہے۔ ان میں سے وہ لوگ ہیں ''وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ'' (ہود:۴۰) ان میں سے کچھ ایمان لے آئے مگر بہت تھوڑے

لوگ ان پر ایمان لائے تھے اور یہ بھی فرمایا ''ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ط ''(اسراء: ۳) ان کی ذریّت بھی جنھیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی میں اٹھایا تھا۔

۷۸-وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ- اور ہم نے ان کا ذکر خیر پیچھے آنے والی نسلوں میں باقی رکھا

آخرین سے مراد ہے بعد میں آنے والی امّتیں

۷۹-سَلٰمٌ عَلٰى نُوحٍ فِي الْعٰلَمِينَ- نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو

کہا گیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے ان لوگوں میں اس کلمہ اور دعا کے ساتھ نوح کا ذکر خیر باقی رکھا اور اسے فرشتوں اور جن و انس میں بھی جاری کیا۔(۱)

اور کہا گیا ہے بلکہ یہ اللہ کی طرف ان پر سلام ہے اور ترکنا کا مفعول محذوف ہے۔(۲)

کتاب اکمال میں امام صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے اور حضرت نوح علیہ السلام نے حضرت ہودؑ کی تشریف آوری کی بشارت دی اور انھیں حکم دیا کہ وہ ان کا اتباع کریں اور یہ کہ وہ ہر سال وصیّت پر قائم رہیں اور اس میں غور وفکر سے کام لیں۔

اور ان کے لیے عید اسی طرح ہوگی جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے انھیں حکم دیا تھا تو حام و یافث کی اولاد میں ''جَبَرِیّہ'' کا ظہور ہوا تو سام کی اولاد کے پاس جو بھی علم تھا وہ انھوں نے ان لوگوں سے مخفی رکھا اور نوح کے بعد سام پر حام اور یافث کی حکومت جاری ہوئی اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ وہ فرما رہا ہے کہ نوحؑ کے لیے جبّارین (بہت طاقت ور تسلط رکھنے والے) کی حکومت کو باقی رکھا اور اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سلسلے میں تسلی دے رہا ہے فرمایا کہ حام کے ہاں سند، ہند اور حبش پیدا ہوئے اور سام کی اولاد عرب اور عجم ہوگئی اور ان کی حکومتیں قائم ہوگئیں اور ایک عالم کے بعد دوسرے عالم کو وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔(۳)

۸۰-اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ- بے شک ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں

یعنی یہ ان کی نیکیوں کا صلہ تھا جو ہم نے انھیں دیا تھا

۸۱-اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ- بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے

۸۲-ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِينَ- پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا

یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں کو غرق کر دیا۔

---

(۱) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۹۵ (۲) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۹۵

(۳) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۱۳۴-۱۳۵ حدیث ۳ کا ایک حصہ باب ۲

وقف لازم

وَ اِنَّ مِنۡ شِیۡعَتِهٖ لَاِبۡرٰهِیۡمَ ﴿۸۳﴾ اِذۡ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ﴿۸۴﴾
اِذۡ قَالَ لِاَبِیۡهِ وَقَوۡمِهٖ مَاذَا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۸۵﴾ ۚ اَئِفۡكًا اٰلِهَةً دُوۡنَ اللّٰهِ
تُرِیۡدُوۡنَ ﴿۸۶﴾ ؕ فَمَا ظَنُّكُمۡ بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظۡرَةً فِی النُّجُوۡمِ ﴿۸۸﴾ ۙ فَقَالَ
اِنِّیۡ سَقِیۡمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوۡا عَنۡهُ مُدۡبِرِیۡنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰۤی اٰلِهَتِهِمۡ فَقَالَ اَلَا
تَاۡكُلُوۡنَ ﴿۹۱﴾ ۚ مَا لَكُمۡ لَا تَنۡطِقُوۡنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَیۡهِمۡ ضَرۡبًۢا بِالۡیَمِیۡنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقۡبَلُوۡۤا
اِلَیۡهِ یَزِفُّوۡنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعۡبُدُوۡنَ مَا تَنۡحِتُوۡنَ ﴿۹۵﴾ ۙ وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمۡ وَمَا
تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابۡنُوۡا لَهٗ بُنۡیَانًا فَاَلۡقُوۡهُ فِی الۡجَحِیۡمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوۡا بِهٖ كَیۡدًا
فَجَعَلۡنٰهُمُ الۡاَسۡفَلِیۡنَ ﴿۹۸﴾

۸۳- اور یقیناً ابراہیم نوح کے شیعہ (طریقے پر چلنے والے) تھے۔
۸۴- جب وہ اپنے رب کے حضور قلبِ سلیم کے ساتھ آئے۔
۸۵- جب انھوں نے اپنے (منہ بولے) باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس چیز کی عبادت کر رہے ہو؟
۸۶- کیا تم اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے گھڑے ہوئے معبود چاہتے ہو؟
۸۷- آخر ربّ العالمین کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ ۸۸- پھر ابراہیم نے ستاروں پر ایک نظر ڈالی۔ ۸۹- اور کہا کہ (ایسا محسوس ہوتا ہے) میں بیمار ہوں۔ ۹۰- چناں چہ وہ لوگ انھیں چھوڑ کر چلے گئے۔ ۹۱- ابراہیم ان کے معبودوں کی طرف متوجّہ ہوئے ان سے کہا تم کھاتے کیوں نہیں؟
۹۲- تمھیں کیا ہو گیا تم بولتے کیوں نہیں؟ ۹۳- پھر ان بتوں پر دائیں ہاتھ سے بڑی ضربیں لگائیں۔
۹۴- لوگ دوڑتے ہوئے ابراہیم کے پاس آئے۔ ۹۵- ابراہیم نے ان سے کہا کہ کیا تم ان بتوں کو پوجتے ہو جنھیں تم نے خود تراشا ہے۔ ۹۶- اور اللہ نے تمھیں پیدا کیا ہے اور ان چیزوں کو بھی جنھیں تم بناتے ہو۔
۹۷- انھوں نے آپس میں کہا کہ ان کے لیے ایک عمارت بناؤ (الاؤ تیار کرو) اور انھیں دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دو۔ ۹۸- انھوں نے ابراہیم سے چال چلنی چاہی مگر ہم نے انھیں نیچا دکھا دیا۔

۸۳- وَ اِنَّ مِنۡ شِیۡعَتِهٖ لَاِبۡرٰهِیۡمَ-
اور یقیناً ابراہیم نوح کے شیعہ (طریقے پر چلنے والے) تھے

شِیْعَتِہٖ ابراہیم ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے نوح علیہ السلام کی پیروی ایمان اور اصولِ شریعت میں کی تھی

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں ایک نام کی تمھیں مبارک باد دیتا ہوں دریافت کیا گیا وہ کون سا نام ہے؟ فرمایا ''شیعہ'' کہا گیا کہ لوگ تو اس کے نام کے ذریعے ہم پر عیب لگاتے ہیں امام علیہ السلام نے فرمایا کیا تم نے اللہ کا قول نہیں سنا ''فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ'' (قصص: ۱۵) جو موسیٰ کا شیعہ (پیروکار) تھا اس نے موسیٰ سے اس شخص کے خلاف مدد مانگی جو اس کے دشمنوں میں سے تھا۔[۱]

۸۴- اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ- جب وہ اپنے رب کے حضور قلبِ سلیم کے ساتھ آئے

دنیا کی محبت کو تج کر اللہ کی طرف آئے اور اس مفہوم سے متعلق احادیث سورۂ الشعراء کی آیت ۸۹ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہیں

۸۵- اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ-

جب انھوں نے اپنے (منہ بولے) باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس چیز کی عبادت کر رہے ہو؟

۸۶- اَىِٕفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِیْدُوْنَ-

کیا تم اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے گھڑے ہوئے معبود چاہتے ہو؟

کیا تم معبود چاہتے ہو اللہ کے علاوہ جھوٹے گھڑے ہوئے آیت میں لفظ اَىِٕفْكًا پہلے لے آئے تا کہ اہمیت واضح ہو جائے۔

۸۷- فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ- آخر ربّ العالمین کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟

بتاؤ بھلا اس سے بڑھ کر کون لائق عبادت ہے یہاں تک کہ تم نے اس کی عبادت میں غیر کو شریک بنا دیا اور اس کے ذریعے تم عذاب الٰہی سے محفوظ بھی ہو گئے

۸۸- فَنَظَرَ نَظْرَةً فِی النُّجُوْمِ- پھر ابراہیم نے ستاروں پر ایک نظر ڈالی

اس طرح انھوں نے ستاروں کی جگہیں اور ان کے اتّصالات کو بغور ملاحظہ فرمایا

۸۹- فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ- اور کہا (ایسا محسوس ہوتا ہے) میں بیمار ہوں

کہا گیا ہے کہ انھوں نے ان لوگوں کو ستاروں کی چال دکھائی اور اس سے استدلال کیا کہ وہ بیماری کے قریب ہو رہے ہیں تا کہ وہ لوگ انھیں لے کر اپنے عید کے جشن میں نہ جائیں کیوں کہ وہ لوگ ستارہ شناس (مُنَجِّم) تھے اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب انھوں نے خواہش ظاہر کی کہ ابراہیمؑ کے ساتھ عید کا پروگرام

---

(۱) تفسیر مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۴۸ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۲۳

بنائیں اور ان کی بیماریوں میں سب سے زیادہ غالب بیماری طاعون تھی اور وہ چھوت چھات سے ڈرتے تھے۔(۱)

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ خدا کی قسم نہ وہ بیمار تھے اور نہ ہی انھوں نے جھوٹ کہا تھا۔(۲)

کتاب معانی اور قمی میں امام صادق علیہ السلام سے ایسی ہی روایت وارد ہوئی ہے البتہ اس میں کچھ اضافہ ہے اس سے مراد یہ لیا ہے کہ وہ دین کی وجہ سے بیمار ہیں جسے مسترد کر دیا گیا ہے۔(۳)

کہا ہے معانی میں روایت کی گئی ہے کہ ''اِنِّیۡ سَقِیۡمٌ'' سے مراد ہے ''سَأَسقم عن قریب میں بیمار ہونے والا ہوں اور ہر مرنے والا سقیم ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا ''اِنَّکَ مَیِّتٌ'' تم مرنے والے ہو یعنی ''سَتَمُوتُ'' تم عن قریب موت سے ہم کنار ہو جاؤ گے۔(۴)

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے ضمن میں وارد ہوا ہے کہ انھوں نے سوچا پھر دیکھا کہ جو کچھ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوا تو فرمایا ''اِنِّیۡ سَقِیۡمٌ'' میں بیمار ہوں یہ دیکھ کر جو حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔(۵)

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے روح القدس (حضرت جبرئیل علیہ السلام) کو خلق فرمایا تو پھر کسی ایسی مخلوق کو خلق نہیں کیا جو روح القدس سے زیادہ اللہ کا قرب رکھتا ہو اور نہ ہی مخلوقات میں کوئی اُن سے زیادہ اللہ کے نزدیک مکرّم تھا جب اللہ کسی امر کا ارادہ فرماتا تو اسے روح القدس کی طرف القا کر دیتا تو روح القدس اُسے نجوم کے سپرد کر دیتے اور اس سے احکام جاری ہو جاتے ہیں۔(۶)

۹۰- فَتَوَلَّوۡا عَنۡهُ مُدۡبِرِیۡنَ- چناں چہ وہ لوگ انھیں چھوڑ کر چلے گئے
اپنی عید منانے کے لیے

۹۱- فَرَاغَ اِلٰۤی اٰلِهَتِهِمۡ - ابراہیم ان کے معبودوں کی طرف متوجّہ ہوئے
ابراہیمؑ چھپ کر پوشیدہ طور سے ان بتوں کی طرف تشریف لے گئے

فَقَالَ اَلَا تَاۡكُلُوۡنَ- تو ابراہیم نے بتوں سے بطورِ استہزاء کہا: تم کھاتے کیوں نہیں؟
یعنی چڑھاوے کا کھانا جو ان بتوں کے پاس رکھا ہوا تھا

۹۲- مَا لَكُمۡ لَا تَنۡطِقُوۡنَ- تمھیں کیا ہو گیا تم بولتے کیوں نہیں؟
یعنی میں جو سوال کر رہا ہوں ان کا جواب کیوں نہیں دیتے

۹۳- فَرَاغَ عَلَيۡهِمۡ ضَرۡبًا بِالۡيَمِيۡنِ- پھر ان بتوں پر دائیں ہاتھ سے بڑی ضربیں لگائیں

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۹۵ (۲) الکافی ج ۸ ص ۳۶۸-۳۶۹ ح ۵۹
(۳) معانی الاخبار ص ۲۰۹-۲۱۰ و تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۱۸۴ (۴) معانی الاخبار ص ۲۰۹-۲۱۰ ح ۱
(۵) الکافی ج ۱ ص ۴۶۵ ح ۵ (۶) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۷۰ ح ۷۰

چھپ کر ان بتوں کی طرف متوجہ ہوئے اور دائیں ہاتھ سے ان بتوں کو مارنا شروع کیا۔

۹۴- فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ - وہ لوگ ابراہیم کی طرف آئے

واپس آنے کے بعد انھوں نے دیکھا کہ ان کے بت ٹوٹے پڑے ہیں

انھوں نے بتوں کے توڑنے والے کو تلاش کرنا شروع کیا تو انھوں نے گمان کیا کہ وہ ابراہیمؑ ہی ہیں جیسا کہ اللہ کے قول ''مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ ''(انبیاء:۵۹) سے واضح ہے

يَزِفُّوْنَ- تیز تیز چلتے ہوئے، اپنے ہدایا اور تحفوں کو اٹھائے ہوئے

۹۵- قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ-

ابراہیم نے کہا، کہ کیا تم ان بتوں کو پوجتے ہو جنھیں تم نے خود تراشا ہے؟

۹۶- وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ-

اور اللہ نے تمھیں پیدا کیا ہے اور ان چیزوں کو بھی جنھیں تم بناتے ہو

اس لیے کہ ان تمام چیزوں کا جوہر اسی کا خلق کردہ ہے اور پتھر کا تراشا جانا اور لکڑی کا چھیلا جانا سب اللہ کے اقتدار سے وابستہ ہے

۹۷- قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا - انھوں نے) آپس میں) کہا

ان کے لیے ایک عمارت بناؤ اور (الاؤ تیار کرو)

فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ-

اور انھیں دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دو

۹۸- فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا -

انھوں نے ابراہیم سے چال چلنی چاہی

اس لیے کہ جب ابراہیمؑ نے انھیں دلائل سے مغلوب کر دیا تو ان لوگوں نے اس طرح ابراہیمؑ کو اذیت میں مبتلا کرنا چاہا تا کہ عام لوگوں پر ان بتوں کے پجاریوں کی عاجزی ظاہر نہ ہونے پائے

فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ-

مگر ہم نے انھیں نیچا دکھا دیا

ان کے مکر و فریب کو باطل کر کے اور ابراہیمؑ کو روشن بُرہان بنا کر پیش کیا ان کی عظمت و شان کی وجہ سے اس طرح کہ آگ کو ان پر ٹھنڈی اور باسلامت بنا دیا اور یہ قصّہ سورۂ انبیاء کی آیات : ۵۹ سے ۷۰ تک پیش کیا گیا ہے۔

وَ قَالَ اِنِّیۡ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیۡ سَیَهۡدِیۡنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۰۰﴾
فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیۡمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعۡیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی
الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُكَ فَانۡظُرۡ مَا ذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫
سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلۡجَبِیۡنِ ﴿۱۰۳﴾ ۚ
وَ نَادَیۡنٰهُ اَنۡ یّٰۤاِبۡرٰهِیۡمُ ﴿۱۰۴﴾ ۙ
قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۰۵﴾
اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡبَلٰٓؤُا الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۰۶﴾ وَ فَدَیۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۰۷﴾

۹۹- ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف جارہا ہوں یقیناً وہی میری رہنمائی کرے گا۔

۱۰۰- اے میرے پروردگار تو مجھے ایک بیٹا عطا کر جو صالحین میں سے ہو۔

۱۰۱- تو ہم نے ابراہیم کو ایک حلیم (بُردبار) بیٹے کی بشارت دی۔

۱۰۲- جب وہ بیٹا ان کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو ابراہیم نے اس سے کہا اے میرے بیٹے میں خواب میں بار بار دیکھ رہا ہوں کہ تمھیں ذبح کررہا ہوں، بتاؤ اس بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے جواب دیا ابّا جان آپ کو جو حکم دیا جا چکا ہے آپ اسے بجالایئے ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

۱۰۳- پھر جب دونوں نے سرِ تسلیم خم کردیا اور باپ نے بیٹے کو کروٹ کے بل لٹا دیا۔

۱۰۴- اور ہم نے آواز دی اے ابراہیم۔

۱۰۵- بے شک تم نے خواب کو سچ کر دکھایا ہے ہم نیکوکاروں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔

۱۰۶- بلاشبہ یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی۔

۱۰۷- اور ہم نے اس (اسماعیلؑ) کا فدیہ ذبح عظیم کو قرار دیا۔

۹۹- وَ قَالَ اِنِّیۡ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیۡ سَیَهۡدِیۡنِ-

اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف جارہا ہوں یقیناً وہی میری رہنمائی کرے گا

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس ہے۔[۱]

کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السلام سے اس شخص کے جواب میں جس پر آیات مشتبہ ہوگئی تھیں آپ نے فرمایا کہ میں تمھیں آگاہ کر چکا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب میں بہتیری ایسی چیزیں ہیں جن کی تاویل ان کی تنزیل سے مختلف ہے اور وہ انسانی کلام سے مشابہ نہیں ہیں میں اس میں سے ایک گوشے سے باخبر کرتا ہوں ان شاء اللہ وہ کافی ہوگا اور اسی قبیل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے ''اِنِّیۡ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیۡ سَیَهۡدِیۡنِ'' تو ابراہیمؑ کا اپنے رب کے پاس جانے کا مطلب ہے عبادت، اجتہاد اور قربت کے اعتبار سے اس کی جانب توجّہ مبذول کرنا کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اس آیت کی تاویل اس کی تنزیل کے علاوہ ہے۔[۲]

۱۰۰- رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ-

اے میرے پروردگار تو مجھے ایک بیٹا عطا کر جو صالحین میں سے ہو

یعنی صالح لوگوں میں سے ہو جو دعوت خداوندی اور اطاعتِ ربّانی میں میرا معین و مددگار رہو اور غربت وتنہائی میں میرا مونس وغم خوار ہو اس سے مراد بیٹا ہے اس لیے لفظ ''هِبَه'' اکثر بیٹے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۱۰۱- فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیۡمٍ-

تو ہم نے ابراہیم کو ایک حلیم (بُردبار) بیٹے کی بشارت دی

کہا گیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی بھی ہستی کی عزّت وحُرمت کی بنیاد پر اسے حلیم نہیں کہا سوائے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند کے۔[۳]

۱۰۲- فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعۡیَ

جب وہ بیٹا ان کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا

یعنی جب وہ جان گئے اور یہ معلوم ہوگیا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے اعمال (کاموں) میں ان کا ہاتھ بٹا سکیں گے

قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُكَ -

تو ابراہیم نے اس سے کہا اے میرے بیٹے میں خواب میں بار بار دیکھ رہا ہوں کہ میں تمھیں ذبح کر رہا ہوں

فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی ؕ - بتاؤ اس بارے میں تمھاری کیا رائے ہے

مَاذَا تَرٰی کا مفہوم ہے کہ تمھاری رائے کیا ہے

کہا گیا ہے کہ اس بارے میں ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ سے مشورہ کیا

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۳۷۱ ح ۵۶۰ (۲) التوحید ص ۲۶۶ ح ۵ باب ۳۶

(۳) انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۹۶

جب کہ ایسا ہونا حتمی تھا، تا کہ جب اللہ کی جانب سے ان پر مصیبت نازل ہو تو ان کی کیفیت کا علم ہو جائے اور اگر وہ خوف زدہ ہوں تو ثابت قدم رہیں، جب سر تسلیم خم کر دیا تو وہ محفوظ رہیں اور خود کو اس بات پر آمادہ کر لیں تو وہ آسان ہو جائے اور مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے ہی مطیع و منقاد ہو کر ثواب حاصل کر لیں۔[1]

قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ - بیٹے نے جواب دیا! ابّا جان آپ کو جو حکم دیا جا چکا ہے آپ اسے بجا لائیے

اَرٰی فعل مضارع اس لیے لایا گیا کیوں کہ حضرت ابراہیمؑ بار بار خواب میں ایسا دیکھ رہے تھے

سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ - ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے

۱۰۳-فَلَمَّآ اَسْلَمَا - پھر جب دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا

اللہ کے حکم کے سامنے جب دونوں نے سر جھکا دیا، یا ذبیح نے خود کو اور ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو حوالے کر دیا

وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ - اور باپ نے بیٹے کو کروٹ کے بل لٹا دیا

یعنی انھیں پہلو کے بل لٹا دیا اور ان کی پیشانی زمین پر رکھ دی یعنی پیشانی کا ایک حصہ زمین پر رکھ دیا

۱۰۴-وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ - اور ہم نے آواز دی اے ابراہیم

۱۰۵-قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ - بے شک تم نے خواب کو سچ کر دکھایا ہے

مکمل عزم کے ساتھ اور جو تمھاری طاقت میں تھا اسے پورا کر کے اور ''لَمَّا'' کا جواب محذوف ہے جس کی اصل یہ ہے کہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا زبان حال بول رہی تھی اور گفتگو اُس کا احاطہ کرنے سے قاصر تھی ان دونوں کو بشارت دینا اور اللہ نے انھیں جو نعمتیں عطا کی تھیں ان پر اللہ کا شکر بجا لانا۔ یعنی مصیبت کے نزول کے بعد اسے دور کر کے اور ایسی توفیق عطا کر کے جو اُن کے علاوہ کسی اور کو نہیں ملی اور عالمین کے سامنے ان کی فضیلتوں کا اظہار اور اس کے ساتھ ساتھ ثواب عظیم سے نواز کر۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ - ہم نیکو کاروں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں

۱۰۶-اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ - بلاشبہ یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی

وہ واضح امتحان جس کے ذریعے سے مخلص اور غیر مخلص میں امتیاز کیا جا سکتا ہے یا اس سے مراد ایسی آزمائش تھی جس کی دشواریاں اور مشکلات ظاہر تھیں اس سے زیادہ سخت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

۱۰۷-وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ - اور ہم نے اس (اسماعیلؑ) کا فدیہ ذبح عظیم کو قرار دیا

یعنی ان کے بدلے میں جو ذبح ہوا وہ عظیم المنزلت ہے یا اس کا جُثّہ عظیم ہے۔

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے پوچھا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو جو اسماعیل اور اسحاق کی بشارت دی گئی اس میں کتنا فاصلہ تھا؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ دونوں بشارتوں میں پانچ سال

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۹۷

کا فاصلہ تھا اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ''فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ'' (ہم نے انھیں حلیم بیٹے کی بشارت دی) اس سے مراد اسماعیل علیہ السلام تھے اور بیٹے کے بارے میں یہ پہلی بشارت تھی جو ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی اور جب ابراہیم علیہ السلام کے فرزند اسحاق متولّد ہوئے جو سارہ کے بطن سے تھے اور اسحاق علیہ السلام تین سال کے ہوئے تو اسماعیل علیہ السّلام اسحاق علیہ السلام کے پاس اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے اسحاق علیہ السّلام کو وہاں سے اٹھایا اور خود وہاں بیٹھ گئے۔

جب سارہ نے دیکھا تو کہا اے ابراہیمؑ ہاجر کا بیٹا میرے بیٹے کو آپ کی گود سے اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھ گیا نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا ہاجر اور اس کا بیٹا ہرگز اس شہر میں میرے ساتھ نہیں رہیں گے آپ انھیں میری نظروں سے دور کر دیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سارہ کی تکریم ملحوظ رکھتے تھے ان کی عزّت کا پاس کرتے اور ان کے حق کو سمجھتے تھے اس کا سبب یہ تھا کہ سارہ انبیاء کے خاندان سے تھیں اور ان کے خالہ کی بیٹی تھیں ابراہیم علیہ السلام کے لیے یہ مرحلہ نہایت دشوار تھا اور اسماعیلؑ کے فراق کی وجہ سے وہ غمگین ہوگئے۔ جب رات ہوئی تو رب کی طرف سے آنے والا آیا اور اس نے موسم حج میں مکہ مکرمہ میں انھیں ذبح اسماعیل کا خواب دکھایا ابراہیمؑ خواب دیکھ کر بہت محزون ہوئے جب اس سال حج کا موقع آیا تو ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجر (ہاجرہ) اور اسماعیلؑ کو ذی الحجہ کے مہینے میں لے کر مکّہ مکرمہ پہنچے تاکہ موسم حج میں انھیں ذبح کر دیں پس جب انھوں نے کعبہ کی دیواروں کو بلند کرنا شروع کیا جب وہ کعبہ کی دیواروں کو بلند کر چکے تو منٰی کی طرف حج کے لیے روانہ ہوئے اور منٰی میں اپنی عبادت مکمل کی پھر مکہ آئے اور ایک ہفتے تک کعبہ کا طواف کیا پھر وہ دونوں روانہ ہوئے اور جب وہ مقام سعی تک پہنچے تو ابراہیم علیہ السّلام نے اسماعیلؑ سے کہا:

يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ (میں خواب میں بار بار یہ دیکھ رہا ہوں کہ میں تمھیں ذبح کر رہا ہوں)

اسی سال حج کے موقع پر بتاؤ تمھاری کیا مرضی ہے بیٹے نے جواب دیا ''يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ'' بابا جان آپ کو جو حکم دیا گیا ہے آپ اسے بجا لائیے تو جب وہ دونوں سعی سے فارغ ہوئے تو حضرت ابراہیمؑ منٰی کی طرف روانہ ہوگئے اور وہ قربانی کا دن تھا۔ جب وہ درمیانی شیطان تک پہنچے تو اسماعیلؑ کو بائیں پہلو پر لٹا دیا اور چوڑا چاقو (چُھرا) نکالا تاکہ انھیں ذبح کر دیں تو انھیں آواز دی گئی ''اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا'' اے ابراہیمؑ تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا اور اسماعیلؑ کی جگہ ایک عظیم دنبہ فدیہ بن گیا ابراہیمؑ نے اسے ذبح کیا اور اس کا گوشت مسکینوں کو صدقہ کر دیا۔[1]

اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے ان سے سوال کیا گیا کہ ذبح ہونے والا بچّہ کون تھا؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا وہ اسماعیلؑ تھے۔[2]

---

(۱) مجمع البیان میں یہ روایت عیّاشی سے منقول ہے ج ۷-۸ ص ۴۵۵ (۲) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۵۵

امام باقر علیہ السلام سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔[۱]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے اسی طرح مروی ہے۔[۲]

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ ذبیح کون تھا تو آپ نے فرمایا اسماعیلؑ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی داستان اپنی کتاب میں بیان کی ہے اس کے بعد فرمایا کہ:

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ اور ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ کی بشارت دی جو نبی تھے اور صالحین میں سے تھے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ذبح کے بارے میں روایات میں اختلاف ہے ان میں سے کچھ میں ہے کہ ذبیح اسماعیلؑ تھے اور کچھ روایات نشان دہی کرتی ہیں کہ ذبیح اسحاقؑ تھے۔

اگر سلسلہ اسناد صحیح ہوں تو ان احادیث کو مسترد کرنے کا کوئی راستا نہیں۔ ذبیح اسماعیلؑ تھے لیکن جب ان کے بعد اسحاقؑ کی ولادت ہوئی تو انھوں نے خواہش کی کاش وہ ذبیح ہوتے ان کے والد کو جس کا حکم دیا گیا ہے وہ حکم خداوندی پر اسی طرح صابر تھے۔ اور سر تسلیم خم کیے ہوئے تھے۔ جس طرح ان کے بھائی صابر تھے اور سر تسلیم خم کیے ہوئے تھے لہٰذا وہ ثواب حاصل کرنے میں اسی درجے پر فائز ہوگئے اللہ تعالیٰ نے اسحاق علیہ السلام کی قلبی کیفیت کو جان لیا لہٰذا فرشتوں میں ان کا نام ذبیح رکھ دیا کیوں کہ انھوں نے اس بات کی تمنا کی تھی فرمایا کہ اس کی سند کتاب نبوت میں امام صادق علیہ السلام سے متصل ہے۔[۳]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ بشارتِ آفاق یعقوب کی ولادت سے مقرون (مُتّصِل) تھی لہٰذا جو لڑکا ابھی بلوغت کی منزل کو پہنچ رہا ہو اس کا ذبح کرنا کسی طرح مناسب امر معلوم نہیں ہوتا۔

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کی جگہ اس دنبے کو ذبح کر دیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے تو ابراہیمؑ نے تمنّا کی کہ وہ اسماعیل کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں اور یہ کہ انھیں ان کی جگہ دنبے کے ذبح کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا تاکہ ان کے دل کی طرف واپس لوٹے جو واپس لوٹتا اُس والد کے دل کی طرف جو اپنے عزیز ترین فرزند کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر دیتا اس طرح وہ ان بلند ترین درجات کا مستحق ہو جاتا جو مصائب پر صبر کرنے والوں کو بصورتِ ثواب ملتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی اے ابراہیمؑ تمھارے نزدیک میری مخلوقات میں سے تمھیں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

ابراہیمؑ نے جواب دیا تو نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی ہے جو مجھے تیرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبوب ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی اے ابراہیمؑ وہ تمھارے نزدیک زیادہ محبوب ہیں یا تمھاری ذات

---

(۱) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۵۵ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۶

(۳) من لایحضرہ ج ۲ ص ۱۴۸ ح ۶۵۵

ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ وہ میری ذات سے زیادہ میرے نزدیک محبوب ہیں اللہ نے کہا ان کا بیٹا زیادہ محبوب ہے یا تمھارا بیٹا ابراہیمؑ نے کہا ان کا بیٹا مجھے زیادہ محبوب ہے اللہ نے فرمایا کہ فرزند رسول کا دشمنوں کے ہاتھوں ظلم سے ذبح کیا جانا یہ تمھارے قلب کے لیے زیادہ تکلیف دہ ہے یا تمھارے بیٹے کا میری اطاعت میں ذبح ہونا ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب فرزند رسول کا دشمنوں کے ہاتھوں ظلم کے ساتھ ذبح کیا جانا میرے دل کو زیادہ تکلیف پہنچائے گا۔

اللہ نے فرمایا اے ابراہیمؑ ایک گروہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا تعلق امّت محمد سے ہوگا ان کا فرزند حسین ظلم و جور سے دشمنوں کے ہاتھوں ان کے بعد قتل کر دیا جائے گا جس طرح دنبے کو ذبح کیا جاتا ہے۔ اور وہ لوگ اس وجہ سے میرے عذاب کے حق دار قرار پائیں گے ابراہیمؑ یہ سن کر نہایت گھبرائے ان کا دل درد سے تڑپ اٹھا اور ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی اے ابراہیمؑ میں نے تمھارے بیٹے اسماعیل کے جزع وفزع کو اگر تم اسے اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے امام حسین اور ان کے قتل ہونے پر فدیہ کر دیا اور میں نے تمھارے لیے بلند ترین درجات کے ثواب کو رکھ دیا ہے جو مصیبتوں پر صبر کرنے والوں کا ثواب ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ ''وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیمؑ اور ہم نے اس قربانی کو ذبح عظیم کا فدیہ قرار دیا اور ہر طرح کی قوت و طاقت اللہ کے پاس ہے جو علی و عظیم ہے۔ (۱)

امام علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول ''انا ابن الذبیحین'' میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں اس سے کیا مراد ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا یعنی اسماعیل بن ابراہیم الخلیل علیہ السلام اور عبداللہ بن عبدالمطب جہاں تک اسماعیلؑ کا تعلق ہے وہ فرزند حلیم ہیں جن کے بارے میں خداوند عالم نے ابراہیم علیہ السلام کو بشارت دی تھی جب وہ دوڑنے بھاگنے کے قابل ہوگئے اور ابراہیم علیہ السلام کی طرح امور انجام دینے لگے'' قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ '' ''کہا اے میرے بیٹے میں خواب میں بار بار یہ دیکھ رہا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں تمھاری اس بارے میں کیا رائے ہے بیٹے نے جواب دیا ابّا جان آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اسے بجا لائیے'' یہ نہیں کہا ابّا جان وہ کر گزریے جو آپ نے خواب میں دیکھا ہے۔ ''سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ'' ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے جب انھوں نے بیٹے کو ذبح کرنے کا قصد کیا تو اللہ نے ان کے بدلے میں ذبح عظیم کا فدیہ قرار دیا اور خوب صورت دنبہ بھیجا جو اندھیرے میں کھاتا تھا اور اندھیرے میں پانی پیتا تھا اور اندھیرے میں دیکھتا تھا اور اندھیرے میں چلتا تھا اور اندھیرے میں ہی بول و براز کرتا وہ اس سے پہلے چالیس سال تک جنت کے باغات میں چرتا رہا تھا اور وہ کسی مادہ کے بطن سے پیدا نہ ہوا تھا اللہ نے اس کے لیے کہا تھا کُن ہو جا فیکون تو وہ ہوگیا تھا وہ اس لیے خلق ہوا تھا

---

(۱) عیون اخبار الرّضا ج ۱ ص ۲۰۹ ح ۱ باب ۱۷

کہ اسماعیلؑ کا فدیہ قرار پائے لہٰذا جو جانور بھی منیٰ میں ذبح کیا جاتا ہے تو وہ روز قیامت تک اسماعیلؑ کا فدیہ قرار پاتا ہے یہ ''اُحدُ الذبیحین'' ان ذبیحوں میں سے ایک ہے۔ پھر دوسرے ذبیح [۱] کا قصّہ بیان کیا ہے۔

پھر فرمایا جس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کے ذبح ہونے کو روک دیا اسی سبب سے عبداللہ کو ذبح ہونے سے بچا لیا اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کو ان کے صلب سے پیدا کرنا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ان دونوں سے ذبح کو روکا گیا اور اس طرح اولاد کو قتل کرنے کی سنت جاری نہیں ہوئی اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگوں پر ہر عیدالاضحیٰ کے موقع پر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اولاد کو قتل کرنے کا سلسلہ جاری ہو جاتا لہٰذا جتنے انسان قربانی کے ذریعے اللہ کا تقرّب حاصل کرتے ہیں وہ روز قیامت تک حضرت اسماعیل کا فدیہ ہے۔ [۲]

کتاب کافی میں امام علیہ السلام سے مروی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کوئی لوتھڑا ایسا پیدا کرتا جو دنبہ سے زیادہ پاک و پاکیزہ ہوتا تو اللہ اس کو اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ قرار دیتا۔ [۳]

---

(۱) قصّہ یہ ہے کہ حضرت عبدالمطلب باب کعبہ سے چمٹ گئے اور اللہ سے دعا کی کہ انھیں اللہ تعالیٰ دس بیٹے عطا کرے اور یہ نذر مانی کہ اگر اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی تو وہ ان میں سے ایک بیٹے کو ذبح کر دیں گے جب دس بیٹے پیدا ہو گئے تو عبدالمطلب نے کہا اللہ نے میری دعا قبول کر لی میں بھی اپنی نذر پوری کروں گا انھوں نے اپنی اولاد کو کعبہ میں داخل کیا اور ان بیٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی تو قرعہ عبداللہ کے نام کا نکلا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد تھے اور اولاد عبدالمطلب میں سب سے زیادہ پسندیدہ تھے انھوں نے دوبارہ قرعہ اندازی کی دوبارہ عبداللہ کا نام نکلا پھر تیسری مرتبہ قرعہ اندازی کی تیسری مرتبہ بھی عبداللہ کا نام نکلا انھوں نے عبداللہ کا ہاتھ تھاما اور ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا قریش کے لوگ جمع ہوئے اور انھیں اس بات سے روکا عبدالمطلب کی بیویاں یکجا ہوئیں اور انھوں نے گریہ وشیون شروع کیا اور ان کی صاحبزادی عاتکہ نے ان سے کہا اے پدر گرامی آپ کے اور اللہ کے درمیان اپنے بیٹے ذبح کرنے کی جو نذر ہے اس سے معذرت کر لیجیے انھوں نے جواب دیا اے نور چشم میں کیسے معذرت کر لوں تم بابرکت ہو تم کوئی تجویز دو عاتکہ نے کہا آپ ان اونٹوں کا قصد کریں جو حرم میں آپ کی ملکیت ہیں اور آپ اپنے بیٹے اور اونٹوں کے مابین قرعہ اندازی کریں اور رب کو قربانی پیش کریں یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائے عبدالمطلب نے اپنے اونٹ منگوائے اور ان میں سے دس اونٹ علاحدہ کیے اور قرعہ اندازی کی تو پھر بھی قرعہ عبداللہ کے نام نکلا حضرت عبدالمطلب دس دس اونٹوں کا اضافہ کرتے گئے اور قرعہ اندازی کرتے رہے یہاں تک کہ جب اونٹوں کی تعداد سو تک پہنچ گئی اور آپ نے قرعہ نکالا تو پھر قرعہ اونٹوں کے لیے نکل آیا اس وقت قریش نے خوشی کے مارے ایسی تکبیر بلند کی جس سے تہامہ کے پہاڑ لرز اٹھے عبدالمطلب نے کہا نہیں میں تین مرتبہ قرعہ اندازی کروں گا تینوں بار اونٹوں کے نام قرعہ نکلا جب تین مرتبہ یہ عمل ہو چکا تو زبیر، ابوطالب اور ان کے بھائیوں نے عبداللہ کو عبدالمطلب کے پیروں کے نیچے سے نکالا اور اٹھا کر لے گئے اور عبداللہ کے چہرے کی کھال زمین کی رگڑ کی وجہ سے اتر گئی تھی وہ انھیں اٹھاتے بلند کرتے بوسے لیتے اور ان سے مٹی کو جھاڑتے تھے عبدالمطلب نے حکم دیا کہ اونٹوں کو حزورہ کے مقام پر ذبح کیا جائے اور اِن کا گوشت کھانے سے کسی کو نہ روکا جائے۔

(۲) عیون اخبار الرّضا ج ۱ ص ۲۱۰۔۲۱۲ ح ۱ باب ۸ (۳) الکافی ج ۶ ص ۳۱۰ ح ۱

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾
كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾
وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ
ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَ ع ۳ ۴۹ ۷
هٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا
هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

۱۰۸- اور ہم نے آنے والی نسلوں میں ان کی یاد کو باقی رکھا۔ ۱۰۹- ابراہیم پر سلام ہو۔ ۱۱۰- ہم نیکو کاروں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ ۱۱۱- بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ ۱۱۲- اور ہم نے انھیں اسحاق کی بشارت دی وہ بھی صالحین میں سے نبی تھے۔ ۱۱۳- اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق پر برکت نازل کی اور ان دونوں کی ذرّیت میں سے کوئی محسن ہے اور کوئی اپنے نفس پر صریحی ظلم کرنے والا۔
۱۱۴- اور یقیناً ہم نے ہی موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا۔ ۱۱۵- اور ہم نے ہی ان دونوں کو اور ان کی قوم کو کرب عظیم سے نجات دی۔ ۱۱۶- اور ہم نے ان سب کی مدد کی جس کی وجہ سے وہ غالب رہے۔
۱۱۷- اور ہم نے ہی ان دونوں کو نہایت واضح کتاب عطا کی۔ ۱۱۸- اور ہم نے ہی انھیں سیدھے راستے کی جانب ہدایت کی۔ ۱۱۹- اور بعد کی نسلوں میں ان دونوں کا ذکر خیر باقی رکھا۔ ۱۲۰- موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔ ۱۲۱- یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔
۱۲۲- یہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

۱۰۸- وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ- اور ہم نے آنے والی نسلوں میں ان کی یاد کو باقی رکھا
۱۰۹- سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ- ابراہیم پر سلام ہو
ان کا بیان پہلے قصّہ نوح علیہ السّلام کے ذیل میں کیا جا چکا ہے
۱۱۰- كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ- ہم نیکو کاروں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں

۱۱۱- اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ- بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے

۱۱۲- وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ- اور ہم نے انھیں اسحاق کی بشارت دی وہ بھی صالحین میں سے نبی تھے

۱۱۳- وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ- اور ہم نے ابراہیم پر برکت نازل کی

وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ- اور اسحاق پر اور ان دونوں پر دین و دنیا کی برکتوں کا فیضان کر دیا

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ- اور ان دونوں کی ذرّیت میں سے کوئی محسن (نیکوکار) ہے اور کوئی اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے کفر اور عصیان کی بنیاد پر

مُبِيْنٌ- صریحی طور پر یعنی اس کا ظلم ظاہر ہوگا اور اس میں اس امر کی جانب مُتنبّہ کرنا ہے کہ نَسَب کا اثر ہدایت اور گم راہی پر نہیں پڑتا اور ابراہیم علیہ السلام و اسحاق علیہ السلام کی نسلوں کا ظلم ان دونوں کے لیے کسی نقص اور عیب کا سبب نہیں بنتا۔

۱۱۴- وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ- اور یقیناً ہم نے ہی موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا

ہم نے انھیں نبوت کی نعمت سے نوازا اور اس کے علاوہ دوسرے دینی اور دنیاوی فائدے عطا کیے

۱۱۵- وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ-

اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو کرب عظیم سے نجات دی

فرعون پر غالب قرار دے کر یا اسے غرق کر کے

۱۱۶- وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ-

اور ہم نے ان سب کی مدد کی جس کی وجہ سے وہ غالب رہے

فرعون اور اس کی قوم کے خلاف

۱۱۷- وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ- اور ہم نے ہی ان دونوں کو نہایت واضح کتاب عطا کی

جس کتاب کا بیان نہایت بلیغ ہے اور اس سے مراد توریت ہے

۱۱۸- وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ-

اور ہم نے ہی انھیں سیدھے راستے کی جانب ہدایت کی

صراط مستقیم سے مراد وہ راستہ ہے جو حق اور درست کی جانب پہنچا دے

۱۱۹- وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ- اور بعد کی نسلوں میں ان دونوں کا ذکر خیر باقی رکھا

۱۲۰- سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ- موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو

۱۲۱- اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ- یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں

۱۲۲- اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ- یہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے

وَ اِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾
اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾
اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَ رَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾
اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾
سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾
اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

۱۲۳-اور بہ تحقیق الیاس رسولوں میں سے تھے۔

۱۲۴-یاد کیجیے جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کیا تم ڈرتے نہیں؟

۱۲۵-تم بَعْل (بُت) کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑ دیتے ہو۔

۱۲۶-اللہ کو جو تمھارا رب ہے اور تمھارے گزشتہ آباؤ اجداد کا بھی رب ہے۔

۱۲۷-انھوں نے الیاس کو جھٹلا دیا سو وہ یقیناً سزا کے لیے پیش کیے جانے والے ہیں۔

۱۲۸-سوائے اللہ کے برگزیدہ بندوں کے۔

۱۲۹-اور الیاس کا ذکرِ خیر ہم نے بعد میں آنے والی نسلوں میں باقی رکھا۔

۱۳۰-(اِل یاسین) آلِ یاسین پر سلام ہو۔

۱۳۱-ہم نیکوکاروں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔

۱۳۲-بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

۱۲۳-وَ اِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ-

اور بہ تحقیق الیاس رسولوں میں سے تھے

۱۲۴-اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ-

یاد کیجیے جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کیا تم ڈرتے نہیں

۱۲۵-اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا-

کیا تم بَعْل (بُت کا نام) کو پکارتے ہو

یعنی اس کی عبادت کرتے ہو اور اس سے خیر طلب کرتے ہو

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ ان مشرکین کے پاس ایک بت تھا جس کا نام ''بَعْل'' تھا امام علیہ السلام نے فرمایا وہ رب کو بعل کے نام سے یاد کرتے تھے۔[۱]

وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ-

اور احسن الخالقین کو چھوڑ دیتے ہو

یعنی احسن الخالقین کی عبادت کو ترک کر دیتے ہو

۱۲۶-اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَ رَبَّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ-

اللہ کو جو تمھارا رب ہے اور تمھارے گذشتہ آباؤ اجداد کا بھی رب ہے

۱۲۷-فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ-

انھوں نے الیاس کو جھٹلا دیا سو وہ یقیناً سزا کے لیے پیش کیے جانے والے ہیں

یعنی عذاب میں لاکر انھیں پیش کر دیا جائے گا

۱۲۸-اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ-

سوائے اللہ کے برگزیدہ بندوں کے

۱۲۹-وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ-

اور الیاس کا ذکر خیر ہم نے بعد میں آنے والی نسلوں میں باقی رکھا

۱۳۰-سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ-

(اِل یاسین) آلِ یاسین پر سلام ہو

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آل محمد علیہم السلام کا ذکر کیا اور فرمایا: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ فرمایا کہ یٰسٓ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل محمد سے ائمہ علیہم السلام مراد ہیں۔[۲]

کتاب معانی الاخبار میں امام صادق علیہ السلام اپنے آباؤ اجداد سے اور وہ حضرت علی علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں روایت کرتے ہیں فرمایا یٰسٓ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہم آل یٰسٓ ہیں۔[۳]

تفسیر جوامع میں ابن عباس سے روایت ہے کہ ''آل یٰسٓ'' سے مراد آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ''یٰسٓ'' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔[۴]

اور سورہ احزاب میں آیت ۵۶ کے ذیل میں اللہ تعالیٰ کے قول ''وسلّموا تسلیما'' کے ذیل میں گزر چکا ہے اور سورہ یٰسٓ کی آیت نمبر ۱ کے ذیل میں روایات ہیں کہ یٰسٓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں میں سے ہے اور یہ

---

(۱) ج ۲ ص ۲۲۶ ح ۱۹ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۶

(۳) معانی الاخبار ص ۱۲۲ ح ۲ (۴) جوامع الجامع ح ۳ ص ۴۱۹

قرأت کہ ''الِ یاسین'' ان کے امام کے مصحف میں جدا جدا ہے اس کی تائید کرتی ہے اور آل یاسین بھی پڑھا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ الیاس کی ایک لغت ہے جیسے سینا اور سینین ہے۔[۱]

اور کہا گیا ہے یہ یٰسین کی جمع ہے اس سے مراد آنحضرت اور ان کے پیروکار ہیں۔[۲]

اور کہا گیا ہے کہ یٰس الیاس کے والد کا نام ہے اور یہ اسی وقت مانا جائے گا جب آل یاسین کی قرأت کو تسلیم کیا جائے تاکہ اس کے بعد آنے والی باتوں میں مناسبت ہو جائے اور پورا قصہ منظم قرار پائے جیسا کہ قرأت الیاسین میں ہے۔[۳]

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس نام سے موسوم کیا ہے جیسا کہ فرمایا یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

اس لیے کہ اللہ جانتا تھا کہ وہ آل محمد پر سلام کو حذف کر دیں گے جس طرح دوسری چیزیں حذف کردی ہیں۔[۴]

اور اس میں رہنمائی ملتی ہے آلِ یٰسٓ کی قرأت کی جانب اور یہ کہ اس سے مراد آل محمد علیہم السلام ہیں۔

۱۳۱- اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ-

ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں

۱۳۲- اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ-

بے شک وہ (الیاس) ہمارے مومن بندوں میں سے تھے

---

(۱) و(۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۹۹

(۳) تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۹۹

(۴) احتجاج ج ۲ ص ۳۷۷

وَ اِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾
اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾
وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَ بِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ ع ۴ ۲۵ ۸
وَ اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾
فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾
فَلَوْ لَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ النصف
فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَ اَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾
وَ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾

۱۳۳- اور یقیناً لوط مُرسلین میں سے ہیں۔
۱۳۴- یاد کیجیے جب ہم نے انھیں اور ان کے سب گھر والوں کو نجات دی تھی۔
۱۳۵- سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔
۱۳۶- پھر دیگر تمام افراد کو ہم نے ہلاک کر ڈالا۔
۱۳۷- صبح کے وقت تم اُن کے اجڑے دیار سے گزرتے ہو۔ ۱۳۸- اور رات کے ہنگام بھی کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔ ۱۳۹- اور یقیناً یونس بھی رسولوں میں سے تھے۔ ۱۴۰- جب وہ ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ کر گئے۔ ۱۴۱- پھر کشتی والوں نے قرعہ ڈالا تو وہ مغلوب ہو گئے۔ ۱۴۲- انھیں مچھلی نے نگل لیا اور وہ ملامت زدہ رہتے۔ ۱۴۳- اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے۔ ۱۴۴- تو دوبارہ زندہ کیے جانے کے دن تک وہ مچھلی کے شکم ہی میں رہتے۔ ۱۴۵- پھر ہم نے انھیں چٹیل میدان میں پھینک دیا جب کہ وہ سقیم تھے۔ ۱۴۶- اور ان پر یقطین (کدّو) کا ایک درخت اگا دیا۔
۱۴۷- اور ہم نے انھیں ایک لاکھ یا کچھ زیادہ افراد کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔
۱۴۸- اور وہ لوگ ایمان لائے اور ہم نے ان لوگوں کو مقررہ وقت تک فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کیا۔

۱۳۳- وَ اِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ- اور یقیناً لوطؑ مُرسلین میں سے ہیں
۱۳۴- اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ- یاد کیجیے جب ہم نے انھیں اور ان کے سب گھر والوں کو نجات دی تھی

۱۳۵- اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ- سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی

۱۳۶- ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ- پھر دیگر تمام افراد کو ہم نے ہلاک کر ڈالا

اس کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے

۱۳۷- وَ اِنَّكُمْ- اور تم اے اہل مکّہ

لَتَمُرُّوْنَ عَلَیْهِمْ- اُن کے اجڑے دیار سے گزرتے ہو

کہا گیا ہے یعنی ان کی رہائش گاہوں کے قریب سے جب تم شام کی تجارت کے لیے سفر کرتے ہو اس لیے کہ جہاں یہ واقعہ ہوا تھا یعنی سَدُوم وہ شام کے راستے میں پڑتا ہے۔(۱)

مُّصْبِحِیْنَ- صبح کے وقت داخل ہوتے ہو۔

۱۳۸- وَ بِالَّیْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ- اور رات کے ہنگام بھی کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تم قرآن کی تلاوت کرتے ہو تو وہاں سے گزرتے ہو جب تم قرآن کی تلاوت کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں قرآن میں جو داستان بیان کی ہے اسے تم پڑھتے ہو۔(۲)

۱۳۹- وَ اِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ- اور یقیناً یونس بھی رسولوں میں سے تھے

۱۴۰- اِذْ اَبَقَ- جب وہ بھاگ کر گئے

اور اِبَاق کی اصل ہے غلام کا مالک سے بھاگ جانا لیکن چوں کہ یونس نے اپنے رب کی اجازت کے بغیر اپنی قوم سے راہ افرار اختیار کی تھی تو ان پر اس لفظ کا بہترین اطلاق ہوتا ہے۔

اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ- ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف

۱۴۱- فَسَاهَمَ- کشتی والوں نے قرعہ اندازی کی

فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ- تو وہ مغلوب ہونے والوں میں سے ہو گئے

مدحضین کا مفہوم ہے جو کامیابی کے مقام سے پھسل جائے

کتاب فقیہ میں امام باقر علیہ السلام سے ایک روایت میں آیا ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام جب لوگوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے تو کشتی سمندر کے گہرے حصّے میں جا کر رک گئی انھوں نے قرعہ اندازی کی تو تین مرتبہ قرعے میں یونسؑ کا نام نکلا، امام علیہ السلام نے فرمایا تو یونس کشتی کے درمیان میں پہنچے تو کیا دیکھا کہ ایک مچھلی اپنا منہ کھولے کھڑی ہے یونسؑ نے خود کو سمندر میں ڈال دیا۔(۳)

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۱ ص ۲۹۹ (۲) الکافی ج ۸ ص ۲۴۸-۲۴۹ ح ۳۴۹ کے ذیل میں

(۳) من لایحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۵۱ ح ۱۷۳ باب ۲۸

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب قوم قرعہ ڈالتی ہے اور امر کو خدا کے سپرد کر دیتی ہے تو اسی کے نام کا قرعہ نکلتا ہے جو حق دار ہوتا ہے اور فرمایا کہ جب معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تو قرعے سے زیادہ مبنی برعدل کون سی چیز ہے کیا خداوند عالم نے ارشاد نہیں فرمایا: فساھَمَ فَکان من المدحَضین۔

اور کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے اسی سے ملتی جلتی روایت موجود ہے۔ ۲

۱۴۲- فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ- انھیں مچھلی نے نگل لیا اور وہ ملامت زدہ رہتے

مُلِيْمٌ کا مفہوم ہے کہ وہ ملامت میں داخل ہو جاتے یا ایسا کام کرتے جس کی بنیاد پر انھیں ملامت کی جاتی یا وہ خود اپنے آپ پر ملامت کرتے تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے قصۂ یونسؑ اور ان کی قوم کے بارے میں سورۂ یونس کی آیت نمبر ۹۸ کے ذیل میں اس کا ابتدائی حصہ بیان کیا جا چکا ہے۔ ۳

امام علیہ السلام نے فرمایا یونس غضب ناک ہوئے تو وہ اللہ کی خاطر غضب ناک ہو کر لاپرواہی سے گزر گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے یہاں تک کہ وہ ساحل سمندر پر پہنچے وہاں ایک کشتی پر سامان لادا جا رہا تھا اور وہ اسے وہاں سے روانہ کرنا چاہتے تھے یونس نے ان سے سوار ہونے کے لیے کہا انھوں نے سوار کر لیا جب وہ سمندر کے وسط میں پہنچے تو اللہ نے ایک عظیم مچھلی بھیج دی جس نے کشتی کو گھیر لیا یونسؑ نے مچھلی کو دیکھا تو بہت خوف زدہ ہوئے اور کشتی کے آخری حصے میں چلے گئے مچھلی ان کے سامنے آ گئی اور اس نے منہ کھول لیا کشتی والوں نے کہا ہم میں کوئی نافرمان ہے اس کے بارے میں قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ یونسؑ کے نام نکلا اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''فساھَمَ فَکان من المدحَضین'' ان لوگوں نے یونسؑ کو نکالا اور انھیں سمندر کے حوالے کر دیا مچھلی نے انھیں نگل لیا اور انھیں پانی میں لے کر چلی گئی۔ ۴

۱۴۳- فَلَوْ لَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ - اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے

مُسَبِّحِيْنَ کے معنیٰ تسبیح کے ذریعے اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے

۱۴۴- لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ - تو دوبارہ زندہ کیے جانے کے دن تک وہ مچھلی کے شکم ہی میں رہتے

۱۴۵- فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ - پھر ہم نے انھیں چٹیل میدان میں پھینک دیا

ایسی خالی جگہ پر جہاں نہ درخت تھے اور نہ ہی نباتات

وَهُوَ سَقِيْمٌ- جب کہ وہ سقیم (بیمار) تھے

جو کچھ مچھلی کے شکم میں ان پر گزری تھی اس کی وجہ سے

۱۴۶- وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ- اور ان پر یقطین (کدّو) کا ایک درخت اگا دیا

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ ج ۳ ص ۵۲ ح ۱۷۵ (۲) الکافی ج ۷ ث ۱۸۸ ح ۳

(۳) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۱۸ (۴) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۱۸

یَقْطِیْنٍ وہ درخت ہے جو زمین پر پھیل جاتا ہے اور تنے پر کھڑا نہیں ہوتا تفسیر میں ہے فرمایا کہ وہ ''دُبّاء'' ہے یعنی کدّو۔ ۱

۱۴۷- وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ-

اور ہم نے انھیں ایک لاکھ افراد یا کچھ زیادہ افراد کی طرف رسول بنا کر بھیجا

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ یَزِیْدُوْنَ سے مراد تیس ہزار افراد ہیں۔ ۲

۱۴۸- فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِیْنٍ-

اور وہ لوگ ایمان لائے اور ہم نے ان لوگوں کو مقررہ وقت تک فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کیا

اِلٰى حِیْنٍ سے مراد ہے ان کے لیے طے شدہ مدّت

تفسیر قمیؒ میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ مچھلی یونسؑ کو لے کر زمین کے تمام حصّوں اور سمندروں میں چکر لگاتی رہی اور وہ قارون کے پاس سے گزری یہاں تک کہ یونسؑ نے اللہ کو پکارا جیسا کہ قرآن نے بیان کیا ہے فَنَادٰى فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (انبیا: ۸۷) ان کا ذکر سورۂ قصص کی آیت ۸۱ کے ذیل میں پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی اور مچھلی کو حکم دیا کہ انھیں اُگل دے لہٰذا اس نے سمندر کے ساحل پر انھیں اگل دیا۔ ان کی کھال اور ان کا گوشت گل چکا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر کدّو کا درخت اُگا دیا جس نے ان پر سورج سے سایہ فراہم کیا تو انھیں سکون ملا پھر اللہ نے درخت کو حکم دیا تو وہ ان سے ذرا دور چلا گیا اور دھوپ ان پر پڑی تو وہ جزع وفزع کرنے لگے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی کی اے یونسؑ تم نے ایک لاکھ یا اس سے زائد افراد پر رحم کیوں نہ کھایا اور تم ایک ساعت کی تکلیف سے کراہ رہے ہو یونسؑ نے کہا اے میرے رب مجھے معاف کر دے مجھے معاف کر دے اللہ نے ان کا جسم انھیں لوٹا دیا وہ اپنی قوم کی طرف واپس آئے اور قوم ان پر ایمان لائی۔ ۳

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام شکم ماہی میں تین دن ٹھہرے رہے اور انھوں نے ظلمات (اندھیروں) میں یعنی شکم ماہی میں رات کی تاریکی میں اور سمندر کے اندھیرے میں پکارا: اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (انبیاء ۸۷) تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو مستجاب (قبول) کیا مچھلی سمندر کی گہرائی سے نکال کر انھیں ساحل تک لائی پھر انھیں پھینکا اور ساحل پر انھیں ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ''یَقْطِیْنٍ'' (کدّو) کا ایک درخت اُگا دیا وہ اسی کو چوستے اور اس درخت اور اس کے پتوں کا سایہ کرتے ان کے بال گر گئے تھے اور ان کی کھال نرم ہو چکی تھی اور حضرت یونس علیہ السلام رات دن تسبیح

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۷ (۲) الکافی ج ۱ ص ۱۷۲-۱۷۵ ح ۱ (۳) تفسیر قمیؒ ج ۱ ص ۳۱۹

پروردگار اور ذکر خداوندی میں مصروف رہتے۔

جب ان میں قوت آ گئی اور کچھ توانا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک کیڑے کو بھیجا جس نے نیچے سے شجر ''یقطین'' کو کھا لیا تو اس طرح درخت کدّو مُرجھا گیا پھر خشک ہو گیا یونس پر یہ امر نہایت شاق گزرا اور وہ غمگین ہو گئے اللہ نے ان کی طرف وحی کی اے یونسؑ تمھارے حزن و ملال کا سبب کیا ہے؟ یونسؑ نے کہا اے میرے رب یہ درخت تھا جو مجھے فائدہ پہنچا رہا تھا تو نے اس پر کیڑے کو مسلط کر دیا اور وہ سوکھ گیا اللہ نے ارشاد فرمایا اے یونس تم ایک درخت کی وجہ سے حزین ہو گئے نہ تم نے جسے بویا نہ ہی سیراب کیا اور نہ ہی اس سے مدد چاہی یہاں تک کہ جب تم اس سے مستغنی ہو گئے تو وہ خشک ہو گیا تمھیں اہل نینوٰی کے بارے میں کوئی حزن و ملال نہ ہوا جن کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی تم نے یہ چاہا کہ ان پر عذاب نازل ہو جائے؟ دیکھو، اہل نینوٰی ایمان لا چکے ہیں اور انھوں نے تقویٰ اختیار کر لیا ہے تم ان کی طرف واپس جاؤ۔

یونس علیہ السلام اپنی قوم میں واپس آئے جب نینوی سے قریب ہوئے تو انھیں وہاں داخل ہوتے شرم محسوس ہوئی تو ان کی ملاقات ایک چرواہے سے ہوئی انھوں نے اس سے کہا کہ تم نینوی والوں کے پاس جا کر کہو کہ یونسؑ یہاں آ گئے ہیں چرواہے نے کہا تمھیں جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آ رہی یونسؑ تو سمندر میں ڈوب گئے اور چلے گئے یونسؑ نے اس سے کہا یہ بکری ہے جو تمھارے لیے گواہی دے گی کہ میں یونسؑ ہوں بکری نے گواہی دی کہ یہ یونسؑ ہیں جب چرواہا اپنی قوم میں واپس آیا اور انھیں یونسؑ کے بارے میں بتلایا۔ انھوں نے چرواہے کو پکڑ لیا اور اسے زدوکوب کرنے کا ارادہ کیا اس نے کہا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں میرے پاس اس کا ثبوت ہے انھوں نے کہا تمھاری گواہی کون دے گا اس نے کہا یہ بکری گواہی دے گی بکری نے گواہی دی کہ چرواہا جو کچھ کہہ رہا ہے وہ درست ہے اور اللہ نے یونسؑ کو تمھاری طرف پلٹا دیا ہے لوگوں نے نکل کر یونسؑ کو تلاش کرنا شروع کیا۔ انھوں نے یونسؑ کو پا لیا انھیں لے کر آئے اور ان پر ایمان لے آئے اور ان کا ایمان نہایت عمدہ رہا اللہ نے ایک عرصے تک انھیں زندگی گزارنے کا موقع فراہم کیا یعنی مرتے وقت تک، اور ان لوگوں کو اس عذاب سے محفوظ رکھا۔[۱]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۱۹۔۳۲۰

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَ لَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾
اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّ هُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾
اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾
اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾
اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾
فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَ جَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَ
لَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾
اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾
مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾
وَ مَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾
وَ اِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

۱۴۹- پھر ذرا ان لوگوں سے پوچھیے کیا تمھارے رب کے لیے تو بیٹیاں ہوں اور خود ان کے لیے بیٹے ہوں؟ ۱۵۰- کیا واقعی ہم نے ملائکہ کو مؤنث بنایا ہے اور یہ گواہ تھے؟
۱۵۱- آگاہ ہو جاؤ یہ لوگ جھوٹ گھڑ کے اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں۔
۱۵۲- کہ اللہ اولاد رکھتا ہے۔ اور فی الواقع یہ جھوٹے ہیں۔
۱۵۳- کیا اللہ نے بیٹوں کے بجائے بیٹیاں اپنے لیے پسند کر لی ہیں؟
۱۵۴- تمھیں کیا ہو گیا ہے تم کیسے فیصلے کر رہے ہو۔ ۱۵۵- کیا پھر تم غور نہیں کرتے؟
۱۵۶- یا یہ کہ تمھارے پاس کوئی واضح دلیل ہے۔ ۱۵۷- لہٰذا اپنی کتاب لے آؤ اگر تم سچے ہو۔
۱۵۸- اور انھوں نے اللہ اور جنات کے درمیان نسبی رشتہ قرار دیا ہے۔ حال آں کہ جِنّات کو علم ہے کہ وہ لوگ مجرم کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں۔
۱۵۹- یہ لوگ جو اللہ کی صفات بیان کر رہے ہیں اللہ اُن سے پاک ہے۔

۱۶۰–سوائے اللہ کے منتخب بندوں کے (وہ ایسی بات نہیں کرتے)۔ ۱۶۱–اے مشرکو! تم اور وہ جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ ۱۶۲–ان مخلص بندوں کو اللہ کے خلاف بہکا نہیں سکتے۔ ۱۶۳–مگر صرف اسی کو جو جہنم کی آگ میں جھلسنے والا ہے۔ ۱۶۴–اور (فرشتے کہتے ہیں) ہم میں سے تو ہر ایک کا مقام مقرر ہے۔ ۱۶۵–اور ہم (اللہ کے حضور) صف بستہ کھڑے ہونے والے ہیں۔
۱۶۶–اور ہم ہی اللہ کی تسبیح کرنے والے ہیں۔

۱۴۹–فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ–
پھر ذرا ان لوگوں سے پوچھیے کیا تمھارے رب کے لیے تو بیٹیاں ہوں اور خود ان کے لیے بیٹے ہوں؟
تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا کہ قریش یہ کہتے تھے کہ فرشتے تو اللہ کی بیٹیاں ہیں اللہ نے ان کی بات کو رد فرمایا ہے۔(۱)

۱۵۰–اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ–
کیا واقعی ہم نے فرشتوں کو بصورتِ مؤنث خلق کیا ہے اور یہ گواہ تھے؟
اس لیے کہ اس قسم کی معرفت سوائے مشاہدے کے حاصل نہیں ہوسکتی

۱۵۱–اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ–
آگاہ ہو جاؤ یہ لوگ جھوٹ گھڑ کے اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں

۱۵۲–وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ–
کہ اللہ اولاد رکھتا ہے اور فی الواقع یہ جھوٹے ہیں
کہ اس قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں

۱۵۳–اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ–
کیا اللہ نے بیٹوں کے بجائے بیٹیاں اپنے لیے پسند کر لی ہیں؟
یہ استفہام انکاری ہے اور استبعادی یعنی ایسا ہونا بعید از عقل ہے اور چوں کہ بعد کی آیت میں ''ام'' آرہا ہے تو اس لفظ کو ہمزہ کے زیر کے ساتھ یعنی ''اِصْطَفٰی'' پڑھا گیا ہے یا بات مضمر ہے یعنی وہ لوگ اپنے اس قول میں جھوٹے ہیں کہ اللہ نے پسند کر لیا۔

۱۵۴–مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ– تمھیں کیا ہوگیا ہے تم کیسے فیصلے کر رہے ہو
عقل جسے تسلیم نہیں کرتی

۱۵۵–اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ– کیا پھر تم غور نہیں کرتے

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۷

کہ اللہ ان تمام باتوں سے منزّہ اور پاک و پاکیزہ ہے

۱۵۶- اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ- یا یہ کہ تمھارے پاس کوئی واضح دلیل ہے؟

یعنی آسمان سے تم پر کوئی واضح دلیل نازل ہوئی ہے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں

۱۵۷- فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ- تو تم اپنی کتاب لے آؤ اگر تم سچّے ہو

ایسی کتاب جو تم پر نازل ہوئی ہو اگر تم اپنے دعوے میں سچّے ہو

۱۵۸- وَ جَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ - اور انھوں نے اللہ اور جنّات کے درمیان نسبی رشتہ قرار دیا ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ انھوں نے یہ کہا ہے کہ جنّات اللہ کی بیٹیاں ہیں۔(۱)

اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں انھیں پوشیدہ ہونے کی وجہ سے لفظ جن سے تعبیر کیا گیا ہے۔(۲)

اور کہا گیا انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جِنّات سے مَصَاہَرت (سسرالی رشتہ) قائم کی تو اس سے فرشتے وجود میں آ گئے۔(۳)

اور کہا گیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ اللہ اور شیطان دونوں رشتہ اخوّت میں منسلک ہیں ظالم لوگ جو باتیں بنا رہے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے بلند و بالا ہے۔(۴)

وَ لَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ-

حال آں کہ جنات کو علم ہے کہ وہ لوگ مجرم کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں

اِنَّهُمْ سے مراد ہے مشرکین

لَمُحْضَرُوْنَ حاضر کیے جائیں گے

تفسیر قمیؒ میں ہے یعنی انھیں آتشِ جہنم میں پیش کیا جائے گا۔(۵)

۱۵۹- سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ- یہ لوگ جو اللہ کی صفات بیان کر رہے ہیں اللہ اُن سے پاک ہے

یعنی اولاد اور نسب کی باتوں سے اللہ پاک اور منزّہ ہے

۱۶۰- اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ- سوائے اللہ کے منتخب بندوں کے (وہ ایسی باتیں نہیں کرتے)

۱۶۱- فَاِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ- اے مشرکو! تم اور وہ جن کی تم عبادت کرتے ہو

دوبارہ ان سے مخاطب ہوا ہے

۱۶۲- مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ- تم ان مخلص بندوں کو اللہ کے خلاف بہکا نہیں سکتے

فاتنین کے معنیٰ بہکا کر لوگوں میں فساد پیدا کرنا

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۷ (۲) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۶۱

(۳) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۶۰ وانوار التنزیل ج ۲ ص ۳۰۱ (۴)

(۵) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۲۷

۱۶۳- اِلَّا مَنۡ هُوَ صَالِ الۡجَحِيۡمِ- مگر صرف اسی کو جو جہنم کی آگ میں جھلسنے والا ہے

مگر وہ جس کے بارے میں پہلے سے علم الٰہی میں ہے کہ وہ لامحالہ جہنّم والوں میں سے ہے

۱۶۴- وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعۡلُوۡمٌ- اور (فرشتے کہتے ہیں) ہم میں سے تو ہر ایک کا مقام مقرر ہے

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ یہ آیت آل محمد علیہم السلام میں تمام ائمہ اور اولیاء کے لیے نازل ہوئی ہے۔[۱]

اور کہا گیا ہے کہ یہ گفتگو ملائکہ کا اعترافِ عُبُودیت (بندگی) ہے تا کہ جو ان کی عبادت کرتے ہیں ان کا رد کیا جائے اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقام مقرر ہے معرفت اور عبادت میں اور تدبیر عالم میں امر خداوندی کے منتہی ہونے تک۔[۲]

کہا گیا ہے کہ یہ احتمال بھی ہے کہ اللہ کے قول ''سبحان اللہ'' سے فرشتوں کے قول کی حکایت (نقل قول) ہو۔[۳]

۱۶۵- وَّ اِنَّا لَنَحۡنُ الصَّآفُّوۡنَ- اور ہم اللہ کے حضور صف بستہ کھڑے ہونے والے ہیں

اطاعت کی بجا آوری کے لیے اور خدمت کے مقامات پر

۱۶۶- وَ اِنَّا لَنَحۡنُ الۡمُسَبِّحُوۡنَ- اور ہم ہی اللہ کی تسبیح کرنے والے ہیں

ہم اللہ کو ان تمام باتوں سے مُنزّہ تسلیم کرتے ہیں جو اس کے شایان شان نہیں ہیں اور شاید صَآفُّوۡن اطاعت میں ان کے درجات کی طرف اشارہ ہو اور مُسَبِّحُوۡنَ سے معرفت کا بیان کرنا مقصود ہو۔ کتاب نہج البلاغہ میں ملائکہ کے وصف میں یہ موجود ہے۔

صافّون لایتزایلون، و مُسبّحون لایسامون وہ ایسے صف باندھے ہوئے ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتی اور ایسی تسبیح کرنے والے ہیں جو تسبیح کرتے ہوئے تھکتے نہیں۔[۴]

تفسیر قمیؒ میں ہے جبرئیل نے کہا ''یا محمد انّا لنحن الصّافون و انا لنحن المُسبّحون''

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک ہم ہی صف باندھے کھڑے ہیں اور ہم ہی تسبیح الٰہی میں مصروف ہیں۔[۵]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے ہم نور کی حیثیت سے عرش کے گرد صف باندھے ہوئے تسبیح میں مشغول تھے آسمان والوں نے ہماری تسبیح سے تسبیح کرنا سیکھی یہاں تک کہ ہم زمین پر آئے ہم نے تسبیح کی تو زمین والوں نے ہم سے تسبیح سیکھی وَّ اِنَّا لَنَحۡنُ الصَّآفُّوۡنَ وَ اِنَّا لَنَحۡنُ الۡمُسَبِّحُوۡنَ اور بے شک ہم صف باندھے ہوئے ہیں اور ہم ہی تسبیح کرنے میں مصروف ہیں۔[۶]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۷-۲۲۸
(۲) انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۰۲
(۳) انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۰۲
(۴) نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱
(۵) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۷
(۶) تفسیر قمیؒ ح ۲ ص ۲۲۸

وَ اِنۡ كَانُوۡا لَيَقُوۡلُوۡنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوۡ اَنَّ عِنۡدَنَا ذِكۡرًا مِّنَ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۶۸﴾
لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوۡا بِهٖ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۷۰﴾
وَ لَقَدۡ سَبَقَتۡ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمۡ لَهُمُ الۡمَنۡصُوۡرُوۡنَ ﴿۱۷۲﴾
وَ اِنَّ جُنۡدَنَا لَهُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ حَتّٰى حِيۡنٍ ﴿۱۷۴﴾
وَّ اَبۡصِرۡهُمۡ فَسَوۡفَ يُبۡصِرُوۡنَ ﴿۱۷۵﴾

۱۶۷- اور بلاشبہ وہ (کفار) کہتے تھے۔
۱۶۸- کاش ہمارے پاس اگلے لوگوں جیسی کتابِ نصیحت ہوتی۔
۱۶۹- تو ہم اللہ کے برگزیدہ بندے ہوتے۔
۱۷۰- (مگر جب وہ کتاب آ گئی) تو انھوں نے اس کتاب کا انکار کر دیا عن قریب وہ جان لیں گے۔
۱۷۱- اور درحقیقت ہمارا وعدہ ہمارے مُرسل بندوں کے لیے پہلے ہی صادر ہو چکا ہے۔
۱۷۲- یقیناً ان کی مدد کی جائے گی۔
۱۷۳- اور ہمارا لشکر ہی غالب ہو کر رہے گا۔
۱۷۴- پس اے نبی آپ ایک مدّت تک اُن سے منہ موڑ لیجیے۔
۱۷۵- اور انھیں دیکھتے رہیے عن قریب وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

۱۶۷- وَ اِنۡ كَانُوۡا لَيَقُوۡلُوۡنَ-
اور بلاشبہ وہ (مشرکین) کہتے تھے
اس سے مراد مشرکینِ قریش ہیں
۱۶۸- لَوۡ اَنَّ عِنۡدَنَا ذِكۡرًا مِّنَ الۡاَوَّلِيۡنَ-
اے کاش ہمارے پاس اگلے لوگوں جیسی کتابِ نصیحت ہوتی
ان کتابوں میں سے ایک کتاب جو اُن لوگوں کی طرف نازل ہوئی تھیں
۱۶۹- لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ-
تو ہم اللہ کے برگزیدہ بندے ہوتے
ہم اپنی عبادت اللہ کے لیے مخصوص کر دیتے اور عبادت گزاروں کی مخالفت نہ کرتے۔

۱۷۰- فَكَفَرُوْا بِهٖ- (مگر جب وہ کتاب آ گئی) تو انھوں نے اس کتاب کا انکار کر دیا

جب وہ ذکر ان کے پاس آ گیا جو تمام اذکار میں اشرف ہے اور ان اذکار کا حفاظت کرنے والا ہے تو انھوں نے اس کا انکار کر دیا۔ تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے اس سے مراد کفارِ قریش ہیں جو یہ کہا کرتے تھے: قاتل اللہ الیھود والنصاری کیف کذّبوا انبیاءھم

اللہ یہود و نصاریٰ پر اللہ کی مار پڑے انھوں نے اپنے نبیّوں کو کیسے جھٹلایا؟

خدا کی قسم اگر ہمارے پاس اولین جیسی کتاب نصیحت ہوتی تو ہم اللہ کے مخلص بندے ہوتے تو اس کے جواب میں اللہ فرما رہا ہے ''فَكَفَرُوْا بِهٖ'' کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ذکر (کتاب) کو لے کر آئے تو انھوں نے اسے جھٹلا دیا۔[۱]

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ- عن قریب وہ جان لیں گے

کہ ان کے انکار کا انجام کیا ہوا۔

۱۷۱- وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ-

اور درحقیقت ہمارا وعدہ ہمارے مُرسل بندوں کے لیے پہلے ہی صادر ہو چکا ہے

یعنی ہم نے ان سے نُصرت اور غلبہ کا وعدہ کیا ہے اور وہ قولِ خداوندی ہے۔

۱۷۲- اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ- یقیناً وہی لوگ ہیں جن کی مدد کی جائے گی

۱۷۳- وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ- اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب ہو کر رہے گا

۱۷۴- فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ- پس اے نبی آپ ایک مدّت تک اُن سے منہ موڑ لیجیے

وہ وقت وعدہ ہے جب آپ کو ان پر نصرت حاصل ہوگی کہا گیا ہے اس سے مراد غزوۂ بدر ہے۔[۲]

اور کہا گیا ہے کہ یہ فتحِ مکّہ کا دن ہے۔[۳]

۱۷۵- وَّاَبْصِرْهُمْ- اور آپ ملاحظہ فرمائیے

جو کچھ انھیں اس وقت پہنچے گا اور امر کا صیغہ اس لیے لایا گیا کہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ بہت نزدیک ہے گویا کہ سامنے آ گیا ہے۔

فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ-

عن قریب وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے

کہ ہم نے اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی مدد و نصرت کا جو فیصلہ کیا ہے اور آخرت میں بے پایاں ثواب ہے اور لفظ ''سوف'' متنبہ کرنے کے لیے ہے، دوری کے لیے نہیں۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۲۷ (۲) و (۳) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۰۲

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾
وَ تَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّ اَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾
سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾
وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ ع ۵ ۴۴ ۹

۱۷۶- کیا وہ ہمارے عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں۔
۱۷۷- پھر جب وہ ان کے صحن میں نازل ہوگا تو ڈرائے جانے والے لوگوں کی صبح نہایت بری ہوگی۔
۱۷۸- اے نبی آپ ایک مدّت تک ان سے منہ موڑ لیجیے۔
۱۷۹- اور دیکھتے رہیے یہ لوگ عن قریب خود ہی دیکھ لیں گے۔
۱۸۰- آپ کا رب عزّت کا مالک اُن باتوں سے پاک ہے جو وہ (مشرک) بیان کرتے ہیں۔
۱۸۱- اور تمام رسولوں پر سلام ہے۔
۱۸۲- اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو عالمین کا پروردگار ہے۔

۱۷۶- اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ-

کیا وہ ہمارے عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں

روایت ہے کہ جب یہ آیت ''فسوف یبصرون'' نازل ہوئی تو انھوں نے کہا ''مَتٰی ھٰذا'' یہ کب ہوگا تو پھر یہ آیت نازل ہوئی: فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ [۱]

۱۷۷- فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ-

پھر جب وہ ان کے صحن میں نازل ہوگا

یعنی جب عذاب ان کے صحن میں نازل ہوگا اسے تشبیہ دی ہے ایک ایسے لشکر سے جو اندھا دھند ٹوٹ پڑا ہو اور اس نے اچانک ان کے صحن میں ڈیرے ڈال دیے ہوں۔

فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ-

تو ڈرائے جانے والے لوگوں کی صبح نہایت بری ہوگی

کہا گیا ہے کہ لفظ ''صَبَاح'' مستعار ہے ''صباح الجیش'' سے جو عذاب نازل ہوتے وقت شب بسر کر رہا تھا اور چوں کہ حملے اور تباہی صبح کے وقت اکثر ہوتی ہے لہٰذا حملے کو ''صَبَاح'' کہا گیا چاہے وہ کسی اور وقت ہی کیوں نہ ہو۔ [۲]

(۱) انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۰۲ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۰۲

۱۷۸-وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ-

اور اے نبی آپ ایک مدّت تک ان سے منہ موڑ لیجیے

۱۷۹-وَّ اَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ-

اور دیکھتے رہیے یہ لوگ عن قریب خود ہی دیکھ لیں گے

یہ تاکید در تاکید ہے اور قید لگانے کے بعد مطلق بیان کیا ہے اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھیں گے اور وہ لوگ دیکھیں گے ذکر جس کا احاطہ نہیں کرسکتا طرح طرح کی مسرتیں اور نوع بہ نوع مصیبتیں، یا پہلی مرتبہ ''اَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ'' عذاب دنیا کے لیے آیا ہے اور دوسری مرتبہ عذاب آخرت کے لیے آیا ہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے ''فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ'' سے مراد وہ عذاب ہے جو بنی امیہ اور ان کے پیروکاروں پر آخری زمانے میں نازل ہوگا۔[۱]

فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ

عن قریب وہ دیکھ لیں گے فرمایا دیکھیں گے جب دیکھنا منفعت بخش نہ ہوگا۔[۲]

فرمایا یہ صاحبانِ قبلہ میں سے شبہات اور ضلالات (گمراہیوں والے) والے لوگ ہیں۔[۳]

۱۸۰-سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ-

آپ کا رب عزّت کا مالک ان باتوں سے پاک ہے جو وہ مشرک بیان کرتے ہیں

کتاب توحید میں امام باقر علیہ السلام سے مروی کہ اللہ جس کا ذکر اعلیٰ وارفع ہے وہ موجود تھا اور اس کے علاوہ کچھ اور نہ تھا اور وہ غالب اور طاقت ور ہے اس کی عزت سے پہلے کوئی عزیز نہ تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ[۴]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔[۵]

۱۸۱-وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ-

اور تمام رسولوں پر سلام ہو

بعض رسولوں کو مخصوص سلام کے بعد عمومی طور سے مرسلین کے لیے سلام ہے

۱۸۲-وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ-

اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو عالمین کا پروردگار ہے

جس اللہ نے ان رسولوں اور ان کے متبعین پر نعمتوں کا فیضان کیا ہے اور ان کے انجام کو بہترین بنایا ہے اور

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۷ (۲) و (۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۷

(۴) کتاب توحید ص ۶۶-۶۷ ح ۲۰ باب ۲ (۵) الکافی ج ۸ ص ۹۴ ح ۶۷

اس میں مومنین کو سکھایا گیا ہے کہ وہ کس طرح حمد باری کریں اور اس کے رسولوں پر سلام کریں۔

کتاب کافی میں امیر المومنین علیہ اسلام سے مروی ہے کہ جو شخص پورا پورا ناپ تول کرنا چاہتا ہے تو جب وہ اپنی نشست سے اٹھنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ تین آیتیں

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ پڑھے۔[۱]

کتاب فقیہ اور مجمع البیان میں اسی سے ملتی جلتی روایت موجود ہے۔[۲]

کتاب ثواب الاعمال اور مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کے روز سورۃ الصافات کی تلاوت کرے گا تو وہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا اور دنیاوی زندگی میں ہر مصیبت اس سے دور کر دی جائے گی اور دنیا میں اسے وسیع ترین رزق عطا کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے مال، اس کی اولاد اور اس کے بدن میں ہر شیطان رجیم کی جانب سے کسی قسم کی بُرائی کو قریب نہیں آنے دے گا اور نہ ہی کسی ظالم و جابر اور دشمن خدا سے کسی مصیبت کو نزدیک آنے دے گا اور اگر اس سورت کی تلاوت کرنے والا اسی دن یا اس رات میں مر جائے گا تو اللہ اسے شہید کی حیثیت سے مبعوث کرے گا اور اس کی موت شہید کی موت ہوگی اور وہ اسے دیگر شہداء کے ساتھ جنت کے درجے میں داخل کرے گا۔[۳]

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب بھی سورۃ صافات کو موت کی کسی تکلیف کے وقت پڑھا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی راحت میں نہایت عجلت سے کام لیا۔[۴]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۴۹۶ ح ۳ (۲) من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۲۱۳ ح ۹۵۴ ومجمع البیان ج ۷–۸ ص ۴۶۳

(۳) ثواب الاعمال ص ۱۱۲ ح ۱ ومجمع البیان ج ۷–۸ ص ۴۳۶ (۴) الکافی ج ۳ ص ۱۲۶ ح ۵

سورۂ صٓ

سورۂ ص مکی سورۂ ہے اور اس سورہ میں آیتوں کی تعداد ۸۸ ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صٓ وَالۡقُرۡاٰنِ ذِی الذِّکۡرِ ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ عِزَّۃٍ وَّ شِقَاقٍ ﴿۲﴾
کَمۡ اَہۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ فَنَادَوۡا وَّلَاتَ حِیۡنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾
وَ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَہُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡہُمۡ ۫ وَ قَالَ الۡکٰفِرُوۡنَ ہٰذَا سٰحِرٌ
کَذَّابٌ ﴿۴﴾ اَجَعَلَ الۡاٰلِہَۃَ اِلٰہًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ ہٰذَا لَشَیۡءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾
وَانۡطَلَقَ الۡمَلَاُ مِنۡہُمۡ اَنِ امۡشُوۡا وَ اصۡبِرُوۡا عَلٰۤی اٰلِہَتِکُمۡ ۚ اِنَّ ہٰذَا لَشَیۡءٌ
یُّرَادُ ﴿۶﴾ مَا سَمِعۡنَا بِہٰذَا فِی الۡمِلَّۃِ الۡاٰخِرَۃِ ۚ اِنۡ ہٰذَاۤ اِلَّا اخۡتِلَاقٌ ﴿۷﴾

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے۔

۱-صٓ قسم ہے اس قرآن کی جو نصیحت کرنے والا ہے۔

۲- بلکہ جنھوں نے اسے ماننے سے انکار کیا وہ بڑائی اور مخالفت میں پڑے ہیں۔

۳-ہم ان سے پہلے ایسی کئی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں وہ چیخ و پکار کرتے رہے لیکن چھٹکارے کا وقت نہ تھا۔

۴-انھیں اس بات پر تعجب ہوا کہ ڈرانے والا خود انھیں میں سے آ گیا اور کافروں نے کہا یہ بڑا جھوٹا جادوگر ہے۔

۵-اس نے سارے خداؤں کو ملا کر ایک خدا بنا ڈالا یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

۶- ان میں سے سرداران قوم یہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو یہ بات کسی خاص مقصد کے لیے پیش کی جارہی ہے۔

۷-ہم نے یہ بات پچھلی ملتوں میں سے کسی سے نہیں سنی یہ تو من گھڑت معلوم ہوتی ہے۔

۱-صٓ - صَاد

صٓ اس حرف کی تاویل پہلے بیان کی جا چکی ہے

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ''ص'' ایک ایسا چشمہ ہے جو عرش

کے نیچے سے ابل رہا ہے اور یہی وہ چشمہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج پر تشریف لے جاتے وقت اس سے وضو کیا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام ہر روز اس میں ایک بار داخل ہوتے ہیں اور اس میں غوطہ لگاتے ہیں پھر اس سے نکل کر اپنے پروں کو جھاڑتے ہیں ان کے پروں سے جو بھی قطرہ گرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ایک فرشتے کو خلق فرما دیتا ہے جو اللہ کی تسبیح اور تقدیس اور قیامت تک اس کی حمد کرتا رہے گا۔ (۱)

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے حدیث معراج کے ذیل میں مروی ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی اے محمد آپ ''صٰادٓ'' کے قریب آئیں اور اپنے جائے سجدہ کو اس سے دھوئیں اور اسے پاک کریں اور اپنے رب کی نماز پڑھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''صٰاد'' کے قریب تشریف لے گئے اور یہ وہ پانی ہے جو عرش کے داہنی ستون سے جاری ہوا ہے۔ (۲)

کتاب علل میں امام کاظم علیہ السلام سے ایک حدیث کے ذیل میں مروی ہے جس میں دریافت کیا گیا کہ فرمائیے کہ صاد کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس سے غسل کرنے کا حکم دیا گیا؟ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب معراج پر لے جایا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا یہ ایک چشمہ ہے جو عرش کے ارکان میں سے ایک رکن سے جاری ہوتا ہے جسے مَاءِ حَیات (زندگی کا پانی) کہا جاتا ہے اور وہ وہی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ (۳)

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اللہ تعالیٰ نے جس کی قسم کھائی ہے۔ (۴)

وَ الْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ۔ قسم ہے اس قرآن کی جو نصیحت کرنے والا ہے

صاد پر عطف کر کے قسم کھائی گئی ہے اور اس کا جواب محذوف ہے یعنی یہ قرآن حق ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے: بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّ شِقَاقٍ

۲- بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّ شِقَاقٍ۔

بلکہ جنھوں نے اسے ماننے سے انکار کیا وہ بڑائی اور مخالفت میں پڑے ہیں

یعنی جنھوں نے قرآن کا انکار کیا اس لیے نہیں کیا کہ اس میں کسی قسم کا خلل موجود ہے بلکہ انکار کرنے والوں نے حق سے تکبّر کیا ہے اور انھیں اللہ اور اس کے رسول سے اختلاف ہے اسی وجہ سے انھوں نے قرآن کا انکار کیا ہے۔

تفسیر قمّی میں ہے کہ وہ قسم ہے اور اس کا جواب ''بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا'' ہے اور جو کچھ ہم نے کہا ہے یہ اس

---

(۱) معانی الاخبار ص ۲۲ ح ۱ (۲) الکافی ج ۳ ص ۴۸۵ حدیث نمبر ۱ کا ایک حصہ
(۳) علل الشرائع ص ۳۳۴-۳۳۵ حدیث نمبر ۱ کے ذیل میں باب ۲۲ (۴) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۶۵

جانب رجوع کرتا ہے۔[۱]

۳- كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ-

ہم ان سے پہلے ایسی کئی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں

ان لوگوں نے بر بنائے تکبر وغرور اور اختلاف کے سبب جو اس قرآن کا انکار کیا ہے اس بارے میں اُن کے لیے ایک طرح کی وعید (ڈراوا، دھمکی) ہے۔

فَنَادَوْا - انھوں نے بڑی چیخ و پکار کی، فریاد کی

وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ - لیکن چھٹکارے کا وقت نہ تھا

یعنی نہ تو نجات کا وقت رہا تھا اور نہ ہی فرار کا ''لَاتَ'' میں ''تا'' تاکید کی وجہ سے بڑھائی گئی۔

۴- وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ -

اُنھیں اس بات پر تعجب ہوا کہ ڈرانے والا خود اُنھیں میں سے آ گیا

مِّنْهُمْ سے مراد ہے ان جیسا بشر

وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ -

اور کافروں نے کہا یعنی انکار کرنے والوں نے کہا

ضمیر کی جگہ لفظ ''کافرون'' لاکر ان پر غضب اور ان کی مذمت کو واضح کیا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کے انکار نے انھیں یہ بات کہنے کی جسارت دلائی۔

هٰذَا سٰحِرٌ - یہ معجزے کے طور پر جو کچھ دکھا رہا ہے گویا کہ یہ جادوگر ہے

كَذَّابٌ - اور یہ جو کچھ اللہ کے بارے میں کہہ رہا ہے اس میں جھوٹا ہے۔

۵- اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ -

اس نے سارے خداؤں کو ملا کر ایک خدا بنا ڈالا

اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ - یہ تو بڑی عجیب بات ہے

یہ تو بڑی تعجب خیز ہے ہمارے آباؤ اجداد جس کے مطابق عمل کر رہے تھے یہ سراسر اس کے خلاف ہے

۶- وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ -

ان میں سے سردارانِ قوم ایک دوسرے سے یہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے

اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ -

کہ چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۸

یعنی ان معبودوں کی عبادت کرتے ہو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو تمھارے لیے منفعت بخش نہیں ہوگی

اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ-

یہ بات کسی خاص مقصد کے لیے پیش کی جارہی ہے

کہا گیا ہے کہ یعنی اس چیز کا تعلق گردش زمانہ سے ہے اس سے ہمیں مراد لیا گیا ہے۔اس کی طرف پلٹنا مشکل ہے۔(۱)

اور کہا گیا ہے کہ یہ جس چیز کا دعویٰ کررہے ہیں اس کا تعلق ریاست سے ہے اور عرب پر بلندی حاصل کرنی ہے ہر شخص کا یہی منشا ہے۔(۲)

۷- مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا -

ہم نے یہ بات نہیں سنی

یعنی جو بات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے ہیں

فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ -

پچھلی ملتوں میں سے کسی سے

یعنی وہ ''ملتین'' ہمارے آباؤ اجداد نے جنھیں پایا تھا

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ-

یہ تو من گھڑت معلوم ہوتی ہے

یہ ایک طرح کا جھوٹ ہے جسے انھوں نے گھڑ لیا ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ آیت مکّہ مکرّمہ میں نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکّہ مکرمہ میں اپنی دعوت کا اظہار کیا تو قریش حضرت ابوطالب علیہ السلام کے پاس مجتمع ہوئے اور انھوں نے کہا اے ابوطالب تمھارے بھتیجے نے ہمارے خوابوں کو حماقت قرار دیا، ہمارے معبودوں کو وشنام (گالی) دی اور ہمارے جوانوں کو خراب کر دیا اور ہماری جماعت کو منتشر کر دیا اگر مفلسی نے انھیں اس بات پر آمادہ کیا ہے تو ہم اُن کے لیے مال جمع کریں گے یہاں تک کہ وہ قریش کے غنی ترین فرد بن جائیں گے اور ہم انھیں اپنا حاکم بھی بنا دیں گے۔

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس امر سے مطلّع کیا یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر وہ لوگ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تو مجھے یہ نہیں چاہیے البتہ وہ مجھے ایک کلمہ دے دیں جس سے وہ عرب کے حاکم بن جائیں گے اور اس کی وجہ سے عجم بھی ان کا مطیع و منقاد ہو جائے گا اور وہ جنت میں بادشاہ بن کر رہیں گے، ابوطالب علیہ السلام نے ان لوگوں تک یہ پیغام

---

(۱) تفسیر بیضادی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۰۵ (۲) بیضادی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۰۵

پہنچایا انھوں نے کہا ہاں ہم دس کلمات کہنے کے لیے تیار ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کہا تم گواہی دیتے ہو کہ سوائے اللہ کے کوئی اور معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں انھوں نے جواب دیا کیا ہم تین سو ساٹھ خداؤں کو چھوڑ دیں اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے لگیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت: بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے اِلَّا اخْتِلَاقٌ تک نازل فرمائی اور اسی سے منسلک یہ آیتیں ''ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ سے مِّنَ الْاَحْزَابِ تک'' (ص آیت: ۸ سے ۱۱ تک) نازل فرمائیں۔[۱]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ ابوجہل بن ہشام آیا اور اس کے ساتھ قریش کی ایک جماعت تھی اور یہ سب حضرت ابوطالب علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور انھوں نے کہا کہ آپ کے بھتیجے نے ہمیں اور ہمارے خداؤں کو اذیت پہنچائی ہے آپ انھیں بلائیں اور حکم دیں کہ وہ ہمارے معبودوں سے باز آجائیں ہم ان کے خدا سے باز آجائیں گے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام نے پیغام بھیج کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طلب کیا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لائے تو آپ نے وہاں مشرکین کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (طٰہٰ: ۴۷) اس پر سلام ہو جس نے ہدایت کا اتباع کیا۔

پھر آپ تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابوطالب نے ان لوگوں کی آمد کا مقصد بیان کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں انھیں ایسے کلمہ کی طرف دعوت دیتا ہوں جو ان کے لیے اس سے بہتر ہے جس کے ذریعے سے وہ عرب پر حکمرانی کریں گے اور ان کی گردنوں کو جھکائیں گے ابوجہل نے کہا ہاں فرمایئے وہ کلمہ کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہو: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

امام علیہ السلام نے فرمایا انھوں نے کانوں میں انگلیاں ڈالیں اور راہ فرار اختیار کی اور وہ یہ کہہ رہے تھے:

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ

تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ص سے لے کر الا اختلاق تک آیتیں نازل فرمائیں۔[۲]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۲۸ (۲) الکافی ج ۲ ص ۶۴۹ ح ۵

ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا
يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۸ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۹
اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوْا فِي
الْاَسْبَابِ ۱۰ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۱۱
كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۱۲
وَ ثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ۱۳
اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۱۴

۸-کیا ہمارے درمیان صرف وہی رہ گیا تھا جس پر ذکر نازل کیا گیا درحقیقت یہ لوگ میرے ذکر پر شک کررہے ہیں اس لیے کہ انھوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ چکھا ہی نہیں۔

۹-کیا ان کے پاس آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو غالب اور خوب عطا کرنے والا ہے۔

۱۰- یا ان کے لیے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان ہر چیز کی بادشاہت ہے تو یہ بلندی پر چڑھ کر دیکھیں۔

۱۱- یہ تو یہاں کے شکست خوردہ لشکروں میں سے ایک چھوٹا سا لشکر ہے۔

۱۲- ان سے پہلے قوم نوح، عاد، اور میخوں والے فرعون نے جھٹلایا تھا۔

۱۳- اور ثمود اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ نے تکذیب کی تھی یہ ہیں وہ گروہ۔

۱۴- ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو ان پر میرا عذاب ثابت ہوگیا۔

۸-ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ؕ -

کیا ہمارے درمیان صرف وہی رہ گیا تھا جس پر ذکر نازل کیا گیا

اس امر کا انکار ہے کہ وحی کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ کیوں مخصوص کر دیا گیا جب کہ وہ انھی جیسے ہیں یا ان کے قول کے مطابق شرف وریاست میں ان سے کم تر ہیں جیسا کہ انھوں نے کہا:

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (زخرف:۳۱)

یہ قرآن ان دوشہروں میں سے کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہیں کیا گیا۔

اور اس جیسی باتیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ ان لوگوں کے جھٹلانے کا سبب سوائے خدا اور متاع دنیوی پر کوتاہ

نظری کے اور کچھ نہ تھا۔

بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ -

درحقیقت یہ لوگ میرے ذکر پر شک کر رہے ہیں

یعنی قرآن اور وحی پر اس لیے کہ یہ لوگ آباؤ اجداد کی تقلید پر مائل ہیں اور دلیل و برہان سے روگردانی کر رہے ہیں

بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ-

اس لیے کہ انھوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ چکھا ہی نہیں

جب وہ عذاب کا ذائقہ چکھ لیں گے تو ان کا شک زائل ہو جائے گا

اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ اس کتاب کی تصدیق اس وقت تک نہیں کریں گے جب تک عذاب انھیں چھو نہ لے اس کے بعد وہ تصدیق کرنے کے لیے تیار ہوں گے۔

۹- اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ-

کیا ان کے پاس آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو غالب اور خوب عطا کرنے والا ہے

کیا ان کے پاس رحمت خداوندی کے خزانے ہیں اور ان کے تصرف میں ہیں کہ وہ اسے جس تک چاہیں پہنچا دیں اور جس سے چاہے اسے دور رکھیں اور اس طرح وہ اپنے بعض سرداروں کو نبوت کے لیے منتخب کر لیں ایسا نہیں ہے بلکہ نبوت عطیہ الٰہی ہے اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس پر اپنا فضل کرتا ہے اور اسے کوئی روکنے والا نہیں اس لیے کہ وہ ایسا غالب اور چھایا ہوا ہے کہ مغلوب نہیں ہوتا اور ایسا عطا کرنے والا ہے کہ وہ جسے چاہے اور جو چاہے عطا کر دیتا ہے۔

۱۰- اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ -

یا ان کے لیے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان ہر چیز کی بادشاہت ہے

یا ان کا اس دنیا میں کوئی دخل ہے جو اللہ کے خزانے کا ایک معمولی سا حصّہ ہے

فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ-

تو انھیں چاہیے کہ وہ بلندی پر چڑھ کر دیکھیں

یعنی اگر یہ سب کچھ ان کے لیے ہے تو ایسے زینے سے چڑھ کر بلند ہوں جو عرش تک پہنچا دے وہ عرش پر بیٹھ جائیں اور وہاں سے امر عالم کی تدبیر کریں اور پھر جس کے لیے مناسب سمجھتے ہیں اس پر وحی کو نازل کریں یہ ان سے انتہائی درجے کا مذاق اور تمسخر ہے اور کہا گیا ہے کہ ''اسباب'' سے مراد آسمان ہیں اس لیے کہ نیچے ہونے والے واقعات کا تعلق ان ہی اسباب سے ہے۔[۱]

---

(۱) تفسیر بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۰۵

۱۱ - جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ-

یہ تو یہاں کے شکست خوردہ لشکروں میں سے ایک چھوٹا سا لشکر ہے

کفار مرسلین کے خلاف جو لشکر تیار کیا کرتے تھے یہ ان میں سے ایک چھوٹا سا لشکر ہے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے یعنی وہ لوگ جنھوں نے اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ خندق کے موقع پر آپ کے خلاف لشکر کشی کی تھی۔[۱]

کہا گیا ہے کہ ''مَهْزُوْمٌ'' سے مراد ہے بہت جلد شکستہ ہو جائیں گے تو پھر وہ الٰہی تدابیر کہاں سے لائیں گے اور امورِ ربّانی میں تصرّف کیسے کریں گے اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان لوگوں کی باتوں کی کوئی پرواہ نہ کریں اور یہاں پر اشارہ ہے کہ انھوں نے شروع ہی سے اپنے آپ کو اس بات کے لیے آمادہ کر رکھا تھا۔[۲]

۱۲ - كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ-

ان سے پہلے قوم نوح، عاد، اور میخوں والے فرعون نے جھٹلایا تھا

کتاب عِلَلُ الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''وَّ فِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ'' میں فرعون کو ''ذُو الْاَوْتَادِ''، میخوں والا کیوں کہا گیا؟ تو امام علیہ السلام نے جواب دیا اس لیے کہ وہ جب بھی کسی کو سزا دیتا تھا تو اس کا چہرہ زمین پر رکھتا تھا اور اس کے ہاتھوں اور پیروں کو پھیلا دیتا تھا اور زمین میں چار کیلوں سے اسے کیل دیتا تھا اور اکثر اسے بچھی ہوئی لکڑی پر لٹاتا اور اس کے ہاتھوں اور پیروں میں چار کیلیں ٹھونک دیتا پھر اسے اسی حال میں چھوڑ دیتا یہاں تک کہ وہ مر جاتا تھا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے ''ذُو الْاَوْتَادِ'' کہا ہے۔[۳]

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس نے کیلوں کے ذریعے ایسی چیز بنائی تھی جس سے وہ آسمان پر چڑھنے کا ارادہ کر رہا تھا۔[۴]

۱۳ - وَ ثَمُوْدُ وَ قَوْمُ لُوْطٍ وَّ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ؕ -

اور ثمود اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ نے تکذیب کی

اصحاب الایکہ سے مراد اصحاب غیضہ ہیں اور وہ شعیب علیہ السلام کی قوم تھی۔ غیضہ ایسی جگہ جہاں پر گھنے درخت ہوں اور پانی جمع ہو جیسے جوہڑ

اُولٰٓىِٕكَ الْاَحْزَابُ-

یہ ہیں وہ گروہ جنھوں نے رسولوں کے خلاف لشکر کشی کی تھی انھی میں سے نکل کر ''الجند المهزوم'' (ہزیمت یافتہ لشکر) بنا ہے۔

۱۴ - اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ-

ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو ان پر میرا عذاب ثابت ہو گیا

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۹ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۰۵

(۳) عِلَلُ الشرائع ص ۶۹-۷۰ ح ۱ باب ۶ (۴) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۴۲۰

وَ مَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾
وَ قَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾
اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾
اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾
وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾
وَ شَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾
وَ هَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾

وقف لازم

۱۵- بس یہ لوگ ایک دھماکے کے منتظر ہیں جس کے بعد کوئی مہلت نہ ہوگی۔
۱۶- اور انھوں نے کہا اے ہمارے رب ہمارا حصہ ہمیں روز حساب سے پہلے ہی دے دے۔
۱۷- اے نبی آپ ان لوگوں کی باتوں پر صبر سے کام لیجیے اور ان کے سامنے ہمارے بندے داؤد کا تذکرہ کیجیے جو بڑی قوتوں کے مالک تھے اور بے حد رجوع کرنے والے بھی تھے۔
۱۸- ہم نے ان کے لیے پہاڑوں کو مسخّر کر دیا تھا جو صبح و شام ان کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے۔
۱۹- پرندے اکٹھے ہو جاتے اور سب کے سب اس (اللہ) کی تسبیح میں مصروف رہتے۔
۲۰- اور ہم نے ان کی سلطنت کو استحکام بخشا تھا اور انھیں حکمت اور صحیح فیصلے کی قوت عطا کی تھی۔
۲۱- اور کیا آپ کے پاس جھگڑنے والوں کی خبر آئی جو دیوار پھاند کر محراب عبادت تک پہنچ گئے۔

۱۵- وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ -
اور یہ لوگ منتظر نہیں ہیں
یعنی اے نبی آپ کی قوم یا تمام گروہ اور جماعتیں
اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً -
مگر صرف ایک دھماکے کے
اس سے مراد صور پھونکا جانا ہے
مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ-
جس کے بعد کوئی مہلت نہ ہوگی

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اتنا ہی وقفہ ہے جتنا فواق میں ہوتا ہے یعنی دودھ دوہنے والے کے ہاتھ بند کرنے اور کھولنے کا وقفہ جو دو دفعہ دودھ دوہنے کے درمیان میں ہوتا ہے یا اس سے مراد واپسی اور پلٹ جانا اس میں دودھ تھنوں میں واپس چلا جاتا ہے۔(۱)

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ انھیں عذاب سے افاقہ نہیں ملے گا۔(۲)

۱۶- وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا -

اور انھوں نے کہا اے ہمارے رب ہمارا حصہ ہمیں دے دے

یعنی ہمارے عذاب کا حصہ جس کا تو نے وعدہ کیا ہے اور ہمیں جس سے ڈرایا دھمکایا ہے

کتاب معانی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے اس کا مفہوم آپ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ان کا حصہ جو عذاب میں ہے۔(۳)

قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ-

روز حساب سے پہلے ہی

انھوں نے بطورِ استہزاء عذاب میں جلدی مچائی

۱۷- اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ -

اے نبی آپ ان لوگوں کی باتوں پر صبر سے کام لیجیے

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ -

اور ان کے سامنے ہمارے بندے داؤد کا تذکرہ کیجیے جو بڑی قوتوں کے مالک تھے

کتاب توحید میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے لفظ ''ید'' کلام عرب میں قوت اور نعمت کے معنی میں بولا جاتا ہے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔(۴)

اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ-

اور وہ بے حد رجوع کرنے والے بھی تھے

کہا گیا ہے اللہ کی مرضی کی جانب بہت زیادہ رجوع کرنے والے تھے دین میں تقویت حاصل کرنے کے لیے۔(۵)

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس سے مراد ہے بہت زیادہ دعائیں کرنے والے۔(۶)

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۰۶
(۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۹
(۳) معانی الاخبار ص ۲۲۵ ح ۱
(۴) التوحید ص ۱۵۳ ح ۱ باب ۱۳
(۵) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۰۶
(۶) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۹

کہا گیا ہے کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور نصف شب عبادت کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔[۱]

۱۸- اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ - ہم نے ان (داؤدؑ) کے لیے پہاڑوں کو مسخّر کر دیا تھا جو ان کے ساتھ

یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ- صبح و شام تسبیح کیا کرتے تھے

اس آیت کی تفسیر سورۂ انبیاء اور سورۂ سبا میں گزر چکی ہے

اشراق سے مراد ہے جب سورج چمکتا ہے یعنی روشن ہو جاتا ہے اور اس کی شعاع واضح ہو جاتی ہے

۱۹- وَ الطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ-

اور پرندے ہر جانب سے ان کے لیے اکٹھے ہو جاتے تھے اور سب کے سب یعنی پہاڑ اور پرندے تسبیح میں مصروف ہو جاتے تھے

۲۰- وَ شَدَدْنَا مُلْكَهٗ - اور ہم نے ان کی سلطنت کو استحکام بخشا تھا

یعنی ہیبت، نصرت اور لشکر کی کثرت کے ذریعے سے انھیں مضبوط بنایا تھا اور استحکام بخشا تھا

وَ اٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ-

اور انھیں حکمت اور صحیح فیصلے کی قوّت عطا کی تھی

کہا گیا ہے کہ وہ ''فَصْلَ الخصام'' یعنی دشمن اور مخالف کا فیصلہ کرنا ہے حق کو باطل سے متمیز کر کے۔[۲]

اور کہا گیا ہے کہ ''الکلام المفصول'' وہ ہوتا ہے جو سننے والے پر مشتبہ نہیں ہوتا۔[۳]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے اس سے مراد لغات یعنی زبانوں کی معرفت ہے۔[۴]

کتاب جوامع میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد ''اَلْبَیِّنَةُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَ الْیَمِیْنُ عَلَی الْمُدَّعٰی عَلَیْهِ'' دعویٰ کرنے والے کے لیے ثبوت اور مُدّعا علیہ (جس کے خلاف دعویٰ ہے) کے لیے قسم ہے۔[۵]

اور بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں کہ ہمارے ائمہ کو حکمت اور فصل الخِطاب عطا کیا گیا ہے۔[۶]

۲۱- وَ هَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ - اور کیا آپ کے پاس اس جھگڑنے والے کی خبر آئی ہے؟

اس جملہ میں استعجاب ہے اور سننے والوں کو شوق دلانا مقصود ہے

اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ- جو دیوار پھاند کر محراب عبادت تک پہنچ گئے

جب وہ کمرے کی دیواروں پر چڑھ گئے

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۰۶ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۰۷

(۳) جوامع الجامع ج ۳ ص ۴۳۱ (۴) عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۲۳۸ ح ۳ باب ۵۴

(۵) جوامع الجامع ج ۳ ص ۴۳۱ وکشاف ج ۴ ص ۸۰ (۶) الخصال ص ۴۱۵ ج ۴ باب ۹

اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى
بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾
اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ
اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾
قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ
لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا
هُمْ ؕ وَ ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾
فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾
يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا
تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ ع

۲۲- جب وہ لوگ داؤد کے پاس آئے تو وہ ان سے ڈر گئے وہ بولے آپ خوف زدہ نہ ہوں ہم مُقدَّمے کے دو فریق ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے آپ ہمارے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کیجیے اور ناانصافی نہ ہونے دیجیے اور ہمیں سیدھی راہ دکھا دیجیے۔

۲۳- یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے (۹۹) دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے اس نے مجھ سے کہا یہ دنبی میرے حوالے کر دے اور اپنی باتوں سے مجھ پر دباؤ ڈال رہا ہے۔

۲۴- داؤد نے کہا تمھاری دنبی کو اپنی دنبیوں سے ملانے کا سوال کر کے اس نے تم پر بڑا ظلم کیا ہے اور اکثر شریک کار ایک دوسرے پر ایسی زیادتیاں کرتے رہتے ہیں۔ بس وہی لوگ اس سے محفوظ ہیں جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ داؤد سمجھ گئے کہ ہم نے ان کا امتحان لیا ہے چناں چہ انھوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع کرتے ہوئے جھک گئے اور توبہ کی۔

۲۵- ہم نے ان کا قصور معاف کر دیا اور بے شک وہ ہمارے نزدیک مقرب ہیں اور ان کا اچھا ٹھکانا ہے۔

۲۶–اے داؤد ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہٰذا لوگوں کے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کیجیے اور خواہشات کی پیروی نہ کیجیے وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گی یقیناً جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے عذاب شدید ہے کیوں کہ وہ روز حساب کو بھول گئے ہیں۔

۲۲–اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ –

جب وہ لوگ داؤد کے پاس آئے تو وہ ان سے ڈر گئے

اس لیے کہ وہ اوپر سے اتر کر ان کے پاس آئے تھے اور ایسے دن آئے تھے جب دروازے پر پہرہ تھا اور آنے پر پابندی تھی

قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ –

وہ بولے آپ خوف زدہ نہ ہوں ہم مقدمّے کے دو فریق ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے

فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ –

آپ ہمارے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کیجیے اور ناانصافی نہ ہونے دیجیے

یعنی فیصلہ کرتے وقت ناانصافی سے کام نہ لیجیے

وَاهْدِنَآ اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ –

اور ہمیں سیدھی راہ دکھا دیجیے

سواء کہتے ہیں درمیانی راہ یعنی عدل

۲۳–اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً –

یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں

وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ – اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے

نَعْجَةٌ دنبہ کے مؤنث کو کہتے ہیں اور کبھی بطورِ کنایہ عورت کو بھی کہا جاتا ہے

فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا – اس نے مجھ سے کہا یہ دنبی میرے حوالے کر دے

یعنی اسے میری ملکیت میں دے دو اور ''اَكْفِلْنِیْهَا'' کی اصل یہ ہے کہ وَاجْعَلْنِی اَكْفَلُهَا مجھے اس کی کفالت کرنے دو یا ''اِجْعَلْهَا كِفْلِی'' یہ میرے حوالے اور سپرد کر دو

وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ – اور اپنی باتوں سے مجھ پر دباؤ ڈال رہا ہے

اس بارے میں گفتگو کرتے ہوئے اس نے مجھے مغلوب کر دیا ہے

۲۴–قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰی نِعَاجِهٖ ؕ –

داؤد نے کہا تمھاری دنبی کو اپنی دنبیوں سے ملانے کا سوال کر کے اس نے تم پر بڑا ظلم کیا ہے

وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ -

اور اکثر شریک کار ایک دوسرے پر ایسی زیادتیاں کرتے رہتے ہیں

الْخُلَطَآءِ یعنی شرکاء جو اپنا مال دوسرے کے مال میں ملا دیتے ہیں یہ خَلیط کی جمع ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ -

بس وہی لوگ اس سے محفوظ ہیں جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے

وَ قَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ - اور ایسے لوگ بہت کم ہیں

لفظ ''مَا'' ابہام کو بڑھانے کے اور ان کی قلّت کے باعث بطورِ تعجب لایا گیا ہے

وَ ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ - اور داوٗدؑ سمجھ گئے کہ ہم نے ان کا امتحان لیا ہے

یعنی حکومت دے کر ان کا امتحان لیا تا کہ وہ متنبہ رہیں

فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ - چناں چہ انھوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی

وَ خَرَّ رَاكِعًا - اور رکوع کرتے ہوئے جھک گئے

وَّ اَنَابَ - اور انھوں نے توبہ کی

یعنی توبہ کر کے اللہ کی طرف واپس آئے

۲۵ - فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ - ہم نے ان کا قصور معاف کر دیا

یعنی انھوں نے جس کی معافی طلب کی ہم نے اسے قبول کر لیا

وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى -

اور بے شک ان کو ہمارے نزدیک تقرّب حاصل ہے

مغفرت کے بعد قربت میسّر آ گئی

وَ حُسْنَ مَاٰبٍ - اور اُن کا اچھا ٹھکانا ہے

یعنی وہ جنت میں پلٹ کر آئیں گے

۲۶ - يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ -

اے داوٗد ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے

فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ -

لہٰذا آپ لوگوں کے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کیجیے

وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى - اور خواہشات کی پیروی نہ کیجیے

فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ - وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گی

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَضِلُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌۢ –

یقیناً جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے عذاب شدید ہے

بِمَا نَسُوۡا یَوۡمَ الۡحِسَابِ–

کیوں کہ وہ روز حساب کو بھول گئے ہیں

سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۱۲ میں خلافت داؤدؑ کے بارے میں گفتگو ہو چکی ہے

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے عصمت انبیاء کی روایت کے ذیل میں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت داؤدؑ کے بارے میں تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان کا کیا خیال ہے امامؑ سے کہا گیا لوگ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے محراب میں عبادت کر رہے تھے کہ اچانک ابلیس ان کے سامنے ایک خوب صورت پرندے کی شکل میں نمودار ہوا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے نماز توڑ دی کہ اس پرندے کو پکڑ لیں پرندہ وہاں سے اڑ کر ایک گھر کی طرف روانہ ہوا حضرت داؤد علیہ السلام اس کے پیچھے چلتے رہے پرندہ اڑ کر چھت پر بیٹھ گیا حضرت داؤد علیہ السلام بھی چھت پر چڑھ گئے اور وہ پرندہ اوریا ابن حیّان کے گھر میں جا کر گر گیا داؤدؑ بھی اس کا پیچھا کرتے ہوئے وہاں پہنچ گئے تو انھوں نے دیکھا کہ اوریا کی بیوی غسل کر رہی ہے جب انھوں نے اسے دیکھا تو وہ اس عورت پر فریفتہ ہو گئے اور انھوں نے اوریا کو کسی غزوے میں روانہ کیا تھا انھوں نے جنگ کے ذمّہ دار کو لکھا کہ اوریا کو تابوت کے آگے بھیج دے وہ آگے بڑھا اور اوریا کو مشرکین پر فتح نصیب ہوئی داؤد پر یہ بات نہایت شاق گزری انھوں نے دوبارہ تحریر کیا کہ اسے تابوت کے آگے بھیج دو وہ آگے گیا اور قتل ہو گیا اور اس طرح داؤد نے اس کی بیوی سے شادی کر لی۔

راوی نے کہا کہ امام علیہ السلام نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ''اِنا للہ وانا الیہ راجعون'' تم نے اللہ کے نبیوں میں سے ایک نبی کی طرف یہ نسبت دی انھوں نے نماز کو سبک سمجھا یہاں تک کہ پرندے کے تعاقب میں چلے گئے پھر انھوں نے بُرا کام کیا اور نوبت کسی کے قتل تک آ گئی، دریافت کیا گیا فرزند رسول ان کی خطا کیا تھی؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا تم پر وائے ہو حضرت داؤدؑ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی مخلوق خلق نہیں فرمائی ہے جو ان سے زیادہ علم رکھتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف دو فرشتوں کو بھیجا وہ دونوں محراب میں جا پہنچے اور ان سے کہا:

خَصۡمٰنِ بَغٰی بَعۡضُنَا عَلٰی بَعۡضٍ فَاحۡکُمۡ بَیۡنَنَا بِالۡحَقِّ وَلَا تُشۡطِطۡ وَاہۡدِنَاۤ اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ اِنَّ ہٰذَاۤ اَخِیۡ لَہٗ تِسۡعٌ وَّتِسۡعُوۡنَ نَعۡجَۃً وَّلِیَ نَعۡجَۃٌ وَّاحِدَۃٌ فَقَالَ اَکۡفِلۡنِیۡہَا وَعَزَّنِیۡ فِی الۡخِطَابِ

حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعی کے خلاف فیصلہ کرنے میں جلدی سے کام لیا اور فرمایا

لَقَدۡ ظَلَمَکَ بِسُؤَالِ نَعۡجَتِکَ اِلٰی نِعَاجِہٖ

اور مُدّعی سے بیّنہ طلب نہیں کی اور مُدّعیٰ علیہ کی جانب رخ نہیں کیا کہ اس سے کہتے تم کیا کہہ رہے ہو فیصلہ کرتے وقت یہ ان کی خطا تھی نہ وہ جسے تم نے بیان کیا ہے کیا تم نے سنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ

پھر امام علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ اوریا کے ساتھ ان کا کیا واقعہ تھا تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں جب کسی عورت کا شوہر مر جاتا تھا یا قتل کر دیا جاتا تھا تو وہ عورت کسی سے شادی نہیں کرتی تھی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جسے مباح قرار دیا وہ یہ تھا کہ حضرت داؤد ایسی عورت سے شادی کر لیں جس کا شوہر قتل کر دیا گیا تھا تو اس طرح انھوں نے اوریا کی بیوی سے شادی کر لی جب وہ قتل کر دیا گیا اور اس کی عدّت گزر گئی، اوریا کے معاملے میں یہ بات لوگوں کو بہت ناگوار گزری۔ ۱

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے ویسی ہی روایت وارد ہوئی ہے جیسا کہ عامہ نے نقل کیا ہے اور امام رضا علیہ السلام نے اس کی تکذیب کی ہے جیسا کہ روایت بیان کی جا چکی ہے۔ ۲

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ کے قول ''وَ ظَنَّ دَاوٗدُ'' سے مراد ہے جب داؤدؑ کو پتا چلا انھیں علم ہوا اور ''اَنَابَ'' کا مفہوم ہے ''تَابَ'' انھوں نے توبہ کی اور بیان فرمایا کہ داؤد علیہ السلام نے اپنے صاحب (جنگ کے ذمہ دار) کو لکھا تھا کہ اوریا کو تابوت کے سامنے مت آنے دینا اور اسے واپس بھیج دو اوریا اپنے گھر والوں کی طرف واپس آیا اور آٹھ دن ان کے ساتھ رہا پھر وہ مر گیا۔ ۳

کتاب مجالس میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ لوگوں کی مرضی کا مالک نہیں بنا جا سکتا اور ان کی زبانوں کو قابو نہیں کیا جا سکتا کیا انھوں نے داؤد علیہ السلام کی طرف منسوب نہیں کر دیا کہ انھوں نے پرندے کا اتّباع کیا یہاں تک کہ ان کی نظر اوریا کی بیوی پر پڑ گئی اور وہ اس پر فریفتہ ہو گئے اور یہ کہ اس کا شوہر تابوت کے آگے آ گیا یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا گیا پھر انھوں نے اس کی بیوی سے شادی کر لی۔ ۴

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا اگر کوئی ایسا شخص میرے پاس لایا گیا جو یہ سمجھتا ہو کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اوریا کی بیوی سے شادی کی تو میں اسے دو مرتبہ کوڑوں کی سزا دوں گا اور حد جاری کروں گا ایک حد نبوت کی وجہ سے اور دوسری اسلام کی خاطر۔ ۵

اور روایت کی گئی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی قصّہ گویوں کی روایات کی بنیاد پر حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ بیان کرے گا تو میں اُسے ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا۔ ۶

---

(۱) عیون اخبار الرّضا ج ۱ ص ۱۹۳۔ ۱۹۴ ح ۱ کا حصہ باب ۱۴
(۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۲۹۔ ۲۳۰
(۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۳۴
(۴) الامال شیخ صدوق ص ۹۱۔ ۹۲ ح ۳ مجلس ۲۲
(۵) مجمع البیان ج ۷۔ ۸ ص ۴۷۲
(۶) انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۰۸

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ؕ﴿۲۷﴾

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۪ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ؕ﴿۳۰﴾

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۙ﴿۳۱﴾

فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾

رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَ الْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾

۲۷- اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اسے بے مقصد پیدا نہیں کیا یہ تو ان لوگوں کا گمان ہے جنھوں نے کفر کیا ہے ایسے کافروں کے لیے آتش جہنم کی تباہی ہے۔

۲۸- کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے ان لوگوں کی مانند قرار دیں جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں یا ہم متقین کو فاجروں جیسا کر دیں۔

۲۹- اے نبی ہم نے جو کتاب آپ پر نازل کی ہے وہ بابرکت ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیتوں میں تدبّر کریں اور صاحبان عقل اس سے نصیحت حاصل کریں۔

۳۰- اور ہم نے داؤد کو سلیمان جیسا فرزند عطا کیا جو بہترین بندہ اور رب کی جانب رجوع کرنے والا تھا۔

۳۱- جب شام کے وقت ان کے سامنے اصیل تیز رو گھوڑے پیش کیے گئے۔

۳۲- تو انھوں نے کہا کہ میں نے مال کی محبّت کو اپنے پروردگار کی یاد پر ترجیح دی ہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔

۳۳- انھوں نے کہا مجھ پر سورج کو واپس لوٹا دو، وہ اپنی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

۲۷- وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ -

اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اسے بے مقصد پیدا نہیں کیا کہ اس میں کوئی حکمت اور تدبیر نہ ہو

ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ -

یہ تو ان لوگوں کا گمان ہے جنھوں نے کفر کیا ہے

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ-

اس گمان کی وجہ سے ایسے کافروں کے لیے آتش جہنم کی تباہی ہے

۲۸- اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ -

کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے ان لوگوں کی مانند قرار دیں جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں

ان دونوں کے مساوی ہونے کا انکار ہے

اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ-

یا ہم متقین کو فاجروں جیسا کر دیں

کہا گیا ہے کہ گویا پہلے تو مومنین اور کافرین کے درمیان مساوات کا انکار کیا پھر متقین میں مومنین اور مجرمین کے مابین مساوات کا انکار کیا ہے اور جائز ہے کہ پہلا انکار آخری دو اوصاف کی بنا پر حکیم و رحیم کی جانب سے تسویہ یعنی برابری کے لیے مانع ہوں۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ صاحبانِ حق کے لیے کسی طرح یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے آپ کو صاحبانِ باطل کے مقام پر لے آئیں اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نزدیک صاحبان حق کو صاحبانِ باطل کی منزلت پر قرار نہیں دیا ہے کیا انھیں اللہ تعالیٰ کے قول کی معرفت نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے: اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا[۲]

کتاب خِصَال میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے صاحبان تقویٰ کی کچھ نشانیاں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں سچ بولنا، امانت ادا کرنا، وعدہ وفا کرنا فخر و مُبَاہات میں کمی، قوت برداشت، صلہ رحمی، کمزوروں پر رحم کھانا، عورتوں کی زیادہ ہاں میں ہاں نہ ملانا، نیکی کے کاموں میں خرچ کرنا، حسنِ خلق، حلم میں وسعت ایسے علم کی پیروی جو اللہ تعالیٰ کی قربت عطا کرے۔[۳]

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۰۹ (۲) الکافی ج ۸ ص ۱۶ ح ۱

(۳) خصال ص ۴۸۳ ح ۵۶ باب ۱۲

دوسری روایت میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ فاجر وہ ہے کہ اگر تم اسے امانت دو گے تو وہ اس میں خیانت کرے گا اور اگر اس کی رفاقت اختیار کرو گے تو تم پر عیب لگائے گا اور اگر اس پر اعتماد کرو گے تو تم سے صحیح بات نہیں کہے گا۔(۱)

۲۹– كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ–

اے نبی ہم نے جو کتاب آپ پر نازل کی ہے وہ بابرکت ہے

مبارک کے معنی ہیں نفع بخش

لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ –

تاکہ یہ لوگ اس کی آیتوں میں تدبّر کریں

وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ–

اور صاحبان عقل اس سے نصیحت حاصل کریں

اُولُوا الْاَلْبَابِ یعنی کامل عقل رکھنے والے افراد

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے ''لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ'' سے مراد امیر المومنین اور ائمہ علیہم السلام ہیں اس لیے کہ وہی ''اُولُوا الْاَلْبَابِ'' اور امیر المومنین علیہ السلام اس بات پر فخر کرتے تھے اور فرماتے تھے:

ما اعطی احد قبلی ولا بعدی مثل ما اعطیتُ جو کچھ مجھے عطا کیا گیا ہے اس جیسا نہ مجھ سے پہلے کسی کو عطا کیا گیا اور نہ ہی میرے بعد کسی کو عطا کیا جائے گا۔(۲)

۳۰– وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ –

اور ہم نے داؤد کو سلیمان جیسا فرزند عطا کیا جو بہترین عَبد (بندہ) تھے

یعنی سلیمان علیہ السلام بہترین عبد تھے

اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ–

وہ توبہ اور ذکر کے ذریعے اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے

۳۱– اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ –

جب شام کے وقت ان کے سامنے پیش کیے گئے

عشی یعنی ظہر کے بعد کا وقت

الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ–

اصیل تیز رفتار گھوڑے

---

(۱) الخصال ص ۱۱۶ حدیث نمبر ۹۶ کی ذیل میں باب ۳ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۳۴

صَافِن اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو ہاتھ یا پاؤں کے کُھر کے کنارے پر کھڑا ہوتا ہے اور یہ گھوڑے کی بہترین خوبی ہوتی ہے اور لفظ ''جیاد'' جَوَاد یا جُود کی جمع ہے اور ''جواد'' ایسے گھوڑے کو کہا جاتا ہے جو تیز رفتار ہو اور کہا گیا ہے کہ ''اَلَّذِی یَجُوْدُ بِالرَّکْضِ'' وہ گھوڑا جو ایڑ لگا کر تیز دوڑتا ہے۔(۱)

اور کہا گیا ہے کہ ''جِیَاد'' جِیْد کی جمع ہے۔(۲)

۳۲- فَقَالَ اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ ۚ -

تو انھوں نے کہا کہ میں نے مال کی محبّت کو اپنے پروردگار کی یاد پر ترجیح دی ہے کہا گیا ہے کہ یہ بمعنیٰ تَقَاعَدْتُ (میں بیٹھ گیا) ہے اور ''حُبَّ الخیر'' اس کا مفعول لہ ہے اور ''خیر'' مالِ کثیر کو کہتے ہیں اور یہاں پر اس سے مراد وہ گھوڑے ہیں جنھوں نے سلیمان علیہ السّلام کو ذکر سے غافل کر دیا۔(۳)

اور ایک حدیث میں ہے ''الخیل معقود بنو اصیها الخیر'' گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں خیر بندھا ہوا ہے۔(۴)

حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ-

یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا

غروب کو تشبیہ دی ہے جیسے خزانے کو پوشیدہ کر دیا جاتا ہے اور ضمیر کا مرجع بیان نہیں کیا کیوں کہ شام کا وقت اس بات پر دلالت کر رہا تھا کہ اس سے مراد سورج ہے

۳۳- رُدُّوْهَا عَلَیَّ ؕ -

مجھ پر سورج کو واپس کر دو

''ھا'' کی ضمیر سورج کی طرف لوٹتی ہے

فَطَفِقَ مَسْحًۢا- انھوں نے چھونا شروع کیا

بِالسُّوْقِ وَ الْاَعْنَاقِ -

اپنی پنڈلیوں اور گردنوں کو

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی خدمت میں ایک دن شام کے وقت گھوڑے پیش کیے گئے تو وہ انھیں دیکھنے میں ایسے محو ہوئے کہ سورج ڈوب گیا تو انھوں نے فرشتوں سے کہا تم میرے لیے سورج کو پلٹا دو تا کہ میں وقت پر نماز پڑھ لوں فرشتوں نے سورج کو پلٹا دیا تو انھوں نے اپنی پنڈلیوں اور گردن کا مسح کیا اور اپنے ان اصحاب کو حکم دیا جن کی نمازیں قضا ہو گئی تھیں کہ وہ بھی اسی طرح عمل کریں اور نماز ادا کرنے کے لیے یہ ان کا وضو تھا پھر کھڑے ہو کر انھوں نے نماز ادا کی

---

(۱)، (۲)، (۳) و (۴) تفسیر بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۰۹-۳۱۰

جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو سورج ڈوب گیا اور ستارے نکل آئے اور اللہ تعالیٰ کے قول:

وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ سے لے کر ''بِالسُّوْقِ وَ الْاَعْنَاقِ'' تک اللہ کے قول سے یہی مراد ہے۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان گھوڑوں نے حضرت سلیمانؑ کو نماز عصر سے غافل کر دیا یہاں تک کہ نماز کا وقت جاتا رہا۔[۲]

فرمایا کہ ہمارے اصحاب کی روایتوں میں ہے کہ نماز کا اوّل وقت ان کے ہاتھ سے جاتا رہا۔[۳]

کتاب کافی اور فقیہ میں امام باقر علیہ السلام سے مراد ہے کہ آپ سے اللہ تعالیٰ کے قول:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ''کتاباً موقوتاً'' سے مراد ہے فرض قرار دیا گیا ہے اور اس سے ختم ہو جانے کا وقت مراد نہیں ہے اس لیے کہ اگر وہ وقت گزر چکا ہے پھر نماز پڑھی تو پھر یہ نماز ادا نماز نہیں ہوگی اور اگر ایسا ہوتا تو سلیمان بن داؤد ہلاک ہو جاتے کیوں کہ وہ اسے وقت گزر جانے کے بعد ادا کرتے لیکن جب انھوں نے نماز کو یاد کیا تو اسے ادا کر دیا۔[۴]

کتاب علل میں امام باقر علیہ السلام سے اسی جیسی روایت موجود ہے۔[۵]

تفسیر مجمع البیان میں ابن عباس سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو حضرت علی علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا کہ اے ابن عباس اس آیت کے بارے میں تم تک کیا بات پہنچی ہے میں نے جواب دیا کہ میں نے کعب کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ سلیمان کے سامنے جب گھوڑوں کو پیش کیا گیا تو وہ انھیں دیکھنے میں اتنے محو ہو گئے کہ نماز جاتی رہی حضرت سلیمانؑ نے فرمایا انھیں دوبارہ میرے پاس لاؤ اور ان گھوڑوں کی تعداد ۱۴ تھی تو حضرت سلیمانؑ نے حکم دیا کہ ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں کو تلوار سے مارا جائے اور انھیں قتل کروا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حکومت کو ۱۴ دنوں کے لیے سلب کر دیا اس لیے کہ انھوں نے گھوڑوں کو قتل کر کے ظلم کیا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کعب نے جھوٹ کہا ایک دن سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کے پیش کیے جانے کی وجہ سے مصروف ہو گئے اس لیے کہ انھوں نے دشمن سے جہاد کا ارادہ کیا یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا تو انھوں نے اللہ کے حکم سے ان فرشتوں سے کہا جنھیں سورج پر مقرر کیا تھا کہ میرے لیے سورج کو پلٹا دو تو سورج پلٹ آیا اور انھوں نے نمازِ عصر وقت پر ادا کی اور اللہ کے مقرر کردہ انبیاء نہ تو ظلم کرتے ہیں اور نہ ہی ظلم کا حکم دیتے ہیں اس لیے کہ وہ سب کے سب معصوم اور پاک و پاکیزہ ہوتے ہیں۔[۶]

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۱۲۹ ح ۶۰۷ (۲) مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۴۷۵

(۳) مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۴۷۵ (۴) الکافی ج ۳ ص ۲۹۴ ح ۱ و من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱۲۵ ح ۶۰۱

(۵) علل الشرائع ص ۶۰۵ ح ۷۹ باب ۳۸۵ (۶) مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۴۷۵

وَ لَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَ اَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾
قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ
الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾
وَ الشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّ اٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾
هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾
وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ ع ۱۲/۱۴

۳۴- اور بلاشبہ ہم نے سلیمان کو بھی آزمایا اور ان کی کرسی پر ایک جسد (جسم) لاکر ڈال دیا پھر انھوں نے رجوع کرتے ہوئے۔

۳۵- کہا میرے رب میری مغفرت فرما اور مجھے ایسی بادشاہت مَوہبت کر دے جو میرے بعد کسی کے لیے مناسب نہ ہو بے شک تو ہی عطا کرنے والا ہے۔

۳۶- تو ہم نے ان کے لیے ہوا کو مُسخّر (تابع) کر دیا وہ ان کے حکم سے نرمی کے ساتھ چلتی تھی جہاں وہ اُسے پہنچانا چاہتے تھے۔

۳۷- اور شیاطین (جنات) کو مسخر کر دیا ہر طرح کے معمار اور غوطہ خور۔

۳۸- اور دیگر بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔

۳۹- یہ ہماری عطا ہے تم احسان کرو یا روک لو کوئی حساب نہیں ہوگا۔

۴۰- یقیناً وہ ہمارے نزدیک مقرّب ہیں اور ان کا اچھا ٹھکانا ہے۔

۳۴- وَ لَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَ اَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ-

اور بلاشبہ ہم نے سلیمان کو بھی آزمایا اور ان کی کرسی پر ایک جسد (جسم) لاکر ڈال دیا پھر انھوں نے رجوع کرتے ہوئے

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے ایک دن اپنی مجلس میں کہا کہ میں آج کی شب ستر (۷۰) عورتوں کے پاس جاؤں گا جن میں سے ہر عورت ایک لڑکے کو جنم دے گی جو اللہ کی راہ میں تلوار چلائے گا انھوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا انھوں نے بیویوں سے مقاربت کی سوائے ایک بیوی کے کوئی بھی حاملہ نہ ہوئی اور اس نے بھی آدھے بچے کو جنم دیا راوی نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے قبضہ

میں محمد کی جان ہے اس کی قسم اگر سلیمانؑ نے ان شاء اللہ کہا ہوتا تو وہ سب بچّے اللہ کی راہ میں شہسواری کرتے ہوئے جہاد کرتے اور جو جسم ان کی کرسی پر تھا وہ وہی بچہ تھا۔[۱]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی تو جنوں اور شیطانوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اگر ان کا بیٹا زندہ رہا تو ہمیں اس سے بھی انھی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا جو اس کے والد سے ملی ہیں تو حضرت سلیمان بیٹے کے بارے میں ان سے خوف زدہ ہوئے اور انھوں نے بادلوں میں اس بیٹے کی رضاعت کا اہتمام کیا انھیں پتا بھی نہ چلا اور وہ بچہ ان کی کرسی پر مردہ حالت میں رکھ دیا گیا اس امر سے آگاہ کرنے کے لیے کہ حفاظت اور بچاؤ قضا وقدر کو نہیں ٹال سکتی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو شیاطین سے خوف زدہ ہونے پر عتاب کیا گیا۔[۲]

اور کہا گیا ہے کہ جَسَد وہ شیطان تھا جو ان کی جگہ کرسی پر بیٹھ گیا تھا اسے جَسَد اس لیے کہا گیا کیوں کہ اس میں روح نہیں تھی اس لیے کہ اس نے جسم کی شکل اختیار کر لی تھی اور وہ درحقیقت ویسا نہیں تھا۔[۳]

اور یہ عامّہ کا قول ہے جنھوں نے اس داستان کی روایت کی ہے جس میں انگوٹھی کا بھی ذکر ہے انھوں نے ان کی حکومت کو سلب کیے جانے کی آزمائش کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ ان کی بیوی ان کے گھر میں چالیس دنوں تک ایک صورت کی عبادت کرتی رہی اور انھیں اس بات کا پتا تک نہ چلا۔

۳۵- قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ -

کہا میرے رب میری مغفرت فرما اور مجھے ایسی بادشاہت مَوہبت کر دے جو میرے بعد کسی کے لیے مناسب نہ ہو

اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ- بے شک تو ہی عطا کرنے والا ہے

۳۶- فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ -

تو ہم نے ان کے لیے ہوا کو مُسخّر (تابع) کر دیا

تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً - جو ان کے حکم سے نرمی سے چلتی تھی

ایسی نرمی جس میں سخت ہلا دینے والی کیفیت نہ تھی یعنی سخت اور تند وتیز ہوا نہ تھی

حَیْثُ اَصَابَ- جہاں پر وہ ہوا کو پہنچانے کا ارادہ کرتے تھے

۳۷- وَ الشَّیٰطِیْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ-

اور شیاطین (جنات) کو مسخر کر دیا ہر طرح کے معمار اور غوطہ خور

---

(۱) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۷۵ (۲) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۷۵

(۳) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۱۰

۳۸–وَّاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ–

اور دیگر بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں

یعنی وہ ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں میں بندھے ہوئے ہیں تا کہ شر سے باز رہیں ایسا ہی بیان کیا گیا ہے۔[۱]

اور تفسیر قمیؒ میں ہے یہ وہ تھے جنھوں نے سلیمان علیہ السلام کی نافرمانی کی تھی جب اللہ نے ان کا اقتدار سلب کر دیا تھا۔[۲]

اور اس قصّے کا کچھ حصہ اس سے پہلے سورۂ سبا کی آیت نمبر ۸۳۔۸۷ کے ذیل میں گزر چکا ہے

۳۹–هٰذَا عَطَآؤُنَا– یہ ہماری عطا ہے

یعنی یہ اقتدار اور حکومت جو ہم نے آپ کو عطا کی ہے اور یہ وسعت اور تسلط جس پر آپ کے غیر کو تسلط حاصل نہیں ہے یہ سب ہماری عطا اور بخشش ہے

فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ–

آپ جسے چاہیں اسے دے دیں یا روک لیں اس کا کوئی حساب نہیں آپ کسی کو دے دیں گے جب بھی اور اگر اسے روک کر اس میں تصرّف کا اختیار دے دیں جب بھی

۴۰–وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى – اور یقیناً وہ ہمارے نزدیک مقرّب ہیں

آخرت میں باوجودے کہ دنیا میں ان کے پاس ملکِ عظیم تھا

وَحُسْنَ مَاٰبٍ– اور ان کا اچھا ٹھکانا ہے

اور اس سے مراد جنّت ہے

کتاب علل الشرائع میں امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا اجازت ہے کہ اللہ کا نبی بُخل سے کام لے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا نہیں تو آپ سے کہا گیا تو حضرت سلیمانؑ کا یہ قول:

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ کس زمرے میں آتا ہے اور اس کا مفہوم کیا ہے؟

تو امام علیہ السلام نے فرمایا حکومت دو طرح کی ہوتی ہے ایک حکومت وہ ہے جو ظلم و جور اور غلبے سے حاصل کی جائے اور ایک وہ اقتدار ہے جسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ جیسے آل ابراہیم کا اقتدار، طالوت کی حکمرانی اور ذوالقرنین کی حکومت سلیمان علیہ السلام نے جو یہ فرمایا: هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ

وہ یہ کہہ رہے ہیں ایسی حکومت جو غلبہ اور لوگوں پر ظلم و جور کے ذریعے حاصل کی گئی ہو مجھے وہ حکومت نہیں چاہیے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسخر کر دیا۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۱۱ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۳۶

لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَآءً حَيْثُ أَصَابَ ان کے لیے ہوا کو جو ان کے حکم سے نرمی کے ساتھ چلتی تھی جہاں کا وہ ارادہ کرتے تھے اور اللہ نے اسے ایک مہینہ صبح کے وقت چلایا اور ایک مہینے شام کے وقت اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مسخر کر دیے شیاطین (جنّات) ہر طرح کے معمار اور غوطہ خور اور انھیں پرندوں کی بولی سکھا دی اور انھیں زمین میں اقتدار عطا کر دیا لہٰذا ان کے دور میں اور ان کے بعد میں آنے والوں کو پتا چل گیا کہ ان کا ملک اور ان کی حکومت انسانوں میں جبارین (قاہر و غاصب لوگ) کی حکومت اور غلبہ اور ظلم سے حاصل ہونے والی حکومت نہیں ہے۔

آپ سے پوچھا گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول: رحم اللہ اخی سلیمان بن داؤد ما کان ابخله الله میرے بھائی سلیمان بن داؤد پر رحم کرے انھیں کس چیز نے بخیل بنا دیا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا اس قول کی دو وجہیں ہیں ان میں سے ایک یہ کہ ان کے بخل کا سبب عزّت و آبرو اور ان کے بارے میں جو بری بات کہی جارہی تھی وہ ہے اور دوسرا سبب ''ما کان ابخله'' کہنے کا وہ ہو جس کی طرف جُہّال گئے ہیں۔[1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول ''هٰذا عطائنا'' کے ذیل میں مروی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عظیم عطا کیا گیا پھر یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جاری رہی اب یہ ان پر موقوف تھا کہ جسے چاہیں اور جو چاہیں اسے عطا کر دیں اور جسے چاہیں اسے منع کر دیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو جو کچھ عطا فرمایا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے افضل عطا فرمایا ہے ارشاد باری ہے

جو کچھ رسول تمھیں دیں اسے لے لو اور جس بات سے روکیں اس سے رُک جاؤ۔[2]

امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے پوچھا گیا کہ کیا ہمارا حق ہے کہ ہم آپ سے سوال کریں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں تمھارا حق ہے کہ تم سوال کرو پھر دریافت کیا گیا کیا آپ پر یہ حق ہے کہ آپ ان کے جوابات دیں تو امامؑ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ ہم پر چھوڑ دیا گیا ہے ہم چاہیں تو یہ کام انجام دیں اور چاہیں تو انجام نہ دیں کیا تم نے اللہ کا قول نہیں سنا: هٰذا عَطَآؤُنا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ[3]

---

(۱) علل الشرائع ص ۷۱ ح ۱ باب ۶۲ (۲) الکافی ج ۱ ص ۲۶۸ ح ۱۰

(۳) الکافی ج ۱ ص ۲۱۰–۲۱۱ ح ۳

وقف لازم

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ۝۴۱ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ۝۴۲ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ۝۴۳ وَ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝۴۴

۴۱- اور ہمارے بندے ایوب کا ذکر کیجیے جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھے سخت تکلیف اور عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ۴۲- ہم نے انھیں حکم دیا اپنا پاؤں زمین پر ماریے یہ ہے نہانے کے لیے ٹھنڈا پانی اور پینے کے لیے بھی۔ ۴۳- اور ہم نے ان کے اہل وعیال انھیں بخش دیے اور اتنے ہی اور عطا کر دیے اپنی جانب سے بطور رحمت اور صاحبانِ عقل کے لیے ازراہِ نصیحت۔
۴۴- اور ہم نے ان سے کہا کہ اے ایوب تنکوں کو مٹھا لے کر اپنی بیوی کو مارو اور قسم نہ توڑو ہم نے انھیں صابر پایا، بہترین بندہ یقیناً وہ ہماری طرف رجوع کرنے والے تھے۔

۴۱- وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ - اور ہمارے بندے ایوب کا ذکر کیجیے
اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ-
جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھے سخت تکلیف اور عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے
یہ گویا کہ ان کی گفتگو کی نقل کی گئی ہے
۴۲- اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ - (ہم نے انھیں حکم دیا) کہ اپنا پاؤں زمین پر ماریے
یہ اس کا بیان ہے انھیں جو جواب دیا گیا ہے کہ زمین پر اپنا پاؤں ماریے
هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ- یہ ہے نہانے کے لیے ٹھنڈا پانی اور پینے کے لیے بھی
یعنی جب انھوں نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو چشمہ ابل پڑا اس وقت کہا گیا کہ یہ نہانے کے لیے پانی ہے اور پینے کے لیے بھی آپ جب اس پانی سے نہائیں گے اور اسے پئیں گے تو آپ کا ظاہر و باطن دونوں شفایاب ہو جائے گا۔[۱]
۴۳- وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ - اور ہم نے ان کے اہل وعیال انھیں بخش دیے
وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ - اور اتنے ہی اور عطا کر دیے

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۱۱

یعنی ہم نے انھیں موت کے بعد دوبارہ زندگی بخش دی

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ ان جیسے اتنے کس طرح عطا کیے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ایوب علیہ السلام کی اُن اولاد کو زندہ کر دیا جو پہلے اپنی موت آنے پر مر گئے تھے ان کے مانند جو ان دنوں ہلاک ہوئے تھے۔[۱]

تفسیر قمّی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے ان اہل وعیال کو زندہ کیا جو مصیبت نازل ہونے سے پہلے تھے اور انھیں بھی زندہ کر دیا جو مصیبت کے دوران مر گئے تھے۔[۲]

رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ- اپنی جانب سے بطور رحمت اور صاحبانِ عقل کے لیے ازراہِ نصیحت تاکہ وہ صبر کے ساتھ کشائش کا انتظار کریں اور جس مصیبت نے انھیں گھیر لیا ہے اس میں اللہ سے پناہ حاصل کریں

۴۴- وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا- اور ہم نے ان سے کہا کہ اے ایوبؑ تنکوں کو مٹّھا لیجیے

ضغث کے معنیٰ ہیں تنکوں کا چھوٹا سا مُٹّھا

فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ- اور اس سے اپنی بیوی کو ماریے اور قسم نہ توڑیے

معاملہ یہ ہوا کہ انھوں نے قسم کھائی تھی کہ کسی امر میں اپنی بیوی کو ماریں گے پھر وہ اس قسم پر شرمندہ ہوئے تو اللہ نے ان کی قسم کو اس طرح پورا کروایا اور یہ حدود میں اجازت دی گئی ہے جیسا کے معصومین سے وارد ہوا ہے۔

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ- ہم نے انھیں صابر پایا

انھیں اپنی ذات، اہل وعیال اور مال کے بارے میں جس مصیبت کا سامنا کرنا پڑا

نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ- ایوب بہترین عبد (بندے) تھے

اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ- یقیناً وہ ہماری طرف رجوع کرنے والے تھے

وہ مکمل طور پر بھرپور انداز میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ایوب علیہ السلام کی آزمائش جس کے ذریعے انھیں دنیا میں آزمایا گیا ایک نعمت تھی اللہ نے انھیں جسے عطا کیا تھا اور انھوں نے اس نعمت کا شکر ادا کر دیا تھا اور اس زمانے میں ابلیس عرش کے نیچے محجوب نہ تھا جب حضرت ایوبؑ کا عمل بلند ہوا جو انھوں نے شکر نعمت کے طور پر کیا تھا تو ابلیس کو اس بات پر بڑا حَسد ہوا اور اس نے کہا اے پروردگار ایوبؑ نے اس لیے شکر ادا کیا کہ تو نے انھیں دنیا کی نعمت عطا کی تھی اور اگر ان کے اور ان کی دنیا کے مابین کوئی شے حائل ہو جائے پھر وہ شکر نعمت ادا نہیں کریں گے اے اللہ مجھے ان کی دنیا پر مسلط کر دے تاکہ تجھے پتا چل جائے کہ وہ شکر

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۲۵۲ ح ۳۵۴ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۷۴

نعمت ادا نہیں کر سکتے اللہ نے فرمایا میں نے تجھے ان کی دنیا پر مسلط کر دیا۔

شیطان نے نہ ان کی دنیا چھوڑی اور نہ ہی اولاد سب کو ہلاک کر دیا پھر بھی حضرت ایوبؑ شکر رب ادا کرتے رہے پھر شیطان رب کی طرف آیا اور اس نے کہا پروردگار ایوبؑ کو یقین ہے کہ تو نے ان سے جو دنیا لے لی ہے اُسے واپس کر دے گا لہٰذا تو مجھے ان کے بدن پر مُسلّط کر دے تا کہ تو جان لے کہ وہ شکر نعمت ادا نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تجھے ان کے بدن پر مسلط کر دیا سوائے ان کی آنکھوں، دل، زبان اور سماعت کے فرمایا کہ وہ نہایت تیزی کے ساتھ ایوبؑ کی طرف آیا مبادا رحمتِ خداوندی ان تک رسائی حاصل نہ کر لے اور اس کے اور ان کے درمیان حائل ہو جائے لہٰذا شیطان نے ایوبؑ کے نتھنوں میں زہریلی آگ پھونک دی تو اس طرح ان کا جسم نقطے دار ہو گیا۔[۱]

امام کاظم علیہ السلام سے ایسی ہی روایت موجود ہے البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ جب ان کی مصیبت اور آزمائش میں اضافہ ہوا تو ان کے اصحاب نے آ کر کہا اے ایوبؑ ہم کسی اور کو نہیں جانتے جو ایسی مصیبت میں مبتلا ہوا ہو مگر اس وجہ سے کہ اس نے کوئی بُرا کام انجام دیا ہو ہو سکتا ہے آپ نے کوئی بُرا کام کیا ہو تو اس صورت میں ہمیں نظر آ رہا ہے فرمایا اس وقت ایوبؑ نے اپنے پالنہار عزوجل سے مناجات کی اے میرے پروردگار تو نے مجھے اس مصیبت میں مبتلا کیا ہے اور تو جانتا ہے کہ میرے سامنے جب بھی دو امور پیش کیے گئے تو ان میں سے جو زیادہ درشت تھا اسے میں نے اپنے بدن کے لیے لازم قرار دیا اور میں نے کبھی بھی لقمہ نہیں کھایا جب تک میرے دسترخوان پر یتیم نہ ہوں اگر تیری جانب سے میرے لیے کسی دشمن کی کارروائی ہے تو پھر تو میری حجت کو لٹکا دے گا۔

فرمایا کہ ایک بادل آیا اور کسی بولنے والے نے اس میں گفتگو کی فرمایا اے ایوبؑ تمھاری حجت میں لٹکا رہا ہوں فرمایا کہ ایوبؑ نے اس حجت پر اپنی تہبند کو باندھا اور گھٹنے کے بل جھک گئے اور کہا تو نے مجھے اس مصیبت میں مبتلا کیا ہے اور تو جانتا ہے کہ جب بھی مجھ تک دو امور پیش کیے گئے میں ان میں سے سب سے زیادہ درشت امر کو اپنے بدن کے لیے اختیار کرتا ہوں اور میں نے کبھی بھی ایک لقمہ نہیں کھایا جب تک میرے دسترخوان پر یتیم نہ ہوں فرمایا ان سے کہا گیا اے ایوبؑ اطاعت کو کس نے تمھارے لیے محبوب بنایا امام نے فرمایا ایوبؑ نے ایک مٹھی مٹی لے کر اپنے منہ میں رکھ لی پھر فرمایا تو نے اے میرے پروردگار۔[۲]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو بغیر کسی گناہ کے امتحان میں مبتلا رکھا انھوں نے صبر کیا یہاں تک کہ انھیں عار دلائی گئی اور یقیناً انبیاء عار پر صبر نہیں کرتے۔[۳]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو ہر آزمائش میں ڈالتا ہے اور ہر

---

(۱) علل الشرائع ص ۷۵ ح ۱ باب ۶۵ (۲) علل الشرائع ص ۷۶ ح ۵ باب ۶۵

(۳) علل الشرائع ص ۷۵-۷۶ ح ۴ باب ۶۵

موت سے اسے ہم کنار کرتا ہے لیکن اس کی عقل کو لے جانے کا امتحان نہیں لیتا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ابلیس حضرت ایوبؑ کے مال اور ان کے اہل وعیال اور ان کی ہر چیز پر کس طرح مسلط ہوا لیکن ان کی عقل پر تسلط حاصل نہ کرسکا انھیں چھوڑ دیا وہ توحید باری عز اسمہ بیان کرتے رہے۔[۱]

اور ایک روایت میں ہے کہ ابلیس حضرت ایوبؑ پر مسلط ہوا ان کے حلیے کو بگاڑ دیا لیکن ان کے دین پر تسلط نہ پاسکا۔[۲]

کتاب خصال اور علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت ایوبؑ سات سال تک بغیر کسی خطا کے آزمائش میں مبتلا رہے۔[۳]

اور کتاب خصال امام صادق علیہ السلام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ایوبؑ بغیر کسی خطا کے سات سال تک مبتلائے بلا رہے۔[۴]

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں نہ تو گناہ کرتے ہیں نہ ہی راستے سے منحرف ہوتے ہیں اور وہ گناہ صغیرہ اور کبیرہ کا ارتکاب نہیں کرتے۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ انھیں جن تمام باتوں سے آزمایا گیا اس کے باوجود ان کے جسم میں بدبو پیدا نہیں ہوئی اور نہ ہی ان کی شکل میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی اور ان کے زخم سے نہ خون نکلا نہ پیپ اور جس نے انھیں اس عالم میں دیکھا اس کو کسی قسم کی گندگی محسوس نہیں ہوئی اور جس شخص نے بھی انھیں دیکھا اسے ان سے کوئی وحشت نہیں ہوئی اور نہ ہی ان کے جسم میں کیڑے پڑے اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیائے مکرّمین میں سے جنھیں بھی آزماتا ہے تو وہ اسی انداز میں ان کا امتحان لیتا ہے۔ البتہ لوگ ظاہر امر میں ان کے فقروفاقہ اور ناتوانی کے سبب ان سے اجتناب کرتے تھے اس لیے کہ انھیں یہ پتا نہ تھا کہ ایوب علیہ السلام اپنے رب کے نزدیک کتنی حمایت اور کشائش رکھتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سب سے زیادہ انبیاء پھر اولیاء اور ان کے بعد ان ہی جیسے افراد کو مبتلائے بلا کرتا ہے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں ایسی بلائے عظیم میں مبتلا کیا جس کی وجہ سے وہ تمام انسانوں کے مقابلے میں ذلت وخواری سے دوچار ہوئے تاکہ وہ انھیں ربوبیت کی جانب نہ بلائیں جب وہ ان عظیم نعمتوں کا مشاہدہ کریں جنھیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں استدلال کے لیے عطا کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ثواب کی دو قسمیں ہیں۔ استحقاق کی بنیاد پر اور اختصاص کی وجہ سے تاکہ وہ لوگ کسی ضعیف کو اس کے ضُعف کی وجہ سے حقیر نہ سمجھیں اور نہ ہی کسی محتاج کو اس کے احتیاج کے سبب پست گردانیں اور نہ ہی کسی مریض

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۲۵۶ ح ۲۲
(۲) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۶۹
(۳) الخصال ص ۳۹۹ ح ۱۰۴ باب ۷ وعلل الشرائع ص ۷۵ ح ۳ باب ۶۵
(۴) خصال ص ۳۹۹ ح ۱۰۸ باب ۷

کو اس کے مرض کی وجہ سے ذلیل جانیں اور انھیں اس بات کی خبر ہونی چاہیے کہ وہ جسے چاہتا ہے بیمار کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے شفا عطا کرتا ہے جب چاہے جس طرح چاہے اور جس چیز سے چاہے اور اسے جس کے لیے چاہتا ہے عبرت قرار دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے شقاوت و بدبختی بنا دیتا ہے اور کسی کے لیے موجب سعادت قرار دیتا ہے اور وہ رب جلیل ان تمام امور میں اپنے فیصلوں میں عدل سے کام لیتا ہے اور اپنے تمام امور پر حکمت کو ملحوظ رکھتا ہے اور بندوں کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہے جو ان کے لیے درست ہو اور ہر طرح کی قوت کا سرچشمہ ذات پروردگار ہے۔[1]

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے حضرت ایوبؑ کی اس آزمائش کے بارے میں دریافت کیا گیا دنیا میں انھیں جس میں مبتلا کیا گیا تھا کہ اس کا سبب کیا تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا اس نعمت کی وجہ سے جسے اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں عطا کی تھی اور وہ اس نعمت کا شکر بجا لائے تھے اور اس زمانے میں ابلیس کو عرش تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی جب وہ بلند ہوا اور اس نے حضرت ایوبؑ کو نعمتِ پروردگار کا شکر ادا کرتے ہوئے دیکھا تو اسے اس بات پر حسد ہوا اس نے کہا اے ربّ متعال ایوبؑ نے اس نعمت کا شکر اس لیے ادا کیا کہ تو نے یہ نعمتیں انھیں دنیا میں عطا کی ہیں اگر تو انھیں دنیاوی نعمتوں سے محروم کر دے تو وہ ہرگز شکر نعمت ادا نہیں کریں گے لہٰذا تو مجھے ان پر مسلط کر دے تا کہ تجھے پتا چل جائے کہ وہ ہرگز تیری نعمت کا شکر ادا نہیں کریں گے اس سے کہا گیا کہ میں نے تجھے ان کے مال اور اولاد پر تسلط دے دیا ہے فرمایا ابلیس نیچے اترا اور اس نے ان کے مال اور اولاد میں سے کچھ نہ چھوڑا سب کچھ تباہ کر دیا۔

ایوب علیہ السلام نے اللہ کا زیادہ شکر ادا کیا اور زیادہ حمد کی شیطان نے کہا مجھے ان کی زراعت پر تسلط دے دے اللہ نے فرمایا ہاں میں نے تجھے تسلط دے دیا اس نے تمام شیاطین کو جمع کیا انھوں نے زراعت میں پھونک مار کر اسے خاکستر کر دیا ایوبؑ کا شکر و حمد اور زیادہ بڑھ گیا شیطان نے کہا پروردگار مجھے ان کی بھیڑ بکریوں کے ریوڑ پر تسلط دے دے اللہ نے شیطان کو تسلط دے دیا اور اس نے تمام جانوروں کو ہلاک کر ڈالا ایوب علیہ السلام کے شکر و حمد میں اور اضافہ ہو گیا۔ شیطان نے کہا پروردگار مجھے ان کے بدن پر تسلط دے دے تو اللہ نے ان کے بدن پر مسلط کر دیا سوائے ان کی عقل اور آنکھوں کے ابلیس نے بدن میں پھونک ماری تو سر سے پاؤں تک وہ ایک زخم کی طرح بن گیا وہ ایسی حالت میں کافی عرصے تک باقی رہے اور حمد و شکر پروردگار کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے بدن میں کیڑے پڑ گئے جب وہ کیڑے بدن سے نکلتے تو ایوب علیہ السلام انھیں واپس ڈال دیتے اور فرماتے ایسی جگہ واپس چلا جا جہاں پر اللہ نے تجھے پیدا کیا ہے ان کے جسم میں بدبو پیدا ہو گئی یہاں تک کہ بستی والوں نے انھیں بستی سے نکال دیا اور انھیں بستی کے باہر گھورے پر ڈال دیا اور ان کی بیوی رحمہ بنت یوسف

---

(۱) الخصال ص ۳۹۹۔۴۰۰ ح ۱۰۸ باب ۷

بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم صلوات اللہ اجمعین تھی لوگوں سے صدقہ لیتیں اور جو کچھ ملتا اسے حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس لے آتیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا جب ان کی مصیبت طول پکڑ گئی اور ابلیس نے ان کے صبر کو دیکھا تو ایوب علیہ السلام کے اصحاب کے پاس آیا جو رہبان تھے اور پہاڑوں میں رہ کر عبادت کیا کرتے تھے شیطان نے ان سے کہا آؤ ہم سب مل کر اس بندے کے پاس چلیں جو مصیبت میں گرفتار ہے اور اس سے اس کی مصیبت کی وجہ دریافت کریں تو وہ بھورے رنگ کے خچروں پر سوار ہو کر گئے جب ان کے قریب پہنچے تو ان کے جسم سے جو بدبو آرہی تھی اس کی وجہ سے ان کے خچر بدک گئے انھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر وہ ایوب علیہ السلام کے پاس گئے ان میں ایک نوجوان بھی تھا وہ ایوب علیہ السلام کے پاس بیٹھے اور انھوں نے کہا اے ایوب (علیہ السلام) اگر آپ اپنے اس گناہ کے بارے میں بتلا دیتے جو آپ سے سرزد ہوا ہے کہ اگر وہ ہم سے ہوا ہوتا تو اللہ ہمیں ہلاک کر ڈالتا ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ جس مصیبت میں گرفتار ہوئے ہیں کوئی بھی اس میں مبتلا نہیں ہوا کیا کوئی ایسا معاملہ ہے جسے آپ ہم سے چھپا رہے ہیں۔

ایوب (علیہ السلام) نے کہا میرے رب کے عزّت وجلال کی قسم وہ بہتر جانتا ہے کہ میں نے کبھی بھی کھانا نہیں کھایا مگر کوئی یتیم یا ضعیف میرے ساتھ کھانے میں شریک ہوتا تھا اور جب بھی میرے سامنے دو معاملات پیش کیے گئے جن کا تعلق اطاعت خداوندی سے تھا میں نے ان میں سے وہ اختیار کیا جو میرے لیے زیادہ دشوار تھا جوان نے کہا اے لوگو! تمھارا بُرا ہو تم نے اللہ کے نبی پر الزام لگایا یہاں تک کہ انھوں نے عبادت رب کے ان رموز کو ظاہر کر دیا جسے وہ پوشیدہ رکھتے تھے ایوب علیہ السلام نے کہا اے رب جب میں تیرے فیصلے سے اس منزل پر ہوں تو تُو مجھ پر میری حُجت کو لٹکا دے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف بادل کے ایک ٹکڑے کو بھیجا اور فرمایا اے ایوب تمھاری حجت کو آویزاں کر دیا ہے میں نے تم کو اپاہج کیا ہے اور میں تم سے قریب ہوا اور ہمیشہ قریب رہا ہوں ایوب علیہ السلام نے کہا اور میرے پروردگار تو جانتا ہے کہ جب بھی میرے سامنے دو امور پیش کیے جن میں تیری اطاعت تھی تو میں نے اسے اختیار کیا جو میرے نفس پر زیادہ سخت اور دشوار ہو، کیا میں نے تیری حمد نہیں کی؟ کیا تیرا شکر ادا نہیں کیا؟ کیا میں نے تیری تسبیح بیان نہیں کی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا بادل سے دس ہزار زبانوں سے آواز آئی اے ایوب تمھیں کس نے وادار کیا کہ تم اللہ کی عبادت کرو جب کہ لوگ اللہ سے غافل تھے تم اس کی حمد کرتے رہے، اس کی تسبیح پڑھتے رہے اس کی تکبیر کرتے رہے جبکہ لوگ اس سے غافل تھے کہ تم اللہ پر احسان جتلا رہے ہو جب کہ تم پر اللہ کا احسان ہے فرمایا ایوب نے مٹی لے کر اپنے منہ میں ڈالی پھر کہا یہ تیری رضا مندی ہے یا رب تو نے ہی مجھ پر یہ فضل وکرم کیا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو نازل کیا اس نے اپنا پاؤں زمین پر مارا اس سے پانی نکلا ایوب نے اس پانی سے

غسل کیا تو وہ جیسے پہلے تھے اس سے زیادہ اچھے اور خوب صورت ہو گئے اور تر و تازہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک سرسبز باغ اگا دیا اور انھیں ان کے اہل وعیال ان کا مال اور ان کی اولاد اور ان کی زراعت سب کچھ لوٹا دی اور فرشتہ ان کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے لگا اور اپنی باتوں سے ان کا دل بہلانے لگا۔

ان کی بیوی روٹی کے ٹکڑے لے کر جب واپس آئی تو یہاں پر تو کایا ہی پلٹ چکی تھی اس نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں محوِ گفتگو ہیں وہ روئی اور چلائی اور آواز دی اے ایوبؑ تم پر کون سی مصیبت نازل ہوئی ہے؟ ایوب نے اسے پکارا تو وہ اس جگہ آ گئی جب اس نے ایوبؑ کو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا جسم اور ان کی نعمت انھیں لوٹا دی ہے تو اس نے اللہ کے حضور سجدۂ شکر کیا ایوب علیہ السلام نے دیکھا کہ اس کی زلفیں کٹی ہوئی ہیں پتا چلا کہ جب اس نے لوگوں سے ایوب علیہ السلام تک لے جانے کے لیے کچھ کھانا طلب کیا تو لوگوں نے کہا تم اپنی زلفیں فروخت کر دو تو ہم طعام دیں گے رحمہ (زوجہ ایوب) کی زلفیں نہایت خوب صورت تھیں، انھوں نے اپنی زلفیں کاٹ کر ان لوگوں کے حوالے کر دیں اور اس کے بدلے ایوب کے لیے کھانا لے کر آئیں۔

جب ایوب علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کی بیوی کے بال کٹے ہوئے ہیں تو وہ غصے میں آ گئے اور قسم کھائی کہ وہ انھیں سو (درّے) ماریں گے ''رحمہ'' نے زلفوں کے کاٹے جانے کا سبب بیان کیا تو ایوبؑ اس وجہ سے نہایت غمگین ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی: وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ

(ہم نے (ایوبؑ سے) کہا سو تنکوں کا ایک جھاڑو پکڑ لو اور اس سے مارو اور قسم نہ توڑو) انھوں نے ایک گچھا لیا جس میں سو تنکے تھے اور اس سے اپنی بیوی کو ایک مرتبہ مارا اور اس طرح انھوں نے اپنی قسم پوری کر لی فرمایا اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے اہل وعیال جو اس آزمائش سے پہلے مر گئے تھے انھیں لوٹا دیا اور جو مصیبت کے نازل ہونے کے بعد مر گئے تھے انھیں بھی زندہ کر دیا وہ ان کے ساتھ رہنے لگے حضرت ایوب علیہ السلام سے صحت و عافیت ملنے کے بعد سوال کیا گیا کہ کون سی چیز زیادہ سخت تھی جو آپ پر گزری فرمایا کہ دشمنوں کی شماتت (دوسروں کی مصیبت پر خوش ہونا) امام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گھر پر سونے کی پتریوں کی بارش کی وہ اسے جمع کرتے اور اگر ہوا ان میں سے کچھ اڑا کر لے جاتی تو اس کے پیچھے جاتے تو وہ واپس کر دیتی جبرائیل علیہ السلام نے اُن سے کہا اے ایوبؑ کیا آپ کو سیری نہیں ہوتی ایوبؑ نے جواب دیا کہ اپنے رب کے عطا کردہ رزق سے کون سیر ہوتا ہے۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں پہلی روایت میں جس بدن کی بات کی گئی ہے کہ جس میں بدبو پیدا نہیں ہوئی اور بدن میں کیڑے نہیں پڑے وہ انبیاء اور اولیاء کا اصلی بدن ہے جسے جوں کا توں اٹھا لیا جاتا ہے جسے ایسی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے جس مٹی سے مومنین کی ارواح کو خلق کیا گیا ہے اور اس روایت میں جس بدن کا ذکر کیا گیا ہے کہ جس میں بدبو تھی اور جس میں کیڑے پڑ گئے تھے وہ بدن عنصری ہے جو اس کے لیے غلاف کی مانند ہے اور خواص کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور دونوں روایتوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۳۹

وَ اذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَ الْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾
اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ۚ وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ
الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ؕ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ ذَاالْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ؕ
هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ۙ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ
الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ۚ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّ شَرَابٍ ﴿۵۱﴾
وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾
اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ۚ هٰذَا ؕ وَ اِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ۙ
جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّ غَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ۙ

۴۵-آپ ذکر کیجیے ہمارے بندگان خاص ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کا جو قوت اور بصیرت والے تھے۔

۴۶-اور ہم نے انھیں چن لیا تھا ایک خاص وصف کے ساتھ جو آخرت کی یاد تھی۔

۴۷-اور وہ ہمارے نزدیک یقیناً برگزیدہ اور پسندیدہ تھے۔

۴۸-اور ذکر کیجیے اسماعیل، الیسع اور ذوالکفل کا وہ سب کے سب نیک لوگوں میں سے تھے۔

۴۹-یہ ایک ذکر ہے اور بے شک متقین کے لیے بہترین ٹھکانا ہے۔

۵۰-دائمی جنّتیں جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے۔

۵۱-ان میں وہ تکیے لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے وہاں بے شمار پھل اور مشروبات منگوا رہے ہوں گے۔

۵۲-اور ان کے پاس شرمیلی ہم سن بیویاں ہوں گی۔

۵۳-یہ وہ ہے تم سے روز حساب کے لیے جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔

۵۴-یقیناً یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی بھی ختم نہ ہوگا۔

۵۵-یہ تو ہے متقین کا انجام اور سرکشوں کا بدترین ٹھکانا ہے۔

۵۶-جہنّم جس میں وہ جھلسیں گے یہ بہت بُری قیام گاہ ہے۔

۵۷-یہ ہے اُن کے لیے: وہ کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کا ذائقہ چکھیں گے۔

۴۵–وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَ الْاَبْصَارِ–

آپ ذکر کیجیے ہمارے بندگان خاص ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کا جو قوت اور بصیرت والے تھے

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ وہ عبادت کی قوت رکھتے تھے اور اس میں انھیں بصیرت حاصل تھی۔(۱)

۴۶–اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ–

اور ہم نے انھیں ایک خاص وصف کے ساتھ چن لیا تھا

یعنی ہم نے انھیں اپنے لیے چن لیا تھا ایک خالص وصف کے ساتھ جس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ تھی

ذِكْرَى الدَّارِ– جو آخرت کی یاد تھی

یعنی وہ ہمیشہ آخرت کا ذکر کرتے رہتے تھے اور اسی وجہ سے ان کی اطاعت میں اخلاص تھا اور یہ اس لیے تھا کہ ان کا مطمح نظر ہر عمل کے بجالانے اور ترک کرنے پر اللہ کی ہمسائگی اور اس کی ملاقات کی کامیابی تھا اور لفظ ''دار'' کا اطلاق آخرت پر اس لیے کیا گیا تھا کہ وہی حقیقی گھر ہے اور دنیا تو گزرگاہ ہے۔

۴۷–وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ–

اور وہ ہمارے نزدیک یقیناً برگزیدہ اور پسندیدہ تھے

۴۸–وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ –

اور ذکر کیجیے اسماعیل اور الیسع کا

الیسع ابن اخطوب ہیں حضرت الیاس علیہ السلام نے بنی اسرائیل پر جنھیں اپنا جانشین مقرر کیا تھا پھر اللہ نے انھیں نبوت سے سرفراز کیا۔(۲)

وَ ذَاالْكِفْلِ ؕ – اور ذوالکفل کا ذکر کیجیے

ذَاالْكِفْلِ سے مراد یوشع بن نون ہیں جیسا کہ سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ۸۵ کے ذیل میں بیان کیا جاچکا ہے

وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ– اور وہ سب کے سب منتخب روزگار افراد میں سے تھے

۴۹–هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ–

یہ ایک ذکر ہے اور بے شک متقین کے لیے بہترین ٹھکانا ہے

مَاٰبٍ کے معنی ہیں واپس آنے کی جگہ۔ لوٹنے کی جگہ

۵۰–جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ–

دائمی جنّتیں جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوئے ہیں

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۴۲ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۱۲

۵۱–مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا– ان میں وہ تکیے لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے

يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّ شَرَابٍ–

وہاں بے شمار پھل اور مشروبات منگوا رہے ہوں گے

کہا گیا ہے کہ صرف پھلوں پر اس لیے اکتفا کی گئی تا کہ واضح کیا جائے کہ ان کے کھانے کا مقصد محض لذّت حاصل کرنا ہے غذا کھانے کا مقصد جسم کو توانا کرنا ہوتا ہے اور جنت میں کسی قسم کی کمزوری نہیں ہوتی

۵۲–وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ – اور ان کے پاس شرمیلی بیویاں ہوں گی

ایسی بیویاں جو شوہروں کے علاوہ کسی اور کی طرف نہیں دیکھتی ہوں گی

اَتْرَابٌ– ہم سن عورتیں

نہ ان میں بوڑھی ہوں گی اور نہ ہی بالکل بچی بلکہ جوانِ رَعنا

۵۳–هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ–

یہ وہ ہے تم سے روز حساب کے لیے جس کا وعدہ کیا گیا تھا

یعنی روز حساب کی وجہ سے اس کی خاطر

۵۴–اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ– یقیناً یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی بھی ختم نہ ہوگا

نَّفَادٍ کا مفہوم ہے جو منقطع نہ ہوگا

۵۵–هٰذَا ؕ – یہ تو ہے متقین کا انجام

وَ اِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ– اور سرکشوں کا بدترین ٹھکانا ہے

۵۶–جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ–

جہنّم جس میں وہ جھلسیں گے یہ بہت بُری قیام گاہ ہے

۵۷–هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّ غَسَّاقٌ–

یہ ہے اُن کے لیے، وہ کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کا ذائقہ چکھیں گے

غَسَّاقٌ جہنم کی پیپ سے جو کچھ بہہ کر آ رہا ہوگا

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا ''الغسّاق جہنم'' کی ایک وادی ہے جس میں تین سو تیس محلات ہیں ہر محل میں تین سو گھر ہیں اور ہر گھر میں ۴۰ کونے اور گوشے ہیں اور ہر گوشے میں اژدہے ہیں اور ہر اژدہے میں ۳۳۰ بچھّو ہیں اور ہر بچھّو کے ڈنک میں زہر کی تین سو تیس تھیلیاں ہیں اگر ان میں سے کوئی بچھو اپنا زہر اہل جہنم پر چھڑک دے تو اس کا زہر تمام جہنم والوں کے لیے کافی ہوگا۔[۱]

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۴۲

وَّ اٰخَرُ مِنۡ شَكۡلِهٖۤ اَزۡوَاجٌ ﴿۵۸﴾
هٰذَا فَوۡجٌ مُّقۡتَحِمٌ مَّعَكُمۡ ۚ لَا مَرۡحَبًا بِهِمۡ ؕ اِنَّهُمۡ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾
قَالُوۡا بَلۡ اَنۡتُمۡ ۟ لَا مَرۡحَبًا بِكُمۡ ؕ اَنۡتُمۡ قَدَّمۡتُمُوۡهُ لَنَا ۚ فَبِئۡسَ الۡقَرَارُ ﴿۶۰﴾
قَالُوۡا رَبَّنَا مَنۡ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدۡهُ عَذَابًا ضِعۡفًا فِى النَّارِ ﴿۶۱﴾
وَ قَالُوۡا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمۡ مِّنَ الۡاَشۡرَارِ ﴿۶۲﴾ؕ
اَتَّخَذۡنٰهُمۡ سِخۡرِيًّا اَمۡ زَاغَتۡ عَنۡهُمُ الۡاَبۡصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ
اَهۡلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ ع قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنۡذِرٌ ۖ وَّ مَا مِنۡ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الۡوَاحِدُ ۴ ۲۴ ۱۳
الۡقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ ۚ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا الۡعَزِيۡزُ الۡغَفَّارُ ﴿۶۶﴾

۵۸–اور اسی قسم کے دوسرے (عذاب) ہوں گے۔۵۹–یہ ایک گروہ ہے جو تمھارے ساتھ گھسا چلا آرہا ہے ان کے لیے خوشی اور فراخی نہ ہو یقیناً وہ جہنّم میں جھلسنے والے ہیں۔ ۶۰–وہ ان کے جواب میں کہیں گے تم ہی اس لائق ہو تمھارے لیے خیر مقدم نہیں تمھیں تو یہ مصیبت ہمارے لیے لے کر آئے ہو یہ بہت بُری جائے قرار ہے۔۶۱–وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار جس نے ہمیں اس انجام تک پہنچایا ہے تو اس کو دوزخ کا دہرا عذاب دے۔ ۶۲–اور وہ کہیں گے آخر کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھ رہے ہیں جنھیں ہم بُرے لوگوں میں شمار کرتے تھے۔ ۶۳–کیا ہم نے ان کا بلاوجہ مذاق اڑایا تھا یا نظریں انھیں دیکھنے سے چوک رہی ہیں۔ ۶۴–یہ بات بالکل درست ہے دوزخیوں میں اسی نوعیت کے جھگڑے ہیں۔
۶۵–اے نبی آپ فرما دیجیے میں تو صرف ڈرانے والا ہوں اور نہیں ہے کوئی حقیقی معبود سوائے اللہ کے جو یکتا اور سب پر غالب ہے۔۶۶–جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان واقع ہر چیز کا مالک ہے جو صاحب عزّت اور بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔

۵۸–وَّ اٰخَرُ مِنۡ شَكۡلِهٖۤ اَزۡوَاجٌ– اور اسی قسم کے دوسرے (عذاب) ہوں گے
مِنۡ شَكۡلِهٖ سے مراد ہے اس کی مانند جس کا مزہ چکھا جارہا ہے یا شدت میں عذاب کی مانند یا چکھنے والے کی طرح۔[۱]

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۱۳

اَزْوَاجٌ سے مراد اَصناف۔ اقسام

۵۹- هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ -

یہ ایک گروہ ہے جو تمھارے ساتھ گھسا چلا آرہا ہے

یہ نقل قول ہے جو سرکشوں کے سرداروں سے کہا جارہا ہے جب وہ آگ میں داخل ہو رہے تھے اور ان کے ساتھ ایک گروہ داخل ہوا تھا جو گم راہی میں ان کا پیروکار تھا۔

اقتحام کے معنیٰ ہیں شدّت میں گرفتار ہونا اور اس میں گھس جانا

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر قمیّ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جہنّم کی آگ ان کے اوپر اسی طرح تنگ ہوگی جس طرح نیزے کا پھل نیزے کے لیے تنگ ہوتا ہے۔[۱]

لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۭ -

جن کی پیروی کی جارہی ہے ان پیروی کرنے والوں کے لیے یہ بددعا ہے

کہ ان کے لیے خوشی اور فراخی نہ ہو

اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ- یقیناً وہ جہنّم میں جھلنے والے ہیں

۶۰- قَالُوْا - وہ کہیں گے یعنی

پیروی کرنے والے اپنے رؤساء سے کہیں گے

بَلْ اَنْتُمْ ۭ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۭ -

بلکہ تم اس لائق ہو کہ تمھارے لیے کوئی خیر مقدم نہیں

یعنی تم نے جو کچھ ہمارے لیے کیا ہے تم خود اس کے زیادہ حق دار ہو تمھاری گم راہی کے سبب اور گم راہ کرنے کی وجہ سے

اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ -

تُمھیں تو یہ مصیبت ہمارے لیے لے کر آئے ہو

فَبِئْسَ الْقَرَارُ- یہ بہت بُری جائے قرار ہے

جہنّم بہت بُرا ٹھکانا ہے

۶۱- قَالُوْا رَبَّنَا - انھوں نے کہا اے ہمارے پروردگار

مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ-

جو شخص ہمارے سامنے یہ انجام لایا ہے تو اس کے لیے دوزخ کے دہرے عذاب میں اضافہ کر دے

---

(۱) تفسیر مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۸۳

یعنی جتنا عذاب اس کے لیے مقرر ہے اس میں اتنا ہی اضافہ کر دے تا کہ اس طرح عذاب دُگنا ہو جائے۔

۶۲ – وَقَالُوْا مَالَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا –

اور وہ کہیں گے آخر کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھ رہے

كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ– جنھیں ہم بُرے لوگوں میں شمار کرتے تھے

۶۳ – اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا – کیا ہم نے ان کا بلاوجہ مذاق اڑایا تھا

یہ رِجال کی دوسری صفت ہے اور اسے ہمزۂ استفہام کے ساتھ پڑھا گیا ہے یعنی وہ لوگ اس بات کا انکار کر رہے ہیں اور اپنے نفس کی ملامت کر رہے ہیں کہ ان لوگوں کا مذاق اڑایا تھا۔

اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ–

یا نظریں انھیں دیکھنے سے چوک رہی ہیں

نگاہیں کج ہو گئی ہیں اور ہم انھیں نہیں دیکھ رہے ہیں اور لفظ ''اَمْ'' مَالَنَا لَا نَرٰی کے مقابل میں آیا ہے یعنی مراد یہ ہے کہ وہ ہمیں اس لیے دکھائی نہیں دے رہے ہیں کہ وہ غیبت میں ہیں، گویا کہ وہ یہ کہنا چاہ رہے ہیں وہ یہاں پر موجود نہیں ہیں یا ان کی جانب سے ہماری نگاہیں مُڑ گئی ہیں۔

۶۴ – اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ–

یہ بات بالکل درست ہے دوزخیوں میں اسی نوعیت کے جھگڑے ہیں

جو وہ آپس میں کیا کرتے ہیں

اور یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول ہے

انکم لفی الجنّة تحبرون وفی النّار تطلبون

بے شک تم جنّت میں مکرّم و محترم رہو گے اور جہنم میں تمھیں تلاش کیا جائے گا۔

اور بصائر میں اس لفظ کا اضافہ ہے فَلَا تو جَدُون تم وہاں نہ پائے جاؤ گے۔(۱)

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمھارے دشمن کی زبانی جو جہنم میں ہیں تمھارا ذکر کرتے ہوئے یہ قول نقل کیا ہے ''وَقَالُوْا مَالَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا''

(اور انھوں نے کہا کہ آخر کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو کیوں نہیں دیکھ رہے ہیں)

امام علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے تمھارے علاوہ کسی اور کو مراد نہیں لیا ہے تم اس عالم کے لوگوں کے نزدیک بُرے لوگوں میں سے تھے اور خدا کی قسم تم جنت میں مکرم و محترم ہوؤ گے اور جہنم میں تمھیں ڈھونڈا جا رہا ہوگا۔(۲)

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۴۳ و بصار الدرجات ص ۲۹۰ ح ۴ (۲) الکافی ج ۸ ص ۲۶ ذیل حدیث نمبر ۶

اور ایک روایت میں ہے کہ خدا کی قسم تم میں سے دو افراد بھی جہنم میں نہیں جائیں گے اور خدا کی قسم ایک بھی جہنم میں نہیں جائے گا خدا کی قسم تم ہی وہ افراد ہو جن کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ''وَ قَالُوْا مَا لَنَا'' پھر فرمایا کہ خدا کی قسم وہ تمھیں جہنم میں تلاش کریں گے لیکن وہ تم میں سے کسی کو بھی وہاں نہ پائیں گے۔[۱]

اور ایک روایت میں ہے کہ جب جہنم میں جانے والے جہنم میں مستقر ہو جائیں گے وہ تمھیں تلاش کریں گے لیکن تم میں سے کسی کو وہاں نہ پائیں گے تو وہ ایک دوسرے سے کہیں گے ''مالنا'' فرمایا اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ'' وہ تمھارے بارے میں آپس میں جھگڑیں گے جس طرح وہ دنیا میں کہا کرتے تھے۔[۲]

تفسیر مجمع البیان اور جوامع الجامع اسی سے ملتی جلتی روایت ہے۔[۳]

۶۵-قُلْ- اے محمد آپ مشرکین سے فرما دیجیے

اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ- میں تو صرف ڈرانے والا ہوں

میں تمھیں عذاب خداوندی سے ڈرا رہا ہوں

وَّ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ-

اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے جو یکتا ہے

جس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی حصّہ دار ہے

الْقَهَّارُ- وہ ہر شے پر غالب ہے

۶۶-رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا-

جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان واقع ہر چیز کا مالک ہے

ان کی تخلیق اسی کی جانب سے ہے اور ان کا معاملہ بھی اسی پر منتہی ہوتا ہے

الْعَزِيْزُ- جو صاحب عزّت ہے، غالب ہے

جب وہ سزا دیتا ہے تو کسی سے مغلوب نہیں ہوتا

الْغَفَّارُ- اور بہت زیادہ بخشنے والا ہے

وہ جس کے لیے چاہتا ہے اور جو گناہ چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور ان اوصاف کے ساتھ توحید کا بیان ہے اور مشرکین اور مُوحّدین کے لیے وعدہ اور وعید (ڈراوا) ہے اور آیت میں لفظ ''قھّار و عزیز'' کو مکرر لاکر وعید (ڈراوے) کی نشان دہی کی گئی ہے اور اسے اس لیے مقدم رکھا گیا کیوں کہ مُدّعا اور ہدفِ انذار (ڈرانا) تھا۔

---

(۱) و (۲) الکافی ج ۸ ص ۱۴۱ ح ۱۰۴ و ۳۲ (۳) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۸۴ و جوامع الجامع ج ۳ ص ۴۴۳

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾
مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾
اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾

۶۷-اے نبی آپ فرما دیجیے یہ بہت بڑی خبر ہے۔
۶۸-تم جس سے روگردانی کر رہے ہو۔
۶۹-مجھے کوئی اطلاع نہ تھی جب ملأاعلی (عالم بالا) میں وہ ایک دوسرے سے جھگڑ رہے تھے۔
۷۰-مجھے تو وحی کے ذریعے اس لیے یہ باتیں بتائی جاتی ہیں کہ میں واضح خبردار کرنے والا ہوں۔

۶۷-قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ-
اے نبی آپ فرما دیجیے یہ بہت بڑی خبر ہے
۶۸-اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ-
تم جس سے روگردانی کر رہے ہو
کہا گیا ہے یعنی میں تمھیں جس خبر سے آگاہ کر رہا ہوں۔(۱)
اور کہا گیا ہے کہ اس کے بعد آدم علیہ السلام کی خبر تھی۔(۲)
تفسیر قمیؒ میں ہے اس سے مراد امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔(۳)
کتاب البصائر میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا وہ خدا کی قسم امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔(۴)
امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''النبأ'' سے مراد امامت ہے۔(۵)
۶۹-مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ-
مجھے کوئی اطلاع نہ تھی جب ملأاعلی (عالم بالا) میں وہ ایک دوسرے سے جھگڑ رہے تھے
اس لیے کہ کلام ملائکہ کی اطلاع اور ان کی بات چیت سوائے وحی کے کسی اور ذریعے سے معلوم نہیں ہوسکتی۔
۷۰-اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ-
مجھے تو وحی کے ذریعے اس لیے یہ باتیں بتائی جاتی ہیں کہ میں واضح خبردار کرنے والا ہوں

---

(۱) و(۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۱۴ (۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۴۳
(۴) بصائر الدرجات ص ۹۷۹۶ ح ۳ باب النوادر (۵) بصائر الدرجات ص ۲۲۷ ح ۱

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے حدیث معراج کے ذیل میں وارد ہوا ہے جس کا ابتدائی حصہ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱ کے تحت بیان کیا جاچکا ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب جبرئیل امینؑ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا دیا تو اس کے بعد وہ پیچھے ہوگئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیلؑ اس مقام پر تم مجھے تنہا چھوڑ رہے ہو جبرئیلؑ نے عرض کی اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ آگے تشریف لے چلیں اس لیے آپ اس مقام پر پہنچے ہیں جہاں آپ سے پہلے اللہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی نہیں پہنچا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب کے نور کو دیکھا اور میرے اور رب کے درمیان ''سُبحہ'' حائل ہوگئی امام علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ''سُبحہ'' سے کیا مراد ہے تو آپ نے اپنے چہرے سے زمین کی طرف اور اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور وہ فرما رہے تھے: ''جَلَالُ رَبّی، جَلَالُ رَبّی، جَلَالُ رَبّی''

میرے رب کا جلال، میرے رب کا جلال، میرے رب کا جلال

پھر ارشاد ہوا ''یا محمدؐ'' میں نے کہا لبیک یا رب (اے میرے پروردگار میں حاضر ہوں)۔

فرمایا مَلأُ اَعْلٰی کس بارے میں الجھ رہے ہیں میں نے کہا ''سبحانک لاعلم لی اِلّا ما علمتنی'' تو پاک ہے مجھے کوئی علم نہیں ہے مگر وہی جو تو نے مجھے سکھایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے اپنا ہاتھ (الف) یعنی دست قدرت میرے کندھوں کے درمیان میں رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے سینے تک محسوس کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمھیں تمام گزشتہ باتوں اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم عطا کر دیا۔

فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ''مَلأُ اَعْلٰی'' کس بارے میں نزاع کر رہے ہیں میں نے جواب دیا کفارات، درجات اور حسنات کے بارے میں تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا اے محمد تمھارا دانا پانی ختم ہو رہا ہے اور پیغام نبوت اختتام پذیر ہے بتاؤ تمھارا وصی کون ہے؟

فرمایا پروردگار! میں نے تیری مخلوق کو آزمایا لیکن مخلوقات میں کسی کو بھی علیؑ سے زیادہ مجھ سے محبت کرنے والا نہ پایا فرمایا ہاں اے محمد میری بھی یہی کیفیت ہے آپ انھیں بشارت دے دیں کہ وہ پرچم ہدایت، میرے اولیاء کے امام، میری اطاعت کرنے والوں کے لیے نور اور وہ کلمۂ باقیہ ہیں میں نے جسے متقین کے لیے لازم قرار دیا ہے جس نے اس سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ میں نے انھیں ایسی خصوصیات عطا کی ہیں جو کسی اور کو نہیں دی ہیں تو میں نے کہا اے میرے پروردگار وہ میرا بھائی، میرا ساتھی، میرا وزیر اور میرا وارث ہے۔

(الف) اللہ جسم و جسمانیات سے منزّہ ہے اس سے مراد قدرت ہے (مترجم)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وہ امر ہے جو پہلے دیا جاچکا ہے انھیں آزمایا جاچکا ہے اور آزمایا جارہا ہے باوجودے کہ میں نے انھیں عطا کر دی ہیں اور انھیں عطا کر دی ہیں اور انھیں عطا کر دی ہیں اور انھیں عطا کر دی ہیں چار چیزیں جسے انھوں نے اپنے ہاتھوں سے باندھ دیا ہے جن کا کھولنا ممکن نہیں۔ ۱؎

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میرے رب نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ ''مَلاِ اَعْلٰی'' والے کس بارے میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔

ارشاد باری ہوا ان کا جھگڑا کفارات اور درجات کے بارے میں ہے جہاں تک کفارات کا تعلق ہے تو اس کا مفہوم ہے سردیوں میں اچھی طرح وضو کرنا اور جماعتوں تک پہنچنے کے لیے قدم بڑھانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اور جہاں تک درجات ہیں تو اس کا مفہوم ہے سلام کو ظاہر کرنا، کھانا کھلانا اور نماز شب ادا کرنا جب لوگ سو رہے ہوں اور خِصال میں دوسرے طریقے سے اس سے ملتی جلتی روایت ہے۔ ۲؎

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۴۳۔۲۴۴ (۱) مجمع البیان ج ۷۔۸ ص ۴۸۵

(۲) الخصال ص ۸۵ ذیل حدیث نمبر ۱۲ سے باب ۳

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿۷۱﴾
فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾
فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ
اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ
وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾
وَّ اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ
يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾
قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾
قَالَ فَالْحَقُّ ۫ وَ الْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ
اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾
اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَ لَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾ ع

ع ۵ ۲۴ ۱۴

۷۱- یاد کیجیے جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔

۷۲- جب میں اسے پوری طرح بنا لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا۔

۷۳- فرشتے سب کے سب سجدے میں گر گئے۔

۷۴- سوائے ابلیس کے اس نے تکبر کیا اور وہ تو کافروں میں سے تھا۔

۷۵- رب نے فرمایا اے ابلیس تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے کیا تو نے گھمنڈ کیا یا تو اونچے درجے کی ہستیوں میں سے ہے۔

۷۶- ابلیس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔

۷۷- ارشاد باری ہوا اچھا تو یہاں سے نکل جا تو مردود ہے۔

۷۸–اور روز جزا تک تجھ پر میری لعنت ہے۔

۷۹–اس نے کہا اے میرے رب مجھے اس وقت تک مہلت دے جب لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔

۸۰–ارشاد فرمایا تجھے مہلت دے دی گئی۔

۸۱–اس دن تک جس کا وقت مجھے معلوم ہے۔

۸۲–اس نے کہا تیری عزت وجلال کی قسم میں سب کو بہکاؤں گا۔

۸۳–سوائے تیرے خالص بندوں کے۔

۸۴–ارشاد ہوا یہ حق ہے اور میں حق بات ہی کہتا ہوں۔

۸۵–کہ ضرور بالضرور میں جہنّم کو بھر دوں گا تجھ سے اور ان لوگوں سے جو اُن میں سے تیری پیروی کریں گے۔

۸۶–اے نبی آپ فرما دیجیے میں تم سے تبلیغ رسالت کا کوئی اجر طلب نہیں کرتا اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

۸۷–یہ تو عالمین کے لیے ایک نصیحت ہے۔

۸۸–اور کچھ ہی عرصے بعد تمھیں اس کا حال معلوم ہو جائے گا۔

۷۱–اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ–

یاد کیجیے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا

اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ–

میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں

۷۲–فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ–

جب میں اسے پوری طرح بنا لوں

یعنی اس کی تخلیق میں اعتدال پیدا ہو جائے

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ–

اور اس میں اپنی روح پھونک دوں

یعنی روح پھونک کر اسے زندہ کر دوں روح کی طہارت اور شرف کی وجہ سے اسے اپنی ہستی کی طرف نسبت دی

فَقَعُوْا لَهٗ–

تو تم سب اس کے سامنے گر پڑنا۔ جھک جانا

سٰجِدِيْنَ– سجدے میں

اس کی عزّت وتکریم اور تعظیم کے لیے اور اس بارے میں ہم سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۴ کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں

۷۳– فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ–

فرشتے سب کے سب سجدے میں گر گئے

۷۴– اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ –

سوائے ابلیس کے

اِسْتَكْبَرَ – اس نے تکبر کیا

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ–

اور علمِ خداوندی میں وہ کافروں میں سے تھا

۷۵– قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ –

رب نے فرمایا اے ابلیس تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا

لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ –

جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے

کتاب عیون اور توحید میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہے اپنی قدرت اور قوّت سے خلق فرمایا۔(۱)

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو خود اپنے ہاتھوں سے بناتا تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت یہ دلیل پیش نہ کرتا ''مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ '' (تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے) کیا تم یہ دیکھتے ہو کہ اللہ اشیاء کو اپنے ہاتھ سے مبعوث کرتا ہے؟(۲)

اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ–

کیا تو نے گھمنڈ کیا یا تو اونچے درجے کی ہستیوں میں سے ہے

تو نے گھمنڈ کیا جس کا تجھے حق نہیں یا تو ان ہستیوں میں سے جو بلند و بالا ہیں اور اونچے درجوں کے مستحق ہیں

۷۶– قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ –

ابلیس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۱۲۰ ح ۱۳ باب ۱۱ وتوحید ص ۱۵۳ ح ۱ باب ۱۳ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۴۴

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ–

تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے بنایا ہے

اس کی تفسیر سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۲ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے

۷۷– قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ–

ارشاد باری ہوا اچھا تو یہاں سے نکل جا تو مردود ہے

۷۸– وَّ اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْۤ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ–

اور بہ تحقیق روز جزا تک تجھ پر میری لعنت ہے

۷۹– قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ–

اس نے کہا اے میرے رب مجھے اس وقت تک مہلت دے جب لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے

۸۰– قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ–

ارشاد فرمایا تجھے مہلت دے دی گئی

۸۱– اِلٰى یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ–

اس دن تک جس کا وقت مجھے معلوم ہے

اس کا بیان سورۂ حجر کی آیت نمبر ۳۸ کے ذیل میں کیا جا چکا ہے

۸۲– قَالَ فَبِعِزَّتِكَ–

شیطان نے کہا تیری عزّت وجلال کی قسم

لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ–

میں سب کو بہکاؤں گا

۸۳– اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ–

سوائے تیرے خالص بندوں کے

وہ لوگ جنھیں اللہ نے چن لیا ہے یا انھوں نے اپنے قلوب کو اللہ کے لیے خالص قرار دیا ہے

اس لفظ کو مُخْلِصِیْن اور مُخْلَصِیْن ’لْ‘ کے زیر اور ’لْ‘ کے زبر کے ساتھ پڑھا گیا ہے

۸۴– قَالَ فَالْحَقُّ ۫ وَ الْحَقَّ اَقُوْلُ–

ارشاد ہوا یہ حق ہے اور میں حق بات ہی کہتا ہوں

اَقُوْلُ یعنی میں حق کو ثابت کرتا ہوں اور وہی کہتا ہوں

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۴۵

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الحق یعنی تم حق کے مطابق کرتے ہو اور میں حق بات کہتا ہوں۔(۱)
اگر الحق کو مبتدا مانا جائے تو مفہوم ہوگا ''الحقُّ یمینی'' یعنی حق میری طاقت ہے یا اگر خبر مانا جائے تو مفہوم ہوگا ''انا الحق'' میں ہی حق ہوں

۸۵- لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ-

کہ ضرور بالضرور میں جہنّم کو بھر دوں گا تجھ سے اور ان لوگوں سے جو اُن میں سے تیری پیروی کریں گے

۸۶- قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ-

اے نبی آپ فرما دیجیے میں تم سے تبلیغ رسالت کا کوئی اجر طلب نہیں کرتا

وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ-

اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں

مُتَكَلِّفِيْن بناوٹی باتیں کرنے والے، تصنع کرنے والے

کتابِ کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ کے دشمنوں، شیطان کے اولیاء جھٹلانے والوں اور انکار کرنے والوں سے کہا: قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (اے نبی آپ فرما دیجیے کہ مَیں تم سے تبلیغ رسالت کا کوئی اجر طلب نہیں کرتا اور میں تکلّف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں کہ تم سے وہ سوال کروں جس کے تم اہل نہیں ہو تو اس وقت منافقین نے ایک دوسرے سے کہا کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ انھوں نے بیس سال تک ہم کو مجبور کر کے رکھا؟ اب یہ چاہتے ہیں کہ اپنے اہل بیت کو ہماری گردنوں پر لاد دیں؟ انھوں نے کہا اللہ نے یہ نازل نہیں کیا یہ تو بس انھی کی باتیں ہیں جو وہ کہہ رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اپنے اہل بیت کو اٹھا کر ہماری گردنوں پر بٹھا دیں اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتل کر دیے گئے یا انھیں موت آ گئی تو ہم اسے ان کے اہل بیت سے علاحدہ کر دیں گے پھر یہ ہرگز اُن کے خاندان میں واپس نہ آ سکے گی۔(۱)

کتاب توحید میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ انسانوں میں سے جس پر قدرت حاصل کریں اگر اسے اسلام پر مجبور کر دیں تو ہماری تعداد بڑھ جائے گی۔

اور ہم دشمنوں کے خلاف طاقت ور بن جائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے کسی ایسی بدعت کے ساتھ ملاقات نہیں کرنا چاہتا جس کے بارے میں اللہ نے مجھ سے کچھ نہ کہا ہو اور نہ ہی مجھے اس مقصد کے لیے پابند کیا گیا ہے۔(۲)

کتاب جوامع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ متکلف (تکلّف کرنے والے) کی

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۳۷۹ (۲) التوحید ص ۳۴۱-۳۴۲ ص ۳۷۹ ح ۱۱

تین علامتیں ہیں۔ جو اُس سے مافوق ہے اس سے جھگڑتا ہے، جو اس تک پہنچتا نہیں اسے دوسروں کو عطا کر دیتا ہے اور جو جانتا نہیں اس کے بارے میں باتیں بناتا ہے۔ (۱)

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السلام سے اور انھوں نے حضرتِ لقمان سے اسی جیسی روایت نقل کی ہے۔ (۲)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں اور علماء میں سے ایسے افراد بھی ہیں جو خود کو فتاویٰ دینے کے لیے آمادہ کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں سَلُونی مجھ سے پوچھو اور شاید اسے ایک حرف کا بھی پتا نہیں اللہ تکلف کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا ایسا شخص جہنم کے چھٹے طبقے میں ہوگا۔ (۳)

کتاب مصباح الشریعۃ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ مُتَکَلِّف (تصنّع کرنے والا، بناوٹی) خطا کار ہے خواہ وہ صحیح نتیجے پر پہنچ جائے اور متکلّف (تکلف کرنے والا، تصنع کرنے والا) انجام کار ذلّت لانے کا سبب بنے گا اور کام کے وقت سوائے تھکن، مشقت اور بدبختی کے کچھ نہ ملے گا متکلّف کا ظاہر ریاکاری اور باطنِ نفاق ہے اور یہی اس کے دو پر ہیں جن سے وہ اڑتا پھرتا ہے اور اس میں نہ تو صالحین کا اخلاق ہوتا ہے اور نہ ہی متقین کا شعار متکلّف خواہ کسی بھی دروازے سے آجائے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی سے ارشاد فرما دیا ہے: قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۔ (۴)

۸۷- اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ-

یہ تو عالمین کے لیے ایک نصیحت ہے

موعظت اور پند ہے

۸۸- وَ لَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ-

اور ضرور بالضرور تم اُس کے وعدے اور دھمکی کو کچھ ہی عرصے میں جان جاؤ گے

کتاب کافی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا یہ خروج قائم کے وقت ہوگا۔ (۵)

کتاب ثواب الاعمال، اور تفسیر مجمع البیان میں عیّاشی سے اور وہ امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص بھی سورۂ ''ص'' کو شب جمعہ میں پڑھے گا تو اسے خیر دنیا و آخرت سے اتنا کچھ مل جائے گا جو کسی انسان کو بھی نہ دیا گیا ہوگا سوائے نبی مرسل اور ملک مقرّب کے اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت میں داخل کر دے گا اور وہ اپنے اہل خانہ میں جس سے محبت کرتا ہوگا اسے بھی جنت میں داخل کر دے گا یہاں تک کہ اس کی خدمت کرنے والے خادم کو بھی جنت میں داخل کر دے گا خواہ وہ اس کی عیال کی حد میں نہ آتا ہو اور نہ ہی اس حد میں کہ اس کی سفارش کی جائے۔ (۶)

---

(۱) جوامع الجامع ج ۳ ص ۴۴۵ (۲) الخصال ص ۱۲۱ ح ۱۱۳ باب ۳

(۳) الخصال ص ۲۵۲-۲۵۳ ح ۳۳ باب ۷ (۴) مصباح الشریعۃ ص ۱۴۰ ح ۱ باب ۶۶

(۵) الکافی ج ۸ ص ۲۸۷ ح ۴۳۲ (۶) ثواب الاعمال ص ۱۱۲ ح ۱ ومجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۶۳

سورۂ الزُّمر

اس سورۂ کو سورۂ غُرف بھی کہتے ہیں یہ سورۂ مکمل طور پر مکیہ ہے کہا گیا ہے کہ سوائے تین آیتوں کے جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی کے بارے میں قل یا عبادی سے لے کر آخر سورۂ تک اور کہا گیا ہے سوائے ایک آیت ''قُلْ یا عبادی'' کے، اس سورۂ میں آیتوں کی تعداد ۷۵ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ①

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ②

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④

وقف لازم

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے۔

۱–اس کتاب کی تنزیل اللہ کی جانب سے ہے جو غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔

۲–اے محمد ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب برحق نازل کی ہے لہٰذا آپ دین کو خالص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کیجیے۔ ۳–معلوم رہے کہ دین خالص صرف اللہ کے لیے ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں (وہ یہ کہتے ہیں) ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں مقرب بارگاہ الٰہی بنا دیں یقیناً اللہ ان کے مابین ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے، بے شک اللہ اُس کی ہدایت نہیں کرتا جو جھوٹ بولنے والا اور انکار کرنے والا ہو۔

۴–اگر اللہ کسی کو اپنی فرزندی میں لینا چاہتا تو وہ منتخب کر لیتا اپنی مخلوقات میں سے جسے چاہتا وہ پاک اور منزّہ ہے وہی اللہ یکتا اور غالب ہے۔

۱- تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ-

اس کتاب کی تنزیل اللہ کی جانب سے ہے جو غالب اور صاحبِ حکمت ہے

۲- اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ- اے محمد ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب برحق نازل کی ہے لہٰذا آپ دین کو خالص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کیجیے

شرک اور ریاکاری سے دین کو خالص قرار دے کر

۳- اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ- معلوم رہے کہ دین خالص صرف اللہ کے لیے ہے

اس لیے کہ وہ صفات الوہیّت سے تنہا آراستہ و پیراستہ ہے اور وہی راز ہائے پنہاں اور دلوں کے پوشیدہ رازوں سے مطلّع ہے

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ- اور جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ- (وہ یہ کہتے ہیں) ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں مقرب بارگاہ الٰہی بنا دیں (وہ اپنی بات کو دل میں مخفی رکھتے ہیں)

اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ-

یقیناً اللہ ان کے مابین ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے

دینی امور سے متعلق اور ہر ایک کو اس کے استحقاق کے مطابق سزا دے گا اور کہا گیا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو حق پر ہے اسے جنت میں داخل کر کے اور جو باطل پر ہے اسے جہنم میں بھیج کر فیصلہ کرے گا اور ''ھم'' کی ضمیر کفار کے لیے ہے اور جو ان کے مقابل میں ہیں اُن کے لیے ہے یا خود ان کے لیے اور ان کے معبودوں کے لیے ہے اس لیے کہ وہ لوگ اُن کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں اور وہ معبود اِن پر لعنت بھیجتے ہیں۔

کتاب احتجاج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے مشرکین کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ تم لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کیوں کی؟ انھوں نے جواب دیا کہ اس طرح ہم اللہ کا تقرّب چاہ رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کہا کیا وہ اصنام سنتے ہیں اپنے رب کے اطاعت گزار ہیں اس کی عبادت کرتے ہیں کہ تم ان کی تعظیم کر کے اللہ کا تقرّب حاصل کرو؟ انھوں نے جواب دیا نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمھی تو ہو جس نے ان بتوں کو اپنے ہاتھوں سے تراشا ہے انھوں نے کہا ہاں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کہا کہ اگر ان اصنام کے لیے عبادت کی اجازت ہو تو ان کے لیے مناسب ہے کہ وہ تمھاری عبادت کریں نہ یہ کہ تم ان کی عبادت کرو جب کہ ان اصنام کی تعظیم کے لیے اس نے تمھیں حکم نہیں دیا ہے جو تمھاری مصلحتوں اور انجام سے آگاہ ہے اور اس نے جس امر پر تمھیں مکلّف کیا ہے وہ اس کی حکمت کو جانتا ہے۔[۱]

قرب الاسناد میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا

---

(۱) احتجاج ج ۱ ص ۲۲

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے علاوہ جس جس چیز کی عبادت کی جاتی تھی خواہ وہ سورج ہو یا چاند یا اس کے علاوہ کچھ اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے لے آئے گا پھر انسان جس کی عبادت کیا کرتے تھے اس کے بارے میں اس سے سوال کیا جائے گا تو جس نے اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کی تھی وہ کہے گا اے ہمارے پروردگار ہم تو ان کی عبادت اس لیے کرتے تھے کہ وہ ہمیں خدا کے قریب کر دیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں سے کہے گا انھیں اور یہ جن کی عبادت کیا کرتے تھے ان سب کو جہنم کی طرف لے جاؤ سوائے ان کے جنھیں مستثنیٰ کر دیا گیا تھا اس لیے کہ یہ لوگ اس سے دور تھے۔[۱]

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ - بے شک اللہ ہدایت نہیں کرتا (اس کی)

یعنی حق کی طرف ہدایت کی توفیق عطا نہیں کرتا

مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ - جو جھوٹ بولنے والا اور انکار کرنے والا ہو

اس لیے کہ دونوں بصیرت سے عاری ہیں

۴- لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا - اگر اللہ کسی کو اپنی فرزندی میں لینا چاہتا

جیسا کہ انھوں نے گمان کیا اور ملائکہ کو اللہ کی طرف نسبت دی اور مسیح اور عُزیر کو خدا کا بیٹا قرار دیا

لَّاصْطَفٰى - تو وہ منتخب کر لیتا

مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ - اپنی مخلوقات میں سے جسے چاہتا

کہا گیا ہے کہ اللہ کو ضرورت نہ تھی کہ یہ لوگ جسے منتخب کریں اسے وہ اپنا بیٹا بنا لیں اور یہ لوگ اپنی مرضی سے جسے چاہیں اللہ کی طرف نسبت دے دیں بلکہ اگر ایسا ممکن ہوتا تو اللہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا اپنے لیے مختص کر لیتا اور اس آیت کی نظیر یہ آیت ہے: لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّا تَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ (۲۱ انبیاء ۱۷) اگر ہم (یوں ہی) سامان تفریح بنانا چاہتے تو اپنے پاس سے یہی کچھ کر لیتے۔[۲]

سُبْحٰنَهٗ - وہ پاک اور منزّہ ہے

شریک سے، بیوی سے اور اولاد سے

هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ - وہی اللہ یکتا اور غالب ہے

کسی بھی چیز میں کوئی اس کی مشابہت نہیں رکھتا اس کی ذات قابل تقسیم نہیں نہ تو عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے نہ ہی وہم وگمان

ایسا ہی کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے مفہوم کے بارے میں وارد ہوا ہے۔[۳]

---

(۱) قرب الاسناد ص ۸۵ ح ۲۷۹ (۲) طبرسی مجمع البیان ج ۷۔۸ ص ۴۸۸

(۳) التوحید ص ۸۳۔۸۴ ح ۳ کے ذیل میں باب ۳

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ۚ یُکَوِّرُ الَّیۡلَ عَلَی النَّہَارِ وَ یُکَوِّرُ النَّہَارَ عَلَی الَّیۡلِ وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ کُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اَلَا ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفَّارُ ﴿۵﴾

خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡہَا زَوۡجَہَا وَ اَنۡزَلَ لَکُمۡ مِّنَ الۡاَنۡعَامِ ثَمٰنِیَۃَ اَزۡوَاجٍ ؕ یَخۡلُقُکُمۡ فِیۡ بُطُوۡنِ اُمَّہٰتِکُمۡ خَلۡقًا مِّنۡۢ بَعۡدِ خَلۡقٍ فِیۡ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ لَہُ الۡمُلۡکُ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ فَاَنّٰی تُصۡرَفُوۡنَ ﴿۶﴾

اِنۡ تَکۡفُرُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنۡکُمۡ ۟ وَ لَا یَرۡضٰی لِعِبَادِہِ الۡکُفۡرَ ۚ وَ اِنۡ تَشۡکُرُوۡا یَرۡضَہُ لَکُمۡ ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ؕ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ مَّرۡجِعُکُمۡ فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ؕ اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۷﴾

وَ اِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّہٗ مُنِیۡبًا اِلَیۡہِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَہٗ نِعۡمَۃً مِّنۡہُ نَسِیَ مَا کَانَ یَدۡعُوۡۤا اِلَیۡہِ مِنۡ قَبۡلُ وَجَعَلَ لِلّٰہِ اَنۡدَادًا لِّیُضِلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ؕ قُلۡ تَمَتَّعۡ بِکُفۡرِکَ قَلِیۡلًا ۟ اِنَّکَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ ﴿۸﴾

۵- اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ خلق فرمایا ہے وہ رات کو دن پر لپیٹ دیتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو مسخّر کر رکھا ہے یہ سب ایک مقررہ میعاد تک رواں دواں رہیں گے آگاہ ہو جاؤ وہی غالب اور مغفرت کرنے والا ہے۔

۶- اس نے تمھیں ایک نفس سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کے جوڑے کو بنایا اور اس نے تمھارے لیے چوپایوں کے آٹھ جوڑے نازل کیے وہ تم کو تمھاری ماؤں کے شکم میں تین اندھیروں میں یکے بعد دیگرے تخلیقی مراحل انجام دیتا ہے وہی تمھارا پروردگار ہے بادشاہی اسی کی ہے اس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے تم کدھر سے پھرائے جا رہے ہو۔

۷- اگر تم نے ناشکری کی تو یاد رکھو اللہ تم سے بے پرواہ ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں

فرماتا اور اگر تم شکر ادا کرو تو وہ تمھارے لیے یہ پسند کرے گا، اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر تم سب کو اپنے پروردگار کے پاس واپس آنا ہے تم جو عمل کیا کرتے تھے وہ اس سے آگاہ کر دے گا وہ سینوں کے راز سے بھی آشنا ہے۔

۸- انسان پر جب کوئی آفت آتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کر کے اسے پکارتا ہے پھر جب اس کا رب اپنی طرف سے اُسے کوئی نعمت عطا کر دیتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے کہ اس نے اللہ کو اس سے پہلے کس مقصد کے لیے پکارا تھا اور اللہ کے لیے شرکا قرار دیتا ہے تا کہ دوسروں کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دے، اے نبی آپ فرما دیجیے تم اپنے کفر کے ساتھ کچھ فائدہ اٹھالو تم تو یقیناً جہنّمی ہو۔

۵- خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ -

اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ خلق فرمایا ہے

یُكَوِّرُ الَّیْلَ عَلَى النَّهَارِ وَ یُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّیْلِ -

وہ رات کو دن پر لپیٹ دیتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے

ان میں سے ہر ایک دوسرے کو ڈھانپ لیتا ہے گویا کہ لباس پہننے والے کو لباس نے لپیٹ رکھا ہو یا اسے اس طرح چھپا رکھا ہے جیسے لفافے میں ملفوف چھپ جاتا ہے یا اسے اوپر تلے لپیٹ رکھا ہے جیسے عمامے کا پیچ مسلسل ایک دوسرے کے اوپر ہوتا ہے۔

وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ -

اور اسی نے سورج اور چاند کو مسخّر کر رکھا ہے

كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ -

یہ سب ایک مقررہ میعاد تک رواں دواں رہیں گے

اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ -

آگاہ ہو جاؤ وہی ہر شے پر غالب ہے

الْغَفَّارُ -

اور مغفرت کرنے والا ہے

وہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا

۶- خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ -

اس نے تمھیں ایک نفس سے پیدا کیا ہے

ثُمَّ جَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا -

پھر اسی سے اس کے جوڑے کو بنایا ہے

اس آیت کی تفسیر سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے

وَ اَنۡزَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡاَنۡعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزۡوَاجٍ ؕ -

اور اس نے تمھارے لیے چوپایوں کے آٹھ جوڑے نازل کیے

اہلی (پالتو) اور وحشی (جنگلی) گائے، بھیڑ اور بکریوں میں سے اور بخاتی اور عراب اونٹوں میں سے جیسا کہ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۴۳ کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔[۱]

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ آس آیت میں اَنۡزَلَ سے مراد ان جانوروں کی تخلیق ہے۔[۲]

يَخۡلُقُكُمۡ فِىۡ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِكُمۡ خَلۡقًا مِّنۡۢ بَعۡدِ خَلۡقٍ -

وہ تم کو تمھاری ماؤں کے شکموں میں یکے بعد دیگرے تخلیقی مراحل انجام دیتا ہے

ہڈیوں کے بعد بالکل ٹھیک ٹھاک جان دار بنا دیتا ہے خالی ہڈیوں کے بعد انھیں گوشت کا لباس پہناتا ہے جو عمل مضغہ کے بعد علقہ کے بعد اور نطفہ کے بعد انجام پاتا ہے۔

نہج البلاغہ میں ہے کہ یہ وہی (انسان) ہے جسے ارحام کی تاریکیوں میں اور دبیز پردوں میں اور جراثیم حیات رکھنے والے نطفوں میں اور پوشیدہ علقوں میں اور جنین کی صورت میں اور دودھ پیتے ہوئے اور بچے کی حالت میں اور جوان کی شکل میں نمودار کیا۔[۳]

فِىۡ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ -

تین اندھیروں میں

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے اور تفسیر قمی میں ہے فرمایا ظلمت بطن (شکم کا اندھیرا) ظلمت رحم (رحم کا اندھیرا) اور ظلمت مشیمہ (جھلی کا اندھیرا)۔

نوٹ: مشیمہ اس جھلی کو کہتے ہیں جس میں بچہ لپٹا رہتا ہے۔[۴]

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السلام سے ایسی ہی روایت موجود ہے البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ اس کو حصول غذا کے لیے کسی تدبیر کی ضرورت نہیں اور نہ ہی اذیت پہنچانے والی چیز کو دور رکھنے نہ ہی جلب منفعت اور دفع مضرّت کی ضرورت ہے اس لیے کہ غذا اس تک پہنچتی ہے حیض کے خون سے غذا اس طرح پہنچتی ہے جس

---

(۱) بُخاتی خراسانی اونٹ کو کہا جاتا ہے (۲) احتجاج ج ۱ ص ۳۷۲

(۳) نہج البلاغہ خطبہ ۸۳ عراب (۴) تفسیر مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۱۶ و تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۴۶

طرح پانی نباتات کو سیراب کرتا ہے جنین کی مسلسل یہی غذا رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی خلقت پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتی ہے اور اس کا بدن مستحکم ہو جاتا ہے اور اس کی کھال میں پختگی آجاتی ہے ہوا کے متصل ہونے سے اور اس کی آنکھیں روشنی میں دیکھنے لگتی ہیں دردِ زہ ماں کو ہیجان میں مبتلا کرتا ہے اور اسے شدید طور سے بے قرار کر دیتا ہے اور اسے سختی میں ڈال کر جنم لیتا ہے۔(۱)

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ -

وہی اللہ تمھارا پروردگار ہے

جو یہ تمام امور انجام دیتا ہے وہی تمھاری عبادت کا حق دار ہے اور وہی مالک ہے۔

لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ -

بادشاہی اسی کی ہے اس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے

اس لیے کہ تخلیق میں اس کا غیر شریک نہیں ہے

فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ - تم کدھر سے پھرائے جارہے ہو

یعنی تمھیں عبادت خداوندی سے شرک کی طرف لایا جارہا ہے۔

۷- اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۖ -

اگر تم نے ناشکری کی تو یاد رکھو اللہ تم سے بے پرواہ ہے یعنی تمھارے ایمان سے

وَ لَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ -

اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں فرماتا

کیوں کہ کفر اُن کے لیے نقصان دہ ہے یہ رحمت خداوندی کا تقاضا ہے

وَ اِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ -

اور اگر تم شکر ادا کرو تو تمھارے لیے یہ پسند کرے گا

اس لیے کہ یہ سبب ہے حکم نہیں

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ نعمتوں کا انکار کرنا ہے۔(۲)

کتاب محاسن میں ہے فرمایا یہاں پر کفر سے مراد مخالفت ہے اور شکر سے مراد ولایت اور معرفت ہے۔(۳)

وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ -

اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا

---

(۱) توحید مفضل بحار الانوار ج ۳ ص ۲۶ ح ۱ کا حصہ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۴۶

(۳) المحاسن ج ۱ ص ۲۴۶-۲۴۷ ۲۶۷ کے ذیل میں

ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ مَّرۡجِعُکُمۡ -

پھر تم سب کو اپنے پروردگار کے پاس واپس آنا ہے

فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ؕ -

تم جو عمل کیا کرتے تھے وہ اس سے آگاہ کر دے گا

حساب و کتاب کے ذریعے اور بدلہ و سزا دے کر

اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ- وہ سینوں کے راز سے بھی آشنا ہے

تمھارے اعمال میں سے کوئی بات بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے

۸- وَ اِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ ضُرٌّ -

اور انسان پر جب کوئی آفت آتی ہے

دَعَا رَبَّہٗ مُنِیۡبًا اِلَیۡہِ -

تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کر کے اسے پکارتا ہے

اس چیز کے زائل ہو جانے کی وجہ سے جو عقل سے نزاع کرتی ہے اس امر کی رہنمائی کے لیے کہ ہر چیز کا مبدأ خداوند عالم کی ذات و الاصفات سے ہے

ثُمَّ اِذَا خَوَّلَہٗ نِعۡمَۃً مِّنۡہُ -

پھر جب اس کا رب اسے کوئی نعمت عطا کر دیتا ہے

یعنی اپنے فضل و کرم سے عطا کرتا ہے اس لیے کہ ''تخویل''، تفضّل سے مختص ہے

نَسِیَ مَا کَانَ یَدۡعُوۡۤا اِلَیۡہِ -

تو وہ بھول جاتا ہے کہ اس نے اللہ کو کس مقصد کے لیے پکارا تھا

یعنی وہ مصیبت و پریشانی جس کو دور کرنے کے لیے اس نے رب کو پکارا تھا

مِنۡ قَبۡلُ - نعمت کے نازل ہونے سے پہلے

وَجَعَلَ لِلّٰہِ اَنۡدَادًا - اور اللہ کے لیے شرکا قرار دیتا ہے

لِّیُضِلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ؕ - تا کہ دوسروں کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دے

قُلۡ تَمَتَّعۡ بِکُفۡرِکَ قَلِیۡلًا ۟ - اے نبی آپ فرما دیجیے تم اپنے کفر کے ساتھ کچھ فائدہ اٹھالو

اِنَّکَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ- تم تو یقیناً جہنّمی ہو

یہ تہدیدی (دھمکانے والا) حکم ہے۔ اس میں یہ جتلانا مقصود ہے کہ کفر ایک ایسی ناپسندیدہ شے ہے جس کی کوئی سند نہیں ہے اور کافروں کے لیے مایوسی ہے کہ انھیں آخرت میں کوئی فائدہ ملنے والا نہیں ہے۔

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۹ ع ۱۵

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۰ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝۱۱ لا

وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۱۲

۹- (ایسے شخص کی روش بہتر ہے) یا اس کی جو عبادت گزار ہے رات کے لمحات میں سجدہ کرتے ہوئے یا حالتِ قیام میں وہ آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار ہے اے نبی آپ دریافت کیجیے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں یکساں ہوسکتے ہیں بس نصیحت تو صاحبان عقل ہی قبول کرتے ہیں۔

۱۰-فرما دیجیے اے میرے مومن بندو! تم اپنے رب سے ڈرتے رہو جنھوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان ہی کے لیے بھلائی ہے اور اللہ کی زمین بہت وسیع ہے صبر کرنے والوں کو پورا پورا اجر بے حساب دیا جائے گا۔

۱۱-فرما دیجیے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں دین کو اللہ کے لیے خالص کرکے اس کی بندگی کروں۔

۱۲-اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مَیں مسلمانوں میں پہلا مسلم بنوں۔

۹- اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا-

(ایسے شخص کی روش بہتر ہے) یا اس کی جو عبادت گزار ہے رات کے لمحات میں سجدہ کرتے ہوئے یا حالتِ قیام میں

يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ - وہ آخرت سے ڈرتا ہے

وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ - اور اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار ہے

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ - اے نبی آپ دریافت کیجیے کیا جاننے والے برابر ہیں

جن کو علم ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں

وَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ؕ – اور وہ لوگ جو نہیں جانتے

کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں یا یہ کہ وہ جادوگر اور کذّاب ہیں

اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ –

بس نصیحت تو صاحبان عقل ہی قبول کرتے ہیں

کتاب علل الشرائع میں امام باقر علیہ السلام سے روایت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول اٰنَآءَ الَّیۡلِ سَاجِدًا سے نمازِ شب مراد ہے۔(۱)

اور کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا بے شک ہم ہی وہ لوگ ہیں جو جانتے ہیں اور ہمارے دشمن وہ ہیں جو نہیں جانتے اور ہمارے شیعہ اولوالالباب ہیں۔(۲)

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب کی ایک ہی آیت میں ہمارا، ہمارے شیعوں اور ہمارے دشمنوں کا ذکر کیا ہے فرمایا: قُلۡ هَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ الخ

پھر آپ نے جو تفسیر بیان فرمائی اس کا ذکر کیا گیا۔(۳)

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے مروی ہے اور تفسیر قمّی میں ہے کہ ''اولوالالباب'' سے مراد صاحبانِ عقل ہے۔(۴)

۱۰– قُلۡ یٰعِبَادِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ –

فرما دیجیے اے میرے مومن بندو! تم اپنے رب سے ڈرتے رہو

اپنے رب کی اطاعت کو لازم قرار دے کر

لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِیۡ هٰذِهِ الدُّنۡیَا حَسَنَةٌ ؕ –

جنھوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان ہی کے لیے بھلائی ہے

فِیۡ هٰذِهِ الدُّنۡیَا یا تو اَحۡسَنُوۡا سے متعلق ہے ''یا حَسَنَۃ'' سے اس کا تعلق ہے اگر ''احسنوا'' سے متعلق ہے تو پھر ''حسنۃ'' سے مراد دونوں جہاں کی نیکیاں ہیں اور دوسری صورت میں آخرت کی نیکیوں کے حصول میں کوئی منافات نہیں ہے۔

اور دنیا میں ''حسنہ'' سے مراد صحت اور عافیت ہے

کتاب امالی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ مومن تین طرح کے ثواب کے لیے عمل کرتا ہے یا تو مال کے لیے عمل کرتا ہے تو اللہ اس کے عمل کا ثواب اسے دنیا میں دے دیتا ہے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور اس کے بعد فرمایا: فمن اعطاهم الله فی الدُّنیا لم یحاسبهم به فی الاٰخرة

---

(۱) علل الشرائع ص ۳۶۳–۳۶۴ ح ۸ باب ۸۴ (۲) الکافی ج ۱ ص ۲۱۲ ح ۱

(۳) الکافی ج ۸ ص ۳۵ ح ۶ (۴) الامالی شیخ طوسی ص ۲۶ ح ۳۱ مجلس اوّل

اللہ نے جنھیں دنیا میں عطا فرما دیا تو اس سے متعلق اللہ آخرت میں ان سے حساب نہیں کرے گا۔[۱]

وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ – اور اللہ کی زمین بہت وسیع ہے

اگر وافر مقدار میں نیکی کرنا اس کے لیے اپنے وطن میں دشوار ہو تو پھر جہاں بھی اس کے امکان میں ہو وہاں ہجرت کر کے چلا جائے۔

اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ – صبر کرنے والوں کو پورا پورا اجر دیا جائے گا

مصیبتیں برداشت کر کے اطاعت کی مُشَقَّتیں اٹھانا اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنے وطن کو ترک کرنا

اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ– ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا

ایسا اجر جس کی طرف حساب کے حساب کی رہنمائی نہیں ہوگی۔

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب دواوین (مجموعہ کتب) نشر کیے جائیں گے اور ترازوئے عدل نصب کر دی جائے گی تو مصیبت زدہ افراد کے لیے کسی ترازو کو نَصْب نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کا نامۂ عمل نشر کیا جائے گا پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[۲]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو انسان کی ایک جماعت کھڑی ہوگی اور وہ جنت کے دروازے پر آ کر اسے کھٹکھٹا رہے ہوں گے ان سے دریافت کیا جائے گا تم لوگ کون ہو؟ تو وہ جواب دیں گے ہم صبر کرنے والے لوگ ہیں ان سے پوچھا جائے گا تم نے کس بات پر صبر کیا تھا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم اطاعتِ خداوندی پر صبر کیا کرتے تھے اور اللہ کی نافرمانی پر صبر کرتے تھے تو ارشاد ربّ العزت ہوگا انھوں نے سچ کہا ہے انھیں جنت میں داخل کر دو اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ [۳]

۱۱– قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ–

فرما دیجیے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس کی بندگی کروں

یعنی اس کی وحدانیت کو تسلیم کرتے ہوئے

۱۲– وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ– اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں پہلا مسلم بنوں

یعنی دنیا اور آخرت میں اُن سے سبقت لے جاؤں

---

(۱) الامالی شیخ طوسی ص ۲۶ ح ۳۱ مجلس اوّل (۲) یہ حوالہ تفسیر عیاشی میں نہیں بلکہ مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۴۹۲ پر ہے

(۳) الکافی ج ۲ ص ۷۵ ح ۴

قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳﴾
قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ﴿۱۴﴾
فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ
وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۵﴾
لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ
بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾
وَ الَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰی ۚ
فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾
الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ
وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾
اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ ۚ ﴿۱۹﴾
لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ ۙ تَجْرِیْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ ﴿۲۰﴾

۱۳-اے نبی کہہ دیجیے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔

۱۴-فرما دیجیے کہ میں اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اسی کی عبادت کروں گا۔

۱۵-تم اللہ کے علاوہ جس کی عبادت کرنا چاہو کرو فرما دیجیے کہ درحقیقت خسارے میں رہنے والے تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو خسارے میں رکھا آگاہ ہو جاؤ یہی تو واضح ترین نقصان ہے۔

۱۶-ان کے اوپر آگ کی چھتریاں اوپر سے بھی چھائی ہوں گی اور نیچے سے بھی یہ وہ انجام ہے اللہ اپنے بندوں کو جس سے ڈرا رہا ہے لہٰذا اے میرے بندو! تم مجھ سے ڈرو۔

۱۷-اور جن لوگوں نے طاغوت کی بندگی سے اجتناب کیا اور اللہ کی جانب رجوع کر لیا تو ان کے لیے

بشارت ہے لہٰذا اے نبی آپ بشارت دے دیں میرے ان بندوں کو۔

۱۸- جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس میں احسن کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں اللہ نے جن کی ہدایت کی ہے اور یہی صاحبانِ عقل ہیں۔

۱۹- اے نبی اسے کون بچا سکتا ہے جس پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا ہے کیا آپ اسے بچا سکتے ہیں جو عذاب میں گر چکا ہو؟

۲۰- البتہ وہ لوگ جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں ان کے لیے بلند و بالا عمارتیں ہیں ایک منزل کے اوپر دوسری منزل جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی یہ اللہ کا وعدہ ہے اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

۱۳- قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ -

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ڈر ہے

اخلاص کو ترک کرنے کی وجہ سے

عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ- بڑے دن کے عذاب کا

۱۴- قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ -

فرما دیجیے کہ میں اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اسی کی عبادت کروں گا

اس کے حکم کی بجا آوری کے لیے

۱۵- فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ - تم اللہ کے علاوہ جس کی عبادت کرنا چاہو کرو

یہ اُن کے لیے ایک طرح کی دھمکی اور انھیں تنہا چھوڑ دینا ہے

قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ -

فرما دیجیے کہ درحقیقت خسارے میں رہنے والے تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے خود کو اور اپنے اہل وعیال کو خسارے میں رکھا ہے

جو لوگ نقصان میں کامل ہیں

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ انھوں نے نقصان پہنچایا ہے۔ دھوکا دیا ہے۔

یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ -

قیامت کے دن، آگاہ ہو جاؤ یہی تو واضح ترین نقصان ہے

۱۶- لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ -

ان کے اوپر آگ کی چھتریاں اوپر سے بھی چھائی ہوں گی اور نیچے سے بھی

یہ پردے ہیں جنھوں نے سایہ کر رکھا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ دوسروں کی چھتریاں ہیں۔ (۱)

ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ - یہ وہ انجام ہے اللہ اپنے بندوں کو جس سے ڈرا رہا ہے

یہ وہ عذاب ہے اللہ اپنے بندوں کو جن سے ڈرا رہا ہے تا کہ جس وجہ سے نازل ہونے والا ہے وہ اس سے بچیں

يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ - لہٰذا اے میرے بندو! تم مجھ سے ڈرو

اور ایسا عمل نہ کرو جو میری ناراضی کا باعث ہو

۱۷- وَ الَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا -

اور جن لوگوں نے طاغوت کی بندگی سے اجتناب کیا

طاغوت یعنی جو سرکشی میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہو

وَ اَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ - اور اللہ کی جانب رجوع کر لیا

اور مکمل طور سے اس کی جانب راغب ہو گئے اس کے غیر کو چھوڑ کر

لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ - تو ان کے لیے بشارت ہے

ثواب کے ذریعے مرسلین کی زبانی اور موت کے وقت فرشتوں کی زبانوں سے

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا تم لوگ وہی ہو اور جس نے جبّار کی اطاعت کی تو گویا اس کی بندگی کر لی۔ (۲)

فَبَشِّرْ عِبَادِ - اے نبی آپ بشارت دے دیں میرے ان بندوں کو

۱۸- الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ -

جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس میں احسن کی پیروی کرتے ہیں

وہ حق و باطل کے مابین تمیز کرتے ہیں اور افضل کو ترجیح دیتے ہیں

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے اپنی کتاب میں صاحبان عقل و فہم کو بشارت دی ہے اور فرمایا ہے: فَبَشِّرْ عِبَادِ (۳)

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جو حدیث کو سنتا ہے اور اسے بغیر کسی کمی یا اضافے کے جیسا سنا ہے دوسروں سے ویسا ہی بیان کر دیتا ہے۔ (۴)

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ آل محمد کو ماننے والے افراد ہیں جو لوگ جب کسی حدیث کو سنتے ہیں تو نہ اس میں کسی قسم کی زیادتی کرتے ہیں اور نہ ہی کمی کرتے ہیں اسی طرح لے کر آتے ہیں جس طرح انھوں نے اسے سنا تھا۔ (۵)

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۱۸ (۲) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۹۳

(۳) الکافی ج ۱ ص ۱۳ ح ۱۲ (۴) الکافی ج ۱ ص ۵۱ ح ۱ (۵) الکافی ج ۱ ص ۳۹۰-۳۹۱ ح ۸

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ – یہی وہ لوگ ہیں اللہ نے جن کی ہدایت کی ہے
اپنے دین کی طرف ہدایت کی ہے
وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ – اور یہی صاحبانِ عقل ہیں
هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ جن کی عقلیں وہم و عادت کے جھگڑوں سے محفوظ ہیں
۱۹– اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ – (اے نبی اسے کون بچا سکتا ہے) جس پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا ہے
اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ – کیا آپ اسے بچا سکتے ہیں جو عذاب میں گر چکا ہو
انکار ہے اور اس کے چھڑانے کو بعید سمجھا جا رہا ہے جس پر عذاب جہنم کا فیصلہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایسے شخص کو دعوتِ ایمان کی سعی کی جائے اور اس بات کی طرف رہنمائی ہے کہ جس کے عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے تو وہ واقع ہو کر رہے گا کیوں کہ اس کے خلاف ہونا محال ہے۔
۲۰– لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ – البتہ وہ لوگ جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں
لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ ان کے لیے بلند و بالا عمارتیں ہیں ایک منزل کے اوپر دوسری منزل
یعنی وہ منزلیں ایک دوسرے کے اوپر بلند ہوں گی
مَّبْنِيَّةٌ ۙ – یعنی عمارت کی بنیاد زمین پر رکھی گئی ہوگی
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ – جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی
وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ – یہ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا
کتاب کافی اور تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرمایئے کہ یہ منزلیں کیوں تعمیر کی گئی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی یہ وہ مکانات ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے لیے درو یاقوت اور زمرّد سے تعمیر کرایا ہے اس کی چھتیں سونے کی ہیں جنھیں چاندی کے ذریعے مستحکم کیا گیا ہے ان میں سے ہر کمرے کے ہزار دروازے ہیں جو سونے کے بنے ہوئے ہیں اور اس میں سے ہر دروازے پر فرشتہ مقرر ہے اور ان میں سے ایک دوسرے کے اوپر حریر و دیبا کے مختلف رنگوں کے فرش بلند کیے گئے ہیں اور اس میں مشک و عنبر اور کافور کو بھر دیا گیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:
وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ (الواقعہ: ۳۴) الخ [1]
اور اس واقعے کا کچھ حصہ اس سے پہلے سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۳۵ کے ذیل اور کچھ سورۂ رعد کی آیت نمبر ۲۳ کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۹۷ ح ۶۹ کا ایک حصہ، تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۴۶

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ ع ۲ ۱۲

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾

فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وقف لازم

۲۱- کیا تم نے دیکھا نہیں اللہ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر اسے زمین میں چشموں کی صورت میں جاری کر دیا پھر اس سے طرح طرح کی کھیتیاں نکالتا ہے جو مختلف رنگوں کی ہوتی ہیں پھر وہ کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد پڑ گئیں پھر وہ انھیں بھوسا بنا دیتا ہے یقیناً اس میں صاحبانِ عقل کے لیے نصیحت ہے۔

۲۲- کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا اور وہ اپنے رب کے نور پر گام زن ہے (وہ سنگ دل کافر کی مانند ہوسکتا ہے) لہٰذا تباہی ہے ان کے لیے جن کے دل ذکرِ خدا کے لیے سخت ہو گئے ہیں یہی لوگ کھلی ہوئی گم راہی میں ہیں۔

۲۳- اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے ایسی کتاب جس کی آیتیں ملتی جلتی ہیں اور دہرائی گئی ہیں اسے سُن کر

ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کے جسم اور دل نرم و گداز ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف مائل ہو جاتے ہیں یہی اللہ کی ہدایت کا طریقہ ہے اللہ جسے چاہتا ہے راہ راست پر لے آتا ہے اور جسے اللہ گم راہی میں رہنے دے تو کوئی اسے ہدایت کرنے والا نہیں۔

۲۴-کیا وہ شخص جو روز قیامت کے بڑے عذاب سے بچنے کے لیے اپنے منہ کو سپر بنائے گا (نجات یافتہ کے برابر ہوسکتا ہے) اور ظالمین سے کہا جائے گا کہ تم اپنی کمائی کا مزہ چکھو۔

۲۵-ان سے پہلے لوگوں نے بھی انبیاء کی تکذیب کی تھی تو ان پر عذاب اس طرح پہنچا جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

۲۶-تو اللہ نے دنیاوی زندگی میں انھیں رسوائی کا مزہ چکھا دیا اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے کاش وہ یہ بات سمجھ لیتے۔

۲۱- اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً -

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا

فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ -

پھر اسے زمین میں چشموں کی صورت میں ظاہر کر دیا

يَنَابِيْعَ کے معنیٰ ہیں عُیونًا وَ رِکَایًا یعنی چشموں اور کنووں کی شکل میں جو پانی سے بھرا ہوا ہو۔

ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ -

پھر وہ اس سے طرح طرح کی کھیتیاں نکالتا ہے جو مختلف رنگوں کی ہوتی ہیں

ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا -

پھر وہ کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد پڑ گئیں

یعنی جڑوں سے خشک ہو گئیں اور آخر کار سوکھ کر پیلی پڑ گئیں

ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ -

پھر وہ انھیں بھوسا بنا دیتا ہے

حُطام کے معنی ہیں فتات یعنی ریزہ ریزہ

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ -

یقیناً اس میں صاحبانِ عقل کے لیے نصیحت ہے

ذکری یاد دہانی ہے آیات خداوندی کی کہ یقیناً کوئی بنانے والا، صاحب حکمت ہے جس نے اس کی تدبیر

کی ہے اور اسے ٹھیک ٹھاک بنایا ہے اور اس طرح بھی نصیحت ہے کہ یہ دنیاوی زندگی کی مثال ہے اس پر اترانا اور اکڑنا نہیں چاہیے اور اولوالالباب سے اس لیے خطاب کیا ہے کہ ان کے علاوہ کوئی نصیحت قبول نہیں کرتا اور یاددہانی اس کے لیے سودمند نہیں ہوتی۔

۲۲- اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ -

کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے تاکہ آسانی سے وہ اس پر گام زن ہو

فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ - تو وہ اپنے رب کے نور پر گام زن ہے

کتاب روضۃ الواعظین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے آپ نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا کہ نور جب دل میں آجاتا ہے تو اسے کشادہ کرتا اور کھول دیتا ہے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اس کی کوئی نشانی ہے جس سے اسے پہچانا جائے فرمایا دارغرور (دنیا) سے دوری اختیار کرنا اور دارِخلود (آخرت) کی طرف واپس لوٹنا اور موت کے نازل ہونے سے پہلے اس کے لیے تیار اور آمادہ رہنا۔[۱]

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ آیت امیرالمومنین علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی۔[۲]

اور عامّہ کی روایت ہے کہ یہ آیت حضرت حمزہ اور حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور بعد میں ابولہب اور اس کے بیٹے کے بارے میں نازل ہوئی۔[۳]

فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ -

(وہ سنگ دل کافر کی مانند ہوسکتا ہے) لہٰذا تباہی ہے ان کے لیے جن کے دل ذکرِ خدا کے لیے سخت ہوگئے ہیں

مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ کے معنیٰ ہیں اللہ کے ذکر کی وجہ سے اس لیے کہ سختی کے سبب وہ انکار کرنے میں زیادہ سخت ہے

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ قسوۃ (سختی) اور رقّہ (نرمی) کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور وہ اللہ کے قول فویل سے ثابت ہے الخ[۴]

اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ- وہ لوگ کھلی ہوئی گم راہی میں ہیں

۲۳- اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ-

اللہ نے بہترین کلام یعنی قرآن کو نازل فرمایا ہے

كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا - ایسی کتاب جس کی آیتیں ملتی جلتی ہیں

معجزے کے اعتبار سے آیتیں ایک دوسرے سے مشابہت رکھتی ہیں نیز نظم وترتیب، معنیٰ کی درستی اور منافع عامہ کے لحاظ سے ان میں باہمی تشابہ پایا جاتا ہے

---

(۱) روضۃ الوعظین ص ۴۴۸ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۴۸ (۳) انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۲۱

(۴) یہ حوالہ تفسیر قمیؒ میں نہیں بلکہ نورالثقلین ج ۴ ص ۴۸۵ ح ۴۱ اور البرھان ج ۴ ص ۴۷ ح ۳ میں ہے

ایسا ہی کہا گیا ہے۔[۱]

مَّثَانِيَ ۖ – کا مفہوم ہے کسی بات کو اس میں مکرر بیان کیا گیا ہے جیسا کہ فاتحۃ الکتاب یعنی سورۂ فاتحہ کے مثانی نام رکھنے کے وجوہ میں سے یہ ایک وجہ بیان کی گئی ہے

اور سورۂ حجر کی آیت نمبر ۸۷ کے ذیل میں اس کے دیگر معانی بھی بیان کیے گئے ہیں اور مثنیٰ کی جگہ مثانی بصورتِ جمع آیا ہے اس لیے کہ کتاب ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں تفصیلات بیان کی گئی ہیں اور اگر لفظ ''مثانی'' متشابھاً کی تمیز قرار دیا جائے تو مفہوم یہ ہوگا کہ اس کی گردشیں متشابہ ہیں۔

کہا گیا ہے کہ مکرر اور دوبارہ لانے کا فائدہ ہوتا ہے اس لیے کہ نفوس نصیحت اور موعظت سے راہِ فرار اختیار کرتے ہیں اگر پہلے بیان کرنے کے بعد اسے دوبارہ بیان نہ کیا جائے تو وہ بات ذہنوں میں راسخ نہیں ہوتی۔[۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا قول ہے:

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ (الزمر: ۲۷)

(اور بے شک ہم نے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کر دی ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ نصیحت قبول کرلیں)

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ –

اسے سُن کر ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں

تَقْشَعِرُّ کے معنیٰ ہیں سمٹتے ہیں اور سکڑتے ہیں اس خوف کی وجہ سے جو وعید انھیں دی گئی ہے اور یہ شدت خوف کی مثال بیان کی گئی ہے

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب خوف خدا سے بندے کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس کے گناہ اس سے اسی طرح گر جاتے ہیں جس طرح خشک درخت کے پتّے جھڑ جاتے ہیں۔[۳]

ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ –

پھر ان کے جسم اور دل نرم گداز ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف مائل ہو جاتے ہیں

ذکر اللہ کی طرف مائل ہونے کا مفہوم ہے کہ رحمت اور عام بخشش کی وجہ سے اللہ سے اطمینان ملتا ہے۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ –

یہی اللہ کی ہدایت کا طریقہ ہے اللہ جسے چاہتا ہے راہ راست پر لے آتا ہے

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۲۱ (۲) زمخشری تفسیر کشّاف ج ۴ ص ۱۲۳

(۳) مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۴۹۵

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ-

اور جسے اللہ چھوڑ دیتا ہے یعنی گم راہی میں رہنے دے تو اس کے لیے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں جو اسے گم راہی سے نکال لائے

۲۴- اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ -

کیا وہ شخص جو روز قیامت کے بڑے عذاب سے بچنے کے لیے اپنے منہ کو سپر بنائے گا

يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ کا مفہوم ہے کہ چہرے کو ڈھال بنالے گا تاکہ اس کے ذریعے وہ اپنے آپ کو بچا سکے چوں کہ اس کے دونوں ہاتھ گردن تک بندھے ہوئے ہوں گے تو وہ سوائے اس کے کہ چہرے سے اپنے آپ کو بچائے اور کسی امر پر قدرت نہیں رکھتا ہوگا

کیا ایسا شخص نجات یافتہ شخص کے برابر ہوسکتا ہے یعنی اس شخص کی طرح جو ایمان لایا ہو خبر کو حذف کر دیا گیا جس طرح اس جیسی مثالوں میں حذف کر دیا جاتا ہے

وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ- اور ظالمین سے کہا جائے گا کہ تم اپنی کمائی کا مزہ چکھو

اور آیت میں ظالمین کا لفظ لاکر یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ جن لوگوں پر آگ کے شامیانے ہوں گے وہ یہی ظالم لوگ ہیں اور یہ بتانے کے لیے کہ یہی لوگ اس کے اہل ہیں

کہ تم جو کچھ کیا کرتے تھے اب اس کے وبال کے طور پر اس کا مزہ چکھو

۲۵- كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ-

ان سے پہلے لوگوں نے بھی انبیاء کی تکذیب کی تھی

فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ-

تو ان پر عذاب اس طرح آپہنچا جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے

یعنی اس سمت سے کہ ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ وہاں سے عذاب آسکتا ہے

۲۶- فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ -

تو اللہ نے دنیاوی زندگی میں انھیں رسوائی کا مزہ چکھایا

جیسے مسخ کر دینا، زمین میں دھنسا دینا، قتل کرا دینا، قید میں ڈال دینا اور جلا وطن کرنا

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ - اور آخرت کا عذاب جو اُن کے لیے تیار کیا گیا ہے

اَكْبَرُ ۘ - اپنی شدّت اور دائمی ہونے کی وجہ سے بڑا ہے

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ- اے کاش وہ یہ بات سمجھ لیتے

تو اس سے عبرت حاصل کرتے اور اس سے اجتناب کرتے

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾
قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ
شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ
لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ ع ۳ ۱۷
كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَ الَّذِيْ
جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ
رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا
وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

۲۷- اور بلاشبہ ہم نے انسانوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کر دی ہیں ہوسکتا ہے وہ نصیحت حاصل کرلیں۔

۲۸- وہ قرآن جو عربی زبان میں ہے جس میں کوئی کجی نہیں، شاید اس طرح وہ متقی بن جائیں۔

۲۹- اللہ نے مثال دی ہے ایک ایسے شخص کی جس میں بہت سے شرکا ہیں جو اختلاف رکھتے ہیں اور ایک دوسرا آدمی جو ایک ہی شخص سے مخصوص ہے کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہوسکتی ہے الحمدللہ (ایسا نہیں ہے) بلکہ اکثر لوگ لاعلم ہیں۔ ۳۰- اے نبی بلاشبہ آپ بھی موت سے ہم کنار ہوں گے اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ ۳۱- پھر یقیناً تم سب قیامت کے دن اپنے رب کے حضور جھگڑا کرو گے۔

۳۲- بھلا اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس نے اللہ پر بہتان لگایا اور جب سچ سامنے آیا تو اسے جھٹلا دیا کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنّم نہیں ہے؟ ۳۳- اور جو شخص سچّائی لے کر آیا اور جنھوں نے اسے سچ مانا وہی درحقیقت متقین ہیں۔ ۳۴- انھیں اپنے رب کے ہاں وہ سب کچھ ملے گا جو وہ چاہتے ہیں اور یہ ہے نیکی کرنے والوں کی جزا۔ ۳۵- تاکہ اللہ اُن سے دور کر دے ان بدترین اعمال کو جو انھوں نے انجام دیے تھے اور بطورِ جزا ان کے احسن اعمال پر انھیں اجر مرحمت فرمائے۔

۲۷–وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ –

اور بلاشبہ ہم نے انسانوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کر دی ہیں

دیکھنے والا اپنے دین کے معاملات میں جن کی ضرورت محسوس کرتا ہے

لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ– ہوسکتا ہے وہ ان مثالوں سے نصیحت حاصل کرلیں

۲۸–قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ –

وہ قرآن جو عربی زبان میں ہے جس میں کوئی کجی نہیں ہے

لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ– شاید اس طرح وہ متقی بن جائیں

۲۹–ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا – اللہ نے مثال بیان کی ہے مشرک اور موحّد کی

رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ–

ایک ایسے شخص کی جس میں بہت سے شرکا ہیں جو اختلاف رکھتے ہیں

وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ – اور ایک دوسرا آدمی جو ایک ہی شخص سے مخصوص ہے

جو ایک شخص کے لیے خالص ہے کسی غیر کی اس تک پہنچ نہیں

کہا گیا ہے کہ مشرک کی مثال جیسا کہ اس کے مذہب کا تقاضا ہے ان میں سے ہر معبود اپنی پرستش کے ساتھ پکارا جاتا ہے اور اس میں وہ ایسے غلام کے بارے میں جھگڑتے ہیں جس میں سب شریک ہوتے ہیں وہ اسے اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اسے اس کی حیرانی اور قلب کی پریشانی کے باوجود اسے اپنی مختلف مہمّات کی طرف روانہ کرتے ہیں اور موحّد وہ ہوتا ہے جو صرف ایک کے ساتھ مخلص رہتا ہے اسے کسی غیر کی طرف کوئی راہ نہیں ہوتی۔

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

انا ذلك الرّجل السّلم لرسول صلى الله عليه وآله وسلم

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وہی مخصوص شخص ہوں۔(۱)

تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ صحیح معنوں میں جو ''رَجُل سَلِم'' ہے وہ علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ ہیں۔(۲)

هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ – کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہوسکتی ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ – اللہ کا شکر ہے (ایسا نہیں ہے)

اللہ کے علاوہ کوئی اس میں شریک نہیں ہوسکتا اس لیے کہ وہ ''مُنْعِم بالذّات'' ہے

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ– بلکہ اکثر لوگ لاعلم ہیں

---

(۱) تفسیر مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۴۹۷ (۲) مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۴۹۷ عیّاشی سے نقل

کثرت جہالت کی وجہ سے اس کے غیر کو اس کا شریک قرار دیتے ہیں

۳۰– اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ–

اے نبی بلاشبہ آپ بھی موت سے ہم کنار ہوں گے اور وہ بھی مرنے والے ہیں

ہر ایک موت کے درپے ہے

۳۱– ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ–

پھر بلاشبہ تم سب قیامت کے دن اپنے رب کے حضور جھگڑا کرو گے

۳۲– فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ–

بھلا اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس نے اللہ پر بہتان لگایا

كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ – اور جب سچ سامنے آیا تو اسے جھٹلا دیا

فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق کی جو بات لے کر آئے اسے جھٹلایا اور ولایت امیر المومنین کو بھی۔ ۱

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ– کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنّم نہیں ہے

۳۳– وَ الَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ – اور جو شخص سچائی لے کر آیا

وَ صَدَّقَ بِهٖۤ – اور جس نے اسے سچ مانا

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ– وہی لوگ درحقیقت متقین ہیں

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر قمّی میں ''جَآءَ بِالصِّدْقِ'' سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ''صَدَّقَ بِهٖ'' سے امیر المومنین علیہ السلام مراد ہیں۔ ۲

۳۴– لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ –

انھیں اپنے رب کے ہاں وہ سب کچھ ملے گا جو وہ چاہتے ہیں

ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ– اور یہ ہے نیکی کرنے والوں کی جزا

۳۵– لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا –

تاکہ اللہ اُن سے دور کر دے ان بدترین اعمال کو جو انھوں نے انجام دیے تھے

اس کے علاوہ انھوں نے جو اعمال کیے ہیں اسے چھوڑ کر

وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ– اور بطورِ جزا ان کے احسن اعمال پر انھیں اجر مرحمت فرمائے

ان کے محاسن اعمال کو احسن کے برابر کر دے گا اجر میں اضافہ کر کے اور چوں کہ ان اعمال کی بجا آوری میں ان کا اخلاص زیادہ تھا اس لیے اسے عظیم بنا دے گا۔

---

(۱) تفسیر قمّی ج ۲ ص ۲۴۹ (۲) تفسیر مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۴۶۸ و تفسیر قمّی ج ۲ ص ۲۴۹

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَ يُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ﴿۳۶﴾

وَ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِى انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِىَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِىْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِىَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾ ع

۳۶- کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے یہ لوگ اس کے سوا دوسروں سے آپ کو ڈراتے ہیں اور اللہ جسے گم راہی میں چھوڑ دے تو کوئی بھی اسے ہدایت کرنے والا نہیں ہے۔

۳۷- اور اللہ جس کی ہدایت کر دے تو پھر کوئی بھی اسے گم راہ نہیں کرسکتا کیا اللہ زبردست اور انتقام لینے والا نہیں ہے۔

۳۸- اور اے نبی اگر آپ اُن سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے خلق کیا ہے تو ان کا جواب ہوگا ''اللہ'' فرما دیجیے تمھارا کیا خیال ہے تم اللہ کے علاوہ جنھیں پکارتے ہو اگر اللہ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا وہ مجھے اس کے نقصان سے بچالیں گے اور اگر اللہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ دیویاں اس کی رحمت کو روک سکیں گی اے نبی فرما دیجیے اللہ میرے لیے کافی ہے توکّل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔

۳۹- فرما دیجیے اے میری قوم والو! تم اپنی جگہ اپنا کام کرتے رہو میں اپنا کام انجام دے رہا ہوں

عن قریب تمھیں پتا چل جائے گا۔

۴۰–کہ کس پر رسوا کن عذاب آتا ہے اور کسے نہ ٹلنے والی سزا ملتی ہے۔

۴۱–اے نبی ہم نے انسانوں کے لیے یہ کتاب برحق آپ پر نازل کر دی ہے پس جو راہ ہدایت اختیار کرے گا تو اس کا فائدہ خود اسی کو ہوگا اور جو گم راہ ہوگا تو اس کے بھٹکنے کا وبال بھی اسی پر ہوگا اور اے نبی آپ ان کے ذمہ دار نہیں۔

۳۶–اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ؕ –

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟

وَ یُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ ؕ –

یہ لوگ اس کے سوا دوسروں سے آپ کو ڈراتے ہیں

کہا گیا ہے کہ قریش نے یہ کہا کہ ہم ڈر رہے ہیں کہ کہیں ہمارے معبود آپ جن پر عیب لگا رہے ہیں آپ کو دیوانہ نہ بنا دیں۔(۱)

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ وہ آپ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی علیہ السلام کے بارے میں آپ ہمیں معاف رکھیے اور آپ کو ڈرا رہے ہیں کہ وہ کفار سے جا ملیں گے۔(۲)

وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍ–

اور اللہ جسے گم راہی میں چھوڑ دے تو کوئی بھی اسے ہدایت کرنے والا نہیں ہے

۳۷–وَ مَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ –

اور اللہ جس کی ہدایت کر دے تو پھر کوئی بھی اسے گم راہ نہیں کر سکتا

اس لیے کہ کوئی بھی اللہ کے کام کو رد نہیں کر سکتا

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِعَزِیْزٍ –

کیا اللہ زبردست اور ہر شے پر غالب نہیں ہے

ذِی انْتِقَامٍ –

اور انتقام لینے والا نہیں ہے

وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے

۳۸–وَ لَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ –

اور اے نبی اگر آپ اُن سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے خلق کیا ہے؟

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۲۳ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۴۹

لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ

تو ان کا جواب ہوگا ''اللہ''

قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ –

اے نبی آپ فرما دیجیے تمھارا کیا خیال ہے تم اللہ کے علاوہ جنھیں پکارتے ہو

اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ –

اگر اللہ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا وہ مجھے اس کے نقصان سے بچالیں گے

یعنی جب تم نے یہ تحقیق کر لی کہ عالم کا خالق اللہ ہے تو کیا اس کے بعد بھی تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر اللہ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا تمھارے معبود اس نقصان کو مجھ سے دور کر دیں گے۔

اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ –

یا اگر اللہ مجھ پر اپنی رحمت نازل کر کے فائدہ پہنچانا چاہے

هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ –

تو کیا وہ دیویاں اس کی رحمت کو مجھ سے روک سکیں گی

قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ –

اے نبی فرما دیجیے اللہ میرے لیے کافی ہے

یعنی خیر کو پہنچانے اور ضرر کو دور کرنے کے لیے اللہ کافی ہے

روایت کی گئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت کیا تو وہ خاموش رہے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ان کے معبودوں کے لیے مؤنث کی ضمیریں استعمال کی گئی ہیں جیسا کہ وہ وصف بیان کرتے ہیں یہ ان معبودوں کے کمالِ ضعف پر متنبہ کرنا ہے

عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ –

توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں

اس لیے کہ انھیں معلوم ہے کہ ہر شے کا تعلق ذاتِ خدائے ذوالجلال سے ہے

۳۹– قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ –

فرما دیجیے اے میری قوم والو! تم اپنی جگہ اپنا کام کرتے رہو

یعنی جس حال پر ہو اس پر باقی رہو

اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ –

میں اپنی جگہ پر اپنا کام کر رہا ہوں

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ –

عن قریب تمھیں پتا چل جائے گا

۴۰– مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ –

کہ کس پر رسوا کن عذاب آتا ہے

کہ دونوں جہانوں میں کون مغلوب ہے اس لیے کہ اس کے دشمنوں کا رسوا ہونا اس کے غالب آجانے کی دلیل ہے اور غزوۂ بدر کے موقع پر اللہ نے انھیں بدلہ دے دیا۔

وَ يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ –

اور کسے نہ ٹلنے والی سزا ملتی ہے

مقیم کے معنیٰ میں دائمی اور اس سے مراد جہنّم کا عذاب ہے

۴۱– اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ –

اے نبی ہم نے انسانوں کے لیے یہ کتاب نازل کی ہے

یعنی انسانوں کی دنیوی اور اخروی مصلحتوں کے مدنظر ہم نے یہ کتاب نازل کی ہے

بِالْحَقِّ ۚ –

حق کے ساتھ کتاب برحق جو حق کا لباس پہنے ہوئے ہے

فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ –

پس جو راہ ہدایت اختیار کرے گا تو اس کا فائدہ خود اسی کو ہوگا

وہ اس کے ذریعے اپنے آپ کو فائدہ پہنچائے گا

وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ –

اور جو گم راہ ہوگا تو اس کے بھٹکنے کا وبال بھی اسی پر ہوگا

اس لیے کہ اس شخص کا وبال اس سے تجاوز نہیں کرسکتا

وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ –

اور اے نبی آپ ان کے ذمہ دار (کوتوال) نہیں ہیں

کہ آپ انھیں جبری طور پر ہدایت کریں آپ کا کام تو بس پہنچا دینا ہے

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَ لَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

۴۲- اللہ موت کے وقت روحوں کو قبض کرتا ہے اور جو ابھی نہیں مرا اس کی روح نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے پس جس کی موت کا فیصلہ ہو جاتا ہے اسے روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے واپس بھیج دیتا ہے بے شک اس میں صاحبانِ فکر کے لیے بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔

۴۳- کیا ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا شفیع بنا لیا ہے فرما دیجیے وہ کیا شفاعت کریں گے جو نہ کسی چیز کے مالک ہیں اور نہ ہی کچھ سمجھتے ہیں۔

۴۴- فرما دیجیے تمام تر شفاعت اللہ کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے لیے ہے پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ ۴۵- جب خدائے واحد کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل کُڑھتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جب اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر ہوتا ہے تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ ۴۶- کہیے اے اللہ اے آسمانوں اور زمین کے موجد حاضر و غائب کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلافات کرتے رہے ہیں۔

۴۷–اگر ان ظالموں کے پاس روئے زمین کی تمام دولت بھی ہو اور اتنی ہی اور مل جائے تو یہ روز قیامت کے عذاب سے بچنے کے لیے اسے بطور فدیہ دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے اور وہاں پر اللہ کی جانب سے ان کے لیے وہ کچھ ظاہر ہوگا جو اُن کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ ۴۸–اور ان کے کرتوت کی خرابیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی اور جس بات کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ انھیں گھیر لے گی۔

۴۲–اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا– اللہ موت کے وقت روحوں کو قبض کرتا ہے

وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ –

اور جو ابھی نہیں مرا اس کی روح نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے

یعنی اس کی روح کو بدن سے قبض کر لیتا ہے یعنی بدن سے اس کا تعلق منقطع کر دیتا ہے اور ظاہری اور باطنی طور سے روح کا تصرّف اس میں ختم ہو جاتا ہے اور موت کے وقت ایسا ہوتا ہے یا ظاہری طور سے ہوتا ہے باطنی سے نہیں وہ نیند کے وقت ہوتا ہے۔

فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ –

پس جس کی موت کا فیصلہ ہو جاتا ہے اسے روک لیتا ہے

یعنی اسے بدن کی طرف نہیں لوٹاتا

وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى – اور دوسری روحوں کو بھیج دیتا ہے

یعنی سونے والے کی روح بیداری کے وقت بدن میں واپس لوٹ آتی ہے

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ – ایک مقررہ مدّت کے لیے

یعنی اس وقت تک کے لیے جو اس کی موت کا مقرر ہو چکا ہے

تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب بھی کوئی سوتا ہے تو اس کا نفس آسمان کی طرف بلند ہو جاتا ہے اور اس کی روح بدن میں باقی رہتی ہے اور ان کے درمیان ایک رابطہ رہتا ہے جیسے سورج کی روشنی کا سورج سے ہوتا ہے اگر اللہ قبض ارواح کی اجازت مرحمت فرماتا ہے تو روح نفس کی بات قبول کر لیتی ہے اور اگر اللہ روح کو لوٹانے کا حکم دیتا ہے تو روح نفس کی بات مان لیتی ہے اور یہ بات اللہ کے قول میں ہے: ''اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ الخ'' پس نفس نے جو کچھ ملکوت سماوات سے دیکھا ہے تو یہ شیطانی تخیّلات ہیں اور اس کی کوئی تاویل نہیں ہے۔[۱]

اور سورۂ النساء کی آیت نمبر ۹۵ کے ذیل میں وجہ بیان کی جا چکی ہے کہ وفات کی نسبت کبھی اللہ کی طرف، اور کبھی ملک الموت کی جانب اور کبھی دوسرے فرشتوں کی طرف منسوب کرنے میں کس طرح موافقت ہے۔

---

(۱) یہ حوالہ تفسیر عیّاشی میں نہیں بلکہ تفسیر مجمع البیان میں عیّاشی سے نقل کیا گیا ہے، مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۵۰۱

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ – بے شک اس میں بہت سی نشانیاں موجود ہیں
اللہ کی کمال قدرت اس کی حکمت اور رحمت کے شامل ہونے پر
لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ– اس قوم کے لیے جو غور وفکر کرتی ہے

۴۳– اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ شُفَعَآءَ ؕ –
کیا ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا شفیع بنا لیا ہے
کہ وہ اللہ کے پاس ان کی شفاعت کریں
قُلۡ اَوَ لَوۡ کَانُوۡا لَا یَمۡلِکُوۡنَ شَیۡئًا وَّ لَا یَعۡقِلُوۡنَ–
فرما دیجیے وہ کیا شفاعت کریں گے جو نہ کسی چیز کے مالک ہیں اور نہ ہی کچھ سمجھتے ہیں
کیا وہ شفاعت کریں گے جو ان صفات کے حامل ہیں جیسا کہ تم مشاہدہ کر رہے ہو

۴۴– قُلۡ لِّلّٰہِ الشَّفَاعَۃُ جَمِیۡعًا ؕ – فرما دیجیے تمام تر شفاعت اللہ کے لیے ہے
کوئی بھی اذنِ خداوندی کے بغیر شفاعت نہیں کرے گا
لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ –
آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے لیے ہے
کوئی بھی اس بات پر قادر نہیں ہے کہ اس کے امر کے بارے میں کوئی گفتگو کرے بغیر اس کی اجازت اور رضا مندی کے
ثُمَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ– پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے
قیامت کے دن

۴۵– وَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَحۡدَہُ –
اور جب خدائے واحد کا ذکر کیا جاتا ہے اور ان کے معبودوں کا ذکر نہیں ہوتا
اشۡمَاَزَّتۡ قُلُوۡبُ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ ۚ –
تو ان لوگوں کے دل کُڑھتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے
اشۡمَاَزَّتۡ کے معنی ہیں منقبض ہونا اور کراہت کی وجہ سے نفرت کرنا
وَ اِذَا ذُکِرَ الَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ – اور جب اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر ہوتا ہے
کہا گیا ہے یعنی بتوں کا۔[۱]
اِذَا ہُمۡ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ– تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۲۴

اس لیے کہ وہ ان بتوں کو حد سے زیادہ چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حق کو انھوں نے فراموش کر دیا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اُن سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جب خدائے واحد کا ذکر کیا جاتا ہے کہ آل محمد صلوات اللہ علیہم میں سے اللہ تعالیٰ نے جن کی اطاعت کا حکم دیا ہے ان کی اطاعت کرو تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل کڑھتے اور نفرت کرتے ہیں اور جب ان لوگوں کا ذکر کیا جاتا ہے اللہ نے جن کی اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔[1]

۴۶- قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ-

فرما دیجیے اے اللہ اے آسمانوں اور زمین کے موجد

عٰلِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ- حاضر و غائب کے جاننے والے

اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ-

تو ہی اپنے بندوں کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلافات کرتے رہے ہیں

کیوں کہ اے اللہ تو ہی تنہا قدرت رکھتا ہے کہ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے اس لیے کہ میں ان کے کفر میں رہنے کی وجہ سے حیران ہوں اور ان کی دشمنی اور تکبر و ظلم کی وجہ سے عاجز ہوں

۴۷- وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ -

اگر ان ظالموں کے پاس روئے زمین کی تمام دولت بھی ہو اور اتنی ہی اور مل جائے

لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ- -

تو یہ روز قیامت کے عذاب سے بچنے کے لیے اسے بطورِ فدیہ دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے

یہ شدید وعید (دھمکی، ڈراوا) ہے اور ان کے لیے چھٹکارے سے مکمل ناامیدی ہے

وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ-

اور وہاں پر اللہ کی جانب سے ان کے لیے وہ کچھ ظاہر ہوگا جو اُن کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا

یہ زیادتی میں مبالغہ ہے اور یہ اللہ کے اس قول کی طرح ہے: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ (السجدہ: ۱۷)

کوئی نفس یہ نہیں جانتا کہ اُس کے لیے کیا کچھ مخفی رکھا گیا ہے یہ وعدے کے طور پر ہے۔

۴۸- وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا- اور ان کے کرتوت کی خرابیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ-

اور جس بات کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ انھیں گھیر لے گی

یعنی ان کی جزا اُن کا احاطہ کر لے گی

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۳۰۴ ح ۴۷۱

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ
اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾
قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾
فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ
مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾
اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ ع ۶
قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾
وَ اَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا
تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾
وَ اتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ
بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۙ ﴿۵۵﴾
اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ
السّٰخِرِيْنَ ۙ ﴿۵۶﴾

۴۹- اور جب انسان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اسے کسی نعمت سے نوازتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو مجھے علم کے زور پر ملی ہے ایسا نہیں ہے بلکہ یہ آزمائش ہے لیکن ان کی اکثریت اس بات سے بے خبر ہے۔

۵۰- یہی بات ان سے پہلے لوگوں نے کہی تھی لیکن انھوں نے جو کچھ کمایا وہ ان کے کسی کام نہ آیا۔

۵۱- پھر ان کی کمائی کے بُرے نتائج ان تک پہنچ گئے اور ان لوگوں میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انھیں بھی ان کے اعمال کے بُرے اثرات پہنچ جائیں گے اور وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

۵۲–کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ جس کے رزق کو چاہتا ہے وسیع کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے بلاشبہ اس میں صاحبانِ ایمان کے لیے بے شمار نشانیاں موجود ہیں۔

۵۳–آپ فرما دیجیے اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جانا بے شک اللہ تمام گناہوں کا معاف فرمانے والا ہے یقیناً وہی بخشنے والا اور مشفق و مہربان ہے۔

۵۴–اور تم اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ اور اس کے حکم کو تسلیم کرو قبل اس کے کہ تم پر عذاب آجائے پھر تم بے یارومددگار رہ جاؤ۔

۵۵–اور پیروی کرو اس کتاب کے بہترین قانون کی جو تمھارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمھیں پتا تک نہ چلے۔

۵۶–اور ایسا نہ ہو کہ کوئی متنفس کہے ہائے افسوس اس کوتاہی پر جو میں جنب اللہ کے بارے میں کرتا رہا بلکہ میں تو مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔

۴۹–فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫ –

اور جب انسان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے

ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ –

پھر جب ہم اسے کسی نعمت سے نوازتے ہیں

یعنی ہم اسے فضل و کرم کی بنا پر عطا کرتے ہیں

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ –

تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو مجھے علم کے زور پر ملی ہے

مجھے یہ معلوم تھا کہ اس نعمت کو کیسے حاصل کیا جائے یا اس لیے کہ اللہ نے مجھے ہر نعمت اس لیے عطا کی ہے کہ میں اس کا مستحق تھا۔

بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ –

ایسا نہیں ہے بلکہ یہ آزمائش ہے

اس کا امتحان ہے کہ وہ اس نعمت کے ملنے پر شکر ادا کرتا ہے یا کفرانِ نعمت کرتا ہے

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ –

لیکن ان کی اکثریت اس بات سے بے خبر ہے

۵۰– قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ–

یہی بات ان سے پہلے لوگوں نے کہی تھی

جیسے قارون اور اس کی قوم نے کہا تھا قارون نے ایسا کہا تھا

اور اس کی قوم اس بات پر راضی تھی

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ–

لیکن انھوں نے جو کچھ کمایا وہ ان کے کسی کام نہ آیا

یعنی سرمایۂ دنیا اُن کے کسی کام نہ آیا

۵۱– فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۭ –

پھر ان کی کمائی کے بُرے نتائج ان تک پہنچ گئے

وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ –

اور ان لوگوں میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انھیں بھی ان کے اعمال کے بُرے اثرات پہنچ جائیں گے

یعنی مشرکین جنھوں نے نافرمانی کی ہے۔ ان ہی کی طرح ان کے اعمال کے اثرات پہنچ جائیں گے انھیں قحط اور قتل کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ–

اور وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے

اللہ انھیں چھوڑنے والا نہیں ہے

۵۲– اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ –

کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ جس کے رزق کو چاہتا ہے وسیع کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ–

بلاشبہ اس میں صاحبانِ ایمان کے لیے بے شمار نشانیاں موجود ہیں

۵۳– قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ–

آپ فرما دیجیے اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے

گناہ کر کے نفس کے خلاف افراط (زیادتی) کیا ہے نافرمانیوں میں اسراف (فضول خرچی، زیادتی) کر کے۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ –

تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جانا

اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ -

بے شک اللہ تمام گناہوں کا معاف فرمانے والا ہے

اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ -

یقیناً وہی بخشنے والا اور مشفق و مہربان ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے فرمایا یہ آیت خاص طور پر حضرت علی علیہ السلام کے شیعوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(۱)

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تمھارا ذکر کیا ہے جب وہ فرما رہا ہے ''یا عبادی'' الخ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ بخدا اللہ نے تمھارے علاوہ کسی اور کو مراد نہیں لیا۔(۲)

کتاب معانی اور تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ یہ آیت اولاد فاطمہ سلام اللہ علیہا کے شیعوں کے بارے میں خاص طور سے نازل ہوئی ہے۔(۳)

کتاب محاسن میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ تمھارا غیر ملّت ابراہیمی پر نہیں ہے اور اللہ صرف تم سے ہی اعمال کو قبول کرے گا اور صرف تمھارے گناہوں کی مغفرت کرے گا۔(۴)

اور امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں ''یا عبادی الذی اسرفوا'' سے زیادہ وسعت والی کوئی اور آیت نہیں ہے۔(۵)

کتاب مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جس بات کو میں محبوب جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ میرے لیے دنیا اور مافیھا اس آیت میں موجود ہے۔(۶)

۵۴- وَ اَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ -

اور تم اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ اور اس کے حکم کو تسلیم کرو

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ -

قبل اس کے کہ تم پر عذاب آجائے پھر تم بے یار و مددگار رہ جاؤ

۵۵- وَ اتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ -

اور پیروی کرو اس کتاب کے بہترین قانون کی جو تمھارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۳۵۰ (۲) الکافی ج ۸ ص ۳۵ ح ۶

(۳) معانی الاخبار ۱۰۷ ح ۴، تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۵۰ (۴) المحاسن ج ۱ ص ۲۴۴ ح ۴۵۱

(۵) مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۵۰۳ (۶) مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۵۰۳

مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمُ الۡعَذَابُ بَغۡتَۃً وَّ اَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ-

قبل اس کے کہ تم پر عذاب آجائے اور تمھیں پتا تک نہ چلے

کہ عذاب آ گیا ہے اور تم اس کا تدارک کر سکو

۵۶- اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ یّٰحَسۡرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطۡتُّ-

اور ایسا نہ ہو کہ کوئی متنفّس کہے ہائے افسوس اس کوتاہی پر جو میں نے کی ہے

فِیۡ جَنۡۢبِ اللّٰہِ-

جنب اللّٰہ کے بارے میں

جنب اللّٰہ کے حق میں ان کی اطاعت میں اور ان کی قربت میں کتاب محاسن میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ شدید ترین حسرت انھیں ہو گی جنھوں نے عدل کو سراہا پھر اس کی مخالفت کی اور وہ اللّٰہ کا قول ہے تَقُوۡلَ نَفۡسٌ الخ [۱]

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے

آپ نے فرمایا کہ جنب اللّٰہ سے مراد امیر المومنین علیہ السلام ہیں اور اسی طرح ان کے بعد تشریف لانے والے اوصیاء جو بلند و بالا مقام پر فائز ہیں یہاں تک کہ امر اُن کے آخری وصی پر منتہی ہو جائے۔ [۲]

کتاب اکمال اور تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے ''نَحۡنُ جَنب اللّٰہ'' ہم جنبُ اللّٰہ ہیں۔ [۳]

کتاب مناقب میں امام باقر علیہ السلام ان کے والد امام زین العابدین علیہ السلام اور اُن کے فرزند امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے فرمایا کہ ''جنب اللّٰہ'' علی علیہ السلام ہیں اور وہ قیامت کے دن تک مخلوقات پر اللّٰہ کی حجّت ہیں۔ [۴]

امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت ولایت علیؑ کے بارے میں ہے۔ [۵]

''اَنَا جُنۡبُ اللّٰہ'' میں جنب اللّٰہ ہوں۔ [۶]

وَ اِنۡ کُنۡتُ لَمِنَ السّٰخِرِیۡنَ-

بلکہ میں تو مذاق اڑانے والوں میں سے تھا

یعنی جو اس کے سزاوار اور حق دار تھے مَیں اُن کا مذاق اڑایا کرتا تھا

یعنی میں نے کوتاہی کی اور میں مذاق اڑاتا رہا

---

(۱) المحاسن ج ۱ ص ۲۱۲ ح ۳۸۲ (۲) الکافی ج ۱ ص ۱۴۵

(۳) اکمال الدین واتمام النعمہ ص ۲۰۶ ح ۲۰ باب ۲۱ وتفسیر عیّاشی جسے مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۵۰۵ سے نقل کیا گیا ہے

(۴) مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۲۷۳ (۵) و(۶) مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۲۷۳

اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۵۷﴾
اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۸﴾
بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَ كُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۵۹﴾
وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَى الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۶۰﴾
وَ یُنَجِّی اللّٰهُ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا یَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾
اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۫ وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ﴿۶۲﴾
لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ ع ۷ ۳۲
قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ اَیُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾
وَ لَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۶۵﴾
بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۶۶﴾

۵۷- یا تم کہتے نظر آؤ اے کاش اللہ نے میری ہدایت کی ہوتی تو میں متقین میں سے ہوتا۔
۵۸- یا تم کہنا شروع کرو جب عذاب کو دیکھو اے کاش مجھے ایک اور موقع مل جاتا تو میں نیکو کاروں میں سے ہوتا۔
۵۹- ہاں یقیناً تجھ تک میری نشانیاں پہنچیں تو نے انھیں جھٹلا دیا اور استکبار کیا اور تو کافروں میں سے تھا۔
۶۰- اور قیامت کے دن تم دیکھو گے کہ جنھوں نے اللہ پر جھوٹا الزام لگایا ان کے چہرے کالے ہوں گے کیا جہنم متکبرین کا ٹھکانا نہیں۔

۶۱–اور اس کے برعکس اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو ان کی کامیابی کے سبب نجات دے گا انھیں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

۶۲–اللہ ہر شے کا خالق ہے اور وہ ہر شے پر تصرّف کا اختیار رکھتا ہے۔

۶۳–آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں اور جو لوگ آیاتِ خداوندی کا انکار کرتے ہیں وہی لوگ خسارے میں رہتے ہیں۔

۶۴–فرما دیجیے اے جاہلو! تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کے لیے مجھ سے کہتے ہو۔

۶۵–اور بلاشبہ یقیناً آپ کی طرف اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمھارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

۶۶–لہٰذا اے نبی آپ اللہ کی عبادت کریں اور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں۔

۵۷– اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ–

یا تم کہتے نظر آؤ اے کاش اللہ نے میری ہدایت کی ہوتی تو میں متقین میں سے ہوتا

یعنی اگر مجھے راہِ حق دکھائی گئی ہوتی تو میں شرک و معاصی سے دور ہوتا

۵۸– اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَى الْعَذَابَ–

یا تم کہنا شروع کرو جب عذاب کو دیکھو

لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ–

اے کاش مجھے ایک اور موقع مل جاتا تو میں نیکو کاروں میں سے ہوتا

عقیدہ اور عمل میں یا اس طرف رہنمائی کرنے کے لیے کہ ان اقوال کے ذریعے سے جو خالی نہیں ہیں حیرانی میں پڑ جانے یا من مانی تاویلیں کرنے سے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے

۵۹– بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ– ہاں یقیناً تجھ تک میری نشانیاں پہنچیں

فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ– تو نے انھیں جھٹلا دیا اور استکبار کیا

وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ– اور تو کافروں میں سے تھا

اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے قول کی تردید کی گئی ہے کہ اس نے کہا تھا

لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ– یہاں منفی مفہوم دے رہا ہے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ ''آیات'' سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔[۱]

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۵۱

۶۰- وَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ تَرَی الَّذِیۡنَ کَذَبُوۡا عَلَی اللّٰہِ وُجُوۡہُہُمۡ مُّسۡوَدَّۃٌ ؕ -

اور قیامت کے دن تم دیکھو گے کہ جنھوں نے اللہ پر جھوٹا الزام لگایا ان کے چہرے کالے ہوں گے

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ امام ہے جب کہ وہ امام نہ ہو دریافت کیا گیا خواہ وہ علوی اور فاطمی ہو امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں خواہ وہ علوی اور فاطمی ہو۔[۱]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں ایسی ہی روایت موجود ہے۔[۲]

اَلَیۡسَ فِیۡ جَہَنَّمَ مَثۡوًی لِّلۡمُتَکَبِّرِیۡنَ-

کیا جہنم متکبرین کا ٹھکانا نہیں ہے

مثویٰ کے معنیٰ ہیں مقام، جائے قیام ان لوگوں کے لیے جو ایمان اور اطاعت سے منہ موڑتے اور اعراض کرتے تھے۔

تفسیر قمیؒ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ جہنم میں متکبرین کے لیے ایک وادی ہے جس کا نام سقر ہے اس نے اللہ تعالیٰ سے شدتِ حرارت کی شکایت کی اور سانس لینے کی اجازت طلب کی اسے اجازت دے دی گئی جب اس نے سانس لی تو اس کی سانس نے جہنم کو جلا ڈالا۔[۳]

۶۱- وَ یُنَجِّی اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا بِمَفَازَتِہِمۡ ۫ -

اور اس کے برعکس اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو ان کی کامیابی کے سبب نجات دے گا

بِمَفَازَتِہِمۡ کے معنیٰ ہیں بفلاحھم (ان کی کامیابی کے سبب)

ان کی کامیابی اور کامرانی کی وجہ سے

لَا یَمَسُّہُمُ السُّوۡٓءُ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ-

انھیں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے

۶۲- اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ ۫ وَّ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ وَّکِیۡلٌ-

اللہ ہر شے کا خالق ہے اور وہ ہر شے پر تصرّف کا اختیار رکھتا ہے

وکیل کا مفہوم یہاں پر یہ ہے کہ وہ اس میں تصرّف کا اختیار رکھتا ہے

۶۳- لَہٗ مَقَالِیۡدُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ - آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں

مَقَالِیۡدُ کے معنیٰ ہیں مفاتیح یعنی کنجیاں

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۵۱ (۲) الکافی ج ۱ ص ۳۷۲ ح ۲ و تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۱۷۸ ح ۶۵

(۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۵۱

اللہ کے علاوہ کوئی اور نہ تو اس کے امر کا مالک ہے اور نہ ہی اس پر تصرّف کا اختیار رکھتا ہے اور یہ کنایہ ہے اللہ کی قدرت کا اور یہ کہ وہی اس کا محافظ ہے۔

وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ۔

اور جو لوگ آیاتِ خداوندی کا انکار کرتے ہیں وہی لوگ خسارے میں رہتے ہیں

۶۴ – قُلۡ اَفَغَیۡرَ اللّٰہِ تَاۡمُرُوۡٓنِّیۡۤ اَعۡبُدُ اَیُّہَا الۡجٰہِلُوۡنَ۔

فرما دیجیے اے جاہلو! تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کے لیے مجھ سے کہتے ہو

تفسیر جوامع میں ہے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے کہا کہ آپ ہمارے کچھ معبودوں کو تسلیم کیجیے ہم آپ کے اللہ پر ایمان لے آئیں گے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[۱]

۶۵ – وَ لَقَدۡ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ وَ اِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۚ۔

اور بلاشبہ یقیناً آپ کی طرف اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے

لَئِنۡ اَشۡرَکۡتَ لَیَحۡبَطَنَّ عَمَلُکَ وَ لَتَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ۔

کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمھارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گے

۶۶ – بَلِ اللّٰہَ فَاعۡبُدۡ۔ لہٰذا اے نبی آپ اللہ کی عبادت کریں

یہ جملہ رد ہے جاہلوں کی بات کا جو وہ کہہ رہے تھے

وَ کُنۡ مِّنَ الشّٰکِرِیۡنَ۔ اور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں

آپ کو اللہ نے جو نعمتیں عطا کی ہیں اُن کا شکر ادا کیجیے

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس آیت میں خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا گیا ہے لیکن دراصل اُمت سے خطاب ہے اور یہ وہ بات ہے جسے امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''ایاك اعنی واسمعی یا جارۃ'' کہ قول کے مطابق مخاطب کیا ہے یعنی سنانا کسی کو مقصود ہوتا ہے اور خطاب کسی اور سے کیا جاتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلیل ہے: بَلِ اللّٰہَ فَاعۡبُدۡ وَ کُنۡ مِّنَ الشّٰکِرِیۡنَ

حال آں کہ اللہ کے علم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی عبادت کرتے اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں لیکن اپنے نبی کو عبادت کے لیے اس لیے مدعو کیا ہے تا کہ امت کو نصیحت کی جائے۔[۲]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ اگر آپ نے ولایت علی علیہ السلام کے ساتھ اپنے بعد کسی اور کی ولایت کا حکم دیا تو آپ کا عمل حبط ہو جائے گا اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔[۳]

---

(۱) تفسیر جوامع الجامع ج ۳ ص ۴۶۴ (۲) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۵۱ (۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۵۱

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾

وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾

۶۷- اور لوگوں نے اللہ کی وہ قدر نہ کی جو قدر کرنے کا حق تھا (اس کی قدرت کا یہ حال ہے) کہ قیامت کے دن پوری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دستِ راست میں لپٹے ہوئے ہوں گے یہ لوگ جو شرک کر رہے ہیں اللہ اس سے پاک اور بلند ہے۔

۶۸- اور اس روز صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین کے تمام ساکنین مردہ ہو کر گر پڑیں گے سوائے ان کے اللہ جنھیں زندہ رکھنا چاہے پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا اور وہ یکا یک اٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔

۶۹- اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور کتاب اعمال لا کر رکھ دی جائے گی پھر انبیاء اور تمام گواہوں کو حاضر کیا جائے گا اور ان کے مابین حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ذرّہ برابر ظلم نہ ہوگا۔

۶۷- وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ-

لوگوں نے اللہ کی وہ قدر نہ کی جو قدر کرنے کا حق تھا

یعنی انھوں نے اپنے نزدیک اس کی جو تعظیم کا حق تھا ویسی تعظیم نہیں کی اس لیے کہ اسے ان اوصاف کے ساتھ یاد کیا جو اس کے شان کے منافی تھا

کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب حق سے برگشتہ افراد نے اللہ کی تشبیہ دی ایسی مخلوق سے جس کے اجزاء ہوتے ہیں جو اپنی صفات میں محدود ہے وہ مختلف حصوں اور گوشوں میں اپنے طبقات میں رہتا ہے تو امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ خداوند عالم فی نفسہ موجود تھا نہ آلات کے ذریعے، اس نے اس بات کو بعید جانا ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی ویسی قدر کی ہو جو اس کی قدر کا حق ہے تو اس نے ہم سر کی مشارکت سے اپنی تنزیہ بیان کرتے ہوئے اور کافروں نے جو اسے اندازہ لگانے والوں کے اندازے کے مطابق محدود قرار دیا اس سے بلند ہوتے ہوئے فرمایا: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ الخ

لہٰذا قرآن کریم نے اللہ کی جن صفات کی طرف رہنمائی کی ہے اسی کا اتباع کرو تا کہ وہ تمھارے اور اس کی معرفت کے درمیان وسیلہ بن جائے اور اسی کے ذریعے معرفت کو مکمل کرو اور اس کی ہدایت کے نور سے روشنی حاصل کرو اس لیے کہ وہ ایک نعمت اور حکمت ہے جو اس نے تمھیں عطا کی ہے لہٰذا تمھیں جو کچھ ملا ہے اسے لے لو اور شاکرین میں سے ہو جاؤ اور شیطان تمھاری جس طرف رہنمائی کرے وہ اس کے خلاف ہے قرآن نے جسے تم پر فرض قرار نہیں دیا اور نہ ہی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ ہُدیٰ کی احادیث سے وہ ثابت ہے تو ہر شے کا علم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو تم پر اللہ کے حق کی یہی انتہا ہے۔[۱]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ کا وصف بیان نہیں کیا جاسکتا اور بھلا کیسے اس کا وصف بیان کیا جاسکتا ہے جب کہ اس نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

جب بھی اس کے لیے کوئی اندازہ لگایا جائے گا اللہ اس سے زیادہ عظیم ہوگا۔[۲]

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ آیت خوارج کے بارے میں نازل ہوئی۔[۳]

وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(اس کی قدرت کا یہ حال ہے) کہ قیامت کے دن پوری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی

وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ -

اور آسمان اس کے دستِ راست میں لپٹے ہوئے ہوں گے

یہ درحقیقت متنبہ کرنا ہے اللہ کی عظمت کی جانب اور عظیم مخلوقات کی پستی کی طرف کہ جب اللہ کی قدرت کی جانب نسبت دی جاتی ہے تو اوہام و اذہان حیران اور انگشت بدندان رہ جاتے ہیں اور اس امر کی طرف بھی توجہ مبذول کرانی ہے کہ عالم کو تباہ کر دینا اللہ کے لیے نہایت آسان عمل ہے ایسا ہی کہا گیا ہے۔[۴]

قَبْضَتُهٗ کسی کو ایک مرتبہ مٹھی میں لے لینا وہ مقدار جو مٹھی کے اندر آجائے کتاب توحید میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''قَبْضَتُهٗ'' کا مفہوم ہے مُلک خدا کا ہے اس کے ساتھ کسی کا اقتدار نہیں ہے فرمایا ''الیمین'' سے مراد ہے ہاتھ اور ''ید'' قدرت اور قوّت کو کہتے ہیں ''مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ'' کا مطلب یہ ہے کہ اس کی قوت اور قدرت میں ہیں۔[۵]

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

یہ لوگ جو شرک کر رہے ہیں اللہ اس سے پاک اور بلند ہے

---

(۱) التوحید ص ۵۵ ح ۱۳ باب ۲
(۲) التوحید ص ۱۲۷-۱۲۸ ح ۶ باب ۹
(۳) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۵۱-۲۵۲
(۴) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۲۸
(۵) التوحید ص ۱۶۱-۱۶۲ ح ۲ باب ۱۷

۶۸ – وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ –

اور اس روز صور پھونکا جائے گا

یعنی پہلی مرتبہ

فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ –

تو آسمانوں اور زمین کے تمام ساکنین مردہ ہو کر گر پڑیں گے

اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ –

سوائے ان کے اللہ جنھیں زندہ رکھنا چاہے

تفسیر مجمع البیان میں روایت مرفوع ہے کہ اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت میکائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام اور فرشتۂ موت ہیں۔ ۱

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کون لوگ ہیں اللہ جنھیں صور پھونک کر ہلاک کرنا نہیں چاہتا فرمایا وہ شہدا ہیں جو تلواریں حمائل کیے ہوئے عرش کے چوگرد ہوں گے۔ ۲

ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى – پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا

فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ –

اور وہ یکا یک اٹھ کر دیکھنے لگیں گے

اپنی قبروں سے کھڑے ہو جائیں گے اور اپنی آنکھوں سے اطراف و جوانب دیکھ رہے ہوں گے۔

تفسیر قمیؒ میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ دونوں صور پھونکے جانے میں کتنا فاصلہ ہوگا فرمایا جتنا اللہ چاہے گا پھر پوچھا گیا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرمایئے کہ کس طرح صور پھونکا جائے گا تو امام علیہ السلام نے فرمایا جہاں تک پہلے صور پھونکے جانے کا سوال ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اسرافیلؑ کو حکم دے گا تو وہ دنیا میں نازل ہوں گے اور اُن کے ساتھ صور بھی ہوگا۔ اس صور کا ایک سرا اور دو کنارے ہوں گے اور ان میں سے ہر کنارے کے سر کے درمیان دوسرے تک آسمان و زمین کے درمیان جیسا فاصلہ ہوگا۔

لہٰذا جب فرشتے دیکھیں گے کہ اسرافیل علیہ السلام دنیا میں نازل ہو چکے ہیں اور ان کے ساتھ صور بھی ہے تو وہ کہیں گے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمین میں رہنے والوں اور آسمان کے باشندوں کی موت کی اجازت مرحمت فرما دی ہے۔ فرمایا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام بیت المقدس کے حدود میں جو کعبہ کے مقابل تھا نازل ہوئے تھے جب زمین والوں نے انھیں دیکھا تو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی موت کی اجازت مرحمت فرما دی ہے وہ

---

(۱) مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۵۰۸ (۲) مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۵۰۸

ایک مرتبہ اس میں پھونک ماریں گے تو اس کنارے سے آواز آئے گی جو زمین سے متصل ہوگا تو روئے زمین پر کوئی ذی روح باقی نہ بچے گا جو موت سے ہم کنار نہ ہو، امام علیہ السلام نے فرمایا پھر آواز اس طرف سے نکلے گی جو سرا آسمان سے متصل ہوگا تو آسمان میں جتنے ذی روح ہوں گے سب مر جائیں گے سوائے اسرافیل علیہ السلام کے امامؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام سے مخاطب ہوکر کہے گا کہ اے اسرافیل تم بھی مرجاؤ تو اسرافیل کو بھی موت آجائے گی وہ سب اسی عالم میں رہیں گے جب تک اللہ چاہے گا۔

پھر اللہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ چکر لگانے لگیں گے اور پہاڑوں کو حکم دے گا تو وہ چلنے لگیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۙ﴿۹﴾ وَّ تَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿۱۰﴾ (الطور: ۹-۱۰) یعنی یہ آسمان پھیل جائے گا اور یہ زمین دوسری زمین میں تبدیل ہوجائے گی یعنی ایسی زمین میں جہاں پر علانیہ گناہ نہیں کیے جائیں گے نہ اس پر پہاڑ ہوں گے اور نہ ہی نباتات بس جس طرح پہلی مرتبہ زمین کو پھیلایا تھا ویسی ہوجائے گی اور اللہ کا عرش پانی پر ویسے ہی لوٹ آئے گا جس طرح پہلے تھا۔

مستقل طور سے اللہ کی عظمت اور قدرت کے ساتھ فرمایا اس وقت خدائے جبّار تبارک و تعالیٰ اپنی جانب سے بالجہر آواز میں پکارے گا جو آسمانوں اور زمین کے ہر گوشے میں سنائی دے گی:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ (غافر: ۱۶) آج کس کا اقتدار ہے کوئی جواب دینے والا جواب نہ دے گا تو اس وقت خداوند متعال خود ہی جواب میں فرمائے گا: لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (غافر:۱۶) اللہ کے لیے جو یکتا اور غالب ہے میں نے ہی تمام مخلوقات کو اور امتوں کو مغلوب کر رکھا ہے بے شک میں ہی اللہ ہوں نہیں ہے کوئی معبود سوائے میرے میں یکتا ہوں نہ میرا کوئی شریک ہے اور نہ ہی وزیر میں نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے خلق فرمایا ہے اور میں اپنی مشیّت کے مطابق انھیں موت سے ہم کنار کروں گا اور انھیں اپنی قدرت سے زندگی عطا کروں گا امامؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ دوبارہ صور پھونکے گا تو آواز ایک طرف سے نکلے گی جو آسمان سے متصل ہوگا تو آسمان کے باشندوں میں سے ہر ایک زندہ اور قائم ہوجائے گا جیسا کہ وہ تھا عرش کے اٹھانے والے واپس آجائیں گے اور جنت اور جہنم موجود ہوں گے اور مخلوقات کو حساب کے لیے اکٹھا کیا جائے گا راوی نے کہا میں نے دیکھا کہ علی بن الحسین علیہم السلام اس وقت محوِ گریہ تھے اور بہت شدید گریہ فرما رہے تھے۔[۱]

امام صادِق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ یہ ارادہ کرے گا کہ مخلوقات کو دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے تو آسمان چالیس روز تک برسے گا تو اس طرح بکھرے ہوئے اعضا باہم مل جائیں گے اور ان پر گوشت چڑھ جائے گا اور فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے ان کا ہاتھ تھاما اور انھیں بقیع تک لے گئے ایک قبر کے قریب پہنچ کر قبر میں جو شخص مدفون تھا اسے آواز دی فرمایا اللہ کے حکم سے اٹھ جا تو قبر سے ایک شخص نکلا جس کا سر اور داڑھی سفید تھی اور وہ اپنے سر سے مٹّی جھاڑ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا ''الحمدللہ و اللہ

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۵۲

اکبر'' جبرئیل علیہ السلام نے اس سے کہا تم اذنِ خدا سے واپس قبر میں چلے جاؤ پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر دوسری قبر پر پہنچے اور صاحب قبر سے کہا تم حکم خدا سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہو تو اس قبر سے ایک شخص نکلا جس کا چہرہ سیاہ تھا اور وہ کہہ رہا تھا ''یا حسرتاہ یا ثبوراہ'' ہائے حسرت ہائے ہلاکت پھر جبرئیل علیہ السلام نے اس سے کہا تم جہاں تھے حکم خدا سے وہاں واپس چلے جاؤ پھر فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت میں لوگوں کو اسی طرح محشور کیا جائے گا تو مومنین کا یہ قول ہوگا اور کافروں کا یہ قول ہوگا جو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔[۱]

۶۹- وَ اَشۡرَقَتِ الۡاَرۡضُ بِنُوۡرِ رَبِّهَا -

اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی

کہا گیا ہے کہ چوں کہ اس زمین میں عدل کو قائم کیا ہے اس لیے اس کا نام ''نور'' رکھا ہے اس لیے کہ اس سے قطعۂ ارض مُزّین ہوتی ہے اور حقوق ظاہر ہوتے ہیں جس طرح ''ظلم'' کو ''ظلمت'' یعنی تاریکی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حدیث میں ہے کہ ''ظلم'' سے مراد قیامت کے دن کی تاریکیاں ہیں۔[۲]

تفسیر قمّی میں اس آیت کے ذیل میں امام صادق علیہ السلام سے یہ روایت ہے آپ نے فرمایا ''رَبُّ الارض'' سے مراد ''امامُ الارض'' ہے کہا گیا جب امام کا خروج ہوگا تو کیا ہوگا فرمایا اس وقت لوگ سورج کی روشنی اور چاند کی چمک سے مستغنی ہوں گے اور امام کی روشنی میں عُبور کریں گے۔[۳]

کتاب الارشاد شیخ مفید میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب قائم کا قیام ہوگا تو زمین اپنے رب کے نور سے منوّر ہو جائے گی اور لوگ سورج کی ضیاء اور چاند کی چمک سے مستغنی ہو جائیں گے اور ظلمت دور ہو جائے گی۔[۴]

وَ وُضِعَ الۡكِتٰبُ - اور کتابِ اعمال حساب کے لیے لاکر رکھ دی جائے گی

وَ جِایۡٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ -

پھر انبیاء اور تمام گواہوں کو حاضر کیا جائے گا

تفسیر قمّی میں ہے کہ شہداء سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں اور اس پر دلیل خداوند عالم کا یہ قول ہے جو سورۂ حج میں ہے ''لِيَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ شَهِيۡدًا'' (الحج: ۷۸) تاکہ رسول تم پر گواہ بن کر رہے اور اے گروہ ائمہ تم لوگوں پر گواہ کی حیثیت سے رہو۔[۵]

وَ قُضِيَ بَيۡنَهُمۡ بِالۡحَقِّ - اور بندوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ ہوگا

وَ هُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ - اور ان پر ذرّہ برابر ظلم نہ ہوگا،

---

(۱) تفسیر قمّی ج ۲ ص ۲۵۳ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۲۸

(۳) تفسیر قمّی ج ۲ ص ۳۵۳ (۴) ارشاد شیخ مفید ص ۳۶۲

(۵) تفسیر قمّی ج ۲ ص ۲۵۳-۲۵۴

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾

قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾

وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾

وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾ ع

۷۰- اور ہر متنفس کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔

۷۱- اور کافروں کو جہنّم کی طرف گروہ در گروہ ہانک کر لے جایا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو جہنم کے دروازوں کو کھول دیا جائے گا اور ان سے جہنّم کے خازنین یہ کہیں گے کیا تمھارے پاس تمھیں میں سے مرسلین نہیں آئے تھے جنھوں نے اپنے رب کی آیتیں تمھیں پڑھ پڑھ کر سنائی ہوں اور تمھیں اس بات سے متنبہ کیا ہو کہ تمھیں یہ دن بھی دیکھنا ہوگا وہ جواب دیں گے ''ہاں آئے تھے'' لیکن عذاب کا فیصلہ کافروں کے لیے ثابت ہو چکا ہے۔

۷۲- ان سے کہا جائے گا جہنّم کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ یہاں تمھیں ہمیشہ رہنا ہے تکبّر کرنے والوں کا کتنا بُرا ٹھکانا ہے۔

۷۳- اور جو لوگ اپنے رب کا خوف رکھتے تھے انھیں گروہ در گروہ جنت کی طرف لایا جائے گا جب وہ وہاں پہنچیں گے تو جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور جنت کے خازنین ان سے کہیں گے ''سلام علیکم'' تم خوش رہو اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔

۷۴- اور انھوں نے کہا خدا کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہم کو زمین کا وارث بنا دیا۔ اب ہم جنت میں جہاں چاہیں رہائش اختیار کر سکتے ہیں۔ عمل کرنے والوں کے لیے کیسا بہترین اجر ہے۔

۷۵- اور آپ دیکھیں گے کہ فرشتے عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے رب کے حمد کی تسبیح پڑھ رہے ہوں گے اور لوگوں کے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کر دیا گیا اور کہا گیا الحمد للہ رب العالمین کُل حمد اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۷۰- وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ -

اور ہر متنفس کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا

وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ -

اور لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اسے اچھی طرح جانتا ہے

یعنی ان کے اعمال کی کوئی شے اس سے فوت نہیں ہوتی

۷۱- وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ -

اور کافروں کو جہنّم کی طرف گروہ در گروہ ہانک کر لے جایا جائے گا

زُمَرًا کا مفہوم ہے کہ مختلف گروہوں میں ایک دوسرے کے پیچھے جن کے اقدام گم راہی اور شر انگیزی میں مختلف ہوں گے

حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا -

یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو جہنم کے دروازوں کو کھول دیا جائے گا

کہ وہ اس میں داخل ہو جائیں گے

وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ -

اور ان سے جہنّم کے خازنین یہ کہیں گے

ان کو ڈانٹنے اور جھڑکنے کے لیے

اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ -

کیا تمھارے پاس تمھیں میں سے مرسلین نہیں آئے تھے؟

یعنی ان مرسلین کا تعلق تمھاری جنس سے نہیں تھا

یَتْلُوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ رَبِّکُمْ –

جنھوں نے اپنے رب کی آیتیں تمھیں پڑھ پڑھ کر سنائی ہوں

وَ یُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا ؕ –

اور تمھیں اس بات سے متنبہ کیا ہو کہ تمھیں یہ دن بھی دیکھنا ہوگا

قَالُوْا بَلٰی – وہ جواب دیں گے ''ہاں آئے تھے''

وَ لٰکِنْ حَقَّتْ کَلِمَۃُ الْعَذَابِ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ –

لیکن عذاب کا فیصلہ کافروں کے لیے ثابت ہو چکا ہے

''کلمۃ اللّٰہ بالعذاب علینا'' یعنی اللّٰہ کے عذاب کا فیصلہ ہمارے لیے ہو چکا ہے اور وہ ان کی بدبختی کا حکم ہے اور یہ کہ وہ جہنم میں جانے والوں میں سے ہیں۔

۷۲– قِیْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَھَنَّمَ –

ان سے کہا جائے گا جہنّم کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ

خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ۚ –

اس میں تمھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا ہے

فَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ –

تکبّر کرنے والوں کا کتنا بُرا ٹھکانا ہے

''ابواب جہنّم'' جہنّم کے دروازوں کا بیان سورۂ حجر کی آیت نمبر ۴۴ کے ذیل میں پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

۷۳– وَ سِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّھُمْ اِلَی الْجَنَّۃِ زُمَرًا ؕ –

اور جو لوگ اپنے رب کا خوف رکھتے تھے انھیں گروہ در گروہ جنت کی طرف لایا جائے گا

دارِ کرامت یعنی جنت کی جانب تیزی کے ساتھ لایا جائے گا، اور وہ سواری پر بیٹھ کر آئیں گے جیسا کہ سورۂ مریم کی آیت نمبر ۸۵ کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے

زُمَرًا کا مفہوم ہے شرف وفضیلت اور طبقات کی بلندی میں وہ مختلف مراتب و مدارج پر فائز ہوں گے

حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْھَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُھَا –

جب وہ وہاں پہنچیں گے تو جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے

کہا گیا ہے کہ ''اِذَا'' کا جواب محذوف ہے اس بات کی طرف دلالت کرنے کے لیے کہ اس وقت انھیں ایسی تکریم و تعظیم سے سابقہ ہوگا جس کی توصیف کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور جنت کے دروازوں کو ان کی تشریف

آوری سے قبل ہی ان کے انتظار میں کھول دیا جائے گا۔[۱]

وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ - اور جنت کے خازنین ان سے کہیں گے سلام علیکم

اور تمھیں کسی پریشانی اور مصیبت کا سامنا نہ ہوگا

طِبْتُمْ - تم خوش رہو، تمھیں مبارک ہو

تم گناہوں کی گندگی سے پاک ہو گئے ہو

تفسیر قمیؒ میں ہے یعنی تمھاری ولادت پاک ہے اس لیے کہ جنت میں وہی جائے گا جس کی ولادت پاک و پاکیزہ ہو۔[۲]

فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ - اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السلام اپنے والد سے وہ اپنے جد سے وہ علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں ایک وہ دروازہ ہے جس سے انبیاء اور صدیقین داخل ہوں گے اور ایک وہ دروازہ ہے جس سے شہداء اور صالحین داخل ہوں گے اور پانچ دروازے وہ ہوں گے جن سے ہمارے پیروکار اور محبین داخل ہوں گے میں مسلسل صراط پر کھڑا رہوں گا پکار رہا ہوں گا اور کہہ رہا ہوں گا

''رَبِّ سَلِّمْ شِيْعَتِي و محبّي و انصاري و اوليائي و مَنْ تَوَلّاني في دارِ الدُّنيا

اے میرے پروردگار تو میری پیروی کرنے والوں مجھ سے محبت کرنے والوں میرے مددگاروں میرے دوستوں اور دنیا میں میرے چاہنے والوں کو سلامتی کے ساتھ رکھ تو عرش کے نیچے سے یہ آواز آئے گی کہ تمھاری دُعا قبول کر لی گئی اور تمھاری پیروی کرنے والوں کی شفاعت منظور کی جا چکی اور میرے شیعوں میں ہر شخص اور وہ شخص جو مجھ سے محبت کرتا ہے میری نصرت کرتا ہے اور جس نے مجھ سے اپنے قول اور فعل سے جنگ کی اس سے جنگ کرتا ہے تو وہ اپنے پڑوسیوں اور رشتہ داروں میں سے ستر (۷۰) ہزار افراد کی شفاعت کرے گا اور ایک دروازہ وہ ہے جس سے تمام مسلمان داخل ہوں گے جو شہادت دے رہے ہوں گے کہ ''لا الہ الا اللّٰہ'' اور اُن کے دل میں ذرّہ برابر ہم اہل بیت سے بُغض و عداوت نہ ہوگی۔[۳]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے تم اللّٰہ کے بارے میں حسن ظن رکھو اور جان لو کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور ہر دروازے کی چوڑائی چار سو سال کی مسافت ہے۔[۴]

۷۴- وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ -

اور انھوں نے کہا خدا کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا

یعنی دوبارہ زندہ کیے جانے اور ثواب عطا کرنے کا وعدہ

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۲۹ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۵۴

(۳) الخصال ص ۴۰۷-۴۰۸ ح ۶ باب ۸ (۴) الخصال ص ۴۰۸ ح ۷ باب ۸

وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ - اور ہم کو زمین کا وارث بنا دیا

تفسیر قمیؒ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے یعنی جنّت کی زمین کا وارث بنا دیا۔(۱)

نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ - اب ہم جنت میں جہاں چاہیں رہائش اختیار کر سکتے ہیں

فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ- عمل کرنے والوں کے لیے کیسا بہترین اجر ہے

یعنی جنت ہے

۷۵- وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ - اور آپ دیکھیں گے کہ فرشتے عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے

يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ - اپنے رب کے حمد کی تسبیح پڑھ رہے ہوں گے

اللہ کے جلال و اکرام کی توصیف بیان کر رہے ہیں اور اس سے لُطف اندوز ہو رہے ہیں

اور اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ''علیّین'' کے درجات کی انتہا اور اُن کی بہترین لذّت اللہ کی صفات میں خود کو غرق کر دینا ہے

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ - اور لوگوں کے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کر دیا گیا

وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ-

اور کہا گیا ''الحمد للہ رب العالمین'' کُل حمد اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے درمیان حق پر مبنی فیصلہ کیا ہے اور یہ جملہ کہنے والے مومنین ہیں

کتاب ثواب الاعمال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو بھی سورۂ زمر کو اپنی زبان سے چپکے چپکے پڑھے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے دنیا اور آخرت کا شرف عطا کر دے گا اور اسے بغیر مال و دولت اور قوم و قبیلے کے عزت بخش دے گا اور جو بھی اس کو دیکھے گا اس پر ہیبت طاری ہوگی اور اللہ اس کے جسم پر آگ کو حرام کر دے گا اور اس کے لیے جنت میں ہزار شہر بنا دے گا اور ہر شہر میں ہزار محل ہوں گے اور ہر محل میں سو حوریں ہوں گی اور اس کے لیے اس کے ساتھ ''عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ'' (سورۂ الرحمٰن: ۵۰) دو چشمے جاری ہوں گے اور

''فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ'' (سورۂ الرحمٰن: ۶۶) اس میں جوش مارتے بڑے دو چشمے ہیں ''وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ'' (سورۂ الرحمٰن: ۶۲) اور دو باغات ہیں ''مُدْهَآمَّتٰنِ'' (سورۂ الرحمٰن: ۶۴) جو گہرے سبز اور سیاہی مائل ہیں اور ''حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ'' (سورۂ الرحمٰن: ۷۲) حوریں جو خیموں میں محفوظ ہوں گی اور ''ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ'' (سورۂ الرحمٰن: ۴۸) دونوں بہت زیادہ شاخوں والے ہیں اور ''مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ'' (سورۂ الرحمٰن: ۵۲) ان دونوں میں ہر پھل کی دو قسمیں ہوں گی۔(۲)

تفسیر مجمع البیان میں ایسی ہی روایت ہے البتہ ''استخفافاً مِن لِسانهٖ'' اور ''ذواتا افنانٍ'' سے لے کر آخر تک عبارت نہیں ہے۔(۳)

---

(۱) تفسیر قمیؒ ج ۲ ص ۲۵۴ (۲) ثواب الاعمال ص ۱۱۲ ح ۱ (۳) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۴۸۷

سورۂ غافر (سورۂ مومن)

سورۂ غافر مکہ مکرمہ میں نازل ہوا ابن عباس اور قتادہ نے کہا ہے کہ مکمل سورہ مکّہ مکرمہ میں نازل ہوا سوائے دو آیتوں کے جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں ان الذین یجادلون سے لایعلمون تک اور اس سورے میں آیتوں کی تعداد ۸۵ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَ قَابِلِ التَّوۡبِ شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوۡلِ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ ﴿۳﴾ مَا یُجَادِلُ فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰہِ اِلَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَلَا یَغۡرُرۡکَ تَقَلُّبُہُمۡ فِی الۡبِلَادِ ﴿۴﴾ کَذَّبَتۡ قَبۡلَہُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ ۪ وَ ہَمَّتۡ کُلُّ اُمَّۃٍۢ بِرَسُوۡلِہِمۡ لِیَاۡخُذُوۡہُ وَ جٰدَلُوۡا بِالۡبَاطِلِ لِیُدۡحِضُوۡا بِہِ الۡحَقَّ فَاَخَذۡتُہُمۡ ۟ فَکَیۡفَ کَانَ عِقَابِ ﴿۵﴾

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَ کَذٰلِکَ حَقَّتۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ عَلَی الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّہُمۡ اَصۡحٰبُ النَّارِ ﴿۶﴾ اَلَّذِیۡنَ یَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ وَ مَنۡ حَوۡلَہٗ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّہِمۡ وَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ وَ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۚ رَبَّنَا وَسِعۡتَ کُلَّ شَیۡءٍ رَّحۡمَۃً وَّ عِلۡمًا فَاغۡفِرۡ لِلَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَ اتَّبَعُوۡا سَبِیۡلَکَ وَ قِہِمۡ عَذَابَ الۡجَحِیۡمِ ﴿۷﴾

بڑے مہربان نہایت مشفق اللہ کے نام سے۔

۱–حا–میم ۲–اس کتاب کی تنزیل اللہ کی جانب سے ہے جو غالب اور دانا ہے۔

۳–جو گناہ معاف کرنے والا، توبہ کا قبول کرنے والا، شدید عذاب دینے والا اور بڑا صاحب فضل ہے، نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے اور سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے۔

۴–آیاتِ الٰہی میں وہی جھگڑتے ہیں جنھوں نے کفر اختیار کر رکھا ہے اس کے بعد مختلف شہروں میں ایسے

لوگوں کا دندناتے پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ رکھے۔۵- ان سے پہلے نوح کی قوم بھی جھٹلا چکی ہے اور اُن کے بعد مختلف امتوں نے بھی یہ کام کیا ہر قوم نے اپنے پیغمبر کے بارے میں یہ طے کرلیا کہ انھیں گرفتار کرلیں ان سب نے باطل کا سہارا لے کر حق کو نیچا دکھانا چاہا آخر کار میں نے انھیں پکڑ لیا دیکھ لو میری سزا کیسی سخت تھی۔۶- اور اسی طرح آپ کے رب کا یہ فیصلہ بھی ان سب لوگوں پر ثابت ہو چکا ہے جنھوں نے کفر اختیار کر رکھا ہے یہ لوگ یقیناً جہنمی ہیں۔۷- اور جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کی گردوپیش حاضر رہتے ہیں وہ سب کے سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح میں مصروف ہیں، وہ رب پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنین کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں وہ کہتے ہیں پروردگار! تو اپنی رحمت اور اپنے علم سے ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے لہٰذا اُن لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستے کا اتباع کرتے رہے اور اُنھیں عذاب جہنم سے بچالے۔

۱-حٰمٓ- حا۔میم

اس کی تاویل بیان کی جا چکی ہے۔

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان حروف مقطّعات کا مفہوم ہے الحمید المجید لائق حمد، قابل تعریف اور بزرگ و برتر۔

۲-تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ-

اس کتاب کی تنزیل اللہ کی جانب سے ہے جو غالب اور دانا ہے۔

۳-غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ-

جو گناہ معاف کرنے والا اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔

شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِي الطَّوْلِ-

شدید عذاب دینے والا اور بڑا صاحب فضل ہے۔

جو شخص عذاب کا مستحق ہے عذاب نہ کر کے اس پر فضل و کرم کرتا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ- نہیں ہے کوئی معبود سوائے اُس کے

وہ اپنی عبادت پر مکمل طور سے متوجہ ہو کر جواب دیتا ہے لبیک کہتا ہے۔

اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ-

اور سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے۔

وہ اطاعت گزار اور گنہ گار دونوں کو جزا و سزا دے گا۔

۴-مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا-

آیات الٰہی میں وہی جھگڑتے ہیں جنھوں نے کفر اختیار کر رکھا ہے۔

کتاب اکمال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا جو لوگ دین خداوندی میں جدال کرتے ہیں ان پر ستر نبیوں کی طرف سے لعنت کی گئی ہے اور جس نے ''آیات اللہ'' میں جدال کیا تو وہ کافر ہوگیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔(۱)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ قرآن میں جدال کرنا کفر ہے۔(۲)

مسائل کو حل کرنے، حقائق کو معلوم کرنے اور جو لوگ قران کے ذریعے کجی کا شکار ہوکر اس سے چمٹ گئے ہیں ان کو قطع کرنے کے لیے اور اس کے بارے میں مطاعن کو رد کرنے کے لیے جدال کے جواز کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔

فَلَا يَغُرُّكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ-

(اس کے بعد) مختلف شہروں میں ایسے لوگوں کا دندناتے پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ رکھے یعنی نفع بخش تجارت کی غرض سے مختلف شہروں میں جانا۔ جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو گرفت میں لیا گیا تھا یہ لوگ بھی بہت جلد گرفت میں لے لیے جائیں گے۔

۵-كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ-

ان سے پہلے نوح کی قوم بھی جھٹلا چکی ہے اور ان کے بعد مختلف امتوں نے یہ کام کیا۔

مِنْۢ بَعْدِهِمْ سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے مُرسلین کے خلاف محاذ آرائی کی اور قوم نوحؑ کے بعد ان سے دشمنی کی جیسے عاد اور ثمود۔

وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ-

اور اُن میں سے ہر اُمت نے اپنے پیغمبر کے بارے میں یہ ارادہ کیا کہ انھیں گرفتار کرلیں۔

وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ-

اور ان سب نے باطل کا سہارا لے کر حق کو نیچا دکھانا چاہا۔

وہ باطل جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اس کے ذریعے حق کو زائل کرنے کی کوشش کی۔

فَاَخَذْتُهُمْ- ان کے ارادوں اور منصوبوں کی جزا میں ہم نے انھیں ہلاک کر ڈالا۔

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ- دیکھ لو میری سزا کیسی سخت تھی۔

تم تو ان کے شہروں سے گزرتے ہو اور ان کے آثار دیکھتے ہو یا قرآن میں ان کی داستانیں پڑھتے ہو یہ

---

(۱) اکمال الدین واتمام النعمہ ص ۲۵۶ ج ۱ باب ۲۴ (۲) انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۳۰

ایسا بیان ہے جو تعجب انگیز ہے۔

۶-وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا-

اور اسی طرح آپ کے رب کا یہ فیصلہ بھی ان لوگوں کے لیے ثابت ہو چکا ہے جنھوں نے کفر اختیار کر رکھا ہے۔

اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ- یہ لوگ یقیناً جہنمی ہیں۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد بنی اُمیّہ ہیں۔[۱]

۷-اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ-

اور جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد و پیش حاضر رہتے ہیں۔

يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ-

وہ سب کے سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح میں مصروف ہیں۔

وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں ایسی تعریف کے ساتھ جن میں جلال و اکرام کی جملہ صفات مجتمع ہو جاتی ہیں۔

وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ- اور وہ رب پر ایمان رکھتے ہیں۔

ان کے بارے میں ایمان کی خبر دی ہے تا کہ اللہ کا فضل ظاہر کیا جائے اور جو لائق تعظیم ہے اس کی تعظیم کی جائے۔

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا- اور وہ مومنین کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔

کتاب عُیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے ان لوگوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں جو ہماری ولایت پر ایمان رکھتے ہیں۔[۲]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایسے فرشتے ہیں جو ہمارے شیعوں کی پشت سے گناہوں کو اس طرح گرا دیتے ہیں جس طرح پت جھڑ کے موسم میں ہوا پتّوں کو گرا دیتی ہے اور یہ بات اللہ کے قول سے ثابت ہے الّذین یحملون العرش الخ فرمایا کہ خدا کی قسم ان فرشتوں کا استغفار صرف تمھارے لیے ہے تمھارے علاوہ دوسروں کے لیے نہیں۔[۳]

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا-

(وہ کہتے ہیں) پروردگارا تو اپنی رحمت اور اپنے علم سے ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ -

لہٰذا ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستے کا اتباع کرتے رہے۔

وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ- اور انھیں عذاب جہنم سے بچا لے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۵۵ (۲) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۶۲ ج ۲۲ (۳) ؟؟؟

رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۙ﴿۸﴾

وَ قِهِمُ السَّیِّاٰتِ ؕ وَ مَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۹﴾ ع

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِیْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾

قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَ اَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ ﴿۱۱﴾

ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ ﴿۱۲﴾

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَ مَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ ﴿۱۳﴾

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ ۙ﴿۱۵﴾

یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ۬ لَا یَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَیْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْیَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

۸-بارالہا! تو انھیں ایسی سدا بہار جنتوں میں داخل کردے جس کا تو نے اُن سے وعدہ کیا ہے۔ اور ان کے

آباؤ اجداد اور ان کی ازواج اور اولاد میں سے جو صالح ہوں (انھیں بھی اس نعمت سے نواز) بے شک تو غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔

۹۔ اور انھیں ہر طرح کی برائیوں سے محفوظ رکھ اور تو نے جسے قیامت کے دن کی سزا سے بچا دیا اس پر بڑا رحم کیا اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

۱۰۔ جن لوگوں نے کفر کیا انھیں پکار کر کہا جائے گا جتنا غصہ تمھیں اپنے آپ پر آرہا ہے اس سے زیادہ غضب ناک اللہ ہو رہا تھا جب تمھیں ایمان کی دعوت دی جاتی تھی تو تم انکار کر دیتے تھے۔

۱۱۔ وہ لوگ کہیں گے خدایا تو نے ہمیں دو مرتبہ موت سے ہم کنار کیا اور دو مرتبہ زندگی عطا کی اب ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں کیا یہاں سے بچ نکلنے کی کوئی سبیل ہے۔

۱۲۔ (جواب ملے گا) یہ اس وجہ سے ہو رہا ہے کہ جب تمھیں خدائے واحد کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اس کے ساتھ شرک کو تم تسلیم کرتے تھے اب فیصلہ خدائے بزرگ و برتر کے ہاتھ میں ہے۔

۱۳۔ وہی تو ہے جو تمھیں اپنی آیتیں دکھاتا ہے اور آسمان سے تمھارے لیے روزی اتارتا ہے اس سے وہی نصیحت حاصل کرے گا جو خدا سے لو لگائے گا۔

۱۴۔ لہٰذا تم اپنے دین کو خالص کر کے اللہ کو پکارو خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار گزرے۔

۱۵۔ وہ بلند مرتبت، عرش کا مالک ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے روح کو نازل کر دیتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن (یعنی قیامت کے دن) سے متعلق لوگوں کو ڈرائے۔

۱۶۔ جس دن وہ نکل کر سامنے آجائیں گے ان کی کوئی بات بھی اللہ سے چھپی ہوئی نہیں ہوگی (دریافت کیا جائے گا) آج کس کی بادشاہت ہے (آواز آئے گی) اللہ کی جو واحد و قہار ہے۔

۱۷۔ آج کے دن ہر متنفس کو اس کے کیے کی جزا دی جائے گی آج کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا اللہ بہت جلد حساب کر لے گا۔

۸۔ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ۔

بارالہا! تو انھیں ایسی سدا بہار جنتوں میں داخل کر دے جس کا تو نے اُن سے وعدہ کیا ہے۔

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ۔

اور ان کے آباؤ اجداد اور ان کی ازواج و اولاد میں سے جو صالح ہوں (انھیں بھی اس نعمت سے نواز) تاکہ ان کی خوشیاں مکمل ہو جائیں۔

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ-

بے شک تو غالب اور صاحب حکمت ہے۔

عزیز کا مفہوم ہے وہ ہستی جس کے لیے کوئی فیصلہ محال نہیں ہے۔

''اَلْحَكِيْمُ'' کا مفہوم ہے وہ وہی کرتا ہے حکمت جس کا تقاضا کرتی ہے اور وعدے کا پورا کرنا بھی اسی ذیل میں آتا ہے۔

۹- وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ- اور انھیں ہر طرح کی برائیوں سے محفوظ رکھ۔

السَّيِّاٰتِ کے معنی ہیں اَلْعُقُوْبَات سزا

وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ-

اور تو نے جسے قیامت کے دن کی سزا سے بچا دیا اس پر بڑا رحم کیا۔

وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ- اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

تفسیر قمی میں ہے ''اَلّذين يحملون العَرش'' سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بعد تشریف لانے والے اوصیاء علیہم السّلام ہیں جو علم خدا کے حامل ہیں ''وَمَنْ حَولَهٗ'' سے مراد فرشتے ہیں ''لِلّذين اٰمنوا'' سے مراد شیعہ آل محمد صلوات اللہ علیہم ہیں ''واتّبعوا اسبيلك'' کا مفہوم ولی اللہ کی ولایت ہے ''وَمَن صَلَحَ یعنی مَنْ تولی علیاً'' جو علی سے محبت کرے یہی ان کی صلاح ہے ''فقد رحمته'' یعنی روز قیامت تو نے ان پر رحم کیا ہے۔(۱)

کتاب کافی میں روایت مرفوع ہے کہ خداوند عالم نے توبہ کرنے والوں کو تین خصلتیں عطا فرمائی ہیں اگر اُن میں سے ایک خصلت بھی آسمانوں اور زمین کے جملہ ساکنین کو مرحمت فرما دیتا تو وہ اس کے سبب نجات پا جاتے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔(۲)

۱۰- اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ-

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ہے انہیں (روز قیامت) پکار کر کہا جائے گا جتنا غصّہ تمھیں اپنے آپ پر آرہا ہے اس سے زیادہ غضب ناک اللہ ہو رہا تھا۔

یعنی خاص طور سے اللہ کا غضب ناک ہونا تمھارے اپنے نفس پر غضب ناک ہونے سے زیادہ بڑا ہے وہ نفس جو برائی کا حکم دیتا ہے۔

اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ-

جب تمھیں ایمان کی دعوت دی جاتی تھی تو تم انکار کر دیتے تھے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۵۵ الکافی ج ۲ ص ۴۳۲ ح ۵ (۲) الکافی ج ۲ ص ۴۲۲ ح ۵

۱۱- قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ-

وہ لوگ کہیں گے خدایا تو نے ہمیں دو مرتبہ موت سے ہم کنار کیا اور دو مرتبہ زندگی عطا کی۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ رجعت کے بارے میں ہے۔(۱)

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ دو دفعہ موت اور دو دفعہ زندگی رجعت سے ثابت ہوتی ہے یا یہ کہ وہ یہ بات رجعت کے موقع پر کہیں گے زندہ کیے جانے کی وجہ سے اور موت کے سبب قبر میں سوال کے وقت۔

فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ-

اب ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں کیا یہاں سے بچ نکلنے کی کوئی سبیل ہے کیا عذاب سے نکل جانے کا کوئی راستا ہے جس پر چل کر ہم یہاں سے نکل جائیں اور یہ بات وہ ناامیدی کی زیادتی کی بنیاد پر علّت (سبب) بیان کرنے کے لیے اور حیرانی کی وجہ سے کہہ رہے ہیں اور اسی وجہ سے انھیں جو جواب دیا جانا تھا جواب دیا گیا ہے۔

۱۲- ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ-

(جواب ملے گا) یہ اس وجہ سے ہو رہا ہے کہ جب تمھیں خدائے واحد کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے۔

تم جس حال میں ہو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تم نے توحید کا انکار کر دیا ہے۔

وَ اِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا- اور اس کے ساتھ شرک کو تم تسلیم کرتے تھے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا گیا اور اللہ نے جس کی ولایت کا حکم دیا ہے صرف اس کی ولایت کی جانب بلایا گیا تو تم نے انکار کر دیا اور جب اس کی ذات میں اسے شریک قرار دیا گیا جس کی کوئی ولایت نہیں ہے تو تم نے تسلیم کر لیا کہ اس کی ولایت ہے۔(۲)

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب خدائے واحد کی جانب تمھیں بلایا گیا اور اہلِ ولایت کی طرف دعوت دی گئی تو تم نے انکار کر دیا۔(۳)

فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ- اب فیصلہ خدائے بزرگ و برتر کے ہاتھ میں ہے۔

یہ کہ اس کی ذات میں کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اسے اُس کے غیر کے مساوی سمجھا جائے اس نے تو تمھارے لیے سرمدی عذاب کا فیصلہ کر دیا ہے۔

۱۳- هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا-

وہی تو ہے جو تمھیں اپنی آیتیں دکھاتا ہے اور آسمان سے تمھارے لیے روزی اُتارتا ہے۔ آیات سے مراد وہ نشانیاں ہیں جو توحید پر دلالت کرتی ہیں اور وہ تمام چیزیں جن کا جاننا لازمی ہے۔

رِزْقًا سے مراد اسباب رزق کا مہیا کرنا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۵۶ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۵۶ (۳) الکافی ج ۱ ص ۴۲۱ ح ۴۶

وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ-

اس سے وہی نصیحت حاصل کرے گا جو اللہ سے لو لگائے گا۔

انکار سے ہٹ کر آیات کی جانب رجوع کرے گا اور ان میں غور وفکر سے کام لے گا۔

۱۴-فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ -

لہٰذا تم اپنے دین کو خالص کر کے اللہ کو پکارو۔

دین کو شرک سے خالص کرو۔

وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ- خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار گزرے۔

تمھارا اخلاص اور انہیں مشقت میں ڈالنا۔

۱۵-رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ-

وہ بلند مرتبت، عرش کا مالک ہے۔

يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ-

اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے روح کو نازل کر دیتا ہے۔تفسیر قمی میں ہے فرمایا روح سے مراد روح القدس ہے جس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام سے خاص تعلق ہے۔(۱)

لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ملاقات کے دن یعنی قیامت کے دن سے متعلق لوگوں کو ڈرائے۔

يَوْمَ التَّلَاقِ سے مراد ہے یومِ قیامت

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السلام سے اور تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ اس سے مراد ہے جس روز آسمان اور زمین کے رہنے والے باہمی ملاقات کریں گے۔(۲)

۱۶-يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ-

جس دن وہ نکل کر سامنے آجائیں گے۔

یعنی وہ سب کے سب اپنی قبروں سے باہر آجائیں گے انھیں کوئی شے پوشیدہ نہیں کرے گی۔

يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ-

ان کی کوئی بات بھی اللہ سے چھپی ہوئی نہیں ہوگی۔

نہ ان کا وجود نہ ان کے اعمال اور نہ ہی ان کے احوال۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ -

(دریافت کیا جائے گا) آج کس کی بادشاہت ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۵۶ (۲) معانی الاخبار ص ۱۵۶ ج ۱ و تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۵۶

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ-

(آواز آئے گی) اللہ کی جو واحد وقہار ہے۔

جس بارے میں سوال کیا گیا ہے اسے بیان کیا جارہا ہے اور جو جواب دیا گیا ہے جیسا کہ ظاہری حالت اس پر دلالت کررہی ہے اسباب زائل ہوچکے ہیں، اور واسطے اٹھائے جاچکے ہیں جہاں تک حقیقت حال کا تعلق ہے تو یہ آواز ہمیشہ آرہی ہے۔

۱۷-اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ-

آج کے دن ہر متنفس کو اس کے کیے کی جزا دی جائے گی۔

لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ- آج کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ- اللہ بہت جلد حساب کرلے گا۔

اس لیے کہ ایک حالت سے دوسری حالت میں آنا اسے غافل نہیں کرتا کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السلام تفسیر حروف کی حدیث میں مروی ہے فرمایا کہ ''میم'' سے مراد ''ملک اللہ'' اللہ کا ملک ہے جس روز اس کے علاوہ کوئی اور مالک نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ'' پھر انبیاء، مُرسلین اور اللہ کی حجتیں گویا ہوں گی ''لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ'' تو خداوند متعال فرمائے گا: اَلْيَوْمَ تُجْزٰى الخ[۱]

نہج البلاغہ میں ہے بلاشبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ دنیا کے فنا ہوجانے کے بعد یکتا ہوگا کوئی چیز اس کے ساتھ نہ ہوگی جس طرح کہ دنیا کی ایجاد وآفرینش سے پہلے تھا یوں ہی اس کے فنا ہوجانے کے بعد بغیر وقت ومکان اور ہنگام و زمان کے ہوگا اس وقت مدّتیں اور اوقات سال اور گھڑیاں سب نابود ہوں گی سوائے اس خدائے واحد وقہار کے جس کی طرف تمام چیزوں کی بازگشت ہے کوئی چیز باقی نہیں رہے گی ان کی آفرینش کی ابتدا ان کے اختیار اور قدرت سے باہر تھی اسی طرح ان کا فنا ہونا بھی ان کی روک ٹوک کے بغیر ہوگا اگر ان کو انکار پر قدرت ہوتی تو ان کی زندگی بقا سے ہم کنار ہوتی۔[۲]

اسی مفہوم سے متعلق دوسری حدیث سورہ زمر کے آخر میں آیت ۶۸ کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام ایک حدیث میں جس میں اللہ تعالیٰ کا زمین والوں آسمان والوں اور ملائکہ کو موت سے ہم کنار کرنے کا ذکر ہے فرمایا پھر مخلوق ویسی ہی رہے گی اللہ نے اُسے جیسا خلق فرمایا تھا اور اسی طرح تمام مخلوقات بلکہ اس سے بڑھ کر پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ پھر وہ خود ہی اپنے آپ سے کہے گا ''لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ'' تسلّط رکھنے والے کہاں ہیں؟ وہ لوگ کہاں ہیں جو میرے ساتھ دوسرے معبودوں کو پکارا کرتے تھے، تکبر کرنے والے اور اُن کا غرور کہاں ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ مخلوقات کو دوبارہ زندہ کرے گا۔[۳]

---

(۱) التوحید ص ۲۳۴ ج ۱ باب ۳۲ (۲) نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۸۴/۱۸۶ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۵۶-۲۵۷

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ
مِنْ حَمِيْمٍ وَّ لَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ؕ ﴿۱۸﴾
يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَ مَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾
وَ اللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ ع ۲ ۱۱ ۷
اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ
قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ
بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ
قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾
وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۙ ﴿۲۳﴾
اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَ قَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾
فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَ
اسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَ مَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾
وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ
دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾
وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ
الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ ع ۳ ۱۲ ۸

۱۸- اور اے محمد آپ انہیں اس دن سے ڈرایئے جو آ کر رہے گا، جب کلیجے منہ کو آ رہے ہوں گے اور لوگ

غم کے گھونٹ پی کر کھڑے ہوں گے ظالموں کا نہ تو کوئی جگری دوست ہوگا اور نہ ہی سفارش کرنے والا جس کی بات مانی جائے۔

۱۹- وہ نگاہوں کی خیانت اور دلوں میں پوشیدہ رازوں سے بھی واقف ہے۔

۲۰- اور اللہ حق پر مبنی فیصلہ کرے گا اور جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کسی چیز کا بھی فیصلہ کرنے والے نہیں ہیں بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

۲۱- کیا انھوں نے زمین میں سیر نہیں کی کہ وہ خود دیکھ لیتے ان لوگوں کا انجام جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں وہ ان سے زیادہ طاقت ور تھے اور زمین میں ان کے آثار پائے جاتے ہیں اللہ نے انہیں ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا اور اُنھیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔

۲۲- یہ انجام اس لیے ہوا کہ ان کے مرسلین ان تک واضح دلائل لے کر آئے تو انھوں نے انکار کر دیا اللہ نے انھیں گرفت میں لے لیا بے شک اللہ بڑی قوت والا اور سخت سزا دینے والا ہے۔

۲۳- اور یقیناً ہم نے ہی موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور واضح استدلال کے ساتھ بھیجا تھا۔

۲۴- فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف انہوں نے کہا یہ جادوگر اور جھوٹا ہے۔

۲۵- جب وہ ہماری جانب سے حق لے کر ان کے پاس آئے تو انھوں نے کہا کہ جو لوگ ایمان لا کر ان کے ساتھ شامل ہوئے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دو اور کافروں کی چال تو بالکل ناکام تھی۔

۲۶- فرعون نے کہا مجھے نہ روکو میں موسیٰ کو قتل کیے دیتا ہوں وہ اپنے رب کو پکار کر دیکھ لے مجھے ڈر ہے کہ وہ تمھارے دین کو تبدیل کر دے گا یا وہ زمین میں فساد برپا کرے گا۔

۲۷- موسیٰ نے کہا میں اپنے اور تمھارے پروردگار کی پناہ میں آ گیا ہوں ہر اس متکبر کے مقابلے میں جو روز حساب پر ایمان نہیں لاتا ہے۔

۱۸- وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ-

اور اے محمد آپ انھیں اس دن سے ڈرائیے جو آ کر رہے گا۔

يَوْمَ الْاٰزِفَةِ سے مراد ہے روزِ قیامت اس لیے کہ وہ قریب ہے۔

اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ-

جب کلیجے منہ کو آ رہے ہوں گے۔

دل اپنی جگہوں سے بلند ہوکر ان کی حلق سے چمٹ گئے ہیں اور واپس نہیں جارہے ہیں کہ انھیں راحت ملے اور نہ ہی نکل رہے ہیں کہ وہ سکون پاسکیں۔

كٰظِمِيْنَ -

وہ غم کے گھونٹ پی رہے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ مغموم اور کرب کے عالم میں ہیں۔[۱]

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ-

ظالموں کا نہ تو کوئی جگری دوست ہے۔

قریبی دوست جو مہربان و مشفق ہو۔

وَّ لَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ-

اور نہ ہی کوئی سفارش کرنے والا ہے جس کی بات مانی جائے۔

کتاب توحید میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب بھی کوئی مومن گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے بہت برا لگتا ہے اور وہ اس پر شرمندہ ہوتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: کفی بالندم توبةً

شرمندہ ہوجانا توبہ کے لیے کافی ہے اور فرمایا کہ اگر کسی کو اس کی نیکیاں خوش کن محسوس ہوں اور اس کے گناہ برے لگتے ہوں تو وہ مومن ہے اس نے جو گناہ کیا ہے اگر وہ اس پر شرمندہ نہ ہوتو وہ مومن نہیں ہے اور اس کے لیے شفاعت نہیں ہوگی اور وہ ظالم ہوگا اور اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّ لَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ [۲]

۱۹- يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ-

وہ نگاہوں کی خیانت کو جانتا ہے

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے ''خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ'' کے معنی دریافت کیے گئے تو آپ نے فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کوئی شخص کسی شے کو دیکھ رہا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس شے کو نہیں دیکھ رہا ہے اس کو ''خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ'' کہتے ہیں۔[۳]

تفسیر مجمع البیان میں ابن ابی سرح والی روایت میں ہے کہ عباد بن بشیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا میں اپنی آنکھوں سے مسلسل آپ کی آنکھوں کی طرف دیکھ رہا تھا اِس انتظار میں کہ کب آپ اشارہ کردیں اور میں اسے قتل کردوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء کبھی بھی نظروں سے خیانت نہیں کرتے۔[۴]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲، ص ۲۵۷ (۲) التوحید ص ۴۰۸ ج ۶ باب ۶۳

(۳) معانی الاخبار ص ۱۴۷ ج ۱

(۴) تفسیر نور الثقلین ج ۴ ص ۵۱۷ ج ۳۵ و مجمع البیان ج ۳-۴ ص ۳۳۵

وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ-

اور دلوں میں پوشیدہ رازوں سے بھی واقف ہے۔

۲۰-وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ-

اور اللہ حق پر مبنی فیصلہ کرے گا۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ-

اور جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کسی چیز کا بھی فیصلہ کرنے والے نہیں ہیں۔ یہ درحقیقت اُن کا مذاق اڑانا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ-

بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

بیان ہے کہ اللہ آنکھوں کی خیانت اور مبنی برحق فیصلوں کا علم رکھتا ہے اور ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو وہ کہتے اور کرتے ہیں اور ان کی حالت کی طرف اشارہ ہے جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں۔

۲۱-اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ- کیا انھوں نے زمین میں سیر نہیں کی۔

فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ-

کہ وہ خود ان لوگوں کا انجام دیکھ لیتے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔

یہ ان لوگوں کی حالت کا انجام ہے جنھوں نے ان سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا تھا جیسے عاد اور ثمود۔

كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً- وہ ان سے زیادہ طاقت ور تھے۔

ان سے زیادہ قدرت اور اقتدار و اختیار رکھتے تھے۔

وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ-

اور زمین میں اُن کے آثار پائے جاتے ہیں جیسے قلعے اور قلعہ بند شہر اور بستیاں۔

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ- اللہ نے انھیں اُن کے گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا۔

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ- اور انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔

جو اُن لوگوں سے عذاب کو دور کرسکتا۔

۲۲-ذٰلِكَ- یہ گرفت اس لیے تھی۔

بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا-

اُن کے مرسلین ان تک واضح دلائل لے کر آئے تو انھوں نے انکار کر دیا۔

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ- پس اللہ نے انہیں گرفت میں لے لیا۔

اِنَّهٗ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ-

بے شک اللہ بڑی قوت والا اور سخت سزا دینے والا ہے۔

وہ جس چیز کا ارادہ کرے اسے انتہا تک پہنچانے کی پوری قدرت اور اختیار رکھتا ہے۔

شَدِیْدُ الْعِقَابِ کا مفہوم ہے وہ اپنی سزا سے کم کسی بھی سزا کی طرف واپس نہیں لوٹتا۔

۲۳-وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ-

اور یقیناً ہم نے ہی موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور واضح استدلال کے ساتھ بھیجا تھا۔

آیات سے مراد ہیں معجزات اور سلطان مبین کا مفہوم ہے ایسی حُجّت ظاہرہ جو ہر حُجّت و دلیل پر غالب رہے۔

۲۴-اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ قَارُوْنَ-

فرعون، ہامان اور قارون کی طرف۔

فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ-

تو ان کافروں نے کہا کہ (موسیٰ) جادوگر اور پرلے درجے کے جھوٹے ہیں۔

۲۵-فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا-

جب وہ ہماری جانب سے حق لے کر اُن کے پاس آئے۔

قَالُوا اقْتُلُوْۤا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ-

انھوں نے کہا ان لوگوں کے بیٹوں کو قتل کردو جو ایمان لاکر ان کے ساتھ شامل ہوگئے ہیں۔

وَ اسْتَحْیُوْا نِسَآءَهُمْ-

اور اُن کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دو۔

تم جس طرح پہلے کیا کرتے تھے اب بھی ان پر اسی بات کا اعادہ کرو تاکہ موسیٰ کے غلبے کو روک سکو۔

وَ مَا كَیْدُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ-

اور کافروں کی چال تو بالکل ناکام تھی۔

ضَلٰلٍ کے معنیٰ ہیں ضیاع، برباد اور ضائع۔

۲۶-وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰی-

اور فرعون نے کہا مجھے نہ روکو میں موسیٰ کو قتل کیے دیتا ہوں۔

وَ لْیَدْعُ رَبَّهٗ-

اور وہ اپنے رب کو پکار کر دیکھ لے۔

فرعون نے یہ بات مجبوراً کہہ دی تھی اور اسے موسیٰ کو رب کے پکارنے کی کوئی پرواہ نہ تھی۔

کہا گیا ہے کہ فرعون کے ماننے والے موسیٰ کو قتل کرنے سے روکتے تھے اور یہ کہتے تھے تمھیں جس کا خوف ہے یہ وہ نہیں ہے بلکہ یہ تو جادوگر ہے اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو سمجھا جائے گا کہ تم دلیل سے اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہو۔ سفّاک ہونے کے باوجود معمولی شے کے لیے اس کی بہانہ بازی اس بات پر دلیل ہے کہ فرعون کو یقین تھا کہ موسیٰ نبی ہیں اس لیے وہ ان کو قتل کرنے سے ڈرتا تھا یا یہ سمجھ رہا تھا کہ اگر وہ انھیں قتل کرنے کی کوشش کرے گا تو یہ بات اس کے لیے آسان نہ ہوگی۔(۱)

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ فرعون کو کیا بات قتل کرنے سے مانع تھی تو امام علیہ السلام نے جواب دیا اس کی جائز ولادت اسے روک رہی تھی انبیاء اور اولاد انبیاء کو وہی قتل کرتے ہیں جو اولاد زنا ہوتے ہیں۔(۲)

اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یُّبَدِّلَ دِیۡنَکُمۡ۔

مجھے ڈر ہے کہ وہ تمھارے دین کو تبدیل کر دے گا۔

یعنی اگر میں نے موسیٰ کو قتل نہ کیا تو مجھے ڈر ہے کہ تم جس کی عبادت کر رہے ہو اور بتوں کی عبادت کو وہ تبدیل کر دے گا جس طرح یہ قول ہے: ویذرك والهتك (اور موسیٰ تمھیں اور تمھارے معبودوں کو چھوڑ دے) (اعراف/ ۱۲۷)

اَوۡ اَنۡ یُّظۡهِرَ فِی الۡاَرۡضِ الۡفَسَادَ۔

یا وہ زمین میں فساد برپا کرے گا۔

جو جنگ و جدال اور خانہ جنگی کے سبب تمھاری دنیا کو فاسد کر دے گا۔

۲۷۔ وَقَالَ مُوۡسٰۤی۔

موسیٰ نے کہا

موسیٰ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا جب فرعون کی بات سُنی۔

اِنِّیۡ عُذۡتُ بِرَبِّیۡ وَ رَبِّکُمۡ۔

میں اپنے اور تمھارے پروردگار کی پناہ میں آ گیا ہوں۔

مِّنۡ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَّا یُؤۡمِنُ بِیَوۡمِ الۡحِسَابِ۔

ہر اس متکبر کے مقابلے میں جو روزِ حساب پر ایمان نہیں لاتا ہے۔

---

(۱) بیضاوی انوار الشریل ج ۲ ص ۳۳۴

(۲) علل الشرائع ص ۵۷۔۵۸ ج ۱ باب ۵۲

وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَاۤ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَاۤ اَرٰى وَ مَاۤ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَ قَالَ الَّذِيْۤ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ۙ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَ مَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَ يٰقَوْمِ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۙ﴿۳۲﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

۲۸- اور آلِ فرعون کے ایک مردِ مومن نے جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا یہ کہا کیا تم لوگ ایسے شخص کے قتل کے درپے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حال آں کہ وہ تمھارے پروردگار کی جانب سے معجزات لے کر آیا ہے اب اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پلٹے گا اور اگر وہ سچّا ہے تو وہ جن باتوں سے ڈراتا ہے اس کا کچھ وبال تم تک بھی پہنچے گا بے شک اللہ اس کی ہدایت نہیں کرتا جو حد سے گزر جانے والا اور جھوٹا ہو۔

۲۹- اے میری قوم کے لوگو! آج تمھاری بادشاہت ہے اور زمین میں تم کو غلبہ حاصل ہے لیکن اگر خدا کا عذاب ہم پر آ گیا تو کون ہماری مدد کر سکے گا۔ فرعون نے کہا میں تمھیں وہی مشورہ دے رہا ہوں جو مجھے نظر آ رہا ہے، اور میں درست راستے کی جانب ہی تمھاری رہنمائی کر رہا ہوں۔

۳۰- اور ایمان لانے والے شخص نے کہا اے میری قوم والو! مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر وہ دن نہ آ جائے جیسا پہلی امتوں پر آ چکا ہے۔

۳۱- جیسا قوم نوح اور عاد اور ثمود کا حال ہوا اور ان کے بعد والوں پر جو وقت آیا تھا اور اللہ بندوں پر ظلم کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔

۳۲–اور اے میری قوم والو! میں تمھاری نسبت مدد کے لیے پکارے جانے والے دن سے ڈرتا ہوں۔
۳۳–جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھرتے نظر آؤ گے اور تمھارے لیے خدا کے سوا کوئی بچانے والا نہ ہوگا اللہ جسے گمراہی میں رہنے دے پھر اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں ہوتا۔

۲۸–وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۚ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ–
اور آل فرعون کے ایک مرد مومن نے کہا
اٰلِ فِرْعَوْنَ یعنی فرعون کے رشتہ داروں میں سے
کتاب عُیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ فرعون کے ماموں کا بیٹا تھا۔(۱)
اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ فرعون کا چچازاد بھائی تھا۔(۲)
جیسا کہ آئے گا۔(۳)
یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗٓ– جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا۔
تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ اس نے چھ سو سال تک اپنے ایمان کو چھپایا تھا۔(۴)
تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''تقیہ'' میرا اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے اور جو تقیہ نہیں کرتا اس کے دین کی کوئی حیثیت نہیں ''تقیہ'' زمین پر اللہ کی ایک ڈھال ہے اس لیے کہ مومن آل فرعون اگر اپنا ایمان ظاہر کرتا تو قتل کر دیا جاتا۔(۵)
کتاب مجالس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ صدیقین تین ہیں اور اُن میں ایک حزقیل مومن آلِ فرعون کو شمار کیا ہے(۶) اور مکمل حدیث سورۂ یٰس کی آیت ۲۰ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔
اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ–
کیا تم لوگ ایسے شخص کے قتل کے درپے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔
یعنی تم ایسے شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کر رہے ہو جو یہ کہتا ہے میرا رب صرف خدائے واحد یعنی اللہ ہے۔
وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ–
حال آں کہ وہ تمھارے رب کی جانب سے معجزات لے کر آیا ہے
اَلْبَیِّنٰتِ (معجزات) کو ذکر کرنے کے بعد مِنْ رَّبِّكُمْ اس لیے لایا گیا تا کہ ان پر احتجاج کیا جائے اور انھیں ڈھیل دی جائے کہ وہ رب کا اعتراف کر لیں پھر احتیاط کے باب سے احتجاج کے ذریعہ ان کا مؤاخذہ کیا۔

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۴۰ ج ۱ باب ۲۳ (۲) مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۵۲۱
(۳) وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ (۴۵ غافر ۴۰) کے ذیل میں حدیث احتجاج ج ۲ ص ۱۳۱–۱۳۳
(۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۵۷ (۵) مجمع البیان ج ۷–۸ ص ۵۲۱

وَ اِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ- اب اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پلٹے گا

یعنی اس کے جھوٹ کا وبال اسے چھوڑے گا نہیں کہ ضرورت ہو کہ اُسے قتل کرنے کے لیے پیش کیا جائے۔

وَ اِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ-

اور اگر وہ سچا ہے تو وہ جن باتوں سے ڈراتا ہے اس کا کچھ وبال تم تک بھی پہنچے گا۔ کم از کم اس کے وبال کا کچھ حصّہ تو ضرور تم تک پہنچے گا اور اس میں تحذیر (متنبہ کرنے) کی تاکید ہے اور انصاف اور عدم تعصب کا اظہار ہے اسی لیے کاذباً کو پہلے لایا گیا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ-

بے شک اللہ اس کی ہدایت نہیں کرتا جو حد سے گزر جانے والا اور جھوٹا ہو

کہا گیا ہے کہ یہ تیسرا احتجاج ہے جس کے دو پہلو ہیں

پہلا یہ ہے کہ اگر موسیٰ حد سے گزر جانے والے اور جھوٹے ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہرگز معجزات کی جانب اُن کی رہنمائی نہ کرتا اور نہ ہی ان معجزات کے ذریعے ان کی مدد فرماتا۔ دوسرا یہ ہے کہ اللہ نے جسے تنہا چھوڑ دیا ہو اور ہلاکت میں ڈال دیا ہو تو پھر تمھیں اسے قتل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور ہوسکتا ہے کہ اس سے پہلے معنی مراد ہوں اور دوسرا مفہوم ان کے فکر کا عکاس ہو، تاکہ ان کے غرور میں نرمی آجائے اور فرعون کے سامنے پیش کردیا کہ وہ ''مسرف کذّاب'' حد سے گزر جانے والے اور جھوٹے ہیں اللہ اسے سیدھے راستے کی ہدایت نہیں کرے گا۔[۱]

۲۹-یٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْیَوْمَ-

اے میری قوم کے لوگو! آج تمھاری بادشاہت ہے۔

ظٰهِرِیْنَ فِی الْاَرْضِ- زمین میں تم کو غلبہ حاصل ہے۔

زمین سے مراد سرزمین مصر ہے۔

فَمَنْ یَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا-

لیکن اگر خدا کا عذاب ہم پر آ گیا تو کون ہماری مدد کر سکے گا

یعنی تم اپنے امر کو خراب نہ کرو اور موسیٰ کو قتل کر کے اللہ کے عذاب کے لیے خود کو پیش نہ کرو اس لیے کہ اگر وہ عذاب آ گیا تو پھر کوئی بھی اسے ہم سے روک نہ سکے گا اور مومن آلِ فرعون نے خود کو بھی اس میں شامل قرار دیا تاکہ ان پر ظاہر کرے کہ وہ بھی ان کے ساتھ ہے اور جو نصیحت کر رہا ہے اس میں سہیم و شریک ہے۔

قَالَ فِرْعَوْنُ مَاۤ اُرِیْكُمْ اِلَّا مَاۤ اَرٰی- فرعون نے کہا میں تمھیں وہی مشورہ دے رہا ہوں جو مجھے نظر آ رہا ہے۔

یعنی موسیٰ کے قتل کے بارے میں اپنی بات کو درست مان رہا تھا۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۳۵

وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ- اور میں درست راستے کی جانب ہی تمھاری رہنمائی کر رہا ہوں۔

سبیل الرشاد سے مراد ہے صحیح اور درست راستا دکھا رہا ہوں۔

۳۰-وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ - اور اس شخص نے کہا جو ایمان لا چکا تھا۔

يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ-

اے میری قوم والو مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر وہ دن نہ آجائے جیسا پہلی امتوں پر آچکا ہے ''مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ'' سے مراد گزشتہ امتوں جیسا دن جنھوں نے مرسلین پر چڑھائی کی تھی احزاب حزب کی جمع ہے گروہ، جتھا یوم سے مراد ہے جنگیں۔

۳۱-مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ - جیسا قوم نوح اور عاد اور ثمود کا حال ہوا۔

جیسا کہ ان میں اللہ کا طریقہ تھا جب اللہ نے انھیں جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور اُن کے کفر اور رسول کی ایذا رسانی کی جزا کے طور پر انھیں ہلاک کر ڈالا۔

وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ- اور ان کے بعد والوں پر جو وقت آیا تھا۔

جیسے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم۔

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ- اور اللہ بندوں پر ظلم کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔

وہ انھیں بغیر گناہ کے سزا نہیں دیتا اور ان میں جو ظالم ہوتے ہیں ان سے انتقام لیے بغیر نہیں رہتا۔

۳۲-وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ-

اور اے میری قوم کے لوگو! میں تمھاری نسبت مدد کے لیے پکارے جانے والے دن سے ڈرتا ہوں۔

یوم التناد سے مراد ہے وہ دن جب لوگ ایک دوسرے کو پکاریں گے کتاب معانی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''يَوْمَ التَّنَادِ'' سے مراد وہ دن ہے جب جہنم والے، جنت میں رہنے والوں کو پکاریں گے۔

اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ (اعراف ۵۰)

کہ تم کچھ پانی ہم پر انڈیل دو یا اس رزق میں سے کچھ دے دو جو اللہ نے تمھیں عطا کیا ہے۔[۱]

۳۳-يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ-

جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھرتے نظر آؤ گے اور تمھارے لیے خدا کے سوا کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ جو تمھیں عذاب الٰہی سے محفوظ رکھ سکے۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ- اور اللہ جسے گمراہی میں رہنے دے پھر اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں ہوتا۔

---

(۱) معانی الاخبار ص ۱۵۶ ج ۱

وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ
بِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ
يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۚ﴿۳۴﴾
الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ
عِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾
وَ قَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾
اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَ كَذٰلِكَ
زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ صُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَ مَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ
تَبَابٍ ﴿۳۷﴾
وَ قَالَ الَّذِيْۤ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾
يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۫ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾
مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ
اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾
وَ يٰقَوْمِ مَا لِيْۤ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَى النَّارِ ؕ﴿۴۱﴾
تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۫ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ
اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾

۳۴- اس سے پہلے یوسف تم تک معجزات لے کر آئے تھے وہ تمھارے پاس جو کچھ لے کر آئے تھے تم اس کی بارے میں شک میں مبتلا رہے یہاں تک کہ جب وہ اس دنیا سے چلے گئے تو تم نے کہا اب اُن کے بعد اللہ کسی رسول کو ہرگز نہیں بھیجے گا۔ اللہ اسی طرح ان لوگوں کو گمراہی میں رہنے دیتا ہے جو حد سے گزرنے والے اور شکی مزاج ہوتے ہیں۔

۳۵۔ جو اپنی جانب کسی سند کے آئے بغیر ہی اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔ یہ رویہ اللہ کے نزدیک اور مومنین کے نزدیک بے حد ناپسندیدہ ہے اللہ اسی طرح ہر متکبر اور سرکش انسان کے دل پر مُہر لگا دیتا ہے۔

۳۶۔ اور فرعون نے کہا اے ہامان میرے لیے ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کرو شاید میں راستوں تک پہنچ جاؤں۔

۳۷۔ آسمانوں کے راستوں تک تا کہ میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں میں تو اسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں اور اسی طرح فرعون کے لیے اس کی بدعملی کو خوش نما بنا دیا گیا اور اسے راہ راست سے روک دیا گیا اور فرعون کی چال کا انجام تباہی تھا۔

۳۸۔ اور ایمان لانے والے شخص نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم میرا اتباع کرو میں تمھیں سیدھا راستا دکھا سکتا ہوں۔

۳۹۔ اے میری قوم والو یہ دنیاوی زندگی تو بس چند روزہ سرمایہ ہے اور یقیناً آخرت ہی ہمیشہ کے قیام کی جگہ ہے۔

۴۰۔ جو برائی کا ارتکاب کرے گا تو اسے اُتنا ہی بدلہ دیا جائے گا اور جس نے نیک عمل کیا خواہ مرد ہو یا عورت بشرطے کہ وہ مومن ہو تو وہ لوگ جنت میں جائیں گے اور اس میں بے حساب رزق پائیں گے۔

۴۱۔ اے میری قوم کے لوگو! آخر بات کیا ہے میں تمھیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آتش جہنم کی طرف دعوت دیتے ہو۔

۴۲۔ تمھاری دعوت یہ ہے کہ میں اللہ کا انکار کروں اور اس کا ایسا شریک بنالوں جس کا مجھے کوئی علم نہیں اور میں تمھیں دعوت دے رہا ہوں زبردست اور مغفرت کرنے والے خدا کی طرف۔

۳۴۔ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ۔

اور بلاشبہ اس سے پہلے یوسف تم تک معجزات لے کر آئے تھے، یعنی حضرت موسیٰؑ سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام تشریف لائے تھے۔

بِالْبَيِّنٰتِ کے معنی ہیں معجزات کے ساتھ یہ بیّنہ کی جمع ہے

فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ۔

وہ تمھارے پاس جو کچھ لے کر آئے تھے تم اس کے بارے میں شک میں مبتلا رہے۔

مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ سے مراد ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تمھارے پاس جو دین کی باتیں لے کر آئے تھے

تم اس میں مسلسل شک کرتے رہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے ایک حدیث میں آپ سے سوال کیا گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کیا نبی مُرسل تھے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ ۔ [1]

اور یہ مکمل حدیث سورۂ یوسف کی آیت ۱۰۱ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔

حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ۔

یہاں تک کہ جب وہ مر کر اس دنیا سے چلے گئے۔

قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا۔

تو تم نے کہا اب اُن کے بعد اللہ کسی رسول کو ہرگز نہیں بھیجے گا۔

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ۔

اللہ اسی طرح ان کو گمراہی میں رہنے دیتا ہے جو حد سے گزرنے والے اور شکّی مزاج ہوتے ہیں۔

۳۵–الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ۔

جو اپنی جانب سے کسی سند کے آئے بغیر ہی اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔

بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ کا مفہوم ہے ''بِغَيْرِ حُجَّةٍ'' بغیر کسی حُجّت و دلیل کے بلکہ یا تو وہ تقلید کی بنیاد پر ایسا کر رہے ہیں یا شبہے کی وجہ سے جو باطل ہے۔

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔

یہ رویہ اللہ کے نزدیک اور مومنین کے نزدیک بے حد ناپسندیدہ ہے۔

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ۔

اللہ اسی طرح ہر متکبر اور سرکش انسان کے دل پر مُہر لگا دیتا ہے۔

۳۶–وَ قَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا۔

اور فرعون نے کہا اے ہامان میرے لیے ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کرو۔

صَرْحًا ایسی عمارت جو بلند ہو اور کھلی ہوئی ہو۔

لَّعَلِّيْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ۔

شاید میں راستوں تک پہنچ جاؤں۔

الْاَسْبَابَ: الطرُق راستے

---

(۱) تفسیر مجمع البیان ج ۵–۶ ص ۲۶۶

۳۷–اَسۡبَابَ السَّمٰوٰتِ –

آسمانوں کے راستوں تک۔

فَاَطَّلِعَ اِلٰۤی اِلٰهِ مُوۡسٰی –

تا کہ میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں۔

وَ اِنِّیۡ لَاَظُنُّهٗ کَاذِبًا–

اور میں تو اسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔

یعنی یہ کہ وہ دعوائے رسالت میں جھوٹے ہیں۔

وَ کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِفِرۡعَوۡنَ سُوۡٓءُ عَمَلِهٖ–

اور اسی طرح فرعون کے لیے اس کی بدعملی کو خوش نما بنا دیا گیا۔

وَ صُدَّ عَنِ السَّبِیۡلِ–

اور اسے راہ راست سے روک دیا گیا۔

سَبِیۡلِ سے مراد ''سبیل الرشاد'' راہِ ہدایت، راہ راست ہے ـــ فرعون نے اس طرح کی جھوٹی اور بے بنیاد اور شبہے میں ڈالنے والی باتوں سے لوگوں کے لیے راہ ہدایت کو مسدود کر دیا تھا۔

وَ مَا کَیۡدُ فِرۡعَوۡنَ اِلَّا فِیۡ تَبَابٍ–

اور فرعون کی چال کا انجام تباہی تھا۔

تَبَابٍ کے معنیٰ میں خسارہ، نقصان، گھاٹا۔

۳۸–وَ قَالَ الَّذِیۡۤ اٰمَنَ – اور ایمان لانے والے شخص نے کہا۔

یٰقَوۡمِ اتَّبِعُوۡنِ اَهۡدِکُمۡ سَبِیۡلَ الرَّشَادِ–

اے میری قوم کے لوگو! تم میرا اتباع کرو میں تمھیں سیدھا راستا دکھا سکتا ہوں۔

۳۹–یٰقَوۡمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَا مَتَاعٌ–

اے میری قوم والو! یہ دنیاوی زندگی تو بس چند روزہ سرمایہ ہے

مَتَاعٌ کا مفہوم ہے معمولی فائدہ اس لیے کہ وہ جلدی زائل ہوجائے گا۔

وَّ اِنَّ الۡاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الۡقَرَارِ–

اور یقیناً آخرت ہی ہمیشہ کی قیام گاہ ہے۔ اس کے دوام کی وجہ سے اسے دارالقرار کہا ہے

۴۰–مَنۡ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجۡزٰۤی اِلَّا مِثۡلَهَا–

جو برائی کا ارتکاب کرے گا تو اسے اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا۔

مِثْلَهَا اعمال کے مطابق یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عدل کا تقاضا ہے۔

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ-

اور جس نے نیک عمل کیا خواہ مرد ہو یا عورت بشرطے کہ وہ مومن ہو۔

فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ-

تو وہ لوگ جنت میں جائیں گے۔

يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ-

اور اس میں انھیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔

بغیر کسی تعین کے اور عمل کا موازنہ کیے بغیر بڑھا چڑھا کر اس میں اضافہ کر کے اللہ کی جانب سے فضل و رحمت کی بنیاد پر۔

۴۱-وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ-

اور اے میری قوم کے لوگو! آخر کیا بات ہے میں تمھیں نجات کی دعوت دیتا ہوں اور تم مجھے آتش جہنم کی طرف بلاتے ہو۔

۴۲-تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ-

تم مجھے بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کردوں۔

وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ-

اور اس کا شریک بنالوں جس کا مجھے کوئی علم نہیں۔

یعنی مجھے اس کی ربوبیت کا کچھ علم نہیں۔

اس جملے سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ معلوم کی نفی کرنا ہے اور اس امر کی طرف توجہ دلانا ہے کہ ''الوہیّت'' کے لیے ''بُرہان'' لازمی اور ضروری ہے اور اس کا اعتقاد بغیر یقین کامل کے درست نہیں ہوسکتا۔

وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ-

اور میں تمھیں دعوت دے رہا ہوں ایسے خدا کی طرف جو غالب اور مغفرت فرمانے والا ہے۔

جس میں تمام صفات الوہیت پائی جاتی ہیں کمالِ قدرت بھی ہے اور غلبہ بھی ہے وہ جزا دینے پر قدرت بھی رکھتا ہے اور عذاب دینے اور مغفرت کرنے پر بھی اسے قدرت حاصل ہے۔

لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَا فِی الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَی اللّٰهِ وَ اَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾
فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾
فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾
اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا ۚ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

۴۳–حق یہ ہے کہ تم مجھے جس چیز کی طرف بلا رہے ہو اس دعوت کی نہ دنیوی حقیقت ہے اور نہ ہی اخروی ہم سب کی بازگشت اللہ کی طرف ہے اور حد سے تجاوز کرنے والے ہی جہنمی ہیں۔

۴۴– میں تم سے جو بات کہہ رہا ہوں عن قریب تم اسے یاد کرو گے میں تو اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر رہا ہوں یقیناً اللہ اپنے بندوں پر نگہبان ہے۔

۴۵–اس مومن کے ساتھ انھوں نے جو بری چالیں چلیں اللہ نے اُن سب سے اُسے بچا لیا اور آلِ فرعون کو بدترین عذاب نے گھیر لیا۔

۴۶–آتشِ جہنم کے سامنے انہیں صبح و شام پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت کی گھڑی آجائے گی تو کہا جائے گا کہ آلِ فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کردو۔

۴۳–لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَا فِی الْاٰخِرَةِ–

حق یہ ہے کہ تم جس چیز کی طرف مجھے بلا رہے ہو اس دعوت کی نہ دنیوی حیثیت ہے اور نہ ہی اخروی۔ کہا گیا ہے کہ تمھارے معبودوں کو اپنی عبادت کی طرف دعوت دینے کا کوئی حق نہیں ہے یا یہ کہ ان کی دعوت عدم قبولیت کا شکار ہے۔(۱)

وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَی اللّٰهِ –

ہم سب کی بازگشت اللہ کی طرف ہے یعنی مرنے کے بعد ہم سب اللہ کی طرف واپس چلے جائیں گے۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۳۷

وَ اَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ-

اور بے شک حد سے تجاوز کرنے والے ہی جہنمی ہیں۔

جو گمراہی اور سرکشی میں حد سے آگے بڑھ گئے ہیں۔

۴۴-فَسَتَذْكُرُوْنَ مَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ- میں تم سے جو بات کر رہا ہوں عن قریب تم اسے یاد کرو گے۔

جب تم عذاب کو اپنی نگاہوں کے سامنے پاؤ گے تو میری نصیحت تمھیں یاد آئے گی۔

وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِ- اور میں تو اپنا معاملہ اللہ کے سُپرد کر رہا ہوں۔

تا کہ وہ مجھے ہر طرح کی برائی اور خرابی سے بچالے اور محفوظ رکھے۔

اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ- یقیناً اللہ اپنے بندوں پر نگہبان ہے۔

وہ ضرور اُن کی حفاظت کرے گا۔

۴۵-فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا-

اس مومن کے ساتھ انھوں نے جو بری چالیں چلیں اللہ نے ان سب سے اسے بچا لیا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد مومن آلِ فرعون ہے۔[۱]

وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ- اور آل فرعون کو بدترین عذاب نے گھیر لیا۔

کتاب کافی اور محاسن میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ وہ لوگ اس مومن پر غالب آ گئے اور اسے قتل کر ڈالا دوسرے نسخوں میں ہے اس پر ظلم کیا اور اسے قتل کر ڈالا لیکن کیا تم جانتے ہو کہ اللہ نے کس چیز کی حفاظت کی اللہ نے اس بات سے بچایا کہ دین کے معاملے میں اسے آزمائش میں ڈالا جائے۔[۲]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے خدا کی قسم انھوں نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا لیکن اللہ نے اسے بچا لیا کہ اس کے دین میں اسے آزمایا جائے۔[۳]

کتاب احتجاج میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے ایک حدیث میں امامؑ نے فرمایا کہ حزقیل انھیں دعوت دیتا تھا اللہ کی وحدانیت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو فضیلت تمام انبیاء پر اور مخلوقات پر اور علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ائمہ علیہم السلام کی فضیلت جو انبیائے کرام کے تمام اوصیاء پر حاصل ہے اور دعوت دیتا تھا کہ فرعون کی ربوبیت سے بیزاری اختیار کریں چغلی کھانے والوں نے فرعون سے اس کی چغلی کھائی اور کہا کہ حزقیل تمھاری مخالفت کی دعوت دیتا ہے اور تمھارے خلاف تمھارے دشمنوں کی مدد کرتا ہے

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۵۸ (۲) الکافی ج ۲ ص ۳۱۵-۳۱۶ ج ۱ والمحاسن ج ۱ ص ۳۴۵ ج ۷۱۶

(۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۵۸

فرعون نے اُن سے کہا کہ وہ میرے چچا کا بیٹا اور حکومت میں میرا خلیفہ اور میرا ولی عہد ہے اگر اس نے وہ کیا ہے جیسا تم نے کہا ہے تو پھر وہ میری نعمتوں کا انکار کر کے شدید عذاب کا مستحق ٹھہرا ہے اور اگر یہ سب کچھ جھوٹ ثابت ہوا تو تم لوگ شدید ترین سزا کے مستحق قرار پاؤ گے کیوں کہ تم نے اُس کی برائی مجھ سے بیان کی ہے۔

حزقیل کو اور ان لوگوں کو لایا گیا انھوں نے یہ بات ظاہر کی اور اس سے کہا کہ تم فرعون جو بادشاہ ہے اس کی ربوبیت کا انکار کرتے ہو اور اُس کی نعمتوں کے منکر ہو حزقیل نے کہا اے بادشاہ سلامت کیا آپ نے مجھے کبھی جھوٹ بولتے ہوئے دیکھا ہے اس نے کہا نہیں تو حزقیل نے کہا آپ سوال کیجیے کہ ان کا رب کون ہے؟ انھوں نے کہا یہ فرعون اس نے کہا تمھارا خالق کون ہے؟ کہا یہ فرعون۔ کہا تمھارا رازق کون ہے؟ اور تمھاری معیشت کی کفالت کون کرتا ہے؟ اور تم نے تمھاری پریشانیوں اور دشواریوں کو کون دور کرتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا یہ فرعون۔

تو حزقیل نے کہا اے بادشاہ میں گواہی دیتا ہوں اور جو بھی یہاں موجود ہیں وہ سب گواہ ہیں کہ جو ان کا رب ہے وہی میرا رب ہے جو ان کا خالق ہے وہی میرا خالق ہے جو ان کا رازق ہے وہی میرا رازق ہے اور جو ان کی معیشت کا بندوبست کرتا ہے وہی میری معیشت کا بندوبست کرنے والا ہے میرا کوئی رب میرا کوئی خالق اور کوئی رازق ان کے رب ان کے خالق اور اُن کے رازق کے علاوہ نہیں ہے اور میں تم کو گواہ بناتا ہوں اور یہاں پر جو بھی موجود ہیں ان سب کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ہر وہ رب، رازق اور خالق جو ان کے رب خالق اور رازق کے علاوہ ہو میں اس سے اور اس کی ربوبیت سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں اور میں اس کی الوہیّت کا انکار کرتا ہوں۔

حزقیل نے یہ کہا اور اس کی مراد یہ تھی کہ ان کا پروردگار وہ اللہ ہے جو میرا رب ہے اور یہ نہیں کہا کہ انھوں نے جو کہا کہ وہ ان کا رب ہے وہی میرا رب ہے اور یہ مفہوم فرعون سے مخفی رہا اور وہاں موجود تمام لوگوں پر مخفی رہا فرعون یہ سمجھا اور تمام لوگوں نے یہی سمجھا کہ حزقیل یہ کہہ رہے ہیں کہ فرعون میرا رب میرا خالق اور میرا رازق ہے فرعون نے اُن لوگوں سے کہا اے میرے لوگو! اے میرے ملک میں فساد پھیلانے والو! میرے اور میرے چچازاد کے مابین فساد پھیلانے کا ارادہ کرنے والو! وہ میرا قوت بازو ہے اور چوں کہ تم نے فتنہ پھیلانے کا ارادہ کیا ہے اور میرے فرزند عم کی ہلاکت کا منصوبہ بنایا ہے اور میرے قوت بازو کو کاٹنے کا ارادہ کیا ہے اس لیے تم میری سزا کے حق دار ہو لہٰذا اس نے ہر ایک کی پنڈلی میں کیل ٹھوکنے کا حکم صادر کیا اور ہر ایک کے سینے میں کیل ٹھونکنے کا حکم دیا اور لوہے کی کنگھی والوں کو حکم دیا جنھوں نے ان کے بدن سے گوشت کو جدا کر دیا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا اس مومن کے ساتھ انھوں نے جو بری چالیں چلیں اللہ نے اُن سب سے اس کو بچا لیا یعنی کہ انھوں نے فرعون سے حزقیل کی چغلی کھائی تھی تا کہ اسے ہلاک کر دیں۔

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ اور آلِ فرعون کو بدترین عذاب نے گھیر لیا اور یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے

حزقیل کی چغلی کھائی تھی تو ان کے جسم میں کیل ٹھونکی گئی اور اُن کے گوشت کو لوہے کی کنگھیوں سے جدا کر دیا گیا۔ ۱

۴۶-اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا- آتش جہنم کے سامنے انھیں صبح و شام پیش کیا جاتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے یہ تو دنیا میں ہوگا روز قیامت سے قبل اس لیے کہ آتش قیامت میں صبح و شام کی کوئی قید نہیں ہے پھر فرمایا کہ اگر انھیں آگ کا عذاب صبح و شام دیا جائے گا تو اس کے درمیان میں وہ سعداء (نیکوکاروں) میں سے ہوں گے لیکن یہ برزخ کی آگ میں روز قیامت سے پہلے ہوگا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۲ (الآیۃ) ۲

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ یہ دنیا میں ہوگا قیامت سے قبل اس لیے کہ قیامت میں صبح و شام نہیں ہوگی اس لیے کہ صبح و شام کا تعلق سورج اور چاند سے ہے اور دائمی جنتوں میں اور جہنم میں سورج اور چاند کا گزر نہیں۔ ۳

فرمایا کہ امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا فرمایا اس بارے میں لوگوں کا کیا خیال ہے آپ سے کہا گیا کہ وہ یہ کہتے ہیں یہ دائمی جہنم کے بارے میں ہے اور اس کے درمیان ان پر عذاب نہیں ہوگا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر وہ سعداء میں سے ہوں گے پھر فرمایا اس کا تعلق دنیا سے ہے جہاں تک دائمی جہنم کی آگ کا تعلق ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۲ الخ ۴

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ کافروں کی روحیں جہنم میں ہوں گی انھیں آتش جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا وہ کہیں گے پروردگارا تو ہمارے لیے قیامت کو قائم مت کر اور تو نے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا نہ کر اور ہمارے آخر کو ہمارے اوّل سے متصل نہ کر۔ ۵

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے اللہ تعالیٰ کی ایک آگ مشرق میں ہے اسے اس لیے پیدا کیا ہے کہ کافروں کی روحیں اس سے تسکین پائیں وہ اس کے زقوم (تھوہڑ) سے رات کے وقت کھاتے ہیں اور گرم پانی پیتے ہیں اور جب فجر نمودار ہوتی ہے تو وہ روح یمن کی ایک وادی میں جسے بَرَہُوت کہا جاتا ہے جو دنیا کی آگ سے زیادہ حرارت رکھتی ہے وہاں اڑ کر چلی جاتی ہے وہاں پر وہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے اور ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور جب شام کا وقت ہوتا ہے تو جہنم میں واپس آجاتے ہیں یہ لوگ روز قیامت تک اسی طرح رہیں گے۔ ۶

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو صبح و شام اس کی نشست اس کے سامنے رکھ دی جاتی ہے اگر وہ اہلِ جنت میں سے ہوتا ہے تو جنت میں جاتا ہے اور اگر اہلِ جہنم میں سے ہے تو جہنم میں جاتا ہے اس سے کہا جاتا ہے یہ ہے تمھاری نشست یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمھیں روز قیامت دوبارہ مبعوث کرے۔ ۷

---

(۱) الاحتجاج ج ۲ ص ۱۳۱-۱۳۲ (۲) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۵۲۶ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۵۸
(۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۵۸ (۵) الکافی ج ۳ ص ۲۴۵ ج ۲ (۶) الکافی ج ۳ ص ۲۴۶-۲۴۷ ج ۱
(۷) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۵۲۵-۵۲۶

وَ اِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾

وَ قَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَ مَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ ع ۱۳ ۱۰ ۵ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۙ ﴿۵۱﴾

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَ اَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ۙ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّ ذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

۴۷- یاد کرو جب جہنم میں یہ ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہوں گے کمزور لوگ متکبرین سے کہیں گے ہم تو تمھارا اتباع کررہے تھے اب کیا تم آتش جہنم کے کچھ حصّے سے ہمیں بچالو گے؟

۴۸- تو متکبرین یہ جواب دیں گے ہم سب کی منزل ایک ہے اور اللہ نے بندوں کے مابین فیصلہ کردیا ہے۔

۴۹- اور پھر جہنم کے ساکنین جہنم کے خازنین سے کہیں گے اپنے رب سے دُعا کرو کہ وہ ہمارے عذاب میں ایک دن کی تخفیف کردے۔

۵۰- وہ جواب دیں گے کیا تمھارے مرسلین تم تک معجزات و دلائل لے کر نہیں آتے رہے۔ وہ کہیں گے

''ہاں'' تو خازنین جہنم اُن سے کہیں گے تم خود ہی دعا طلب کرو اور کافروں کی دُعا تو بیکار ہی ثابت ہوگی۔

۵۱–اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم اپنے رسولوں اور مومنین کی مدد دنیاوی زندگی میں بھی کرتے ہیں اور اس روز بھی کریں گے جب سارے گواہ اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

۵۲–جس دن ظالمین کی معذرت انھیں کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی ان کے لیے لعنت اور برا ٹھکانا ہوگا۔

۵۳–اور یقیناً ہم نے ہی موسیٰ کو ہدایت سے نوازا اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنا دیا۔

۵۴–جو سراپا ہدایت اور نصیحت ہے صاحبانِ عقل کے لیے۔

۵۵–اے نبی آپ صبر سے کام لیں بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے آپ گناہوں کے لیے مغفرت طلب کریں اور شام وسحر رب کے حمد کی تسبیح کریں۔

۵۶–بے شک جو لوگ آیاتِ الٰہی میں کسی سند کے آئے بغیر جھگڑ رہے ہیں ان کے دلوں میں کبر (غرور، گھمنڈ) بھرا ہوا ہے وہ اس بڑائی تک رسائی نہ پاسکیں گے لہٰذا آپ اللہ سے پناہ طلب کیجیے بے شک وہی ہر بات سننے والا اور ہر عمل دیکھنے والا ہے۔

۵۷–یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق انسانوں کو پیدا کرنے کی بہ نسبت بڑا کام ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اس بات سے بے خبر ہے۔

۴۷–وَ اِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ–

یاد کرو جب جہنم میں یہ ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہوں گے۔

فَیَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا–

کمزور لوگ متکبرین سے کہیں گے ہم تو تمھارا اتباع کر رہے تھے۔

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِیْبًا مِّنَ النَّارِ–

اب کیا تم آتشِ جہنم کے کچھ حصّے سے ہمیں بچالو گے۔

آگ کو ہم سے دور کر کے یا ہمیں وہاں سے اٹھا کر۔

مصباح متہجّد میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام سے خطبۂ غدیر کے ذیل میں مروی ہے آپ نے اُس خطبے میں اس آیت کی تلاوت فرمائی اور کہا کیا تم جانتے ہو کہ استکبار کیا ہے؟ اس کا مفہوم ہے کہ جس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اس کی اطاعت کو ترک کرنا اور جس کی متابعت کی طرف آمادہ کیا گیا ہے اس سے خود کو بلند و برتر سمجھنا اور قرآن اس بارے میں بہت زیادہ کہہ رہا ہے۔[۱]

---

(۱) مصباح المتہجّد ص ۷۱ خطبہ امیر المومنین روز غدیر

۴۸-قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُلٌّ فِیْهَاۤ-

تو متکبرین یہ جواب دیں گے ہم سب کی منزل ایک ہے

ہم اور تم دونوں کی منزل ایک ہے بھلا ہم تمھیں کیسے بچا سکتے ہیں اگر بچانے پر قادر ہوتے تو ہم پہلے خود کو بچا لیتے۔

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَیْنَ الْعِبَادِ-

بے شک اللہ نے اپنے بندوں کے مابین فیصلہ کر دیا ہے۔

اور اس کے حکم میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہے۔

وَ قَالَ الَّذِیْنَ فِی النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ-

اور پھر جہنم کے ساکنین جہنم کے خازنین سے کہیں گے۔

ادْعُوْا رَبَّكُمْ یُخَفِّفْ عَنَّا یَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ-

۴۹-اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمارے عذاب میں ایک دن کی تخفیف کر دے۔

۵۰-قَالُوْۤا اَوَ لَمْ تَكُ تَاْتِیْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ-

وہ جواب دیں گے کیا تمھارے مرسلین تم تک معجزات و دلائل لے کر نہیں آئے انھوں نے ارادہ کیا کہ ان لوگوں کو دلیل میں مغلوب کر دیں اور ان کی سرزنش کریں کہ انھوں نے اوقات دُعا کو ضائع کر ڈالا اور قبولیت کے جُملہ اسباب کو معطّل اور ناکارہ بنا دیا۔

قَالُوْا بَلٰى-

وہ کہیں گے ہاں!

قَالُوْا فَادْعُوْا-

تو خازنین جہنم اُن سے کہیں گے تم خود ہی دعا طلب کرو۔

اس لیے کہ ہم اس معاملے میں جرأت نہیں کر سکتے تم جیسے لوگوں کے لیے ہمیں دُعا کرنے کی اجازت نہیں ہے اور اس میں ان کے لیے قبولیت سے ناکامی ہے۔

وَ مَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ-

اور کافروں کی دعا تو بے کار ہی ثابت ہوگی۔

برباد چلی جائے گی اس لیے کہ قبول نہیں کی جائے گی۔

۵۱-اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا-

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم اپنے رسولوں کی اور مومنین کی مدد دنیاوی زندگی میں بھی کرتے ہیں۔

وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ-

اور اس روز بھی کریں گے جب سارے گواہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔ ۱

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ آیت خدا کی قسم رجعت کے بارے میں ہے کہ تم نہیں جانتے کہ اکثر انبیائے کرام کی دنیا میں مدد نہیں کی گئی اور انھیں قتل کر دیا گیا اور اسی طرح اُن کے بعد ائمہ علیہم السلام کو قتل کر دیا گیا اور اُن کی نصرت نہیں کی گئی اور یہ رجعت کے بارے میں ہے۔ ۲

۵۲- يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ-

جس دن ظالمین کی معذرت انھیں کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔

اس لیے کہ وہ معذرت باطل ہوگی۔

وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ - اور ان کے لیے لعنت ہوگی۔

لعنت کے معنیٰ ہیں رحمت سے دوری۔

وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ- اور ان کے لیے برا ٹھکانا ہوگا یعنی جہنم۔

۵۳-وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى-

اور یقیناً ہم نے ہی موسیٰ کو ہدایت سے نوازا۔

جس کے ذریعے دین میں رہنمائی حاصل کی جائے معجزات سے اور صحیفوں اور شریعتوں سے۔

وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ-

اور ہم نے بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنا دیا۔

حضرت موسیٰ کے چلے جانے کے بعد بنی اسرائیل کے لیے اس توریت میں کچھ چھوڑ دیا۔

۵۴-هُدًى وَّ ذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ-

جو سراپا ہدایت اور نصیحت ہے صاحبانِ عقل کے لیے۔

ان لوگوں کے لیے ہدایت و نصیحت ہے جو عقل سلیم رکھتے ہیں۔

۵۵-فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ-

اے نبی آپ صبر سے کام لیں بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

مشرکین کی اذیت رسانی پر صبر کریں اللہ کی نصرت کا وعدہ سچا ہے۔

وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ- اے نبی آپ گناہوں کے لیے مغفرت طلب کریں۔

---

(۱)و(۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۵۹

ترک اولیٰ کی بنیاد پر اور ظلم و زیادتی کے اہتمام کے سبب۔ (۱)

وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ-

اور شام و سحر اپنے رب کے حمد کی تسبیح کریں۔

۵۶-اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ-

بے شک جو لوگ آیاتِ الٰہی میں کسی سند کے آئے بغیر ہی جھگڑ رہے ہیں۔

یہ آیت ہر جدال کرنے والے اور باطل شخص کے لیے ہے اگرچہ یہ مشرکین مکّہ اور یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ (۲)

اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ-

ان کے دلوں میں کبر (غرور، گھمنڈ) بھرا ہوا ہے۔

کبر کے معنیٰ میں بڑائی اور حق سے سرتابی۔

مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ- وہ اس بڑائی تک رسائی نہ پاسکیں گے۔

یعنی وہ اس عظمت کو حاصل نہیں کرسکیں گے اس لیے کہ اللہ نے انھیں ذلیل کردیا ہے۔

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ- لہٰذا آپ اللہ سے پناہ طلب کیجیے۔

یعنی اللہ کی پناہ حاصل کیجیے۔

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ-

بے شک وہی ہر بات سننے والا اور ہر عمل کو دیکھنے والا ہے۔

وہ تمھارے اقوال اور افعال کو سن اور دیکھ رہا ہے۔

۵۷-لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ-

یقیناً آسمان اور زمین کی تخلیق انسانوں کے پیدا کرنے کی بہ نسبت بڑا کام ہے جو بغیر کسی اصل کے سب سے پہلے ان کی تخلیق پر قادر ہوگیا تو اب جب کہ اصل موجود ہے دوسری مرتبہ تخلیق کرنا کچھ مشکل نہیں۔ (۳)

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ-

اور لیکن لوگوں کی اکثریت اس بات سے بے خبر ہے۔

اس لیے کہ وہ اپنی غفلت کی زیادتی اور اپنی خواہشات کی پیروی کے سبب نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔

---

(۱) ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہر خطا اور گناہ سے محفوظ تھے، اس کا تعلق لوگوں کے گناہ سے ہے جو وہ حضور کے متعلق کررہے تھے یا اس جملے سے دوسروں کو سنانا مقصود ہے۔ (مترجم)

(۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۳۹ (۳) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۳۹

وَ مَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ۙ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ لَا الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۫ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۫ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾

۵۸- اندھا اور دیکھنے والا دونوں یکساں نہیں ہوسکتے اور نہ ہی ایمان دار اور اعمال صالحہ بجالانے والے اور بدکار ایک جیسے ہوسکتے ہیں تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔

۵۹- بے شک قیامت آنے والی ہے اس بارے میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ اسے نہیں مانتے۔

۶۰- اور تمھارے پروردگار نے کہا تم مجھ سے دعا طلب کرو میں تمھاری دُعا کو قبول کروں گا بے شک جو لوگ میری اس عبادت سے استکبار (گھمنڈ) کرتے ہیں تو وہ عن قریب ذلیل وخوار ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔ ۶۱- اللہ وہی ہے جس نے تمھارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو روشن بنا دیا ہے بے شک اللہ لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے لیکن لوگوں کی اکثریت شکر ادا نہیں کرتی۔

۶۲- یہی تمھارا رب ہے جو ہر شے کا خالق ہے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو۔

۶۳-اسی طرح وہ لوگ بہکائے جاتے رہے ہیں جو آیات الٰہی کا انکار کرتے ہیں۔
۶۴- وہ اللہ ہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو جائے قرار بنایا اور آسمان کو چھت بنا دیا اور تمھاری تصویر کشی کی اور اچھی صورت بنا دی اور تمھیں پاکیزہ چیزوں کا رزق فراہم کر دیا وہی تمھارا رب ہے بابرکت ہے وہ اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔
۶۵- وہ زندہ ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے دین کو خالص کر کے اسی کو پکارو اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔ ۶۶- آپ فرما دیجیے کہ مجھے ان ہستیوں کی عبادت سے روک دیا گیا ہے جنھیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو جب کہ میرے پاس میرے رب کی جانب سے تنبیہات (واضح دلائل) آچکی ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ربّ العالمین کے حضور سر تسلیم خم کر دوں۔

۵۸-وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ-
اندھا اور دیکھنے والا دونوں یکساں نہیں ہو سکتے۔
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ-
اور نہ ہی ایمان دار اور اعمال صالحہ بجا لانے والے اور بدکار ایک جیسے ہو سکتے ہیں یعنی نیک کام انجام دینے والے اور برائی کا ارتکاب کرنے والے لہٰذا ضروری ہے کہ ان کے لیے کوئی ایسا وقت ہونا چاہیے جب ان کا فرق ظاہر ہو جائے اور یہ دوبارہ زندہ کیے جانے کے بعد ہوگا۔
قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ- تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔
۵۹-اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا-
بے شک قیامت آنے والی ہے اس بارے میں کوئی شک نہیں۔
یعنی اس کے آنے میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ- لیکن اکثر لوگ اسے نہیں مانتے۔
یعنی اس کی تصدیق نہیں کرتے اس لیے کہ ظاہری طور سے جو محسوس کرتے ہیں بس اسی کو تسلیم کرتے ہیں۔
۶۰-وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ-
اور تمھارے پروردگار نے کہا تم مجھ سے دعا طلب کرو میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔
اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ-
بے شک جو لوگ میری عبادت سے استکبار (گھمنڈ) کرتے ہیں۔
یہاں پر عبادت سے مراد دُعا ہے یعنی دُعا طلب نہیں کرتے۔

سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ– تو عن قریب وہ ذلیل وخوار ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں وارد ہوا ہے فرمایا کہ اس سے مراد دُعا ہے اور دعا افضل ترین عبادت ہے۔[۱]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے دریافت کیا گیا کہ کون سی عبادت افضل ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک کوئی شے اس بات سے افضل نہیں ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور جو کچھ اس کے پاس ہے اس سے طلب کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے پاس اس شخص سے زیادہ مبغوض کوئی شخص نہیں ہے جو اس کی عبادت سے استکبار کرتا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کے بارے میں سوال نہیں کرتا۔[۲]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے تم دعا طلب کرو اور یہ مت کہو کہ وہ حکم دے کر فارغ ہو چکا اس لیے کہ دُعا ''عبادت'' ہے بے شک اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے اور آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[۳]

صحیفہ سجّادیہ میں اس آیت کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اے اللہ تو نے اپنی دعا کا نام عبادت رکھ دیا ہے اور اسے چھوڑنے کو استکبار سے تعبیر کیا ہے اور اس کے ترک کرنے پر جہنم میں ذلت کے ساتھ داخل کرنے کی وعید دی ہے۔[۴]

کتاب احتجاج میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا ہے؟ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ''تم دعا طلب کرو میں تمھاری دعا کو قبول کروں گا'' جب کہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مضطر و پریشاں حال دعا طلب کرتا ہے اور اس کی دعا قبول نہیں ہوتی اور مظلوم اپنے دشمن کے خلاف مدد طلب کرتا ہے اور اس کی مدد نہیں کی جاتی امام علیہ السلام نے فرمایا تم پر وائے ہو جب بھی کوئی اللہ کو پکارتا ہے (اسے جواب دیا جاتا ہے) اس کی دعا قبول ہوتی ہے جہاں تک ظالم کا تعلق ہے تو اس کی دعا اس وقت تک کے لیے مسترد کردی جاتی ہے جب تک وہ توبہ نہ کرلے اور حق دار جب دعا کرتا ہے اس کی دعا مُستجاب ہوتی ہے اور اُس سے بلا کو اِس طرح دور کردیا جاتا ہے کہ اس کو پتا تک نہیں چلتا یا اس کے لیے ثواب کو اس دن کے لیے ذخیرہ کرلیا جاتا ہے جس دن اسے ثواب کی ضرورت ہوگی اور بندے نے جس امر کا سوال کیا ہے اگر عطا کرنے میں اس کے لیے خیر کا پہلو نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو روک لیتا ہے اور مومن عارف باللہ کو اکثر یہ بات دھوکے میں مبتلا کرتی ہے کہ وہ اللہ سے اس کی دعا کرے جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا کہ وہ بات درست ہے یا غلط ہے۔[۵]

اور اس مفہوم سے متعلق دیگر احادیث سورۂ بقرہ کی آیت ۱۸۶ میں اللہ تعالیٰ کے قول:

اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہیں۔

---

(۱)و(۲)و(۳) الکافی ج ۲ ص ۴۶۶ ح ۱، ۲، ۵ باب فضل الدعا (۴) الصحیفۃ السجّادیہ (۵) احتجاج ج ۲ ص ۸۷

۶۱–اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ–

اللہ وہی ہے جس نے تمھارے لیے رات بنائی تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو۔ استراحت کرو اس نے رات کو بارد (سرد) بنایا تاریک قرار دیا تا کہ وہ اعضائے جسمانی کی کمزوری کو دور کرے اور حواس کو پرسکون بنائے۔

وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا– اور دن کو روشن بنا دیا ہے۔

جس میں دیکھا جاتا ہے یا جس کی وجہ سے چیزیں دکھائی دیتی ہیں اور ''نَہَار'' (دن) کے ساتھ ''اَبْصَار'' (دکھائی دینے والے) کی نسبت مجازی ہے۔ اس میں تاکید کا پہلو ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ–

بے شک اللہ لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔

ایسا فضل جس کے مقابل میں کوئی فضل نہیں آ سکتا۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ– لیکن لوگوں کی اکثریت شکر ادا نہیں کرتی۔

اس لیے کہ وہ مُنْعِم (نعمت دینے والا) کے بارے میں بے خبر ہیں اور نعمتوں کے مقامات سے غافل و بے بہرہ ہیں۔

۶۲–ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۫ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ–

یہی تمھارا رب ہے جو ہر شے کا خالق ہے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ– پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو۔

یعنی اللہ کی عبادت سے اس کے غیر کی عبادت کی طرف منحرف ہو کر جا رہے ہو۔

۶۳–كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ الَّذِیْنَ كَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ–

اسی طرح وہ لوگ بہکائے جاتے رہے ہیں جو آیاتِ الٰہی کا انکار کرتے ہیں۔

۶۴–اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً–

وہ اللہ ہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو جائے قرار بنایا اور آسمان کو چھت بنا دیا۔

وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ– اور تمھاری تصویر کشی کی اور تمھاری صورت اچھی بنائی۔

یعنی یہ کہ تمھیں سیدھی قامت عطا کی تمھارا جسم اور خدوخال نظر آتا ہے اعضا متناسب اور موزوں بنائے ہیں اور بھووں کو خوب صورت بنایا ہے مختلف صنائع کے متلاشیوں کے لیے مہیا اور اکتسابِ کمالات کے لیے ہر طرح آمادہ قرار دیا ہے۔

وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ– اور تمھیں پاکیزہ چیزوں کا رزق فراہم کر دیا۔

یعنی لذیذ اور مزے دار رزق مہیا کیا ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ–

وہی تمھارا رب ہے بابرکت ہے وہ اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس لیے کہ اس کے علاوہ سب کچھ مَربُوب (تربیت پانے والا) ہے فی نفسہ محتاج ہے۔ زوال پذیر ہے۔

۶۵–هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ–

وہ زندہ ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے دین کو خالص کر کے اسی کو پکارو

حیّ کے معنی ہیں

جو حیات ذاتی کے ساتھ یکتا اور یگانہ ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ–

کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو اس جیسا ہو یا ذات وصفات میں اس کے مماثل اور مقابل ہو۔

فَادْعُوْهُ– تم اس کی عبادت کرو۔

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ–

دین کو شرک اور ریا کاری سے خالص کرتے ہوئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ– اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔

یہ قول زبان پر ہونا چاہیے۔

تفسیر قمی میں امام سجّاد علیہ السلام سے روایت ہے کہ تم میں سے جب کوئی ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' کہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: هو الحیّ الخ [1]

۶۶–قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ–

آپ فرما دیجیے کہ مجھے ان ہستیوں کی عبادت کرنے سے روک دیا گیا ہے جنھیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو جب کہ میرے پاس میرے رب کی جانب سے بیّنات (واضح دلائل، معجزات) آچکی ہیں۔

وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ–

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ربّ العالمین کے حضور سر تسلیم خم کردوں یہ کہ اس کا مطیع ومُنقاد رہوں اور اپنے دین کو اس کے لیے خالص بنا دوں۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۰

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ
طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى مِنْ
قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ
یُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى
الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى یُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾ ۚۖ
الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَاۤ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ ۙ
اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ ۙ فِی الْحَمِیْمِ ۙ ثُمَّ فِی النَّارِ
یُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ ۚ ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ ۙ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا
ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۴﴾

۶۷۔ وہی تو ہے جس نے تمھیں مٹی سے پھر نطفے سے پھر علقہ (لوتھڑے) سے خلق فرمایا ہے پھر وہ تمھیں بچّے کی شکل میں باہر لاتا ہے پھر تمھاری نشوونما کرتا ہے تاکہ تم پوری توانائی حاصل کرلو پھر تمھیں بڑھاپے کی منزل تک پہنچا دیتا ہے اور تم میں سے کوئی پہلے اٹھا لیا جاتا ہے یہ سب کچھ اس لیے ہوتا ہے کہ تم مقررہ وقت تک پہنچ جاؤ اور شاید تم عقل سے کام لو۔

۶۸۔ وہی تو ہے جو جِلاتا اور مارتا ہے پھر وہ جس بات کا فیصلہ کرلیتا ہے تو اس سے کہتا ہے ہوجا تو وہ ہوجاتی ہے۔ ۶۹۔ کیا تم نے انھیں نہیں دیکھا جو آیاتِ خداوندی میں جھگڑتے رہتے ہیں انھیں کس طرح گردش دی جارہی ہے۔ ۷۰۔ جنھوں نے اس کتاب کو اور ان تمام کتابوں کو جھٹلا دیا جنھیں ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ بھیجا تھا عن قریب انھیں پتا چل جائے گا۔

۷۱۔ جب ان کی گردنوں میں طوق پڑے ہوں گے اور زنجیروں میں جکڑ کر انھیں کھینچا جارہا ہوگا۔

۷۲۔ کھولتے ہوئے پانی کی طرف پھر وہ دوزخ کی آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔

۷۳۔ پھر ان سے دریافت کیا جائے گا وہ کہاں ہیں جنھیں تم شریک قرار دیتے تھے۔

۷۴۔ اللہ کے سوا وہ جواب دیں گے وہ ہم سے گم ہوگئے بلکہ ہم اس سے پہلے کسی بھی چیز کو نہیں پکارتے تھے اس طرح اللہ کافروں کو گمراہی میں باقی رہنے دے گا۔

۶۷–هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ–

وہی تو ہے جس نے تمھیں مٹی سے پھر نطفے سے پھر علقہ (لوتھڑے) سے خلق فرمایا ہے۔

ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا–

پھر وہ تمھیں بچّے کی شکل میں باہر لاتا ہے پھر تمھاری نشوونما کرتا ہے تاکہ تم پوری توانائی حاصل کرلو۔ پھر تمھیں بڑھاپے کی منزل تک پہنچا دیتا ہے۔

ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا کا مفہوم ہے وہ تمھیں باقی رکھتا ہے تاکہ تم پہنچ جاؤ۔

وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ–

اور تم میں سے کوئی پہلے اٹھا لیا جاتا ہے۔

بڑھاپے کی منزل تک پہنچنے سے پہلے یا پوری توانائی حاصل کرنے سے قبل۔

وَ لِتَبْلُغُوْٓا– اور اللہ اس لیے ایسا کرتا ہے کہ تم پہنچ جاؤ۔

اَجَلًا مُّسَمًّی– مقررہ وقت تک یعنی موت کے وقت تک۔

وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ– اور شاید تم عقل سے کام لو۔

سمجھ سکو کہ اس میں کیا کیا دلائل اور عبرتیں ہیں۔

۶۸–هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ–

وہی تو ہے جو جِلاتا اور مارتا ہے۔

فَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا– پھر وہ جس بات کا فیصلہ کرلیتا ہے۔

یعنی اس کام کرنے کا ارادہ کرلیتا ہے۔

فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ– تو اس سے کہتا ہے ہوجا تو وہ ہوجاتی ہے۔

بغیر کسی تیاری و آمادگی کے اور بغیر کسی مشقت اور تکلیف کے بغیر کسی آواز اور حرف کے انما سے پہلے ''فا'' اس امر کی دلالت کے لیے ہے کہ یہ ماسبق کا نتیجہ ہے۔

۶۹–اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰی یُصْرَفُوْنَ–

کیا تم نے انھیں نہیں دیکھا جو آیاتِ خداوندی میں جھگڑتے رہتے ہیں انھیں کس طرف گردش دی جارہی ہے کہ وہ آیاتُ اللہ کی تصدیق نہیں کررہے ہیں۔

۷۰–الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا–

جنھوں نے اس کتاب کو اور ان تمام کتابوں کو جھٹلا دیا جنھیں ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ بھیجا تھا۔

فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ– عن قریب انھیں پتا چل جائے گا

کہ ان کے جھٹلانے کی جزا کیا ہے۔

۷۱– اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ–

جب ان کی گردنوں میں طوق پڑے ہوں گے اور زنجیروں میں جکڑ کر انھیں کھینچا جا رہا ہوگا۔

۷۲– فِی الْحَمِیْمِ ۙ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ–

کھولتے ہوئے پانی کی طرف پھر وہ دوزخ کی آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔

۷۳– ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ–

پھر اُن سے دریافت کیا جائے گا وہ کہاں ہیں جنھیں تم شریک قرار دیتے تھے۔

۷۴– مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ– اللہ کے سوا۔

قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا– وہ جواب دیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے۔

وہ ہم سے گم ہو کر رہ گئے ہمیں ان سے جو توقع تھی ہم نے وہ نہیں پایا۔

بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْـًٔا–

بلکہ اس سے پہلے ہم کسی بھی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔

بلکہ ہم پر واضح ہو گیا کہ وہ جن کی عبادت کیا کرتے تھے ہم نے ان میں سے کسی شے کی عبادت نہیں کی۔

کتاب کافی اور تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اہلِ قبلہ میں سے ناصبی وہ لوگ ہیں آتشِ جہنم میں جن کے لیے گڑھا کھودا جائے گا جسے اللہ نے مشرق میں پیدا کیا ہے اس میں سے ان لوگوں تک شُعلہ، شرر اور دھنواں اور گرم پانی کا چشمہ قیامت کے دن تک داخل ہوتا رہے گا پھر گرم پانی تک وہ پہنچ جائیں گے اس کے بعد انھیں آتشِ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔(۱)

كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِیْنَ–

اس طرح اللہ کافروں کو گمراہی میں باقی رہنے دے گا تاکہ وہ کسی ایسی چیز کی طرف رہنمائی نہ پا سکیں جو ان کے لیے آخرت میں منفعت بخش ہو۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مشرکین کے نام سے یاد کیا ہے اس لیے کہ انھوں نے کتاب کو جھٹلایا تھا جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو کتاب اور اس کی تاویل کے ساتھ بھیجا تھا لہٰذا جس نے بھی کتاب کو جھٹلایا یا انبیاء کو تاویلِ کتاب کی جن چیزوں کے ساتھ بھیجا گیا اُن کی تکذیب کی تو وہ کافر مشرک ہے۔(۲)

---

(۱) الکافی ج ۳ ص ۲۴۶۔۲۴۷ ح ۱ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۰

ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾
اُدْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾
فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ
نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ
قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ
يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ
الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا
تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا
وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۪ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾
اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا
كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ
الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾
فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾
فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ
عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

۷۵۔تمھارا یہ حشر اس لیے ہوا کہ تم زمین میں ناحق بات پر مگن تھے اور مزید یہ کہ اس پر اترا رہے تھے۔
۷۶۔تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ اور ہمیشہ کے لیے اس میں رہو گھمنڈ کرنے والوں کا کتنا برا ٹھکانا ہے۔ ۷۷۔ اے رسول آپ صبر کیجیے بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچّا ہے یا تو ہم جس عذاب سے انھیں دھمکاتے رہے ہیں ان میں سے کچھ آپ کو دکھلا دیں گے یا اس سے پہلے آپ کو دنیا سے اٹھالیں گے ان

سب کو پلٹ کر تو ہماری ہی طرف آنا ہے۔

۷۸۔ اور بہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے ہیں ان میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ سے بیان کر دیے ہیں اور بعض کے نہیں بتائے اور کسی پیغمبر کے بس میں نہ تھا کہ اللہ کی اجازت کے بغیر وہ کوئی معجزہ لے آتا جب اللہ کا حکم آ گیا تو حق کے مطابق فیصلہ کر دیا گیا اور اس وقت اہلِ باطل سراسر خسارے میں رہے۔ ۷۹۔ اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے چوپائے پیدا کیے ہیں تاکہ تم اُن میں سے کسی پر سواری کرو اور کسی کا گوشت کھاؤ۔

۸۰۔ اور ان میں تمھارے لیے بہت سے فائدے ہیں تاکہ تمھارے دلوں میں جہاں جانے کی خواہش ہے تم ان پر سوار ہو کر وہاں پہنچ جاؤ، تمھیں اُن چوپایوں اور کشتیوں پر سوار کیا جاتا ہے۔

۸۱۔ اور وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تم بھلا اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے۔

۸۲۔ کیا انھوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ انھیں ان لوگوں کا انجام نظر آ جاتا جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں جو تعداد میں ان سے زیادہ تھے، ان سے بڑھ کر طاقت ور تھے، اور ان کے (شان دار) آثار زمین میں نظر آتے ہیں جو کچھ انھوں نے کمایا تھا وہ ان کے کسی کام نہ آیا۔

۸۳۔ جب ان کے پیغمبر واضح معجزات لے کر آئے تو وہ اپنے اس علم پر مگن تھے جو ان کے پاس تھا پھر اس چیز نے اُن کا احاطہ کر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

۸۴۔ جب انھوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہا ہم نے اللہِ واحِد کو مان لیا، اور ہم ان تمام معبودوں کا انکار کرتے ہیں جنھیں ہم شریک گردانتے تھے۔

۸۵۔ لیکن ہمارا عذاب دیکھ لینے کے بعد ان کا ایمان لانا سودمند ثابت نہیں ہوا یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں جاری رہا ہے اور اس وقت کافروں کو مکمل خسارے کا سامنا کرنا پڑا۔

۷۵- ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ-

تمھارا یہ حشر اس لیے ہوا کہ تم زمین میں ناحق بات پر مگن تھے۔

تَفْرَحُوْنَ کے معنیٰ میں تبطرون و تتکبّرون تم اترا رہے تھے اور مغرور تھے۔

وَ بِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ-

اور مزید یہ کہ تم اس پر اترا رہے تھے۔

تَمْرَحُوْنَ کے معنیٰ میں تتوسعون فی الفرح خوشی کے مارے پھولے نہ سما رہے تھے۔

۷۶-اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ-

تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ۔

ساتوں دروازے جو تمھاری قسمت میں لکھے ہوئے ہیں۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا- اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس میں رہو۔

فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ-

گھمنڈ کرنے والوں کا کتنا برا ٹھکانا ہے۔

جو لوگ حق سے اکڑتے رہے ان کے لیے جہنم ہے جو برا ٹھکانا ہے۔

۷۷-فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ-

اے رسول آپ صبر کیجیے بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچّا ہے۔

کفار کو ہلاک کرنا اور ان پر عذاب نازل کرنا ''حق'' ہے یعنی ہوکر رہے گا۔

فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ-

یا تو ہم جس عذاب سے انھیں دھمکا رہے ہیں ان میں سے کچھ آپ کو دکھلا دیں گے جیسے قتل ہونا اور قیدی بننا۔

اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ- یا اس سے پہلے آپ کو دنیا سے اٹھا لیں گے۔

قبل اس کے کہ آپ ان کے عذاب کو دیکھیں آپ وفات پاجائیں گے۔

فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ- ان سب کو پلٹ کر تو ہماری ہی طرف آنا ہے۔

وہ قیامت کے دن ہماری طرف پلٹ کر آئیں گے اور ہم ان کے اعمال کی جزا دیں گے۔

۷۸-وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ-

اور بہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے ہیں۔

مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ-

ان میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ سے بیان کردیے ہیں اور بعض کے نہیں بتائے۔

کتاب خصال میں ائمہ علیہم السلام سے مروی ہے کہ ان انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نبی ایسا بھیجا جو سیاہ رنگت والا تھا ہمیں اس کا قصّہ نہیں بتلایا۔[۲]

وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ-

اور کسی پیغمبر کے بس میں نہ تھا کہ اللہ کی اجازت کے بغیر وہ کوئی معجزہ لے آتا۔

---

(۱) خصال ص ۴۶۱ ح ۱ و ۲ (۲) تفسیر مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۵۳۳

اس لیے کہ معجزات عطائے ربانی ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن انبیاء کے درمیان اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق انھیں منقسم کر دیا ہے اور انھیں کسی قسم کا اختیار نہیں ہے کہ ان میں بعض کو ترجیح دیں اور ان کے طلب کرنے والے کی بنیاد پر انھیں لاکر مطلق العنانی کا مظاہرہ کریں۔

فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ-

پس جب اللہ کا حکم آ گیا۔

دنیا اور آخرت میں عذاب نازل کرنے کا۔

قُضِیَ بِالْحَقِّ-

تو حق کے مطابق فیصلہ کر دیا گیا۔

حق والے کو نجات دے کر اور صاحب باطل کو عذاب دے کر۔

وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ-

اور اس وقت اہلِ باطل سراسر خسارے میں رہے۔

الْمُبْطِلُوْنَ سے مراد ہیں **الْمُعَانِدُوْن** عِناد کرنے والے نشانیوں کا مطالبہ کرنے والے اس کے ظاہر ہونے کے بعد انھیں کوئی فائدہ نہ پہنچا۔

۷۹-اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ-

اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے چوپائے (مویشی، جانور) پیدا کیے ہیں تاکہ تم اُن میں سے کسی پر سواری کرو اور کسی کا گوشت کھاؤ۔

ان میں سے ایسے جانور بھی ہیں جن کا صرف گوشت کھایا جاتا ہے جیسے بھیڑ بکریاں اور ان میں ایسے مویشی بھی ہیں جن کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے اور اُن پر سواری بھی کی جاتی ہے جیسے اونٹ اور بیل گائے وغیرہ۔

۸۰-وَ لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ-

اور ان میں تمھارے لیے بہت سے فائدے ہیں۔

جیسے دودھ، کھالیں اور اون ملتا ہے۔

وَ لِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ-

تاکہ تمھارے دلوں میں جہاں جانے کی خواہش ہے تم ان پر سوار ہو کر وہاں پہنچ جاؤ۔

وَ عَلَیْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ-

اور تمھیں ان چوپایوں اور کشتیوں پر سوار کیا جاتا ہے۔

چوپائے خشکی میں چلتے ہیں اور کشتیاں سمندر میں۔

۸۱-وَ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ ۫ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ-

اور وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تم بھلا اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے۔

اٰیٰتِهٖ وہ نشانیاں جو اللہ کی کمال قدرت اور اس کی مکمل رحمت پر دلالت کرتی ہیں جب نشانیاں ظاہر ہوجائیں گی تو پھر ان کے انکار کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

۸۲-اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ- کیا انھوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا۔

فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ-

کہ انھیں اُن لوگوں کا انجام نظر آجاتا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔

كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ-

جو تعداد میں اُن سے زیادہ تھے، ان سے بڑھ کر طاقت ور تھے اور ان کے شان دار آثار زمین میں نظر آتے ہیں۔

شان دار آثار سے مراد ہیں محلّات اور ان کی کاریگری کے نشانات اور صنعتیں وغیرہ جن کا وجود باقی ہے۔

فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ-

جو کچھ انھوں نے کمایا تھا وہ ان کے کسی کام نہ آیا۔

پہلے ''ما'' کے بارے میں احتمال ہے کہ نافیہ اور استفہامیہ ہو اور دوسرا ''ما'' موصولہ اور مصدریہ ہو۔

۸۳-فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ-

پس جب اُن کے پیغمبر واضح معجزات لے کر آئے تو وہ اپنے علم پر مگن تھے جو اُن کے پاس تھا۔

اور انھوں نے مُرسلین کے علم کو حقارت کی نظر سے دیکھا۔

وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ-

پھر اس چیز نے اُن کا احاطہ کرلیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

۸۴-فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ-

پس جب انھوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہا کہ ہم نے اللہ وحدہ کو مان لیا۔

بَاْسَنَا سے مراد ہے ہمارے عذاب کی شدت۔

وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِیْنَ-

اور ہم ان تمام معبودوں کا انکار کرتے ہیں جنھیں ہم شریک گردانتے تھے اس سے مراد ''اصنام'' (بت) ہیں۔

۸۵-فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا-

لیکن ہمارا عذاب دیکھ لینے کے بعد ان کا ایمان لانا سودمند ثابت نہیں ہوا۔ اس لیے کہ وہ عمل اس وقت

قبول نہیں کیا جا سکتا۔

سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ-

یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں جاری رہا ہے۔

اللہ نے گزشتہ زمانے سے جسے بندوں میں جاری و ساری کر رکھا ہے۔

وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ-

اور اس وقت کافروں کو مکمل خسارے کا سامنا کرنا پڑا۔

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ کس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کر دیا جب کہ وہ ایمان لے آیا تھا اور اس نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار بھی کر لیا تھا۔ فرمایا کہ فرعون اس وقت ایمان لایا تھا جب اس نے عذاب کو دیکھ لیا تھا اور عذاب کو دیکھ کر ایمان لانا قبول نہیں کیا جاتا اور یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سلف و خلف کے بارے میں ذکر کیا ہے فرمایا ہے **فلما راوا باسنا**۔(۱)

کتاب کافی میں روایت ہے کہ متوکل کے پاس ایک نصرانی (عیسائی) آیا جس نے کسی مسلمان عورت سے زنا کیا تھا متوکل نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے اسلام قبول کر لیا تو کہا گیا کہ ایمان لانے سے اس کے شرک اور اس کے عمل کو باطل کر دیا اور کہا گیا کہ اس پر تین حدیں لگائی جائیں گی اور اس کے علاوہ کچھ اور کہا گیا تو متوکل نے امام محمد تقی الہادی علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا اور اس بارے میں آپ سے سوال کیا تو امام علیہ السلام نے تحریر فرمایا کہ اسے مارا جائے گا یہاں تک کہ وہ مر جائے لوگوں نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ یہ ایسا فیصلہ ہے جس کے بارے میں نہ تو قرآن میں کوئی آیت ہے اور نہ ہی یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے لہٰذا لوگوں نے دوبارہ آپ سے سوال کیا کہ وضاحت فرمائیے تو امام علیہ السلام نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد ان دونوں آیتوں کو تحریر فرمایا تو متوکل نے اسے مارنے کا حکم دیا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔(۲)

کتاب ثواب الاعمال میں اور مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص ہر شب میں ''سورۂ حٰمٓ'' المومن کی تلاوت کرے گا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اُس کے تمام اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دے گا اور کلمۂ تقوی کو اس کے لیے لازم قرار دے گا اور اس کی آخرت کو اس کی دنیا سے بہتر بنا دے گا۔(۳)

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے الحوامیم (جو سورتیں حٰمٓ سے شروع ہوتی ہیں) قرآن کی گل بابونہ ہیں الحدیث۔(۴)

۱۷/اپریل ۲۰۱۳ء ۵:۴۵ کو یہ سورہ اختتام پذیر ہوا

بروز سہ شنبہ

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۷۷ ح ۷ باب ۲۲ (۱) الکافی ج ۷ ص ۲۳۸ ح ۲

(۳) ثواب الاعمال ص ۱۱۲ ح ۱ و مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۵۱۲ (۴) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۵۱۲

سورۂ فصّلت (حم سجدہ)

سورہ فصّلت (حم سجدہ) مکّہ مکرمہ میں نازل ہوئی آیتوں کی تعداد ۵۴ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾

تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۚ﴿۲﴾

کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۳﴾

بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا ۚ فَاَعۡرَضَ اَکۡثَرُہُمۡ فَہُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡنَ ﴿۴﴾

وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِیۡۤ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَیۡہِ وَ فِیۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ وَّ مِنۡۢ بَیۡنِنَا وَ بَیۡنِکَ حِجَابٌ فَاعۡمَلۡ اِنَّنَا عٰمِلُوۡنَ ﴿۵﴾

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـہُکُمۡ اِلٰـہٌ وَّاحِدٌ فَاسۡتَقِیۡمُوۡۤا اِلَیۡہِ وَاسۡتَغۡفِرُوۡہُ ؕ وَوَیۡلٌ لِّلۡمُشۡرِکِیۡنَ ۙ﴿۶﴾

الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ کٰفِرُوۡنَ ﴿۷﴾

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ﴿۸﴾ ع

قُلۡ اَئِنَّکُمۡ لَتَکۡفُرُوۡنَ بِالَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ وَتَجۡعَلُوۡنَ لَہٗۤ اَنۡدَادًا ؕ ذٰلِکَ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۚ﴿۹﴾

وَ جَعَلَ فِیۡہَا رَوَاسِیَ مِنۡ فَوۡقِہَا وَ بٰرَکَ فِیۡہَا وَ قَدَّرَ فِیۡہَاۤ اَقۡوَاتَہَا فِیۡۤ اَرۡبَعَۃِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیۡنَ ﴿۱۰﴾

بڑے مہربان نہایت مشفق اللہ کے نام سے۔

۱-حا-میم۔

۲- یہ رحمان و رحیم کی جانب سے نازل کی گئی ہے۔
۳- ایک ایسی کتاب جس کی آیتیں خوب کھول کر بیان کی گئی ہیں، وہ قرآن جو عربی زبان میں نازل ہوا ہے، ایسے لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔
۴- خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا، اکثر لوگوں نے اس سے روگردانی کی وہ سنتے ہی نہیں۔
۵- اور انھوں نے کہا ہمارے دلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے آپ ہمیں جس چیز کی طرف بلا رہے ہیں اور ہمارے کان بہرے ہو گئے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک حجاب حائل ہے آپ اپنا کام کرتے رہیے ہم اپنا کام کرتے رہیں گے۔
۶- اے نبی آپ فرما دیجیے بلاشبہ میں تو تم جیسا ایک بشر ہوں، مجھ پر وحی نازل کی جاتی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ تمھارا معبود بس خدائے واحد ہے اسی کی جانب استقامت سے رُخ کیے رہو اور اسی سے مغفرت طلب کرو وائے ہو مشرکین پر۔
۷- جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کا بھی انکار کرتے ہیں۔
۸- بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے ان کے لیے منقطع نہ ہونے والا اجر ہے۔
۹- فرما دیجیے کیا تم اس ہستی کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا اور تم کسی کو اللہ کا ہمسر قرار دیتے ہو وہ تو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔
۱۰- اس نے زمین کو خلق فرمانے کے بعد اس کے اوپر پہاڑ جما دیے اور اس میں برکتیں رکھ دیں اور چار دنوں کے اندر اس میں ہر ایک کی طلب و ضرورت کے مطابق سامانِ معیشت کا بندوبست کر دیا۔

۱- حٰمٓ-
حا۔ میم
۲- تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-
یہ رحمان و رحیم کی جانب سے نازل کی گئی ہے۔
۳- كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ-
ایک ایسی کتاب جس کی آیتیں خوب کھول کر بیان کی گئی ہیں۔
تفسیر قمی میں ہے یعنی ان آیتوں کے ذریعے واضح کیا ہے حلال، حرام، احکام اور سنتوں کو۔[۱]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۱

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ-

وہ قرآن جو عربی زبان میں نازل ہوا ہے ایسے لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔

۴-بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا-

خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ مومنین کو خوش خبری دیتا ہے اور ظالمین کو ڈراتا ہے۔

فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ-

اکثر لوگوں نے اس سے روگردانی کی۔

یعنی اس میں تدبر نہیں کیا اور اسے قبول نہیں کیا۔

فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ-

وہ سنتے نہیں ہیں۔

ایسا سننا جس میں غور وفکر ہو اور اطاعت کا پہلو نظر آرہا ہو۔

۵-وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ -

اور انھوں نے کہا ہمارے دلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے آپ ہمیں جس چیز کی طرف بلا رہے ہیں اَكِنَّةٍ یعنی ان پر پردہ چڑھا ہوا ہے۔

وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ- اور ہمارے کان بہرے ہوگئے ہیں۔

وَقْرٌ کے معنیٰ میں صَمَمٌ- بہرا ہونا اور اس کی اصل ''ثقل'' یعنی بھاری پن اور بوجھل ہونا ہے۔

وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ-

اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک حجاب حائل ہے۔

جو ہمیں ملنے سے روکتا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی آپ ہمیں اس چیز کی طرف بلاتے ہیں جسے ہم سمجھتے ہیں اور وہ بات ہماری عقل میں نہیں آتی۔[۱]

کہا گیا ہے کہ یہ سب تمثیلات ہیں اے نبی آپ جس طرف انھیں دعوت دے رہے ہیں ان کے قلوب اس کے ادراک سے قاصر ہیں اور ان کے اعتقادات اور ان کی سماعتیں اس بات کو پسند نہیں کرتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مواصلت اور موافقت میں رکاوٹیں بن گئیں ہیں۔[۲]

فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ- آپ اپنا کام کرتے رہیں ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۱ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۴۴

یعنی آپ اپنے دین پر رہیں ہم اپنے دین پر رہیں گے۔

۶-قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ-

اے نبی آپ فرما دیجیے بلاشبہ میں تو تم جیسا ایک بشر ہوں، مجھ پر وحی نازل کی جاتی ہے۔

اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ- اس میں کوئی شک نہیں کہ تمھارا معبود بس خدائے واحد ہے۔

میں کوئی فرشتہ نہیں ہوں اور نہ ہی میرا تعلق جنوں سے ہے جس تک تمھاری رسائی ممکن نہیں اور نہ ہی میں تم لوگوں کو ایسی چیز کی دعوت دے رہا ہوں جسے عقول اور سماعتیں قبول نہیں کرتے بلکہ میں تو تمھیں توحید اور عمل میں استقامت کی طرف بلا رہا ہوں۔

فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ-

اسی کی جانب استقامت سے رُخ کیے رہو اور اسی سے مغفرت طلب کرو۔ اپنے تمام کاموں میں اسی اللہ کی جانب متوجہ رہو اور تم جس بات پر باقی ہو اسی سے مغفرت طلب کرو۔

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ- وائے ہو مشرکین پر۔

ان کی جہالت کی زیادتی کے سبب اور اللہ سے استخفاف (ہلکا سمجھنا) کے باعث۔

۷-الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ - جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔

اس لیے کہ وہ بخیل ہیں اور مخلوقات پر ان کی مہربانیاں اور شفقتیں نہیں ہیں۔

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ- اور وہ آخرت کا بھی انکار کرتے ہیں۔

۸-اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ-

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجالائے ان کے لیے منقطع نہ ہونے والا اجر ہے۔

مَمْنُوْنٍ کے معنیٰ ہیں لَا يُمَنُّ بِهٖ عَلَيْهِمْ اس کے ذریعے ان پر احسان نہیں کیا جاسکتا۔

۹-قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ-

فرما دیجیے کیا تم اس ہستی کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا۔

وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ-

اور تم کسی کو اللہ کا ہمسر قرار دیتے ہو وہ تو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۱۰-وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا-

(اس نے زمین کو خلق فرمانے کے بعد) اس کے اوپر پہاڑ جما دیے اور اس میں برکتیں رکھ دیں یعنی اس زمین کی خیر و برکت کو بڑھا دیا۔

وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ-

اور چار دنوں کے اندر اس میں ہر ایک کی طلب وضرورت کے مطابق سامانِ معیشت کا بندوبست کر دیا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ''یَوْمَیْن'' کا مفہوم ہے ''وَقْتین'' دو وقت ابتدائے خلقت اور تکمیل خلقت اور فرمایا: وبارك فيها وقدّر فيها اقواتها اس نے زمین میں برکتیں رکھ دیں اور ہر ایک کی ضرورت اور طلب کے مطابق سامان معیشت رکھ دیا جو ہمیشہ رہنے والا اور باقی رہنے والا ہے فی اربعة ایّام چار دنوں یعنی چار وقتوں میں اور یہ وہ اوقات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ دنیا والوں کی روزی کو زمین سے برآمد کرتا ہے خواہ ان کا تعلق انسانوں سے ہو یا چوپایوں سے پرندوں سے یا حشرات الارض سے اور اللہ تعالیٰ نے خشکی اور تری میں جو کچھ پیدا کیا ہے از روئے پھل، نباتات، درخت اور وہ کچھ جس میں تمام جانوروں کا معاش موجود ہے اور وہ اوقات موسم بہار، موسم گرما، موسم خزاں اور موسم سرما ہیں۔

سردیوں کے موسم میں اللہ تعالیٰ ہوائیں، بارشیں اور تری اور شبنم کو آسمان سے نازل فرماتا ہے تو زمین اور درخت باردار ہوجاتے ہیں اور وہ موسم سرما ہے اس کے بعد بہار کا موسم آتا ہے اور وہ وقت معتدل ہوتا ہے گرم و سرد اس موسم میں درختوں میں پھل لگتے ہیں اور زمین اپنے نباتات نکالتی ہے پھر وہ سبز ہوکر کمزور ہوجاتا ہے پھر موسم گرما آتا ہے اور وہ گرم ہوتا ہے پھل اس موسم میں پکتے ہیں اور وہ دانے سخت ہوجاتے ہیں جن پر تمام دنیا کی روزی اور تمام حیوانات کی روزی کا انحصار ہے۔

پھر اس کے بعد موسم خزاں آتا ہے وہ ان پھلوں اور دانوں کو خوش بودار بناتا اور ٹھنڈا کر دیتا ہے اور اگر وقت ہمیشہ ایک جیسا رہتا تو زمین سے نباتات نہ اُگتی اس لیے کہ اگر وقت ہمیشہ بہار کا ہوتا تو پھل کبھی نہ پکتے اور دانے کبھی اپنی منزل کو نہ پہنچتے اور اگر موسم ہر وقت گرم رہتا تو زمین کی ہر چیز جل جاتی اور جانوروں کے لیے روزی اور معاش نہ ہوتا اور ہر وقت خزاں کا موسم ہوتا اور ان اوقات میں سے کچھ پہلے نہ ہوتا تو پھر کوئی شے نہ ہوتی جس سے دنیا کے لیے روزی مہیا ہو۔

لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان روزیوں کو چار اوقات میں قرار دیا ہے موسم سرما، موسم بہار، موسم گرما اور موسم خزاں اور اسی سے دنیا قائم استوار اور باقی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان اوقات کو ''ایّامًا للسّائلین'' یعنی محتاجوں کا دن قرار دیا اس لیے کہ ہر محتاج سوالی ہے اور کائنات میں مخلوقاتِ خدا میں ایسے بھی ہیں جو سوال نہیں کرتے اور سوال پر قدرت نہیں رکھتے حیوانات میں سے اکثریت ایسی ہے وہ درحقیقت سوالی ہیں اگرچہ وہ سوال نہیں کرتے۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ وہ زبانِ حال سے سوال کرتے ہیں اور وہ زبان زیادہ فصیح اور زیادہ بلیغ ہے اس زبان سے جو گویا ہوتی ہے۔

اور سورۃ اعراف کی آیات ۵۴ کے ذیل میں اس آیت کی تفسیر بیان کی جا چکی ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۲

ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ﴿۱۱﴾

فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِىْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰى فِىْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖۗ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ؕ ﴿۱۳﴾

اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾

۱۱- پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت دھنواں تھا تو اس نے اُسے اور زمین کو حکم دیا کہ خوشی خوشی یا بکراہت ہماری طرف آؤ ان دونوں نے کہا ہم فرماں بردار بن کر تیرے حضور آ گئے۔

۱۲-تو پھر اللہ نے دو دنوں میں سات آسمان بنا دیے اور ہر آسمان پر اس کا قانون وحی کر کے بتا دیا اور ہم نے دنیاوی آسمان کو چراغوں سے آراستہ کر دیا اور محفوظ بنا دیا یہ عزیز وعلیم اللہ کا بندوبست ہے۔

۱۳- اگر اس کے باوجود بھی کفّار روگردانی کریں تو فرما دیجیے کہ میں تم کو ایسے اچانک آجانے والے عذاب سے ڈراتا ہوں جیسا عاد وثمود پر نازل ہوا تھا۔

۱۴- جب ان کی طرف مرسلین آگے اور پیچھے ہر طرف سے آئے اور انھیں سمجھایا کہ خبردار اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا انھوں نے جواب دیا اگر ہمارا رب چاہتا تو ہم پر فرشتے نازل کر دیتا آپ کو جو کچھ دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

۱۵- جہاں تک عاد کا تعلق ہے تو وہ زمین میں ناحق گھمنڈ کرنے لگے اور انھوں نے کہا ہم سے بڑھ کر کون طاقت ور ہے کیا انھوں نے غور نہیں کیا کہ جس اللہ نے انھیں پیدا کیا ہے وہ ان سے کہیں زیادہ قوت رکھتا

ہے اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے۔

۱۱-ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَ ھِیَ دُخَانٌ-

پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت دھنواں تھا۔

اسْتَوٰٓی کے معنیٰ ہیں قصد کیا، ارادہ کیا اس کی طرف متوجہ ہوا عرب کا قول ہے اِسْتَوٰی اِلٰی مکانِ کذا جب وہ اس کی طرف ایسا متوجہ ہو کہ دوسری جانب رُخ نہ کرے اور لفظ ''ثُمَّ'' دونوں کی تخلیق میں فرق کے لیے لایا گیا ہے مدت میں تراخی (بعد میں آنے والا) کے لیے نہیں ہے اس لیے کہ آسمان کی تخلیق سے قبل کوئی مدت نہ تھی۔ دُخَانٌ کے معنیٰ ہیں ظُلمانی یعنی تاریک اندھیرے میں۔

فَقَالَ لَھَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا-

تو اس نے اُسے اور زمین کو حکم دیا کہ خوشی خوشی یا بکراہت ہماری طرف آؤ۔

تمھاری مرضی سے ہو یا تم انکار کر رہے ہو۔

قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآ ئِعِیْنَ-

ان دونوں یعنی آسمان اور زمین نے کہا ہم فرماں بردار بن کر تیرے حضور آ گئے۔

طَآ ئِعِیْنَ کے معنیٰ میں مطیع و منقاد ہو کر ان دونوں میں تاثیر قدرت کی تمثیل ہے اور فی نفسہ آسمان و زمین کا اثرات کو قبول کرنا ہے مُطَاع (جس کی اطاعت کی جائے) کے حکم اور مُطیع (اطاعت کرنے والا) کی قبولیت و اطاعت پر جیسے اللہ کا قول ہے: کُنْ فَیَکُوْنُ (یٰس ۸۲) یا یہ ایک باطنی گفتگو ہے جس میں نہ حرف ہیں اور نہ ہی آواز۔

تفسیر قمی میں ہے کہ امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے گفتگو کی جن کا تعلق نہ انسانوں سے تھا اور نہ ہی جنوں سے پھر کس سے تھا؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا آسمانوں اور زمین سے جیسے اس کا قول ہے: ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا ؕ قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآ ئِعِیْنَ۔ (۱)

۱۲-فَقَضٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ-

پھر اللہ نے دو دنوں میں سات آسمان بنا دیے۔

قَضٰاھن کا مفہوم ہے خلقھن خلقًا ابداعیًا انھیں ازسرِ نو زیورِ تخلیق سے آراستہ کیا

فِیْ یَوْمَیْنِ کی تفسیر، تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد دو وقت ہیں آغاز اور انجام۔ (۲)

وَ اَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَھَا- اور ہر آسمان پر اس کا قانون وحی کر کے بتا دیا۔

اَمْرَھَا کا مفہوم ہے ''شانھا'' اس کے اہم معاملات اور جو کچھ اسے انجام دینا ہے یعنی اس نے اس

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۳ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۳

معاملے کو اختیاری طور سے اٹھایا ہے یا فطری اعتبار سے اور کہا گیا ہے کہ اوحی الی اھلھا باوامرہ کہ ساکنین سماء پر ان کے اوامر کو بذریعہ وحی بتلا دیا۔ ۱

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ وحی تقدیر اور تدبیر سے متعلق تھی۔ ۲

وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ-

اور ہم نے دنیاوی آسمانوں کو چراغوں سے زینت دی ہے۔

مَصَابِیْحَ سے مراد ہے نجوم یعنی ستارے۔

وَحِفْظًا- اور محفوظ بنا دیا۔

اس شیطان سے جو چوری چھپے بلند ہونا چاہتا ہے اور تمام آفات سے محفوظ کر دیا۔

کتاب اکمال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے۔

اَلنُّجُوْمُ اَمَانٌ لِاَھْلِ السَّمَاءِ، فَاِذا ذھَبَتِ النُّجومُ ذَھَبَ اھلُ السَّمَاءِ وَاَھْلُ بَیْتِی اَمَانٌ لِاَھْلِ الْاَرْضِ، فَاِذَا ذھَبَ اَھْلُ بَیْتِی ذَھَبَ اَھْلُ الْاَرْضِ ستارے آسمان والوں کے لیے امان ہیں لہٰذا جب ستارے چلے جائیں گے تو آسمان والے بھی رخصت ہوجائیں گے اور میرے اہل بیت زمین کے ساکنین کے لیے امان ہیں اگر میرے اہل بیت چلے گئے تو زمین کے باشندے جاتے رہیں گے۔ ۳

ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ- یہ عزیز وعلیم اللہ کا بندوبست ہے۔

وہ اللہ جو قدرت اور علم میں سب سے بڑھ کر ہے۔

۱۳-فَاِنْ اَعْرَضُوْا- پس اگر اس کے بعد بھی کفار روگردانی کریں

اس بیان کے بعد ایمان سے روگردانی کریں

تفسیر قمی میں ہے کہ اعراض کرنے والوں کا تعلق قریش سے تھا اور یہ جملہ معطوف ہے اللہ کے قول:

فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ (فصلت ۴) ۴ پر۔

فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ-

(اگر اس کے بعد بھی کفار روگردانی کریں) تو فرما دیجیے کہ میں تم کو ایسے اچانک آجانے والے عذاب سے ڈراتا ہوں جیسا عاد وثمود پر نازل ہوا تھا۔

۱۴-اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ-

جب اُن کی طرف مُرسلین آگے اور پیچھے ہر طرف سے آئے۔

---

(۱) انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۴۵ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۳

(۳) اکمال الدین واتمام النعمہ ص ۲۰۵ ح ۱۹ اب ۲۱ (۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۳

یعنی ان کے اطراف و جوانب میں ہر طرف سے اور ہر جہت سے ان کے لیے کوشاں رہے یا دنیاوی سمت سے ڈراتے رہے کہ وہاں کفار کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا اور دوسری طرف آخرت کے اعتبار سے ڈرایا کہ ان کے لیے کیا کچھ مہیا کیا جاچکا ہے یا وہ لوگ مراد ہیں جن کی طرف مرسلین کو بھیجا گیا اور وہ لوگ جنھیں پہلے بھیجا گیا تھا۔

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ-

(اور انھیں سمجھایا) کہ خبردار اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا۔

قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً-

انھوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارا رب چاہتا تو ہم پر فرشتے نازل کر دیتا۔

یعنی اگر اللہ رسولوں کو بھیجنا چاہتا تو فرشتوں کو اپنی رسالت دے کر بھیج دیتا۔

فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ-

آپ کو جو کچھ دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرتے ہیں

یعنی آپ کے خیال کے مطابق آپ کو جو کچھ دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرتے ہیں اس لیے کہ آپ ہم جیسے بشر ہیں آپ کو ہم پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔

۱۵-فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ-

جہاں تک عاد کا تعلق ہے تو وہ زمین میں ناحق گھمنڈ کرنے لگے

وہ لوگ باشندگان ارض پر بلاوجہ اپنی برتری اور عظمت ثابت کر رہے تھے جس کا انھیں کوئی حق نہیں ہے۔

وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً-

اور انھوں نے کہا کہ ہم سے بڑھ کر کون طاقت ور ہے۔

انھوں نے اپنی طاقت وقوت اور شان وشوکت پر گھمنڈ کیا کہا گیا ہے کہ ان کی طاقت ایسی تھی کہ ان میں اگر کوئی شخص چٹان اکھیڑنا چاہتا تو پھر اپنے ہاتھوں سے اُسے اکھاڑتا۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً-

کیا انھوں نے غور نہیں کیا کہ جس اللہ نے انھیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوت رکھتا ہے۔

قُوَّةً کے معنیٰ ہیں قُدْرَةً یعنی وہ قدرت رکھتا ہے۔

وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ-

اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے۔

یہ جانتے ہیں کہ یہی حق ہے اور ان آیات کا انکار کرتے ہیں۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝۱۶

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۱۷ۚ

وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝۱۸ۧ

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَاۗءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝۱۹

حَتّٰٓى اِذَا مَا جَاۗءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲۰

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۭ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۲۱

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۲۲

وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۲۳

۱۶–تو ہم نے ان کی طرف چند منحوس دنوں میں تیز و تند ہوا بھیج دی تا کہ ہم انھیں رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھائیں اس دنیاوی زندگی میں اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ رسوا کن ہوگا اور وہاں اُن کی کوئی مدد بھی نہیں کی جائے گی۔

۱۷–لیکن قوم ثمود کی ہم نے ہدایت کی تو انھوں نے گم راہی کو ہدایت کے مقابل میں زیادہ پسند کیا آخر کار ان کے کرتوت کی وجہ سے ذلت آمیز ہولناک عذاب نے انھیں پکڑ لیا۔

۱۸–اور ہم نے ایمان لانے والوں کو نجات دے دی اور وہ لوگ متقی بھی تھے۔

۱۹– اور جس روز دشمنانِ خدا کو دوزخ کی طرف لانے کے لیے گھیرا جائے گا اور ان کی درجہ بندی کی جائے گی۔

۲۰– یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچ جائیں گے تو ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے خلاف گواہی دیں گی کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔

۲۱– وہ لوگ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ جواب دیں گی ہمیں اسی خدا نے قوت گویائی عطا کی جس نے ہر شے کو گویا کیا ہے اسی نے تمھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جارہے ہو۔

۲۲– اور تم گناہ کرتے وقت یہ سوچ کر پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمھارے کان اور تمھاری آنکھیں اور تمھاری کھالیں تمھارے خلاف گواہی دیں گی بلکہ تم تو یہ سمجھ رہے تھے کہ تمھارے بیشتر اعمال سے اللہ بھی بے خبر ہے۔

۲۳–تمھارے اسی گمان نے جو تم نے اپنے رب کے بارے میں کیا تھا تمھیں ہلاک کر ڈالا اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگئے۔

۱۶–فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ–

تو ہم نے ان کی طرف چند منحوس دنوں میں تیز و تند ہوا بھیج دی۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے ''صَرْ صَرْ'' سے مراد ہے ٹھنڈی ہوا۔(۱)

فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ یعنی میاشیم میشوم کی جمع یعنی منحوس، نا مبارک۔

لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا–

تا کہ ہم انھیں رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھائیں دنیاوی زندگی میں۔

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى–

اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ رسوا کن ہوگا۔

وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ–

اور وہاں ان کی کوئی مدد بھی نہیں کی جائے گی۔ ان سے عذاب کو دور کر کے۔

۱۷–وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ–

لیکن قوم ثمود کی ہم نے ہدایت کی۔

ہم نے حق کی جانب ان کی رہنمائی کی، حجتیں اور دلائل مقرر کر کے اور رسولوں کو بھیج کر۔

فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى– تو انھوں نے گم راہی کو ہدایت کے مقابل میں زیادہ پسند کیا۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۳

یعنی انھوں نے گم راہی کو ہدایت پر ترجیح دی اور اسے پسند کر دیا۔

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وَعَرَّفْنَاهُمْ اور ہم نے انھیں پہنچوایا فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى تو انھوں نے ہدایت کے مقابلے میں گم راہی کو اختیار کرلیا دراں حالے کہ وہ پہچان رہے تھے۔[۱]

کتاب اعتقادات میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے اطاعتوں کا واجب ہونا اور نافرمانیوں کا حرام ہونا مراد ہے دراں حالے کہ وہ یہ جانتے ہیں۔[۲]

فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ-

آخر کار ان کے کرتوت کی وجہ سے ذلّت آمیز، ہول ناک عذاب نے انھیں پکڑ لیا۔

۱۸-وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ-

اور ہم نے ایمان لانے والوں کو نجات دے دی اور وہ لوگ متقی بھی تھے۔

۱۹-وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ-

اور جس روز دشمنانِ خدا کو دوزخ کی طرف لانے کے لیے گھیرا جائے گا اور ان کی درجہ بندی کی جائے گی۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ''يُوْزَعُوْنَ'' کا مفہوم ہے کہ وہ ہر گوشے سے آئیں گے۔[۳]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان کے اوّل کو ان کے آخر تک روک لیا جائے گا تا کہ وہ ایک دوسرے سے ملحق ہوجائیں۔[۴]

۲۰-حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا- یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچ جائیں گے۔

جَآءُوْهَا کا مفہوم ہے حَضَرُوهَا وہاں موجود ہوں گے۔

اور لفظ ''مَا'' مزید تاکید کے لیے لایا گیا ہے تا کہ گواہی کو حضور سے متصل کر دیا جائے۔

شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ-

تو ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے خلاف گواہی دیں گی کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔

اس طرح کہ اللہ انھیں قوت گویائی عطا کر دے گا۔

۲۱-وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا-

وہ لوگ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟

---

(۱) التوحید ص ۴۱۱ ح ۴ باب ۶۴
(۲) الاعتقادات فی دین الامامیہ ص ۱۷ باب ۸
(۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۴
(۴) مجمع البیان ج ۹ ۱۷ ص ۹

قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ۔

وہ جواب دیں گی ہمیں اسی خدا نے قوت گویائی عطا کی جس نے ہر شے کو گویا کیا۔

وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ اسی نے تمھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جارہے ہو۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت ایسی قوم کے بارے میں نازل ہوئی کہ جن کے سامنے اُن کے اعمال پیش کیے گئے تو انھوں نے ان اعمال کو بجا لانے کا انکار کردیا وہ یہ کہیں گے ہم نے ان میں سے کچھ بھی نہیں کیا ہے تو وہ فرشتے گواہی دیں گے جنھوں نے ان کے اعمال کو تحریر کیا تھا۔[۱]

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا وہ اللہ سے کہیں گے اے پروردگار یہ تیرے فرشتے ہیں جو تیرے لیے گواہی دے رہے ہیں پھر وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ انھوں نے ان اعمال میں سے کچھ بھی نہیں کیا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ (المجادلۃ ۱۸)

جس دن اللہ ان سب کو دوبارہ اٹھائے گا تو وہ اس کے سامنے قسمیں کھائیں گے جیسے تمھارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں پر مہر لگا دے گا اور ان کے اعضاء و جوارح کو قوت گویائی عطا کردے گا تو کان گواہی دیں گے ان چیزوں کی سماعت کے بارے میں جنھیں اللہ نے حرام قرار دیا تھا اور آنکھیں گواہی دیں گی ان چیزوں پر نظر کرنے کے بارے میں اللہ نے جن کے دیکھنے کو حرام کیا تھا اور ہاتھ گواہی دیں گے جو کچھ انھوں نے اس سے اٹھایا تھا اور پاؤں گواہی دیں گے اللہ تعالیٰ نے جنھیں حرام قرار دیا تھا وہاں تک چل کر گیا تھا اور شرم گاہ گواہی دے گی اللہ نے جسے حرام کیا تھا اس کا ارتکاب کیا تھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں کو قوت گویائی عطا کرے گا تو وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ الآیہ،[۲]

۲۲– وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ۔ اور تم یہ سوچ کر پردہ نہیں کرتے تھے

تم گناہ کرتے وقت یہ سوچ کر اللہ سے پردہ نہیں کرتے تھے۔

اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ۔

کہ تمھارے کان تمھاری آنکھیں اور تمھاری کھالیں تمھارے خلاف گواہی دیں گی۔

فرمایا جُلُوْدُ سے مراد فرُوج ''(شرم گاہیں)'' ہیں۔[۳]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے آپ نے فرمایا جُلُوْدُ سے مراد فروج (شرم گاہیں) اور افخاذ (رانیں) ہیں۔[۴]

کتاب فقیہ میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جُلُوْدُ سے مراد فروج (شرم گاہیں) ہیں۔[۵]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۴ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۶۴ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۴

(۴) الکافی ج ۲ ص ۳۶ ح ۱ (۵) من لایحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۳۸۱ ح ۱۶۲۷

وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ-

بلکہ تم تو یہ سمجھ رہے تھے کہ تمھارے بیشتر اعمال سے اللہ بھی بے خبر ہے۔

اسی وجہ سے تم نے جو کچھ کیا تمھیں اس کی جرأت ہوئی۔

اور کہا گیا آیت کا مفہوم ہے کہ تم رسوائی کے ڈر سے برائیوں کا ارتکاب کرتے وقت لوگوں کی نگاہوں سے اپنے عمل کو مخفی رکھتے تھے اور تمھارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ تمھارے اعضاء و جوارح تمھارے خلاف گواہی دیں گے لہٰذا تم نے اُن سے پوشیدہ نہ رکھا۔[۱]

اور کہا گیا ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم گناہوں کو اس ڈر سے نہیں چھوڑتے تھے کہ تمھارے اعضاء و جوارح تمھارے خلاف گواہی دیں گے تمھیں تو اس بارے میں کوئی گمان بھی نہیں تھا البتہ تم یہ سمجھ رہے تھے کہ تم جو عمل کرتے ہو ان میں سے اللہ کو کوئی زیادہ علم نہیں اس لیے کہ تم اللہ کے بارے میں جہالت میں گرفتار تھے تو اس طرح گناہوں کا ارتکاب تمھارے لیے آسان ہو گیا۔[۲]

۲۳-وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ-

اور تمھارے اسی گمان نے جو تم نے اپنے رب کے بارے میں کیا تھا تمھیں ہلاک کر ڈالا اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔

اس لیے کہ انھوں نے جو کچھ سعادتِ دارین کے لیے خرچ کیا تھا وہ دونوں منزلوں کے لیے بدبختی کا باعث بن گیا۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ آخری بندہ جس کے لیے جہنم میں جانے کا حکم دیا جائے گا جب اسے حکم دیا جائے گا اور وہ متوجہ ہوگا تو جبّار جل جلالہ حکم دے گا اسے پلٹا کر لاؤ فرشتے اسے پلٹا کر لائیں گے اللہ ارشاد فرمائے گا تم میری طرف کیوں متوجہ ہوئے تھے وہ کہے گا پروردگارا میرا تیرے بارے میں یہ گمان نہ تھا اللہ فرمائے گا پھر کیا گمان تھا وہ کہے گا پروردگارا! میرا گمان یہ تھا کہ تو میرے گناہوں کی مغفرت فرمائے گا اور اپنی جنت میں مجھے ٹھہرا دے گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا تو اس وقت جبّار یہ حکم دے گا اے میرے فرشتو! مجھے اپنے عزّت و جلال کی قسم اور اپنی نعمتوں اور بلندی اور ارتفاع منزلت کی قسم کے میرے اس بندے نے ایک ساعت بھی میرے بارے میں خیر کا گمان نہیں کیا تھا اور اگر وہ ایک ساعت بھی میرے بارے میں خیر کا گمان کرتا تو کبھی بھی اسے جہنم میں نہ بھیجتا اس کے کذب سے درگزر کرو اور اسے جنت میں داخل کر دو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی کوئی بندہ اللہ کے لیے اچھا گمان کرتا ہے اللہ اس کے ظن کے وقت اس کے پاس ہوتا ہے اور یہ اللہ کے قول سے ثابت ہے۔

ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ-[۳]

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۴۷ (۲) طبرسی مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۰ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۴

فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾
وَ قَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ
عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ
كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع ۳ ۱۷ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا
فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ
وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ
لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَ قَالَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا
تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ
اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا
بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

۲۴– اب اگر وہ برداشت کرلیں تب بھی جہنم ان کا ٹھکانا ہوگی اور اگر معذرت کرنا چاہیں تو پھر بھی انھیں کوئی موقع فراہم نہ کیا جائے گا۔

۲۵– اور ہم نے ان پر کچھ ایسے رفقاء مسلّط کردیے تھے جو ان کے آگے اور پیچھے ہر چیز کو خوش نما بنا کر انھیں دکھا رہے تھے آخرکار اُن پر وہی فیصلہ ثابت ہوکر رہا جو ان سے پہلے گزرے ہوئے جنوں اور انسانوں کے گروہ پر ثابت ہوچکا تھا یہ سب کے سب نقصان اٹھانے والوں میں تھے۔

۲۶– اور کافروں نے یہ کہا کہ خبردار اس قرآن کو مت سنو اور جب سنایا جائے تو اس میں خلل پیدا کرو تاکہ تم غالب آجاؤ۔ ۲۷– یقیناً ضرور بالضرور ہم کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور ان کی بدترین حرکات کا پورا پورا بدلہ انھیں دیں گے۔ ۲۸– یہ آگ ہی دشمنان خدا کی جزا ہے اسی میں ان کا دائمی گھر ہوگا جو بطورِ جزا اس لیے دی جائے گی کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے۔

۲۹– اور کافروں نے کہا اے پروردگار تو ذرا ان جنوں اور انسانوں کو ہمیں دکھلا دے جنھوں نے ہمیں گمراہ

کیا تھا ہم انھیں اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں گے تا کہ وہ اچھی طرح ذلیل وخوار ہوں۔

۳۰- بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس بات پر ثابت قدم رہے تو ان پر فرشتے نازل ہوکر یہ کہتے ہیں نہ ڈرواور نہ غم کرو البتہ جنت کی اس بشارت سے خوش ہوجاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاچکا ہے۔

۲۴-فَاِنْ یَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًی لَّهُمْ-

اب اگر وہ برداشت کرلیں تب بھی جہنم ان کا ٹھکانا ہوگی

وہاں سے انھیں چھٹکارا نہیں ملے گا۔

وَ اِنْ یَّسْتَعْتِبُوْا -

اور اگر وہ معذرت کرنا چاہیں

العُتبیٰ کے معنیٰ ہیں جس چیز کو وہ چاہتے ہیں اس کی طرف پلٹ کر آنا۔

فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِیْنَ-

تو پھر بھی انھیں واپسی کا کوئی موقع فراہم نہیں کیا جائے گا۔

یعنی انھیں اس کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا ان کی معذرت قبول نہیں کی جائے گی اور اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے بطور حکایت: اَجَزِعْنَاۤ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ (ابراہیم ۲۱)

خواہ ہم روئیں پیٹیں یا صبر کریں ہمارے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔

۲۵-وَ قَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ-

اور ہم نے اُن پر کچھ ایسے رفقاء مسلّط کردیے تھے۔

تفسیر قمیؒ میں ہے یعنی شیاطین کو مسلّط کردیا تھا جن کا تعلق جنوں اور انسانوں دونوں سے تھا۔[۱]

فَزَیَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ-

جو ان کے آگے اور پیچھے ہر چیز کو خوش نما بنا کر انھیں دکھا رہے تھے۔

مَّا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ سے مراد دنیاوی معاملات اور خواہشات کی پیروی

اور وَ مَا خَلْفَهُمْ سے مراد آخرت کے معاملات اور اس کا انکار کرنا ہے۔

وَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ-

آخر کار ان پر وہی فیصلہ ثابت ہوکر رہا جو ان سے پہلے گزرے ہوئے جنوں اور انسانوں کے گروہ پر ثابت

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۵

ہو چکا تھا۔

اَلْقَوْلُ سے مراد ہے۔ عذاب کا حکم، عذاب کا فیصلہ

فِیْٓ اُمَمٍ تمام امتوں کے لیے۔

جو ان جیسے اعمال بجالاتے تھے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ۔

یہ سب کے سب نقصان اٹھانے والوں میں سے تھے۔

۲۶-وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ۔

اور کافروں نے یہ کہا خبردار اس قرآن کو مت سنو اور جب سنایا جائے تو اس میں خلل پیدا کرو اس کا خرافات کے ذریعے مقابلہ کرو۔

تفسیر قمی میں ہے انھوں نے قرآن کو مذاق کا نشانہ بنا دیا تھا اور اُسے لغو قرار دیا تھا۔[1]

لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ۔ تا کہ تم غالب آجاؤ۔

تم اس کی قراءت پر غالب آجاؤ اور اسے شکست دے دو۔

۲۷-فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا۔

یقیناً ضرور بالضرور ہم کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

اور ان کی بدترین حرکات کا پورا پورا بدلہ دیں گے۔

یعنی ان کے برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے۔

۲۸-ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ۔

یہ آگ ہی دشمنان خدا کی جزا ہے۔

لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ۔ اسی میں اُن کا دائمی گھر ہوگا۔

جَزَآءً بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ۔

جو بطورِ جزا اس لیے دی جائے گی کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے۔

یعنی حق کے منکر تھے۔

۲۹-وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ۔

اور کافروں نے کہا اے ہمارے پروردگار تو ذرا ان جنوں اور انسانوں کو ہمیں دکھلا دے جنھوں نے ہمیں گم

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۵

راہ کیا تھا۔

دونوں طرح کے شیطان جو گم راہی اور نافرمانی کو اٹھائے ہوئے تھے۔

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ اس سے شیطانوں میں سے ایک شیطان ابلیس کو مراد لیتے تھے اور قابیل فرزندِ آدم وہ پہلا شخص جس نے معصیت کی بنیاد ڈالی۔ ۱؎

نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا– ہم انھیں اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں گے۔

ہم ان سے انتقام لینے کے لیے انھیں پامال کردیں گے اور اپنے پیروں تلے روند ڈالیں گے۔

لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ– تا کہ وہ دونوں اچھی طرح ذلیل وخوار ہوں۔

ذلّت اور منزلت کے اعتبار سے پست ہوجائیں۔

۳۰–اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ–

بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔

اس کی ربوبیت کا اعتراف کرتے ہوئے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کر کے۔

ثُمَّ اسْتَقَامُوْا– پھر وہ اس بات پر ثابت قدم رہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ولایت علی علیہ السلام پر باقی رہے۔ ۲؎

نہج البلاغہ میں ہے

میں الٰہی وعدہ و برہان کی رو سے کلام کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بے شک وہ لوگ جنھوں نے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر وہ اس (عقیدے) پر جمے رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں اور (یہ کہتے ہیں) کہ تم خوف نہ کھاؤ اور غمگین نہ ہو تمھیں اس جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اب تمھارا قول تو یہ ہے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے تو اب اس کی کتاب اور اس کی شریعت کی راہ اور اس کی عبادت کے نیک طریقے پر جمے رہو نہ اس کے خلاف چلو اور نہ ہی کوئی نئی چیز ایجاد کرو اور نہ ہی اس کی مخالفت کرو اس لیے کہ اس راہ سے نکل بھاگنے والے قیامت کے دن اللہ کی رحمت سے جدا ہونے والے ہیں۔ ۳؎

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ– تو ان پر فرشتے نازل ہوکر یہ کہتے ہیں

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے اور قمی میں ہے یعنی مرتے وقت۔ ۴؎

اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا– نہ ڈرو اور نہ غم کرو۔

جو کچھ پہلے بھیج چکے ہو اس کا خوف نہ کرو اور جو چھوڑ کر جارہے ہو اس پر غمگین نہ ہوؤ۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۹–۱۰ ص ۱۲ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۵

(۳) نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۶ یا ۱۷۴ (اردو ترجمہ) (۴) مجمع البیان ج ۹–۱۰ ص ۱۲

نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾
نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ ع ۴/۱۸

۳۱–ہم دنیاوی زندگی میں تمھارے مُربی تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے وہاں پر تم جو چاہو گے وہ تمھیں ملے گا اور تم جس چیز کی تمنا کرو گے وہ تمھاری ہوگی۔
۳۲–یہ سامانِ ضیافت ہے بخشنے والے مشفق اللہ کی جانب سے۔

۳۱–نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا–
ہم دنیاوی زندگی میں تمھارے مربی تھے
تفسیر قمی میں ہے کہ ہم تمھیں شیاطین کے شر سے محفوظ رکھتے تھے۔(۱)

وَ فِي الْاٰخِرَةِ–
اور آخرت میں بھی رہیں گے
فرمایا کہ موت کے وقت بھی تمھارے مربی رہیں گے۔(۲)

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ–
وہاں پر تم جو چاہو وہ تمھیں ملے گا۔

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ–
اور تم جس چیز کی تمنا کرو گے وہ تمھاری ہوگی۔
تم جس چیز کو حاصل کرنے کی تمنا کرو گے یعنی طلب کرو گے۔

۳۲–نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ–
یہ سامانِ ضیافت ہے بخشنے والے مشفق اللہ کی جانب سے
کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ وہ یکے بعد دیگرے ائمہ علیہم السلام پر ثابت قدم رہے۔(۳)
تفسیر مجمع البیان میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ استقامت کیا ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا یہ خدا کی قسم وہی ہے جس پر تم لوگ ثابت قدم ہو۔(۴)

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۵
(۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۵
(۳) الکافی ج ۱ ص ۴۲ ح ۴۰
(۴) تفسیر مجمع البیان ج ۹–۱۰ ص ۱۲

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہم دنیاوی زندگی میں تمھارے سرپرست ہیں یعنی ہم دنیا میں تمھاری نگہداشت اور محافظت کریں گے اور موت کے وقت بھی اور آخرت میں بھی تمھارے محافظ ہوں گے۔[۱]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب بھی ہمارا کوئی موالی (چاہنے والا) ہمارے دشمنوں کا دشمن موت سے ہم کنار ہوتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنین علیہ السلام امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام اس کے پاس آتے ہیں اسے دیکھتے ہیں اسے بشارت دیتے ہیں اور اگر غیر موالی انھیں اس وقت دیکھ لے تو اسے برا لگے گا اور اس پر دلیل امیر المومنین علیہ السلام کا یہ قول ہے جو آپ نے حارث ہمدانی سے کہا تھا

یا حار ہمدان من یمت یرنی	من مومن او منافق قبلا[۲]
اے ہمدان کے حارث جو بھی مرے گا	وہ موت سے پہلے مجھے دیکھے گا خواہ مومن ہو یا منافق

تفسیر امام عسکری علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ کے قول: یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ سورۂ بقرہ کی آیت ۴۶ کے ذیل میں وارد ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن ہمیشہ برے انجام سے خوف زدہ رہتا ہے اور رضائے پروردگار تک رسائی کا اسے یقین نہیں ہوتا یہاں تک کہ جاں کنی کا وقت آپہنچتا ہے اور ملک الموت اس کے سامنے آجاتا ہے اس طرح کہ ملک الموت مومن کے پاس آتا ہے جب کہ وہ بیماری کی شدت میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کا سینہ بڑی تنگی میں ہوتا ہے مال ومنال کو چھوڑ کر آنے کی وجہ سے اور اس کے احوال میں اضطراب ہوتا ہے اپنے معاملات اور عیال کی فکر کے سبب اور اس کے دل میں حسرتیں باقی رہ جاتی ہیں اور اس کی آرزوئیں تکمیل کو نہیں پہنچتیں۔

ملک الموت اس سے کہتا ہے تمھیں غم کے مارے اُچھو لگا ہوا ہے تمھیں کیا ہوگیا ہے؟

تو وہ کہے گا میرے حالات نے مجھے مضطرب کر رکھا ہے اور تم نے میری آرزوئیں آکر مجھ سے چھین لی ہیں ملک الموت اس سے کہے گا کیا کوئی عاقل کھوٹے سکوں کے چلے جانے پر غمگین ہوتا ہے اور اگر دنیا کئی مرتبہ کروڑوں میں تبدیل ہوجائے تو کیا اس کے نہ رہنے پر غم زدہ ہوجاتا ہے؟

وہ کہتا ہے نہیں تو ملک الموت اس سے کہتا ہے ذرا اپنے اوپر نظر کرو تو وہ جنت کے درجات اور محلّات کو دیکھتا ہے جس کے سامنے تمام آرزوئیں ہیچ معلوم ہوتی ہیں ملک الموت اُس سے کہتا ہے یہ ہیں تمھاری رہائش گاہیں تمھاری نعمتیں، تمھارے اموال اور تمھارے اہل وعیال اور تمھارے اہل میں سے اور تمھاری ذرّیت میں سے جو بھی صالح اور نیکو کار تھا وہ سب یہاں پر تمھارے ساتھ موجود ہیں یہاں پر جو کچھ میسر ہے کیا تم اسے تبدیل کرنا چاہتے ہو تو وہ کہے گا نہیں ہرگز نہیں۔

پھر فرشتہ کہے گا دیکھو، تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام اور اُن کی پاک و پاکیزہ آل کو

---

(۱) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۳ (۲) تفسیر قمّی ج ۲ ص ۲۶۵-۲۶۶

اعلیٰ علیین میں دیکھے گا فرشتہ کہے گا تم دیکھ رہے ہو یہ تمھارے سید وسردار اور تمھارے ائمہ علیہم السلام اس مقام پر تمھارے جلیس اور تم سے مانوس ہیں تم دنیا میں جو کچھ چھوڑ کر جارہے ہو کیا تم اس سے تبدیل کرنے پر راضی ہو تو وہ کہے گا ہرگز نہیں میرے رب یہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا آیندہ آنے والی ہولناکیوں کی تمھیں کوئی فکر نہیں ہونی چاہیے تم جو ذریّت اور عیال چھوڑ کر آئے ہو ان کے بارے میں تمھیں ملول وحزین نہیں ہونا چاہیے اس کے بدلے میں یہ سب کچھ تمھارا ہے تم نے جنت میں جس کا مشاہدہ کیا ہے ''وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ'' (تمھیں جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا) یہ ہیں تمھاری رہائش گاہیں اور یہ ہیں تمھارے آقا ومولا تمھارے انیس اور تمھارے جلیس۔[۱]

کتاب بصائر میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے کہا گیا ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں خدا کی قسم فرشتے ہم پر نازل ہوتے ہیں اور ہمارے فرش پر پاؤں رکھتے ہیں کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں پڑھا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا الخ۔[۲]

کتاب خرائج میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں آیا ہے آپ نے فرمایا بخدا اکثر ہم اُن کے لیے اپنی رہائش گاہوں میں تکیے لگا دیتے ہیں اور فرمایا اور وہ ہم سے زیادہ ہمارے بچّوں پر مہربان ہوتے ہیں اور بارہا ہم ان کے روئیں جمع کر لیتے ہیں۔[۳]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں لیلۃ القدر کی حدیث کے ذیل میں فرمایا کہ ابن عباس یہ سمجھ بیٹھے کہ وہ ان لوگوں میں شامل ہیں اللہ تعالیٰ نے جن کے لیے فرمایا ہے:

''قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا'' میں نے اُن سے کہا اے ابن عباس کیا تم نے دیکھا ہے کہ فرشتوں نے تمھیں دنیا اور آخرت میں نگرانی کی ضمانت دی ہو کہ تم خوف اور حزن سے امن میں رہو گے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ابن عباس نے کہا اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے: اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَۃٌ (الحجرات ۱۰) (یقیناً مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں)

اس میں تمام امّت داخل ہوجاتی ہے میں یہ سن کر ہنس دیا اور میں نے کہا اے ابن عباس تم نے سچ کہا۔[۴]

---

(۱) تفسیر امام عسکری علیہ السلام ص ۲۳۹ (۲) بصائر الدرجات ص ۱۱۱ ح ۳
(۳) الخرائج والجرائح ج ۲ ص ۸۵۰-۸۵۱ ح ۶۵ (۴) الکافی ج ۱ ص ۲۴۷ ح ۲

وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ
الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۳۳﴾ وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ
فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا
الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۳۵﴾ وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ
الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۶﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَ
النَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ
الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ
رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَ هُمْ لَا یَسْـَٔمُوْنَ ﴿۳۸﴾ السجدۃ ۱۱ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ
تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ
الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۹﴾

۳۳- اور اس شخص کی بات سے بہتر اور کس کی بات ہوسکتی ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا صالح عمل انجام دیا اور کہا بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

۳۴- اے نبی نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں، بدی کا دفاع اُس بات سے کیجیے جو احسن ہو آپ دیکھیں گے کہ آپ کے ساتھ جس کی عداوت تھی گویا کہ وہ جگری دوست بن گیا ہے۔

۳۵- اور یہ خوبی صرف صبر کرنے والوں کو میسر آتی ہے اور یہ مقام بڑے نصیب والوں کو ملتا ہے۔

۳۶- اگر شیطان آپ کے دل میں کوئی وسوسہ ڈالنا چاہے تو آپ اللہ سے پناہ طلب کیجیے یقیناً وہ ہر بات کا سننے والا اور ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

۳۷- اور اس کی نشانیوں میں سے رات، دن، سورج اور چاند ہیں، تم سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو صرف اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انھیں پیدا کیا ہے اگر تم واقعی اسی کی عبادت کرنے والے ہو۔

۳۸- لیکن اگر یہ لوگ استکبار کریں تو کوئی بات نہیں، جو فرشتے آپ کے رب کے نزدیک مقرّب ہیں وہ رات دن اس کی تسبیح کر رہے ہیں اور وہ تھکتے ہی نہیں۔

۳۹–اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم دیکھو گے کہ زمین خشک اور بنجر پڑی ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو یکا یک وہ لہلہانے اور پھلنے پھولنے لگتی ہے بے شک جس ہستی نے اس زمین کو زندگی بخشی ہے وہی مُردوں کو حیات عطا کرے گا بے شک وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۳۳–وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ–

اور اس شخص کی بات سے بہتر اور کس کی بات ہوسکتی ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا

یعنی اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دی۔

وَ عَمِلَ صَالِحًا–

اور صالح عمل انجام دیا۔

جو اس کا معاملہ خود سے اور اپنے رب سے تھا اسے صالح طور سے انجام دیا۔

وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ–

اور اس نے کہا بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی۔[۱]

۳۴–وَ لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّيِّئَةُ–

اے نبی نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔

جزا میں اور بہترین انجام کے لحاظ سے اور دوسری مرتبہ ''لا'' مزید تاکید کے لیے لایا گیا ہے تاکہ نفی میں تاکید ہو۔

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ–

بدی کا دفاع اُس بات سے کیجیے جو احسن ہو۔

اگر برائی آپ کے سامنے آجائے تو زیادہ احسن طریقے سے آپ اسے خود سے دور کردیں اور اس سے مراد حَسَنَۃ ہے احسن سے مطلقاً زائد مُراد ہے یا حسنات میں سے جو بھی زیادہ احسن طریقہ ہو اس سے دفاع کیا جائے۔

فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ–

آپ دیکھیں گے کہ آپ کی ساتھ جس کی عداوت تھی گویا کہ وہ جگری دوست بن گیا ہے

یعنی اگر آپ یہ برتاؤ کریں گے تو تکلیف دینے والا دشمن شفیق دوست بن جائے گا۔

تفسیر قمی میں ہے تم سے اگر کوئی برائی کرتا ہے تو تم اس کی برائی کا جواب اپنی بھلائی اور اچھائی سے دو یہاں تک کہ الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ (تمھارے اور جس کے درمیان عداوت تھی گویا کہ وہ جگری

---

(۱) تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۲۷۹

دوست بن گیا) [۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے اللہ تعالیٰ کے قول:

وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ کے ذیل میں فرمایا ''الحسنۃ'' سے مراد تقیہ ہے اور ''السیئۃ'' سے مراد خبر کو پھیلانا ہے

اور فرمایا: بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ سے مراد تقیّہ ہے۔ [۲]

۳۵–وَمَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا–

اور یہ خوبی صرف صبر کرنے والوں کو میسر آتی ہے۔

اور یہ خوبی میسر نہیں آتی مگر انھیں جو اپنے نفس کو انتقام سے روک کر صبر سے کام لیتے ہیں اس میں اساءۃ کا مقابلہ احسان سے ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔

کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے دنیا میں اذیت کے مقابلے میں صبر سے کام لیا۔ [۳]

وَمَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ–

اور یہ مقام بڑے نصیب والوں کو ملتا ہے

جسے خیر سے وافر حصّہ ملا ہو اور کمال نفس میسر ہو

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ اور یہ مقام اسی کو ملتا ہے جو بڑے نصیب والا ہو۔ [۴]

۳۶–وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ–

اور اگر شیطان آپ کے دل میں کوئی وسوسہ ڈالنا چاہے تو آپ اللہ سے پناہ طلب کیجیے۔

نَزْغٌ کے معنی ہیں نَخْسٌ برائی پر اکسانا۔ وسوسہ شیطانی کو اس سے تشبیہ دی ہے تو اللہ سے شر شیطانی سے پناہ طلب کرو اور اس کی اطاعت نہ کرو۔

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ–

یقیناً وہ ہر بات سننے والا اور ہر چیز کا جاننے والا ہے

اللہ استعاذے کو سننے والا اور نیت کا جاننے والا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت میں خطاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے لیکن مراد تمام انسان ہیں۔ [۵]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۶ (۲) الکافی ج ۲ ص ۲۱۸ ح ۶ (۳) مجمع البیان ج ۹–۱۰ ص ۱۳

(۴) مجمع البیان ج ۹–۱۰ ص ۱۴ (۵) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۶

۳۷–وَ مِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَ النَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ–

اور اس کی نشانیوں میں سے رات، دن سورج اور چاند ہیں۔

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ– (خبردار) تم سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو

اس لیے کہ یہ دونوں مخلوق ہیں اور تمھاری طرح حکم کے پابند ہیں۔

وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ–

صرف اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انھیں پیدا کیا ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ– اگر تم واقعی اسی کی عبادت کرنے والے ہو

اس لیے کہ سجدہ عبادات میں سب سے زیادہ خصوصیت کا حامل ہے اور یہاں پر زمین پر پیشانی رکھنا مراد ہے جیسا کہ مجمع البیان میں معصومین علیہم السلام سے مروی ہے۔[۱]

۳۸–فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا– لیکن اگر یہ لوگ استکبار کریں (تو کوئی بات نہیں)

یعنی امتثال امر نہ کریں حکم تسلیم نہ کریں۔

فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ– فرشتوں میں سے جو فرشتے آپ کے رب کے نزدیک (مقرب) ہیں۔

یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ–

وہ مسلسل رات دن اس کی تسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔

وَ هُمْ لَا یَسْـَٔمُوْنَ– اور وہ کبھی تھکتے ہی نہیں۔

۳۹–وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً–

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم دیکھو گے کہ زمین خشک اور بنجر پڑی ہے۔

خَاشِعَةً کے معنیٰ ہیں خشک بے آب و گیاہ یہ لفظ خشوع سے مستعار لیا گیا ہے یعنی عاجز و درماندہ۔

فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ–

پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو یکا یک وہ لہلہانے اور پھلنے پھولنے لگتی ہے۔

رَبَتْ کے معنیٰ ہیں اس میں نباتات پھلتے پھولتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰى–

جس ہستی نے اس زمین کو (مردہ ہونے کے بعد) زندگی بخشی ہے وہی مُردوں کو حیات عطا کرے گا۔

اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ– بے شک وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۹–۱۰ ص ۱۵

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُلۡحِدُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخۡفَوۡنَ عَلَیۡنَا ؕ اَفَمَنۡ یُّلۡقٰی فِی النَّارِ خَیۡرٌ اَمۡ مَّنۡ یَّاۡتِیۡۤ اٰمِنًا یَّوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ ۙ اِنَّہٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ﴿۴۰﴾

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِالذِّکۡرِ لَمَّا جَآءَہُمۡ ۚ وَ اِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیۡزٌ ﴿۴۱﴾ۙ

لَّا یَاۡتِیۡہِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَ لَا مِنۡ خَلۡفِہٖ ؕ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ حَکِیۡمٍ حَمِیۡدٍ ﴿۴۲﴾

مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدۡ قِیۡلَ لِلرُّسُلِ مِنۡ قَبۡلِکَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ لَذُوۡ مَغۡفِرَۃٍ وَّ ذُوۡ عِقَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۴۳﴾

وَ لَوۡ جَعَلۡنٰہُ قُرۡاٰنًا اَعۡجَمِیًّا لَّقَالُوۡا لَوۡ لَا فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ ؕ ءَاَعۡجَمِیٌّ وَّ عَرَبِیٌّ ؕ قُلۡ ہُوَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ہُدًی وَّ شِفَآءٌ ؕ وَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ فِیۡۤ اٰذَانِہِمۡ وَقۡرٌ وَّ ہُوَ عَلَیۡہِمۡ عَمًی ؕ اُولٰٓئِکَ یُنَادَوۡنَ مِنۡ مَّکَانٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿۴۴﴾ع

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ فَاخۡتُلِفَ فِیۡہِ ؕ وَ لَوۡ لَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّکَ لَقُضِیَ بَیۡنَہُمۡ ؕ وَ اِنَّہُمۡ لَفِیۡ شَکٍّ مِّنۡہُ مُرِیۡبٍ ﴿۴۵﴾

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ اَسَآءَ فَعَلَیۡہَا ؕ وَ مَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ ﴿۴۶﴾

۴۰- بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی اختیار کرتے ہیں وہ ہم سے مخفی نہیں ہیں سوچ لو جسے آگ میں جھونک دیا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن حالت امن میں آرہا ہو وہ بہتر ہے تمھارا جو جی چاہے کرو بے شک اللہ تمھارے ہر عمل پر نگران ہے۔

۴۱- یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کلام الٰہی نصیحت لے کر ان کے پاس آیا تو انھوں نے انکار کر دیا اور یقیناً یہ ایک بلند منزلت کتاب ہے۔

۴۲- باطل نہ تو اس کے سامنے سے آسکتا ہے اور نہ ہی اس کے پیچھے سے یہ ایک دانا اور لائق ستائش ہستی

کا نازل کردہ ہے۔

۴۳– اے محمد جو کچھ آپ سے کہا جا رہا ہے وہی آپ سے پہلے رسولوں سے کہا جا چکا ہے بے شک آپ کا پروردگار درگزر کرنے والا اور اس کے ساتھ ساتھ بڑی دردناک سزا بھی دینے والا ہے۔

۴۴– اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں بنا دیتے تو یہ لوگ یہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیتیں واضح طور سے بیان کی گئیں؟ کتنی عجیب بات ہے کہ کلام عجمی اور مخاطَب عربی ہیں ان سے کہہ دیجیے کہ یہ کتاب مومنین کے لیے تو ہدایت اور شفا ہے لیکن جو لوگ ایمان نہیں لائے ان کے لیے کانوں میں گرانی ہے اور وہ ان کے لیے اندھاپن ہے ان کی کیفیت یہ ہے کہ گویا انھیں دور سے پکارا جا رہا ہو۔

۴۵– اور یقیناً ہم نے ہی موسیٰ کو کتاب عطا کی تھی اور اس بارے میں بھی اختلاف ہوا تھا اور اگر آپ کے رب کی جانب سے پہلے سے یہ معاملہ طے نہ پا چکا ہوتا تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور یہ لوگ اس کی طرف سے سخت شک و شبہے میں گرفتار ہیں۔

۴۶– جس نے عملِ صالح انجام دیا تو اس کا فائدہ خود اسے ہوگا اور جو برائی کا ارتکاب کرے گا تو اس کا وبال بھی خود اسی پر ہوگا اور تمھارا پروردگار بندوں پر ظلم نہیں ڈھایا کرتا۔

۴۰– اِنَّ الَّذِیۡنَ یُلۡحِدُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخۡفَوۡنَ عَلَیۡنَا–

بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی اختیار کرتے ہیں وہ ہم سے مخفی نہیں ہیں۔

یُلۡحِدُوۡنَ کا مفہوم ہے ''یمیلون عن الاستقامۃ'' استقامت سے ہٹ کر کج روی اختیار کرتے ہیں۔

فِیۡۤ اٰیٰتِنَا ہماری آیتوں میں طعن و تشنیع، تحریف، تاویلِ باطل اور کالعدم قرار دے کر ''لَا یَخۡفَوۡنَ عَلَیۡنَا''

وہ ہم سے مخفی نہیں ہیں ہم ان کے الحاد پر انھیں جزا دیں گے اور اس بارے میں گفتگو اس کتاب کے چھٹے مقدمے میں کی جا چکی ہے جسے امیر المومنین علیہ السلام کی روایت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

اَفَمَنۡ یُّلۡقٰی فِی النَّارِ خَیۡرٌ اَمۡ مَّنۡ یَّاۡتِیۡۤ اٰمِنًا یَّوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ–

سوچ لو جسے آگ میں جھونک دیا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن حالتِ امن میں آ رہا ہو۔

اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ–

تمھارا جو جی چاہے کرو۔

یہ نہایت شدید تہدید (دھمکی، ڈراوا، تنبیہ) ہے۔

اِنَّہٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ–

بے شک اللہ تمھارے ہر عمل پر نگران ہے۔

یہ مجازات (جزا دینے) کے بارے میں وَعید ہے۔

۴۱–اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالذِّکْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ–

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کلام الٰہی نصیحت لے کر اُن کے پاس آیا تو انھوں نے انکار کر دیا۔

یہ آیت ''اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ'' کا بَدَل ہے یا الگ ہے اور ان کی خبر محذوف ہے یا اس کی خبر ''اُولٰٓئِکَ یُنَادَوْنَ'' ہے ایسا ہی کہا گیا ہے۔(۱)

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''ذکر'' سے مراد ''قرآن'' ہے۔(۲)

وَ اِنَّهٗ لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌ–

اور یقیناً یہ ایک بلند منزلت کتاب ہے۔

۴۲–لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ–

باطل نہ تو اس کے سامنے سے آسکتا ہے۔

فرمایا کہ باطل نہ تو توریت کی جانب سے اور نہ ہی انجیل اور زبور کی جانب سے آسکتا ہے۔(۳)

وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ–

اور نہ ہی اس کے پیچھے سے۔

یعنی اس کے بعد کوئی کتاب نہیں آئے گی جو اسے باطل کر دے۔

تفسیر مجمع البیان میں صادقین علیہما السلام سے مروی ہے کہ اس کی خبروں میں سے جو گزر چکا نہ تو وہ باطل ہے اور نہ ہی وہ باطل ہے جو مستقبل میں ہونے والا ہے بلکہ اس کی تمام خبریں حقیقتِ حال سے مطابقت رکھتی ہیں۔(۴)

تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ–

یہ ایک دانا اور لائق ستائش ہستی کی نازل کردہ (کتاب) ہے۔

ہر مخلوق جس کی حمد کا گن گا رہی ہے اس لیے کہ اس پر اللہ کی نعمتیں ظاہر ہوئی ہیں۔

مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِکَ–

اے محمد جو کچھ آپ سے کہا جا رہا ہے وہی آپ سے پہلے رسولوں سے کہا جا چکا ہے۔

اِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ–

آپ کا پروردگار درگزر کرنے والا

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۵ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۶

(۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۲ (۴) مجمع البیان ج ۹–۱۰ ص ۳۵۰

یعنی انبیائے کرام کی مغفرت کرنے والا۔

وَّذُوْعِقَابٍ اَلِيْمٍ-

اور (اس کے ساتھ ساتھ) بڑی دردناک سزا دینے والا ہے۔

یعنی دشمنوں کو سزا دینے والا ہے۔

۴۴-وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا-

اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں بنا دیتے

کہا گیا ہے کہ یہ ان کے قول کا جواب ہے: هَلَّا نُزِّلَ الْقُرْاٰنُ بِلُغَةِ الْعَجَمِ

قرآن عجمی زبان میں کیوں نہیں نازل ہوا۔[۱]

لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ-

تو یہ لوگ یہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیتیں واضح طور سے بیان کی گئیں؟

ایسی زبان میں بیان کی گئیں جس زبان کو ہم سمجھتے ہیں۔

ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ- کیسی عجیب بات ہے کلام عجمی اور مخاطب عربی ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اگر یہ قرآن عجمی زبان میں ہوتا تو وہ یہ کہتے ہم اسے کیسے سیکھیں ہماری زبان تو عربی ہے اور آپ عجمی زبان میں قرآن لے کر آئے ہیں تو میں نے یہ بات پسند کی کہ قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا جائے اور اسی بارے میں ارشاد رب العزت ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (ابراہیم ۴)

(اور ہم نے ہر رسول کو اس کی اپنی قوم کی زبان بولنے والا بھیجا)[۲]

اور اَعْجَمِيٌّ اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کا کلام سمجھ میں نہ آئے اور اگر اسے ہمزہ کے ساتھ ءَاَعْجَمِيٌّ پڑھا جائے تو معنی ہوں کیا یہ عجمی ہے؟

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ-

ان سے کہہ دیجیے کہ یہ کتاب مومنین کے لیے تو ہدایت اور شفا ہے۔

هُدًى حق کی جانب ہدایت ہے۔

وَّشِفَآءٌ اور شک و شبہے سے شفا ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ

لیکن جو لوگ ایمان نہیں لائے ان کے کانوں میں گرانی ہے۔

وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى- اور وہ ان کے لیے اندھا پن ہے۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۵۰ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۶

وہ سنتے نہیں کیوں کہ بہرے ہیں اور ہم جو نشانیاں دکھا رہے ہیں وہ انھیں نظر نہیں آتیں۔

اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ-

ان کی کیفیت یہ ہے کہ گویا انھیں دور سے پکارا جا رہا ہو۔

یہ مثال دی جا رہی ہے ان کے عدم قبولیت کی اور انھیں سنانے کی اس شخص سے جسے گویا بہت زیادہ فاصلے سے پکارا جا رہا ہو۔

۴۵-وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ-

اور یقیناً ہم نے ہی موسیٰ کو کتاب عطا کی تھی اور اس بارے میں اختلاف بھی ہوا تھا جیسا کہ قرآن میں اختلاف کیا گیا اور یہ درحقیقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ-

اور اگر آپ کے رب کی جانب سے یہ معاملہ طے نہ پا چکا ہوتا تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا یعنی اگر رب کی جانب سے مہلت نہ دی گئی ہوتی تو جھٹلانے والوں کو ختم کر دیا جاتا۔

وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ-

اور یہ لوگ اس کی طرف سے سخت شک و شبہے میں گرفتار ہیں۔

شَكٍّ مِّنْهُ۔ قرآن کے بارے میں شک و شبہے میں۔

مُرِيْبٍ۔ اضطراب کا موجب ہے۔

۴۶-مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا-

جس نے عمل صالح انجام دیا تو اس کا فائدہ خود اسے ہوگا اور جو برائی کا ارتکاب کرے گا تو اس کا وبال بھی خود اسی پر ہوگا۔

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ-

اور تمھارا پروردگار بندوں پر ظلم نہیں ڈھایا کرتا۔

کہ ان کے ساتھ وہ سلوک کرے جو سلوک اسے نہیں کرنا چاہیے۔

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَ مَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۚ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾ لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۫ وَ اِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَ مَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّ لَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْۤ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۫ وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾ وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾

۴۷- قیامت کا علم اللہ ہی کی جانب پلٹایا جاتا ہے اور وہی ان تمام پھلوں کو جانتا ہے جو اپنے شگوفوں سے جلوہ دکھاتے ہیں جو مادہ حاملہ ہوتی ہے اور جو بچّہ جنتی ہے سب اس کے علم میں ہے اور جس دن وہ (اللہ) انھیں پکارے گا کہ بتاؤ کہاں ہیں میرے وہ شریک وہ کہیں گے ہم عرض کر چکے ہیں کہ ہم میں سے کوئی اس کا گواہ نہیں۔ ۴۸- اور ان کے سارے معبود گم ہوجائیں گے جنھیں اس سے پہلے وہ پکارا کرتے تھے اور وہ یقین کرلیں گے کہ اب ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ ۴۹- انسان کبھی بھی دعائے خیر طلب کرتے ہوئے نہیں تھکتا لیکن اگر کوئی آفت آپہنچتی ہے تو بے آس اور ناامید ہوجاتا ہے۔ ۵۰- مگر جوں ہی تکلیف دہ مرحلہ گزر جانے کے بعد ہم اسے رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میں اسی کا حق دار ہوں اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت کبھی آئے گی اور اگر مجھے میرے رب کی طرف پلٹایا گیا تو اس کے پاس بھی میرے لیے بھلائی ہوگی اور کافروں نے جو کچھ کیا ہے ہم ضرور بالضرور انھیں بتلا کر رہیں گے اور ہم انھیں سخت ترین عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ ۵۱- ہم جب انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ روگردانی کرتا ہے اور کنارہ کش ہوجاتا ہے اور جب اسے کسی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے تو لمبی چوڑی دعائیں مانگتا ہے۔

۴۷- اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ- قیامت کا علم اللہ ہی کی جانب پلٹایا جاتا ہے۔
جب اس سے سوال کیا جائے اس لیے کہ اس کے علاوہ کوئی بھی اس سے واقف نہیں۔

مَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا-

اور وہی ان تمام پھلوں کو جانتا ہے جو اپنے شگوفوں سے جلوہ دکھاتے ہیں۔

اَكْمَام سے مراد ہے اَوْعِیہ ظرف لفظ اَكْمَام كُمّ کی جمع ہے کھجور کے درخت کا شگوفہ دار ہونا۔

ثَمَرٰتٍ بصورت جمع آیا ہے اس لیے کہ انواع و اقسام کے پھل ہیں۔

وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ-

اور جو مادہ حاملہ ہوتی اور جو بچّہ جنتی ہے سب اس کے علم میں ہے یہ سب باتیں اللہ کے علم سے جُڑی ہوئی ہیں اسی کے تعلق سے واقع ہوتی ہیں۔

وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ-

اور جس دن وہ (اللہ) انھیں پکارے گا کہ بتاؤ کہاں ہیں میرے وہ شرکاء جو تمھارے خیال میں میرے شریک ہیں۔تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد وہ ہیں یہ لوگ اللہ کے علاوہ جن کی عبادت کیا کرتے تھے۔(۱)

وہ کہیں گے ہم عرض کر چکے ہیں۔

ہم آپ کو آگاہ کر چکے ہیں۔

مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ- ہم میں سے کوئی بھی اس کا گواہ نہیں

یعنی ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو ان کے لیے شرک کی گواہی دے جب ہم نے یہ حال دیکھا تو ہم نے ان سے تبرّا کرلیا اور یہ سوال سرزنش کے لیے ہے یا اس جملے کا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی انھیں نہیں دیکھ رہا ہے کیوں کہ وہ ہم سے گم ہوگئے ہیں۔

۴۸-وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ-

اور ان کے سارے معبود ان سے گم ہوجائیں گے جنھیں اس سے پہلے وہ پکارا کرتے تھے۔

يَدْعُوْنَ سے مراد ہے یعبدون وہ جن کی عبادت کیا کرتے تھے۔

وَ ظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ- وہ یقین کرلیں گے کہ اب اُن کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہے

مَّحِيْصٍ کے معنیٰ مَهْرَب۔ جائے فرار

۴۹-لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ- انسان کبھی بھی دعائے خیر طلب کرتے ہوئے نہیں تھکتا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ انسان اپنے نفس کے لیے دعا کرتے ہوئے نہ اکتاتا ہے اور نہ ہی تھکتا ہے۔(۲)

وَ اِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ-

اور اگر کوئی آفت آپہنچتی ہے تو بے آس اور ناامید ہوجاتا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۶ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۷

کہا گیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اللہ کی مہربانی اور کشائش سے ناامید ہوجاتا ہے۔[1]

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ- اور ہم انھیں سخت ترین عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

جس سے چھٹکارا اُن کے لیے ممکن نہیں ہوگا۔

۵۰-وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ-

مگر جوں ہی تکلیف دہ مرحلہ گزر جانے کے بعد ہم اسے رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں

یعنی اس کی تمام تکلیفیں دور کردیتے ہیں۔

لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ- تو وہ کہتا ہے میں اس کا حق دار ہوں۔

یہ میرا حق ہے میں اپنے فضل اور عمل کی وجہ سے اس کا مستحق ہوں یا یہ تو میرے لیے ہی تھا کبھی ختم نہ ہوا تھا۔

وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً- اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت کبھی آئے گی۔

وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى-

اور اگر مجھے میرے رب کی طرف پلٹایا گیا تو اس کے پاس بھی میرے لیے بھلائی ہوگی اور اگر بفرض محال قیامت آ بھی گئی تو اللہ کے نزدیک میری حالت بہت اچھی ہوگی اور میں مکرم ہوں گا۔ اس اعتقاد کی بنیاد پر کہ اسے جو دنیاوی نعمتیں ملی ہیں وہ استحقاق کی بنیاد پر ہیں وہ ہرگز اس سے جدا نہ ہوں گی۔

فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا- اور کافروں نے جو کچھ کیا ہے ہم ضرور بالضرور انھیں بتلا کر رہیں گے۔

ہم ضرور بالضرور انھیں ان کے اعمال کی حقیقت سے آگاہ کردیں گے اور اس بارے میں جو کچھ ان کا عقیدہ تھا۔ انھیں دکھلا کر رہیں گے۔

۵۱-وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ-

اور ہم جب انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ روگردانی کرتا ہے اور کنارہ کش ہوجاتا ہے۔

اَعْرَضَ عن الشکر شکر سے منہ موڑتا ہے۔

وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ اور اس سے انحراف کرتا ہے اور کنارہ کش ہوجاتا ہے اور مکمل طور پر از روئے تکبّر وانانیت خود کو اس سے دور کرلیتا ہے اور جانب مجازی طور سے نفس کا مفہوم رکھتا ہے جیسے لفظ جنب اللہ کے قول:

فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ (زُمر ۵۶) میں ہے۔

وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ- اور جب اسے کسی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔

جیسے فقر وفاقہ، بیماری اور سختی۔

فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ- تو لمبی چوڑی دعائیں مانگتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ اللہ کی وسعت اور فراخی سے ناامید ہوجاتا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۷

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾

اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾ ع ۶

۵۲-اے نبی آپ فرما دیجیے کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ کی جانب سے ہوا پھر بھی تم اس کا انکار کرتے رہے تو اس شخص سے زیادہ بھٹکا ہوا شخص کون ہوگا جو اس کی مخالفت میں دور تک چلا گیا ہو۔

۵۳-عن قریب ہم انھیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور ان کے نفوس میں بھی دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہوجائے کہ یہ قرآن واقعی حق ہے کیا تمھارے رب کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ بلاشبہ وہ ہر شے کا گواہ ہے۔

۵۴-آگاہ ہوجاؤ یہ لوگ اپنے رب سے ملاقات کے بارے میں شک و شبہے میں مبتلا ہیں سمجھ لو بے شک وہ ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

۵۲-قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ-

اے نبی آپ فرما دیجیے کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ کی جانب سے ہوا پھر بھی تم اس کا انکار کرتے رہے۔غور وفکر اور کسی دلیل کے بغیر۔

مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ-

تو اس شخص سے زیادہ بھٹکا ہوا شخص کون ہوگا جو اس کی مخالفت میں دور تک چلا گیا ہو تم سے بڑھ کر کون گم راہ ہوگا موصول کو ضمیر کی جگہ رکھ دیا ان کے حال کی وضاحت کے لیے اور ان کی مزید گم راہی کی علّت بیان کرنے کے لیے۔

۵۳-سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ-

عن قریب ہم انھیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور ان کے نفوس میں بھی دکھلا دیں گے۔

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ-

یہاں تک کہ ان پر واضح ہوجائے کہ یہ قرآن واقعی حق ہے۔

کہا گیا ہے یعنی عن قریب ہم توحید کی دعوت دیتے وقت اپنی حُجّتیں اور دلائل انھیں دکھلا دیں گے اور جو کچھ اس کے پیچھے دنیا کے آفاق میں اور آسمان و زمین کے منطقوں (حصوں) میں ہے جیسے سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، سمندر، درخت اور چوپائے وغیرہ

وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ اور ان کے نفوس میں جو صنعت کی لطافتیں ہیں اور حکمت کی امانتیں ہیں یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہوجائے کہ وہی حق ہے۔[۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں یہ اس قوم کے لیے ہے جو صنعتوں کے ذریعے صانع کے لیے گواہیاں حاصل کرتے ہیں جیسا کہ متوسط لوگوں کا طریقہ ہے جو محض تقلید پر راضی نہیں ہوتے بلکہ اپنے آپ کو اس سے مافوق گردانتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ''آفاق'' سے مراد کسوف (سورج گرہن) اور زلزلے ہیں اور جو نشانیاں آسمان میں پیش کی جاتی ہیں جہاں تک ''فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ'' کا تعلق ہے تو ہم نشانیاں دکھاتے ہیں کبھی بھوک کے ذریعے، کبھی پیاس کے ذریعے اور کبھی سیر کر کے اور کبھی سیراب کر کے اور کبھی بیمار ڈال کر اور کبھی صحت یاب کر کے کبھی غنی کر کے تو کبھی محتاج بنا کر کبھی رضامندی سے تو کبھی غضب ناکی سے کبھی خوف سے تو کبھی حالتِ امن سے یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف عظیم رہنمائی ہے۔

شاعر نے کہا ہے

وَفِی کُلِّ شَیۡءٍ لَہٗ اٰیَۃٌ اور ہر شے میں اس (اللہ) کی نشانی موجود ہے
تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ واحد جو رہنمائی کرتی ہے کہ اللہ یکتا ہے[۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ یہ بعض آیتوں کے ساتھ مخصوص ہے جو عوام کے عقول و اذہان سے مناسبت رکھتا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ہم ان کے نفوس میں مَسخ ہوجانا دکھاتے ہیں اور آفاق میں ان کے لیے آفاق کا تڑک جانا تو اس طرح وہ قدرت خدا کو اپنے نفوس اور آفاق میں دیکھتے ہیں کہا گیا ہے ''یہاں تک کہ ان پر واضح ہوجائے کہ یہی حق ہے'' فرمایا کہ اس سے مراد قائم کا خروج ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک یہی حق ہے یقیناً مخلوق انھیں دیکھے گی۔[۳]

اور ایک روایت میں ہے خَسف (زمین کا دھنسنا) مَسخ (شکل کا بگڑ جانا) اور قذف (پتھر سے مارنا) ہے سوال کیا گیا یہاں تک کہ ظاہر ہوجائیں فرمایا اسے چھوڑ دو اس سے مراد قائم کا قیام کرنا ہے۔[۴]

ارشاد شیخ مفید میں امام موسیٰ الکاظم علیہ السلام سے روایت ہے فرمایا آفاقِ ارض میں فتنے ہوں گے اور حق کے دشمنوں میں مسخ ہوگا۔[۵]

---

(۱) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۹ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۷ (۳) الکافی ج ۸ ص ۳۸۱ ح ۵۷۵
(۴) الکافی ج ۸ ص ۱۶۶ ح ۱۸۱ (۵) ارشاد شیخ مفید ص ۳۵۹

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ امام علیہ السلام نے اس سے یہ مراد لیا ہے کہ یہ سب کچھ رجعت میں ہوگا اور ظہور قائم علیہ السلام کے وقت ہوگا جب وہ لوگ آفاق میں عجائب اور غرائب دیکھیں گے اور انفس میں وہ آیات دیکھیں گے جن سے اُن پر واضح ہوجائے گا کہ امامت، ولایت اور ظہور امام حق ہے یہ سب منکرین حق کے لیے ہے۔

اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ-

کیا تمھارے رب کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ بلاشبہ وہ ہر شے کا گواہ ہے

یعنی تمھارے رب کی گواہی ہر چیز کے اوپر دلیل کے اعتبار سے کیا تمھارے لیے کافی نہیں ہے؟

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں یہ ان خاص لوگوں کے لیے ہے جو اللہ کے لیے اللہ کی گواہی کو قبول کرتے ہیں اور اسی لیے انھیں خطاب میں مخصوص کیا گیا ہے۔

کتاب مصباحُ الشریعہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا ''عُبُودیت'' ایک جوہر ہے جس کی ''کُنہ'' (تہہ تک پہنچنا، اصل، حقیقت) ''ربوبیت'' ہے لہٰذا جو ''عبودیت'' میں نہیں ملتا وہ ''ربوبیت'' میں پالیتا ہے اور جو بات ''ربوبیت'' کی جانب سے مخفی رہتی ہے اسے ''عبودیت'' میں پایا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے ''سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ'' سے اللہ کے قول ''شَهِیْدٌ'' تک یعنی وہ موجود ہے تمھاری غیبت اور تمھاری موجودگی دونوں میں۔[1]

۵۴-اَلَاۤ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ-

آگاہ ہوجاؤ یہ لوگ اپنے رب سے ملاقات کے بارے میں شک و شبہے میں مبتلا ہیں۔

یعنی دوبارہ اٹھائے جانے اور جزا کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ- سمجھ لو بے شک وہ ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اسے جانتا ہے، اس پر قدرت رکھتا ہے کوئی بھی شے اس سے چھوٹی نہیں ہے اور اس کی تاویلِ کتاب مصباح الشریعہ سے مستفاد ہے۔

کتاب ثواب الاعمال اور مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص حم سجدہ پڑھے گا تو اس کی نگاہوں کے سامنے روز قیامت نور ہی نور ہوگا اور سرور ہی سرور ہوگا اور وہ شخص دنیا میں لائق ستائش اور قابل رشک بن کر رہے گا۔[2]

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ سورۂ عزائم چار ہیں اور آپ نے اُن میں اس سورے کو بھی شمار فرمایا جیسا کہ الم سجدہ میں گزر چکا۔[3]

---

(۱) مصباح الشریعہ ص ۷ (۲) ثواب الاعمال ص ۱۱۳ ح ۱ و مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۳

(۳) الخصال ص ۲۵۲ ح ۱۲۴

سورۂ الشوریٰ

اسے سورۂ ، حٰمٓ، عٓسٓقٓ اور سورۂ شوریٰ بھی کہا جاتا ہے اور یہ سورہ مکّہ مکرّمہ میں نازل ہوا اس سورے میں آیتوں کی تعداد ۵۳ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾

عٓسٓقٓ ﴿۲﴾

كَذٰلِكَ يُوۡحِىۡۤ اِلَيۡكَ وَ اِلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۙ اللّٰهُ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۳﴾

لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَ هُوَ الۡعَلِىُّ الۡعَظِيۡمُ ﴿۴﴾

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرۡنَ مِنۡ فَوۡقِهِنَّ وَ الۡمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَيَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿۵﴾

وَ الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيۡظٌ عَلَيۡهِمۡ ۖ وَ مَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ ﴿۶﴾

وَ كَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰى وَ مَنۡ حَوۡلَهَا وَ تُنۡذِرَ يَوۡمَ الۡجَمۡعِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ ؕ فَرِيۡقٌ فِى الۡجَنَّةِ وَ فَرِيۡقٌ فِى السَّعِيۡرِ ﴿۷﴾

وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنۡ يُّدۡخِلُ مَنۡ يَّشَآءُ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ وَ الظّٰلِمُوۡنَ مَا لَهُمۡ مِّنۡ وَّلِىٍّ وَّ لَا نَصِيۡرٍ ﴿۸﴾

بڑے مہربان، نہایت مشفق اللہ کے نام سے۔

۱۔ ح۔م۔ حا۔میم ۲۔ ع۔س۔ق عین۔سین۔قاف

۳۔ اسی طرح غالب اور حکیم، اللہ آپ کی طرف اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے (رسولوں) کی طرف وحی کرتا رہا ہے۔

۴۔اسی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ بلند و باعظمت ہے۔

۵۔قریب ہے کہ آسمان ان کے اوپر سے شگافتہ ہوجائیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھ رہے ہیں اور زمین والوں کے حق میں مغفرت طلب کررہے ہیں آگاہ ہوجاؤ کہ بے شک اللہ بخشنے والا اور مشفق ہے۔

۶۔اور جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوسروں کو اپنا سرپرست بنا رکھا ہے اللہ ان کی نگرانی کررہا ہے اور آپ اُن کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

۷۔اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن عربی زبان میں وحی کے ذریعے بھیجا ہے تاکہ آپ مکّے کے رہنے والوں اور اس کے گردوپیش کے رہنے والوں کو جمع ہونے والے دن سے ڈرائیں جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ایک گروہ بہشت میں جائے گا اور ایک گروہ جہنمی ہوگا۔

۸۔اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی اُمّت بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرلیتا ہے اور ظالموں کا کوئی والی و ناصر نہیں۔

۱-حٰمٓ- ۲-عٓسٓقٓ- حا۔میم۔عین۔سین۔قاف

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس کا مفہوم ہے: الحکیمُ المثیبُ العالِمِ السّمیع، القادر القوی

باحکمت ثواب دینے والا، سننے والا، عالم، قوی اور قدرت والا۔[۱]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے یہ حروف اللہ کے اسم اعظم کے الگ الگ حروف ہیں رسول اور امام اسے مرکب کرکے ایسے اسم اعظم بناتے ہیں کہ جب اُن کے ذریعے سے دعا کی جاتی ہے تو مستجاب ہوتی ہے۔[۲]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''عس'' قائم علیہ السلام کے سَن کے عدد اور ''قاف'' وہ پہاڑ جس نے دنیا کا احاطہ کررکھا ہے جو سبز زمرّد کا ہے آسمان اسی پہاڑ کی وجہ سے سبز ہے اور ہر شے کا علم ''عسق'' میں ہے۔[۳]

۳-كَذٰلِكَ يُوْحِيْۤ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ-

اسی طرح غالب اور حکیم اللہ آپ کی طرف اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے (رسولوں) کی طرف وحی کرتا رہا ہے۔

۴-لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ-

اسی کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ بلند و باعظمت ہے۔

---

(۱) معانی الاخبار ص ۲۲ ح ۱ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۷ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۸

۵-تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ-

قریب ہے کہ آسمان عظمت الٰہی کی وجہ سے شگافتہ ہوجائیں۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''يَتَفَطَّرْنَ'' کا مفہوم ہے ''يَتصَدَّعْنَ'' کسی چیز کا پھٹ جانا، شگافتہ ہوجانا۔(۱)

مِنْ فَوْقِهِنَّ-

اپنے اوپر کی جانب سے یعنی اس جہت سے جو اوپر ہے یا زمینوں کے اوپر سے۔

وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ-

اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھ رہے ہیں۔

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ-

اور زمین والوں کے حق میں مغفرت طلب کررہے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ مومنین کے لیے ہے اور شیعوں میں خاص طور سے توبہ کرنے والوں کے لیے ہے۔

آیت میں لفظ عام ہے لیکن معنیٰ خاص ہیں۔(۲)

تفسیر جوامع میں امامِ صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ زمین میں رہنے والے مومنین کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔(۳)

اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ-

آگاہ ہوجاؤ بے شک اللہ ہی بخشنے والا اور مشفق ہے۔

۶-وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ-

اور جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوسروں کو اپنا سرپرست بنا رکھا ہے۔

اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ-

اللہ اُن کی نگرانی کررہا ہے۔

وہ ان کے احوال اور اعمال کا نگران ہے وہ اس کے مطابق انھیں جزا دے گا۔

وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ-

اور اے محمد آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

۷-وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا-

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن عربی زبان میں وحی کے ذریعے بھیجا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۸ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۶۸ (۳) جوامع الجامع ص ۴۲۷

لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَ مَنْ حَوْلَهَا-

تا کہ آپ مکّے کے رہنے والوں اور اس کے گردوپیش والوں کو ڈرائیں۔

اُمَّ الْقُرٰی یعنی اَهْلُ اُمَّ الْقُرٰی امّ القریٰ کے رہنے والوں کو اُمَّ الْقُرٰی مکہ مکرّمہ کو کہتے ہیں اور اس کی وجہ تسمیہ سورۂ انعام کی آیت ۹۲ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔

وَ مَنْ حَوْلَهَا سے مراد تمام رُوئے زمین ہے۔

وَ تُنْذِرَ یَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَیْبَ فِیْهِ-

اور جمع ہونے والے دن سے ڈرائیں جس کے آنے میں کوئی شبہہ نہیں۔

یَوْمَ الْجَمْعِ سے مراد ہے روزِ قیامت جس دن تمام مخلوقات کو جمع کیا جائے گا لَا رَیْبَ فِیْهِ جملہ معترضہ ہے۔

فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَ فَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ- ایک گروہ بہشت میں جائے گا اور ایک گروہ جہنمی ہوگا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا پھر آپ نے اپنا دایاں ہاتھ مٹھی بند کر کے اٹھایا اور دریافت کیا اے لوگو! کیا تم جانتے ہو میرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ انھوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس میں جنت میں جانے والوں اور ان کے آباؤ اجداد اور قیامت تک آنے والے ان کے قبائل کے نام ہیں۔ پھر آپ نے اپنا بایاں ہاتھ بلند فرمایا اور کہا اے لوگو کیا تم جانتے ہو میری مٹھی میں کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہنم میں جانے والے، ان کے آباؤ اجداد اور قیامت تک آنے والے ان کے قبائل کے نام ہیں پھر فرمایا اللہ نے فیصلہ کر دیا اور انصاف کیا ہے اللہ نے فیصلہ کر دیا اور انصاف کیا ہے ایک گروہ جنت میں جائے گا اور ایک گروہ جہنم میں جائے گا۔[۱]

۸-وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً- اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی اُمّت بنا دیتا۔

جو ہدایت یافتہ ہوتے۔

تفسیر قمی میں ہے اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو فرشتوں کی طرح معصوم بنا دیتا پیدائشی عادت اور مزاج کے بغیر تو وہ اس بات پر قدرت رکھتا تھا۔[۲]

وَّ لٰكِنْ یُّدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِهٖ- لیکن وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر دیتا ہے۔

ہدایت کے ذریعے سے۔

وَ الظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ- اور ظالموں کا کوئی ولی و ناصر نہیں۔

یعنی اللہ نے انھیں بغیر ولی کے چھوڑ دیا ہے اور عذاب کے وقت کوئی ان کا مددگار نہیں ہے۔

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۴۴۴ ح ۱۲ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۲

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَ هُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۫ وَ هُوَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۹ ع ۱ ۹ ۲ وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۬ؕ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝۱۰ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ
لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝۱۱ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۲
شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا
بِهٖۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَعِيْسٰۤى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ
عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ
اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝۱۳

۹-کیا انھوں نے اُسے چھوڑ کر دوسروں کو سرپرست بنا رکھا ہے اللہ ہی ولی ہے اور وہی مُردوں کو جلاتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۱۰-اور تم جس چیز کے بارے میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے وہی اللہ میرا رب ہے میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

۱۱-وہی آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اس نے تمھارے نفوس سے تمھارے جوڑوں کو پیدا کیا ہے اور اس نے جانوروں میں بھی جوڑے بنائے ہیں اور وہ اسی طرح تمھاری نسلیں پھیلاتا ہے۔اس جیسی کوئی شے نہیں ہے اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

۱۲-آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جس کے رزق میں چاہتا ہے وسعت کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا دیتا ہے وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

۱۳-اس نے تمھارے لیے دین کا وہی راستہ معین کیا ہے جس کی تلقین نوح کو کی گئی تھی اور جسے وحی کے ذریعے اے نبی ہم نے آپ کی طرف بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو کی تھی کہ تم

دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقے میں نہ پڑو یہ بات مشرکین پر بڑی ناگوار ہے اے نبی آپ جس کی طرف انھیں دعوت دے رہے ہیں اللہ جسے چاہتا ہے اپنی بارگاہ کے لیے منتخب کرلیتا ہے اور جو رجوع کرتا ہے اسے اپنی طرف آنے کا راستا دکھا دیتا ہے۔

۹-اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ-

کیا انھوں نے اُسے چھوڑ کر دوسروں کو سرپرست بنا رکھا ہے اللہ ہی ولی ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا کے معنیٰ بلکہ انھوں نے بنا لیا ہے۔

وَ هُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۫ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ- اور وہی مُردوں کو جِلاتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۱۰-وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ-

اور تم جس چیز کے بارے میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے۔

تفسیر قمی میں ہے: وما اختلفتم فيه من شيءٍ من المذاهب و اخترتم لانفسكم من الاديان فحكم ذلك كلّه الى الله يوم القيامة

تم نے مذاہب کے درمیان کسی بھی شے کا اختلاف کیا ہو اور تم نے اپنے نفوس کے لیے ادیان میں سے جس کو اختیار کیا ہو قیامت کے دن ان سب کا فیصلہ اللہ کردے گا۔[۱]

اور کہا گیا ہے کتاب اللہ کی متشابہ آیات کی تاویل میں اگر تم نے کوئی اختلاف کیا ہے تو اسے آیاتِ محکمات کی طرف لوٹاؤ۔[۲]

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۬ؕ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ-

وہی اللہ میرا رب ہے میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں میں نے اپنے جملہ امور میں اللہ پر توکل کیا ہے۔

۱۱-فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ- وہی آسمانوں اور زمین کا مُوجِد ہے۔

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا- اس نے تمھارے نفوس سے تمھارے جوڑوں کو پیدا کیا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے ازواج سے مراد عورتیں ہیں۔[۳]

وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا- اور اس نے جانوروں میں بھی جوڑے جوڑے بنائے ہیں۔

اَزْوَاجًا کے معنیٰ ہیں یعنی نر اور مادہ۔[۴]

يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ- اور وہ اسی طرح تمھاری نسلیں پھیلاتا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی وہ نسل جو نر و مادے سے آگے بڑھتی ہے۔[۵]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۳ (۲) انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۵۴ (۳) و (۴) و (۵) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۳

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ-

اس جیسی کوئی شے نہیں ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جس نے اللہ کا وصف بیان کیا اللہ نے اس آیت کے ذریعے اس کی تردید کی ہے۔(۱)

کہا گیا ہے کہ ''كَمِثْلِهٖ'' میں کاف زائدہ ہے۔(۲)

اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اللہ کے مثل کی نفی کی تاکید کرنا ہے اس لیے کہ اگر اس سے نفی کی جائے جو اس سے مناسبت رکھتا ہو اور وہ اس کی جگہ پُر کردے تو ایسی چیز سے اللہ کی نفی کرنا زیادہ مناسب اور بہتر ہوگا۔(۳)

امیر المومنین علیہ السلام کے ایک خطبہ میں یہ ہے کہ ''لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ'' اللہ کے مثل کوئی شے نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ شے اس کی مشیّت سے ہو تو وہ اُس کے بنانے والے کے مشابہ نہیں ہوگی اسے روایت کیا ہے مصباح المتہجّد میں۔(۴)

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ-

اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

ہر اس چیز کو جو سنی اور دیکھی جاسکتی ہے۔

۱۲-لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ-

آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔

مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے مراد ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے۔

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ-

وہ جس کے رزق میں چاہتا ہے وسعت کردیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ناپ تُلا دیتا ہے۔ اپنی مشیّت کے مطابق وسعت دیتا اور کمی کرتا ہے۔

اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ-

وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

اسی کے مطابق وہ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے۔

۱۳-شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ-

اس نے تمھارے لیے دین کا وہی راستا معین کیا ہے جس کی تلقین نوح کو کی گئی تھی اور جسے وحی کے ذریعے اے نبی ہم نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۳ (۲) طبرسی مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۲۴

(۳) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۵۴ (۴) مصباح المتہجّد ص ۶۹۷

وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى-

اور جس کی ہدایت ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو کی تھی۔

یعنی تمھارے لیے اسی دین کو شریعت قرار دیا گیا جو نوح علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ہے اور ان دونوں کے درمیان بھی شریعت کے لانے والے آئے تھے اور ان کے درمیان وہی اصل مشترک ہے تفسیر قمی میں ہے کہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔[۱]

اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ - یہ کہ تم دین کو قائم کرو۔

فرمایا یعنی دین کا علم حاصل کرو، یعنی توحید کو ماننا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، ماہ رمضان میں روزے رکھنا اور خانہ کعبہ کا حج کرنا اور وہ طریقے اور احکام جو کتابوں میں موجود ہیں اور امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت کا اقرار کرنا۔[۲]

وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ- اور اس میں تفرقے میں نہ پڑو۔

اور اس میں اختلاف نہ کرو۔

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ-

یہ بات مشرکین پر بہت ناگوار ہے اے نبی آپ جس کی طرف انھیں دعوت دے رہے ہیں

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مشرکین کو یہ بات بہت شاق گزری ہے کَبُرَ کے معنیٰ ہیں ''عَظُمَ عَلَيْهِمْ'' یعنی اُن کے لیے بہت دشوار ہے کہ آپ ان شریعتوں کا ان کے سامنے تذکرہ کر رہے ہیں۔[۳]

اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ- اللہ جسے چاہتا ہے اپنی بارگاہ کے لیے منتخب کر لیتا ہے۔

وہ پسند فرماتا ہے اور دین کی طرف اسے جلب کر لیتا ہے۔

وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ-

اور جو رجوع کرتا ہے اسے اپنی طرف آنے کا راستا دکھا دیتا ہے۔

يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ - (ارشاد) رہنمائی اور توفیق کے ذریعے اس کو راستا دکھاتا ہے۔ جو اللہ کی جانب بڑھ کر آتا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ ائمہ علیہم السلام ہیں اللہ نے جنھیں پسند فرمایا اور منتخب کر لیا ہے۔[۱]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ: ان اقیموا الدین فرمایا امام (علیہ السلام) نے ولا تتفرقوا فیہ کنایہ ہے امیر المومنین علیہ السلام سے ماتدعوھم الیہ تم انھیں جس کی دعوت دے

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۳ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۳
(۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۳ (۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۳

رہے ہو یعنی ولایت علی کی جانب من یشاء کنایہ ہے علی علیہ السلام سے۔[۱]

کتاب کافی میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے ہم ہی ہیں وہ لوگ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے ہی دین کو شریعت بنایا ہے تو اس نے اپنی کتاب میں فرمایا ''شرع لکم'' تمھارے لیے شریعت قرار دیا ہے اے آل محمد (من الدین ما وصیٰ بہ نوحًا) اللہ نے ہمیں بھی تلقین کی جس دین کی تلقین حضرت نوح علیہ السلام کو کی تھی۔

والذی اوحینا الیک اور اے محمد ہم نے جسے وحی کے ذریعے آپ تک بھیجا ہے

وما وصینا بہ ابراھیم و موسیٰ و عیسیٰ اور جس کی ہدایت ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو کی تھی ہم نے جان لیا اور ہم تک وہ علم پہنچا جو ہمیں سکھایا گیا اور ہم کو ان انبیاء کا علم ودیعت کیا گیا اور ہم ہی اولوالعزم مُرسلین کے وارث ہیں ''ان اقیموا الدین'' کہ اے آلِ محمد تم دین کو قائم کرو اور خبردار اس میں اختلاف نہ کرنا اور سب مل جل کر رہنا ''کبر علی المشرکین'' مشرکین پر یہ بات بہت ناگوار گزرے گی ''ماتدعوھم الیہ'' آپ اے نبی جس کی طرف دعوت دے رہے ہیں ''ویھدی الیہ من یُنِیبُ'' جو ولایت علی کی جانب آپ کی بات کو قبول کرے گا اللہ نے اس جانب اس کی ہدایت کی ہے۔[۲]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو اُن کی قوم کی طرف مبعوث کیا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اسی سے ڈرو اور میری اطاعت کرو پھر نوح علیہ السلام نے انھیں دعوت دی اللہ کی وحدانیت کی طرف کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کی ذات میں کسی کو شریک قرار نہ دیں پھر اسی طرح وہ انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کرتا رہا یہاں تک کہ بات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جا پہنچی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں دعوت دی کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کی ذات میں کسی کو شریک قرار نہ دیں اور فرمایا ''شرع لکم من الدّین سے الی من یُنِیبُ تک تو اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا کہ وہ گواہی دیں کہ لاالٰہ الا اللہ (خدا کے سوا کوئی اور معبود نہیں) اور جو کچھ اللہ کی جانب سے آیا ہے اس کا اقرار کریں لہٰذا جو بھی خلوص کے ساتھ ایمان لایا اور اسی ایمان پر اس کی موت واقع ہوئی۔

اس سبب سے اللہ اسے جنت میں داخل کردے گا بات یہ ہے کہ اللہ بندوں پر ظلم نہیں ڈھاتا اور یہ اس طرح ہے کہ اللہ کسی بندے پر اس وقت تک عذاب نازل نہیں فرماتا جب تک قتل اور گناہ کے بارے میں ان پر سختی نہ کرے اللہ نے جس کے ارتکاب کرنے پر جہنم کو واجب کردیا ہے جو اس پر عمل پیرا ہو پس جب ہر نبی کی دعا مستجاب ہوئی اس نے اپنی قوم کے مومنین کے لیے دُعا طلب کی تو ان میں سے ہر نبی کے لیے ایک طریقہ اور راستا بنا دیا اور شِرعَۃ ومِنہاج راستا اور سنت (طریقہ اور روش) ہے۔[۳]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۴ (۲) الکافی ج ۱ ص ۲۲۳۔۲۲۴ ح ۱ (۳) الکافی ج ۲ ص ۲۸۔۲۹ ح ۱

وَ مَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ
سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِىَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا
الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِىْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَ اسْتَقِمْ كَمَاۤ
اُمِرْتَ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ
وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ؕ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ
اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾
وَ الَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِى اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ
عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ عَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِىْۤ اَنْزَلَ
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ؕ وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾
يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَ
يَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِى السَّاعَةِ لَفِىْ ضَلٰلٍ
بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْقَوِىُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾ ع ۲ ۱۰ ۳ مَنْ
كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِىْ حَرْثِهٖ ۚ وَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا
نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾

۱۴۔اور لوگوں میں تفرقہ نہیں ہوا مگر علم آجانے کے بعد باہمی سرکشی کی وجہ سے اور اگر آپ کے رب کی جانب سے مقررہ مدت تک کے لیے بات طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا ان کے بعد جو لوگ کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کی طرف سے مضطرب کرنے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

۱۵۔اسی وجہ سے اے محمد آپ دعوت دیں اور جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہیں اور اُن کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے اور فرما دیجیے کہ اللہ نے جو کتاب بھی نازل کی ہے میں اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان عدل قائم کروں اللہ ہمارا اور تمھارا پروردگار ہے ہمارے

اعمال ہمارے ساتھ اور تمھارے اعمال تمھارے ساتھ ہیں ہمارے اور تمھارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے اللہ ایک روز ہم سب کو یکجا کرے گا اور سب کو اسی کی طرف جانا ہے۔

۱۶۔ اور جو لوگ اللہ کے بارے میں بلاوجہ جھگڑتے ہیں جب کہ اس کی دعوت پر لبیک کہا جاچکا ہے ان کے رب کے نزدیک ان کی دلیل باطل ہے اور ان پر غضب ہے اور اُن کے لیے سخت عذاب ہے۔

۱۷۔ وہی اللہ ہے جس نے کتاب کو حق اور میزان کے ساتھ نازل کیا ہے اور تمھیں کیا معلوم، ہوسکتا ہے کہ قیامت نزدیک ہو۔ ۱۸۔ وہی لوگ اس کے بارے میں جلدی مچاتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے آگاہ ہوجاؤ جو لوگ قیامت کے بارے میں تکرار کرتے ہیں وہ گم راہی میں بہت دور چلے گئے ہیں۔

۱۹۔ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے جسے جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور وہ صاحب قوت اور غالب ہے۔

۲۰۔ جو شخص آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کی کھیتی کو بڑھا دیتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی کا طلب گار ہے تو ہم اسے دنیا ہی میں دے دیتے ہیں اور ایسے شخص کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں۔

۱۴-وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ-

اور لوگوں میں تفرقہ نہیں ہوا مگر علم آجانے کے بعد باہمی سرکشی کی وجہ سے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ فرمایا کہ وہ جہالت کی وجہ سے تفرقہ میں نہیں پڑے لیکن علم آجانے کے بعد ان میں تفرقہ ہوا اور اس بات کو جانتے بھی تھے وہ ایک دوسرے سے حسد کرنے لگے اور ایک دوسرے پر سرکشی کرنے لگے جب انھوں نے اللہ کے حکم سے امیر المومنین علیہ السلام کی فضیلت کو دیکھا تو وہ مختلف مذاہب میں تقسیم ہوگئے اور اپنی رائے اور خواہشات پر عمل کرنے لگے۔ (۱)

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى-

اور آپ کے رب کی جانب سے مقررہ مدّت تک (مہلت) دینے کی بعد طے نہ ہوچکی ہوتی۔

لَّقُضِىَ بَيْنَهُمْ-

تو ان کے درمیان فیصلہ کردیا جاتا۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ اللہ نے پہلے فیصلے کے مطابق یہ طے نہیں کیا تھا ورنہ تو جب انھوں نے اختلاف کیا تھا اسی وقت ان کے خلاف فیصلہ ہوجاتا اور انھیں ہلاک کردیتا اور انھیں مہلت نہ دیتا لیکن اللہ نے ایک مقررہ مدت تک کے لیے اسے مؤخر کردیا۔ (۲)

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۳ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۳

وَ اِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡرِثُوا الۡکِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ لَفِیۡ شَکٍّ مِّنۡہُ مُرِیۡبٍ-

ان کے بعد جو لوگ کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کی طرف سے مُضطرب کرنے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

فرمایا اس میں کنایہ ہے ان لوگوں کی طرف جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکم عدولی کی تھی۔[۱]

۱۵-فَلِذٰلِکَ فَادۡعُ ۚ وَ اسۡتَقِمۡ کَمَاۤ اُمِرۡتَ-

اسی وجہ سے اے محمد آپ دعوت دیں اور جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہیں فرمایا یعنی ان امور کے لیے اور اس دین کی طرف جس کا ذکر کیا گیا اور امیر المومنین علیہ السلام کی موالات (دوستی) کا حکم دیں۔[۲]

فَادۡعُ کے ذیل میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے یعنی دعوت دیں ولایت امیر المومنین کی طرف۔[۳]

وَ لَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَہُمۡ- اور اس معاملے میں لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کیجیے۔

وَ قُلۡ اٰمَنۡتُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنۡ کِتٰبٍ-

اور فرما دیجیے کہ اللہ نے جو کتاب بھی نازل کی ہے میں اس پر ایمان لایا ہوں۔

یعنی میں ان تمام کتابوں پر ایمان لایا ہوں جو نازل ہوئی ہیں۔

وَ اُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ بَیۡنَکُمۡ- اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان عدل قائم کروں۔

اَللّٰہُ رَبُّنَا وَ رَبُّکُمۡ- اللہ ہمارا اور تمھارا پروردگار ہے۔

وہ ہر ایک کا خالق ہے اور ہر امر کا مُتولی ہے۔

لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَ لَکُمۡ اَعۡمَالُکُمۡ-

ہمارے اعمال ہمارے ساتھ ہیں اور تمھارے اعمال تمھارے ساتھ ہیں۔

ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دی جائے گی

لَا حُجَّۃَ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَکُمۡ- ہمارے اور تمھارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے۔

لاحجاج کا مفہوم ہے کوئی خصومت (جھگڑا، مخالفت) نہیں ہے اس لیے کہ حق ظاہر ہو چکا ہے اور اب جھگڑے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اَللّٰہُ یَجۡمَعُ بَیۡنَنَا ۚ وَ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ-

اللہ (قیامت کے دن) ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف (سب کی) بازگشت ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۳ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۳ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۴

۱۶-وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ-

اور جو لوگ اللہ کے بارے میں بلاوجہ جھگڑتے ہیں۔

یعنی اُس کے دین میں جھگڑا کرتے ہیں۔

مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ-

جب کہ اس کی دعوت پر لبیک کہا جاچکا ہے۔

اس کے دین اور اس کے رسول کے لیے۔

حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ-

ان کے رب کے نزدیک اُن کی دلیل باطل ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ اللہ سے اس وقت استدلال کررہے ہیں جب اللہ نے چاہا کہ ان کی جانب مُرسلین کو بھیجے تو اللہ نے ان کی طرف رسولوں اور کتابوں کو بھیجا انھوں نے کتابوں میں تغیر و تبدل کردیا پھر وہ قیامت کے دن استدلال کریں گے اور اللہ کے نزدیک ان کے دلائل باطل ہوں گے یعنی اُن کے رب کے نزدیک باطل پر مبنی ہوں گے۔(۱)

وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ-

اور ان پر غضب ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

ان کے بغض وعناد کی وجہ سے۔

۱۷-اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ-

وہی اللہ ہے جس نے کتاب کو حق اور میزان کے ساتھ نازل کیا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ میزان سے مراد امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔(۲)

وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ-

اور تمھیں کیا معلوم ہوسکتا ہے کہ قیامت قریب ہو۔

یعنی قیامت کا آنا قریب ہو۔

۱۸-يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا-

وہی لوگ اس بارے میں جلدی مچاتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔

دراصل ان کا مقصد ہنسی اڑانا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا- اور جو ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۴ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۴

وہ ثواب کی توقع میں اسے ملحوظ رکھتے ہوئے بھی اس سے خوف زدہ ہیں۔

وَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ-

اور وہ جانتے ہیں کہ وہ (قیامت) برحق ہے۔

لامحالہ وہ آکر رہے گی۔

اَلَاۤ اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی السَّاعَةِ لَفِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ-

آگاہ ہوجاؤ جو لوگ قیامت کے بارے میں تکرار کرتے ہیں وہ گم راہی میں بہت دور چلے گئے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت میں قیامت کو بطور کنایہ بیان کیا گیا ہے وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہہ رہے تھے ''آپ ہمارے لیے قیامت برپا کردیں'' فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۂ اعراف کی آیت ۷۰ سے اقتباس) آپ اگر سچے ہیں تو آپ وہ لے آیئے جس کے بارے میں آپ ہمیں دھمکا رہے ہیں۔

تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الا اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی السَّاعَةِ یُمَارُوْنَ کے معنیٰ میں جھگڑا کررہے ہیں۔[1]

۱۹-اَللّٰهُ لَطِیْفٌۢ بِعِبَادِهٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ-

اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے جسے جو چاہتا ہے وہ عطا فرماتا ہے۔

وہ اپنے بندوں پر طرح طرح کی مہربانیاں اور نیکیاں کرتا رہتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے کہ وہ جس طرح چاہتا ہے رزق عطا کرتا ہے وہ اپنے تمام بندوں کو نیکی اور اچھائی کی کسی نہ کسی قسم سے مخصوص کردیتا ہے جو اس کی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے۔

وَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ-

اور وہ صاحبِ قوت اور غالب ہے۔

الْعَزِیْزُ ایسا مضبوط جس پر کوئی غالب نہ آسکے۔

۲۰-مَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ-

جو شخص آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کی کھیتی کو بڑھا رہے ہیں۔

ثواب کو زراعت کے مشابہ قرار دیا ہے اس لیے کہ وہ ایسا فائدہ ہے جو دنیاوی کام سے حاصل ہوتا ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے۔

الدنیا مزرعة الاٰخرہ: دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

اپنے عمل کا جو بیج دنیا میں بوؤ گے اُسے آخرت میں کاٹو گے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۴

نَزِدْ لَهٗ کا مفہوم ہے کہ ہم اسے بڑھا کر دیں گے ایک کے بدلے میں دس دیں گے اور یہ ثواب سات سو تک جائے گا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا -

اور جو دنیا کی کھیتی کا طلب گار ہے تو ہم اسے دنیا ہی میں دے دیتے ہیں

اس دنیا میں سے جو کچھ ہم نے اس کے حصّے میں مقرر کیا ہے۔

وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ- اور ایسے شخص کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں ہے

اس لیے کہ اعمال کا تعلق نیتوں سے ہوتا ہے اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہوتی ہے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ مال اور اولاد دنیا کی کھیتی ہیں اور عمل صالح آخرت کی کھیتی ہے اللہ کچھ لوگوں کے لیے اسے یکجا کر دیتا ہے۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی حدیث میں ہے کہ جس کا ارادہ دنیاوی منفعت ہوتا ہے پھر آخرت میں اس کا کوئی حصّہ باقی نہیں رہتا اور جو اس کے ذریعے آخرت کی خیر چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے دنیا اور آخرت دونوں کی خیر عطا فرماتا ہے۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے جس کی نیت دنیا ہو تو اللہ اس کے امر کو اس پر متفرق کر دے گا اور فقر کو اس کے سامنے لے آئے گا اور اسے دنیا سے وہی ملے گا جو اس کے لیے لکھا جا چکا ہے اور جس کی نیت آخرت ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے متفرق معاملات کو یکجا کر دے گا اور اس کے دل کو غنی بنا دے گا اور دنیا اس کے سامنے ذلیل و خوار ہو کر آئے گی۔[۳]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے کہا گیا: اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے جسے چاہتا ہے رزق عطا فرماتا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا اس سے مراد امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت ہے۔

پھر کہا گیا ''مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ'' جو آخرت کی کھیتی کا طلب گار ہو فرمایا معرفتِ امیر المومنین اور ائمہ علیہم السلام پوچھا گیا ''نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ'' ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیں گے فرمایا کہ ہم اس کے حصے میں اس طرح اضافہ کریں گے کہ وہ ان کی دولت سے اپنا بھرپور حصّہ لے گا ''وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ'' اور جو دنیا کی کھیتی کا طلب گار ہے تو ہم اُسے دنیا ہی میں دے دیتے ہیں اور ایسے شخص کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں فرمایا کہ حق کی سلطنت میں امام کے ساتھ اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔[۴]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۴ (۲) الکافی ج ۱ ص ۴۶ ح ۲

(۳) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۲۷ (۴) الکافی ج ۱ ص ۴۳۵-۴۳۶ ح ۹۶ کے ذیل میں

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَ مَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

۲۱-کیا ان کے کچھ شرکاء ایسے ہیں جنھوں نے ان کے لیے دین میں ایسے طریقے وضع کر دیے ہیں اللہ نے جن کی اجازت نہیں دی ہے اور اگر فیصلے کی بات طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک ظالمین کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۲۲-تم دیکھو گے کہ ظالم اپنی کارستانیوں کے انجام سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ ان پر آ کر رہے گا اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے جو کچھ وہ چاہیں گے وہ انھیں رب کے پاس سے ملے گا یہ تو بہت بڑا فضل ہے۔

۲۳-یہ ہے وہ خوش خبری جسے اللہ اُن بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے اے نبی آپ فرما دیجیے میں تم سے اس تبلیغ کے عوض کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا سوائے قرابت داروں کی مودت کے اور جو نیکی حاصل کرے گا ہم اس کی نیکیوں میں اضافہ کر دیں گے بے شک اللہ بخشنے والا اور قدردان ہے۔

۲۱-اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ-

کیا ان کے کچھ شرکاء ایسے ہیں جنھوں نے ان کے لیے دین میں ایسے طریقے وضع کیے ہیں اللہ نے جن کی اجازت نہیں دی ہے جیسے شرک، دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار، اور صرف دنیا کے لیے عمل کرنا۔

وَ لَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ-

اور اگر فیصلے کی بات طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے اگر اُن کے بارے میں پہلے سے بات طے نہ ہوچکی ہوتی تو قائم علیہ السلام اُن میں سے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑتے۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اس سے مراد ہر دور کا قائم ہے۔

وَ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ-

اور بے شک ظالمین کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۲۲-تَرَى الظّٰلِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ-

تم دیکھو گے کہ ظالم اپنی کارستانیوں کے انجام سے ڈر رہے ہوں گے جو ان پر آکر رہے گا۔ انھوں نے جو مظالم کیے ہوں گے اور جن باتوں کا ارتکاب کیا ہوگا یعنی جس بات سے وہ ڈر رہے ہوں گے وہ واقع ہوکر رہے گی۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ-

اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے۔

لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ-

وہ جو کچھ چاہیں گے وہ انھیں رب کے پاس سے ملے گا۔

ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ-

یہ تو بہت بڑا فضل ہے۔

۲۳-ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ-

یہ ہے وہ خوش خبری جسے اللہ اپنے اُن بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجالائے۔

قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى-

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ میں تم سے اس تبلیغ کے عوض کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا سوائے قرابت داروں کی مودّت کے۔

اجر۔ کے معنیٰ ہیں فائدہ، منفعت۔

اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى-

کہ تم میرے قرابت داروں اور میری عترت کو اجر ادا کرو اور ان کے بارے میں میرے قول کو یاد رکھنا اور اس کی رعایت کرنا ایسا ہی مجمع البیان میں امام سجّاد علیہ السلام امام باقر علیہ السلام اور امام صادق علیہ السلام

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۲۸۷ ح ۴۳۲

سے مروی ہے۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس آئے اور مدینہ منورہ تشریف لائے تو انصار اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور آپ کو ہمارے درمیان بھیج کر ہمیں شرف عطا کیا اور اللہ نے ہمارے دوستوں کو شاداں کیا اور ہمارے دشمنوں کو سرنگوں کر دیا آپ کے پاس مختلف وفود ملاقات کے لیے آتے ہیں اور آپ کے پاس انھیں دینے کے لیے کچھ نہیں اس وجہ سے آپ کے دشمن آپ کی اس پریشانی پر بہت خوش ہوتے ہیں ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہم سے ایک تہائی مال لے لیجیے تا کہ جب مکّے کا کوئی وفد آپ سے ملنے کے لیے آئے تو آپ کے پاس انھیں دینے کے لیے مال موجود ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور انتظار کرنے لگے کہ رب کے پاس سے کیا حکم آتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى اے پیغمبر آپ فرما دیجیے کہ میں تم سے تبلیغ کے عوض کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا بس میرے قرابت داروں سے مودت کرو۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اموال کو قبول نہیں کیا تو منافقین نے کہا کہ یہ آیت اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل نہیں کی بلکہ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ اپنے فرزندِ عم کی منزلت ہم سے بلند رکھیں اور اپنے اہل بیتؑ کو ہم پر لاد دیں انھوں نے کل کہا تھا: من کنتُ مولاہ فعلی مَوْلَاہ

اور آج کہہ رہے ہیں: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔[۲]

قرب الاسناد میں امام صادق علیہ السلام اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک فریضہ کو واجب قرار دیا ہے کیا تم اسے ادا کرو گے؟ فرمایا کہ اُن میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا اور واپس چلے گئے جب دوسرا دن ہوا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح کھڑے ہوئے اور وہی الفاظ دُہرائے اور تیسرے دن بھی وہی کہا لیکن کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! یہ نہ تو سونا ہے، نہ چاندی ہے اور نہ ہی کھانا ہے تو انھوں نے کہا فرمایئے پھر وہ کیا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى انھوں نے کہا اچھا ہاں تو یہ ہے وہ جو ہم پر فرض کیا گیا ہے۔[۳]

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اسے صرف سات افراد نے پورا کیا سلمان، ابوذر، عمار، مقداد بن اسود کندی، جابر بن عبداللہ الانصاری اور رسول اللہ کے ایک غلام جس کا نام ثبیت تھا اور زید

---

(۱) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۲۸ (۲) الکافی ج ۱ ص ۲۹۵-۲۹۶ ح ۳

(۳) قرب الاسناد ص ۷۸ ح ۲۵۴

بن ارقم۔[۱]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے اسی سے ملتی جلتی روایت ہے مگر وہ ذرا واضح اور مفصل ہے۔[۲]

کتاب جوامع میں ہے کہ مشرکین نے آپس میں یہ کہنا شروع کیا دیکھو محمد نے جو کچھ عطا کیا ہے اس کے بدلے میں اجر طلب کر رہے ہیں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[۳]

اور اس آیت کے ذیل میں ان شاء اللہ بہت جلد ہم دیگر روایات بیان کریں گے کتاب محاسن میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ اللہ کی جانب سے بندوں پر محمد و آل محمد کے بارے میں فرض قرار دی گئی ہے۔[۴]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ بصرہ کے لوگ اس آیت:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ ان سے کہا گیا کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں امام علیہ السلام نے فرمایا وہ جھوٹ بولتے ہیں یہ آیت خاص طور سے ہم اہل بیتؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام کے بارے میں جو اصحاب کساء ہیں۔[۵]

مجمع البیان میں ابن عباس سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب یہ آیت قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ الخ نازل ہوئی تو لوگوں نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون لوگ ہیں جن کی مودّت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ علیؑ فاطمہؑ اور اُن کے بیٹے ہیں۔[۶]

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ہمارے بارے میں ہے آلِ حٰمٓ میں ایک نشانی ہے

---

(۱) قرب الاسناد ص ۸۹ ح ۲۵۵ (۲) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۳۳ ح ۱ (۳) جوامع الجامع ص ۴۲۵

(۴) المحاسن ج ۱ ص ۲۴۰ ح ۴۴۱ (۵) الکافی ج ۸ ص ۹۳ ح ۶۶

(۶) مجمع البیان ج ۶-۱ ص ۲۸ اور الکشاف ج ۴ ص ۲۱۹ اور اسی کتاب میں یہ بھی ہے عن النبی صلّی اللہ علیہ وآلہ حُرّمت الجنّة علیٰ من ظلم اھل بیتی واٰذانی فی عترتی وَمن اصطنع صنیعة الی احد من ولد عبد المطلب ولم یجازہ علیھا فانا اجازیہ علیھا غدًا اذا لقینی یوم القیامة۔ جو میرے اہلِ بیتؑ پر ظلم کرتا ہے اور میری عترت کے بارے میں مجھے اذیت دیتا ہے جنت اس پر حرام ہے اور جس نے بھی اولادِ عبدالمطلب میں سے کسی ایک سے کوئی نیکی کی ہو اور اسے اس کی جزا نہ ملی ہو تو جب وہ کل مجھ سے قیامت کے دن ملاقات کرے گا تو میں اسے جزا دوں گا۔ اور فخر الدین رازی نے اپنی کتاب تفسیر کبیر ج ۲۷ ص ۱۶۵-۱۶۶ میں زمخشری سے روایت نقل کی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من مات علی حُبّ اٰلِ محمد مات شھیدا، لا من مات علی حبّ اٰل محمد مات مغفورًا لہ، الا من مات علی حبّ اٰل محمد مات تائبا، الا من مات علی حبّ اٰل محمد مات مومنًا مستکمل الایمان، الا من مات علی حب اٰل محمد بشرہ ملك الموت بالجنة ثم منکر ونکیر، الا من مات علی حبّ اٰل محمد یزفّ الی الجنة کما تزف العروس الی بیت زوجھا الا من مات علیٰ حبّ اٰل محمد فتح لہ فی قبرہ بابان الی الجنّة الا ومن

بقیہ حاشیہ

مات علی حُبّ اٰل محمد جعل اللہ قبرہ مزار ملائکۃ الرحمۃ. الامن مات علی حبّ اٰل محمد مات علی السُّنۃ والجماعۃ الاومن مات علی بغض اٰل محمد جاء یوم القیامۃ مکتوب بین عینیہ ایس من رحمۃ اللہ. الاومن مات علی بغض اٰل محمد مات کافرًا. الاومن مات علی بغض اٰل محمد لم یشم رائحۃ الجنۃ۔ کہ جس کی موت اٰل محمد کی محبت پر واقع ہوئی وہ شہید مرا آگاہ ہوجاؤ جو آلِ محمد کی محبّت میں مرا اس کی مغفرت کی جا چکی، آگاہ ہوجاؤ جو آلِ محمد کی محبت میں مرا وہ تائب مرا آگاہ ہوجاؤ جو آلِ محمد کی محبت میں مرا وہ مومن اور کامل الایمان کی حیثیت سے مرا آگاہ ہوجاؤ جو آلِ محمد کی محبت میں مرا ملک الموت اسے جنت کی بشارت دیتے ہیں اور پھر منکر ونکیر بھی آگاہ ہوجاؤ جو آلِ محمد کی محبت میں مرا تو اسے جنت کی طرف آراستہ کر کے اس طرح لے جایا جائے جس طرح دلہن کو سجا کر شوہر کے گھر لے جاتے ہیں آگاہ ہوجاؤ جو آل محمد کی محبت میں مرا اس کے لیے قبر میں دو دروازے جنت کی جانب کھول دیے جائیں گے آگاہ ہوجاؤ جو آل محمد کی محبت میں مرے گا اللہ اس کی قبر کو ملائکہ رحمت کی زیارت گاہ بنا دے گا آگاہ ہوجاؤ جو آل محمد کی محبت میں مرے گا تو وہ سنت والجماعت پر مرے گا آگاہ ہوجاؤ جو آلِ محمد کے بغض میں مرے گا تو جب وہ روزِ قیامت آئے گا تو اس کی پیشانی پر تحریر ہوگا ''رحمتِ خدا سے مایوس'' آگاہ ہوجاؤ جو آلِ محمد کے بغض میں مرے گا تو وہ کافر مرے گا آگاہ ہوجاؤ جو آلِ محمد کے بغض میں مرے گا وہ جنت کی خوش بو بھی نہیں سونگھے گا۔

اور امام فخر الدین رازی نے اس روایت میں اضافہ کرتے ہوئے یہ بات کہی ہے کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہیں جن کے تمام معاملات رسول اللہ کی طرف لوٹتے ہیں بس جس کا امر رسول اللہ سے زیادہ شدید اور سب سے بڑھ کر کامل ہوگا تو وہی آل ہوں گے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فاطمہؑ، علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ وہ ہیں جن کے تعلقات رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ تھے اور یہ بات سب جانتے ہیں اور یہ تواتر کے ساتھ منقول ہے لہٰذا لازم ہوا کہ وہی آلِ محمد ہوں نیز لوگوں نے آل کے معنیٰ میں اختلاف کیا ہے کہا گیا ہے اس سے مراد قرابت دار ہیں اور کہا گیا کہ اس سے مراد اُمّت ہے اگر ہم لفظ آل کو قرابت پر محمول کریں تو وہ ہستیاں آل ہیں اور اگر ہم اسے امت پر محمول کریں جنھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا ہے تو پھر بھی وہ آل کے زمرے میں ہوتے ہیں تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہر نوع ہر اعتبار سے وہ آل ہیں اور جہاں تک اُن کے غیر کا سوال ہے تو کیا وہ لفظ آل کے ذیل میں آتے ہیں اس بارے میں اختلاف ہے صاحب کشاف نے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت ''قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا'' نازل ہوئی تو پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے وہ کون سے قرابت دار ہیں جن کی مودت ہم پر فرض ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی، فاطمہ اور اُن کے دونوں فرزند تو یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ چار نبی کے قرابت دار ہیں اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو لازم ہوا کہ وہ مزید تعظیم وتکریم کے مستحق قرار پائیں۔ اور یہ بات مختلف وجوہ سے ثابت ہے:

پہلی وجہ: اللہ تعالیٰ کا قول ''اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی'' اور اس کا استدلال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

دوسری وجہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ علیہا السلام سے محبت کرتے تھے آپ نے فرمایا ہے: فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی مایوذیہا فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جو چیز اُسے اذیت پہنچاتی ہے وہ میری اذیت کا باعث ہے اور متواتر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی علیہ السلام اور امام حسنؑ و امام حسینؑ سے محبت فرماتے تھے جب یہ بات ثابت ہو چکی ہے تو ویسا کرنا امّت کے ہر فرد پر فرض ہے اس فرمان الٰہی کی وجہ سے ''وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ'' (۱۵۸اعراف ۷) تم نبی کی پیروی کرو تا کہ ہدایت پاجاؤ اور اللہ کے اس قول کی وجہ سے ''فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖ'' (۶۳النور ۲۴) جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہیے اور اللہ کے اس قول کی وجہ سے (بقیہ ص ۴۸۶ پر)

کہ ہماری مودّت کو محفوظ نہیں رکھے گا مگر جو مومن ہوگا پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ۱

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مختلف درختوں سے خلق فرمایا ہے اور مجھے اور علیؑ کو ایک درخت سے خلق کیا گیا ہے میں اس درخت کی جڑ ہوں اور علیؑ اس کی شاخ ہیں اور فاطمہؑ اس کا شگوفہ ہیں اور حسن وحسین علیہما السلام اس کے پھل ہیں اور ہمارے پیروکار اس کے پتّے ہیں لہٰذا جو بھی ان ٹہنیوں میں سے کسی بھی ٹہنی سے لٹک جائے گا وہ نجات پاجائے گا اور جو کجی کرے گا وہ تباہ ہوجائے گا اگر کوئی بندہ صفا اور مروہ کے درمیان ایک ہزار سال اللہ کی عبادت کرے پھر ایک ہزار سال پھر ایک ہزار سال یہاں تک کہ وہ ایک پرانی مشکیزہ کی طرح ہوجائے پھر بھی اسے ہماری محبت تک رسائی نہ ہو تو اللہ اس کو ناک کے بل گرا دے گا پھر آپ نے اس آیت: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کی تلاوت فرمائی۔ ۲

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

اَلْقُرْبٰى سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔ ۳

کتاب خصال میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو میری عترت سے محبت نہیں کرتا وہ ان تینوں میں سے ایک ہے یا تو وہ منافق ہے یا ولدِ زنا ہے یا اس کی ماں حالتِ نجاست میں حاملہ ہوئی ہے۔ ۴

بقیہ حاشیہ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (۳ آل عمران ۳) فرما دیجیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو اور اللہ کے اس قول کے سبب: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۲۱ احزاب ۳۳) بلاشبہ تمھارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ عمل موجود ہے۔

تیسری وجہ: آل کے لیے دُعا ایک عظیم منصب ہے اسی وجہ سے اس دعا کو نماز میں تشہد کا خاتمہ قرار دیا ہے اور وہ آپ کا فرمان ہے اللّٰھم صلّ علی محمد و علیٰ اٰل محمد وارحم محمدًا واٰل محمد اے اللہ تو درود بھیج محمد پر اور آل محمد پر اے اللہ تو رحم فرما محمد پر اور آل محمد پر اور یہ تعظیم آل کے غیر کے لیے نہیں ہے یہ تمام باتیں دلالت کرتی ہیں کہ آل محمد کی محبت واجب ہے۔

قرطبی نے اپنی تفسیر کی ج ۱۶ ص ۲۲ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے من مات علی حبّ اٰل محمد مات شهيدا ومن مات علی حبّ اٰل محمد جعل الله زوّار قبره الملائكة والرحمة. ومن مات علی بغض اٰل محمد جاء يوم القيامة مكتوبًا بين عينيه ايس اليوم من رحمة الله. ومن مات علی بغض اٰل محمد لم يرح رائحة الجنة من مات علی بغض آل محمد فلا نصيب له فی شفاعتی۔ جو آلِ محمد کی محبت میں مرے گا وہ شہید مرے گا جو آل محمد کی محبت میں مرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر کی زیارت کے لیے فرشتوں اور رحمت کو نازل کرے گا اور جو آل محمد کے بغض میں مرے گا تو اسے جنت کی خوشبو سونگھنے کو نہیں ملے گی اور جو آل محمد کے بغض میں مرے گا تو میری شفاعت میں اس کا کوئی حصّہ نہیں ہے۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۲۹ (۲) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۲۸-۲۹

(۳) الکافی ج ۱ ص ۴۱۳ ح ۷ (۴) الخصال ص ۱۱۰ ح ۸۲ باب ۳

وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا۔

اور جو نیکی حاصل کرے گا ہم اس کی نیکیوں میں اضافہ کردیں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ۔

بے شک اللہ بخشنے والا اور قدر دان ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہ آیت ہم اہلِ بیتؑ جو اصحاب کساء ہیں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(۱)

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے ایک خطبے میں فرمایا:

انا من اهل بيت الذين افترض الله مؤدتهم علىٰ كُلّ مسلم فقال قل لا اسئلكم الى قوله حُسنا قال فاقتراف الحسنة مودتنا اهل البيت عليهم السلام

یقیناً ہم اُن اہل بیت میں سے ہیں اللہ تعالیٰ نے جن کی مودّت کو ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے۔

فرمایا: قل لا اسئلكم عليه اجرًا الا المودة فى القربى ومن يقترف حسنة نزدله فيها حسنا

لہٰذا حسنہ کا جمع کرنا ہم اہلِ بیت علیہم السلام کی مودّت کا نام ہے۔(۲)

کتاب کافی میں اس آیت کے بارے میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص آل محمد علیہم السلام کے اوصیاء سے موالات کرے گا اور اُن کے نقش قدم پر چلے گا تو یہ بات سابقہ انبیاء اور مومنین جو گزر چکے ہیں ان کی ولایت میں اضافے کا سبب بنے گی یہاں تک کہ ان کی ولایت آدم علیہ السلام تک پہنچ جائے۔(۳)

اور امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے اقتراف کا مفہوم ہے ہمیں تسلیم کرنا اور ہماری تصدیق کرنا اور ہماری طرف جھوٹ بات کو منسوب نہ کرنا۔(۴)

---

(۱) و (۲) تفسیر مجمع البیان ج ۹۔۱۰ ص ۲۹

(۳) الکافی ج ۸ ص ۳۷۹ ح ۵۷۴ (۴) الکافی ج ۱ ص ۴۳۹۱

اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا‌ ۚ فَاِنۡ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخۡتِمۡ عَلٰى قَلۡبِكَ‌ ؕ وَيَمۡحُ اللّٰهُ الۡبَاطِلَ وَ يُحِقُّ الۡحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ‌ ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۲۴﴾

وَ هُوَ الَّذِىۡ يَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ وَ يَعۡفُوۡا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَ يَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۲۵﴾

وَ يَسۡتَجِيۡبُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ يَزِيۡدُهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ‌ ؕ وَالۡكٰفِرُوۡنَ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ﴿۲۶﴾

وَ لَوۡ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزۡقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَ لٰكِنۡ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ‌ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيۡرٌۢ بَصِيۡرٌ ﴿۲۷﴾

۲۴-کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول نے اللہ پر جھوٹی تہمت لگائی ہے اگر اللہ چاہتا تو آپ کے دل پر مہر لگا دیتا اور اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو اپنی باتوں سے حق ثابت کرتا ہے یقیناً وہی دلوں کے راز سے بخوبی واقف ہے۔

۲۵-اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں سے توبہ کو قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔

۲۶-وہ ان لوگوں کی دعا قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور اپنے فضل سے ان کے اجر میں اضافہ کر دیتا ہے اور کافروں کے لیے عذاب شدید ہے۔

۲۷-اور اگر اللہ اپنے تمام بندوں کے لیے رزق میں فراوانی پیدا کر دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگتے لیکن وہ اپنے اندازے سے جتنا چاہتا ہے اتنا رزق نازل فرماتا ہے بے شک وہ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر اور ان پر نظر رکھتا ہے۔

۲۴-اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا‌-

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول نے اللہ پر جھوٹی تہمت لگائی ہے۔

فَاِنۡ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخۡتِمۡ عَلٰى قَلۡبِكَ‌-

اگر اللہ چاہتا تو آپ کے دل پر مہر لگا دیتا۔

وحی کو روک کر اور کہا گیا ہے کہ اس جیسے سے افتراء کو بعید جانا ہے اس بات سے اشارہ کر کے کہ وہی شخص اس کی جرأت کرسکتا ہے جس کے دل پر مہر لگا دی گئی ہو جو اپنے رب سے جاہل ہو لیکن جو صاحبِ بصیرت و معرفت ہو وہ ایسا نہیں کرسکتا گویا کہ اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ وہ اگر آپ کو تنہا چھوڑ دیتا تو آپ کے دل پر مہر لگا دیتا تا کہ آپ اللہ پر جھوٹی تہمت لگانے کی جرأت کریں۔[۱]

وَ یَمۡحُ اللّٰہُ الۡبَاطِلَ -

اور اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے۔

باطل سے مراد ہے افترا پرداز کو۔

وَ یُحِقُّ الۡحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ -

اور حق کو اپنی باتوں سے ثابت کر دیتا ہے۔

اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ -

یقیناً وہی دلوں کے راز سے بخوبی واقف ہے۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے اللہ فرما رہا ہے کہ اگر میں چاہتا تو آپ پر وحی کو منقطع کر دیتا تو آپ اہل بیتؑ کی فضیلت اور ان کی مؤدت کے بارے میں گفتگو نہ کر پاتے اور اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے: وَ یَمۡحُ اللّٰہُ الۡبَاطِلَ وَ یُحِقُّ الۡحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وہ کہنا چاہتا ہے کہ آپ کے اہلِ بیتؑ کے لیے ولایت ثابت ہو چکی ہے ''اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ'' وہ بتانا چاہتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے سینوں میں آپ کے اہل بیتؑ کے لیے جو عداوت اور آپ کے جانے کے بعد ظلم کا جو منصوبہ بنا رکھا ہے اللہ ان سب رازوں سے آشنا ہے۔[۱]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور انھوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو پناہ دی اور ہم نے آپ کی مدد کی لہٰذا آپ ہم سے ہمارے اموال میں سے کچھ حصّہ لے کر اپنی ضرورت پوری کیجیے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا یعنی نبوت کے سلسلے میں کسی اجر کا طالب نہیں ہوں ''اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی'' سوائے قرابت داروں کی مؤدت کے یعنی اہل بیتؑ پیغمبر کی مؤدت پھر فرمایا کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کسی شخص کا کوئی دوست ہوتا ہے اور اس شخص کے نفس میں اس کی امت کے خلاف کچھ ہوتا ہے تو اس طرح اس کا سینہ محفوظ نہیں رہتا تو اللہ نے یہ ارادہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں اہل بیتؑ کے خلاف کوئی شے نہ ہو تو لوگوں پر قربیٰ کی مؤدت کو فرض کر دیا اب اگر وہ اسے لیں گے تو ایک واجب کو اختیار کریں گے اور اگر اسے ترک کریں گے تو ایک واجب چھوڑیں گے امام علیہ السلام نے فرمایا وہ لوگ آنحضرت کے پاس سے چلے گئے اور اُن میں کچھ یہ کہہ رہے

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۳۷۹-۳۸۰ ح ۵۷۴

تھے کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے اموال پیش کیے تو انھوں نے کہا نہیں تم میرے بعد میرے اہلِ بیت کے حق میں قتال کرنا اور ایک گروہ نے تو یہ کہا کہ کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں؟ اور اُن کا انکار کر دیا اور کہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے ''اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِکَ اگر اللہ نے چاہا تو تمھارے دل پر مہر لگا دے گا فرمایا اگر تم نے افترا پردازی کی ''وَیَمْحُ اللّٰہُ الْبَاطِلَ'' تو اللہ باطل کو مٹا دے گا ''وَ یُحِقُّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ'' اور اللہ اپنے نبی، ائمہ اور قائم آل محمد صلوٰت اللہ علیہم کے ذریعے حق کو ثابت کر کے رہے گا۔[۱]

۲۵-وَ ھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ-

اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں سے توبہ کو قبول کرتا ہے۔

وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ-

اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے۔

کتاب عُیون میں سید الشہداء علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ مہاجرین اور انصار مجتمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہا یا رسول اللہ یقیناً آپ کے روزمرہ کے اخراجات میں نیز جو وفود آپ کی خدمت میں آتے ہیں ان کا خرچ بھی ہوتا ہے یہ ہیں ہمارے اموال ہماری جانوں کے ساتھ ساتھ آپ اس بارے میں ایسا فیصلہ صادر فرمائیے جس میں ہمارے لیے بہتری اور اجر ہو آپ اس میں سے جتنا چاہیں عطا فرمائیں اور جو چاہیں روک لیں آپ کو مکمل اختیار ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے روح الامین حضرت جبرئیل علیہ السلام کو نازل فرمایا اور کہا اے محمد کہو: لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی

یعنی تم میرے بعد میرے قرابت داروں کو اُن کا حق ادا کرو وہ لوگ وہاں سے روانہ ہو گئے تو منافقوں نے کہا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جو کچھ پیش کیا تھا اسے انھوں نے اسی لیے چھوڑا ہے کہ وہ ہمیں اپنے قرابت داروں کی محبت و مودت پر آمادہ کریں یہ تو وہ چیز ہے جسے محمد نے یہاں بیٹھے بیٹھے خود ہی گھڑ لیا ہے اور یہ انھوں نے پیغمبر کے بارے میں بڑی حیرت انگیز بات کہی تھی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِیْ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (الاحقاف:۸) کیا وہ کہتے ہیں کہ رسول نے اسے خود گھڑ لیا ہے آپ فرما دیجیے اگر میں نے اسے گھڑا ہوتا تو تم مجھے اللہ کی طرف سے بچانے پر بالکل قدرت نہیں رکھتے وہ بہتر جانتا ہے کہ تم لوگ اس بارے میں کیا باتیں بنا رہے ہو وہی اس بارے میں میرے اور تمھارے درمیان گواہ ہے اور وہی بخشنے والا اور نہایت مشفق ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف بلانے کا پیغام بھیجا جب وہ آئے تو نبی اکرم نے

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۵۷

فرمایا کیا کوئی نئی بات ہوئی ہے تو انھوں نے جواب دیا ہاں اللہ کے رسول بعض لوگوں نے ایسی بڑی بات کہی ہے جسے ہم نامناسب جانتے ہیں تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو وہ لوگ گریہ کناں ہوئے اور ان کے رونے نے شدت اختیار کی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وہی تو ہے جو اپنے بندوں سے توبہ کو قبول کرتا ہے۔[۱]

۲۶-وَ یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ یَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ-

وہ ان لوگوں کی دعا قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے اور اپنے فضل سے اُن کے اجر میں اضافہ کر دیتا ہے۔

وَ الْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ-

اور کافروں کے لیے عذاب شدید ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت مدینہ منورہ تشریف لائے اور اسلام مستحکم ہوگیا تو انصار نے اس دوران یہ کہا ہم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جائیں گے اور ان سے یہ کہیں گے کہ اگر آپ کو امور میں مشکلات پیش آتی ہیں تو یہ ہمارے اموال آپ کے لیے حاضر ہیں آپ اس میں جس طرح چاہیں بغیر کسی رکاوٹ کے خرچ کر سکتے ہیں وہ یہ منصوبہ طے کر کے حضور کی خدمت میں آئے تو یہ آیت نازل ہوئی:

قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت اُن کے سامنے پڑھی اور فرمایا تم میرے بعد میرے قرابت داروں کو اُجرت عطا کرو گے وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے وہاں سے روانہ ہوگئے اس وقت منافقین نے کہا یہ وہ بات ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہیں بیٹھے ہوئے گھڑ لیا ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس کے ذریعے اپنے بعد ہمیں اپنے قرابت داروں کا مطیع و منقاد بنا دیں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا کیا وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اللہ پر جھوٹی تہمت لگائی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی طرف پیغام بھیجا اور انھیں یہ آیت پڑھ کر سنائی وہ لوگ یہ سُن کر رونے لگے اور یہ بات اُن پر نہایت گراں گزری تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ اور اللہ وہ ہے جو اپنے بندوں سے توبہ کو قبول کرتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی تلاش میں کسی کو روانہ کیا اور انھیں بشارت دی اور فرمایا:

وَ یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وہ مومنین کی دعا کو قبول کرتا ہے اور یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے نبی اکرم کی بات کو تسلیم کیا تھا۔[۲]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول ''وَ یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' کے ذیل میں مروی ہے فرمایا اس سے مراد وہ مومن ہے جو اپنے بھائی کے لیے اس کی عدم موجودگی میں دعا طلب کرتا ہے فرشتہ اس

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۳۵-۲۳۶ ح ۱ باب ۲۲ (۲) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۲۹

کے لیے کہتا ہے "اُمین" اور عزیز وجبّار خداوند عالم فرماتا ہے تمھارے لیے اسی جیسا ہے جو تم نے مانگا ہے اور تم نے اپنے بھائی کی محبت میں جو کچھ مانگا ہے وہ میں نے اسے عطا کر دیا۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے اور اس پر مزید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں شفاعت کا حق عطا فرمائے گا ان لوگوں کے لیے جن پر جہنم واجب ہو چکی ہو جنھوں نے اِن پر دنیا میں احسان کیا تھا۔[۲]

۲۷-وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ-

اور اگر اللہ اپنے تمام بندوں کے لیے رزق میں فراوانی پیدا کر دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگتے مغرور ہو جاتے اور اترا کر فساد پھیلاتے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اگر اللہ ایسا کرتا تو وہ لوگ بھی کرتے لیکن اللہ نے انھیں ایک دوسرے کا محتاج بنایا ہے اور اس معاملے میں انہیں عبدیت میں رکھا ہے اور اگر وہ سب کو غنی کر دیتا تو وہ سرکش ہو جاتے۔[۳]

وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ-

لیکن وہ اپنے اندازے سے جتنا چاہتا ہے رزق نازل فرماتا ہے۔

فرمایا جس کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ رزق ان کے دین اور دنیا دونوں میں ان کے لیے مناسب ہوگا۔

اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ-

یقیناً وہ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر ہے اور اُن پر نظر رکھتا ہے۔

حدیث قدسی میں ہے میرے بندوں میں ایسا شخص بھی ہے جس کے لیے دولت مندی سزاوار ہے اور اگر میں اسے فقر میں مبتلا کروں گا تو اسے بگاڑ دے گا اور میرے بندوں میں ایسا فرد بھی ہے فقر وفاقہ جس کے لیے موزوں ہے اور اگر میں اسے غنی بنا دوں تو یہ دولت مندی اسے خراب کر دے گی اور میں اپنے بندوں کی بارے میں ان کے دلوں کے حالات کو جان کر تدبیر کیا کرتا ہوں۔[۴]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۵۰۷ ح ۳ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۶

(۳) ؟؟؟ (۴) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۳۰

وَ هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَ یَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَ هُوَ الْوَلِیُّ
الْحَمِیْدُ ﴿۲۸﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ
دَآبَّةٍ ؕ وَ هُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾ وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا
كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ ﴿۳۰﴾ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۖ
وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ﴿۳۱﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهِ الْجَوَارِ فِی
الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰی ظَهْرِهٖ ؕ
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ یُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَ یَعْفُ
عَنْ كَثِیْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّ یَعْلَمَ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ ﴿۳۵﴾
فَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی
لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ ۚ وَ الَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ
وَ الْفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

۲۸-اور وہی تو ہے جو مینہ برساتا ہے لوگوں کے ناامید ہوجانے کے بعد اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے اور وہ ولی اور لائق ستائش ہے۔ ۲۹-اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور وہ جان دار جو اس نے دونوں میں پھیلا دیے ہیں اور وہ جب چاہے انھیں جمع کر لینے پر خوب قدرت رکھتا ہے۔

۳۰-اور تم تک جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمھارا اپنا کیا دھرا ہے اور وہ بہت سی باتوں کو معاف بھی کر دیتا ہے۔ ۳۱-اور تم زمین میں اللہ کو کسی طرح عاجز نہیں کر سکتے اور اللہ کے علاوہ تمھارا کوئی سرپرست اور مددگار نہیں ہے۔ ۳۲-اور اس کی نشانیوں میں سے وہ جہاز ہیں جو سمندر میں پہاڑ کی طرح نظر آتے ہیں۔ ۳۳-اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ جہاز بھی سطح سمندر پر ساکن و جامد رہ جائیں بے شک اس میں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لیے بے شمار نشانیاں ہیں۔

۳۴-اور اگر چاہے تو ان کی کچھ بداعمالیوں کے سبب انھیں ہلاک کر ڈالے اور بہت سی باتوں کو معاف بھی کر دے۔ ۳۵-اور وہ جان لیں جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں کہ ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں۔

۳۶۔ تمھیں جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ متاع حیات دنیا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ ۳۷۔ وہ لوگ جو بڑے بڑے گناہ اور بے حیائی کی باتوں سے بچے رہتے ہیں اور جب غصّہ آجاتا ہے تو عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔

۲۸-وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا-

اور وہی تو ہے جو مینہ برساتا ہے لوگوں کے مایوس ہوجانے کے بعد۔

الْغَیْثَ سے مراد وہ بارش ہے جو خشک سالی کے وقت باران رحمت بن جاتی ہے اسی لیے اس میں فائدے کا عنصر موجود ہوتا ہے۔

وَ یَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ-

اور وہ (اللہ) اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے۔

ہر شے میں خواہ اُن کا تعلق ہموار زمین سے ہو یا پہاڑ سے، نباتات سے اس کا تعلق ہو یا حیوانات سے۔

وَ هُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ- اور وہ ولی اور لائقِ ستائش ہے۔

وَلی وہ ہستی جو اپنے بندوں کا متولی ہے اپنے احسان اور رحمت کو پھیلانے کی وجہ سے۔

الْحَمِیْدُ جو لائق حمد ہے۔

۲۹-وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ-

اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہے اور وہ جان دار جو اس نے دونوں میں پھیلا دیے ہیں۔

وَ هُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ

اور وہ جب چاہے انھیں جمع کر لینے پر خوب قدرت رکھتا ہے۔

۳۰-وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ

اور تم تک جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمھارا اپنا کیا دھرا ہے یعنی تمھاری معصیتوں کی وجہ سے ہے۔

وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ

اور وہ بہت سی باتوں کو معاف بھی کر دیتا ہے۔

یعنی بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور ان پر سزا نہیں دیتا اور یہ آیت مجرمین سے مخصوص ہے اس لیے کہ ان کے علاوہ دیگر افراد جب کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس کا مقصد اجر کو بڑھانا ہوتا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ رگوں کا ٹیڑھا ہوجانا اور پتھر کا پاؤں کو زخمی کرنا، پیروں کا پھسل جانا اور لکڑی کی خراش لگنا یہ سب گناہوں کی وجہ سے

ہوتا ہے اور اللہ اُن میں سے بہت سے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے اللہ جس کے گناہوں کی سزا پہلے ہی دنیا میں دے چکا ہوتا ہے تو پھر وہ اس بات سے بہت زیادہ بزرگ و برتر ہے کہ آخرت میں اس کی سزا کا اعادہ کرے۔(۱)

اور کافی اور قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کا کیا خیال ہے جو کچھ حضرت علی علیہ السلام اور اُن کے اہل بیت علیہم السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چلے جانے کے بعد برداشت کرنا پڑا کیا یہ سب کچھ اُن کا اپنا کیا دھرا تھا جب کہ وہ اہل بیت طہارت اور معصومین ہیں تو امام علیہ السلام نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن رات میں ایک سو مرتبہ بغیر کسی گناہ کے مغفرت طلب کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو مصائب کے لیے مختص کرلیا ہے تا کہ بغیر کسی گناہ کے اس کے برداشت کرنے پر انھیں اجر عطا کرے۔(۲)

تفسیر مجمع البیان میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ کتاب خدا میں یہ آیت بہترین آیت ہے اے علیؑ اگر لکڑی سے کوئی خراش لگتی ہے یا پاؤں میں موچ آتی ہے تو یہ کسی گناہ کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ دنیا میں انسان کے جس گناہ کو معاف کردیتا ہے تو وہ کریم ہے کہ اسے دوبارہ لوٹائے اور جس گناہ کی پاداش میں دنیا میں سزا دے چکا ہو وہ زیادہ عادل ہے کہ اپنے بندے کو دوبارہ سزا دے۔(۳)

۳۱-وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ- اور تم زمین میں اللہ کو کسی طرح عاجز نہیں کرسکتے۔

معجزین کا مفہوم ہے فائتین تم سبقت نہیں لے جاسکتے آگے نہیں بڑھ سکتے تم پر جو مصیبتیں آچکی ہیں۔

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ- اور اللہ کے علاوہ تمھارا کوئی سرپرست نہیں ہے۔

جو تمھاری اس سے حفاظت کرے۔

وَّلَا نَصِيْرٍ- اور نہ ہی مددگار ہے۔

جو ان مصیبتوں کو تم سے دور کرے۔

۳۲-وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ-

اور اس کی نشانیوں میں سے وہ جہاز ہیں جو سمندر میں پہاڑ کی طرح نظر آتے ہیں۔

۳۳-اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ-

اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ جہاز بھی سطح سمندر پر ساکن و جامد رہ جائیں۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ-

بے شک اس میں ہر صبر کرنے والے اور شکر گزار کے لیے بے شمار نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو عزم بالجزم کرلے اور خود کو وقف کردے آیاتِ الٰہی میں غور و خوض کرنے اور نشانی میں فکر و فہم سے کام لینے میں یا ہر

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۴۴۵ ح ۶ (۲) الکافی ج ۲ ص ۴۴۱-۴۵۰ ح ۱ و تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۷

(۳) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۳۱

اس مومن کے لیے جو کامل الایمان ہے اس لیے ایمان کے دو حصّے ہیں نصف کا تعلق صبر سے ہے اور نصف کا تعلق شکر سے ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔

۳۴-اَوۡ یُوۡبِقۡهُنَّ بِمَا كَسَبُوۡا وَ یَعۡفُ عَنۡ كَثِیۡرٍ-

اور اگر چاہے تو ان کی کچھ بداعمالیوں کے سبب انھیں ہلاک کر ڈالے۔ اور ان کی بہت سی باتوں کو معاف بھی کر دے۔

اَوۡ یُوۡبِقۡهُنَّ یا انھیں ہلاک کر ڈالے یعنی کشتی میں بیٹھنے والوں کو ایسی ہوائیں بھیج کر جو تیز و تند اور غرق کرنے والی ہوں اور بہت سی باتوں کو معاف کر کے انھیں نجات بھی دے دے۔

۳۵-وَّ یَعۡلَمَ الَّذِیۡنَ یُجَادِلُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا ؕ مَا لَهُمۡ مِّنۡ مَّحِیۡصٍ-

اور وہ جان لیں جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں کہ ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں۔

کہا گیا ہے کہ یہ جملہ عطف ہے پوشیدہ علّت پر جیسے وہ چاہتا ہے کہ ان سے انتقام لے اور وہ جانتا ہے۔

۳۶-فَمَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَمَتَاعُ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا- تمھیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ متاع حیاتِ دنیا ہے۔

تم اپنی مدتِ حیات میں جس سے فائدے حاصل کرتے ہو۔

وَ مَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی- اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔

یعنی جو آخرت کا ثواب ہے وہ اپنے خالص نفع اور دوام کی وجہ سے بہتر ہے۔

لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَلٰی رَبِّهِمۡ یَتَوَكَّلُوۡنَ- ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

۳۷-وَ الَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ كَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَ الۡفَوَاحِشَ-

وہ لوگ جو بڑے بڑے گناہ اور بے حیائی سے بچے رہتے ہیں۔

كَبٰٓئِرَ کی تفسیر سورۂ نساء کی آیت ۳۱ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔

وَ اِذَا مَا غَضِبُوۡا هُمۡ یَغۡفِرُوۡنَ- اور جب غصّہ آجاتا ہے تو عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جو غصّے پر قابو پائے اور اسے پی جائے جب کہ وہ اسے جاری کرنے پر قدرت رکھتا ہو تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے دل کو روزِ قیامت امن و ایمان سے بھر دے گا اور فرمایا کہ جو خواہش کے وقت خوف کے ہنگام، غضب کے لمحات میں اپنے نفس پر قابو رکھے اللہ اس کے جسد (جسم) کو آگ پر حرام کر دے گا۔[۱]

اور اس مفہوم سے متعلق کتابِ کافی اور دیگر کتب میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔[۲]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۷ (۲) الکافی ج ۲ ص ۱۱۰ ح ۵، ۶، ۷ باب کظم الغیظ و خصال ص ۱۰۴ ح ۶۳ ص ۵۷۰ ح ۱ باب الخمسین و مافوقہ و امالی شیخ طوسی ص ۱۸۲ ح ۳۰۶

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪ وَ
مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾
وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا
يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ
سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ
بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ
لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى
الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾
وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ
وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾

ع ۴ ۱۴ ۵

۳۸- جنھوں نے اپنے رب کا حکم تسلیم کیا ہے اور نماز قائم کی اور اپنے معاملات باہمی مشوروں سے طے کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

۳۹- اور جب ان پر کوئی ظلم کرتا ہے تو وہ اس کا بدلہ لیتے ہیں۔

۴۰- اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے پس اگر کوئی معاف کردے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے یقیناً اللہ ظالمین کو دوست نہیں رکھتا۔

۴۱- اور جن پر ظلم ڈھایا گیا ہے اگر وہ اس کے بعد انتقام لے لیں تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔

۴۲- البتہ الزام ان پر عاید ہوتا ہے جو لوگوں پر ظلم ڈھاتے ہیں اور زمین میں ناحق زیادتیاں کرتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۴۳- اور جو صبر سے کام لے اور معاف کردے تو یہ بڑے عزم کی بات ہے۔

۴۴- اور اللہ جسے گم راہی کے سپرد کردے تو پھر ایسے شخص کا کوئی بھی اس کے بعد مددگار نہیں اور آپ

دیکھیں گے کہ ظالم لوگ عذاب دیکھنے کے بعد یہ کہیں گے کہ اب پلٹنے کی بھی کوئی سبیل ہے۔
۴۵- اور آپ دیکھیں گے کہ جب یہ جہنم کے سامنے لائے جائیں گے تو ذلّت کے مارے جھکے جارہے ہوں گے اور کن انکھیوں سے دیکھتے جائیں گے اور مومنین یہ کہہ رہے ہوں گے کہ درحقیقت وہی لوگ خسارے میں ہیں جنھوں نے قیامت کے دن خود کو اور اپنے اہل وعیال کو خسارے میں ڈال دیا آگاہ ہوجاؤ یقیناً ظالمین دائمی عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

۳۸-وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ-
جنھوں نے اپنے رب کا حکم تسلیم کیا ہے یعنی انھیں جو حکم دیا جاچکا ہے اسے قبول کرتے ہیں۔
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ- اور نماز قائم کی ہے یعنی نماز کے قیام کا اہتمام کیا ہے۔
وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ-
اور وہ اپنے معاملات باہمی مشوروں سے طے کرتے ہیں۔
وہ آپس میں مشورے کرتے ہیں وہ اپنی انفرادی رائے پر عمل نہیں کرتے جب تک مشورہ نہ کریں اور اس امر پر مجتمع نہ ہوجائیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنے امور کے سلسلے میں بہت زیادہ بیداری رکھتے ہیں۔
تفسیر قمی میں ہے کہ وہ اپنے دینی معاملات میں جن باتوں کے محتاج ہوتے ہیں ان میں امام علیہ السلام سے مشورے کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ
اور کاش وہ اسے پلٹاتے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان میں جو اولوالامر ہیں اُن کی طرف (النساء ۸۳) [۱]
تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جب بھی کوئی شخص کسی سے مشورے کرتا ہے تو اسے راہ حق دکھایا جاتا ہے۔ [۲]
وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ-
اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔
خیر کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔
۳۹-وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ-
اور جب ان پر کوئی ظلم کرتا ہے تو وہ اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے ان پر جسے لازم قرار دیا ہے ذلّت وخواری کو ناپسندیدہ قرار دیتے ہوئے اور تمام اُمّہات الفضائل (حقیقی فضیلتیں) بیان کرنے کے بعد ان کی شجاعت کا وصف بیان کیا جارہا ہے اور یہ وصف مغفرت کی

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۷ (۲) تفسیر مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۳۳

صفت کی نفی نہیں کرتا۔ اس لیے کہ غفران (معاف کر دینا) مغفور (جس کی مغفرت کی جائے جسے معاف کیا جائے) کی عاجزی سے ابھر کر سامنے آتا ہے اور بدلہ لینا دشمن کی مخالفت سے سمجھ میں آتا ہے اور عاجز (کمزور ناتواں) کے مقابلے میں حلم و بردباری پسندیدہ عمل ہے اور جو زبردستی غالب آنا چاہے اس کے مقابلے یہ مذموم (ناپسندیدہ) ہے اس لیے کہ اس موقع پر حلم و بردباری ظلم وفساد کو جاری کرنے اور اسے ابھارنے کا سبب بنے گی۔

۴۰-وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا-

اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔

دوسری مرتبہ لفظ ''سَيِّئَةٌ'' اس لیے لائے تاکہ پہلے کے مقابل میں آجائے اور اس کے مماثل ہوجائے یا اس کا سبب یہ ہے کہ یہ برائی جس کے پاس آئی ہے اس کے ساتھ برا سلوک کرتی ہے اور یہ بدلہ لیتے وقت زیادتی کرنے سے روکنے کے لیے ہے۔

فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ-

پس اگر کوئی معاف کردے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اپنے اور اپنے دشمن کے درمیان اصلاح کردے تو اجر کا وعدہ اللہ نے اپنے ذمے لے لیا ہے جو مبہم ہے لیکن موعود (جس کا وعدہ کیا گیا ہے) کی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی آواز دے گا کہ جس کا اجر اللہ کے ذمے ہے وہ جنت میں داخل ہوجائے تو سوال کیا جائے گا وہ کون ہے جس کا اجر اللہ کے ذمے رہ گیا ہے تو اسے جواب دیا جائے گا کہ لوگوں کو معاف کرنے والے جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔(۱)

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے تم پر لازم ہے کہ عفوودرگزر سے کام لو! اس لیے کہ عفوودرگزر بندے کی عزت کو بڑھاتا ہے تم معاف کرو اللہ تمھیں معزز بنائے گا۔(۲)

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ- یقیناً اللہ ظالمین کو دوست نہیں رکھتا۔

ظالمین جو برائی کا آغاز کرتے ہیں اور انتقام لینے میں حد سے تجاوز کرتے ہیں۔

۴۱-وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ-

اور جن پر ظلم ڈھایا گیا ہے اس کے بعد اگر وہ انتقام لے لیں۔

فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ- تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۳۴ (۲) الکافی ج ۲ ص ۱۰۸ ح ۵

یعنی انھیں عتاب کرنے اور عقاب کرنے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔

کتاب خصال میں امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص تم سے برائی کرے اس کا حق ہے کہ تم اسے معاف کردو خواہ تم یہ جانتے ہو کہ معاف کرنا جس سے تم بدلہ لینا چاہتے ہو اس کی مدد ہے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ۔ [۱]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین وہ لوگ ہیں کہ اگر تم ان پر ظلم نہ بھی کرو وہ تم پر ظلم کریں گے کم ظرف، بیوی اور غلام۔ [۲]

۴۲-اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ-

البتہ الزام اُن پر عائد ہوتا ہے جو لوگوں پر ظلم ڈھاتے ہیں۔

انھیں نقصان پہنچانے کی شروعات کرتے ہیں یا جس کے وہ مستحق نہیں وہ جبراً حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

وَ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ-

اور ناحق زمین میں زیادتیاں کرتے پھرتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ-

ایسے ہی لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اِن کے ظلم اور اُن کی زیادتی کی وجہ سے۔

۴۳-وَلَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ-

اور جو صبر سے کام لے اور معاف کردے تو یہ بڑے عزم کی بات ہے۔

یعنی جو شخص مصیبت پر صبر کرے اور بدلہ نہ لے بلکہ معاف کردے تو یہ عمل اس کی جانب سے بڑے عزم کی بات کہلائے گی۔

۴۴-وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ-

اور اللہ جسے گمراہی کے سپرد کردے تو پھر ایسے شخص کا اس کے بعد کوئی بھی مددگار نہیں۔

یعنی اگر اللہ اسے تنہا چھوڑ دے گا تو اس کے بعد کوئی ایسا ناصر نہیں جو اس کی مدد کو آئے۔

۴۵-وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ-

اور اے نبی آپ دیکھیں گے کہ یہ ظالم لوگ عذاب دیکھنے کے بعد یہ کہیں گے۔

هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ- کہ کیا اب پلٹنے کی بھی کوئی سبیل ہے۔

یعنی کیا دنیا میں پلٹ کر دوبارہ جانے کی کوئی سبیل ہے۔

---

(۱) خصال ص ۵۷۰ ح ۱ باب ۵۰ (۲) الخصال ص ۸۶ ح ۱۵ باب ۳

وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ-

اور آپ دیکھیں گے کہ جب یہ جہنم کے سامنے لائے جائیں گے تو ذلّت کے مارے جھکے جا رہے ہوں گے۔

يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا انھیں آتش جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا، ان کو عذاب کا راستا دکھایا جائے گا۔

خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ وہ جھکے ہوئے ہوں گے اور عاجزی سے کمر خمیدہ ہوں گے کیوں کہ ذلّت سے دوچار ہوں گے۔

يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ- اور وہ کن انکھیوں سے دیکھتے جائیں گے۔

یعنی ان کی نظریں آگ کی طرف لگی ہوں گی اور وہ پلکوں کو ہلکا سا متحرک کر کے اس کی طرف دیکھ رہے ہوں گے جس طرح وہ شخص تلوار کی طرف دیکھتا ہے جسے قتل کے لیے قید کیا گیا ہو۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ-

اور مومنین یہ کہہ رہے ہوں گے کہ درحقیقت وہی لوگ خسارے میں ہیں جنھوں نے قیامت کے دن خود کو اور اپنے اہل وعیال کو خسارے میں ڈال دیا۔

دائمی عذاب کے لیے خود کو پیش کر کے۔

اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ- آگاہ ہو جاؤ یقیناً ظالمین دائمی عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا ''لمن انتصر بعد ظُلْمِه'' جو ظلم کے بعد بدلہ لے گا یعنی قائم علیہ السلام اور اُن کے اصحاب جب قیام فرمائیں گے تو وہ بنی امیہ، مُكَذِّبِيْن (جھٹلانے والوں) اور ناصبیوں (دشمنان اہل بیت) سے انتقام لیں گے وہ اور اُن کے اصحاب اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ

وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ اور جنھوں نے آل محمد صلوٰت اللہ علیہم کے حق پر ظلم ڈھایا تھا آپ انھیں دیکھیں گے۔

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ جب وہ عذاب کی صورت میں علیؑ کو دیکھیں گے ''يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ'' تو وہ یہ کہیں گے کہ یہاں سے دوبارہ واپس جانے کی کوئی سبیل ہے کہ ہم علی علیہ السلام سے دوستی کریں:

''وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ تو آپ انھیں دیکھیں گے کہ وہ علیؑ کے سامنے ذلت کے ساتھ جھکے ہوں گے اور علی علیہ السلام کو کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے ''وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا'' اور جو آل محمد صلوٰت اللہ علیہم اور ان کے شیعوں کو ماننے والے ہوں گے وہ یہ کہہ رہے ہوں گے ''اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ'' آل محمد صلوٰت اللہ علیہم کے حق کو غصب کرنے والے فی عذاب مقیم دائمی عذاب میں گرفتار ہوں گے فرمایا بخدا اس سے مراد وہ ناصبی حضرات ہیں جنھوں نے امیر المومنین علیہ السلام اور اُن کی ذریت سے عداوت کو اپنا شعار بنا لیا تھا اور جھٹلانے والے لوگ۔[1]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۸

وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ
مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا
فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَ اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا
الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ
فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ
يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ
ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَ مَا كَانَ
لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا
فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا
مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا
نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾
صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ
الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾ ع ۵

۴۶- اور سوائے اللہ کے ان کے کوئی ایسے سرپرست نہیں ہوں گے جو اُن کی مدد کے لیے آئیں اور اللہ جسے گم راہی میں چھوڑ دے تو پھر اس کے لیے ہدایت کی کوئی سبیل نہیں۔

۴۷- تم اپنے رب کی بات پر لبیک کہو قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس کے پلٹنے کی کوئی صورت اللہ کی طرف سے نہیں ہے اس روز نہ تو تمھارے لیے کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ ہی تمھارے لیے انکار کی کوئی گنجائش ہوگی۔ ۴۸- اگر یہ لوگ منہ پھیر لیں تو اے نبی ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر تو بھیجا نہیں ہے بس آپ کا کام تو پیغام پہنچا دینا ہے اور جب ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ خوش ہوجاتا

ہے اور اگر اپنے ہاتھوں کا کیا دھرا برائی کی شکل میں اس تک پہنچ جاتا ہے تو انسان ناشکرا بن جاتا ہے۔
۴۹-آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ کے لیے ہے جو کچھ چاہتا ہے خلق فرماتا ہے جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے۔ ۵۰- یا لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے وہ ہر چیز کا جاننے والا اور قدرت رکھنے والا ہے۔
۵۱- اور کسی بشر کا یہ مقام نہیں کہ اللہ اس سے روبرو گفتگو کرے یا تو وحی کے ذریعے گفتگو کرتا ہے یا پردے کے پیچھے سے یا وہ کوئی پیغام بر بھیجتا ہے وہ اس کے حکم سے جو چاہے وحی پہنچائے بے شک اللہ بلند و بالا اور باحکمت ہے۔ ۵۲- اور اسی طرح ہم نے اے نبی آپ کی طرف اپنے امر کی روح (قرآن) وحی کی ہے آپ کو کتاب اور ایمان کے بارے میں واقفیت نہ تھی لیکن اللہ نے اسے ایک نور بنایا ہے ہم اس کے ذریعے اپنے بندوں میں جس کی چاہتے ہیں رہنمائی کرتے ہیں بے شک آپ سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کر رہے ہیں۔ ۵۳-اُس اللہ کے راستے کی طرف جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے آگاہ ہو جاؤ تمام امور کی بازگشت اللہ ہی کی طرف ہے۔

۴۶-وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ-
اور سوائے اللہ کے ان کے کوئی ایسے سرپرست نہیں ہوں گے جو ان کی مدد کے لیے آئیں۔
وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ-
اور اللہ جسے گم راہی میں چھوڑ دے تو پھر اس کے لیے ہدایت اور نجات کی کوئی سبیل نہیں ہے۔
۴۷-اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ-
تم اپنے رب کی بات پر لبیک کہو قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس کے پلٹنے کی کوئی صورت اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔
مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ-
اس روز نہ تو تمھارے لیے کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ ہی تمھارے لیے انکار کی کوئی گنجائش ہوگی۔
مِّنْ نَّكِيْرٍ انکار ان اعمال کا جو تم نے کیے ہیں اس لیے کہ وہ سب تمھارے نامۂ اعمال میں ثبت ہیں تمھارے اعضاء و جوارح تمھارے خلاف گواہی دیں گے۔
۴۸-فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا-
اگر یہ لوگ منہ پھیر لیں تو اے نبی ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر تو بھیجا نہیں ہے۔
حفیظ کے معنی ہیں نگران۔ نگہبان۔

اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ- بس آپ کا کام تو پیغام پہنچا دینا ہے۔

اور آپ نے پیغام پہنچا دیا ہے۔

وَ اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا-

اور جب ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ خوش ہوجاتا ہے۔

وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ-

اور اگر اپنے ہاتھوں کا کیا دھرا برائی کی شکل میں اس تک پہنچ جاتا ہے۔

فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ- تو انسان ناشکرا بن جاتا ہے۔

ناشکرے پن کا بڑھ جانا نعمت کو یکسر بھلا دیتا ہے وہ مصیبت کو یاد رکھتا اور اسے بڑا سمجھتا ہے اور اس کے سبب پر غور نہیں کرتا اس جملے کا پہلا حصّہ لفظ ''اذا'' سے ادا ہوا ہے اور دوسرا حصّہ ''ان'' سے شروع ہوا اس لیے کہ نعمت کا چکھنا ثابت ہے مصیبت کی رسائی کے خلاف اور دوسرے جملے میں جزا کی علت کو بھی بیان کیا گیا ہے لہٰذا بجائے ضمیر لانے کے اسے ظاہری الفاظ میں بیان کر دیا گیا اس بات کو واضح کرنے کے لیے یہ جنس کفران نعمت سے موسوم ہے۔

۴۹-لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ-

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ کے لیے ہے۔

لہٰذا اسی کو حق ہے کہ نعمت اور مصیبت کو جس طرح چاہے تقسیم کرے۔

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ- وہ جو کچھ چاہتا ہے خلق فرماتا ہے۔

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ-

وہ جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے عطا کر دیتا ہے۔

۵۰-اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا-

یا وہ لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے۔

وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا-

اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔

اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ-

وہ ہر چیز کا جاننے والا اور قدرت رکھنے والا ہے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے ''يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا'' وہ جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے یعنی ان کے ساتھ لڑکے نہیں ہوتے ''وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ'' اور جسے چاہتا ہے لڑکے عطا کر دیتا ہے ان کے

ساتھ لڑکی نہیں ہوتی ''اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا'' یا لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے یعنی جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں عطا فرماتا ہے اس کے لیے لڑکے اور لڑکیاں یکجا کر دیتا ہے یعنی یہ سب وہ ایک فرد کو عطا کر دیتا ہے۔(۱)

۵۱-وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ-

اور کسی بشر کا یہ مقام نہیں کہ اللہ اس سے روبرو گفتگو کرے۔

اِلَّا وَحْيًا- مگر وحی کے ذریعے۔

یہ کہ وہ فرشتے کا مشاہدہ کرے، وہ فرشتے سے سُنے یا کوئی بغیر مشاہدے کے اس کے دل میں کسی بات کو ڈال دے اور وحی کا مفہوم وہ مخفی کلام ہے جس کا تیزی سے ادراک کیا جائے۔

اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ- یا پردے کے پیچھے سے۔

یہ کہ صرف آواز سنائی دے کوئی مشاہدہ نہ ہو۔

اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ-

یا وہ کوئی پیغام بر بھیجتا ہے وہ اس کے حکم سے جو چاہے وحی پہنچائے وہ پیغام بر سے سنتا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ ''وحی مشافهة'' اور ''وحی الهام'' جو دل میں واقع ہوجاتی ہے یا پردے کے پیچھے سے جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آگ میں سے گفتگو کی: اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ یا وہ کوئی پیغام بر بھیجتا ہے وہ اس کے حکم سے جو چاہے وحی پہنچائے فرمایا ''وحی مشافهة'' سے مراد ہے کہ لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے۔(۲)

اِنَّهٗ عَلِيٌّ-

وہ اللہ صفات مخلوقیں سے برتر و اعلیٰ ہے۔

حَكِيْمٌ- وہ باحکمت ہے وہی کرتا ہے اس کی حکمت جس بات کا تقاضا کرتی ہے۔

۵۲-وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا-

اور اسی طرح ہم نے اے نبی آپ کی طرف اپنے امر کی روح وحی کی ہے یعنی وحی کے ساتھ اُسے آپ کی طرف بھیجا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ روح اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے جو جبرئیل اور میکائیل سے بھی زیادہ عظمت والی ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھی انھیں خبر دیتی تھی اور ان کی ضرورت پوری کرتی تھی اور وہ روح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ائمہ علیہم السلام کے ساتھ ہے۔(۳)

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۸ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۹

(۳) الکافی ج ۱ ص ۲۷۳ ح ۱ و ۲ باب الروح

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب سے اس روح کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا ہے وہ اُن کے ساتھ ہے وہ آسمان پر بلند نہیں ہوئی اور وہ روح ہمارے درمیان ہے۔[۱]

مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ۔

آپ کو کتاب اور ایمان کے بارے میں واقفیت نہ تھی۔

یعنی وحی سے پہلے آپ اس بارے میں نہیں جانتے تھے۔

وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا۔

لیکن اللہ نے اسے ایک نور بنایا ہم اس کے ذریعے اپنے بندوں میں جس کی چاہتے ہیں رہنمائی کرتے ہیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے علم کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا وہ چیز ہے جسے عالم لوگوں سے سُن کر حاصل کرتا ہے یا آپ کے پاس کتاب میں ہے جسے پڑھ کر علم حاصل ہوتا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ امر اس سے زیادہ باعظمت اور زیادہ لازم ہے کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا ''وَ كَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ''

پھر فرمایا کہ تمھارے ساتھی اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں کیا وہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ ایسی حالت میں تھے کہ انھیں علم نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ وہ لوگ کیا کہتے ہیں تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا ہاں ان پر ایسی حالت تھی کہ وہ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف اس روح کو بھیجا جس کا ذکر کتاب میں ہے جب اس کے ذریعے اُن کی طرف وحی کی تو پھر اس کے ذریعے انھوں نے علم وفہم کو جانا اور یہ وہ روح ہے اللہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور جب وہ اسے کسی عبد کو عطا فرماتا ہے تو اسے فہم کا علم ہوجاتا ہے۔[۲]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے ''ولکن جعلناہ نورًا'' البتہ ہم نے انھیں نور بنایا ہے فرمایا اس سے مراد علی علیہ السلام ہیں اور علیؑ وہ نور ہیں اللہ اپنی مخلوق میں جسے چاہتا ہے اُن کے ذریعے اس کی ہدایت کردیتا ہے۔[۳]

وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ اور بے شک آپ صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کررہے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا یعنی اے نبی آپ حکم فرما رہے ہیں ولایت علی علیہ السلام کا اور اس کی جانب دعوت دے رہے ہیں اور علی علیہ السلام ہی صراطِ مستقیم ہیں۔[۴]

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۲۷۳ ح ۱ و ۲ باب الروح (۲) الکافی ج ۱ ص ۲۷۳۔۲۷۴ ح ۵

(۳) و (۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۱

۵۳-صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ-

اس اللہ کے راستے کی طرف جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے۔

فرمایا یعنی علی علیہ السلام کی طرف کہ انھیں آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا خازن بنایا ہے اور اس پر امین قرار دیا ہے۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا: وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ فرما رہا ہے کہ اے نبی آپ دعوت دیتے ہیں آپ انھیں بلاتے ہیں۔[۲]

اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ-

آگاہ ہوجاؤ تمام امور کی بازگشت اللہ ہی کی طرف ہے

وہ واسطوں اور تعلقات کو اٹھا لیتا ہے اس آیت میں وعدہ اور وعید (ڈراوا، تنبیہ) ہے اطاعت گزاروں اور مجرمین کے لیے۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے آپ نے فرمایا ایک مصحف (قرآن) سمندر میں گر گیا انھوں نے جب اسے پایا تو کیا دیکھا کہ سب کچھ جاتا رہا تھا سوائے اس آیت کے اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ۔[۳]

کتاب ثواب الاعمال اور مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو بھی حٰمٓ، عٓسٓقٓ کو پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ جب اسے قیامت کے دن مبعوث کرے گا تو اس کا چہرہ برف کی طرح یا سورج کی طرح چمک رہا ہوگا جب وہ حضور خداوندی میں کھڑا ہوگا اس وقت اللہ اُس سے فرمائے گا اے میرے بندے تو ''حٰمٓ''، ''عٓسٓقٓ'' کی مسلسل تلاوت کرتا تھا لیکن تجھے معلوم نہیں کہ اس کا ثواب کتنا ہے اگر تو اس کے ثواب سے واقف ہوتا تو کبھی بھی اس کی تلاوت کے بعد تھکن محسوس نہیں کرتا میں تجھے اس کی تلاوت کی جزا دوں گا اسے جنت میں داخل کردو جنت میں اس کے لیے ایک محل ہے جس کے دروازے، دیوار کے کنگرے اور جس کی منزلیں سرخ یاقوت کی ہوں گی جس کے ظاہر سے اس کا باطن نظر آرہا ہوگا اور جس کے باطن سے اس کا ظاہر دکھائی دے رہا ہوگا اور اس محل میں اس کے لیے بڑی بڑی آنکھوں والی دو حوریں ہوں گی ہزار کنیزیں ہوں گی اور ہزار غلام ہوں گے ان غلمانوں میں سے جو ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے جن کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔[۴]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۱ (۲) الکافی ج ۵ ص ۱۳ ح ۱

(۳) الکافی ج ۲ ص ۶۳۲ ح ۱۸ باب النوادر (۴) ثواب الاعمال ص ۱۱۳ و مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۲۰

سورۂ الزخرف

سورہ زخرف مکّہ مکرّمہ میں نازل ہوا اور اس میں آیتوں کی تعداد ۸۸ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲﴾ ملع

اِنَّا جَعَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۳﴾ وَ اِنَّہٗ فِیۡۤ اُمِّ الۡکِتٰبِ لَدَیۡنَا لَعَلِیٌّ حَکِیۡمٌ ﴿۴﴾ اَفَنَضۡرِبُ عَنۡکُمُ الذِّکۡرَ صَفۡحًا اَنۡ کُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِیۡنَ ﴿۵﴾ وَ کَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِیٍّ فِی الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۶﴾ وَ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ﴿۷﴾ فَاَہۡلَکۡنَاۤ اَشَدَّ مِنۡہُمۡ بَطۡشًا وَّ مَضٰی مَثَلُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۸﴾

وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَہُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ خَلَقَہُنَّ الۡعَزِیۡزُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۹﴾ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ مَہۡدًا وَّ جَعَلَ لَکُمۡ فِیۡہَا سُبُلًا لَّعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ ﴿۱۰﴾ وَ الَّذِیۡ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنۡشَرۡنَا بِہٖ بَلۡدَۃً مَّیۡتًا ۚ کَذٰلِکَ تُخۡرَجُوۡنَ ﴿۱۱﴾ وَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّہَا وَ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنَ الۡفُلۡکِ وَ الۡاَنۡعَامِ مَا تَرۡکَبُوۡنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسۡتَوٗا عَلٰی ظُہُوۡرِہٖ ثُمَّ تَذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ رَبِّکُمۡ اِذَا اسۡتَوَیۡتُمۡ عَلَیۡہِ وَ تَقُوۡلُوۡا سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا ہٰذَا وَ مَا کُنَّا لَہٗ مُقۡرِنِیۡنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾

بڑے مہربان نہایت مشفق اللہ کے نام سے۔

۱۔ حا۔ میم۔ ۲۔ قسم ہے واضح کتاب کی۔

۳۔ ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن قرار دیا ہے تا کہ تم اسے سمجھ سکو۔

۴۔ اور یہ ہمارے پاس اُمّ الکتاب (لوح محفوظ) میں بلند و باحکمت کتاب ہے۔

۵۔ کیا ہم ذکر (نصیحت) کو تم سے محض اس لیے پھیر دیں کہ تم زیادتی کرنے والے لوگ ہو۔

۶۔ ہم نے اگلے لوگوں میں بارہا نبی بھیجے ہیں۔
۷۔ اور جب بھی اُن میں کوئی نبی آتا تھا وہ ہمیشہ اس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔
۸۔ ہم نے تو ان سے زیادہ، طاقت ور لوگوں کو ہلاک کر دیا اور پہلے لوگوں کی مثال گزر چکی ہے۔
۹۔ اور اگر آپ اُن سے دریافت کریں گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور بالضرور کہیں گے کہ انھیں بڑے طاقت ور اور ذی علم ہستی نے خلق فرمایا ہے۔
۱۰۔ جس نے تمھارے لیے زمین کو گہوارہِ استراحت بنایا اور اس میں تمھارے لیے راستے بنائے تاکہ تم منزل تک پہنچ جاؤ۔ ۱۱۔ اور جس نے آسمان سے خاص مقدار میں پانی نازل فرمایا پھر ہم نے اس کے ذریعے مردہ شہر کو زندہ کر دیا اسی طرح تم بھی زمین سے نکالے جاؤ گے۔
۱۲۔ جس نے ہر اقسام کے جوڑے پیدا کیے اور تمھارے لیے کشتیاں اور چوپائے مہیا کیے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ ۱۳۔ تاکہ تم اُن کی پشت پر چڑھ بیٹھو اور جب اس پر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی نعمتوں کو یاد کرو اور کہو ''پاک ہے وہ جس نے ہمارے لیے ان چیزوں کو مسخر کر دیا ورنہ ہم انھیں قابو میں نہیں لا سکتے تھے۔''
۱۴۔ اور یقیناً ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔

۱-حٰمٓ- ۲-وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ-
حا، میم قسم ہے واضح کتاب کی
۳-اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ-
ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن قرار دیا ہے تاکہ تم اسے سمجھ سکو۔
اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قسم کھائی ہے کہ اسے قرآن عربی بنا دیا ہے اور یہ نہایت عمدہ بات ہے کہ قسم اور مقسم علیہ میں مناسبت پائی جائے۔
لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم اس کے معانی و مفاہیم کو سمجھ سکو۔
۴-وَ اِنَّهٗ فِيْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ-
اور یہ ہمارے پاس امّ الکتاب (لوح محفوظ) میں بلند و باحکمت ہے۔
اُمِّ الْكِتٰبِ سے مراد ہے لوح محفوظ اس لیے کہ وہ آسمانی کتابوں کی اصل ہے۔
عَلِيٌّ کے معنیٰ ہیں بلند منزلت، رفیع الشان
حَكِيْمٌ کا مفہوم ہے بڑی نافذ ہونے والی حکمت والی ایسا ہی کہا گیا ہے۔[1]

---

(۱) تفسیر بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۶۲

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد امیر المومنین علیہ السلام ہیں فی امّ الکتاب یعنی سورۂ فاتحہ میں اس میں لکھا ہوا ہے ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' فرمایا: الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے مراد امیر المومنین علیہ السلام اور اُن کی معرفت ہے اور تفسیر قمی میں بھی اسی مفہوم کی روایت ملتی ہے۔(۱)

۵-اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ-

کیا ہم ذکر (نصیحت) کو تم سے محض اس لیے پھیر دیں کہ تم زیادتی کرنے والے لوگ ہو۔

کیا ہم تمھیں مہلت دے دیں تا کہ اس طرح ذکر کو تم سے پھیر دیں؟ اسے تم سے دور کر دیں اور اسے تمھارے سامنے پیش نہ کریں محض اس وجہ سے کہ تم زیادتی کرنے والے لوگ ہو۔

تفسیر قمی میں ہے ہم تمھیں نظر انداز کر کے چھوڑ دیں ہم تم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا امام یا حجتوں کے ذریعے حُجت پیش نہ کریں۔(۲)

۶-وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ-

ہم نے اگلے لوگوں میں بارہا نبی بھیجے ہیں۔

۷-وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ-

اور جب بھی اُن میں کوئی نبی آتا وہ ہمیشہ اس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کے لیے کیا گیا ہے جب اُن کی قوم اُن کا مذاق اڑا رہی تھی۔

۸-فَاَهْلَكْنَاۤ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا-

تو ہم نے ان سے زیادہ طاقت ور لوگوں کو ہلاک کر دیا۔

یعنی ''قوم مُسرفین'' زیادتی کرنے والی قوم کے طاقت ور افراد کو ہلاک کر دیا اس لیے خطاب کو ان سے پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لایا گیا تا کہ انھیں خبر دی جائے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے قریش کے افراد مراد ہیں۔(۳)

وَّ مَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ- اور پہلے لوگوں کی مثال گزر چکی ہے۔

قرآن مجید میں ان کے عجیب و غریب قصّے بیان کیے جا چکے ہیں اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ اور مذاق اڑانے والوں کے لیے وعید ہے کہ ان کے لیے بھی وہی عذاب ہوگا جیسا پہلے لوگوں پر ہوا تھا۔

۹-وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ-

اور اگر آپ اُن سے دریافت کریں گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے۔

---

(۱) معانی الاخبار ص ۳۲ ح ۱ و تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۰ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۰-۲۸۱

(۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۱

لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ-

تو وہ ضرور بالضرور کہیں گے کہ انھیں بڑے طاقت ور اور ذی علم ہستی نے خلق فرمایا ہے۔

یعنی وہ لوگ میری طاقت اور میرے علم کا اعتراف کریں گے۔

۱۰-الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا-

جس نے تمھارے لیے زمین کو گہوارۂ استراحت بنایا۔

جس زمین میں تم ٹھہرتے ہو، استراحت کرتے ہو۔

وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا-

اور اس میں تمھارے لیے راستے بنائے جن پر تم چلتے ہو۔

لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ-

تا کہ تم منزل تک پہنچ جاؤ۔

تا کہ تم اپنی منزل تک رسائی پالو، اپنے ہدف کو حاصل کرلو یا اس میں غور وفکر کر کے صانع کی حکمت سے واقفیت حاصل کرلو۔

۱۱-وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ-

اور جس نے آسمان سے خاص مقدار میں پانی نازل فرمایا۔

اتنی مقدار میں کہ وہ فائدے مند ہو، نقصان دہ نہ ہو۔

فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا-

پھر ہم نے اس کے ذریعے مردہ شہر کو زندہ کردیا۔

ہم نے اس پانی کے ذریعے ایسی زمین کو حیات بخشی جس میں نباتات کا وجود نہ تھا۔

كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ-

تم اسی طرح زمین سے نکالے جاؤ گے۔

اپنی اپنی قبروں سے نکل کر باہر آؤ گے۔

۱۲-وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا-

جس نے ہر اقسام واصناف کی مخلوقات کو جوڑے جوڑے بنایا ہے۔

وَ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ-

اور تمھارے لیے کشتیاں اور چوپائے مہیا کیے جن پر تم سوار ہوکر سمندروں اور خشکی میں سفر کرتے ہو۔

۱۳-لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ- تا کہ تم اُن کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھو۔

ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ-

جب اس پر اچھی طرح سوار ہوجاؤ تو پھر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو

یعنی تم اپنے دلوں میں نعمتوں کو دہراؤ ان کا اعتراف کرتے ہوئے اور ان نعمتوں پر شکر خدا بجالاتے ہوئے۔

وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ-

اور کہو پاک ہے وہ جس نے ہمارے لیے ان چیزوں کو مسخر کردیا ورنہ ہم انھیں قابو میں نہیں لاسکتے تھے۔

وَمَا كُنَّا مُقْرِنِيْنَ اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ انھیں قابو میں رکھتے نہ ہم اونٹ کو قابو میں رکھ سکتے تھے اور نہ ہی کشتی ہمارے قابو میں ہوتی اور اگر اللہ نے ہمارے لیے مسخّر نہ کردیا ہوتا تو سمندر بھی ہمارے قابو سے باہر ہوتا۔

۱۴-وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ-

اور یقیناً ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔

مُنْقَلِبُوْنَ راجعون پلٹ کر جائیں گے اس کو سواری سے اس لیے متصل کیا ہے کہ سواری کا مقصد ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا ہے اور سب سے بڑا انتقال اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ کر جانا ہے یا اس لیے کہ یہ پُرخطر ہوتا ہے لہٰذا سوار کے لیے لازم ہے کہ اس سے غافل نہ ہو اور اللہ سے ملاقات کے لیے تیار ہوجائے۔

کتاب کافی میں امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب تم سواری کی پُشت پر سوار ہو تو کہو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا الخ [۱]

امام رضا علیہ السلام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اگر تم خشکی کے سفر پر روانہ ہو تو کہو جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا الخ جب بھی کوئی بندہ اسے اونٹ یا کسی جانور پر سوار ہوتے وقت کہے گا تو اسے حکم الٰہی سے کسی مصیبت کا سامنا نہ ہوگا۔ [۲]

---

(۱) الکافی ج ۵ ص ۲۵۶ ح ۳

(۲) الکافی ج ۳ ص ۴۷۱-۴۷۲ ح ۵

وَ جَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ ع ۱۵ ۷
اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ
لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَ مَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ
وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ
اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ
الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ ؕ
اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ
اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ كَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ
قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَا ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى
اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَ لَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ
عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع ۲ ۸

۱۵– (اس کے باوجود) انھوں نے اس کے بندوں میں سے بعض کو اس کا جزو بنا ڈالا بے شک انسان کھلا ناشکرا ہے۔ ۱۶– کیا اس نے مخلوقات میں سے اپنے لیے بیٹیاں منتخب کیں اور تم کو بیٹوں سے نوازا۔
۱۷– حال آں کہ جب ان میں سے کسی کو اس کی بشارت دی جاتی ہے جس کی نسبت یہ خدا سے دیتے ہیں تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے۔ ۱۸– یا وہ اولاد جسے زیورات میں پالا پوسا جاتا ہے اور وہ بحث وتمحیص کے موقع پر واضح طور سے اپنا مدّعا بھی بیان نہیں کرسکتی۔
۱۹– اور انھوں نے فرشتوں کو جو اللہ کے بندے ہیں عورتیں بنا دیا کیا انھوں نے اُن کی جسمانی ساخت کو دیکھا ہے ان کی گواہی لکھی جائے گی اور اُن سے باز پرس ہوگی۔ ۲۰– اور انھوں نے کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم کبھی اُن کی عبادت نہ کرتے انھیں اس کا کچھ علم نہیں یہ تو بس قیاس آرائیاں کیا کرتے ہیں۔
۲۱– یا ہم نے اس سے پہلے کوئی کتاب انھیں دی تھی کہ وہ اس کتاب سے چمٹے ہوئے ہیں۔

۲۲- بلکہ انھوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انھی کے نقش قدم پر گام زن ہیں۔ ۲۳- اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی بستی میں کسی ڈرانے والے کو بھیجا تو وہاں کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انھی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

۲۴- ہر نبی نے ان سے پوچھا خواہ میں تمھیں اس سے زیادہ صحیح راستا دکھا دوں جس پر تم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا تھا انھوں نے جواب دیا آپ جس دین کے ساتھ بھیجے گئے ہیں ہم اسے نہیں مانتے۔

۲۵- ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا ملاحظہ فرمایئے کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔

۱۵- وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا-

(اس کے باوجود) انھوں نے اس کے بندوں میں سے بعض کو اس کا جزو بنا ڈالا۔

کہا گیا ہے کہ یہ جُملہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے مُتّصل ہے ''ولئن سالتھم'' یعنی انھوں نے اس اعتراف کے بعد بھی اس کے بندوں میں سے اس کی اولاد بنا ڈالی اور انھوں نے کہا فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اسے جزو قرار دیا گیا اس لیے کہ اولاد والد کا حصّہ اور جزو ہوتی ہے۔(۱)

تفسیر قمی میں ہے ''وجعلوا له من عباده جُزْءً'' اور اللہ کے لیے اس کے بندوں میں سے جزو بنا ڈالا فرمایا کہ قریش نے کہا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔(۲)

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ- بے شک انسان کھلا ناشکرا ہے۔

یعنی وہ علانیہ کفرانِ نعمت کر رہا ہے۔

۱۶- اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ-

کیا اس نے مخلوقات میں سے اپنے لیے بیٹیاں منتخب کیں اور تم کو بیٹوں سے نوازا۔

لفظ ''أم'' میں ہمزہ انکاری ہے یعنی اس نے ایسا نہیں کیا اور اس کے ذریعے ان کی عجیب وغریب بات کو بیان کرنا ہے کہ انھوں نے اسی پر بس نہ کی بلکہ اللہ کے لیے جزو بنا ڈالا یہاں تک کہ اس کے لیے مخلوقات میں سے اسے جزو بنایا جو ان کے نزدیک خسیس اور معمولی ہے اور ہر چیز سے زیادہ ناپسندیدہ شے ہے کہ جب اس کی خوش خبری کسی کو سنائی جاتی ہے تو اس کا غم بڑھ جاتا ہے جیسا کہ فرمایا۔

۱۷- وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا-

حال آں کہ جب اُن میں سے کسی کو اس کی بشارت دی جاتی ہے جس کی نسبت یہ خدا سے دیتے ہیں اور

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۶۴ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۱

جسے اللہ کے مشابہ قرار دیتے ہیں اس لیے کہ ہر شے کی اولاد اس کے مشابہ اور اس کی جنس سے ہوتی ہے۔

ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ- تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے۔

تو اس کا چہرہ انتہائی سیاہ ہوجاتا ہے اس غم کے سبب جس سے وہ دوچار ہوتا ہے۔

كَظِيْمٌ کا مفہوم ہے اس کا دل کرب سے بھر جاتا ہے۔

۱۸-اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ- یا وہ اولاد جسے زیورات میں پالا پوسا جاتا ہے۔

اسے اللہ کا جزو بناتے ہیں جسے زیب و زینت کے ساتھ پروان چڑھایا جاتا ہے یعنی بیٹیاں۔

وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ- اور وہ بحث و تمحیص کے موقع پر واضح طور سے اپنا مدّعا بھی بیان نہیں کرسکتی۔

کہا جاتا ہے کہ جب کوئی عورت اپنے حق میں دلیل دیتی ہے تو وہ اس کے خلاف ہوجاتی ہے اس لیے کہ وہ واضح طور سے اپنا مقصد بیان نہیں کر پاتی۔

۱۹-وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا-

اور انھوں نے فرشتوں کو جو اللہ کے بندے ہیں عورتیں بنا دیا۔

یہ دوسرا کفر ہے جو ان کی گفتار پر مشتمل ہے جس کا الزام فرشتوں پر لگایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو تمام بندوں میں سب سے کامل اور مکرم و محترم قرار دیا ہے۔

اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ- کیا انھوں نے اُن کی جسمانی ساخت کو دیکھا ہے۔

جب اللہ نے ان فرشتوں کو خلق فرمایا تھا تو کیا وہ اس وقت موجود تھے اور انھوں نے فرشتوں کو عورتوں کی شکل میں دیکھا تھا اس لیے کہ یہ بات تو صرف مشاہدے سے معلوم کی جاسکتی ہے اور یہ درحقیقت ان کی جہالت کو واضح کرنا اور ان کی ہنسی اڑانا مقصود ہے۔

سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ-

ان کی گواہی لکھی جائے گی اور ان سے باز پُرس ہوگی۔

انھوں نے فرشتوں کے خلاف جو گواہی دی کہ وہ صنف نسواں سے تعلق رکھتے ہیں ہم اسے تحریر کررہے ہیں اور روز قیامت اس بارے میں اُن سے باز پرس ہوگی۔

۲۰-وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ-

اور انھوں نے کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم کبھی اُن کی عبادت نہ کرتے انھیں اس کا کچھ علم نہیں۔

اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ- یہ تو بس قیاس آرائیاں کیا کرتے ہیں۔

۲۱-اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ- یا ہم نے اس سے پہلے کوئی کتاب انھیں دی تھی۔

یعنی قرآن سے پہلے ایسی کوئی کتاب انھیں دی تھی جو ان کے قول کی تصدیق کررہی ہو۔

فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ- کہ وہ اس کتاب سے چمٹے ہوئے ہیں۔

۲۲-بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ-

بلکہ انھوں نے کہا کہ ہم نے اسے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انھی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں یعنی اس بارے میں اُن کے پاس نہ تو عقلی دلیل ہے اور نہ ہی کسی روایات سے اس کا پتا چلتا ہے البتہ وہ اپنے جاہل آباؤ اجداد کی تقلید میں اس طرف مائل ہوئے ہیں۔

اُمَّةٍ وہ طریقہ جس پر وہ چل رہے ہیں۔

۲۳-وَ كَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ-

اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی بستی میں کسی ڈرانے والے کو بھیجا تو وہاں کے خوش حال لوگوں نے کہا۔

اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ-

کہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انھیں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلّی کے لیے ہے اور اس امر کی جانب رہنمائی ہے کہ اس قسم کے امور میں تقلید پرانی گم راہی ہے اور خاص طور سے خوش حال لوگوں کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ نعمت کی فراوانی اور بہادر بننے کی محبّت نے تقلید سے صَرفِ نظر کرنے میں رکاوٹ ڈال دی۔

۲۴-قٰلَ اَوَ لَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ-

ہر نبی نے اُن سے پوچھا خواہ میں تمھیں اس سے زیادہ صحیح راستا دکھادوں جس پر تم نے اپنے آباؤاجداد کو پایا تھا۔

یعنی تم اپنے آباؤاجداد کا اتباع کرتے رہو گے خواہ میں وہ دین لے آؤں جو تمھارے باپ دادا کے دین سے زیادہ ہدایت کرنے والا ہے۔

قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ-

انھوں نے جواب دیا آپ جس دین کے ساتھ بھیجے گئے ہیں ہم اسے نہیں مانتے یعنی چاہے وہ دین زیادہ ہدایت کرنے والا ہو یہ ڈرانے والے کی ناامیدی کا باعث ہے کہ نہ وہ اس کی طرف دیکھتے ہیں اور نہ ہی اس میں غوروفکر کرتے ہیں۔

۲۵-فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ- ہم نے ان لوگوں سے انتقام لے لیا۔

انھیں جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا، انھیں تباہ و برباد کردیا۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ- ملاحظہ فرمایئے کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔

اے نبی آپ ان کی تکذیب (جھٹلانے) پر غمگین نہ ہوں۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْ
فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَ رَسُوْلٌ
مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّ اِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ قَالُوْا
لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ
رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا
بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَ رَحْمَتُ
رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾

۲۶- یاد کیجیے جب ابراہیم نے اپنے مُرَبّی باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا یقیناً میں اس سے براءت کرتا ہوں تم جس کی عبادت کرتے ہو۔ ۲۷- سوائے اس ہستی کے جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی بہت جلد میری رہ نمائی کرے گا۔ ۲۸- اور ہم نے اس پیغام کو ان کی نسل میں کلمۂ باقیہ قرار دیا تا کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کریں۔ ۲۹- بلکہ میں انھیں اور ان کے آباؤ اجداد کو فائدے پہنچاتا رہا یہاں تک کہ اُن کے پاس حق آ گیا اور واضح ہدایت کرنے والا رسول آیا۔ ۳۰- اور جب اُن کے پاس حق آیا تو انھوں نے کہا یہ تو جادو ہے اور ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ ۳۱- اور انھوں نے کہا آخر یہ قرآن دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اتارا گیا۔ ۳۲- کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ ایسا نہیں ہے بلکہ ہم نے دنیاوی زندگی میں ان کے درمیان اسباب معیشت کی تقسیم کردی ہے اور ہم نے ہی بعض کو بعض پر درجات میں بلندی عطا کی ہے تا کہ وہ ایک دوسرے کو تابع بنا کر اُن سے کام لیں اور آپ کے پروردگار کی رحمت ان کی جمع کی ہوئی پونجی سے کہیں بہتر ہے۔

۲۶-وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖۤ-

یاد کیجیے جب ابراہیم نے اپنے مُرَبّی باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا۔

اے نبی آپ وہ وقت یاد کیجیے جب ابراہیم نے یہ کہا تھا کہ انھوں نے کس طرح تقلید سے بیزاری کا اظہار کیا اور بُرہان (دلیل نبوت) سے تمسّک کیا یا اگر تقلید کرنا ضروری ہو تو انھیں چاہیے کہ وہ ابراہیم کی تقلید کریں اس

لیے کہ وہ ان کے شریف ترین اجداد میں سے تھے۔ انھوں نے اپنے چچا آزر اور اپنی قوم والوں سے کہا تھا۔

اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ- یقیناً میں اس سے براءت کرتا ہوں تم جس کی عبادت کرتے ہو۔

میں تمھاری عبادت یا تمھارے معبود سے براءت کرتا ہوں۔

۲۷-اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ-

سوائے اس ہستی کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے وہی میری رہ نمائی کرے گا۔

یعنی ایک ہدایت کے بعد دوسری ہدایت کرتا رہے گا۔

۲۸-وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ-

اور ہم نے اس پیغام کو ان کی نسل میں کلمہ باقیہ قرار دیا تا کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کریں اور کلمۂ توحید کو ان کی ذریّت میں کلمۂ باقیہ قرار دیا لہٰذا ان کی نسل میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی موحد ضرور رہے گا اور توحید باری عزّ اسمہ کی طرف دعوت دینے والا باقی رہے گا اور وہ مخلوقات پر اِمام اور حجت بن کر رہے گا ہوسکتا ہے توحید کو تسلیم کرنے والے کی دعا سے ان میں شرک کرنے والے صحیح راستے پر لوٹ آئیں۔

کتاب اکمال میں امام سجّاد علیہ السلام سے مروی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے ''وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ'' اور امامت کا سلسلہ امام حسین علیہ السلام کی ذریّت میں قیامت تک باقی رہے گا۔[۱]

کتاب علل الشرائع میں امام باقر علیہ السّلام اور کتاب معانی، مناقب اور مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے ایسی ہی روایت موجود ہے۔[۲]

کتاب احتجاج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطبۂ غدیر کے ذیل میں مروی ہے اے لوگو! قرآن تم سے تعارف کرا رہا ہے کہ علیؑ کے بعد ائمہ اُن کی اولاد میں سے ہوں اور میں نے تمھیں پہنوا دیا ہے کہ وہ سب کے سَبْ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرما رہا ہے: وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ اور میں نے کہا ہے تم ہرگز گم راہ نہیں ہوگے اگر تم نے دونوں کے ساتھ تمسّک کیا۔[۳]

کتاب مناقب میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ امامت نسل حسین علیہ السلام میں جاری رہے گی ان کی صلب سے نُو ائمہ ہوں گے جن میں اس امت کا مہدی بھی ہوگا۔[۴]

تفسیر قمی میں ہے ''لعلهم یرجعون'' یعنی ہوسکتا ہے کہ وہ ائمہ دوبارہ دنیا میں واپس آئیں۔[۵]

---

(۱) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۳۲۳ ج ۸ باب ۳۱ (۲) علل الشرائع ص ۲۰۷ ح ۶ باب ۱۵۶ و معانی الاخبار ص ۱۳۱-۱۳۲ ح ۱ و مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۴۶ و مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۴۵

(۳) الاحتجاج ج ۱ ص ۸۲ (۴) المناقب لابن شہر آشوب ج ۴ ص ۴۶ (۵) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۳

۲۹-بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ- بلکہ میں انھیں اور اُن کے آباؤاجداد کو فائدے پہنچاتا رہا۔

یہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاصرین میں تھے یعنی قریش اور اُن کے اباؤاجداد ان کی عمریں طویل ہوئیں اور انھیں نعمتوں سے نوازا وہ اس کے باوجود غافل ہوگئے اور خواہشات نفسانی میں منہمک ہوگئے۔

حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ-

یہاں تک کہ اُن کے پاس حق آ گیا اور واضح ہدایت کرنے والا رسول آیا۔

۳۰-وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ- اور جب ان کے پاس حق آیا۔

تا کہ ان کی غفلت سے انھیں متنبہ کرے۔

قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ- تو انھوں نے کہا یہ تو جادو ہے اور ہم اس کا انکار کرتے ہیں انھوں نے اپنے شرک کے ساتھ حق کی دشمنی اور اس کے استخفاف (ہلکا سمجھنا) کو بھی شامل کرلیا۔

۳۱-وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ-

اور انھوں نے کہا آخر یہ قرآن دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اتارا گیا۔

الْقَرْيَتَيْنِ سے مراد مکّہ اور طائف ہیں۔

رَجُلٍ عَظِيْمٍ سے مراد جاہ ومنزلت اور مال ومنال کے لحاظ سے باعظمت فرد۔

جیسے مکّہ کا باشندہ ولید بن مغیرہ اور طائف کے رہنے والے عروہ بن مسعود ثقفی اس لیے کہ رسالت ایک عظیم منصب ہے اس منصب کے لائق وہی ہوسکتا ہے جو عظیم ہو اور انھیں معلوم نہ تھا کہ یہ ایک روحانی عہدہ ہے جس کا تقاضا ہے کہ اس کا اہل وہی ہوگا جو ایسے عظیم نفس کا مالک ہو جو فضائل وکمالات قدسیّہ سے آراستہ ہو نہ کہ دنیاوی زیب وزینت اور مکروفریب سے مُزین ہو۔

۳۲-اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ- کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں۔

یہ انکار ہے جس میں جہالت کی نشان دہی کرنا اور ان کے زبردستی کے فیصلے پر تعجب کا اظہار ہے اور رحمت سے مراد نبوت ہے۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا-

بلکہ ہم نے دنیاوی زندگی میں ان کے درمیان اسباب معیشت کی تقسیم کردی ہے۔

دراں حالے کہ وہ اس کی تدبیر اور انتظام سے عاجز ہیں۔

وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ- اور ہم نے ہی بعض کو بعض پر درجات میں بلندی عطا کی ہے۔

ہم نے ان کے درمیان رزق میں تفاوُت کو قائم کردیا ہے۔

لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا- تا کہ وہ ایک دوسرے کو تابع بنا کر اُن سے کام لیں۔

تا کہ وہ ایک دوسرے کو اپنی ضرورت کے وقت استعمال کریں اس طرح ان کے مابین الفت اور میل جول

قائم رہے اور نظامِ عالم مُنظّم رہے جسے رزق میں وسعت دی ہے نہ اس کے کمال کے سبب اور جسے نپا تلا عطا کیا ہے نہ اس کی کمی کے باعث، پھر یہ بھی بات مدّنظر تھی کہ اس بارے میں انھیں ہم پر کوئی اعتراض نہ ہو اور نہ ہی مکمل اختیار حاصل ہو پھر جو اس سے اعلیٰ ہو وہ کیسے موجود ہوتا۔

وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ- اور آپ کے پروردگار کی رحمت ان کی جمع کی ہوئی پونجی سے بہتر ہے۔

یعنی یہ نبوت اور جو کچھ نبوت کے تابع ہے وہ اس دنیاوی ساز وسامان سے بہتر ہے جو یہ لوگ جمع کر رہے ہیں اور عظیم وہ ہے جسے نبوت سے فیض ملا نہ وہ جو دنیاوی ساز وسامان سے بہرہ ور ہوا۔

کتاب احتجاج اور تفسیر امام میں سورۂ بقرہ کی آیت ۱۰۸ کے ذیل میں وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانۂ کعبہ کے صحن میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں امرائے قریش کی ایک جماعت وہاں مجتمع ہوئی اور امامؑ نے حدیث کو بیان فرمایا جیسا کہ پہلے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۹۳ کے ذیل میں بیان کیا جاچکا ہے اس کے بعد فرمایا کہ ان سے عبداللہ بن امیّہ نے کہا کہ اگر اللہ کو ہماری طرف کسی رسول کو بھیجنا ہی تھا تو اسے بھیجنا چاہیے تھا جو مال اور حال کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوتو پھر یہ قرآن جس کے بارے میں آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اللہ نے اُسے آپ پر نازل کیا ہے اور اس کے ساتھ آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے وہ ان دو بستیوں کے کسی عظیم شخص پر نازل کیوں نہ ہوا یا تو مکہ میں ولید بن مغیرہ پر نازل ہوتا یا طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی پر نازل ہوتا پھر اُس نے اور بھی بہت سی باتیں بیان کیں۔

یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا جہاں تک تمھاری اس بات کا تعلق ہے ''لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ'' مکّہ کے ولید بن مغیرہ اور طائف کے عروہ بن مسعود ثقفی تو اللہ مال دنیا کو عظیم نہیں سمجھتا جس طرح تم اس کی عظمت کے قائل ہو اور اللہ کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے جیسی تمھارے نزدیک ہے اگر دنیا اس کے نزدیک مچھر کے پر جتنی بھی اہمیت رکھتی تو وہ کسی کافر کو جو اس کا مخالف ہے اسے پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا اور نہ ہی اللہ کی تقسیم تمھارے لیے ہوتی۔

بلکہ اللہ تو رحمتوں کا تقسیم کرنے والا ہے اور اپنے بندوں اور کنیزوں سے جو سلوک چاہتا ہے کرتا ہے اور اللہ کسی سے خوف زدہ نہیں ہوتا جس طرح تم اپنے مال اور حال کے بارے میں خوف زدہ ہوتے ہوتو تم نے نبوت کے لیے بھی اسے ضروری سمجھ لیا اور نہ اللہ اُن میں سے جو کسی کے مال اور حال سے طمع رکھے جس طرح تم طمع رکھتے ہو کہ اسے نبوت کے ساتھ مخصوص کردے اور نہ ہی ان میں سے ہے جو کسی سے کسی غرض سے محبت کرے جس طرح تم محبت کرتے ہوتم اسے مقدم کردیتے ہو جو مقدم ہونے کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ اللہ کا معاملہ مبنی بر عدل ہوتا ہے وہ دین میں بڑے مرتبے اور درجے والے کو ترجیح نہیں دیتا مگر اُسے جو اطاعت میں افضل ہو اور اس کی خدمت میں سب سے زیادہ مُستعد ہو اور اسی طرح وہ دین میں بڑے مرتبے اور درجے والے کو مؤخر نہیں کرتا مگر

اُسے جو اطاعت میں بہت زیادہ سستی کرے جو اس شان کا مالک ہو وہ نہ تو مال کو دیکھے گا اور نہ ہی حال کو بلکہ یہ مال و حال تو اسی کا فضل و کرم ہے۔

اور اللہ کے اوپر کسی بندے کا کوئی ناگزیر ٹیکس نہیں ہے کہ اس سے کہا جائے اگر تو نے کسی بندے کو مال کی دولت عطا کی ہے تو اُسے نبوت بھی عطا فرما دے کوئی شخص بھی اسے اس کے ارادے کے خلاف مجبور نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کے فضل و کرم کو لازم قرار دے سکتا ہے اس لیے کہ اس نے پہلے ہی اپنی نعمت سے ہر ایک کو نواز رکھا ہے۔

اے عبداللہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اس نے کس طرح ایک شخص کو دولت مند بنایا لیکن اسے بدصورت بنا دیا۔

اور کس طرح ایک شخص کو حسن کی دولت سے مالا مال کیا لیکن اسے فقر و فاقہ سے دوچار کر دیا۔

اور کیسے ایک شخص کو شرف بخشا لیکن فقر میں رکھا اور کیسے کسی کو ثروت مند بنایا لیکن پستی میں رکھ چھوڑا۔

اس دولت مند کے لیے ممکن نہیں کہ یہ کہے کیوں نہیں میری دولت کے ساتھ فلاں کے جمال کا اضافہ کر دے۔

اور نہ ہی کسی حسین کو یہ زیبا ہے کہ وہ کہے کہ کیوں نہ میرے جمال کے ساتھ فلاں کے مال کو ملا دے۔

اور نہ ہی کسی شریف کے لیے یہ درست ہے کہ وہ کہے کہ کیوں نہ میرے شرف کے ساتھ فلاں کا مال مل جائے۔

اور نہ ہی کسی پست کے لیے ہوسکتا ہے کہ وہ کہے کہ کیوں نہ میری پستی کے ساتھ فلاں کا شرف متصل ہو جائے۔

البتہ ہر فیصلہ اللہ کا ہے وہ جس طرح چاہتا ہے تقسیم کرتا ہے اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے وہ اپنے ہر کام میں حکمت کو ملحوظ رکھتا ہے وہ اپنے اعمال میں لائق ستائش ہے اور یہ اللہ کا قول ہے ''وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ'' اے محمد کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کریں گے ''نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا'' ہم نے دنیاوی زندگی میں ان کی معیشت کو تقسیم کر دیا ہے ہم میں سے بعض کو بعض کا محتاج بنایا ہے یہ اس کے مال کا زیادہ ضرورت مند ہے اور وہ اس کی پونجی کا زیادہ محتاج ہے اور یہ اس کی خدمت کے لیے ہے تم دیکھتے ہو کہ بڑے بڑے بادشاہ اور سب سے بڑے ثروت مند بھی کسی نہ کسی انداز میں سب سے زیادہ فقر رکھنے والوں کے محتاج ہوتے ہیں۔

جہاں تک سرمایہ ہے وہ فقیر کے پاس نہیں اور جو خدمت درکار ہے وہ اس بادشاہ کو میسر نہیں کہ وہ اس سے مستغنی ہو جائے۔ جہاں تک بابِ علم و حکمت کا تقاضا ہے تو وہ بادشاہ محتاج ہے کہ وہ اس فقیر سے حاصل کرے اور یہ فقیر دولت مند بادشاہ کے مال کا محتاج ہے۔ اور وہ بادشاہ اس فقیر کے علم اور رائے یا اس کی معرفت کا محتاج ہے۔

پھر بادشاہ کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ کہے کیوں نہ میرے مال کے ساتھ اس محتاج کا علم شامل ہو گیا۔

اور نہ ہی وہ فقیر یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ کیوں نہ میری رائے اور میرا علم اور میں حکمتوں میں مختلف فنون میں جو تصرف کرتا ہوں وہ اس دولت مند بادشاہ کے مال کے ساتھ جمع ہو جائے۔[1]

---

(۱) تفسیر امام العسکری علیہ السلام ص ۵۰۱۔۵۰۸ ح ۳۱۴

وَ لَوْ لَاۤ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾

وَ لِبُیُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾

وَ زُخْرُفًا ؕ وَ اِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۵﴾ ع

وَ مَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ ﴿۳۶﴾

وَ اِنَّهُمْ لَیَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَنَا قَالَ یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ ﴿۳۸﴾

وَ لَنْ یَّنْفَعَكُمُ الْیَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ وَ مَنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۴۰﴾

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾

اَوْ نُرِیَنَّكَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾

۳۳-اور اگر اندیشہ نہ ہوتا کہ سارے لوگ ایک ہی طریقے کے ہوجائیں گے تو ہم رحمان کے منکرین کے گھروں کی چھتیں اور ان کی سیڑھیاں جن سے وہ بالاخانوں پر چڑھتے ہیں سونے اور چاندی کی بنوا دیتے۔

۳۴- اور ان کے گھروں کے دروازے اور ان کے تخت جن پر تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں (وہ بھی ایسے ہی ہوتے)۔

۳۵- اور طرح طرح کی آرائشیں یہ سب کچھ متاعِ حیاتِ دنیا ہے اور آخرت آپ کے رب کے نزدیک صرف متقین کے لیے ہے۔

۳۶- اور جو شخص ذکر رحمان سے پہلو تہی کرتا ہے تو ہم اس پر ایک شیطان کو مسلّط کر دیتے ہیں جو اس کا ہم نشین ہوتا ہے۔

۳۷- اور وہ شیاطین ان لوگوں کو راہ خدا سے باز رکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں۔
۳۸- یہاں تک کہ جب وہ (قیامت کے دن) ہمارے پاس آئے گا تو (اپنے ساتھی شیطان سے) کہے گا اے کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق ومغرب جتنا بُعد ہوتا تو کتنا برا ساتھی ثابت ہوا۔
۳۹-''اس وقت ان لوگوں سے کہا جائے گا'' آج ہرگز تمھیں کسی قسم کا فائدہ پہنچنے والا نہیں ہے جب کہ تم ظلم کر چکے تم سب کے سب عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہو۔
۴۰- اے نبی کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں یا اندھوں کو راستا دکھا سکتے ہیں اور اسے جو صریحی گم راہی میں پڑا ہوا ہو۔
۴۱- اب ہمیں تو انھیں سزا دینی ہے خواہ آپ کو ہم دنیا سے اٹھا لیں۔
۴۲- یا آپ کو وہ دکھا دیں جس کا ہم نے اُن سے وعدہ کر رکھا ہے بے شک ہم اُن کے اوپر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

۳۳-وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً -
اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ سارے لوگ ایک ہی طریقے کے ہوجائیں گے یعنی ایسا نہ ہوتا کہ وہ کفر کی طرف راغب ہوجائیں جب وہ دیکھیں کہ کفار تو خوش حال اور مالا مال ہیں تو دنیا کی محبت میں وہ بھی ان کے گرد جمع ہوجاتے۔
لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ-
تو ہم رحمان کے منکرین کے گھروں کی چھتیں اور اُن کی سیڑھیاں جن سے وہ بالا خانوں پر چڑھتے ہیں (سونے اور) چاندی کی بنوا دیتے۔
مَعَارِجَ کے معنیٰ ہیں سیڑھیاں۔
۳۴-وَ لِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ-
اور ان کے گھروں کے دروازے اور اُن کے تخت جن پر تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں (وہ بھی ایسے ہی ہوتے) یعنی دروازے اور تخت سب چاندی کے ہوتے۔
۳۵-وَزُخْرُفًا-
اور طرح طرح کی آرائشیں۔
زخرف کے معنیٰ میں زینت۔
تفسیر قمی میں ہے کہ امّة واحدة سے مراد ہے آیٔ علی مذهبٍ وَاحِدٍ یعنی ایک ہی طریقے اور

راستے پر ہوتے۔[۱]

وَزُخْرُفًا سے مراد ہے وہ گھر جسے سونے سے آراستہ کیا جائے۔[۲]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اگر اللہ کفار کے ساتھ ایسا کرتا تو کوئی بھی ایمان نہ لاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے مومنین میں اغنیاء (دولت مند) اور کفار میں فقراء (محتاج، ضرورت مند) بنائے ہیں اور اسی نے مومنین میں فقراء اور کافرین میں اغنیاء قرار دیے ہیں اللہ تعالیٰ نے پھر ان کا امتحان امر و نہی اور صبر و رضا سے لیا ہے۔[۳]

کتاب الکافی اور علل الشرائع میں امام سجّاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ اس سے مراد اُمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ اگر وہ لوگ ایک ہی طریقے پر سب کے سب کافر ہوتے اور اگر اللہ تعالیٰ امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہ کرتا تو مومنین اس بات سے حزین اور غمگین ہوجاتے اور وہ ان سے نکاح نہ کرتے اور نہ ہی وراثت میں انھیں سہیم و شریک قرار دیتے۔[۴]

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اگر میرا عبد مومن اپنے نفس میں غم محسوس نہ کرتا تو میں کفار کے سر پر سونے کی پگڑی باندھ دیتا (اسے سونے میں لاد دیتا)[۵]

وَ اِنۡ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا۔

اور یہ سب کچھ محض متاعِ حیات دنیا ہے۔

وَالۡاٰخِرَةُ عِنۡدَ رَبِّكَ لِلۡمُتَّقِيۡنَ۔

اور آخرت آپ کے رب کے نزدیک صرف متّقین کے لیے ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندۂ مومن سے جو دنیا کا محتاج ہے ایسے ہی عذر پیش کررہا ہے جس طرح ایک بھائی اپنے بھائی سے معذرت چاہتا ہے وہ فرماتا ہے مجھے اپنی عزّت و جلال کی قسم میں نے تجھے دنیا میں اس لیے محتاج نہیں بنایا کہ مجھے تیری ذلّت مقصود تھی میں اس (سجف) پردے کو ہٹاتا ہوں غور سے دیکھ میں نے اس دنیا کے بدلے میں تجھے کیا کچھ دے دیا ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ بندہ کہے گا تو نے مجھ سے جس چیز کو روک دیا ہے مجھے اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچا جب کہ اس کے بدلے میں تو نے بہت کچھ دے دیا ہے۔[۶] میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں ''السجف'' کے معنیٰ پردے کے ہیں۔

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے گروہ مساکین تم اپنے

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۴ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۴ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۴
(۴) الکافی ج ۲ ص ۲۶۵ ح ۲۳ وعلل الشرائع ص ۵۸۹ ح ۳۳ (۵) علل الشرائع ص ۶۰۴ ح ۷۴
(۶) الکافی ج ۲ ص ۲۶۴ ح ۱۸

نفس کو پاکیزہ رکھو اور اپنے دل کی رضامندی خدا کے سپرد کردو اللہ تعالیٰ تمھارے فقر کے باوجود تمھیں ثواب عطا کرے گا اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمھیں ثواب نہیں ملے گا۔[۱]

اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اولادِ آدم میں سے ہر مومن فقر وفاقہ کی حالت میں تھا اور ہر کافر دولت مند تھا یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور آپ نے دعا طلب کی رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اے ہمارے پروردگار تو ہمیں کافروں کے لیے امتحان قرار نہ دے تو اللہ تعالیٰ نے مومنین میں بھی اموال اور حاجت (ضرورت) کو رکھ دیا اور کافروں میں بھی اموال اور حاجت کو قرار دیا۔[۲]

۳۶-وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ-

اور جو شخص ذکر رحمان سے پہلو تہی کرتا ہے۔

جو ذکر رحمان کو چھوڑ دیتا ہے اور اس سے روگردانی کرتا ہے محسوسات میں اپنے آپ کو مشغول کرنے اور خواہشات نفسانی میں منہمک ہونے کی وجہ سے۔

نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ-

تو ہم اس پر ایک شیطان کو مسلّط کردیتے ہیں جو اس کا ہم نشیں ہوتا ہے۔

نُقَيِّضْ ہم سبب بناتے ہیں اس کے لیے مقرر کردیتے ہیں ایک شیطان جو اس کا ساتھی بن کر اسے بہکائے اور اس کے دل میں وسوسے پیدا کرے۔

کتاب خصال میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص مسلسل گناہ کرتا ہے وہ ذکر خداوندی سے روگردانی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جن کی اطاعت کا حکم دیا ہے جو ان سے امور کو نہیں لیتا اللہ اس پر شیطان کو مسلط کردیتا ہے جو اس کا ہم نشین بن جاتا ہے۔[۳]

۳۷-وَ اِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ-

اور وہ شیاطین ان لوگوں کو راہِ خدا سے باز رکھتے ہیں۔

اور شیاطین ان پہلو تہی کرنے والوں کو اس راستے سے باز رکھتے ہیں جس کا حق یہ ہے کہ اس پر گام زن ہوا جائے۔

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ-

اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہِ راست پر ہیں۔

یعنی روگردانی کرنے والے، دل کے اندھے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۲۶۳ ح ۱۴ (۲) الکافی ج ۲ ص ۲۶۲ ح ۱۰

(۳) خِصال ص ۶۳۳۔۶۳۴ ح ۱۰ باب ۴۰۰

۳۸-حَتّٰۤی اِذَا جَآءَنَا قَالَ یٰلَیۡتَ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکَ بُعۡدَ الۡمَشۡرِقَیۡنِ-

یہاں تک کہ جب وہ (قیامت کے دن) ہمارے پاس آئے گا تو (اپنے ساتھی شیطان سے) کہے گا اے کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق ومغرب جتنا بُعد ہوتا۔

جَآءَنَا وہ روگردانی کرنے والا اور کم نگاہ ہمارے پاس قیامت کے دن آئے گا۔

قَالَ تو روگردانی کرنے والا شیطان سے کہے گا۔

بُعۡدَ الۡمَشۡرِقَیۡنِ مغرب سے مشرق کی دوری۔

فَبِئۡسَ الۡقَرِیۡنُ-

تم برے ساتھی ہو۔

۳۹-وَ لَنۡ یَّنۡفَعَکُمُ الۡیَوۡمَ اِذۡ ظَّلَمۡتُمۡ-

(اس وقت اُن سے کہا جائے گا) آج ہرگز تمھیں کسی قسم کا فائدہ پہنچنے والا نہیں ہے جب کہ تم ظلم کر چکے ہو۔تم جو تمنا کیے ہوئے ہو وہ پوری نہیں ہوگی۔

اَنَّکُمۡ فِی الۡعَذَابِ مُشۡتَرِکُوۡنَ-

تم سب کے سب عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہو۔

۴۰-اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ اَوۡ تَهۡدِی الۡعُمۡیَ-

اے نبی کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں یا اندھوں کو راستا دکھا سکتے ہیں۔

یہ انکارِ تعجبی ہے کہ وہ کون ہے جو ان کی ہدایت پر قادر ہو ان کے کفر پر باقی رہنے کے بعد اور گم راہی میں مستغرق ہونے کے بعد کیوں کہ ان کی کم نگاہی اندھے پنے کے ساتھ بہرے پن میں تبدیل ہوگئی۔

وَ مَنۡ کَانَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ-

اور اسے جو صریحی گم راہی میں پڑا ہوا ہو۔

یہ عمیٰ پر عطف ہے اس لیے کہ دونوں صفتیں جدا جدا ہیں اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس کا سبب ایسی گم راہی میں رہنا ہے جو پوشیدہ نہیں ہے۔

۴۱-فَاِمَّا نَذۡهَبَنَّ بِکَ فَاِنَّا مِنۡهُمۡ مُّنۡتَقِمُوۡنَ-

اب ہمیں تو انھیں سزا دینی ہے خواہ ہم آپ کو دنیا سے اٹھالیں اُس کے بعد سزا دیں یعنی عذاب دینے سے پہلے آپ کو اس دنیا سے اٹھالیں اور ''ما'' مزید تاکید کے لیے ہے۔

۴۲-اَوۡ نُرِیَنَّکَ الَّذِیۡ وَعَدۡنٰهُمۡ-

یا آپ کو وہ دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔

یا آپ کی موجودگی میں ان پر عذاب آجائے اور آپ کو ہم ان پر عذاب ہوتے ہوئے دکھا دیں۔

فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ-

بے شک ہم ان کے اوپر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

وہ ہم سے بچ نہیں سکتے۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھلایا گیا کہ ان کے بعد اُن کی اُمّت کے ساتھ کیا ہونے والا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل مبتلائے غم رہے اور مرتے دم تک ان کے چہرے پر مسکراہٹ نظر نہیں آئی۔[۱] فرمایا جابر بن عبداللہ الانصاری نے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ترین افراد میں سے تھا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا میں تمھارے بارے میں پسند نہیں کرتا کہ تم میرے بعد کافر بن جاؤ اور ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو اور بخدا اگر تم نے ایسا کیا تو تم مجھے ایسے لشکر میں دیکھو گے جو تم سے جنگ کرے گا پھر آپ اپنے پیچھے مڑے اور فرمایا یا علی یا علی یا علی تین مرتبہ فرمایا پھر ہم نے یہ دیکھا کہ جبرئیل انھیں اشارہ کررہے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ اگر ہم آپ کو لے کر چلے جائیں تو پھر ہم انتقام لیں گے علی بن ابی طالب کے ذریعے سے۔[۲]

میں (فیض کاشانی) یہ کہتا ہوں کہ ایسا رجعت میں ہوگا۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا (فاما نذهبن بك) اے محمد اگر ہم آپ کو مکّہ سے مدینہ لے جائیں گے تو ہم وہاں دوبارہ پلٹا کر لائیں گے اور ان سے علی ابن ابی طالب کے ذریعے سے انتقام لیں گے۔[۳]

اور اس سے پہلے اس مفہوم سے متعلق دیگر روایات سورۂ مومنون کی آیت ۹۴ کے ذیل میں گزر چکی ہیں۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۲۸۶ (۲) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۱۱۷

(۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۴

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾
وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَ سَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾
وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ ع ۴
وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰي بِاٰيٰتِنَآ اِلٰي فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾
فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾
وَ مَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫ وَ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾
وَ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾
فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾

۴۳-آپ اس (کتاب) کو مضبوطی سے تھامے رکھیے جس کی آپ کو وحی کی جا چکی ہے بے شک آپ صراط مستقیم پر ہیں۔

۴۴-اور یقیناً یہ کتاب آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے ایک نصیحت ہے اور عن قریب تم سے اس بارے میں باز پرس ہوگی۔

۴۵-اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں ان سے دریافت کیجیے کیا ہم نے ان کے لیے رحمان کے سوا کچھ اور معبود قرار دیے تھے جن کی عبادت کی جائے۔

۴۶-اور بلاشبہ ہم نے ہی موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کے سربرآوردہ افراد کے پاس بھیجا تھا موسیٰ نے کہا کہ میں عالمین کے پروردگار کا پیغام بر ہوں۔

۴۷-پس جب وہ ہماری نشانیاں لے کر آئے تو وہ لوگ ان معجزات کی ہنسی اڑانے لگے۔

۴۸-اور ہم انھیں ایک نشانی سے بڑھ کر دوسری نشانیاں دکھاتے چلے گئے اور آخر کار ہم نے انھیں عذاب

میں پکڑ لیا تا کہ وہ اپنی روش سے باز آجائیں۔

۴۹- اور انھوں نے کہا اے جادوگر (موسیٰ) تم اپنے رب سے ہمارے لیے دعا طلب کرو اس عہد کے مطابق جو اس نے تم سے کر رکھا ہے بے شک ہم ضرور ہدایت پالیں گے۔

۵۰- جب ہم نے ان سے عذاب کو دور کر دیا تو وہ اپنے وعدے سے پھر گئے۔

۴۳-فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ-

آپ اس (کتاب) کو مضبوطی سے تھامے رکھیے جس کی آپ کو وحی کی جا چکی ہے۔

اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ-

بے شک آپ صراط مستقیم پر ہیں۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ ولایت علی علیہ السلام پر ہیں اور علی صراط مستقیم ہیں۔(۱)

۴۴-وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَ سَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ-

اور یقیناً یہ کتاب آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے ایک نصیحت ہے اور عن قریب تم سے اس بارے میں باز پرس ہوگی۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے ہم ہی اُن کی قوم ہیں اور ہم ہی سے سوال کیا جائے گا۔(۲)

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد خاص طور سے ہم ہیں ہم ہی اہلِ ذکر ہیں اور ہم ہی مسئول ہیں۔(۳)

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ذکر سے مراد قرآن مجید ہے اور ہم اس کی قوم ہیں اور ہم ہی مسئول ہیں۔(۴)

کتاب بصائر میں امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اہلِ بیت جو ''اہل الذکر'' ہیں اور وہی مسئول ہیں۔(۵)

۴۵-وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ-

اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں اُن سے دریافت کیجیے کیا ہم نے ان کے لیے رحمٰن کے علاوہ کچھ اور معبود قرار دیے تھے جن کی عبادت کی جائے۔ یعنی کیا ہم نے بتوں کی عبادت کا حکم صادر کیا تھا اور کیا وہ

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۶ (۲) الکافی ج ۱ ص ۲۱۰ ح ۱ (۳) و (۴) الکافی ص ۲۱۱ ح ۲ و ۵

(۵) بصائر الدرجات ص ۵۷ ح ۵ باب ۱۸

ان کی امتوں میں سے کسی امت میں آیا تھا۔

کتاب کافی اور تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ کون سے انبیاء تھے جن سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا تھا جب کہ اُن کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ تھا تو آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا (اسراء ۱) پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے ماحول کو ہم نے بابرکت بنایا تھا تاکہ ہم انھیں اپنی نشانیاں دکھائیں امام علیہ السلام نے فرمایا جو آیتیں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھائی تھیں جب وہ انھیں رات کے وقت بیت المقدس کی طرف لے گیا تھا وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اولین و آخرین کے انبیاء و مرسلین کو اُن کے لیے یکجا کر دیا تھا پھر جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا انھوں نے اذان و اقامت میں دو دو کلمات ادا کیے پھر اپنی اقامت میں کہا حی علی خیر العمل پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھے اور آپ نے انبیاء کو نماز پڑھائی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا الخ ہم نے جن رسولوں کو بھیجا تھا آپ اُن سے پوچھ لیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے کہا تم کس بات کی شہادت دیتے ہو؟ اور تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا اشهدان لا اله الا الله وحده لاشريك له وانك رسول الله اسی بات پر ہم سے عہد و پیمان لیا جا چکا ہے۔[۱]

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایک حدیث میں وارد ہوا ہے اور اللہ کا قول وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ تو یہ صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن براہین (دلائل واضح معجزات) میں سے ہے اللہ نے جنھیں ان کو عطا فرمایا تھا اور ان کے ذریعے سے تمام مخلوقات پر حُجت کو لازم قرار دیا تھا جب ان پر نبوت کو ختم کیا اور انھیں تمام امتوں اور ملتوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو خصوصیت کے ساتھ انھیں معراج کی بلندیاں عطا فرمائیں اور آسمان پر لے گیا اور ان کے لیے اس روز تمام انبیاء کو جمع کر دیا تو آنحضرتؐ نے ان سے معلوم کر لیا کہ وہ کس پیغام کے ساتھ آئے تھے اور انھوں نے اللہ کے کن عزائم آیات اور براہین کو اٹھا رکھا تھا اور تمام انبیاء نے آنحضرتؐ کی فضیلت اور ان کے بعد تشریف لانے والے تمام اوصیاء و حُجج (حجتیں) کی فضیلت اور اُن کی وصی کے شیعوں کی فضیلت جو مومنین و مومنات میں سے ہیں ان کا اقرار کر لیا جن انبیاء نے تمام صاحبانِ فضل کی فضیلت کو تسلیم کیا اور ان کے حکم سے استکبار نہیں کیا اور انھیں معلوم ہو گیا کہ ان کی امتوں میں سے کس نے اُن کی اطاعت کی اور کس نے ان کی نافرمانی کی اور ان تمام لوگوں میں سے جو چلے گئے جو گزر چکے یا آگے بڑھ گئے یا پیچھے رہ گئے ان سب کو پہچان لیا۔[۲]

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۱۲۰-۱۲۱ ح ۹۳ و تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۴-۲۸۵

(۲) الاحتجاج ج ۱ ص ۳۷۰

ان دونوں روایات کی نظیریں سورۂ یونس کی آیت ۹۵ کے ذیل میں پہلے بیان کی جا چکی ہیں۔

۴۶-وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ-

اور بلاشبہہ ہم نے ہی موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کے سربرآوردہ افراد کے پاس بھیجا تھا۔

فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ-

موسیٰ نے کہا کہ بہ تحقیق میں عالمین کے پروردگار کا پیغام بر ہوں۔

۴۷-فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ-

پس جب وہ ہماری نشانیاں لے کر آئے تو وہ لوگ ان معجزات کی ہنسی اڑانے لگے۔

انھوں نے معجزات کو دیکھتے ہی ہنسی اڑانا شروع کی اور اس میں غور وفکر سے کام نہ لیا۔

۴۸-وَ مَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا-

اور ہم انھیں ایک نشانی سے بڑھ کر دوسری نشانیاں دکھاتے چلے گئے۔

وَ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ-

اور آخرکار ہم نے انھیں عذاب میں پکڑ لیا تاکہ وہ اپنی روش سے باز آجائیں عذاب سے مراد قحط سالی، طوفان اور ٹڈی ہے۔

۴۹-وَ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَ السّٰحِرُ-

اور انھوں نے کہا اے جادوگر (موسیٰ)

کہا گیا ہے کہ انھوں نے حضرت موسیٰ کو جادوگر کہہ کر پکارا اپنے تکبّر کی شدّت کی بنا پر اور حماقت کی انتہا کے سبب یا اس لیے کہ وہ عالم اور صاحبِ وجاہت کو ساحر کہہ کر پکارتے تھے۔(۱)

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ اس سے مراد ہے اے عالم۔(۲)

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ-

تم اپنے رب سے دعا طلب کرو اس عہد کے مطابق جو تم نے اس سے کر رکھا ہے۔

کہ وہ ہم سے عذاب کو دور کر دے۔

اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ-

بے شک ہم ضرور ہدایت پالیں گے۔

۵۰-فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ-

جب ہم نے اُن سے عذاب کو دور کر دیا تو وہ اپنے وعدے سے پھر گئے یعنی ہدایت یافتہ ہونے کا جو وعدہ کیا تھا وہ اس سے مُنحرف ہو گئے۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۶۸ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۵

وَ نَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ
الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾
اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ ﴿۵۲﴾
فَلَوْ لَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ ﴿۵۳﴾
فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۵۴﴾
فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۵﴾
فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ ﴿۵۶﴾ ع

۵۱-اور فرعون نے اپنی قوم میں پکار کر یہ کہا اے میری قوم کے لوگو! کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہہ رہی ہیں کیا تم دیکھتے نہیں۔
۵۲-سوچ کر بتاؤ کیا میں اس شخص سے بہتر نہیں ہوں جو بے وقعت ہے اور واضح طور سے بول بھی نہیں سکتا۔
۵۳-اگر وہ بہتر ہے تو اس کے لیے سونے کے کنگن کیوں نہیں اتارے گئے یا فرشتے اس کے ہم رکاب ہوکر کیوں نہ آئے۔
۵۴-آخرکار اس نے اپنی قوم کو سبک گردانا اور انھوں نے اس کی اطاعت کرلی۔ یہ تو فاسق قوم کے افراد تھے۔
۵۵-آخرکار جب انھوں نے ہمارے غضب کو للکارا تو ہم نے ان سے انتقام لے لیا اور ان سب کو غرق کر ڈالا۔
۵۶-پھر ہم نے انھیں پیش رو اور بعد میں آنے والوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا۔

۵۱-وَ نَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ-
اور فرعون نے اپنی قوم میں پکار کر یہ کہا۔
ان کے اجتماع میں اور ان کے درمیان عذاب کے ٹل جانے کے بعد کہ ہوسکتا ہے ان میں کچھ لوگ ایمان لے آئیں۔
یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ-
اے میری قوم کے لوگو! کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہہ رہی ہیں کیا تم دیکھتے نہیں۔

هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ سے مراد دریائے نیل ہے۔

۵۲-اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ-

(سوچ کر بتاؤ) کیا میں اس شخص سے بہتر نہیں ہوں جو بے وقعت ہے۔

مَهِيْنٌ کمزور، بے وقعت جو قیادت کی اہلیت نہیں رکھتا۔

وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ-

اور واضح طور سے بول بھی نہیں سکتا۔

وہ بولنے میں لکنت کرتا ہے لہٰذا کس طرح قائد اور رہنما بن سکتا ہے ''ام'' یا تو منقطعہ ہے اور ہمزہ بات کو واضح کرنے کے لیے ہے یا متصلہ ہے اور معنی ہیں اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا تم دیکھتے نہیں کہ جان لیتے کہ میں موسیٰ سے بہتر ہوں۔

۵۳-فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ-

(اگر وہ بہتر ہے) تو اس کے لیے سونے کے کنگن کیوں نہیں اتارے گئے اگر وہ (موسیٰ) سچا ہے تو اس کے لیے بادشاہت کی کنجیاں کیوں نہیں نازل کی گئیں۔ اس لیے کہ جب وہ لوگ کسی کو سردار بناتے تھے تو اسے زیورات کنگن وغیرہ پہناتے تھے اور سونے کے طوق آویزاں کرتے تھے اور اَسَاوِرَہ اَسْوَار کی جمع ہے سوار یعنی کنگن کے معنیٰ میں ہے۔

اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ-

یا فرشتے اس کے ہم رکاب ہوکر کیوں نہیں آئے۔

جو اس کے ساتھ ہوتے اس کی مدد کرتے یا اس کی تصدیق کرتے۔

۵۴-فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ-

آخر کار اُس نے اپنی قوم کو سبک گردانا اور انھوں نے اس کی اطاعت کر لی فرعون نے ان کی جھوٹی تمناؤں کو ہلکا سمجھا ان کے خوابوں کو سبک گردانا یا اپنی اطاعت میں ان سے کم ذمہ داریوں کا طلب گار ہوا اور جس بات کا حکم دیا اس کی طرف انھیں دعوت دی۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ-

یہ تو فاسق قوم کے افراد تھے۔

اسی لیے انھوں نے اس فاسق کی اطاعت کر لی یعنی فرعون کے اطاعت گزار ہو گئے۔

نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو ساتھ لے کر اس حالت میں فرعون کے پاس آئے کہ ان کے جسم پر اونی کرتے اور ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں اور اس سے یہ قول و قرار کیا

کہ اگر وہ اسلام قبول کرلے تو اس کا ملک بھی باقی رہے گا اور اس کی عزت بھی برقرار رہے گی، تو اس نے اپنے حاشیہ نشینوں سے کہا کہ تمھیں ان پر تعجب نہیں ہوتا کہ یہ دونوں مجھ سے یہ معاملہ ٹھہرا رہے ہیں کہ میری عزت بھی برقرار رہے گی اور میرا ملک بھی باقی رہے گا اور جس پھٹے حال اور ذلیل صورت میں یہ ہیں تم دیکھ ہی رہے ہو اگر ان میں اتنا ہی دم خم تھا تو ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن کیوں نہیں پڑے ہوئے۔ یہ اس لیے کہ وہ سونے کو اور اس کی جمع آوری کو بڑی چیز سمجھ رہا تھا اور بالوں سے بنے ہوئے کپڑوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا اگر خداوندعالم یہ چاہتا کہ جس وقت اس نے نبیّوں کو مبعوث کیا تو اُن کے لیے سونے کے خزانوں اور خالص طلا کی کانوں کے منہ کھول دیتا اور باغوں کی کشت زاروں کو ان کے لیے مہیا کردیتا اور فضا کے پرندوں اور زمین کے صحرائی جانوروں کو ان کے ہم راہ کردیتا تو کرسکتا تھا اور اگر ایسا کرتا تو پھر آزمائش ختم، جزاوسزا بیکار اور آسمانی خبریں اکارت ہوجاتیں اور آزمائش میں پڑنے والوں کا اجر اس طرح کے ماننے والوں کے لیے ضروری نہ رہتا اور نہ ایسے ایمان لانے والے، نیک کرداروں کی جزا کے مستحق رہتے اور نہ الفاظ اپنے معنی کا ساتھ دیتے۔

لیکن اللہ سبحانہ، اپنے رسولوں کو ارادوں میں قوی اور آنکھوں کو دکھائی دینے والے ظاہری حالت میں کمزور و ناتواں قرار دیتا ہے اور انھیں ایسی قناعت سے سرفراز کرتا ہے جو (دیکھنے اور سننے والوں کے) دلوں اور آنکھوں کو بے نیازی سے بھر دیتی ہیں اور ایسا افلاس ان کے دامن سے وابستہ کردیتا ہے کہ جس سے آنکھوں کو دیکھ کر اور کانوں کو سن کر اذّیت ہوتی ہے اگر انبیاء ایسی قوت و طاقت رکھتے کہ جسے دبانے کا قصد و ارادہ بھی نہ ہوسکتا ہوتا اور ایسا تسلّط و اقتدار رکھتے کہ جس سے تعدی ممکن ہی نہ ہوتی اور ایسی سلطنت کے مالک ہوتے کہ جس کی طرف لوگوں کی گردنیں مُڑتیں اور اس کے رُخ پر سواریوں کے پالان کسے جاتے تو یہ چیز نصیحت پذیری کے لیے بڑی آسان اور اس سے انکار اور سرتابی سے بہت بعید ہوتی اور لوگ چھائے ہوئے خوف یا مائل کرنے والے اسباب سے رغبت کی بنا پر ایمان لے آتے تو اس صورت میں اس کی برائیاں مشترک اور نیکیاں بٹی ہوئی ہوتیں لیکن اللہ سبحانہٗ نے تو یہ چاہا کہ اس کے پیغمبروں کا اتباع اس کی کتابوں کی تصدیق اور اس کے سامنے فروتنی اس کے احکام کی فرماں برداری اور اس کی اطاعت پہ سب چیزیں اسی کے لیے مخصوص ہوں اور اُن میں کوئی دوسرا شائبہ تک نہ ہو اور جتنی آزمائش کڑی ہوگی اتنا ہی اجر وثواب زیادہ ہوگا۔[1]

۵۵-فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ-

آخر کار جب انھوں نے ہمارے غضب کو للکارا تو ہم نے اُن سے انتقام لے لیا۔

انھوں نے دشمنی اور نافرمانی میں افراط سے کام لے کر ہمارے غضب کو للکارا۔

فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ-

تو ہم نے ان سب کو سمندر میں ڈبو دیا۔

---

(۱) نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۲ عربی اردو ترجمہ خطبہ ۱۹۰

کتاب کافی اور کتاب توحید میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس طرح غضب ناک نہیں ہوتا جس طرح ہم غضب ناک ہوتے ہیں البتہ اس نے اپنے لیے اولیاء خلق کردیے ہیں جو غضب ناک ہوتے ہیں اور راضی ہوتے ہیں اور وہ مخلوق اور پروردۂ خدا ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی رضا مندی کو اپنی رضا اور ان کی ناراضی کو اپنی ناراضی قرار دیا ہے اس لیے کہ انھیں اپنی جانب بلانے والا اور خود کی طرف راہنما قرار دیا ہے لہٰذا وہ ایسے ہوگئے ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ وہ غضب و رضا اللہ کی طرف ویسے ہی پہنچتا ہے جیسی اس کی مخلوق کی طرف پہنچتا ہے لیکن یہ مفہوم ہے جو اس بارے میں کہا گیا نیز یہ بھی فرمایا: مَنْ اَهَانَ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ بَارَزَنِیْ بِالْمُحَارَبَةِ وَدعانی الیها جس نے میرے ولی کی اہانت کی تو اس نے مجھ سے جنگ چھیڑ دی اور مجھے جنگ کی دعوت دی اور فرمایا: مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی۔

اور یہ بھی فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ (الفتح ۱۰)

جن لوگوں نے اے نبی آپ کی بیعت کی انھوں نے درحقیقت اللہ کی بیعت کی یہ سب اور جو میں نے اس کے مانند تم سے بیان کیا ہے یہی حال رضامندی اور غضب ناکی کا ہے اور ان کے علاوہ ان اشیاء کا ہے جو اس جیسی ہیں اس لیے کہ اگر مُکَوَّن (تکوین کرنے والا، عالم کی تخلیق کرنے والا) تک غضب اور تنگ دلی پہنچتی جب کہ اسی نے ان دونوں کو پیدا کیا ہے اور وہی ان کا موجد ہے تو پھر کہنے والا یہ کہنے میں حق بجانب ہوگا کہ تخلیق کار ایک دن فنا ہوجائے گا اس لیے کہ جب اس پر غضب اور تنگ دلی داخل ہوجائے گی تو تغیّر رونما ہوگا اور جب تغیّر رونما ہوگا تو پھر وہ ہلاکت اور تباہی سے نہ بچ سکے گا اور اگر ایسا ہوگیا تو مُکَوِّن (بنانے والا) کو مُکَوَّن (جسے بنایا گیا) سے قادر کو مقدور سے اور خالق کو مخلوق سے پہنچانا نہ جاسکے گا اللہ تبارک وتعالیٰ اس قسم کی بات سے بلند و بالا ہے وہ خالق اشیاء ہے لیکن اس کی کوئی غرض اُس سے وابستہ نہیں اور جب کسی حاجت کے لیے نہیں ہے تو پھر اس کے بارے میں حد اور کیفیت مُحال ہے ان شاء اللہ تم یہ سمجھ لوگے۔[۱]

۵۶-فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ-

پھر ہم نے انھیں پیش رو اور بعد میں آنے والوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا ان کے بعد جو کفار آئے ہیں ان کا راہنما بنا دیا اور بعد میں آنے والوں کے لیے نصیحت بنا دیا۔

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۱۴۴ ح ۶ باب النوادر، التوحید ص ۱۶۸-۱۶۹ ح ۲ باب ۲۶

وَ لَمَّا ضُرِبَ ابۡنُ مَرۡیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوۡمُكَ مِنۡهُ یَصِدُّوۡنَ ﴿۵۷﴾
وَ قَالُوۡۤا ءَاٰلِهَتُنَا خَیۡرٌ اَمۡ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوۡهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ خَصِمُوۡنَ ﴿۵۸﴾
اِنۡ هُوَ اِلَّا عَبۡدٌ اَنۡعَمۡنَا عَلَیۡهِ وَ جَعَلۡنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿۵۹﴾ ؕ
وَ لَوۡ نَشَآءُ لَجَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ مَّلٰٓئِكَةً فِی الۡاَرۡضِ یَخۡلُفُوۡنَ ﴿۶۰﴾
وَ اِنَّهٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوۡنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ﴿۶۱﴾

۵۷-اے نبی جب آپ کی قوم کے سامنے فرزندِ مریم کی مثال پیش کی گئی تو وہ خوشی سے چلّانے لگے۔
۵۸-اور انھوں نے کہا کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ، یہ مثال وہ آپ سے کج بحثی کے لیے لائے ہیں بلکہ وہ تو جھگڑالو قوم ہے۔ ۵۹-وہ تو محض ہمارا بندہ تھا جسے ہم نے اپنی نعمتوں سے نوازا تھا اور اُسے بنی اسرائیل کے لیے ایک مثال بنایا تھا۔ ۶۰-اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے پیدا کردیتے جو زمین میں تمھارے جانشین بنیں۔ ۶۱-اور وہ درحقیقت قیامت کی ایک نشانی ہے تم اس میں ہرگز شک نہ کرنا اور میرا اتباع کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

۵۷-وَلَمَّا ضُرِبَ ابۡنُ مَرۡیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوۡمُكَ مِنۡهُ یَصِدُّوۡنَ-

اے نبی جب آپ کی قوم کے سامنے فرزندِ مریم کی مثال پیش کی گئی تو وہ خوشی سے چلانے لگے۔ یعنی حضرت علی علیہ السلام کی مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دی گئی جیسا کہ کہا گیا اِنَّ فِیۡهِ شِبۡهًا منه کہ علی میں عیسیٰ کی کچھ شبیہ نظر آتی ہے۔[۱] کہا گیا ہے تو پھر قریش اس مثال کو سُن کر خوشی کے مارے چیخنے چلّانے لگے یہ سمجھتے ہوئے کہ رسول نے اس بات کو اپنے لیے لازم کرلیا ہے۔[۲]

اور اگر یہ لفظ یَصِدُّوۡنَ پڑھا جائے تو مفہوم یہ ہوگا کہ وہ لوگ حق سے روکتے ہیں اور اس سے روگردانی کرتے ہیں۔

اور کہا گیا ہے کہ اس مقام پر دو لُغات ہیں یَصِدُّوۡنَ اور یَصُدُّوۡنَ[۳]

کتاب معانی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کے ذیل میں فرمایا ہے کہ عربی زبان میں صُدُوْد ہنسنے کو کہتے ہیں۔[۴]

(۱) الکافی ج ۸ ص ۵۷ ح ۱۸
(۲) بیضادی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۶۹
(۳) بیضادی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۶۹
(۴) معانی الاخبار ص ۲۲۰ ح ۱

۵۸-وَقَالُوْٓاءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ

اور انھوں نے کہا کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ، یہ مثال وہ آپ سے کج بحثی کے لیے لائے ہیں۔

انھوں نے یہ مثال اسی لیے بیان کی ہے کہ وہ آپ سے جھگڑنا اور دشمنی رکھنا چاہتے ہیں ان کا مقصد حق کو باطل سے ممیز کرنا نہیں ہے۔

بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ۔ بلکہ وہ تو جھگڑالو قوم ہے۔

نہایت جھگڑنے والی قوم ہے اور ضد و بحث میں بڑے حریص ہیں۔

۵۹-اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ ۔ وہ تو محض ہمارا بندہ تھا جسے ہم نے اپنی نعمتوں سے نوازا تھا۔

وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۔ اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ایک مثال بنایا تھا۔

۶۰-وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ۔

اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے پیدا کر دیتے جو زمین میں تمھارے جانشین بنیں۔

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے بھی زیادہ عجیب چیزوں پر قدرت رکھتا ہے۔

کتاب کافی میں ابوبصیر سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ اتنے میں امیر المومنین علیہ السلام تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ اے علیؑ تم میں عیسیٰؑ بن مریم کی مشابہت پائی جاتی ہے اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میری امت کا ایک گروہ تمھارے بارے میں وہ کچھ کہنے لگے گا جو نصاریٰ عیسیٰؑ بن مریم کے بارے میں کہتے ہیں تو میں تمھارے بارے میں ایک ایسی بات بیان کرتا کہ تم جب بھی لوگوں کی جماعت کے پاس سے گزرتے وہ تمھارے قدموں کے نیچے سے خاک اٹھا کر اس سے برکت طلب کرتے فرمایا کہ اس سے مغیرہ بن شعبہ اور قریش کے کچھ لوگ غضب ناک ہوگئے اور کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی نہیں ہوئے یہاں تک کہ اپنے چچازاد کو عیسیٰؑ ابن مریم جیسا بنا دیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت: وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا سے لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ یعنی بنی ہاشم میں سے ''مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ'' الحدیث مکمل حدیث سورۂ انفال کی آیت ۳۴ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔(۱)

تفسیر قمی میں سلمان فارسی سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ اس اثنا میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا ابھی تمھارے پاس وہ داخل ہوگا جو عیسیٰؑ ابن مریم سے مشابہ ہے تو جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے وہ نکل کر باہر چلے گئے تاکہ وہ داخل ہوجائیں اتنے میں علی بن ابی طالبؑ داخل ہوئے تو کسی شخص نے اپنے ساتھیوں سے کہا کیا محمد اس بات پر راضی نہیں ہوئے کہ انھوں نے علیؑ کو ہم پر فضیلت دی یہاں تک کہ انھیں عیسیٰؑ بن مریم کے مشابہ قرار دے دیا خدا کی قسم ہم زمانہ جاہلیت میں جن معبودوں کی پرستش کیا کرتے تھے وہ علیؑ سے افضل ہیں اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت

(۱) الکافی ج ۸ ص ۵۷ ح ۱۸

نازل فرمائی:

لَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ الخ [۱]

کتاب مناقب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس دروازے سے وہ شخص داخل ہوگا جو عیسیٰ علیہ السلام سے سب سے زیادہ مُشابہ ہوگا اتنے میں علی علیہ السلام داخل ہوئے لوگوں نے اس بات پر ہنسنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ''لَمَّا ضُرِبَ الخ'' نازل فرمائی۔ [۲]

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک دن حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ قریش کی ایک جماعت کے ساتھ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف نظر کی اور فرمایا اے علیؑ تمھاری مثال اس امّت میں عیسیٰؑ بن مریم کی طرح ہے ان کی قوم نے ان سے محبت کی اور ان کی محبت میں افراط کیا تو ہلاک ہوگئے اور ایک گروہ نے ان سے دشمنی کی اور دشمنی میں حد سے بڑھ گئے تو ہلاک ہوگئے ایک گروہ درمیان میں رہا وہ نجات پا گیا یہ بات انھیں بڑی عظیم لگی وہ ہنسنے لگے اور انھوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی کو انبیاء و مرسلین سے تشبیہہ دے رہے ہیں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [۳]

کتاب تہذیب میں دعائے یومِ غدیر کے ذیل میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یقیناً ہم نے تیرے داعی مُنذِر (ڈرانے والے) محمد کو جو تیرے بندے اور رسول ہیں کی آواز پر لبیک کہا ہے انھوں نے جو علی بن ابی طالبؑ کے بارے میں فرمایا ہے جن پر تو نے نعمتیں نازل فرمائی ہیں اور انھیں بنی اسرائیل کے لیے مثال قرار دیا ہے کہ وہ امیر المومنین ان کے مولیٰ اور قیامت کے دن، جزا کے دن تک ان کے ولی ہیں تو نے فرمایا ہے: ان هو الّا عبد انعمنا علیه وجَعَلْنٰهُ مثلًا لبنی اسرائیل بے شک وہ تو ایک بندے ہیں ہم نے جن پر نعمتیں نازل فرمائی ہیں اور ہم نے انھیں بنی اسرائیل کے لیے مثال بنا دیا ہے۔ [۴]

۶۱-وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا-

اور وہ درحقیقت قیامت کی ایک نشانی ہے تم اس پر ہرگز شک نہ کرنا تفسیر قمی میں ہے کہ پھر امیر المومنین کی منزلت کو بیان فرمایا اور کہا: وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ یہ تو قیامت کی ایک نشانی ہے۔ [۵]

وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ- اور میرا اتباع کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

فرمایا یعنی امیر المومنین علیہ السلام۔ [۶]

اور کہا گیا ہے کہ عیسیٰؑ بن مریم علیہ السلام کا نازل ہونا قیامت کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے ان کے تشریف لانے کے بعد قیامت کے قریب ہونے کا علم ہوگا: ''فَلَا تَمْتَرُنَّ'' تم اس بارے میں شک نہ کرنا۔ [۷]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۶ (۲) مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۲۵۹ (۳) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۵۳
(۴) تہذیب الاحکام ج ۳ ص ۱۴۴-۱۴۵ ح ۳۱۷ (۵) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۶
(۶) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۶ (۷) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۷

وَ لَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾
وَ لَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَ لِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ
الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَ
رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ
فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾
هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾
اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ ع ۶-۱۲

۶۲-کہیں شیطان تمھیں اس سے روک نہ دے بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔
۶۳- اور جب عیسیٰ معجزات لے کر آئے تو انھوں نے کہا کہ میں حکمت لے کر تمھارے پاس آیا ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ تم جن بعض باتوں میں اختلاف کر رہے ہو ان کی حقیقت کو واضح کر دوں لہٰذا اللہ سے ڈرتے رہو اور میری اطاعت کرو۔ ۶۴- بے شک اللہ میرا اور تمھارا پروردگار ہے اسی کی عبادت کرو یہ سیدھا راستا ہے۔ ۶۵- گروہوں نے آپس میں اختلاف کر لیا تو جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے لیے دردناک عذاب کے دن پروائے ہو۔
۶۶-کیا یہ لوگ اب اِس چیز کے منتظر ہیں کہ اچانک اُن پر قیامت آجائے اور انھیں پتا بھی نہ چلے۔
۶۷-سوائے صاحبانِ تقویٰ کے اس روز دوست احباب ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔

۶۲-وَ لَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ-
اور کہیں شیطان تمھیں اس سے روک نہ دے بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔
۶۳-وَ لَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ-
اور جب عیسیٰ معجزات لے کر آئے تو انھوں نے کہا کہ میں حکمت لے کر تمھارے پاس آیا ہوں۔
وَ لِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ-
اور اس لیے آیا ہوں کہ تم جن بعض باتوں میں اختلاف کر رہے ہو ان کی حقیقت واضح کر دوں۔
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ- لہٰذا اللہ سے ڈرتے رہو اور میری اطاعت کرو۔
ان امور میں اللہ کی جانب سے میں جن کی تبلیغ کر رہا ہوں۔

۶۴-اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ-

بے شک اللہ میرا اور تمھارا پروردگار ہے اسی کی عبادت کرو یہ سیدھا راستا ہے۔

۶۵-فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ- گروہوں نے آپس میں اختلاف کرلیا۔

اَلْاَحْزَابُ سے مراد ہے وہ فرقے جو مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ یَوْمٍ اَلِیْمٍ-

تو جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے لیے دردناک عذاب کے دن پروائے ہو۔

اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا سے مراد ہے مختلف گروہوں میں تقسیم ہونے والے۔

یَوْمٍ اَلِیْمٍ سے مراد ہے روز قیامت۔

۶۶-هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ-

کیا یہ لوگ اب اس چیز کے منتظر ہیں کہ اچانک ان پر قیامت آجائے اور انھیں پتا بھی نہ چلے۔

بَغْتَةً فُجَاءَۃً اچانک

لَا یَشْعُرُوْنَ وہ اس سے غافل ہوں کہ انھیں پتا تک نہ چلے۔

۶۷-اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ-

سوائے صاحبان تقویٰ کے اس روز دوست احباب ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ احباب ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے اور امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ آگاہ ہوجاؤ کہ دنیا میں جو دوستی غیر اللہ کے لیے تھی وہ روز قیامت عداوت میں تبدیل ہوجائے گی۔(۱)

اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ سوائے صاحبان تقویٰ کے اس لیے کہ اُن کی دوستی اللہ کے لیے تھی اس لیے وہ ہمیشہ باقی رہے گی۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا خدا کی قسم اللہ نے اس سے تمھارے غیر کو مراد نہیں لیا ہے۔(۲)

مصباحُ الشریعہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے تم متقین کی مؤاخات (بھائی چارہ) طلب کرو خواہ وہ زمین کی تاریکیوں میں ہو اور خواہ اس تلاش میں تمھاری زندگی کا سورج غروب ہوجائے اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان (متقین) سے افضل روئے زمین پر کسی کو خلق نہیں فرمایا سوائے انبیائے کرام کے اور اللہ تعالیٰ نے کسی بندے پر اس جیسا انعام و اکرام نہیں کیا جیسا اُن پر کیا ہے جنھیں اُن ہستیوں کی صحبت کی توفیق کرامت فرمائی ہے ارشاد ربّ العزت ہے: اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ

اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو بھی ہمارے اس دور میں کسی ایسے دوست کو تلاش کرے گا جس میں کوئی عیب نہ ہو تو وہ بغیر دوست کے رہ جائے گا۔(۳)

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۷ (۲) الکافی ج ۸ ص ۳۵ (۳) مصباح الشریعہ ص ۱۵۰-۱۵۱ ح ۱ باب ۷۱

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَ لَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۚ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا
وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۚ﴿۶۹﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ
عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ ۚ وَ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ
الْاَعْيُنُ ۚ وَ اَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۚ﴿۷۱﴾ وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ
فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۖ﴿۷۴﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَ هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۚ﴿۷۵﴾
وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَ نَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا
رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ
كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ۚ﴿۷۹﴾ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ
سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾

۶۸-اے میرے بندو! آج تمھارے لیے کسی قسم کا خوف نہیں اور نہ ہی تمھیں غمگین ہونا ہے۔

۶۹-جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور ہمارے فرماں بردار تھے۔

۷۰-تم اپنی بیویوں کے ساتھ عزّت و احترام سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

۷۱-ان کے لیے سونے کی بڑی بڑی تھالیوں اور پیالوں کو گردش میں لایا جائے گا اور جنت میں وہ کچھ مہیا ہوگا جو تمھارا جی چاہے گا اور جو تمھاری آنکھوں کو بھائے گا اور تم اس میں ہمیشہ کے لیے رہو گے۔

۷۲-اور یہی وہ جنت ہے تم اپنے عمل کے ذریعے جس کے وارث ہوئے ہو۔

۷۳-اس میں تمھارے لیے بکثرت پھل موجود ہیں جنھیں تم کھاتے ہو۔

۷۴-بے شک مجرمین عذاب جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

۷۵-کبھی ان کے عذاب میں کمی نہ ہوگی اور وہ اس میں مایوسی کے عالم میں دم بخود ہوں گے۔

۷۶-ہم نے ان پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا تھا البتہ وہ خود ہی ظالم تھے۔

۷۷-اور وہ پکاریں گے اے مالک (داروغۂ جہنم) کوئی ایسی ترکیب کرو کہ تمھارا رب ہمارا فیصلہ کر دے

مالک نے کہا تم یوں ہی ٹھہرے رہو گے۔

۷۸۔ہم تمھارے پاس حق لے کر آئے تھے لیکن تمھاری اکثریت حق سے ناپسندیدگی ظاہر کرتی رہی۔

۷۹۔کیا انھوں نے کسی بات کا مُصمّم ارادہ کرلیا ہے تو ہم بھی عزم بالجزم کررہے ہیں۔

۸۰۔کیا انھوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم ان کے راز کی باتوں اور سرگوشیوں کو سنتے نہیں ہم سب کچھ سن رہے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ہی لکھ رہے ہیں۔

۶۸۔یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ وَ لَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ۔

اے میرے بندو! آج تمھارے لیے کسی قسم کا خوف نہیں اور نہ ہی تمھیں غمگین ہونا ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ متقین اور اللہ سے محبت رکھنے والوں سے اس روز کس طرح خطاب کیا جائے گا۔

۶۹۔اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوْا مُسْلِمِیْنَ۔

جولوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور ہمارے فرماں بردار تھے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔(۱)

۷۰۔اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ تُحْبَرُوْنَ۔

تم اپنی بیویوں کے ساتھ عزّت و احترام سے جنت میں داخل ہوجاؤ۔

اَزْوَاجُکُمْ سے مراد تمھاری مومن بیویاں ہیں۔

تُحْبَرُوْنَ سے مراد تفسیر قمی میں ہے کہ تمھاری عزّت کی جائے گی۔(۲)

۷۱۔یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَکْوَابٍ۔

ان کے لیے سونے کی بڑی بڑی تھالیوں اور پیالوں کو گردش میں لایا جائے گا۔

الصَحیفة بڑا چوڑا پیالہ۔ایسا کوزہ جس کی ٹونٹی نہ ہو۔

وَ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْیُنُ۔

اور جنت میں وہ کچھ مہیا ہوگا جو تمھارا جی چاہے گا اور تمھاری آنکھوں کو بھائے گا۔

یعنی تم جنھیں دیکھ کر لذّت محسوس کرو گے۔

وَ اَنْتُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔

اور تم اس میں ہمیشہ کے لیے رہو گے۔

اس لیے کہ ہر نعمت زوال پذیر ہے اس کی حفاظت کرنی پڑتی ہے اس کے زائل ہونے کا خوف ہوتا ہے اور

---

(۱) و(۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۸

آخر کار اس کا انجام حسرت و افسوس ہوتا ہے۔

کتاب احتجاج میں قائم علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے اہل جنت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جب وہ جنت میں جائیں گے تو کیا وہاں توالد وتناسل ہوگا امام علیہ السلام نے جواب دیا کہ جنت وہ جگہ ہے جہاں پر عورتیں حاملہ نہیں ہوں گی نہ ہی ولادت ہوگی نہ ہی حائضہ ہوں گی نہ ہی خون نفاس ہوگا اور نہ ہی بچپن کی سختیاں ہوں گی بلکہ وہاں پر تمھارا جو جی چاہے گا اور جو تمھاری آنکھوں کو بھائے گا وہ تمھارے لیے میسر ہوگا جیسا کہ ارشاد باری عزّاسمہ ہے اگر کوئی مومن اولاد کا خواہش مند ہوگا تو خداوند عالم اس بچّے کو بغیر حمل اور بغیر کسی زچگی کے مومن کی من پسند صورت کے مطابق حضرت آدم کی طرح بطور عبرت خلق فرما دے گا۔[۱]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ بے شک انسان جنت میں اپنے دسترخوان پر دنیا میں قیام کے وقت تک موجود رہے گا اور ایک مرتبہ کھانے میں اتنا کھائے گا جتنا وہ دنیا میں کھایا کرتا تھا۔[۲]

۷۲-وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْۤ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ-

اور یہی وہ جنت ہے تم اپنے عمل کے ذریعے جس کے وارث ہوئے ہو

اور اس سے پہلے وراثتِ جنت کے مفہوم کو بیان کیا جا چکا ہے۔

۷۳-لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ-

اس میں تمھارے لیے بکثرت پھل موجود ہیں جنھیں تم کھاتے ہو۔

کہا گیا ہے نعمت کی تفصیل طرح طرح کے کھانوں اور کپڑوں سے متعلق قرآن کریم کا بار بار بیان کرنا جب کہ وہ جنت کی دیگر نعمتوں کے مقابلے میں بے حیثیت ہے محض اس لیے ہے کہ وہ لوگ سختی اور فقر وفاقہ سے دوچار تھے۔

۷۴-اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ-

بے شک مجرمین عذاب جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ دشمنانِ آل محمد علیہم السلام ہیں۔[۳]

۷۵-لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ- کبھی اُن کے عذاب میں کمی نہ ہوگی۔

وَ هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ-

اور وہ اس میں مایوسی کے عالم میں دم بخود ہوں گے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ خیر سے مایوس ہوں گے۔[۴]

---

(۱) الاحتجاج ج ۲ ص ۳۱۰ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۸

(۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۸ (۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۹

۷۶-وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ- اور ہم نے ان پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا تھا البتہ وہ خود ہی ظالم تھے۔

۷۷-وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ-

اور وہ پکاریں گے اے مالک (داروغہ جہنم) کوئی ایسی ترکیب کرو کہ تمھارا رب ہمارا فیصلہ کردے یعنی اے مالک آپ اپنے رب سے سوال کریں کہ وہ ہمارا فیصلہ کردے کہ ہمیں موت دے دے

''وَمَنْ قَضٰى عَلَيْهِ'' کا مفہوم ہے کہ جب اسے موت دے دی۔

قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ- مالک نے کہا تم یوں ہی ٹھہرے رہو گے۔

موت اور اس کے علاوہ کسی اور ذریعے سے تمھارا چھٹکارا نہیں ہے۔

۷۸-لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ- یقیناً ہم تمھارے پاس حق لے کر آئے تھے۔

انبیا و مرسلین کو بھیج کر اور کتابیں نازل کر کے۔

تفسیر قمی میں وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے فرمایا یعنی اس سے ولایت امیر المومنین علیہ السلام مراد ہے۔(۱)

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ- اور لیکن تمھاری اکثریت حق سے ناپسندیدگی ظاہر کرتی رہی۔

فرمایا یعنی ولایت امیر المومنین کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔(۲)

۷۹-اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ-

کیا انھوں نے کسی بات کا مصمّم ارادہ کرلیا ہے تو ہم بھی عزم بالجزم کر رہے ہیں یعنی حق کو جھٹلانے کا ارادہ اور اسے مسترد کرنے کا عزم اور انھوں نے صرف ناپسندیدگی پر اکتفا نہ کی اگر ایسا ہوا تو ہم بھی ان کی مجازات (جزا دینا) کا حکم دے چکے ہیں۔

۸۰-اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ-

کیا انھوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم ان کے راز کی باتوں اور سرگوشیوں کو سنتے نہیں۔

سِرَّهُمْ جو باتیں وہ اپنے آپ سے کرتے ہیں۔

وَنَجْوٰىهُمْ اور وہ باتیں جو وہ سرگوشیوں میں کرتے ہیں۔

بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ-

ہاں ہم سب کچھ سن رہے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ہی لکھ رہے ہیں۔

رُسُل سے مراد ہے کراماً کاتبین اور اس کے ساتھ محافظین۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس کا بیان سورۂ محمد کی آیت ۲۶ کے ذیل میں ہوگا۔

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت اہل بیت علیہم السلام کی بارے میں نازل ہوئی ہے۔(۳)

---

(۱) و(۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۹ (۳) الکافی ج ۸ ص ۱۷۹-۱۸۰ ح ۲۰۲

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾
سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾
فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَ يَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾
وَ هُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۴﴾
وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾
وَ لَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾
وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾
وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾
فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَ قُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

۸۱-اے نبی فرما دیجیے کہ اگر خدا کے کوئی بیٹا ہوتا تو میں پہلا عبادت گزار ہوں۔

۸۲-آسمانوں اور زمین کا رب اور عرش کا پروردگار ان تمام باتوں سے پاک اور منزہ ہے جو یہ لوگ بیان کر رہے ہیں۔

۸۳-آپ انھیں بے ہودہ باتوں میں مگن اور کھیل کود میں پڑا رہنے دیجیے یہاں تک کہ یہ وہ دن دیکھ لیں جس کا انھیں خوف دلایا گیا تھا۔

۸۴-اور یہ وہی ہستی ہے آسمان میں جس کی عبادت کی جاتی ہے اور جو زمین میں معبود ہے اور وہ باحکمت اور ہر شے سے باخبر ہے۔

۸۵-اور بابرکت ہے وہ ذات آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان سب کی بادشاہی جس کے پاس ہے اور وہی قیامت کی گھڑی کو جانتا ہے اور تمھیں اسی کی طرف پلٹایا جائے گا۔

۸۶-اسے چھوڑ کر یہ لوگ جنھیں پکارتے ہیں وہ شفاعت کا کوئی اختیار نہیں رکھتے مگر وہ جو سچائی کے ساتھ

وقف لازم ۲/۳

گواہی دے اور وہ اسے جانتے ہوں۔

۸۷-اور اگر آپ اُن سے سوال کریں گے کہ انھیں کس نے خلق فرمایا ہے تو وہ ضرور یہ کہیں گے ''اللہ نے'' تو پھر یہ کہاں سے بہکائے جارہے ہیں۔

۸۸-اور وہ نبی کا یہ قول جانتا ہے ''اے میرے رب یہ ایسی قوم ہے جو ایمان نہیں لاتی۔

۸۹-اے نبی آپ ان سے درگزر کیجیے اور فرمایئے ''سلام'' عن قریب وہ جان لیں گے۔

۸۱-قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ-

اے نبی فرما دیجیے کہ اگر خدا کے کوئی بیٹا ہوتا تو میں پہلا عبادت گزار ہوں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے سب سے پہلے کنارہ کشی کرنے والوں میں سے کہ اس کا کوئی فرزند ہے۔[۱]

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ انکار کرنے والوں میں سے۔[۲]

۸۲-سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ-

آسمانوں اور زمین کا رب اور عرش کا پروردگار ان تمام باتوں سے پاک اور منزہ ہے جو یہ لوگ بیان کررہے ہیں۔

یعنی اس کا صاحبِ اولاد ہونا یہ ایجادات اسے تولیدِ مثل (اپنے جیسا پیدا کرنا) سے پاک ومنزہ کرتی ہیں تو پھر جو ان چیزوں کا موجد اور خالق ہو اس کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے۔

۸۳-فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَ يَلْعَبُوْا-

(اے نبی) آپ انھیں بے ہودہ باتوں میں مگن اور کھیل کود میں پڑا رہنے دیجیے یعنی یہ اپنی دنیا میں مگن رہیں۔

حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ-

یہاں تک کہ یہ وہ دن دیکھ لیں جس کا انھیں خوف دلایا گیا تھا۔

یعنی وہ قیامت کے دن کا مشاہدہ کرلیں۔

۸۴-وَ هُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ-

اور یہ وہی ہستی ہے آسمان میں جس کی عبادت کی جاتی ہے۔

وَّ فِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ- اور جو زمین میں معبود ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۸۹ (۲) الاحتجاج ج ۱ ص ۳۷۲

یعنی وہ مستحق ہے کہ ان دونوں مقامات پر اس کی عبادت کی جائے۔

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایک حدیث میں مروی ہے آپ نے فرمایا وہ اللہ کا قول ہے ''وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ''

اور اس کا قول: وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ (الحدید ۴)

تم جہاں بھی رہو وہ تمھارے ساتھ ہے

اور اس کا قول: مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ (المجادلہ ۷)

جب کہیں تین آدمی سرگوشیاں کرتے ہیں تو وہ (اللہ) ان میں چوتھا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ان آیات سے یہ مقصود ہے کہ وہ تمام مخلوقات پر یہ بات واضح کردے کہ اس نے جو قدرت امنائے دین اور والیان شریعت کو عطا فرمائی ہے وہ ان سب پر غالب ہے اور یہ کہ اُس کا عمل اِن کا عمل ہے۔(۱)

وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ-

اور وہ باحکمت اور ہر شے سے باخبر ہے۔

۸۵-وَتَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا-

اور بابرکت ہے وہ ذات آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اُن کی بادشاہی جس کے پاس ہے۔

وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ-

اور وہی قیامت کی گھڑی کو جانتا ہے اور تمھیں اسی کی طرف پلٹایا جائے گا۔

۸۶-وَ لَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ-

اور اسے چھوڑ کر یہ لوگ جنھیں پکارتے ہیں وہ شفاعت کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے دنیا میں غیر اللہ کی عبادت کی تھی جن (بتوں) کی عبادت کی تھی وہ ان کی شفاعت کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔(۲)

اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ-

مگر وہ سچّائی کے ساتھ گواہی دے اور وہ اسے جانتے ہوں۔

حق سے مراد توحید باری عزّ اسمہ ہے۔

۸۷-وَلَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ-

اور اگر آپ اُن سے سوال کریں گے کہ انھیں کس نے خلق فرمایا ہے تو وہ ضرور یہ کہیں گے ''اللہ نے''

---

(۱) احتجاج ج ۱ ص ۳۷۳ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۰

اس امر کے ظاہر ہونے کی وجہ سے غرور و تکبّر سے بچنے کے لیے وہ یہ کہیں گے۔

فَاَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ-

تو پھر یہ کہاں بہکائے جارہے ہیں۔

اللہ کی عبادت سے ان کا رخ غیر اللہ کی عبادت کی جانب پھیرا جارہا ہے۔

۸۸-وَقِیْلِهٖ-

اور رسول کا یہ قول یعنی وہ رسول کا قول جانتا ہے یا یہ کہ اس نے ان کا قول نقل کیا ہے۔

یٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ-

اے میرے رب یہ ایسی قوم ہے جو ایمان نہیں لاتی۔

۸۹-فَاصْفَحْ عَنْهُمْ-

اے نبی آپ ان سے درگزر کیجیے ان کے ایمان سے مایوس ہوکر ان کو دعوت دینے سے اعراض کیجیے۔ یعنی اب انھیں دعوت نہ دیجیے۔

وَ قُلْ سَلٰمٌ-

اور فرمایئے ''سلام'' تم سے تسلیم کرتے ہیں اور عارضی طور سے جنگ ملتوی کرتے ہیں۔

فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ-

عن قریب وہ جان لیں گے۔

اس جملے کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلّی دی گئی ہے اور ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے۔

کتاب ثواب الاعمال اور تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو بھی سورۂ زخرف پڑھے گا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اسے اس کی قبر میں زمین کے کیڑوں مکوڑوں سے محفوظ رکھے گا اور اللہ کے حضور کھڑے ہونے تک قبر کے فشار سے حفاظت کرے گا پھر یہ سورہ آئے گا یہاں تک کہ اس پڑھنے والے کو امر خداوندی سے جنت میں داخل کردے گا۔[۱]

---

(۱) ثواب الاعمال ص ۱۱۳ ح ۱ و تفسیر مجمع البیان ج ۹۔۱۰ ص ۳۸

سورۂ دُخان

سورۂ دُخان مکّہ مکرمہ میں نازل ہوا اس سورے میں آیتوں کی تعداد ۵۹ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲﴾ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا
مُنۡذِرِیۡنَ ﴿۳﴾ فِیۡہَا یُفۡرَقُ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ ﴿۴﴾ اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا ؕ اِنَّا کُنَّا
مُرۡسِلِیۡنَ ﴿۵﴾ رَحۡمَۃً مِّنۡ رَّبِّکَ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۶﴾ رَبِّ
السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا ۟ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِیۡنَ ﴿۷﴾ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ
یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ ؕ رَبُّکُمۡ وَ رَبُّ اٰبَآئِکُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۸﴾ بَلۡ ہُمۡ فِیۡ شَکٍّ
یَّلۡعَبُوۡنَ ﴿۹﴾ فَارۡتَقِبۡ یَوۡمَ تَاۡتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۰﴾

بڑے مہربان نہایت مشفق اللہ کے نام سے

۱-حا۔میم ۲-قسم ہے کتاب مبین کی۔ ۳-بے شک ہم نے اس (قرآن) کو نازل کیا ہے ایک بابرکت رات میں کیوں کہ ہم لوگوں کو متنبّہ کرنا چاہتے تھے۔

۴-اس رات میں ہر حکیمانہ امر کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

۵-جو ہمارے حکم سے صادر ہوتا ہے ہم ہی رسولوں کو بھیجنے والے ہیں۔

۶-جو آپ کے رب کی جانب سے رحمت کا تقاضا ہے بے شک وہ ہر بات سننے والا ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ ۷-آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے ان سب کا رب ہے اگر تم لوگ واقعی یقین رکھتے ہو۔ ۸-نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے جو زندہ کرتا اور موت سے ہم کنار کرتا ہے وہ تمھارا اور تمھارے گزشتہ آباؤاجداد کا پروردگار ہے۔ ۹-بلکہ وہ لوگ شک میں پڑے مصروفِ لہوولعب ہیں۔

۱۰-انتظار کریں اس دن کا جب آسمان واضح طور پر دھنواں لیے ہوئے آئے گا۔

۱-حٰمٓ-

یہ حروف مقطّعات میں سے ہے جس کا علم اللہ اور اس کے رسول کو ہے۔

۲-وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ-

قسم ہے کتاب مبین کی۔

۳-اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ-

بے شک ہم نے اس (قرآن) کو نازل کیا ہے ایک بابرکت رات میں کیوں کہ ہم لوگوں کو مُتنبّہ کرنا چاہتے تھے۔

۴-فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ-

اس رات میں ہر حکیمانہ امر کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقرؑ اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ بے شک ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ سے مراد شب قدر ہے۔(۱)

تفسیر قمی میں صادقین علیہما السلام اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ایسی ہی روایت موجود ہے البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ خداوند عالم نے قرآنِ مجید کو اس شب میں بیت المعمور کی طرف یکبارگی نازل فرما دیا پھر وہ بیت المعمور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیس سال کے عرصے میں نازل ہوا ''فِيْهَا يُفْرَقُ'' اس شب میں یعنی شب قدر میں جدا ہوتے ہیں ''كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ'' ہر امر جو حکمت پر مبنی ہوتے ہیں یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ ہر امر کا فیصلہ فرماتا ہے خواہ اس کا تعلق حق سے ہو یا باطل سے اور اس سال جو کچھ ہونے والا ہے اس کا فیصلہ ہوتا ہے اور اللہ کے پاس بَدَا (الف) اور مشیّت دونوں ہیں وہ جسے چاہے مقدّم کردے اور جسے چاہے مؤخر کردے مدّت حیات ہو رزق ہو، مصائب و شدائد ہوں، حادثات ہوں، بیماریاں ہوں، اللہ جس کے لیے چاہتا ہے ان میں سے بڑھا دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے ان میں سے کم کر دیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے امیر المومنین علیہ السلام کے سپرد کرتے ہیں اور امیر المومنین علیہ السلام اسے ائمہ کے سپرد کردیتے ہیں یہاں تک کہ یہ امر صاحبِ زمانہ تک جا پہنچے گا اور ان پر اس معاملے میں بدا، مشیّت اور تقدیم و تاخیر کی شرط رکھ دی ہے۔(۲)

کتاب کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے شب قدر کے بارے میں فرمایا ہے: فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ وہ فرما رہا ہے کہ اس شب میں ہر حکمت والے امر کو نازل کیا جاتا ہے اور محکم دو چیزیں نہیں ہیں بلکہ وہ ایک ہی چیز ہے لہٰذا جو شخص ایسا فیصلہ کرے گا جس میں کوئی اختلاف نہ ہو تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے مطابقت رکھتا ہوگا اور جو کسی امر کا فیصلہ کرے اور اس میں اختلاف ہو اور وہ یہ سمجھے کہ

---

(۱) تفسیر مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۶۱

(الف) بَدَا کے لفظی معنی ہیں ظاہر ہونا اللہ اپنے نبی یا ولی کی زبان پر کوئی چیز ظاہر کردیتا ہے جو مصلحت کے مطابق ہوتی ہے۔ پھر وہ اس بات کو مٹا دیتا ہے جسے پہلے ظاہر کیا تھا اور دوسری بات کو ظاہر کردیتا ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد فرمایا يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ (رعد:۳۹) اللہ جس چیز کا چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اس کے پاس امّ الکتاب ہے۔(مترجم)

(۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۰

وہ درست اور صحیح ہے تو اس نے گویا طاغوت کا فیصلہ کیا ہے۔ وہ سال بہ سال اپنے ولی امر پر امور کی تفسیر شب قدر میں نازل کرتا رہتا ہے اور وہ ولی امر کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے اور لوگوں کے امر کے بارے میں یہ حکم صادر کرتا ہے اور ولی امر کے لیے اس کے علاوہ ہر روز اللہ کا علم خاص ظاہر ہوتا ہے جو پوشیدہ عجیب اور مخزون ہوتا ہے اسی امر کی طرح جو شب قدر میں نازل ہوا تھا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَ لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ (لقمان: ۲۷) اور اگر ایسا ہو کہ زمین میں جتنے درخت ہیں وہ قلم بن جائیں اور سمندر کا تمام پانی روشنائی بن جائے اور اس کے بعد سات سمندر ویسے ہی روشنائی ہو جائیں تو پھر بھی خدا کے کلمات (صفات) ختم نہ ہوں گے بے شک خدا غالب اور صاحب حکمت ہے)۔[۱]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اے شیعو! تم ''حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ وَ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ'' کے ذریعے دشمن سے مقابلہ کرو اس لیے کہ یہ آیات خاص طور سے ان اولوالامر حضرات کے لیے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس منصب پر فائز تھے۔[۲]

اور امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام کی روح قبض کی گئی تو امام حسن بن علیؑ مسجد کوفہ میں کھڑے ہوئے اور حمد وثنائے باری عزّ اسمہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور فرمایا اے لوگو! آج کی شب ایسی ہستی کی روح قبض ہوئی ہے نہ تو سابق میں کوئی ایسا تھا اور نہ آنے والوں میں ہی کوئی ان جیسا ہوگا پھر فرمایا خدا کی قسم یہ وہی شب ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی یوشع بن نون علیہ السلام کی روح قبض ہوئی اور یہ وہی شب ہے جب عیسیٰؑ روح اللہ کو اللہ نے اٹھا لیا اور یہی وہ شب ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔[۳]

اور اس باب میں کچھ باتیں اس کتاب کے نویں مقدمے میں بیان کی جا چکی ہیں اور مکمل گفتگو ان شاء اللہ سورۂ قدر کے ذیل میں کریں گے۔

امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ کسی نصرانی نے آپ سے اس آیت کی باطنی تفسیر کا مطالبہ کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا ''حٰمٓ'' سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور وہ حضرت ہُود علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب میں مذکور ہے اور وہ منقوص الحروف ہے یعنی اس میں کچھ حرف کم ہیں اور جہاں تک ''الکتاب المبین'' کا تعلق ہے تو اس سے امیر المومنین علیہ السلام مراد ہیں اور لَیْلَةٍ سے مراد حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں اور اب رہا یہ قول:

فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ فرمایا حضرت فاطمہؑ کی نسل سے خیر کثیر نکلے گا پھر مرد حکیم اور رَجُل حکیم اور شخص حکیم آئے گا نصرانی نے کہا آپ مجھے ان حضرات میں سے اوّل و آخر کے اوصاف اور صفات بتلایئے تو فرمایا

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۲۴۸ ح ۳ (۲) الکافی ج ۱ ص ۲۴۹ ح ۶

(۳) الکافی ج ۱ ص ۴۵۷ ح ۸

صفتیں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں لیکن قوم کا جو تیسرا آئے گا اس کے اوصاف میں بتلاتا ہوں اس کا تعلق اُسی کی نسل سے ہوگا اور یہ تمھارے پاس ان کتابوں میں موجود ہے جو تم پر نازل ہوئی ہیں اگر تم ان میں تبدیلی نہ کرو، تحریف نہ کرو اور انکار نہ کرو اور پہلے تم نے ایسا کیا ہے۔[1]

۵-اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا- جو ہمارے حکم سے صادر ہوتا ہے یعنی ہمارے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔

اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ- یقیناً ہم ہی رسولوں کو بھیجنے والے ہیں۔

یعنی ہماری عادت ہے کہ ہم رسولوں کو کتابوں کے ساتھ بھیجتے ہیں۔

۶-رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ-

جو آپ کے رب کی جانب سے رحمت کا تقاضا ہے۔

اس جملے میں ضمیر ''ہ'' لانے کے بجائے ربّ کا لفظ لایا گیا اس بات کی طرف توجہ دلانے کے لیے کہ یہ ربوبیت کا تقاضا ہے اور اس وجہ سے کہ یہ تربیت کے اقسام میں سب سے زیادہ عظیم ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ- بے شک وہ ہر بات سننے والا، ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

وہ بندوں کے اقوال کو سنتا اور ان کے احوال کا جانتا ہے۔

۷-رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا-

آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے ان سب کا رب ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ- اگر تم لوگ واقعی یقین رکھتے ہو۔

یعنی تم نے جان لیا ہے کہ واقعی معاملہ وہی ہے جیسا ہم نے کہا ہے۔

۸-لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ-

نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے جو زندہ کرتا اور موت سے ہم کنار کرتا ہے۔

اس کے علاوہ کوئی اور خالق نہیں ہے وہی جلاتا اور مارتا ہے جیسا کہ تم مشاہدہ کرتے ہو۔

رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ-

وہ تمھارا اور تمھارے گزشتہ آباؤ اجداد کا رب ہے۔

۹-بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ- بلکہ وہ لوگ شک میں پڑے مصروفِ لہو ولعب ہیں۔

ان کے موقنین ہونے کا رد ہے یعنی انھیں یقین نہیں ہے۔

۱۰-فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ-

انتظار کریں اس دن کا جب آسمان واضح طور پر دھنواں لیے ہوئے آئے گا۔

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۴۷۸-۴۷۹ ح ۴

يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾
رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ
رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾
اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿۱۵﴾
يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾
وَ لَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾
اَنْ اَدُّوْۤا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۸﴾
وَّ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْۤ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹﴾ۚ
وَ اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾

۱۱۔جولوگوں پر چھا جائے گا یہ ہے دردناک عذاب۔
۱۲۔اے ہمارے پروردگار تو ہم سے عذاب کو دور کردے ہم ایمان لاتے ہیں۔
۱۳۔ان کے لیے نصیحت کہاں سودمند ہوگی حال آں کہ اُن کے پاس رسول مبین آ گیا۔
۱۴۔انھوں نے اُس سے منہ پھیر لیا اور کہا یہ تو سکھایا پڑھایا دیوانہ ہے۔
۱۵۔(اچھا خیر) ہم تھوڑے عرصے کے لیے عذاب کو ٹال دیتے ہیں تم وہی کچھ کرو گے جو پہلے کر رہے تھے۔
۱۶۔جس روز ہم سختی سے گرفت کر کے بڑی ضرب لگائیں گے بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں۔
۱۷۔یقیناً ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو اسی آزمائش میں ڈالا تھا اور ان کے پاس رسولِ کریم آیا تھا۔
۱۸۔کہ تم اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کردو بے شک میں تمھاری طرف رسولِ امین ہوں۔
۱۹۔اور اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو میں تمھارے پاس واضح ثبوت لے کر آیا ہوں۔
۲۰۔اور میں اپنے اور تمھارے رب کی پناہ لے چکا ہوں مبادا کہ تم مجھے سنگ سار کرو۔

۱۱-يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ- جولوگوں پر چھا جائے گا یہ ہے دردناک عذاب۔
حدیث میں قیامت کی شرطیں بیان کی گئی ہیں جن میں پہلی نشانی دھنواں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا اور ایک آگ ہے جو عدن کی گہرائیوں سے نکلے گی، واضح ہوگی اور لوگوں کو محشر تک لے جائے گی کہا گیا

وقف لازم وقف لازم

''دُخَان'' (دھنواں) سے کیا مراد ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ وہ مشرق ومغرب کے درمیان کو پُر کردے گا اور چالیس دن اور رات رہے گا مومن تک ایسے پہنچے گا جیسے زکام ہوجائے اور کافر تک ایسے جیسے نشہ چھا جائے اس کے نتھنوں کانوں اور اُس کی دُبُر (پاخانے کا مقام) سے نکلے گا۔[۱]

کتاب جوامع میں علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ قیامت کے قائم ہونے سے پہلے دُخان (دھنواں) آئے گا جو کافروں کے کانوں میں گھس جائے گا یہاں تک کہ ہر ایک کا سر بُھنے ہوئے گوشت کی طرح ہوجائے گا اور مومن کو اس طرح آلے گا جیسے زکام ہوتا ہے اور زمین مکمل طور سے اس گھر کی طرح ہوجائے گی جس میں آگ روشن ہو اور اس میں کوئی روشن دان نہ ہو یہ آگ چالیس دنوں تک طول کھینچے گی۔[۲]

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ یہ اس وقت ہوگا جب لوگ رجعت میں قبر سے نکلیں گے ہر فرد کو تاریکی گھیر لے گی تو لوگ یہ کہیں گے: هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ یہ عذابِ الیم ہے۔[۳]

۱۲–رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ–

اے ہمارے پروردگار تو ہم سے عذاب کو دور کردے ہم ایمان لاتے ہیں۔

ایمان کا اقرار کیا تا کہ ان سے عذاب کو دور کردیا جائے۔

۱۳–اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى– ان کے لیے نصیحت کہاں سودمند ہوگی۔

ان کے لیے نصیحت کہاں سے ہوگی اور اس عالم میں وہ کیسے نصیحت کو قبول کریں گے۔

وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ– حال آں کہ اُن کے پاس رسولِ مبین آ گیا ہے۔

جس نے اُن پر آیات ومعجزات کے ذریعے سے واضح کردیا جو نصیحت کو قبول کرنے کے لیے اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

۱۴–ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ–

انھوں نے اُن سے منہ پھیر لیا اور کہا یہ تو سکھایا پڑھایا دیوانہ ہے۔

کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی عجمی تعلیم دیتا ہے جو ثقیف کے کسی فرد کا غلام ہے۔[۴]

مجنون کے بارے میں تفسیر قمی ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب وحی نازل ہوئی تو ان پر غشی طاری ہوگئی اور اُن لوگوں نے کہا یہ تو دیوانہ ہیں۔[۵]

۱۵–اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ–

(اچھا خیر) ہم تھوڑے عرصے کی لیے عذاب کو ٹال دیتے ہیں تم وہی کچھ کرو گے جو پہلے کررہے تھے۔

---

(۱) انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۴۷ (۲) جوامع الجامع ص ۴۳۸ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۰
(۴) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۷۵ (۵) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۱

کہا گیا ہے کہ تم کفر کی طرف لوٹ جاؤ گے عذاب کو ٹال دینے کے نتیجے میں۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے یعنی قیامت کی طرف لوٹ جاؤ گے اور فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہوتا:

یوم تاتی السماء بدخان مبین قیامت کے بارے میں ہوتا تو پھر ''اِنَّكُمْ عَآىِٕدُوْنَ'' (تم پلٹ جاؤ گے) نہیں کہا جاتا اس لیے کہ آخرت اور قیامت کے بعد کوئی ایسی حالت نہیں ہے جس کی طرف لوٹ کر جائیں۔[۲]

۱۶-يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى- جس روز ہم سختی سے گرفت کر کے بڑی ضرب لگائیں گے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا اس سے مراد قیامت ہے اور بطش حملہ کرنا ہے۔[۳]

اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ- بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں۔

۱۷-وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ- اور یقیناً ہم نے اُن سے پہلے فرعون کی قوم کو اس آزمائش میں ڈالا تھا۔

وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ- اور ان کے پاس رسول کریم آیا تھا۔

۱۸-اَنْ اَدُّوْۤا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ-

کہ تم اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کردو بے شک میں تمھاری طرف رسول امین ہوں یعنی ان لوگوں (بنی اسرائیل) کو میرے ساتھ بھیج دو یا اے اللہ کے بندو! تم ایمان لاکر اور دعوت کو قبول کر کے اللہ کا حق ادا کرو۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر نماز، زکات، روزہ، حج اور سنتوں اور احکام کی صورت میں جو فرض قرار دیا ہے اسے ادا کرو۔[۴]

رسول امین کا مفہوم ہے مجھ پر کسی قسم کا اتہام اور تہمت نہیں ہے میں رسولِ امین ہوں۔

۱۹-وَّ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ- اور یہ کہ اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو۔

اور وحی خداوندی اور اس کے رسول کی اہانت کر کے اللہ کے مقابلے میں تکبّر اور غرور سے کام نہ لو۔

اِنِّيْۤ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ- میں تمھارے پاس واضح ثبوت لے کر آیا ہوں۔

کہا گیا کہ لفظ ''امین'' کا لانا ادا کرنے اور غلبے کا ساتھ اپنی بلندی قائم رکھنے کے لیے ایسی شان ہے جو کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔[۵]

۲۰-وَ اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ-

اور میں اپنے اور تمھارے رب کی پناہ لے چکا ہوں مبادا کہ تم مجھے سنگ سار کرو میں نے اللہ کی پناہ لی ہے اور اسی پر توکل کیا ہے کہ کہیں تم مجھے سزا نہ دو یا بُرا بھلا نہ کہو۔

---

(۱) بیضاوی ج ۲ ص ۳۷۵ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۱ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۱

(۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۱ (۵) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۷۵

وَ اِنۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا لِیۡ فَاعۡتَزِلُوۡنِ ﴿۲۱﴾
فَدَعَا رَبَّہٗۤ اَنَّ ہٰۤؤُلَآءِ قَوۡمٌ مُّجۡرِمُوۡنَ ﴿۲۲﴾ الثالثة
فَاَسۡرِ بِعِبَادِیۡ لَیۡلًا اِنَّکُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ ﴿۲۳﴾
وَ اتۡرُکِ الۡبَحۡرَ رَہۡوًا ؕ اِنَّہُمۡ جُنۡدٌ مُّغۡرَقُوۡنَ ﴿۲۴﴾
کَمۡ تَرَکُوۡا مِنۡ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوۡنٍ ﴿۲۵﴾
وَّ زُرُوۡعٍ وَّ مَقَامٍ کَرِیۡمٍ ﴿۲۶﴾
وَّ نَعۡمَۃٍ کَانُوۡا فِیۡہَا فٰکِہِیۡنَ ﴿۲۷﴾ کَذٰلِکَ ۟ وَ اَوۡرَثۡنٰہَا قَوۡمًا اٰخَرِیۡنَ ﴿۲۸﴾
فَمَا بَکَتۡ عَلَیۡہِمُ السَّمَآءُ وَ الۡاَرۡضُ وَ مَا کَانُوۡا مُنۡظَرِیۡنَ ﴿۲۹﴾ ع

۲۱-اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے کنارہ کش ہوجاؤ۔
۲۲-موسیٰ نے اپنے رب کو پکارا کہ یہ تو ایک مجرم قوم ہے۔
۲۳-(جواب دیا گیا) اچھا راتوں رات میرے بندوں کو لے کر چل پڑو تمھارا پیچھا کیا جائے گا۔
۲۴-آپ سمندر کو شگافتہ چھوڑ دیجیے یہ غرق ہوجانے والا لشکر ہے۔
۲۵-بہتیرے باغات اور چشمے وہ چھوڑ کر گئے۔
۲۶-اور کھیتی باڑی اور شاندار محلّات۔
۲۷-اور نعمتیں جن میں وہ عیش وعشرت کرتے تھے۔
۲۸-وہ سب اسی طرح دھرے رہ گئے اور ہم نے ان سب کا وارث دوسری قوم کو بنا دیا۔
۲۹-نہ ان پر آسمان رویا نہ ہی زمین روئی اور نہ ہی انھیں مہلت مل سکی۔

۲۱-وَ اِنۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا لِیۡ فَاعۡتَزِلُوۡنِ-
اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے کنارہ کش ہوجاؤ۔
تم مجھ سے علیحدہ ہوجاؤ نہ میری موافقت کرو اور نہ میری مخالفت۔
۲۲-فَدَعَا رَبَّہٗۤ اَنَّ ہٰۤؤُلَآءِ قَوۡمٌ مُّجۡرِمُوۡنَ-
موسیٰ نے ان کی تکذیب کے بعد اپنے رب کو پکارا کہ یہ تو ایک مجرم قوم ہے کہا گیا ہے کہ وہ لوگ جس کے

لائق اور سزاوار ہیں اس کا ذکر کر کے ان کے لیے بددعا ایک طرح کی تعریض (کہنا کسی سے ہو اور مخاطب کسی اور کو کیا جائے) ہے اسی لیے اسے لفظ دُعا سے تعبیر کیا گیا۔[۱]

۲۳-فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ-

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ آپ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر چل پڑیں فرعون کو جب آپ سب کے نکلنے کا علم ہوگا تو وہ اور اس کا لشکر آپ کا پیچھا کریں گے۔

۲۴-وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا-

آپ سمندر کو شگافتہ چھوڑ دیجیے۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی ایک جانب اور راستے پر چل پڑیں۔[۲]

اور کہا گیا ہے کہ اسے کھلا چھوڑ دیں جس میں نہایت وسیع شگاف ہے یا جس طرح ہے اسے ویسے ہی ساکن چھوڑ دیں۔[۳]

اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ-

یہ غرق ہوجانے والا لشکر ہے۔

۲۵-كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ-

وہ بہتیرے باغات اور چشمے چھوڑ کر گئے۔

كَمْ تَرَكُوْا کے معنیٰ ہیں بہت زیادہ چھوڑے ہیں۔

۲۶-وَّ زُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ- اور کھیتی باڑی اور شان دار محلّات۔

مقام کریم کا مفہوم ہے آراستہ و پیراستہ محافل اور خوب صورت محلّات۔

۲۷-وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِیْهَا فٰكِهِیْنَ-

اور نعمتیں جن میں وہ عیش وعشرت کرتے تھے۔

یعنی جن نعمتوں سے وہ لطف اندوز ہو رہے تھے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ جن نعمتوں کا تعلق ''ابدان'' (اجسام) سے ہے۔

فٰكِهِیْنَ یعنی عورتوں سے خوش طبعی کرتے تھے۔[۴]

۲۸-كَذٰلِكَ ۫ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ-

وہ سب اسی طرح دھرے رہ گئے اور ہم نے ان سب کا وارث دوسری قوم کو بنا دیا۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۷۵ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۱

(۳) انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۶۷ (۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۱

۲۹–فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ–

نہ ان پر آسمان رویا اور نہ ہی زمین روئی۔

کہا گیا ہے کہ بطورِ مجاز یہ کہا گیا کہ ان کی ہلاکت پر کسی کو صدمہ نہ ہوا اور نہ ہی ان کے موجود رہنے کی کسی کو پرواہ تھی۔[۱]

تفسیر قمی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ کے پاس سے ایک شخص گزرا جو اللہ اور اللہ کے رسول کا دشمن تھا اس نے کہا: فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ وَ مَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ

پھر اس کے بعد وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند امام حسین علیہ السلام کا گزر ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لیکن یہ ہے وہ جس پر آسمان و زمین گریہ کریں گے اور فرمایا: فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ

ان پر آسمان و زمین نے گریہ نہیں کیا مگر یحییٰ بن زکریا علیہما السلام پر اور حسین بن علی علیہما السلام پر۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ آسمان چالیس دنوں تک یحییٰ بن زکریا علیہم السلام اور حسین بن علی علیہم السلام پر گریہ کرتا رہا اور ان دونوں کے علاوہ کسی اور پر گریہ نہیں کیا۔ کہا گیا فرمائیے کہ بُکاء (گریہ) سے کیا مراد ہے تو امام علیہ السلام نے جواب دیا کہ طلوع آفتاب کے وقت سرخی ہوتی تھی اور غروب آفتاب کے وقت سرخی۔[۳]

کتاب مناقب میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر آسمان نے چالیس دنوں تک خونین گریہ کیا یعنی آسمان سے خون برستا رہا۔[۴]

امام قائم علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اسی طرح ذبح کیا گیا جس طرح امام حسین علیہ السلام کو ذبح کیا گیا تھا اور آسمان و زمین نے ان دونوں کے علاوہ کسی اور پر گریہ نہیں کیا۔[۵]

وَ مَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ–

اور نہ ہی انھیں مہلت دی گئی۔

یعنی کسی دوسرے وقت کے لیے مہلت نہیں دی گئی۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۷۶ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۱ (۳) مجمع البیان ج ۹–۱۰ ص ۶۵

(۴) مناقب بن شہر آشوب ج ۴ ص ۵۴ (۵) مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۸۵

وَ لَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۙ﴿۳۰﴾
مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾
وَ لَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۚ﴿۳۲﴾
وَ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿۳۳﴾
اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ۙ﴿۳۴﴾
اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَ مَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿۳۵﴾
فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۶﴾
اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ ۫ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾
وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾
مَا خَلَقْنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾
اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾

۳۰–یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو رسوا کن عذاب سے نجات دی۔
۳۱–فرعون سے جو حد سے گزر جانے والوں میں بڑا آدمی تھا۔
۳۲–ہم نے بنی اسرائیل کو جانتے بوجھتے ہوئے عالمین پر منتخب کیا تھا۔
۳۳–اور ہم نے انھیں ایسی نشانیاں دی تھیں جن میں ان کی صریحی آزمائش تھی۔
۳۴–بے شک یہ لوگ یہی کہتے ہیں۔
۳۵–بس یہ تو ہماری پہلی موت ہے اس کے بعد ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔
۳۶–اٹھالاؤ ہمارے باپ دادا کو اگر تم سچّے ہو۔
۳۷–کیا یہ بہتر ہیں یا قومِ تُبّع اور اس سے پہلے کے لوگ ہم نے ان سب کو ہلاک کرڈالا کیوں کہ وہ مجرم تھے۔

۳۸-اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان میں جو کچھ ہے اسے کھیل کود کے طور پر نہیں بنایا۔
۳۹-ہم نے ان دونوں کو حق کے ساتھ خلق فرمایا ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اس سے بے خبر ہے۔
۴۰-بے شک فیصلے کا دن ان سب کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔

۳۰-وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ-
اور یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو رسوا کن عذاب سے نجات دی۔
یعنی فرعون کی بندگی اور غلامی اور فرعون کا ان کے بیٹوں کو قتل کرنا۔

۳۱-مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ-
فرعون سے جو حد سے گزر جانے والوں میں بڑا آدمی تھا۔
عَالِيًا کے معنی میں متکبر، مغرور۔
مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ جو سرکشی اور گستاخی اور شرانگیزی میں حد سے گزر جانے والوں میں سے تھا۔

۳۲-وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ-
اور ہم نے بنی اسرائیل کو جانتے بوجھتے ہوئے عالمین پر منتخب کیا تھا۔
عٰلَمِيْنَ یعنی جب وہ موجود تھے اس عالم میں انھیں منتخب کیا تھا۔
تفسیر قمی میں ہے کہ لفظ عام ہے لیکن معنیٰ خاص ہیں۔[۱]

۳۳-وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ-
اور ہم نے انھیں ایسی نشانیاں دی تھیں۔
جیسے سمندر کا شگافتہ ہونا، بادل کا سایہ فگن ہونا، اور من وسلویٰ کا نازل کرنا۔
مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ-
جن میں اُن کی صریحی آزمائش تھی۔
واضح نعمت یا ظاہری آزمائش۔

۳۴-اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ-
بے شک یہ لوگ یہی کہتے ہیں۔
یعنی کفّار قریش یہ بات کہتے ہیں قصۂ فرعون درمیان میں جملۂ معترضہ کے طور پر بیان کیا گیا۔

۳۵-اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ-
بس یہ تو ہماری پہلی موت ہے اس کے بعد ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے یعنی عاقبت اور انتہائے امر تو

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۲

بس موت ہے جو دنیاوی زندگی کو ختم کردے گی اور ہمیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔

۳۶-فَاْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ-

اٹھالاؤ ہمارے باپ دادا کو اگر تم اپنے وعدے میں سچّے ہو۔

۳۷-اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ-

کیا یہ بہتر ہیں یا قوم تُبّع اور اس سے پہلے کے لوگ۔

تُبَّعٍ سے مراد تبع حمیری جو لشکر کے ساتھ روانہ ہوا اور حیرہ کو حیران کردیا وہ خود مومن تھا اس کی قوم کافر تھی اسی لیے اس کی نہیں بلکہ اس کی قوم کی مذمت کی گئی۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ تم ''تُبّع'' کو دشنام نہ دو اس لیے کہ وہ مسلمان ہوگیا تھا۔(۱)

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''تُبّع'' نے اوس اور خزرج سے کہا تھا کہ تم لوگ یہیں مقیم رہو یہاں تک کہ یہ نبی ظاہر ہوجائیں میں اگر اس وقت تک زندہ رہا تو ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور ان کے ساتھ خروج کروں گا۔(۲)

وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور اس سے پہلے کے لوگوں سے مراد عاد اور ثمود ہیں۔

اَهْلَكْنٰهُمْ ۫ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ-

ہم نے ان سب کو ہلاک کر ڈالا کیوں کہ وہ مجرم تھے۔

جس طرح یہ لوگ مجرم ہیں۔

۳۸-وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ-

اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان میں جو کچھ ہے اسے کھیل کود کے طور پر نہیں بنایا۔

لٰعِبِيْنَ کے معنیٰ ہیں ''لھو ولعب'' کے لیے اس میں ثبوتِ حشر کے لیے متنبّہ کرنا ہے۔

۳۹-مَا خَلَقْنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ-

ہم نے ان دونوں کو حق کے ساتھ خلق فرمایا ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اس سے بے خبر ہے اس لیے کہ ان کی نظر محدود ہے وہ غور وفکر سے کام نہیں لیتے۔

۴۰-اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ-

بے شک فیصلے کا دن ان سب کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔

حق کو باطل سے جدا کرنے کا دن اور حق دار کو صاحبِ باطل سے الگ کرنے کا دن۔

مِيْقَاتُهُمْ کے معنیٰ ہیں ان کی وعدہ گاہ کا وقت۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۶۶ (۲) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۶۶

يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۙ﴿۴۱﴾
اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾ ع اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۙ﴿۴۳﴾
طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۚۖ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚۛ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۙ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾
خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۖۗ﴿۴۷﴾
ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾

ع ۲ ۱۳ ۱۵ معانقۃ ۱۴

۴۱–جس روز کوئی دوست کسی دوست کو فائدہ نہ پہنچا سکے گا اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی۔
۴۲–مگر اللہ کی رحمت جس کے شاملِ حال ہو بے شک وہ غالب اور مہربان ہے۔
۴۳–بے شک زقوم (تھوہڑ) کا درخت۔ ۴۴–گناہ گاروں کا طعام ہوگا۔
۴۵–وہ پگھلے ہوئے تانبے کی مانند پیٹ میں جوش مارے گا۔ ۴۶–جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔
۴۷–اسے پکڑلو اور اسے گھسیٹتے ہوئے جہنم کے درمیان میں لے جاؤ۔
۴۸–پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دو۔

۴۱–يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ–
جس روز کوئی دوست کسی دوست کو فائدہ نہ پہنچا سکے گا اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی یعنی کوئی دوست بھی کسی کو ذرّہ برابر فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔

۴۲–اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ–
مگر اللہ کی رحمت جس کے شامل حال ہو بے شک وہ غالب اور مہربان ہے۔
عفوودرگزر کے ذریعے اور اس کے بارے میں شفاعت کو قبول کر کے۔
اللہ غالب ہے اگر وہ کسی کو عذاب دینا چاہے تو اس کی مدد نہ کی جائے گی اور وہ جس پر چاہے رحمت نازل فرمادے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی گئی تو آپ نے فرمایا بخدا ہم ہی وہ لوگ ہیں اللہ جن پر مہربان ہے اور ہم ہی وہ لوگ ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنھیں مستثنیٰ کیا ہے البتہ ہم اُن لوگوں سے مستغنی ہیں۔[1]

(۱) الکافی ج ۱ ص ۴۲۳ ح ۵۶

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے اوصیاء اور ان کے متّبعین میں سے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا سوائے امیر المومنین علیہ السلام اور اُن کے شیعوں کے اس نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے اور اس کا قول حق ہے: یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًی عَنْ مَّوْلًی شَیْئًا وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ، اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ

اس سے مراد علی علیہ السلام اور اُن کے شیعہ ہیں۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے جو غیر اولیاء اللہ سے دوستی رکھے گا تو وہ ایک دوسرے کے کام نہ آئیں گے پھر آپ نے استثنا، کیا اور فرمایا البتہ جو آل محمد صلوٰت اللہ علیہم سے رشتہ ولایت کو استوار رکھے اور فرمایا: اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ الخ[۲]

۴۳-اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ- بے شک زقوم کا درخت۔

زقوم (تھوہڑ، مہلک غذا) کا مفہوم سورۂ صافات کی آیت ۶۲ کے ذیل میں بیان کیا جاچکا ہے۔

۴۴-طَعَامُ الْاَثِیْمِ- گناہ گاروں کا طعام ہوگا۔

اثیم اسے کہتے ہیں جو بہت زیادہ گناہ کرتا ہو۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔[۳]

۴۵-كَالْمُهْلِ ۚ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ- وہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹ میں جوش مارے گا۔

کالمُہل کہا گیا ہے یہ وہ ہے جو آگ میں جوش مارتا ہے یہاں تک کہ پگھل جاتا ہے۔[۴]

تفسیر قمی میں ہے کہ ''المہل'' سے مراد پگھلا ہوا تانبہ ہے۔[۵]

كَغَلْیِ الْحَمِیْمِ جیسے کھولتا ہو پانی۔

تفسیر قمی میں ہے وہ جو جوش مارے اور انتہا تک پہنچ جائے۔[۶]

۴۷-خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰی سَوَآءِ الْجَحِیْمِ- اسے پکڑلو اور اسے گھسیٹتے ہوئے جہنم کے درمیان میں لے جاؤ۔

قول کے ارادے پر کہا گیا ''خُذُوْهُ'' اور جن سے کہا گیا وہ ''زبانیہ'' (جہنم کے فرشتے) ہیں۔

فَاعْتِلُوْهُ اے گھسیٹو عُتُل کا مفہوم ہے کسی شے کو مکمل طور سے پکڑ کر زبردستی گھسیٹتے ہوئے لے جانا۔

سَوَآءِ الْجَحِیْمِ سے مراد جہنم کے بیچوں بیچ۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اسے ہر طرف سے دباؤ بھینچو پھر اسے جہنم کے درمیان میں لے آؤ۔[۷]

۴۸-ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ-

پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دو۔

یعنی وہ عذاب جو کھولتے ہوئے پانی کا ہو۔

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۳۵ ح ۶ (۲) و (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۲

(۴) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۷۷ (۵) و (۷) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۲ (۷) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۲

ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾
اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾
اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۙ﴿۵۱﴾
فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۚ﴿۵۲﴾
يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۚ﴿۵۳﴾
كَذٰلِكَ ۗ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ؕ﴿۵۴﴾
يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ۙ﴿۵۵﴾
لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۙ﴿۵۶﴾
فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾
فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾
فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع

۴۹–لو اسے چکھو تم تو بڑی عزّت وتکریم کے مالک ہو۔

۵۰–یہی ہے وہ جس کے بارے میں تم شک کیا کرتے تھے۔

۵۱–بے شک متّقین امن کی جگہ میں ہوں گے۔

۵۲–باغات اور چشموں میں۔

۵۳–حریر ودیبا کے لباس زیب تن کیے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

۵۴–اسی طرح ہم ان کی شادی بڑی آنکھوں والی حور سے کرا دیں گے۔

۵۵–وہاں پر وہ اطمینان سے ہر طرح کے میوے کھانے کے لیے منگوائیں گے۔

۵۶–وہ وہاں پر موت کا مزہ نہیں چکھیں گے سوائے پہلی موت کے اور اللہ انھیں جہنم کے عذاب سے بچالے گا۔

۵۷–یہ تمھارے رب کا فضل وکرم ہے اور یہی تو سب سے بڑی کامیابی ہے۔

۵۸–بے شک ہم نے قرآن کو آپ کی زبان میں آسان بنا دیا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔
۵۹–آپ بھی انتظار کیجیے یہ لوگ بھی منتظر ہیں۔

۴۹–ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ–
لو اسے چکھو تم تو بڑی عزّت و تکریم کے مالک ہو۔
یعنی تم اُن سے بطورِ استہزا یہ کہو۔
تفسیر قمی میں ہے کہ یہ اس وجہ سے کہا کہ ابوجہل کہا کرتا تھا ''اَنَا العزیز الکریم'' (میں بڑی عزّت و توقیر کا مالک ہوں) تو یہی جملہ اس سے جہنم میں کہہ کر اسے شرم دلائی جائے گی۔(۱)
کتاب جوامع میں ہے روایت کی گئی ہے کہ ابوجہل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان مجھ سے زیادہ معزز و مکرّم کوئی اور نہیں ہے۔(۲)
۵۰–اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ–
یہی ہے وہ جس کے بارے میں تم شک کیا کرتے تھے۔
یعنی یہ وہ عذاب ہے جس کے بارے میں تم شک و شبہے کا شکار تھے۔
۵۱–اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ–
بے شک متقین امن کی جگہ میں ہوں گے۔
''مَقَامٍ'' جائے قیام۔''اَمِیْنٍ'' جہاں پر رہنے والا آفت اور نقل مکانی سے محفوظ رہتا ہے۔
۵۲–فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ–
باغات اور چشموں میں۔
۵۳–يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ–
وہ حریر و دیبا کے لباس زیب تن کیے ہوئے بیٹھے ہوں گے۔
سُنْدُسٍ وہ ریشم جو نرم و ملائم ہو۔عمدہ ریشمی کپڑا۔
اِسْتَبْرَقٍ وہ ریشم جو ذرا دبیز ہو۔کم خواب۔
مُّتَقٰبِلِيْنَ– آمنے سامنے ہوں گے۔
اپنی نشستوں میں بالمقابل بیٹھے ہوں گے تا کہ ایک دوسرے سے مانوس رہیں۔
۵۴–كَذٰلِكَ ۗ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ–
اسی طرح ہم اُن کی شادی بڑی آنکھوں والی حور سے کرا دیں گے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۲ (۲) جوامع الجامع ص ۴۴۰

ہم نے حورعین کو ان کا ہم نشین بنایا اسی لیے لفظ تزویج ''ب'' کے ساتھ متعدی کیا ہے۔

حوراء کے معنیٰ ہیں گوری چٹّی ''عَیْنَا'' بڑی آنکھوں والی۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور اہل جہنم جہنم میں داخل کیے جا چکے ہوں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ حضرت علی علیہ السلام کو جنت میں ان کی منازل میں نازل فرمائے گا اور علی علیہ السلام ان کی شادی کرائیں گے بخدا علی علیہ السلام وہ ہیں جو صاحبان جنت کی شادی جنت میں کرائیں گے اور ان کے علاوہ کسی اور کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ کرامت اور فضیلت میسر نہیں ہوئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے انھیں فضیلت عطا کی ہے اور اُن پر اپنا فضل و کرم کیا ہے۔[۱]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ مومن آٹھ سو کنواری عورتوں اور ایک ہزار ثیبہ (جو عورت موت یا طلاق کی وجہ سے شوہر سے جدا ہو) عورتوں اور دو عدد حورالعین سے شادی کرے گا۔[۲]

۵۵-یَدْعُوْنَ فِیْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِیْنَ-

وہاں پر وہ اطمینان سے ہر طرح کے میوے کھانے کے لیے منگوائیں گے۔

وہ طلب کریں گے وہ حکم دیں گے کہ ان کی خواہش کے مطابق پھل اور میوے حاضر کیے جائیں ایسے پھل جن کے لیے مکان اور زمانے کی قید نہ ہوگی کسی خاص وقت اور جگہ سے مخصوص نہ ہوں گے۔

اٰمِنِیْنَ کا مفہوم ہے کہ وہ ہر طرح کے نقصان سے محفوظ ہوں گے۔

۵۶-لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى-

وہ وہاں پر موت کا مزہ نہیں چکھیں گے سوائے پہلی موت کے جو موت دنیا میں آئے گی جس کے بعد وہ جنت کا معائنہ اور مشاہدہ کریں گے بلکہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

وَ وَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ-

اور اللہ انھیں جہنم کے عذاب سے بچا لے گا۔

۵۷-فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ-

یہ تمھارے رب کا فضل و کرم ہے اور یہی تو سب سے بڑی کامیابی ہے۔

یعنی یہ سب کچھ اللہ کے فضل و کرم کی وجہ سے عطا ہوگا۔

فَوْزُ الْعَظِیْمُ بڑی کامیابی اس لیے کہ یہ ناپسندیدہ امور سے چھٹکارا اور مطالب تک رسائی ہے۔

۵۸-فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ-

بے شک ہم نے قرآن کو آپ کی زبان میں آسان بنا دیا ہے۔

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۱۵۹ ح ۱۵۴ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۸۲

ہم نے اسے سہل اور آسان بنا دیا کہ اسے اے نبی آپ کی زبان میں نازل کیا یہ سورے کا مکمل خلاصہ ہے۔

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ–

تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

وہ سمجھیں اور اس طرح اس قرآن سے ایسی نصیحت حاصل کریں جو اب تک نہیں کی تھی۔

۵۹–فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُرْتَقِبُونَ–

آپ بھی انتظار کیجیے یہ لوگ بھی منتظر ہیں۔

اے نبی آپ انتظار کیجیے جو ان پر اترے گا اور وہ منتظر ہیں کہ آپ پر کیا اترنے والا ہے۔

کتاب ثواب الاعمال اور مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو بھی پابندی کے ساتھ سورۂ دُخان کو اپنی فرض نمازوں اور نوافل میں پڑے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے قیامت کے دن امن یافتہ لوگوں میں مبعوث کرے گا اور اپنے عرش کے نیچے اس کے لیے سایہ فراہم کرے گا اور اس سے آسان حساب لے گا اور اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دے گا۔[۱]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ ہم کیسے اس امر سے باخبر ہوں کہ شب قدر ہر سال ہوتی ہے فرمایا کہ جب ماہ رمضان آئے تو ہر شب ۱۰۰ مرتبہ سورۂ دُخان کی تلاوت کرو جب تیئسویں کی شب آئے گی تو تم نے جو سوال کیا ہے تم خود اس کا مشاہدہ کرو گے۔[۲]

(۱) ثواب الاعمال ص ۱۱۴ ح ۱ و مجمع البیان ج ۹–۱۰ ص ۶۰ (۲) الکافی ج ۱ ص ۲۵۲ ح ۸ کے ذیل میں

سورۂ الجاثیۃ

سورۂ جاثیہ مکّہ مکرمہ میں نازل ہوا اس میں ۳۷ آیتیں ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳﴾

وَ فِیۡ خَلۡقِکُمۡ وَ مَا یَبُثُّ مِنۡ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۴﴾

وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ وَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ رِّزۡقٍ فَاَحۡیَا بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا وَ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۵﴾

تِلۡکَ اٰیٰتُ اللّٰہِ نَتۡلُوۡہَا عَلَیۡکَ بِالۡحَقِّ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَ اللّٰہِ وَ اٰیٰتِہٖ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۶﴾ وَیۡلٌ لِّکُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیۡمٍ ﴿۷﴾

یَّسۡمَعُ اٰیٰتِ اللّٰہِ تُتۡلٰی عَلَیۡہِ ثُمَّ یُصِرُّ مُسۡتَکۡبِرًا کَاَنۡ لَّمۡ یَسۡمَعۡہَا ۚ فَبَشِّرۡہُ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۸﴾

وَ اِذَا عَلِمَ مِنۡ اٰیٰتِنَا شَیۡـًٔا اتَّخَذَہَا ہُزُوًا ؕ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ عَذَابٌ مُّہِیۡنٌ ﴿۹﴾

مِنۡ وَّرَآئِہِمۡ جَہَنَّمُ ۚ وَ لَا یُغۡنِیۡ عَنۡہُمۡ مَّا کَسَبُوۡا شَیۡـًٔا وَّ لَا مَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَوۡلِیَآءَ ۚ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۰﴾

بڑے مہربان نہایت مشفق اللہ کے نام سے۔

۱- حا-میم۔ ۲- یہ کتاب اللہ کی جانب سے نازل ہوئی ہے جو غالب اور باحکمت ہے۔

۳- بلاشبہ آسمانوں اور زمین میں صاحبانِ ایمان کے لیے بے شمار نشانیاں ہیں۔

۴- اور تمھاری خلقت میں اور ان حیوانات میں جنھیں اللہ زمین میں پھیلا رہا ہے نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے جو یقین رکھتی ہے۔

۵-اور رات دن کی تبدیلی اور جو رزق اللہ نے آسمان سے نازل فرمایا اور جس کے ذریعے سے زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا اور ہواؤں کی گردش میں لاتعداد نشانیاں ہیں صاحبانِ عقل کے لیے۔

۶-یہ ہیں اللہ کی آیتیں جنھیں ہم حق کے ساتھ آپ کو بتلا رہے ہیں آخر کار اللہ اور اس کی آیات کے بعد یہ کس چیز پر ایمان لائیں گے؟

۷-وَیل (تباہی) ہے ہر جھوٹے اور گناہ گار کے لیے۔

۸-وہ اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے جو اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر وہ اپنے تکبر کی وجہ سے ہٹ دھرمی سے کام لیتا ہے گویا کہ اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں اے نبی آپ اُسے دردناک عذاب کی خوش خبری سنادیں۔

۹-اور جب ہماری آیات میں کسی چیز کا اسے علم ہوتا ہے تو وہ اس کا مذاق اڑاتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔

۱۰-ان کے پیچھے جہنم ہے جو کچھ انھوں نے کمایا ہے وہ ان کے کسی کام نہیں آئے گا اور نہ ہی وہ اولیاء ان کے کام آئیں گے جو اللہ کے علاوہ انھوں نے بنا رکھے ہیں اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

۱-حٰمٓ-

حا-میم۔

۲-تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ-

یہ کتاب اللہ کی جانب سے نازل ہوئی ہے جو غالب اور باحکمت ہے۔

۳-اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ-

بلاشبہ آسمانوں اور زمین میں صاحبانِ ایمان کے لیے بے شمار نشانیاں ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ آسمانی نشانیوں سے مراد ستارے، سورج اور چاند ہے اور زمین میں سے جو طرح طرح کے نباتات برآمد ہوتے ہیں اور چوپائے مومنین کے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔[۱]

۴-وَ فِیْ خَلْقِكُمْ وَ مَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ-

اور تمھاری خلقت میں اور ان حیوانات میں جنھیں اللہ نے زمین میں پھیلا رہا ہے نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے جو یقین رکھتی ہیں۔

۵-وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ-

اور رات دن کی تبدیلی میں اور جو رزق اللہ نے آسمان سے نازل فرمایا۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۳

مِنۡ رِّزۡقٍ سے مراد ہے من مَطَر جو بارش نازل فرمائی بارش کو رزق کہا گیا کیوں کہ وہ رزق کا سبب ہے۔

فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا۔

اور جس کے ذریعے سے زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا۔

موت کا مفہوم ہے خشک ہوجانے کے بعد۔

وَ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ۔

اور ہواؤں کی گردش میں۔

جو ہوائیں مختلف سمتوں میں گردش کرتی رہتی ہیں اور اُن کی حالتیں بدلتی رہتی ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ہوا ہر طرف سے آتی ہے اور اکثر گرم ہوتی ہے اور کبھی ٹھنڈی بھی ہوتی ہے اور ان میں سے وہ ہوائیں بھی ہیں جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں اور ایسی ہوائیں بھی ہیں جو زمین میں پھیل جاتی ہیں اور وہ ہوائیں بھی ہیں جو درخت کو باردار کرتی ہیں۔[1]

اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ۔

لاتعداد نشانیاں ہیں صاحبان عقل کے لیے۔

۶-تِلۡكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتۡلُوۡهَا عَلَیۡكَ بِالۡحَقِّ۔

یہ ہیں اللہ کی آیتیں جنھیں ہم حق کے ساتھ آپ کو بتلا رہے ہیں۔

فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۢ بَعۡدَ اللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ یُؤۡمِنُوۡنَ۔

آخر کار اللہ اور اس کی آیات کے بعد یہ کس چیز پر ایمان لائیں گے۔

آیات اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے دلائل و براہین ہیں۔

بَعۡدَ اللّٰهِ سے مراد ہے اللہ کی آیتوں کے بعد اور ''آیاتہ'' سے پہلے اللہ کا نام تاکید اور تعظیم کے لیے ہے جیسے تم یہ کہو ''اَعۡجَبَنِی زیدٌ و کرمہٗ'' (مجھے زید اور اس کی سخاوت نے حیران کر دیا) یا یہ مفہوم ہوگا ''بَعۡدَ حَدِیۡثِ اللّٰہ'' اس سے مراد قرآنِ کریم ہے۔

۷-وَیۡلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیۡمٍ۔ ویل (تباہی) ہے ہر جھوٹے اور گناہ گار کے لیے۔

اَفَّاكٍ کے معنی ہیں کذّاب بہت بڑا جھوٹا۔

اَثِیۡمٍ کے معنیٰ ہیں بہت زیادہ گناہ کرنے والا۔

۸-یَّسۡمَعُ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُتۡلٰی عَلَیۡهِ۔

وہ اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے جو اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۳

ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا-

پھر وہ اپنے تکبّر کی ہٹ دھرمی سے کام لیتا ہے گویا کہ اُس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں۔

يُصِرُّ کے معنیٰ ہیں وہ اپنے کفر پر باقی رہتا ہے۔

مُسْتَكْبِرًا یعنی وہ آیتوں کو تسلیم کرنے سے تکبّر کرتا ہے۔

''ثُمَّ'' کا لفظ اس بُعد کو ظاہر کرنے کے لیے آیا ہے کہ وہ آیتوں کو سننے کے بعد بھی اپنے کفر پر مُصر ہے گویا کہ اس نے آیتوں کو سنا ہی نہ تھا۔

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ- اے نبی آپ اُسے دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔

یعنی اس کے اصرار کرنے پر اسے یہ خوش خبری سنائی جارہی ہے۔

۹-وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا-

اور جب ہماری آیات میں سے اُسے کسی چیز کا علم ہوتا ہے تو وہ اس کا مذاق اڑاتا ہے

جب اس تک کوئی چیز پہنچتی ہے اور وہ یہ جان لیتا ہے کہ یہ اُن نشانیوں میں سے ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جب وہ کسی شے کو دیکھتا ہے تو وہ اپنے علم کو رویت کے مقام پر رکھ دیتا ہے۔[۱]

اور وہ تمام آیتوں کا یا کسی ایک چیز کا مذاق اڑاتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ- یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے رُسوا کن عذاب ہے۔

اسی وجہ سے یہ رسوا کن عذاب ہے۔

۱۰-مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ- ان کے پیچھے جہنم ہے۔

وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا- جو کچھ انھوں نے کمایا وہ ان کے کسی کام نہ آئے گا۔

لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ ان کی جانب سے دفاع نہیں کرے گا۔

مَّا كَسَبُوْ انھوں نے جو کمایا خواہ اس کا تعلق اموال سے ہو یا اولاد سے۔

شَيْـًٔا عذاب الٰہی کے مقابل میں کچھ بھی۔

وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ-

اور نہ ہی وہ اولیا ان کے کام آئیں گے جو اللہ کے علاوہ انھوں نے بنا رکھے ہیں یعنی ''اَصْنَام'' (بُت) اور قوم کے سردار لوگ۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ- اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

جسے یہ برداشت نہ کرسکیں گے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۳

ع ۱ ۱۱ ۱۷

هٰذَا هُدًى ۚ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾

وَ اٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾

اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

۱۱۔ یہ ہدایت ہے اور جنھوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا ان کے لیے سخت قسم کا دردناک

عذاب ہوگا۔

۱۲۔ اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو تمھارے لیے مسخّر کر دیا تا کہ حکم خدا سے اس میں کشتیاں رواں ہوں۔ اور تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور شکر گزار رہو۔

۱۳۔ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ان سب کو اپنے پاس سے تمھارا تابع فرمان کر دیا بے شک اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے ان گنت نشانیاں ہیں۔

۱۴۔ اے نبی آپ مومنین سے فرما دیجیے کہ ان لوگوں سے درگزر سے کام لیں جو ''ایَّام اللّٰہ'' کی امید نہیں رکھتے تا کہ اللہ ایک قوم کو خود ان کے کیے کا بدلہ دے۔

۱۵۔ جو عمل صالح بجا لایا اس کا فائدہ خود اسی کو پہنچتا ہے اور جو برا کام کرتا ہے تو اس کا وبال بھی وہی اٹھائے گا پھر تم اپنے رب کی جانب لوٹائے جاؤ گے۔

۱۶۔ اور بلاشبہ ہم نے ہی بنی اسرائیل کو کتاب حکمت اور نبوت عطا کی اور انھیں ہم نے پاک چیزوں کا رزق بخشا اور ہم نے انھیں عالمین پر فضیلت دی۔

۱۷۔ اور ہم نے انھیں دین کی واضح دلیلیں عطا کیں علم آجانے کے بعد باہمی ظلم وتعدّی کی وجہ سے انھوں نے آپس میں اختلاف کیا بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان امور کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ باہمی اختلاف کا شکار تھے۔

۱۸۔ پھر ہم نے دین کے معاملے میں آپ کو ایک شریعت پر قرار دیا ہے آپ اس کا اتباع کیجیے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے جنھیں علم نہیں ہے۔

۱۹۔ یہ لوگ اللہ کے مقابلے میں آپ کے لیے بالکل سودمند نہیں اور بہ تحقیق ظالمین ایک دوسرے کے سرپرست ہیں اور اللہ متقین کا ولی ہے۔

۲۰۔ یہ لوگوں کے لیے بصیرتوں کا سرمایہ ہے اور یقین کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

۱۱-هٰذَا هُدًى- یہ (قرآن) ہدایت ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ-

اور جنھوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا۔

لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ-

ان کے لیے سخت قسم کا دردناک عذاب ہوگا۔

رِّجْزٍ کے معنی ہیں شدید ترین عذاب۔

۱۲-اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ-

اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو تمھارے لیے مسخّر کر دیا ہے تا کہ حکم خدا سے اس میں کشتیاں رواں ہوں۔

بِاَمْرِهٖ سے مراد ہے کہ وہ کشتیاں امر خدا سے مسخّر ہیں جن پر تم سوار ہوتے ہو۔

وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ-

اور تا کہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو۔

تجارت کے ذریعے غوطہ لگا کر اور شکار وغیرہ کے ذریعے سے۔

وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ- اور تا کہ تم شکر گزار رہو۔

یعنی ان نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

۱۳-وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ-

اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ان سب کو تمھارا تابع فرمان بنا دیا۔ یہ کہ ان سب کو تمھارے فائدے کے لیے خلق فرمایا ہے۔

مِّنْهُ یعنی جو چیزیں اس سے وجود میں آتی ہیں۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ-

بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے اَن گنت نشانیاں موجود ہیں۔

وہ لوگ جو ان کی کاریگری میں غور و خوض کرتے ہیں۔

۱۴-قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ-

اے نبی آپ مومنین سے فرما دیجیے کہ ان لوگوں سے درگزر سے کام لیں جو ''اَیَّامُ اللّٰهِ'' کی امید نہیں رکھتے۔

یعنی اے نبی آپ مومنین سے فرما دیجیے کہ وہ عفو و درگزر کریں جن لوگوں کو یہ توقع نہیں ہے کہ ان کے دشمنوں کا غزوات میں کیا انجام ہونے والا ہے۔

لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ-

تا کہ اللہ ایک قوم کو خود ان کے کیے کا بدلہ دے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ اللہ ائمہ حق سے فرما رہا ہے کہ تم ائمہ جور کے لیے بددُعا نہ کرو یہاں تک کہ اللہ خود ہی ان کو سزا دے۔[1]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۳

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا آپ فرما دیجیے ہم نے جن پر اپنی معرفت کا احسان کیا ہے کہ وہ ان لوگوں کو پہچان لیں جو نہیں جانتے جب یہ انھیں پہچان لیں گے تو انھیں معاف کر دیں گے۔[۱]

۱۵-مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا-

جو عمل صالح بجا لایا اس کا فائدہ خود اسی کو پہنچتا ہے اور جو برا کام کرتا ہے تو اس کا وبال بھی وہی اٹھائے گا۔

اس لیے کہ عمل کا ثواب بھی اسے ملے گا اور وبال کا بھی وہی ذمہ دار ہوگا۔

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ-

پھر تم اپنے رب کی جانب لوٹائے جاؤ گے۔

وہ تمھارے اعمال کی جزا دے گا۔

۱۶-وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ-

اور بلاشبہ ہم نے ہی بنی اسرائیل کو کتاب، حکمت اور نبوت عطا کی۔

''کتاب'' سے مراد توریت ہے، ''حکم'' حکمت یا جھگڑوں کے فیصلے ہیں۔

نبُوَّۃ بنی اسرائیل میں بکثرت انبیاء تشریف لائے جو تعداد ان کے غیر میں نہیں ہے۔

وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ-

اور ہم نے انھیں پاک چیزوں کا رزق بخشا۔

اللہ تعالیٰ نے جن لذیذ چیزوں کو حلال قرار دیا ہے۔

وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ- اور ہم نے انھیں عالمین پر فضیلت عطا کی۔

وہ عالم جو ان کے زمانے میں تھا۔

۱۷-وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ-

اور ہم نے انھیں دین کی واضح دلیلیں عطا کیں۔

امر دین سے تعلق رکھنے والے دلائل و براہین اور اسی کے ذیل میں معجزات آجاتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ امر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق جو آیات ہیں وہ آپ کی صداقت پر مبنی ہیں۔[۲]

فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ-

علم آجانے کے بعد باہمی ظلم و تعدّی کی وجہ سے انھوں نے آپس میں اختلاف کیا اس امر میں اختلاف کا باعث حقیقت حال سے واقف ہوجانے کے بعد باہمی عداوت اور حسد تھا۔

اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ-

بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان امور کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ باہمی اختلاف کا شکار تھے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۴ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۸۱

مؤاخذہ (باز پرس) اور مجازات (جزا وسزا، اور بدلہ) دے کر

۱۸-ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ-

پھر ہم نے دین کے معاملے میں آپ کو ایک شریعت پر قرار دیا ہے۔

شَرِيْعَةٍ طریقہ، طرز، روش

مِّنَ الْاَمْرِ دین کے معاملے میں۔

فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ-

لہٰذا آپ اس کا اتباع کیجیے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے جنھیں علم نہیں ہے یعنی ان جاہلوں کی پیروی نہ کیجیے جو خواہشات نفسانی کے پیروکار ہیں۔ کہا گیا ہے کہ وہ قریش کے اُمرا اور سردار تھے جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تھا ''اِرْجع الی دین اٰباءك'' آپ اپنے آباء کے دین پر لوٹ جایئے۔(۱)

۱۹-اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا-

یہ لوگ اللہ کے مقابلے میں آپ کے لیے بالکل سودمند نہیں اللہ نے آپ کے لیے جو ارادہ کر رکھا ہے۔

وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ-

اور بہ تحقیق ظالمین ایک دوسرے کے سرپرست ہیں۔

چوں کہ ان کا تعلق ایک ہی جنس سے ہے اسی لیے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اے نبی آپ ان سے دوستی نہ رکھیں اس لیے کہ وہ خواہشات کے پیروکار ہیں۔

وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ-

اور اللہ متقین کا ولی ہے۔

تقویٰ اختیار کر کے اور شریعت کا اتباع کر کے اللہ کو دوست رکھیے۔

تفسیر قمی میں ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تادیب (اصلاح) ہے لیکن اس سے مراد اُمت ہے۔(۲)

۲۰-هٰذَا بَصَآىِٕرُ لِلنَّاسِ-

یہ لوگوں کے لیے بصیرتوں کا سرمایہ ہے ایسے دلائل ہیں جو انھیں کامیابی کا چہرہ دکھاتے ہیں۔

وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ-

اور یقین کرنے والوں کے لیے گم راہی سے ہدایت اور اللہ کی جانب سے رحمت ہے۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۸۱ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۴

اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَہُمۡ کَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحۡیَاہُمۡ وَ مَمَاتُہُمۡ ؕ سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ﴿۲۱﴾ ع ۲ ۱۸

وَ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ وَ لِتُجۡزٰی کُلُّ نَفۡسٍۭ بِمَا کَسَبَتۡ وَ ہُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ﴿۲۲﴾

اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـہَہٗ ہَوٰىہُ وَ اَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلۡمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰی سَمۡعِہٖ وَ قَلۡبِہٖ وَ جَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً ؕ فَمَنۡ یَّہۡدِیۡہِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰہِ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۲۳﴾ وَ قَالُوۡا مَا ہِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا نَمُوۡتُ وَ نَحۡیَا وَ مَا یُہۡلِکُنَاۤ اِلَّا الدَّہۡرُ ۚ وَ مَا لَہُمۡ بِذٰلِکَ مِنۡ عِلۡمٍ ۚ اِنۡ ہُمۡ اِلَّا یَظُنُّوۡنَ ﴿۲۴﴾

۲۱- برائیوں کا ارتکاب کرنے والوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں جیسا بنا دیں گے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے کیا ان کی حیات وممات برابر ہوگی؟ وہ بہت برا فیصلہ کررہے ہیں۔

۲۲- اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے ہر شخص کو اس کی کارکردگی کے مطابق بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۲۳- کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات نفسانی کو اپنا معبود بنا لیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گم راہی میں رہنے دیا اور اس کی سماعت اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تو بھلا اللہ کے بعد کون اسے ہدایت دے سکتا ہے کیا تم اس سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔

۲۴- اور انھوں نے کہا بس ہمارے لیے صرف یہی دنیاوی زندگی ہے یہیں جینا اور مرنا ہے اور زمانہ ہمیں ہلاکت سے دوچار کردے گا انھیں اس بات کا کوئی علم نہیں۔ یہ تو محض ظن (گمان) کی بنیاد پر بات کررہے ہیں۔

۲۱- اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَہُمۡ کَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔

برائیوں کا ارتکاب کرنے والوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں جیسا بنا دیں گے جو ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجالائے۔

یہاں پر لفظ ''ام'' منقطعہ ہے اور ''أ'' ہمزہ کے معنیٰ اس مقام پر انکار کے ہیں یعنی نہیں سمجھا اور لفظ

''اجتراح'' کے معنیٰ ہیں ارتکاب کرنا۔

اَنْ نَّجْعَلَهُمْ یہ کہ ہم انھیں بنا دیں گے۔

سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ-

کیا اُن کی حیات وممات برابر ہوگی؟ وہ بہت برا فیصلہ کررہے ہیں۔

۲۲-وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ- اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔

وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ-

اور ہر شخص کو اس کی کارکردگی کے مطابق بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ثواب کو کم کر کے اور عذاب کو دُگنا کر کے۔

۲۳-اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ-

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات نفسانی کو اپنا معبود بنا لیا کہا گیا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک شخص کسی پتھر کو خوب صورت دیکھتا تھا تو اس کی پرستش شروع کر دیتا تھا پھر جب اسے اس سے زیادہ خوب صورت پتھر نظر آتا تو وہ اسے چھوڑ کر اِس پتھر کی پرستش شروع کر دیتا۔(۱)

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت قریش کے بارے میں نازل ہوئی جب بھی وہ کسی شے کی طرف مائل ہوتے اس کی عبادت شروع کر دیتے تھے۔(۲)

وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ- اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گم راہی میں رہنے دیا۔

اسے تنہا چھوڑ دیا کہ وہ اس شخص کی گم راہی سے آگاہ تھا اور اس کے جوہرِ رُوح کے فساد سے واقف تھا۔

وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ- اور اس کی سماعت اور دل پر مُہر لگا دی۔

اسے وعظ ونصیحت کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور وہ آیات میں تفکّر بھی نہیں کرتا۔

وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً- اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔

لہٰذا وہ غور وفکر کرنے والی اور عبرت کی نظر سے نہیں دیکھتا۔

فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ-

تو بھلا اللہ کے بعد کون اُسے ہدایت دے سکتا ہے تم اس سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔

مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ یعنی اللہ کے اسے گم راہی میں چھوڑ دینے کے بعد۔

۲۴-وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا-

اور انھوں نے کہا بس ہمارے لیے صرف یہی دنیاوی زندگی ہے یہیں جینا اور مرنا ہے۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۸۲ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۴

مَاهِیَ یہ حیات نہیں ہے مگر وہی جس میں ہم زندہ ہیں۔

نَمُوْتُ وَنَحْیَا کہا گیا ہے ہم مریں گے اور ہمارے بعد آنے والے دوسرے لوگ زندہ ہوں گے۔(۱)

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ مقدم و مؤخر ہے اس لیے کہ دہریہ عقیدے والے مرنے کے بعد حشر ونشر کا اقرار نہیں کرتے بلکہ وہ کہتے ''نحیی و نموت'' ہم زندہ ہوئے اور موت سے ہم کنار ہوجائیں گے۔(۲)

وَمَا یُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ۔ اور زمانہ ہمیں ہلاکت سے دوچار کردے گا۔

یعنی گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ ہم سب مرکھپ جائیں گے۔

وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ۔

انھیں اس بات کا کوئی علم نہیں یہ تو محض ظن و گمان کی بنیاد پر یہ بات کررہے ہیں اس بارے میں اُن کے پاس کسی قسم کی کوئی دلیل وثبوت نہیں ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے ایک حدیث میں وجوہ کفر کو بیان فرمایا ہے لیکن کُفرِ جُحود وہ ربوبیت کا انکار ہے اور وہ اس کا قول ہے جو یہ کہتا ہے کہ نہ رب ہے، نہ جنت ہے اور نہ جہنم ہے اور یہ زنادقہ میں سے دوگروہوں کا قول ہے جنھیں ''دہریہ'' کہا جاتا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں۔

مَا یُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ (زمانہ ہمیں ہلاکت سے دوچار کردے گا) یہ ایسا دین ہے جسے خود انھوں نے اپنے لیے وضع کرلیا ہے اس لیے کہ وہ اسے اچھا سمجھتے ہیں لیکن اُن کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اس میں کسی بات کی تحقیق نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ''اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ'' بس یہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں محض وہم و گمان کی بنیاد پر ہے۔(۳)

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ (دَہر) زمانے کو دشنام (گالی) نہ دو اس لیے کہ اللہ دَہر ہے فرمایا اس کی تاویل یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ پیش آنے والی مصیبت اور نازل ہونے والی بلاؤں کو زمانے کی طرف نسبت دیتے تھے وہ کہتے تھے زمانے نے ایسا کردیا اور زمانے کو گالی دیتے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان تمام امور کو انجام دینے والا اللہ ہے لہٰذا اس کے انجام دینے والے کو گالی نہ دو اور کہا گیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ زمانے کو گردش دینے والا اور اس کی تدبیر کرنے والا ہے فرمایا پہلا سبب زیادہ احسن ہے اس لیے کہ ان کا کلام اس بات سے بھرا ہوا ہے کہ وہ اللہ کے افعال کو زمانے کی طرف منسوب کرتے ہیں۔(۴)

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۸۲ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۴-۲۹۵

(۳) الکافی ج ۲ ص ۳۸۹ ح ۱ باب وجوہ الکفر (۴) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۷۸-۷۹

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع ۳ ۱۵ ۹

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

۲۵-اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کی حُجّت (دلیل) اس کے علاوہ کچھ نہیں ہوتی کہ تم ہمارے آباؤاجداد کو لے آؤ اگر تم سچّے ہو۔

۲۶-فرما دیجیے اللہ نے تمھیں حیات بخشی پھر تمھیں موت سے ہم کنار کرے گا پھر تمھیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شبہہ نہیں لیکن لوگوں کی اکثریت اس بات سے لاعلم ہے۔

۲۷-آسمانوں اور زمین کی حکمرانی صرف اللہ کے لیے ہے جس دن قیامت برپا ہوگی اس روز باطل پرست سراسر خسارے میں ہوں گے۔

۲۸-اور آپ ہر امت کو گھٹنے کے بل بیٹھا ہوا ملاحظہ فرمائیں گے ہر امّت کو اس کے نامۂ عمل کی طرف بلایا جائے گا۔تم نے جو عمل کیا ہے آج تمھیں اس کی جزا ملے گی۔

۲۹- یہ ہماری تحریر (نامۂ عمل) تمھارے بارے میں ٹھیک ٹھیک شہادت دے رہی ہے بس ہم تو وہی لکھوا رہے تھے جو تم کر رہے تھے۔

۳۰- پس جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے تو اُن کا رب انھیں اپنی رحمت میں داخل کرلے گا یہی تو واضح کامیابی ہے۔

۳۱- اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا (ان سے کہا جائے گا) کیا تمھارے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت نہیں کی جاتی تھی؟ تم نے تکبّر اختیار کیا اور تم تو مجرمین میں سے تھے۔

۲۵- وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ-

اور جب اُن کے سامنے ہماری واضح آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے۔

ایسی آیات جو واضح طور سے رہنمائی کرتی ہیں ان چیزوں کی جو ان کے معتقدات کے خلاف ہے۔

مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا-

تو ان کی حجت کچھ نہیں ہوتی سوائے اس بات کے۔

یعنی ان کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں ہوتی جو اس بارے میں وہ پیش کریں۔

ائْتُوْا بِاٰبَآىٕنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ-

کہ تم ہمارے آباؤ اجداد کو لے آؤ اگر تم سچّے ہو۔

۲۶- قُلِ اللّٰهُ یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ-

فرما دیجیے کہ اللہ نے تمھیں حیات بخشی پھر وہ تمھیں موت سے ہم کنار کرے گا۔

ثُمَّ یَجْمَعُكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ-

پھر تمھیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شبہہ نہیں۔

اس لیے کہ جو ابتدا میں تخلیق پر قادر ہے وہ دوبارہ بھی لاسکتا ہے۔

وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ-

اور لیکن لوگوں کی اکثریت اس بات سے لاعلم ہے۔

اس لیے کہ ان میں غور وخوض کی کمی ہے جس چیز کو وہ محسوس کرتے ہیں اس بارے میں اُن کی نظر کوتاہ ہے۔

۲۷- وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ-

اور آسمانوں اور زمین کی حکم رانی صرف اللہ کے لیے ہے۔

مخصوص قدرت کے بعد عمومی قدرت کا بیان ہے۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ-

اور جس دن قیامت برپا ہوگی اس روز باطل پرست سراسر خسارے میں ہوں گے۔

۲۸-وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً-

اور اے نبی آپ ہر امت کو گھٹنے کے بل بیٹھا ہوا ملاحظہ فرمائیں گے۔ کہا گیا ہے کہ ''مجثیۃً'' یعنی گھٹنے کے بل بیٹھی ہوئی ہوگی یہ لفظ ''جثوہ'' سے مشتق ہے اور اُمَّةٍ سے مراد جماعت ہے یا اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ اونٹوں کی طرح گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی ہوگی۔(۱)

تفسیر قمی میں ہے کہ گھٹنے کے بل بیٹھے ہوں گے۔(۲)

كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا-

ہر امّت کو اس کے نامۂ عمل کی طرف بلایا جائے گا۔

کتاب سے مراد ہے صحیفۂ اعمال۔

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ-

تم نے جو عمل کیا ہے آج تمھیں اس کی جزا ملے گی۔

جیسا کہ اللہ کا قول ہے۔

۲۹-هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ-

یہ ہماری تحریر (نامۂ عمل) تمھارے بارے میں ٹھیک ٹھیک شہادت دے رہی ہے کہا گیا ہے ان لوگوں کے اعمال کے صحیفوں کو اللہ نے اپنی جانب نسبت دی اس لیے کہ اسی نے کراماً کاتبین کو حکم دیا تھا کہ اس صحیفہ عمل میں ان کے اعمال کو رقم کریں۔(۳)

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ عن قریب دوسری وجہ بھی بیان ہوگی ''يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ'' سے مراد ہے تم نے جو بھی عمل کیا ہے وہ بغیر کسی کمی اور زیادتی کے تمھارے خلاف گواہی دے گا۔

اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ-

بس ہم تو وہی لکھوا رہے تھے جو تم کر رہے تھے۔

یعنی ہمارے فرشتے تمھارے اعمال کو لکھ رہے تھے۔

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے ''نٓ وَالْقَلَمِ'' (القلم ۱) کے بارے میں سوال کیا گیا فرمایا کہ خداوند عالم نے قلم کو جنت کے ایک درخت سے پیدا کیا جس جنت کا نام خُلد ہے پھر جنت کی ایک نہر سے کہا روشنائی بن جاؤ نہر منجمد ہوگئی اور وہ برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں تھی پھر قلم سے کہا لکھ قلم نے

---

(۱) تفسیر بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۸۳ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۵

دریافت کیا پروردگارا! ''میں کیا لکھوں؟'' فرمایا کہ جو کچھ ہو چکا اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب لکھ دے تو قلم نے ایک پتلی کھال پر جو چاندی سے زیادہ سفید تھی اور یاقوت سے زیادہ صاف شفّاف تھی اس پر لکھا پھر اسے تہہ کیا اور اسے عرش کے ایک حصّے میں رکھ دیا پھر قلم کے منہ پر مہر لگا دی وہ نہ بولتا ہے اور نہ ہی ہرگز بولے گا وہی وہ پوشیدہ تحریر ہے جس سے تمام تحریریں لکھی گئیں کیا تم فصیح زبان کے جاننے والے نہیں ہو؟ پھر تم کلام کا مفہوم کیوں نہیں سمجھ پا رہے ہو اگر تم میں سے کوئی کسی ساتھی سے کہتا ہے اس کتاب کو لکھ لو کیا ایسا نہیں ہے کہ وہ دوسری اصل کتاب سے نقل کرے گا اور وہی اللہ تعالیٰ کا قول ہے: اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ [1]

سعد السعود میں ایک حدیث میں ہے کہ بندے پر دو فرشتے مقرر کیے گئے ہیں۔ وہ فرشتے جب صبح اور شام کے وقت نازل ہونے کا ارادہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے لیے اسرافیل اس بندے کے عمل کو لوح محفوظ سے لکھ کر ان کے سپرد کر دیتا ہے پس جب وہ صبح اور شام کو بندے کا دیوان لے کر بلند ہوتے ہیں تو اسرافیل نے جو کچھ لکھ کر دیا تھا اس سے اُن کی تحریر کو ملاتے ہیں تاکہ ظاہر ہو جائے کہ جیسا پہلے سے تحریر تھا ویسا ہی اس تحریر میں ہے۔ [2]

۳۰–فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ–

پس جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے تو اُن کا رب انھیں اپنی رحمت میں داخل کرلے گا جن رحمتوں میں جنت بھی ہے۔

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ–

یہی تو واضح کامیابی ہے۔

اس لیے کہ یہ ہر قسم کی ملاوٹ سے خالص ہے۔

۳۱–وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ–

اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا (ان سے کہا جائے گا) کیا تمھارے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت نہیں کی جاتی تھی؟

فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ–

تم نے ایمان سے تکبّر اختیار کیا اور تم تو مجرمین میں سے تھے یعنی تم عادی مجرم تھے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۷۹۔۳۸۰ (۲) سعد السعود ص ۲۲۶

وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾

وَ قِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾

وَ لَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾ ع ۴ ۱۱ ۲۰

۳۲- اور جب ان سے کہا گیا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں تم نے کہا ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے؟ بس ہم تو اسے ظنّی (خیالی) تصور کرتے ہیں اور ہمیں اس کی آمد کا یقین نہیں ہے۔

۳۳- اور ان کے اعمال کی برائیاں اُن پر ظاہر ہوجائیں گی اور وہ جس بات کا مذاق اڑا رہے تھے وہ انھیں چاروں طرف سے گھیر لے گی۔

۳۴- اور ان سے کہا گیا آج ہم تمھیں اسی طرح بھلائے دیتے ہیں جس طرح تم نے آج کے دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور تمھارا ٹھکانا جہنم ہے اور تمھارے لیے کوئی مددگار بھی نہیں ہیں۔

۳۵- اس لیے کہ تم نے آیاتِ الٰہی کا مذاق اڑایا تھا اور دنیاوی زندگی نے تمھیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ آج کے دن یہ لوگ عذاب سے باہر نہیں نکالے جائیں گے اور نہ ہی اُن کی معذرت قبول کی جائے گی۔

۳۶- اللہ کے لیے ہر طرح کی حمد ہے جو آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا پروردگار ہے جو عالمین کا پالنہار ہے۔

۳۷- آسمانوں اور زمین کی کبریائی اسی کے لیے ہے اور وہ غالب اور باحکمت ہے۔

۳۲-وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا-

اور جب اُن سے کہا گیا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ-

تم نے کہا ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے؟

اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ-

بس ہم تو اسے ظنّی (خیالی) تصور کرتے ہیں اور ہمیں اس کی آمد کا یقین نہیں ہے۔

۳۳-وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا-

اور (جب قیامت آ گئی) تو ان کے اعمال کی برائیاں اُن پر ظاہر ہوگئیں۔ یہ کہ انھوں نے عمل کی خرابی کو جان لیا اور اس کے برے انجام کا مشاہدہ کرلیا۔

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ-

اور وہ جس بات کا مذاق اڑا رہے تھے وہ انھیں چاروں طرف سے گھیر لے گی اور وہ ان کے عمل کی جزا ہوگی۔

۳۴-وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ-

اور ان سے کہا گیا آج ہم تمھیں اُسی طرح بھلائے دیتے ہیں۔

ہم تمھیں عذاب میں اسی طرح چھوڑ دیں گے جس طرح بھلائے ہوئے کو چھوڑا جاتا ہے۔

كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا-

جس طرح تم نے آج کے دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا۔

جس طرح تم نے اللہ سے کیے گئے عہد کو چھوڑ دیا تھا اور اس کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی۔

وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ-

اور تمھارا ٹھکانا جہنم ہے اور تمھارے لیے کوئی مددگار بھی نہیں ہے۔

جو تمھیں اس جہنم سے چھٹکارا دلا سکے۔

۳۵-ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا-

اس لیے کہ تم نے آیاتِ الٰہی کا مذاق اڑایا تھا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں جنھیں تم نے جھٹلایا اور جن کا مذاق اڑایا۔[۱]

وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا-

اور دنیاوی زندگی نے تمھیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۵

اور تم نے سمجھ لیا تھا کہ اس کے علاوہ کوئی اور زندگی نہیں ہے۔

فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا-

آج کے دن یہ لوگ عذاب سے باہر نہیں نکالے جائیں گے۔

یعنی جہنم سے باہر نہیں نکالے جائیں گے۔

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ-

اور نہ ہی اُن کی معذرت قبول کی جائے گی۔

ان سے اس بات کا مطالبہ نہیں ہوگا کہ وہ اپنے رب سے معذرت کریں کہ وہ اسے راضی کرنے کی تدبیر کریں کیوں کہ وقت گزر چکا ہوگا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ نہ تو وہ خدائی نعمت کے اہل ہوں گے اور نہ ہی اللہ ان کو قبول کرے گا۔[۱]

۳۶-فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ-

اللہ کے لیے حمد جو آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا پروردگار ہے جو عالمین کا پالنہار ہے۔

اس لیے کہ ہر شے اس کی نعمت ہے۔

۳۷ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ-

آسمانوں اور زمین کی کبریائی اسی کے لیے ہے۔

اس لیے کہ آسمانوں اور زمین میں اس کی قدرت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے۔

اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ اِزَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدَةً مِنْهُمَا اَلْقَيْتُهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ

کبریاء میری ردا ہے اور عظمت میرا پیراہن ہے جو بھی ان میں سے کسی ایک کو بھی مجھ سے علاحدہ کرنا چاہے گا تو میں اُسے جہنم کی آگ میں ڈال دوں گا۔[۲]

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ- اور وہ غالب اور باحکمت ہے۔

اسے کوئی مغلوب نہیں کرسکتا اور وہ جو فیصلہ کرلیتا ہے اور جس امر کا تعین کرتا ہے اس میں حکمت پنہاں ہوتی ہے لہٰذا اس کی وحدانیت کو تسلیم کرو اس کی بڑائی کو مانو اور اس کی اطاعت کرو۔

کتاب ثواب الاعمال اور تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو بھی سورۂ جاثیہ کو پڑھے گا تو اس کا ثواب یہ ملے گا کہ وہ کبھی بھی آتش جہنم کو نہیں دیکھے گا اور نہ ہی جہنم کی چیخ و چنگھاڑ کو سنے گا بلکہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوگا۔[۳]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۵ (۲) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۸۱

(۳) ثواب الاعمال ص ۱۱۴ ح ۱ و مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۷۰ فی فضلها

سورۂ الاحقاف

سورۂ احقاف مکّہ مکرمہ میں نازل ہوا اس سورے میں آیتوں کی تعداد ۳۵ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾

تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾

مَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا عَمَّاۤ اُنۡذِرُوۡا مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۳﴾

قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ مَّا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَرُوۡنِیۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ اَمۡ لَہُمۡ شِرۡکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ؕ اِیۡتُوۡنِیۡ بِکِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ ہٰذَاۤ اَوۡ اَثٰرَۃٍ مِّنۡ عِلۡمٍ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۴﴾

وَ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ یَّدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَنۡ لَّا یَسۡتَجِیۡبُ لَہٗۤ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ وَ ہُمۡ عَنۡ دُعَآئِہِمۡ غٰفِلُوۡنَ ﴿۵﴾

وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوۡا لَہُمۡ اَعۡدَآءً وَّ کَانُوۡا بِعِبَادَتِہِمۡ کٰفِرِیۡنَ ﴿۶﴾

وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلۡحَقِّ لَمَّا جَآءَہُمۡ ۙ ہٰذَا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۷﴾ؕ

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىہُ ؕ قُلۡ اِنِ افۡتَرَیۡتُہٗ فَلَا تَمۡلِکُوۡنَ لِیۡ مِنَ اللّٰہِ شَیۡئًا ؕ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَا تُفِیۡضُوۡنَ فِیۡہِ ؕ کَفٰی بِہٖ شَہِیۡدًۢا بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکُمۡ ؕ وَ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۸﴾

بڑے مہربان نہایت مشفق اللہ کے نام سے

۱- حا۔ میم۔

۲- یہ کتاب غالب اور حکیم خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

۳- ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان تمام چیزوں کو برحق اور ایک مقررہ مدّت تک کے لیے پیدا کیا ہے اور کافروں کو جن باتوں سے ڈرایا گیا ان سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

۴- اے نبی دریافت کیجیے کہ تم اللہ کے علاوہ جن معبودوں کو پکارتے ہو اگر تم نے دیکھا ہے تو مجھے بھی دکھلاؤ انھوں نے زمین میں کیا چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں کی تدبیر میں ان کا کیا حصّہ ہے اس سے پہلی آئی ہوئی کوئی کتاب یا علم کے کوئی آثار ان عقائد کے بارے میں لے آؤ اگر تم سچّے ہو۔

۵- اور اس سے بڑھ کر کون گم راہ ہوسکتا ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت کے دن تک ان کا جواب نہیں دے سکتے اور وہ ان کی پکار سے بھی غافل ہیں۔

۶- اور جب لوگ محشر میں جمع ہوں گے تو پکارنے والے ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کے منکر ہوں گے۔

۷- اور جب اُن کے سامنے ہماری واضح آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے اور حق ان کے سامنے آجاتا ہے تو کفّار حق کے بارے میں یہ کہنے لگتے ہیں یہ تو صریحی جادو ہے۔

۸- کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ رسول نے اسے خود گھڑ لیا ہے آپ فرما دیجیے اگر میں نے اسے گھڑا ہوتا تو تم مجھے اللہ کی طرف سے بچانے پر بالکل قدرت نہیں رکھتے وہ بہتر جانتا ہے کہ تم لوگ اس بارے میں کیا باتیں بنا رہے ہو وہی اس بارے میں میرے اور تمھارے درمیان گواہی کے لیے کافی ہے اور وہی بخشنے والا اور نہایت مشفق ہے۔

۱- حٰمٓ۔

حا۔ میم یہ حروف مقطعات میں سے ہے جس کی تاویل اللہ اور اس کا رسول جانتا ہے۔

۲- تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ۔

یہ کتاب غالب اور حکیم خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

۳- مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى۔

ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان تمام چیزوں کو برحق اور ایک مقررہ مدّت کے لیے پیدا کیا ہے ہر چیز اسی مقررہ مدّت تک منتہی ہوتی ہے اور وہ روز قیامت ہے۔ یا ہر ایک اسی تک پہنچتا ہے اور وہ آخری مدّتِ

بقا ہے جو اس کے لیے مقرر کی گئی ہے۔

وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا عَمَّاۤ اُنۡذِرُوۡا مُعۡرِضُوۡنَ–

اور کافروں کو جن باتوں سے ڈرایا گیا اُن سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

اس میں غور وفکر نہیں کرتے اور اس کے آ پہنچنے کے لیے بھی تیار نہیں۔

۴–قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ مَّا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَرُوۡنِیۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ–

اے نبی آپ دریافت کیجیے کہ تم اللہ کے علاوہ جن معبودوں کو پکارتے ہو اگر تم نے دیکھا ہے تو مجھے بھی دکھلاؤ انھوں نے زمین میں کیا چیز پیدا کی ہے۔

اَمۡ لَہُمۡ شِرۡکٌ فِی السَّمٰوٰتِ–

یا آسمانوں کی تدبیر میں اُن کا کوئی حصّہ ہے۔

یعنی غور وفکر کرنے کے بعد اپنے معبودوں کے احوال سے باخبر کرو کیا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ خود دخیل ہوا جزائے عالم میں سے کسی شے کی تخلیق میں اور اسی وجہ سے وہ عبادت کا مستحق قرار پائے۔

اِیۡتُوۡنِیۡ بِکِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ ہٰذَاۤ–

اس سے پہلے آئی ہوئی کوئی کتاب لے آؤ۔

اس کتاب سے پہلے یعنی قرآن مجید سے پہلے کوئی کتاب لے آؤ اس لیے کہ قرآن تو وحدانیت کی بات کرتا ہے۔

اَوۡ اَثٰرَۃٍ مِّنۡ عِلۡمٍ–

یا علم کے کوئی آثار ان کے عقائد کے بارے میں۔

یا باقی ماندہ علم جو علوم اوّلین میں سے تمھارے پاس باقی بچا ہو کیا اس میں ایسی کوئی بات ہے جو دلالت کرتی ہو کہ تمھارے بنائے ہوئے معبود عبادت کے مستحق ہوں یا اس میں اس بات کا کوئی حکم ہو۔

اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ–

اگر تم سچّے ہو۔

اپنے دعوے میں سچّے ہو یہ درحقیقت اس بات کو تسلیم کرنا ہے کہ کوئی ایسی شے موجود نہیں ہے جو ان کی الوہیّت پر دلالت کرے کسی بھی جانب سے جب کہ اس سے پہلے تقاضائے عقل سے اس کے معدوم ہونے کو ثابت کیا جا چکا ہے۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ کتاب سے مراد توریت اور انجیل ہے اور ''اَثٰرَۃٍ مِّنۡ عِلۡمٍ'' سے مراد اوصیائے انبیاء کا علم ہے۔[۱]

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۴۲۶ ح ۷۲

۵-وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ-

اور اس سے بڑھ کر کون گم راہ ہوسکتا ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت کے دن تک ان کا جواب نہیں دے سکتے۔

انکار ہے کہ کیا مشرکین سے بڑھ کر بھی کوئی زیادہ گم راہ ہوسکتا ہے کہ وہ سننے والے، جواب دینے والے قدرت رکھنے والے بندوں کی خبر گیری کرنے والے کی عبادت کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کی عبادت کررہے ہیں جو اگر سن بھی لیں تو جواب دینے پر قدرت نہیں رکھتے چہ جائے کہ ان کے رازوں سے آشنا ہوں اور ان کی مصلحتوں کو جانتے ہو۔

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ سے مراد ہے کہ جب تک دنیا باقی ہے۔

وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ-

بلکہ وہ ان کی پکار سے بھی غافل ہیں۔

اس لیے کہ وہ یا تو جمادات سے ہیں یا ایسے لوگ ہیں جو مسخر کیے جاچکے ہیں اور اپنے حالات میں گرفتار ہیں۔

۶-وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً-

اور جب لوگ محشر میں جمع ہوں گے تو پکارنے والے اُن کے دشمن ہوں گے نہ انھیں نقصان پہنچا سکتے ہوں گے نہ ہی فائدہ پہنچا سکیں گے۔

وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ-

اور اُن کی عبادت کے منکر ہوں گے۔

یہ ضمیریں دونوں طرف جاتی ہیں معبودان باطل کی طرف اور عبادت کرنے والوں کی طرف۔

۷-وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ-

اور جب اُن کے سامنے ہماری واضح آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے۔

قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ-

اور حق ان کے سامنے آجاتا ہے تو کفّار حق کے بارے میں یہ کہنے لگتے ہیں یہ تو صریحی جادو ہے۔

لِلْحَقِّ یعنی حق کے بارے میں حق کے لیے یہ کہتے ہیں۔

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ یہ جادو ہے یعنی اس کا بُطلان ظاہر ہے۔

۸-اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ-

کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ رسول نے اسے خود گھڑ لیا ہے۔

قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا–

آپ فرما دیجیے اگر میں نے اسے گھڑا ہوتا تو تم مجھے اللہ کی طرف سے بچانے پر بالکل قدرت نہیں رکھتے۔

قرآن مجید کو جادو کہہ کر ذکر سے روکنے سے زیادہ قبیح امر اس کا انکار اور اس پر اظہار تعجب ہے کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اسے رسول نے خود گھڑ لیا ہے اے نبی آپ فرما دیجیے کہ بفرض محال اگر اسے میں نے گھڑ لیا ہے تو اللہ اس کے بدلے میں اگر مجھے جلد سزا دینا چاہے تو تم اسے مجھ سے دور نہیں کر سکتے لہٰذا میں کیسے ایسی جرأت کر سکتا ہوں اور خود کو عذاب کے لیے پیش کر سکتا ہوں جب کہ مجھے تو کسی فائدے کی توقع ہے اور نہ ہی تمھاری جانب سے دفع مضرت کا امکان ہے۔

هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ–

وہ بہتر جانتا ہے کہ تم لوگ اس بارے میں کیا باتیں بنا رہے ہو۔

یعنی قرآنی آیات میں طعن و تشنیع کر کے کیسی باتیں بنا رہے ہیں۔

كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ–

میرے اور تمھارے درمیان وہی گواہی کے لیے کافی ہے۔

وہ میرے لیے سچائی اور پیغام کو پہنچانے کی گواہی دے رہا ہے اور تمھارے لیے جھوٹ اور انکار کی شہادت دے رہا ہے اور یہ باتیں بنانے کی جزا ہے۔

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ–

اور وہی بخشنے والا اور مہربان ہے۔

جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اس کے لیے مغفرت اور رحمت کا وعدہ ہے اور اشارہ ہے کہ ان کی جرأت کے باوجود اللہ کا حلم کیسا ہے اور اس سے پہلے کتاب عیون [1] میں اس آیت کے شان نزول سے متعلق حدیث سورۂ شوریٰ کی آیت ۲۵ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

---

(۱) عیون اخبار الرّضا ج ۱ ص ۲۳۶ ح ۱ باب ۲۳

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ وَ مَآ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۹

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝۱۰ ع

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَاۤ اِلَیْهِ ؕ وَ اِذْ لَمْ یَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَاۤ اِفْكٌ قَدِیْمٌ ۝۱۱

وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤی اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ وَ هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ وَ بُشْرٰی لِلْمُحْسِنِیْنَ ۝۱۲ ج

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝۱۳ ج

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۱۴

وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝۱۵

۹-آپ فرما دیجیے کہ میں رسولوں میں کوئی انوکھا تو نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور تمھارے ساتھ کیا ہوگا بس میں تو اسی کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے اور میں صرف واضح انداز میں ڈرانے والا ہوں۔

۱۰- اے نبی ان سے فرما دیجیے کیا کبھی تم نے سوچا بھی ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ ہی کی طرف سے ہو اور تم نے اس کا انکار کر دیا اور اس جیسے کلام پر تو بنی اسرائیل کا ایک گواہ شہادت بھی دے چکا ہے اس نے ایمان قبول کر لیا اور تم اکڑتے رہ گئے بے شک اللہ ظالم لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا۔

۱۱- انکار کرنے والوں نے ایمان لانے والوں کے لیے کہا کہ اگر کتاب کو تسلیم کرنے میں کوئی بھلائی ہوتی تو یہ لوگ ہم پر سبقت نہ لے جاتے چوں کہ انھوں نے ہدایت نہیں پائی اس لیے وہ ایسا کہیں گے یہ تو پرانا جھوٹ ہے۔

۱۲- اور اس (قرآن) سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت تھی اور یہ کتاب اُس کی تصدیق کرنے والی عربی زبان میں آئی ہے تا کہ ظالموں کو ڈرائے اور نیکوکاروں کے لیے بشارت بن جائے۔

۱۳- یقیناً جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ثابت قدم رہے ان کے لیے نہ تو کسی قسم کا خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

۱۴- وہی لوگ جنتی ہیں اپنے عمل کی جزا کے طور پر وہ اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

۱۵- اور ہم نے انسانوں کو تلقین کی ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کریں اس کی ماں نے اُسے مشقت کے ساتھ شکم میں رکھا اور مشقت کے ساتھ اسے جنا اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس مہینے لگ گئے یہاں تک کہ جب اس کی عقل پختہ ہوگئی اور وہ چالیس سال کا ہوگیا اس نے کہا اے میرے رب مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اُن نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہیں اور ایسا نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہوجائے اور میری اولاد میں صلاح وتقوی پیدا کر دے اِس وقت میری پوری توجہ تیری جانب ہے اور میں یقیناً فرمان بردار بندوں میں سے ہوں۔

۹- قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ-

اے نبی آپ فرما دیجیے میں رسولوں میں کوئی انوکھا تو نہیں ہوں۔

میں اُن سے الگ تھلگ انوکھا تو نہیں ہوں کہ میں تمھیں اس امر کی دعوت دیتا ہوں جس کی دیگر انبیاء نے نہیں دی یا میں اس امر پر قادر ہوں جس پر وہ قادر نہ تھے۔

وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ-

اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور تمھارے ساتھ کیا ہوگا۔ مجھے دونوں جہانوں کے بارے میں تفصیلی علم نہیں ہے اس لیے کہ میں غیب کا علم نہیں رکھتا اور اس آیت کے ذیل میں کتاب احتجاج (ج ۱ ص ۳۶۷) سے ایک حدیث مقدمہ سادسہ میں بیان کی جا چکی ہے۔

اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ-

بس میں تو اسی کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔

میں اس سے تجاوز نہیں کرسکتا۔

وَ مَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ-

اور میں صرف واضح انداز میں ڈرانے والا ہوں۔

نَذِیۡرٌ میں اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔

مُّبِیۡنٌ وہ نذارت کو واضح کرتے ہیں واضح دلائل سے اور تصدیق شدہ معجزات کے ذریعے سے۔

۱۰-قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ-

اے نبی ان سے فرما دیجیے کیا کبھی تم نے سوچا بھی ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ ہی کی طرف سے ہو۔

وَ کَفَرۡتُمۡ بِہٖ-

اور تم نے اُس کا انکار کردیا۔

وَ شَہِدَ شَاہِدٌ مِّنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ عَلٰی مِثۡلِہٖ-

اور اس جیسے کلام پر تو بنی اسرائیل کا ایک گواہ شہادت بھی دے چکا ہے۔

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن سلام ہے۔(۱)

اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف کے بارے میں توریت میں جو گواہی دی ہے۔(۲)

عَلٰی مِثۡلِہٖ جیسا کہ توریت میں ایسے مطالب ہیں جو اس کی تصدیق کررہے اور اس سے مطابقت رکھتے ہیں۔

فَاٰمَنَ وَ اسۡتَکۡبَرۡتُمۡ-

اس نے ایمان قبول کرلیا اور تم اکڑتے رہ گئے۔

یعنی وہ قرآن پر ایمان لے آیا جب یہ دیکھا کہ وہ اسی وحی کی جنس سے ہے جو حق کے مطابق ہے اور تم نے ایمان سے تکبّر اختیار کیا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ-

بے شک اللہ ظالم لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا۔

ازسرِ نو انھیں احساس دلایا جارہا ہے کہ ان کا کفر ان کی گم راہی کی وجہ سے ہے اور گم راہی ظلم کی وجہ سے ہے اور یہ دلیل ہے جواب محذوف پر یعنی ''اَلَسۡتُم ظالمین'' کیا تم ظالم نہیں ہو؟

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۸۶ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۸۶

۱۱-وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا-

انکار کرنے والوں نے ایمان لانے والوں کے لیے کہا۔۔۔ان کے ایمان کی وجہ سے کہا۔

لَوْ کَانَ خَیْرًا-

کہ اگر کتاب کو تسلیم کرنے میں کوئی بھلائی ہوتی

یعنی ایمان یا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس چیز کو لے کر آئے ہیں۔اس میں کوئی بھلائی ہوتی۔

مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَیْهِ-

تو یہ لوگ ہم پر سبقت نہ لے جاتے۔

جب کہ وہ محتاج لوگ ہیں اور آزاد کردہ غلام ہیں اور چرواہے ہیں۔

وَ اِذْ لَمْ یَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِیْمٌ-

چوں کہ انھوں نے ہدایت نہیں پائی اس لیے وہ ایسا کہیں گے یہ تو پرانا جھوٹ ہے۔

اِفْكٌ کِذْبٌ جھوٹ۔

قَدِیْمٌ پرانا جیسے ان کا قول ہے ''اساطیر الاوّلین'' گذشتگان کی داستانیں۔

۱۲-وَ مِنْ قَبْلِهٖ کِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً-

اور اس قرآن سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت تھی۔

وَ هٰذَا کِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ-

اور یہ کتاب اُس کی تصدیق کرنے والی ہے یعنی موسیٰ کی کتاب ''توریت'' کی مُصدِق ہے۔

لِّسَانًا عَرَبِیًّا- عربی زبان میں آئی ہے۔

لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۪ وَ بُشْرٰى لِلْمُحْسِنِیْنَ-

تاکہ ظالموں کو ڈرائے اور نیکوکاروں کے لیے بشارت بن جائے۔

۱۳-اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا-

یقیناً جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ثابت قدم رہے۔

کہا گیا ہے کہ وہ توحید پر اکٹھے ہوئے جو علم کا خلاصہ ہے اور امور میں استقامت پر جو عمل کی انتہا ہوتا ہے اور لفظ ''ثُمَّ'' اس بات کی دلالت کے لیے ہے کہ استقامت رتبۂ عمل میں مؤخر ہوتا ہے اور اس کا اعتبار توحید پر موقوف ہے۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ انھوں نے ولایت امیر المومنین علیہ السلام پر استقامت کی۔[۲]

اور اس کا بیان حم سجدہ کی آیت ۳۰ کے ذیل میں گزر چکا ہے (فصلت ۳۰)۔

---

(۱) انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۸۶ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۷

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ–

ان کے لیے نہ تو کسی قسم کا خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

یعنی کسی ناپسندیدہ بات کے آجانے کا خوف اور پسندیدہ چیز کے کھو جانے کا غم۔

۱۴–اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ–

وہی لوگ جنتی ہیں اپنے عمل کی جزا کے طور پر وہ اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

۱۵–وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا–

اور ہم نے انسانوں کو تلقین کی ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا–

اس کی ماں نے اسے مشقت کے ساتھ شکم میں رکھا اور مشقت کے ساتھ اسے جنا۔

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا– اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس مہینے لگ گئے۔

اور اس کے حمل کی مدّت اور دودھ چھڑانے کا عرصہ کل تیس مہینے ہیں۔

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً–

یہاں تک کہ جب اس کی عقل پختہ ہوگئی اور وہ چالیس سال کا ہوگیا۔

یعنی اس کی قوت و طاقت اور عقل مستحکم ہوگئی۔

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ–

اس نے کہا اے میرے رب مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہیں۔

وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ–

اور ایسا نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہوجائے اور میری اولاد میں صلاح وتقوی پیدا کردے۔

اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ–

اس وقت میری پوری توجہ تیری جانب ہے اور یقیناً میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔

تُبْتُ اِلَيْكَ تجھ سے غافل کرنے والی چیزوں کو چھوڑ کر میں نے تیرا رُخ کیا ہے۔

مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ایسے مخلصین میں سے جو تجھ سے خلوص رکھتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ نَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

وَ الَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَ قَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۖ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۸﴾

وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَ لِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾

وَ يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾ ع ۲ ۱۰ ۲

۱۶- یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک عمل کو ہم قبول کرتے ہیں اور اُن کی برائیوں سے درگذر کرتے ہیں یہ جنتی لوگوں میں شامل ہوں گے یہ وہ سچّا وعدہ ہے جو ان سے کیا گیا تھا۔

۱۷- اور جس نے اپنے والدین سے کہا ''اُف'' تم نے تو تنگ کر دیا کیا تم مجھے دھمکا رہے ہو کہ میں مرنے کے بعد پھر قبر سے نکالا جاؤں گا حال آں کہ بہت سے لوگ مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں (اُن میں سے تو کوئی اٹھ کر نہ آیا) اور وہ دونوں اللہ کی دُہائی دے کر کہتے ہیں تجھ پر وائے ہو ایمان لے آ اللہ کا وعدہ برحق ہے مگر وہ کہے گا یہ تو اگلے وقتوں کی فرسودہ کہانیاں ہیں۔ ۱۸- یہ وہ لوگ ہیں جن پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا ہے ان سے پہلے جنوں اور انسانوں کے جو گروہ گذر چکے ہیں یہ بھی ان میں شامل ہو جائیں گے بے شک یہ سب گھاٹے میں تھے۔ ۱۹- اور ہر ایک کے لیے اس کے اعمال کے مطابق درجے ہیں تا کہ وہ (اللہ) اُنھیں اُن کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے دے اور اُن پر کسی طرح کا ظلم نہیں ڈھایا جائے گا۔

۲۰- اور جس دن کافروں کو آتش جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا اور اُن سے کہا جائے گا تم نے اپنے حصّے کی نعمتیں دنیاوی زندگی میں برباد کر دیں اور ان کے مزے اڑا چکے آج تمھیں ذلّت کا عذاب دیا جائے گا

کیوں کہ تم زمین میں ناحق استکبار کر رہے تھے اور اس لیے بھی کہ تم فسق و فجور میں مبتلا تھے۔

۱۶–أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَن سَيِّئَاتِهِمْ–

یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک عمل کو ہم قبول کرتے ہیں اور ان کی برائیوں سے درگذر کرتے ہیں۔

فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ– یہ جنتی لوگوں میں شامل ہوں گے۔

وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ– یہ وہ سچا وعدہ ہے جو (دنیا میں) اُن سے کیا گیا تھا۔

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے شکم مبارک میں امام حسین علیہ السلام کا حمل ٹھہرا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں تشریف لائے اور کہا کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا عن قریب ایک بچّے کو جنم دیں گی آپ کی امّت آپ کے تشریف لے جانے کے بعد انھیں قتل کر دے گی جب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا حاملہ ہوئیں اور امام حسین علیہ السلام شکم مبارک میں تشریف لائے تو وقت حمل آپ نے کافی مشقت اٹھائی اور وضع حمل کے وقت بھی مشقت سے دوچار ہوئیں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا اے نبی آپ دنیا میں کسی بچے کی ماں کو نہیں دیکھیں گے کہ وہ بچے کی ولادت کو مصیبت تصور کرے لیکن جب امام حسین علیہ السلام نے جنم لیا تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اسے مصیبت گردانا کیوں کہ آپ جانتی تھیں کہ اس بچّے کو قتل کر دیا جائے گا اور اسی سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (۱)

اور دوسری روایت میں ہے کہ پھر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا رب آپ کو سلام بھجواتا ہے اور آپ کو خوش خبری دیتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی ذریت میں امامت ولایت اور وصایت کے سلسلے کو باقی رکھے گا آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میں اس بات سے راضی ہوں پھر حضور اکرمؐ نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو اس کی بشارت دی تو آپ راضی ہوگئیں فرمایا کہ اگر وہ یہ نہ کہتے ''واصلح لی فی ذریتی'' تو ان کی ذریّت میں تمام افراد ائمہ ہوتے فرمایا کہ امام حسین علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور کسی بھی عورت کا دودھ نہیں پیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اُن کے منہ میں اپنا انگوٹھا ڈال دیتے اور امام حسین علیہ السلام اس سے اتنا چوس لیتے جو ان کے لیے دو یا تین دن کے لیے کافی ہوتا تو اس طرح امام حسین علیہ السلام کا گوشت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوشت اور خون سے پروان چڑھا ہے اور چھ مہینے میں کسی نے جنم نہیں لیا سوائے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور امام حسین علیہ السلام کے۔ (۲)

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے اسی جیسی روایت ملتی ہے اور قمی نے کچھ زیادہ اور کچھ کم لکھا ہے۔ (۳)

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۴۶۴ ح ۳ (۲) الکافی ج ۱ ص ۴۶۴۔ ۴۶۵ ح ۴

(۳) علل الشرائع ص ۲۰۵۔ ۲۰۲ ح ۳ وتفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۷

ارشاد شیخ مفید میں ہے روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک ایسی عورت کو لایا گیا جس نے چھ مہینے میں بچے کو جنم دیا تھا حضرت عمرؓ نے اسے سنگ سار کرنے کا ارادہ کیا تو امیر المومنین علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ اگر آپ نے کتاب خدا کی مخالفت کی تو میں آپ سے اس بارے میں اختلاف کروں گا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (احقاف ۱۵) اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں ۳۰ مہینے لگ گئے۔

اور فرما رہا ہے: وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ (البقرہ ۲۳۳) (اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں جو یہ چاہتا ہو کہ رضاعت کو پایہ تکمیل تک پہنچائے) جب کوئی عورت رضاعت کے دو سال مکمل کرتی ہے اور حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہوتی ہے تو پھر ان کا حمل چھ ماہ کا ہوگا تو یہ سن کر حضرت عمرؓ نے عورت کو آزاد کر دیا اور یہ حکم جاری و ساری ہوگیا جس پر صحابۂ کرام اور تابعین سب نے عمل کیا اور جس نے بھی ان سے اخذ کیا آج تک یہ عمل نافذ ہے۔[۱]

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ جب بندہ ۳۳ سال کا ہوتا ہے تو وہ توانا اور منزل رُشد پر فائز ہوتا ہے اور جب وہ چالیس سال کا ہوتا ہے تو وہ اپنی انتہائی منزل تک رسائی حاصل کر لیتا ہے اور اسے پالیتا ہے اور ۴۱ سال میں بڑھاپے کی طرف قدم بڑھاتا ہے اور کمی کا آغاز ہوجاتا ہے اور جب پچاس سال کا ہوتو پھر یہ کیفیت ہونی چاہیے کہ جیسے وہ نزع (جان کنی) کے عالم میں ہو۔[۲]

۱۷-وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ- اور جس نے اپنے والدین سے کہا ''اف'' تم نے تو تنگ کر دیا۔

اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ-

کیا تم مجھے دھمکا رہے ہو کہ میں مرنے کے بعد پھر قبر سے نکالا جاؤں گا حال آں کہ بہت سے لوگ مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں (ان میں سے تو کوئی اٹھ کر نہ آیا)

وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ-

اور وہ دونوں اللہ کی دہائی دے کر یہ کہتے ہیں تجھ پر وائے ہو ایمان لے آ اللہ کا وعدہ برحق ہے۔

فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ- مگر وہ کہے گا یہ تو اگلے وقتوں کی فرسودہ کہانیاں ہیں۔ یہ وہ باطل باتیں ہیں جنھیں لکھ لیا گیا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ- یہ وہ لوگ ہیں جن پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ وہ لوگ جہنمی ہیں۔

فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ-

ان سے پہلے جنوں اور انسانوں کے جو گروہ رہ چکے ہیں یہ بھی ان میں شامل ہوجائیں گے۔

---

(۱) الارشاد شیخ مفید ص ۱۱۰ (۲) الخصال ص ۵۴۵ ح ۲۳

اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ- بے شک یہ سب گھاٹے میں تھے۔

۱۹-وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا-

اور ہر ایک کے لیے اس کے اعمال کے مطابق درجے ہیں، ان کے عمل کی جزا کے لحاظ سے خواہ وہ خیر ہوں یا شر یا ان کے عمل کی وجہ سے اور لفظ درجات ثواب کے موقع پر بولا جاتا ہے اور اس مقام پر بطورِ تقلیب (غلبہ کی وجہ سے) آیا ہے۔

وَ لِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ- تاکہ وہ (اللہ) اُنھیں اُن کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے دے۔

وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ- اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں ڈھایا جائے گا ثواب کو کم کر کے اور عذاب کو بڑھا کر۔

۲۰-وَ يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ-

اور جس دن کافروں کو آتش جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا ــــ یعنی اُن پر عذاب ہوگا اور کہا گیا ہے کہ آگ ان کے سامنے آئے گی اس جملے کو تاکید کے لیے تبدیل کر دیا گیا جیسے ان کا قول عُرِضَتِ الناقَةُ علی الحوض ناقے کو حوض کے سامنے لایا گیا۔(۱)

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا-

اور اُن سے کہا جائے گا تم نے اپنے حصّے کی نعمتیں دنیاوی زندگی میں برباد کر دیں اور اُن کے مزے اڑا لیے۔

طَيِّبات لذّتیں وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا تم نے اُن کے مزے اڑا لیے اب اس میں سے تمھارے لیے کچھ بھی نہیں بچا۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا تم نے کھایا، پیا، پہنا اور تم نے سواری کی۔(۲)

فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ- آج تمھیں ذلّت کا عذاب دیا جائے گا فرمایا اس سے مراد پیاس ہے۔(۳)

بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ- کیوں کہ تم زمین میں ناحق استکبار کیا کرتے تھے۔

وَ بِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ- اور اس لیے بھی کہ تم فسق و فجور میں مبتلا تھے۔

اللہ کی اطاعت سے نافرمانی کر رہے تھے۔

کتاب محاسن میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں خبیص (کھجور، انگور اور گھی سے بنا ہوا حلوا) پیش کیا گیا آپ نے اسے کھانے سے انکار کیا دریافت کیا گیا کیا آپ اسے حرام قرار دیتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں البتہ میں نامناسب سمجھتا ہوں کہ میرا دل اس کی طرف مائل ہو اس کا مشتاق رہے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا۔(۴)

---

(۱) انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۸۸ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۸

(۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۸ (۴) المحاسن ج ۲ ص ۱۷۷ ح ۱-۱۵

وَ اذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَ قَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۫ وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ﴿۲۴﴾

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

۲۱-اور آپ انھیں عاد کے بھائی (ہود) کا قصّہ سنایئے جب انھوں نے احقاف میں اپنی قوم کو ڈرایا تھا اور ان سے پہلے بھی ڈرانے والے گزر چکے تھے اور ان کے بعد بھی آتے رہے۔ (ان سب نے یہی کہا) کہ تم اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرو میں تمھارے بارے میں ایک بڑے دن کے عذاب سے خوف زدہ ہوں۔

۲۲-انھوں نے جواب دیا کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمارے معبودوں سے ہمیں پھیر دو تم وہ عذاب لے آؤ جس سے ہمیں ڈرا رہے تھے اگر تم سچّوں میں سے ہو۔

۲۳-ہود نے کہا کہ اس کا علم تو اللہ کو ہے مجھے جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے میں تو صرف اسے تم تک پہنچا رہا ہوں البتہ میں تمھیں ایک ناسمجھ قوم کی حیثیت سے دیکھ رہا ہوں۔

۲۴-پھر جب انھوں نے عذاب کو اپنی وادیوں کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا یہ بادل ہے جو ہمیں سیراب کردے گا "نہیں" بلکہ وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے یہ ایک ایسی ہوا ہے جس میں

دردناک عذاب چھپا ہوا ہے۔

۲۵- جو اپنے رب کے حکم سے ہر شے کو تباہ کر ڈالے گی تو وہ ایسے ہو گئے کہ ان کی رہائش گاہوں کے سوا کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا ہم مجرم لوگوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔

۲۱-وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ-

اور آپ انھیں عاد کے بھائی (ہود) کا قصّہ سنایئے جب انھوں نے احقاف میں اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔

کہا گیا ہے کہ احقاف حُقف کی جمع ہے اس سے مراد ریت کا مستطیل بُلند ٹیلہ جس میں موڑ اور کجی ہو۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے احقاف قومِ عاد کا ایک شہر شقوق سے اجفر جاتے ہوئے اور یہ چار منزلوں کے فاصلے پر ہے۔[۲]

وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ-

اور ان سے پہلے بھی ڈرانے والے گزر چکے تھے اور ان کے بعد آتے رہے۔

النُّذُرُ سے مراد ہے مرسلین۔۔۔

بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ سے مراد ہے ہُود سے پہلے اور ہُود کی تشریف آوری کے بعد۔

اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ-

(ان سب نے یہی کہا) تم اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔

اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ-

میں تمھارے بارے میں ایک بڑے دن کے عذاب سے خوف زدہ ہوں۔

جو تمھارے مشرک ہونے کی وجہ سے زیادہ ہولناک ہے۔

۲۲-قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا-

انھوں نے جواب دیا کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمارے معبودوں سے ہمیں پھیر دو۔

لِتَاْفِكَنَا لتصرفنا تاکہ تم ہمیں پھیر دو، ہمارے معبود کی عبادت سے۔

فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ-

تم وہ عذاب لے آؤ جس سے ہمیں ڈرا رہے تھے اگر تم سچّوں میں سے ہو۔

یعنی شرک کی وجہ سے آپ جس عذاب سے ہمیں ڈرا رہے تھے وہ لے آیئے اگر آپ اپنے وعدے میں سچّے ہیں۔

۲۳-قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ-

ہُود نے کہا اس کا علم تو اللہ کو ہے۔

---

(۱) انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۸۸ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۸

مجھے یہ نہیں معلوم کہ تم پر کس وقت عذاب نازل ہوگا اور نہ ہی اس میں میرا کوئی دخل ہے کہ میں اس میں جلدی کروں البتہ اس کا علم اللہ کو ہے اس نے عذاب کے لیے جو وقت مقرر کر رکھا ہے وہ اس وقت عذاب کو لے آئے گا۔

وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ-

مجھے جو پیغام دیا گیا ہے میں تو صرف اسے تم تک پہنچا رہا ہوں۔

رسول کا کام تو بس واضح طور سے پیغام کا پہنچا دینا ہے۔

وَ لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ-

البتہ میں تمھیں ایک ناسمجھ قوم کی حیثیت سے دیکھ رہا ہوں۔

کیا تم نہیں جانتے کہ مرسلین کو تبلیغ کے لیے اور ڈرانے کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ نہ عذاب نازل کرانے اور اس کی تجویز دینے کے لیے۔

۲۴-فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِهِمْ-

پس جب انھوں نے عذاب کو اپنی وادیوں کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔

ایسے بادل دیکھے جو آسمان کے افق پر بلند تھے اور ان کی وادیوں کی جانب بڑھ رہے تھے۔

قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا-

انھوں نے کہا یہ بادل ہم تک برسنے کے لیے آرہے ہیں۔

بَلْ هُوَ-

حضرت ہود علیہ السلام نے کہا ''بَلْ هُوَ'' بلکہ وہ تو عذاب ہے

مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ-

جس کی تم جلدی مچا رہے تھے یہ ایک ایسی ہوا ہے جس میں دردناک عذاب چھپا ہوا ہے۔

۲۵-تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا-

جو اپنے رب کے حکم سے ہر شے کو تباہ کر ڈالے گی۔

ان کی جانوں کو اور اُن کے مالوں کو۔

فَاَصْبَحُوْا لَا یُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ-

تو وہ ایسے ہو گئے کہ ان کی رہائش گاہوں کے سوا کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔

یعنی ہوا آئی اور انھیں تباہ کر ڈالا ان کے مکانات کے سوا کچھ اور دکھائی نہ دیتا تھا۔

كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ - ہم مجرم لوگوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ان کے نبی حضرت ہُود علیہ السّلام تھے اور ان کے شہر مال و دولت سے پُر اور سرسبز و شاداب تھے اللہ تعالیٰ نے سات سال تک برسات کو اُن سے روک دیا یہاں تک کہ وہاں خشک سالی کا قبضہ ہوگیا اور ان کے شہروں سے خیر و برکت جاتی رہی اور حضرت ہُود علیہ السلام اُن سے فرما رہے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ ہُود میں بیان فرمایا ہے:

''اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ '' سے اللہ کے قول ''وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ'' تک (ہود ۵۲)

(اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور پھر اس سے توبہ کرو وہ تم پر خوب برسنے والے بادل بھیجے گا اور تمھاری قوت پر قوت بڑھائے گا اور تم مجرم بن کر حق سے منہ نہ موڑو)

وہ لوگ ایمان نہیں لائے اور انھوں نے سرکشی کی تو اللہ نے حضرت ہود علیہ السلام پر وحی کی کہ ان لوگوں پر فلاں وقت عذاب آجائے گا ایک ہوا ہوگی جس میں دردناک عذاب ہوگا جب وہ وقت آیا اور لوگوں نے بادل کی طرف دیکھا کہ بڑھا چلا آرہا ہے وہ خوش ہوئے اور انھوں نے کہا کہ ''یہ تو برسنے والا بادل آرہا ہے'' بس ابھی برس جائے گا تو ہُود علیہ السلام نے اُن سے کہا:

بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ سے اللہ کے قول بِاَمْرِ رَبِّهَا تک

ایسا نہیں ہے بلکہ یہ وہ عذاب ہے تم جس کی جلدی مچا رہے تھے یہ ایک ایسی ہوا ہے جس میں دردناک عذاب چھپا ہوا ہے جو اپنے رب کے حکم سے ہر شے کو تباہ کر ڈالے گی۔

فرمایا کہ اس کے لفظ عام ہیں لیکن اس کا مفہوم خاص ہے اس لیے کہ اس نے بہت سی چیزوں کو تباہ نہیں کیا البتہ اُن کے تمام اموال کو برباد کردیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا امتوں کی ہلاکت کی یہ تمام خبریں امت محمدیہ کو ڈرانے اور خوف دلانے کے لیے ہیں۔[۱]

روایت کی گئی ہے کہ حضرت ہُود علیہ السلام نے جب ہوا کو محسوس کیا تو مومنین کے ساتھ باڑے میں پہنچ گئے اور ہوا آئی اور ''احقاف'' کو کفار کی طرف جھکا دیا اور وہ لوگ اس کے نیچے سات رات اور آٹھ دن رہے پھر وہ ہوا ان سے زائل ہوگئی اور انھیں اٹھا لیا اور اٹھا کر انھیں سمندر میں پھینک دیا۔[۲]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۸ (۲) انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۸۹

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً ۫ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَ لَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع

وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَ صَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾

فَلَوْ لَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾

قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾

۲۶۔ اور بلاشبہ ہم نے ہی انھیں وہ مقدرت عطا کی تھی جو تمھیں نہیں دی اور ہم نے اُن کو سماعت، بصارت اور دل سب کچھ دیے لیکن ان کی سماعتیں بصارتیں اور ان کے دل ان کے کسی کام نہ آئے اس لیے کہ وہ آیاتِ خداوندی کا انکار کررہے تھے اور وہ جس چیز کا مذاق اڑایا کرتے تھے اسی نے انھیں نرغے میں لے لیا۔

۲۷۔ اور بہ تحقیق ہم نے تمھارے گردوپیش کی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا اور ہم نے اپنی نشانیوں کو الٹ پلٹ کر انھیں دکھایا ہوسکتا ہے وہ باز آجائیں۔

۲۸۔ پھر کیوں نہ اُن ہستیوں نے مدد کی اللہ کو چھوڑ کر جنھیں تقرّب خداوندی کے لیے انھوں نے اپنا معبود بنالیا تھا بلکہ وہ تو ان سے گم ہوگئے یہ ہے ان کا جھوٹ اور وہ جو افترا پردازیاں کرتے رہے۔

۲۹۔ اور جب ہم نے جنوں کے ایک گروہ کی توجہ آپ کی جانب مبذول کردی کہ وہ غور سے قرآن سنیں

جب وہ وہاں پہنچے تو انھوں نے آپس میں کہا خاموش ہوجاؤ جب قرآن کی تلاوت ختم ہوئی تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر لوٹے۔

۳۰۔ انھوں نے کہا اے ہماری قوم والو! ہم نے ایک کتاب کی آیات سنی ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی اور سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے وہ حق کی جانب اور سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

۳۱۔ اے میری قوم کے لوگو! تم اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرلو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمھارے گناہوں کی مغفرت فرمائے گا اور تمھیں دردناک عذاب سے بچالے گا۔

۲۶-وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ-

اور بلاشبہ ہم نے ہی انھیں وہ مقدرت عطا کی تھی جو تمھیں نہیں دی۔

لفظ ''اِن'' نافیہ ہے یا شرطیہ ہے جس کا جواب محذوف ہے۔

یعنی تمھاری سرکشی زیادہ تھی۔

وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً- اور ہم نے ان کو سماعت، بصارت اور دل سب کچھ دیے۔

تاکہ وہ ان نعمتوں کو پہچان لیں اور اس کے ذریعے اس کے عطا کرنے والے پر استدلال کریں اور پابندی سے ان نعمتوں کا شکر ادا کریں۔

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ-

لیکن ان کی سماعتیں، بصارتیں اور ان کے قلوب ان کے کسی کام نہ آئے۔

اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ- اس لیے کہ وہ آیاتِ خداوندی کا انکار کررہے تھے۔

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ-

اور وہ جس چیز کا مذاق اڑایا کرتے تھے اسی نے انھیں نرغے میں لے لیا۔

یعنی وہ عذاب کا انکار کیا کرتے تھے اور عذاب میں گھر گئے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ہم نے انھیں عطا کیا تھا انھوں نے انکار کیا تو ان پر عذاب نازل ہوا۔ لہٰذا تم اس بات سے ڈرو کہ کہیں تم پر وہی عذاب نازل نہ ہوجائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔[۱]

۲۷-وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى-

اور بہ تحقیق ہم نے تمھارے گردوپیش بستیوں کو ہلاک کر ڈالا۔

اے اہل مکّہ سنو ہم نے تمھارے گردوپیش بستیوں کو ہلاک کر ڈالا جیسے ثمود کی پتھریلی بستی اور قوم لوط کی بستیاں۔

وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ- اور ہم نے اپنی نشانیوں کو الٹ پلٹ کر انھیں دکھایا ہوسکتا ہے وہ باز آجائیں۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۹

یعنی کفر سے باز آجائیں۔

۲۸-فَلَوْ لَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً-

پھر کیوں نہ ان ہستیوں نے مدد کی اللہ کو چھوڑ کر جنھیں تقرب خداوندی کے لیے انھوں نے اپنا معبود بنا لیا تھا۔ پھر کیوں نہ انھیں ہلاک ہونے سے ان کے ان خداؤں نے روکا جن کے ذریعے سے وہ اللہ کا تقرّب حاصل کر رہے تھے جب انھوں نے کہا تھا ''هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ'' یہ (معبود) اللہ کے نزدیک ہماری شفاعت کرنے والے ہیں۔

بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ- بلکہ وہ ان سے گم ہو گئے۔

یعنی ان کی مدد نہیں کی اور ان کی مدد کرنے سے باز رہے جس طرح گم ہو جانے والا مدد کرنے سے قاصر رہتا ہے۔

وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ- یہ ہے اُن کا جھوٹ اور وہ جو افترا پردازیاں کرتے رہے۔

اور ان معبودوں کو خدا بنانا جس کے یہ اثرات ہیں اس نے انھیں حق سے منصرف کر دیا ہے۔

۲۹-وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ- اور جب ہم نے جنوں کے ایک گروہ کی توجہ آپ کی جانب مبذول کر دی۔ یعنی انھیں آپ کی طرف مائل کر دیا اور نفر دس سے کم افراد کو کہتے ہیں۔

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ ان کی تعداد نو تھی ایک جن کا تعلق نصیبین سے تھا اور آٹھ جنوں کا تعلق بنی عمرو بن عامر سے تھا اور امام علیہ السلام نے اُن کے نام بتلائے۔[۱]

يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ- کہ وہ قرآن کو غور سے سنیں۔

فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا- جب وہ وہاں پہنچے تو انھوں نے آپس میں کہا خاموش ہو جاؤ۔

یعنی انھوں نے ایک دوسرے سے کہا خاموش ہو جاؤ تا کہ ہم قرآن کو سُن سکیں۔

فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ-

جب قرآن کی تلاوت ختم ہو گئی تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر لوٹے۔

۳۰-قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ-

انھوں نے کہا اے ہماری قوم والو! ہم نے ایک کتاب کی آیات سنی ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی اور سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔

يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ- وہ حق کی جانب اور سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

۳۱-يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ-

اے میری قوم کے لوگو! تم اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کر لو اور اس پر ایمان لے آؤ۔

يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ- اللہ تمھارے گناہوں کی مغفرت فرمائے گا یعنی تمھارے کچھ گناہوں کی۔

وَ يُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ- اور تمھیں دردناک عذاب سے بچالے گا جو خاص کفار کے لیے تیار کیا گیا ہے۔

---

(۱) احتجاج ج ۱ ص ۳۳۰

وَ مَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾

وَ يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَ لَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

۳۲- اور جو اللہ کی طرف بلانے والے کی بات پر لبیک نہ کہے وہ زمین میں اللہ کو عاجز نہ کر سکے گا اور نہ ہی اللہ کے علاوہ اس کے حامی و سرپرست ہوں گے یہ لوگ صریحی گمراہی میں ہیں۔

۳۳- کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بہ تحقیق وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور وہ ان کو بناتے ہوئے نہیں تھکا، کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟ ایسا نہیں بلکہ وہ تو ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

۳۴- اور جس دن کافروں کو آتشِ جہنم کے روبرو پیش کیا جائے گا ذرا بتاؤ کیا یہ ''حق نہیں ہے'' وہ کہیں گے ہاں بے شک ہمارے رب کی قسم یہ برحق ہے تو کہا جائے گا تم اپنے کفر کی پاداش میں عذاب کا مزہ چکھو۔

۳۵- اے نبی آپ صبر کیجئے جس طرح اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے اور ان کے معاملے میں عجلت سے کام نہ لیجیے جس دن یہ لوگ اس (قیامت) کو دیکھ لیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے تو ان کو یوں محسوس ہوگا کہ وہ اس دنیا میں دن کی ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے۔ ''یہ ایک پیغام ہے'' اب کیا فاسق لوگوں کے سوا کسی اور کے لیے ہلاکت ہے؟

۳۲- وَ مَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ-

اور جو اللہ کی طرف بلانے والے کی بات پر لبیک نہ کہے وہ زمین میں اللہ کو عاجز نہ کر سکے گا۔ یعنی وہ کہیں بھی بھاگ کر نجات نہ پا سکے گا۔

وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ-

اور نہ ہی اللہ کے علاوہ اس کے حامی وسرپرست ہوں گے جو اُسے اللہ تک جانے سے روک دیں۔

اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ-

یہ لوگ صریحی گم راہی میں ہیں۔

جس اللہ کی یہ شان اور عظمت ہے اس کی آواز پر لبیک کہنے سے روگردانی کررہے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ مکمل طور سے جنوں کی داستان ہے اور اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکّہ مکرمہ سے روانہ ہوکر بازار عکاظ تشریف لے گئے اور اُن کے ساتھ زید بن حارثہ بھی تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے کسی نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر لبیک نہیں کہی اور کسی نے بھی اسلام قبول نہیں کیا پھر آنحضرتؐ مکّہ مکرمہ کی جانب واپسی کے لیے روانہ ہوئے جب وہ وادی مجنّہ تک پہنچے تو آپ نے نصف شب بیدار ہوکر قرآن پڑھنا شروع کیا وہاں سے جنوں کی ایک جماعت کا گزر ہوا۔

جب انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قراءت کو سنا تو انھوں نے ایک دوسرے سے کہا ''اَنْصِتُوْا'' خاموش ہوجاؤ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرات ختم کی تو وہ لوگ اپنی قوم کی طرف ڈرانے کے لیے واپس ہوئے انھوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو تم اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول کرلو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمھارے گناہوں کی مغفرت فرمائے گا اور تمھیں دردناک عذاب سے بچالے گا اور جو اللہ کی طرف بلانے والے کی بات پر لبیک نہ کہے وہ زمین میں اللہ کو عاجز نہ کرسکے گا اور نہ اس کے ایسے حامی وسرپرست ہیں جو اسے اللہ سے بچالیں یہ لوگ صریحی گم راہی میں ہیں۔

وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے وہ اسلام لائے اور ایمان کو قبول کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں قانون اسلام یعنی شریعت کی تعلیم دی تو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ (الجن ۱)

فرمادیجیے مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ جنوں میں سے کچھ لوگوں نے قرآن کی آیات کو سنا ہے۔

اور مکمل سورہ نازل ہوا اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو نقل کیا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے کسی شخص کو والی و حاکم بھی بنایا وہ ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام کو حکم دیا کہ انھیں علم سکھائیں اور فقہ کی تعلیم دیں ان میں مومنین بھی ہیں اور کافرین بھی ناصبی بھی ہیں اور یہود و نصاریٰ بھی اور مجوسی بھی اور وہ جان کی اولاد ہیں عالم علیہ السلام (امام جعفر صادق علیہ السلام) سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ جنّات جو مومن ہیں وہ جنت میں جائیں گے تو امام علیہ السلام نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ نے جنت وجہنم کے درمیان ایک باڑہ بنا رکھا ہے جنوں میں جو مومن ہیں اور

شیعوں میں جو فاسق ہیں وہاں رہیں گے۔[1]

۳۳-اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ-

کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بہ تحقیق وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور وہ اُن کو بناتے ہوئے نہیں تھکا۔

نہ اسے ان کی تخلیق کے وقت تھکن ہوئی نہ ہی اس نے خود کو عاجز جانا۔

بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى-

کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے۔''ب'' تاکید کے لیے زائدہ ہے۔

بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ-

''ایسا نہیں'' بلکہ وہ تو ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

۳۴-وَ یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ-

اور جس دن کافروں کو آتش جہنم کے روبرو پیش کیا جائے گا۔

اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ-

ذرا بتاؤ کیا یہ حق نہیں ہے یہ عذاب کی طرف اشارہ ہے۔

قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا-

وہ کہیں گے ہاں بے شک ہمارے رب کی قسم یہ برحق ہے۔

قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ-

تو کہا جائے گا تم اپنے کفر کی پاداش میں عذاب کا مزہ چکھو۔

یہ ان کی اہانت کے لیے اور سرزنش کے طور پر کہا جائے گا۔

۳۵-فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ-

اے نبی آپ صبر کیجیے جس طرح اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے۔

جو ان مرسلین میں صاحبان استقامت و ثبات اور عالی مرتبہ تھے۔ آپ بھی اُن لوگوں میں سے ہیں اور اولوالعزم اصحاب شرائع ہیں جنھوں نے اس کی تاسیس اور برقراری کے لیے جدوجہد کی اور اس کے لیے مشقتوں پر صبر سے کام لیا۔

کتاب کافی میں اس آیت کے ذیل میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے فرمایا کہ اولوالعزم حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۹-۳۰۰

ہیں سوال کیا گیا یہ سب کس طرح اولوالعزم ہوئے فرمایا اس لیے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو کتاب اور شریعت کے ساتھ بھیجا گیا تھا اور جو بھی حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آیا تو اس نے حضرت نوح علیہ السلام کی کتاب ان کی شریعت اور منہاج کو اپنایا۔

یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام صحیفوں اور عزیمت کے ساتھ تشریف لائے انھوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی کتاب کو چھوڑ دیا لیکن اس کا انکار نہیں کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے انبیاء تشریف لائے انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت ان کے منہاج اور ان کے صحیفوں کو تسلیم کیا۔

یہاں تک حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے توریت شریعت اور منہاج اور عزیمت کے ساتھ انھوں نے صحف ابراہیمی کو چھوڑ دیا۔

لہٰذا جو انبیائے کرام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تشریف لائے انھوں نے توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت اور ان کے منہاج کو لیا۔

یہاں تک کہ حضرت مسیح علیہ السلام انجیل اور عزیمت کے ساتھ تشریف لائے انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت اور اُن کے منہاج کو ترک کر دیا حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد جو نبی بھی آیا اس نے ان کی شریعت اور منہاج کو اپنایا۔

یہاں تک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کریم اپنی شریعت اور منہاج کے ساتھ تشریف لائے لہٰذا انھوں نے جس چیز کو حلال قرار دیا وہ قیامت تک حلال ہے اور جسے حرام بتایا وہ قیامت تک کے لیے حرام ہے یہ ہیں وہ رسول جو اولوالعزم کہلاتے ہیں۔[۱]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے انبیاء کے سردار پانچ ہیں اور وہی اولوالعزم کہلاتے ہیں اور انھیں کے گرد اسلام کی چکّی گھوم رہی ہے حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی جمیع الانبیاء۔[۲]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے جو ان دونوں روایتوں سے قریب ہے۔[۳]

کتاب کافی اور علل الشرائع میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے ان انبیاء کو اولوالعزم اس لیے کہا گیا اس لیے کہ اُن سے عہد لیا گیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اور اُن کے بعد آنے والے اوصیاء سے متعلق اور امام مہدیؑ کے لیے اور ان کی سیرت سے متعلق تو اللہ نے ان کے عزم کو جمع کر دیا کہ یہ اسی طرح ہوگا اور اس کا اقرار لیا۔[۴]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۱۷ ح ۲ (۲) الکافی ج ۱ ص ۱۷۵ ح ۳ (۳) عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۸۰ ح ۱۳ باب ۳۲
(۴) الکافی ج ۱ ص ۱۱۶ ح ۲۲ وعلل الشرائع ص ۱۲۲ ح ۱ باب ۱۰۱

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ انھیں اولوالعزم اس لیے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اقرار اور جو انبیاء اُن سے پہلے تھے اور ان کے بعد آنے والے تھے ان کے اقرار کرنے میں پہل کی تھی اور انھوں نے یہ عزم کرلیا تھا کہ وہ جھٹلائے جانے اور اذیت پہنچائے جانے پر صبر کریں گے۔(۱)

وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ-

اور اُن کے معاملے میں عجلت سے کام نہ لیجیے۔

یعنی کفار قریش پر عذاب نازل کیے جانے پر اس لیے کہ جب وقت آئے گا تو لامحالہ ان پر عذاب نازل ہوجائے گا۔

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ-

جس دن یہ لوگ اس (قیامت) کو دیکھ لیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے تو اُن کو یوں محسوس ہوگا کہ وہ اس دنیا میں دن کی ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے۔

قیامت کی ہولناکی کی وجہ سے دنیا میں اپنے ٹھہرنے کی مدّت کو انھوں نے مختصر کر کے بتایا یہاں تک کہ وہ سمجھے کہ وہ تو دنیا میں صرف ایک ساعت رہے ہیں۔(۲)

بَلٰغٌ- یہ ایک پیغام ہے۔

یہ جو پند و نصیحت تم نے کی ہے کافی ہے یا یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ ہے۔

فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ-

اب کیا فاسق لوگوں کے سوا کسی اور کے لیے ہلاکت ہے۔

فاسقون وہ لوگ جو پند و نصائح موعظت اور اطاعت سے باہر چلے گئے۔

کتاب ثواب الاعمال اور مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا جو بھی ہر شب یا ہر جمعہ کو سورۂ احقاف پڑھے گا تو خداوند عالم دنیاوی زندگی میں کبھی بھی کسی خوف اور ڈر کو اس تک نہیں پہنچنے دے گا اور ان شاء اللہ اسے روز قیامت کی دہشت اور ہولناکی سے محفوظ رکھے گا۔(۳)

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰۰

(۲) کتاب روضۃ الواعظین میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا دنیا و آخرت میں کتنا فاصلہ ہے فرمایا آنکھوں کے اشارے جتنا باری عزاسمہ نے فرمایا ہے كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ الخ (روضۃ الواعظین نیشاپوری) ص ۴۴۸

(۳) ثواب الاعمال ص ۱۱۴ ح ۱ و مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۸۱

سورۂ محمد

سورہ محمد اور اس کا نام سورۃ القتال بھی ہے یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا اس سورے میں آیتوں کی تعداد ۳۸ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعۡمَالَہُمۡ ﴿۱﴾

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ۙ کَفَّرَ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ وَ اَصۡلَحَ بَالَہُمۡ ﴿۲﴾

ذٰلِکَ بِاَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا اتَّبَعُوا الۡبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الۡحَقَّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ؕ کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ لِلنَّاسِ اَمۡثَالَہُمۡ ﴿۳﴾

فَاِذَا لَقِیۡتُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَضَرۡبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَثۡخَنۡتُمُوۡہُمۡ فَشُدُّوا الۡوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعۡدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الۡحَرۡبُ اَوۡزَارَہَا ۛۚ ذٰلِکَ ؕ وَ لَوۡ یَشَآءُ اللّٰہُ لَانۡتَصَرَ مِنۡہُمۡ وَ لٰکِنۡ لِّیَبۡلُوَا۟ بَعۡضَکُمۡ بِبَعۡضٍ ؕ وَ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَلَنۡ یُّضِلَّ اَعۡمَالَہُمۡ ﴿۴﴾

سَیَہۡدِیۡہِمۡ وَ یُصۡلِحُ بَالَہُمۡ ۚ ﴿۵﴾

وَ یُدۡخِلُہُمُ الۡجَنَّۃَ عَرَّفَہَا لَہُمۡ ﴿۶﴾

بڑے مہربان نہایت مشفق اللہ کے نام سے۔

۱۔ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راہ سے روکا ان کے اعمال ضائع ہو گئے۔

۲۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے اور جو کچھ محمد پر نازل کیا گیا اس پر ایمان لائے اور وہی ان کے رب کی جانب سے حق ہے اللہ نے اُن کی برائیاں اُن سے دور کر دیں اور ان کی حالت سنوار دی۔

۳۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کافروں نے باطل کا اتباع کیا اور مومنین نے اس حق کی پیروی کی جو ان کے رب

کی جانب سے ہے اللہ اسی طرح لوگوں سے اُن کی نظیریں بیان کرتا ہے۔

۴- جب تمھاری کافروں سے مڈبھیڑ ہوتو پہلے ان کی گردنیں اڑا دو یہاں تک کہ جب انھیں خوب قتل کر چکو تو اُن (قیدیوں) کو مضبوطی سے باندھ دو (اس کے بعد تمھیں اختیار ہے) احسان کرو یا فدیہ لو یہاں تک کہ لڑائی موقوف ہوجائے اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے خود انتقام لیتا لیکن وہ تمھیں ایک دوسرے کے ذریعے آزمانا چاہتا ہے اور جو اللہ کی راہ میں قتل کردیے گئے اللہ اُن کے اعمال کو ہرگز رائیگاں نہ کرے گا۔

۵- عن قریب اُن کی راہنمائی کرے گا اور ان کے حالات سنوار دے گا۔

۶- اور انھیں جنت میں داخل کردے گا جس سے انھیں واقف کرا چکا ہے۔

۱- اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعۡمَالَہُمۡ-

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ان کے اعمال ضائع ہوگئے۔

۲- وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ-

اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجا لائے اور جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا اس پر ایمان لائے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ جو کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوا اس پر ایمان لائے۔[۱]

وَّ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ-

اور وہی ان کے رب کی جانب سے حق ہے۔

کَفَّرَ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ وَ اَصۡلَحَ بَالَہُمۡ-

اللہ نے اُن کی برائیاں اُن سے دور کردیں اور ان کی حالت سنوار دی۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت ابوذر، سلمان، عمار اور مقداد کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے عہد شکنی نہیں کی فرمایا ''وَ اٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ'' اور جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا اس پر ایمان لائے یعنی اس ولایت پر ثابت قدم رہے جسے اللہ نے نازل فرمایا تھا ''وَّ ہُوَ الۡحَقُّ'' یعنی امیر المومنین علیہ السلام

بَالَہُمۡ یعنی ان کے احوال۔[۲]

۳- ذٰلِکَ بِاَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا اتَّبَعُوا الۡبَاطِلَ-

اس کی وجہ یہ ہے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کی۔

فرمایا یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام کے دشمنوں کا اتباع کیا تھا۔[۳]

---

(۱) ج ۲ ص ۳۰۱ (۲) و (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰۱

وَاَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ-

اور مومنین نے اس حق کی پیروی کی جو اُن کے رب کی جانب سے ہے۔

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ-

اللہ اسی طرح لوگوں سے اُن کی نظیریں بیان کرتا ہے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ سورۂ محمد میں ایک آیت ہمارے بارے میں اور ایک آیت ہمارے دشمنوں کے بارے میں ہے۔[1]

۴-فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا-

جب تمھاری کافروں سے مڈبھیڑ ہو۔یعنی جنگ میں آمنا سامنا ہو۔

فَضَرْبَ الرِّقَابِ-

تو پہلے ان کی گردنیں اڑا دو۔

یعنی ان کی گردنوں پر ایک ضرب لگاؤ۔

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ-

یہاں تک کہ جب انھیں خوب قتل کر چکو

یعنی تم نے بہت زیادہ قتل کیا اور تم سختی سے پیش آئے۔

اَثْخَنْتُمُوْهُ تخثین سے ماخوذ ہے یعنی بہت زیادہ خوں ریزی کرنا۔

فَشُدُّوا الْوَثَاقَ-

تو اُن (قیدیوں) کو مضبوطی سے باندھ دو۔

انھیں قید کرلو اور ان کی حفاظت کرو وَثَاقَ اور وِثَاقَ رسّی سے مضبوط باندھنا۔

فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً-

(اس کے بعد تمھیں اختیار ہے) احسان کرو یا فدیہ لو۔

پھر یا تو احسان کرو جیسے احسان کیا جاتا ہے یا پھر فدیہ لے کر چھوڑ دو اور قیدی بنانے کے بعد احسان کرنے اور آزاد کرنے اور فدیہ لینے کے بارے میں اختیار دیا گیا ہے۔

حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا-

یہاں تک کہ لڑائی موقوف ہوجائے۔

یعنی اپنے آلات اور وزنی چیزیں رکھ دو جن سے جنگ کی جاتی ہے جیسے ہتھیار اور گھوڑے وغیرہ یعنی جنگ

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰۱

ختم ہوگئی ہے بس یا تو ہتھیار ڈالنے والا یا وہ جس کے سامنے ہتھیار ڈالا گیا وہ باقی رہ گیا۔

کتاب کافی اور تہذیب میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میرے والد فرماتے تھے کہ جنگ کے لیے دو حکم ہیں جب جنگ ہو رہی ہو اور وہ موقوف نہ ہوئی ہو اور جنگ کرنے والے زخمی اور نڈھال ہوئے ہوں تو اس وقت جسے قیدی بنایا گیا ہو تو اس کے بارے میں امام کو اختیار ہے چاہے تو اس کی گردن اڑا دے اور چاہے تو مخالف سمت سے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے رگ کو جڑ سے کاٹے بغیر اسے چھوڑ دے کہ وہ اپنے خون میں لت پت ہو یہاں تک کہ اسے موت آجائے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے مستعار ہوتا ہے: ''اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ'' (مائدہ ۳۳)

یہ ہے اُن لوگوں کی جزا جو اللہ اور اس کے رسول سے محو کارزار ہوتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا اور دوسرا حکم یہ ہے کہ جب جنگ ختم ہوجائے اور جنگجو نڈھال ہوجائیں تو جو قیدی اس حالت میں گرفتار ہوا ہو اور ان کے سامنے ہو تو امام کو اس کے بارے میں اختیار ہے چاہے تو اس پر احسان کرے اور انھیں چھوڑ دے اور اگر چاہے تو ان کے نفوس کا فدیہ لے اور اگر چاہے تو انھیں غلام بنا لے تو وہ غلام بن جائیں گے۔(۱)

ذٰلِكَ ؕ وَلَوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ- یہ امر ایسا ہی ہے اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے انتقام لے لیتا۔

انتقام کے طور پر ان کی بیخ کنی کر دیتا۔

وَلٰكِنْ لِّیَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ- لیکن وہ تمھیں ایک دوسرے کے ذریعے آزمانا چاہتا ہے۔

اس نے تمھیں قتال کا حکم دیا ہے تاکہ مومنین کا کافرین کے ذریعے امتحان لے کہ وہ کافروں سے جہاد کریں اور ثواب عظیم کے مستحق قرار پائیں اور کافروں کو مومنین کے ذریعے آزماتا ہے کہ انھیں مسلمانوں کے ہاتھوں کچھ سزائیں دلواتا ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ کفر سے باز آجائیں۔

وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ- اور جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیے گئے۔

یعنی جہاد کیا اور ''قُتِلُوْا'' کا مفہوم ہے قتل کر دیے گئے انھیں شہید کر دیا گیا۔

فَلَنْ یُّضِلَّ- اللہ اُن کے اعمال کو ہرگز رائیگاں نہیں کرے گا۔

۵-سَیَهْدِیْهِمْ وَ یُصْلِحُ بَالَهُمْ-

عن قریب ان کی رہنمائی کرے گا اور اُن کے حالات سنوار دے گا۔

۶-وَ یُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ- اور انھیں جنت میں داخل کر دے گا جس سے انھیں واقف کرا چکا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی اس کا وعدہ کر رکھا ہے اور ان کے لیے وہ مہیا کر رکھی ہے۔(۲)

---

(۱) الکافی ج ۵ ص ۳۲ ح ۱ و تہذیب الاحکام ج ۶ ص ۱۴۳ ح ۵/۲۴۵ باب ۶۳ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝۷
وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۸
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝۹
اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝۱۰
ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝۱۱ ع ۱۱/۵
اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَ يَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَ النَّارُ
مَثْوًى لَّهُمْ ۝۱۲
وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْۤ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ
فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝۱۳
اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ اتَّبَعُوْۤا
اَهْوَآءَهُمْ ۝۱۴
مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ
مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ
عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَ لَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ
هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝۱۵

۷۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھیں ثابت قدم رکھے گا۔
۸۔ اور جنھوں نے کفر اختیار کیا تو ان کے لیے ہلاکت ہے اور ان کے تمام اعمال کو ضائع کر دیا۔
۹۔ کیوں کہ انھوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جسے اللہ نے نازل فرمایا تھا اس لیے اللہ نے ان کے اعمال

حبط کر دیے۔

۱۰۔ کیا انھوں نے زمین میں سیر نہیں کی کہ وہ دیکھ لیتے کہ اُن کا انجام کیا ہوا جو اِن سے پہلے گزر چکے ہیں اللہ نے انھیں بالکل برباد کر ڈالا اور کافروں کے لیے بھی اسی جیسے نتائج ہیں۔

۱۱۔ یہ اس لیے کہ اللہ مومنین کا مولیٰ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔

۱۲۔ یقیناً اللہ ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ بجا لانے والوں کو ایسی جنتوں میں داخل کردے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جن لوگوں نے کفر کیا تو وہ چند روزہ زندگی کے مزے لوٹ رہے ہیں اور اسی طرح کھا پی رہے ہیں جیسے چوپائے کھاتے پیتے ہیں آتش جہنم ان کا آخری ٹھکانا ہے۔

۱۳۔ اے نبی اور بہتیری بستیاں ایسی گزر چکی ہیں کو آپ کی اس بستی سے زیادہ قوت وشوکت والی تھیں جس سے آپ کو نکالا گیا ہے ہم نے انھیں ہلاک کر ڈالا ان کا کوئی مددگار نہ آیا۔

۱۴۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ جو اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل رکھتا ہو وہ اس جیسا ہوجائے جس کے برے عمل کو اس کے لیے آراستہ کر دیا گیا ہوا ور انھوں نے اپنے خواہشات نفسانی کی پیروی کی ہو۔

۱۵۔ اس جنت کی مثال جس کا وعدہ متقین سے کیا گیا ہے جس میں ایسے پانی کی نہریں رواں ہیں جس میں بُو نہیں اور ایسے دودھ کی نہریں جاری ہیں جس کا مزہ تبدیل نہیں ہوا اور شراب کی ایسی نہریں بہہ رہی ہیں جو پینے والوں کے لیے مزے دار ہے اور ایسی شہد کی نہریں موجود ہیں جو صاف و شفاف ہے اور ان کے لیے اس جنت میں ہر طرح کے پھل اور میوے ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہوگی کیا ایسے لوگ اس شخص کی مانند ہوسکتے ہیں جو دائمی طور سے جہنم میں رہیں گے اور جنھیں ایسا گرم پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔

۷-یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ-

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھیں ثابت قدم رکھے گا۔

تَنْصُرُوا اللّٰهَ سے مراد ہے یعنی تم اللہ کے دین، اللہ کے رسول اور رسول اللہ کے وصی کی مدد کرو گے۔

یَنْصُرْكُمْ تو خدا دشمنوں کے خلاف تمھاری مدد کرے گا۔

وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ اور حقوقِ اسلام کو قائم کرنے اور کفار کے ساتھ مجاہدے میں تمھارے قدموں کو ثابت رکھے گا۔

۸-وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ-

اور جنھوں نے کفر اختیار کیا تو ان کے لیے ہلاکت ہے اور (اللہ نے) ان کے تمام اعمال کو ضائع کر دیا۔

تَعْسًا کا مفہوم ہے ہلاکت، بدنصیبی، منہ کے بل گرنا۔

۹-ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ-

کیوں کہ انھوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جسے اللہ نے نازل فرمایا تھا۔

فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ-

اس لیے اللہ نے اُن کے اعمال حبط کر دیے۔

۱۰-اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ-

کیا انھوں نے زمین میں سیر نہیں کی کہ وہ دیکھ لیتے کہ ان کا انجام کیا ہوا جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں۔

دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ-

اللہ نے انھیں بالکل برباد کر ڈالا۔

تفسیر قمی میں ہے کیا انھوں نے گزشتہ امتوں کے حالات پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے انھیں ہلاک کر ڈالا اور ان پر عذاب نازل کیا۔

وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا-

اور کافروں کے لیے بھی اسی جیسے نتائج ہیں۔

۱۱-ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا-

یہ اس لیے کہ اللہ مومنین کا مولیٰ ہے۔

یعنی دشمنوں کے مقابلے میں ان کا مددگار ہے۔

تفسیر قمی میں ہے ''الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو امامت امیر المومنین پر ثابت قدم رہے۔(۱)

وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ-

اور یہ کہ کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔

کہ ان سے عذاب کو دور کر سکے۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مخالف نہیں ہے: وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ (یونس ۳۰) (اور وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا حقیقی مالک ہے) یہاں پر مولیٰ مالک کے معنیٰ میں ہے۔(۲)

۱۲-اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ-

یقیناً اللہ ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ بجا لانے والوں کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰۲ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۹۴

وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یَتَمَتَّعُوۡنَ–

اور جن لوگوں نے کفر کیا تو وہ چند روزہ زندگی کے مزے لوٹ رہے ہیں۔

یعنی دنیوی سرمائے سے فائدے حاصل کر رہے ہیں۔

وَ یَاۡکُلُوۡنَ کَمَا تَاۡکُلُ الۡاَنۡعَامُ –

اور اسی طرح کھا پی رہے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے پیتے ہیں۔

وہ حریص ہیں اور انجام سے غافل ہیں۔

وَ النَّارُ مَثۡوًی لَّہُمۡ– آتش جہنم اُن کا آخری ٹھکانا ہے۔

مَثۡوًی کے معنیٰ ہیں منزل اور جائے قیام۔

۱۳–وَ کَاَیِّنۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ ہِیَ اَشَدُّ قُوَّۃً مِّنۡ قَرۡیَتِکَ الَّتِیۡۤ اَخۡرَجَتۡکَ–

اے نبی اور بہتیری بستیاں ایسی گزر چکی ہیں جو آپ کی اس بستی سے زیادہ قوت اور شوکت والی تھیں جس سے آپ کو نکالا گیا ہے۔

اَہۡلَکۡنٰہُمۡ فَلَا نَاصِرَ لَہُمۡ–

ہم نے انھیں طرح طرح کے عذاب کے ذریعے ہلاک کر ڈالا ان کا کوئی ناصر و مددگار نہیں جو ان سے عذاب کو دور کر سکے۔

۱۴–اَفَمَنۡ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ–

کیا ایسا ممکن ہے جو اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل رکھتا ہو۔

کَمَنۡ زُیِّنَ لَہٗ سُوۡٓءُ عَمَلِہٖ وَ اتَّبَعُوۡۤا اَہۡوَآءَہُمۡ–

وہ اس جیسا ہو جائے جس کے بُرے عمل کو اس کے لیے آراستہ کر دیا گیا ہو اور انھوں نے اپنے خواہشات نفسانی کی پیروی کی ہو۔

۱۵–مَثَلُ الۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ وُعِدَ الۡمُتَّقُوۡنَ–

اس جنت کی مثال جس کا وعدہ متقین سے کیا گیا ہے۔

فِیۡہَاۤ اَنۡہٰرٌ مِّنۡ مَّآءٍ غَیۡرِ اٰسِنٍ–

جس میں ایسے پانی کی نہریں رواں ہیں جن میں بو نہیں ہے۔ جن کا مزہ تبدیل نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں بو آتی ہے۔

وَ اَنۡہٰرٌ مِّنۡ لَّبَنٍ لَّمۡ یَتَغَیَّرۡ طَعۡمُہٗ–

اور ایسے دودھ کی نہریں جاری ہیں جس کا مزہ تبدیل نہیں ہوا۔

وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ-

اور شراب کی ایسی نہریں بہہ رہی ہیں جو پینے والوں کے لیے مزے دار ہیں۔

مزے والی ہے جس سے نہ تو نفرت ہوتی ہے اور نہ ہی اس میں بدبو ہے اور نہ ہی نشے اور خمار کا فساد اور شر ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جب اللہ کا ولی اسے لیتا ہے تو اس میں مشک کی خوش بو ہوتی ہے۔[۱]

وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى-

اور ایسی شہد کی نہریں موجود ہیں جو صاف اور شفاف ہیں۔

اس میں گوند ملا ہوا نہیں ہے اور نہ ہی مکھیوں کے فضلے اس میں موجود ہیں۔

وَ لَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ-

اور اُن کے لیے اس جنت میں ہر طرح کے پھل اور میوے ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہوگی۔

كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ-

ایسے لوگ اس شخص کی مانند ہو سکتے ہیں جو دائمی طور سے جہنم میں رہیں گے۔

وَ سُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ-

اور جنھیں ایسا گرم پانی پلایا جائے گا (ان مشروبات کی جگہ)

جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا گرمی کی زیادتی کے سبب۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ شخص جو اس قسم کی جنت میں ہے جس کے اوصاف بیان کیے گئے اس شخص کی طرح نہیں ہو سکتا جو اس آتش جہنم میں ہے جس طرح دشمن خدا ولیِ خدا جیسا نہیں ہو سکتا۔[۲]

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے جنت میں شجرۂ طوبیٰ کو دیکھا جس کی جڑ سے ایک نہر جاری تھی جس سے چاروں نہریں پھوٹ رہی تھیں ''فِيْهِنَّ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ غَيْرِ اٰسِنٍ سے لے کر اللہ کے قول مُّصَفًّى'' تک۔[۳]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ جنت میں کوئی ایسا مومن نہیں ہے جس کے بہت سے باغات نہ ہوں جن درختوں پر بیلیں چڑھی ہوئی ہوں اور بغیر بیلوں کے ہوں اور نہریں ہوں گی شراب کی، پانی کی، دودھ کی اور شہد کی۔[۴]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰۳ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰۳ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۳۷

(۴) الکافی ج ۸ ص ۹۹ ح ۶۹ حدیث الجنان والنوق

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾

وَ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾

۱۶-اور اُن میں ایسے لوگ بھی ہیں جو غور سے آپ کی بات سنتے ہیں جب وہ آپ کے پاس سے روانہ ہوتے ہیں تو صاحبانِ علم سے دریافت کرتے ہیں کہ ابھی نبی نے کیا کہا تھا یہی ہیں وہ لوگ اللہ نے جن کے دلوں پر مہر لگادی ہے اور انھوں نے ہی اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کی ہے۔

۱۷- اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ نے ان کی ہدایت میں اضافہ کردیا ہے اور انھیں تقویٰ سے بہرہ مند کرتا ہے۔

۱۸- کیا یہ لوگ بس قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ ان تک اچانک آجائے اس کی علامات تو پوری ہوچکی ہیں جب وہ خود آجائے گی تو پھر نصیحت قبول کرنے کا وقت کہاں بچے گا۔

۱۶-وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ-

اور اُن میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو غور سے آپ کی بات سنتے ہیں۔

حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا-

جب وہ آپ کے پاس سے روانہ ہوتے ہیں تو صاحبانِ علم سے دریافت کرتے ہیں کہ ابھی نبی نے کیا کہا تھا؟

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو منافقین تھے اُن کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کے بارے میں جس نے کسی بات کو سنا تو اس پر ایمان نہیں لایا اور اسے یاد نہیں رکھا اور جب بزم رسالت سے باہر نکلا تو اس نے مومنین سے پوچھا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابھی کیا کہا تھا۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہوتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں وحی سے مطلّع فرماتے تھے تو اسے میں یاد کرلیتا تھا اور جو بھی

---

(۱) تفسیر قمی ۲ ص ۳۰۳

اُسے یاد رکھتا تھا ہم جب باہر نکلتے تو وہ دریافت کرتے تھے آنحضرتؐ نے ابھی کیا کہا تھا؟ ۱

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ-

یہی وہ لوگ ہیں اللہ نے جن کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور انھوں نے ہی اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کی ہے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کو دعوت دیتے تھے اللہ تعالیٰ جس کے بارے میں خیر کا ارادہ رکھتا تھا تو وہ سنتا تھا اور جان لیتا تھا کہ آنحضرتؐ نے کس امر کی طرف بلایا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کو شر پر باقی رکھنا چاہتا تھا تو اس کے دل پر مہر لگا دیتا تھا وہ نہ سنتا تھا نہ سمجھتا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول سے ثابت ہے: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ الآیۃ ۲

۱۷-وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ-

اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ نے ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیا ہے اور انھیں تقویٰ سے بہرہ مند کرتا ہے۔

۱۸-فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً-

کیا یہ لوگ بس قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ اُن تک اچانک آجائے۔

فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا-

اس کی علامات تو پوری ہو چکی ہیں۔

یعنی اس کی نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں۔

فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ-

جب وہ خود آجائے گی تو نصیحت قبول کرنے کا وقت کہاں بچے گا۔

کہ انھیں نصیحت کی جائے جو اس وقت فائدے مند نہ ہوگی اور ان کے لیے اس کی فرصت بھی نہ ہوگی۔

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب لوگوں کا ستاروں پر ایمان ہوگا اور وہ قضا وقدر کا انکار کر دیں گے۔ ۳

کتاب علل الشرائع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن سلام کے سوالوں کے جوابات دیتے ہوئے فرمایا جہاں تک قیامت کی علامات کا تعلق ہے تو ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب تک جمع کر دے گی۔ ۴

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی علامت میں سے یہ ہے کہ فالج اور اچانک موت عام ہو جائے گی۔ ۵

---

(۱) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۰۲ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰۳ (۳) الخصال ص ۶۲ ح ۸۷ باب ۲

(۴) علل الشرائع ص ۹۴-۹۵ ح ۳ باب ۸۵ (۵) الکافی ج ۳ ص ۲۶۱ ح ۳۹

کتاب روضۃ الواعظین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ قیامت کی علامات میں سے ہے کہ علم اُٹھ جائے گا، جہالت ظاہر ہوجائے گی، شراب نوشی عام ہوگی، زنا کا بازار گرم ہوگا، مردوں کی تعداد کم ہوگی، عورتیں بکثرت ہوں گی یہاں تک پچاس عورتوں میں صرف ایک مرد ہوگا۔[1]

تفسیر قمی میں ابن عباس سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں شرکت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باب کعبہ کے حلقے کو تھاما پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کو قیامت کی علامتیں بتلاؤں اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں میں سب سے زیادہ نزدیک حضرت سلمان تھے انھوں نے کہا بے شک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آنحضرتؐ نے فرمایا قیامت کی علامات میں سے ہے نمازوں کا ضائع کرنا، خواہشات نفسانی کی پیروی کرنا، خواہشات کا اسیر ہونا، مال داروں کی تعظیم کرنا، دین کو دنیا کے عوض بیچ دینا ایسے وقت میں مومن کا دل اندر ہی اندر پگھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے کہ وہ مُنکر (خلاف عقل باتیں) کو دیکھے گا مگر اسے تبدیل نہ کرسکے گا۔

سلمان نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ایسا ہوکر رہے گا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں اے سلمان جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم قیامت کے قریب امراء ستم گر ہوں گے، وزراء فاسق ہوں گے، عرفاء ظالم ہوں گے اور اُمناء (امین لوگ) خیانت کار ہوں گے۔

سلمان نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ایسا ہوکر رہے گا؟

تو آنحضرت نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ قیامت کے قریب مُنکر معروف ہوجائے گا اور معروف منکر بن جائے گا، خائن امانت دار ہوگا اور امین خیانت کار ہوجائے گا کاذب سچا ہوگا اور صادق جھوٹا بن جائے گا۔

سلمان نے استفسار کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ایسا ہوگا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں سلمان اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس کے قریب عورتوں کی حکومت ہوگی کنیزوں سے مشاورت ہوگی، منبروں پر بچّے بیٹھیں گے اور جھوٹ ظرافت (عیاری و چالاکی) بن جائے گا اور زکوٰۃ جُرمانہ بن جائے گی اور فَے (بطور غنیمت حاصل کیا ہوا مال) مالِ غنیمت ہوگا لوگ اپنے والدین پر ظلم ڈھائیں گے، زیادتی کریں گے اور اس کے دوست کے ساتھ نیکی کا برتاؤ ہوگا اور دم دار ستارہ طلوع ہوگا۔

سلمان نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ایسا ہوکر رہے گا؟

---

(۱) روضۃ الواعظین ص ۴۸۵ مجلس فی ذکر اشراط الساعۃ

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے قبضے میں میری جان ہے اس کی قسم قرب قیامت کے وقت عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ تجارت میں شریک ہوں گی اور بارش کی کمی ہوگی، صاحب شرف لوگ فنا ہوجائیں گے اور تنگ دست شخص بہت حقیر ہوگا قرب قیامت کے وقت بازار بہت نزدیک نزدیک ہوں گے اور یہ کہہ رہا ہوگا کہ میں نے کچھ نہیں بیچا اور یہ دوسرا کہہ رہا ہوگا میں تو فائدہ بالکل نہیں لے رہا ہوں تم نہیں دیکھو گے مگر ہر شخص کو اللہ کی پناہ حاصل کرتے ہوئے دیکھو گے۔

سلمان دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ایسا ہوگا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے قبضے میں میری جان ہے اس کی قسم قیامت کے قریب ان کے پڑوس میں ایسی قومیں ہوں گی اگر ان سے ہم کلام ہوا جائے تو وہ قتل کردیں گے اور اگر چپ رہا جائے تو وہ اپنے لیے مباح کرلیں گے تاکہ بطورِ مال غنیمت وہ انھیں خود کے لیے مخصوص کرلیں اور اُن کی حُرمت کو پامال کردیں اور ان کا خون بہادیں اور ان کے دلوں کو آلام ومصائب اور رعب وداب سے بھر دیں تم انھیں نہیں دیکھو گے مگر ڈرا ہوا خوف زدہ دھمکایا ہوا اور تھکا ہوا۔

سلمان نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ایسا ہوکر رہے گا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے سلمان جس کے قبضے میں میری جان ہے اس کی قسم کہ یقیناً قیامت کے قریب کوئی شے مشرق سے اور کوئی شے مغرب سے لائی جائے گی اور میری امّت کو آزمایا جائے گا فرمایا ان میں سے میری امّت کے کمزور لوگوں پر افسوس ہو ویل ہو ان کے لیے اللہ کی جانب سے جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتے اور بڑوں کی توقیر نہیں کرتے اور گناہ گاروں سے اچھا سلوک نہیں کرتے ان کے جثّے آدمیوں کے جثّے ہیں اور ان کے دل شیاطین کے دل ہیں۔

سلمان نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ایسا ہوگا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے سلمان جس کے قبضے میں میری جان ہے اس کی قسم قرب قیامت کے وقت مرد، مردوں کے لیے کافی ہوں گے اور عورتیں، عورتوں کے لیے کافی ہوں گی لڑکوں کے لیے اسی طرح غیرت دلائی جائے گی جس طرح لڑکی کے لیے اس کے گھر میں غیرت دلائی جاتی ہے اور مرد عورتوں کی مشابہت اختیار کریں گے اور عورتیں مردوں کے مشابہ نظر آئیں گی اور عورتیں گھوڑوں پر سواری کریں گی میری امت کی ایسی عورتوں پر خدا کی لعنت ہو۔

سلمان نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ایسا ہوگا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں سلمان اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے ہاں قیامت کے نزدیک میری امّت کے مرد حضرات سونے سے لدے پھندے ہوں گے اور حریر ودیبا کے لباس زیب تن کریں

گے اور چیتوں کی کھال کے لباس تیار کریں گے۔

سلمان نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ایسا ہوگا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت کے نزدیک سود ظاہر ہوگا ادھار پر چیز کو خریدنا پھر منفعت کے ساتھ اسے نقد فروخت کرنا اور رشوت ستانی، دین پستی میں ہوگا اور دنیا بلندی پر ہوگی۔

سلمان نے کہا کیا ایسا ہوگا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے قبضے میں میری جان ہے اے سلمان قیامت کے نزدیک طلاق بکثرت ہوگی، اللہ کے لیے حد قائم نہیں کی جائے گی اور وہ اللہ کو ہرگز نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔

سلمان نے پوچھا کیا ایسا ہوگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس ہستی کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اے سلمان قیامت کے نزدیک گانے بجانے والی عورتیں ظاہر ہوں گی اور میری امّت کے برے لوگ ان کے پیچھے پیچھے ہوں گے۔

سلمان نے کہا کیا ایسا ہوگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟

فرمایا ہاں جس کے قبضے میں میری جان ہے اے سلمان قیامت کے نزدیک میری امت کے ثروت مند تفریح کے لیے حج کریں گے اور درمیانی طبقے کے لوگ تجارت کے لیے حج کریں گے اور محتاج ریاکاری کے لیے حج کریں گے اور شہرت کے لیے اور قیامت کے نزدیک ایسے افراد ہوں گے جو غیر خدا کے لیے قرآن کی تعلیم حاصل کریں گے اور اسے مزامیر (گانا بجانا، بانسری کی آواز) بنالیں گے اور ایسے بھی لوگ ہوں گے جو غیر اللہ کے لیے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کریں گے اولادِ زنا کی کثرت ہوگی وہ قرآن کو گانے کی طرز میں پڑھیں گے اور دنیا کے گن گائیں گے۔

سلمان نے کہا کیا ایسا ہوکر رہے گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟

آنحضرتؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ اس وقت ہوگا جب مَحارم (جن سے پردہ نہیں ہے) کی بے آبروئی ہوگی اور گناہوں کی کمائی ہوگی اور بدترین لوگ نیکوکاروں پر غالب آجائیں گے، جھوٹ عام ہوجائے گا اور ضد اور جھگڑا ظاہر ہوجائے گا اور فاقہ فاش ہوجائے گا لوگ کپڑوں کے معاملے میں ایک دوسرے سے فخر ومباہات کریں گے اور موسم برسات کے بغیر برسات ہوگی اور وہ لوگ چوسر باجا اور ساز کو اچھا سمجھیں گے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو معیوب جانیں گے۔ یہاں تک کہ اس زمانے میں مومن کنیز سے بھی زیادہ ذلیل وخوار ہوگا اور ان کے قاری اور عبادت گزار ایک دوسرے پر لعنت ملامت کرتے ہوئے ظاہر ہوں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو آسمانوں کی ملکوت میں نجس ترین اور پلید لوگوں کو دعوت دے رہے ہوں گے۔

سلمان نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ایسا ہوگا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے سلمان جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت کے نزدیک کسی دولت مند کو کسی فقیر سے کوئی خوف نہیں ہوگا یہاں تک کہ سائل دو جملوں کے درمیان لوگوں سے سوال کرے گا تو وہ کسی کو نہ پائے گا جو اس کے ہاتھ میں کوئی چیز رکھ دے۔

سلمان نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ایسا ہوگا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت کے نزدیک (روبیضہ) ایک معمولی اور حقیر فرد گفتگو کرے گا۔

سلمان نے دریافت کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''روبیضہ'' کیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عام لوگوں کے معاملات میں وہ شخص گفتگو کرے گا جس نے کبھی گفتگو نہیں کی ہوگی ابھی کچھ ہی دیر گزرے گی کہ زمین بیل جیسی آواز نکالے گی ہر شخص یہ سمجھے گا کہ یہ اُن کے پڑوس سے آواز آرہی ہے تو وہ ٹھہرے رہیں گے جب تک اللہ چاہے گا پھر وہ اپنے اپنے ٹھکانوں میں ہوں گے تو زمین اُن کے لیے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو نکال کر باہر ڈال دے گی فرمایا یعنی سونا چاندی پھر آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ سے ستونوں کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس کی مانند لیکن اس روز سونا اور چاندی کسی کام نہ آئے گا یہی مفہوم ہے اللہ کے اس قول ''فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا'' کا۔[1]

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰۳۔۳۰۷

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ ع ۲
وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ
ذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ
الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾ ۚ
طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾ ۚ
فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾
اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ
سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۖۚ
وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾

۱۹-جان لو کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور اے نبی آپ اپنے اور مومنین و مومنات کے گناہوں کی ہم سے مغفرت طلب کیجیے اور اللہ تمھاری آمدورفت اور ٹھکانوں سے اچھی طرح واقف ہے۔

۲۰- اور مومنین یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ (جہاد کی) کوئی سورت کیوں نہیں نازل ہوتی اور جب ایک محکم سورت نازل کردی گئی جس میں جہاد کا ذکر تھا تو اے نبی آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھ رہے ہوں گے جیسے کسی پر موت چھا گئی ہو چناں چہ ان کے لیے تباہی ہے۔

۲۱- اطاعت اور اچھی اچھی باتیں پس جب معاملہ فیصلہ کن ہوجائے تو اگر وہ اللہ سے سچے نکلتے تو یہی ان کے حق میں بہتر ہوتا۔

۲۲- کیا تم سے اس کے علاوہ کوئی اور توقع کی جاتی ہے کہ اگر تم صاحبِ اقتدار بن جاؤ تو زمین میں فساد برپا کرو اور رشتہ ناطہ توڑ ڈالو۔

۲۳- یہی ہیں وہ لوگ اللہ نے جن پر لعنت کی ہے انھیں بہرا بنا دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔

۲۴- انھیں کیا ہو گیا ہے یہ قرآن میں تدبر کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔

۲۵- بے شک جو لوگ اپنے پچھلے پیروں پر پلٹ گئے جب کہ ان کے لیے راہ ہدایت واضح ہو چکی تھی شیطان نے انھیں ورغلایا اور انھیں خوب ڈھیل دے دی۔

۲۶- یہ اس لیے ہوا کہ انھوں نے اللہ کے نازل کردہ دین کو ناپسند کرنے والوں سے کہہ دیا کہ ہم بعض معاملات میں تمھاری بات مانیں گے اور اللہ ان کے رازوں سے اچھی طرح واقف ہے۔

۱۹-فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ-

جان لو! کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ-

اور اے نبی آپ اپنے لیے مغفرت طلب کیجیے۔

یعنی اے نبی جب آپ نے مومنین کی سعادت اور کافرین کی شقاوت (بدبختی) کو جان لیا تو آپ کو وحدانیت اور تکمیل نفس کا جو علم ہے آپ اس پر ثابت قدم رہیے اس کے احوال کی اصلاح کے ذریعے اور افعال کی درستی کے ساتھ اور اپنے نفس کو مطیع بنا کر گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہوئے۔

وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ-

اور مومنین و مومنات کے لیے مغفرت طلب کیجیے۔

ان کے حق میں دعا کر کے ان کے گناہوں کی مغفرت طلب کیجیے اور ایسے امور انجام دیجیے جو اُن کی مغفرت کا سبب بن جائیں۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ-

اور اللہ تمھاری آمد و رفت سے واقف ہے یعنی دنیا میں تمھاری آمد و رفت دنیا کے وہ مراحل ہیں جن کا طے کرنا لازمی ہوتا ہے۔

وَمَثْوٰىكُمْ-

اور وہ آخرت میں تمھارے ٹھکانوں کو جانتا ہے۔

اس لیے کہ وہ تمھاری جائے قیام ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''استغفار'' (مغفرت طلب کرنا) اور ''لا الہ الا اللہ'' کا قول بہترین عبادت ہے اللہ جو عزیز و جبّار ہے اس نے فرمایا ہے:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ۔ [1]

۲۰-وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ-

اور مومنین یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ (جہاد) کی کوئی سورت کیوں نہیں نازل ہوئی۔

یعنی جہاد کے معاملات سے تعلق رکھنے والی کوئی سورت کیوں نہیں نازل ہوئی۔

فَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ-

اور جب ایک محکم سورت نازل کردی گئی۔

بالکل واضح جس میں کسی قسم کی متشابہ چیز نہ تھی۔

وَّ ذُكِرَ فِیْهَا الْقِتَالُ-

جس میں جہاد کا ذکر کیا گیا تھا یعنی قتال کا حکم دیا گیا تھا۔

رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ-

تو اے نبی آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے جن کے دلوں میں بیماری ہے۔

یَّنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ-

وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت چھا گئی ہو بزدلی اور خوف وخطر کے باعث۔

فَاَوْلٰى لَهُمْ-

چناں چہ ان کے لیے تباہی ہے۔

۲۱-طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ-

اطاعت اور اچھی اچھی باتیں ان کے لیے بہتر ہیں۔

فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ-

پس جب معاملہ فیصلہ کن ہوجائے یعنی امر مستحکم ہوجائے۔

اصحاب الامر کے عزم کو امر کی طرف بطورِ مجاز نسبت دی ہے اور اس کا جواب محذوف ہے۔

فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ- تو اگر وہ اللہ سے سچّے نکلتے جیسا کہ وہ گمان کررہے تھے جہاد پر حرص کرتے ہوئے۔

لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ- تو وہ سچ اُن کے حق میں بہتر ہوتا۔

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۵۰۵ ح ۶ باب الاستغفار

۲۲-فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ-

کیا تم سے اس کے علاوہ کوئی توقع کی جاتی ہے کہ اگر تم صاحبِ اقتدار بن جاؤ یعنی تم لوگوں کے امور کو اپنے ہاتھ میں لے لو اور اُن کے حاکم بن جاؤ یا تم روگردانی کرو اور اسلام سے برگشتہ ہوجاؤ۔

اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ-

تو زمین میں فساد برپا کرو اور رشتہ ناطہ توڑ ڈالو۔

تم متولی ہونے کے لیے باہم جھگڑا کرو اور اس کے لیے کھینچ تان کرو یا تم جاہلیت میں جس مسلک پر تھے اس پر واپس چلے جاؤ رشتہ داروں سے لڑ جھگڑ کر اور لوٹ مار کر کے مفہوم یہ ہے کہ دین میں کمزوری کے سبب اور دنیا کے حریص ہونے کی وجہ سے وہ حق دار ہیں کہ ان کے حال سے جو واقف ہے وہ اُن لوگوں سے اس بات کی توقع کرے اور اُن سے کہے ''فَهَلْ عَسَيْتُمْ''

کتاب کافی اور تفسیر قمی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت بنوامیہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(۱)

۲۳-اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ-

یہی وہ لوگ ہیں اللہ نے جن پر لعنت کی ہے۔

فَاَصَمَّهُمْ-

انھیں حق کی بات سننے سے بہرا بنا دیا ہے۔

وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ-

اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے اس لیے وہ اللہ کے راستے کی ہدایت نہیں پا رہے ہیں۔

۲۴-اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا-

انھیں کیا ہوگیا ہے یہ قرآن میں تدبّر کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق اور امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد ہے کہ انھیں کیا ہوگیا یہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے تاکہ ان کے ذمے جو حق ہے وہ اسے ادا کر دیں۔(۲)

یا ان کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں کہ نصیحت اُس تک رسائی حاصل نہیں کر رہی ہے اور امر اس پر منکشف نہیں ہو رہا ہے اور دلوں کی طرف قفل کی نسبت اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ ایسے تالے لگے ہیں جو اس سے مناسبت رکھتے ہیں اسی کے لیے مخصوص ہیں یہ ان تالوں کی طرح نہیں ہیں جنھیں ہم معمولاً استعمال کرتے ہیں۔

کتاب محاسن میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ تمھارے لیے دل اور سماعتیں ہیں اور اللہ جب

---

(۱) الکافی ج ۸ ص ۲۳۹ ح ۳۲۵ (۲) تفسیر مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۰۴

کسی بندے کی ہدایت کرنا چاہتا ہے تو اس کے قلب کی سماعتوں کو کھول دیتا ہے اور اگر اس کے علاوہ کسی اور چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل کی سماعتوں پر مہر لگا دیتا ہے جو کبھی بھی اصلاح نہیں پاسکتا اور یہ بات اللہ کے قول سے واضح ہے اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔[۱]

۲۵-اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ-

بے شک جو لوگ اپنے پچھلے پیروں پر پلٹ گئے۔

جس پر وہ حالت کفر میں تھے۔

مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَی-

جب کہ اُن کے لیے راہ ہدایت واضح ہو چکی تھی۔

الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَاَمْلٰی لَهُمْ-

شیطان نے انھیں ورغلایا اور انھیں خوب ڈھیل دے دی۔

اَمْلٰی لَهُمْ کا مفہوم ہے کہا گیا ہے ان کی آرزوؤں اور تمناؤں کو پھیلا دیا۔[۲]

اور اس کے دیگر مفاہیم بھی ہیں جو بیان کیے جائیں گے۔

وَاَمْلٰی لَهُمْ یعنی انا اَمْلٰی لَهُمْ میں نے انھیں مہلت دی ہے۔

۲۶-ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ-

یہ اس لیے ہوا کہ انھوں نے اللہ کے نازل کردہ دین کو ناپسند کرنے والوں سے کہہ دیا۔

سَنُطِیْعُكُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ-

ہم بعض معاملات میں تمھاری بات مانیں گے۔

وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ-

اور اللہ اُن کے رازوں سے اچھی طرح واقف ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں صادقین علیہما السلام سے مروی ہے کہ یہ بنی امیّہ کے افراد تھے اللہ تعالیٰ نے ولایت علی کے بارے میں جو کچھ نازل فرمایا تھا اُسے انھوں نے ناپسند کیا۔[۳]

---

(۱) المحاسن ج ۱ ص ۳۱۹ ح ۶۳۳/۳۵ باب ۳ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ۲ ص ۳۹۶-۳۹۷

(۳) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۰۵

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ ع
اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾
وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾
وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَ نَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾
فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖۚ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۚ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾
اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَ لَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾
اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾

۲۷-اس وقت کیا حال ہوگا جب فرشتے اُن کی جان نکالیں گے وہ اُن کے منہ اور پشت پر مارتے ہوئے انھیں لے جائیں گے۔

۲۸-اس وجہ سے کہ انھوں نے اُن باتوں کی پیروی کی جو خدا کو ناراض کرنے والی ہیں اور اس کی مرضی کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال حبط کر دیے۔

۲۹-جن کے دلوں میں بیماری ہے کیا انھوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اللہ ان کے دل کے کینوں کو کبھی ظاہر نہ کرے گا۔

۳۰- اور اگر ہم چاہتے تو انھیں آپ کو دکھلا دیتے اور آپ انھیں چہروں سے پہچان لیتے مگر ان کے طرز کلام سے آپ انھیں پہچان جائیں گے اور اللہ تم سب کے اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے۔

۳۱- ہم ضرور بالضرور تمھیں آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ ہم معلوم کرلیں کہ تم میں مجاہدین اور ثابت قدم رہنے والے کون لوگ ہیں اور ہم تمھارے احوال کا بھی امتحان لے لیں۔

۳۲-بے شک جو لوگ کافر ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جنھوں نے ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد رسول سے جھگڑا کیا وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے عن قریب ان کے اعمال کو حبط کردیا جائے گا۔

۳۳-اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

۳۴- بے شک جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کیں پھر وہ حالتِ کفر میں مر گئے تو اللہ ہرگز ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔

۳۵-تم ہمّت نہ ہارو اور دشمن کو صلح کی دعوت نہ دو تم ہی سربلند ہو اور اللہ تمھارے ساتھ ہے اور وہ تمھارے اعمال کو ہرگز رائیگاں نہیں جانے دے گا۔

۳۶- بلاشبہ حیاتِ دُنیوی کھیل کود اور تماشا ہے اگر تم باایمان رہو اور متقی بنے رہو تو اللہ تمھیں تمھارے اجر دے گا اور تم سے تمام اموال طلب نہ کرے گا۔

۳۷- اگر وہ تم سے مانگے اور سب کا سب تم سے طلب کرلے تو تم بخل سے کام لو گے اور وہ تمھارے کینوں کو باہر نکال لائے گا۔

۲۷-فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ-

اس وقت کیا حال ہوگا جب فرشتے اُن کی جان نکالیں گے۔

وہ کیسے عمل کریں گے اور اس وقت کون سی تدبیر کریں گے۔

يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ-

وہ ان کے منہ اور پشت پر مارتے ہوئے انھیں لے جائیں گے۔

۲۸-ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ-

اس وجہ سے کہ انھوں نے اُن باتوں کی پیروی کی جو خدا کو ناراض کرنے والی ہیں۔

وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ-

اور اس کی مرضی کو ناپسند کیا۔

فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ-

اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال حبط کر لیے۔

کتاب روضۃ الواعظین میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ لوگوں نے علی علیہ السلام کو ناپسند کیا جب کہ اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر، غزوہ حُنین کے موقع پر بطن نخلہ میں یوم ترویہ اور یوم عرفہ کو علی علیہ السلام کی ولایت کا حکم دیا اور اس بارے میں پندرہ آیتیں نازل ہوئی اس حج میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد حرام سے روک دیا گیا اور جُحفہ میں اور خُم میں۔[1]

۲۹-اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ-

جن کے دلوں میں بیماری ہے کیا انھوں نے یہ سمجھ رکھا ہے۔

اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ-

کہ اللہ اُن کے دل کے کینوں کو کبھی ظاہر نہ کرے گا۔

یعنی اللہ اپنے رسول اور مومنین کے لیے ان کے کینوں کو ہرگز ظاہر نہ کرے گا۔

۳۰-وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ-

اور اگر ہم چاہتے تو انھیں آپ کو دکھلا دیتے۔

ہم انھیں ایسے دلائل سے پہچنواتے کہ آپ انھیں حقیقت میں جان لیتے۔

فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ-

آپ انھیں چہروں سے پہچان لیتے۔

ان علامتوں سے جو اُن پر لگا دیتے۔

وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ-

مگر آپ انھیں ان کے طرز کلام سے پہچان جائیں گے۔

گفتگو کے اسلوب سے اور کسی ایک طرف اس کے جھکاؤ سے اس جملے میں تعریض اور تور یہ ہے۔

کتاب امالی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے چار کلمات کہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آیات نازل کر کے میری تصدیق کر دی میں نے کہا: المرءُ مخبوء تحت لِسَانه فاذا تکلّم ظَهَرَ انسان اپنی زبان کے پیچھے چھپا ہوا ہے جب وہ بولتا ہے تو ظاہر ہو جاتا ہے۔

---

(۱) روضۃ الواعظین ص ۱۰۶

تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ۔ [۱]

تفسیر مجمع البیان میں ابوسعید خدری سے مروی ہے فرمایا ''لَحْن القول'' ان کا علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے بغض ہے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں منافقین کی شناخت ان کے بغضِ علی بن ابی طالب سے کیا کرتے تھے فرمایا کہ ایسی ہی روایت جابر بن عبداللہ انصاری سے اور عبادہ بن صامت سے ہے انھوں نے کہا کہ ہم اپنی اولاد کا تجربہ حُبّ علی ابن ابی طالب کے ذریعے سے کیا کرتے تھے اگر ہم یہ دیکھتے کہ اُن میں سے کوئی علی علیہ السلام سے محبت نہیں کرتا تو ہم جان لیتے تھے کہ وہ صحیح راستے پر نہیں ہے اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کوئی منافق پوشیدہ نہ رہ سکا۔ [۲]

وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ۔

اور اللہ تم سب کے اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے۔

وہ تمھارے قصد و ارادے کی بنیاد پر اس کی جزا دے گا اس لیے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔

۳۱-وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ۔

ہم ضرور بالضرور تمھیں آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ ہم معلوم کرلیں کہ تم میں مجاہدین اور ثابت قدم رہنے والے کون لوگ ہیں ہم جہاد کا حکم دے کر اور تمام مشقت سے بھرپور تکلیفوں کے ذریعے تمھارا امتحان لیں گے تاکہ جان لیں کہ ان مشقتوں پر صبر کرنے والے کون لوگ ہیں۔

وَ نَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ۔

اور ہم تمھارے احوال کا بھی امتحان لیں گے۔

یعنی تمھارے ایمان کا اور مومنین سے موالات کا صدق و کذب سے متعلق۔

۳۲-اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

بے شک جو لوگ کافر ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی امیر المومنین علیہ السلام سے۔ [۳]

وَ شَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى۔

اور جنھوں نے ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد رسول سے جھگڑا کیا۔

انھوں نے اہل بیتؑ کے بارے میں آنحضرتؐ سے تعلقات منقطع کردیے جب کہ وہ اس سے پہلے ان سے اہل بیت کے لیے عہد و پیمان لے چکے تھے۔

---

(۱) امالی شیخ طوسی ص ۴۹۴ ح ۱۰۸۲/۵۲ (۲) تفسیر مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۰۶

(۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰۹

لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا-

وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

اپنے کفر سے اور رکاوٹ ڈال کر۔

وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ-

اور عن قریب ان کے اعمال کو حبط کر دیا جائے گا۔

۳۳-يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ-

اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

کتاب ثواب الاعمال میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جس نے ''سبحان اللہ'' کہا تو اللہ اس کی وجہ سے اُس شخص کے لیے جنت میں ایک درخت لگا دے گا۔

اور جس نے کہا: ''الحمد للہ'' تو اللہ اس کی وجہ سے جنت میں ایک درخت اگا دے گا

اور جس نے کہا: لا الٰہ الا اللہ تو اللہ اس کی وجہ سے اس کے لیے جنت میں ایک درخت پیدا کر دے گا۔

اور جس نے کہا ''اللہ اکبر'' تو اللہ اس کہنے کے سبب اس کے لیے جنت میں ایک درخت ظاہر کر دے گا۔

تو قریش کے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لیے جنت میں بہت سے درخت ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں یقیناً لیکن خبردار اس تک اپنی آگ نہ بھیج دینا جو ان درختوں کو جلا کر خاکستر کر دے۔

اس لیے کہ خداوند عالم فرما رہا ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ-[1]

۳۴-اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ-

بے شک جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کیں۔

ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ- تو پھر وہ حالتِ کفر میں مر گئے۔

فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ- تو اللہ ہرگز اُن کی مغفرت نہیں کرے گا۔

۳۵-فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۚ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ-

تم ہمّت نہ ہارو، اور دشمن کو صلح کی دعوت نہ دو، تم ہی سربلند ہو۔

لَا تَهِنُوْا کا مفہوم ہے تم ہمّت نہ ہارو کمزوری محسوس نہ کرو۔

وَتَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ اور تم ذلّت وخواری کے ساتھ صلح کی دعوت نہ دو۔

اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ تم ہی غالب رہو گے۔

---

(۱) ثواب الاعمال ص ۱۱ ح ۳

وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ-

اور اللہ تمھارے ساتھ ہے اور وہ تمھارے اعمال کو ہرگز رائیگاں نہیں جانے دے گا وہ تمھارے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں جانے دے گا یہ لفظ ''وَتَرتَ الرجلَ'' سے نکلا ہے جب تم اس کے کسی قریبی یا رشتہ دار جس کا اس سے تعلق ہو اسے قتل کردو اور اسے تنہا کردو۔ اس سے تشبیہ دی ہے عمل کے ثواب کے معطل ہوجانے اور الگ تھلگ ہوجانے کو۔

۳۶-اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ-

بلاشبہ حیاتِ دنیوی کھیل کود اور تماشا ہے۔

جس کے لیے کوئی ثبات اور قرار نہیں ہے۔

وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ-

اور اگر تم باایمان رہو اور متقی بنے رہو تو اللہ تمھیں اجر دے گا۔

یعنی تمھارے ایمان کا ثواب اور تمھارے تقویٰ کا ثواب۔

وَ لَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ-

اور تم سے تمام اموال طلب نہ کرے گا۔

یعنی تم سے پورے اور مکمل مال کا مطالبہ نہ کرے گا بلکہ تھوڑے سے حصّے ہی پر اکتفا کرلے گا۔

عُشر، نصف عُشر اور عُشر کا ایک چوتھائی۔

۳۷-اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ-

اگر وہ تم سے مانگے اور سب کا سب تم سے طلب کرلے۔

تَبْخَلُوْا وَ يُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ-

تو تم بخل سے کام لوگے اور وہ تمھارے کینوں کو باہر نکال لائے گا۔

تَبْخَلُوْا کے معنی ہیں تم عطا نہیں کروگے۔

يُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ تفسیر قمی میں ہے فرمایا اس عداوت کو باہر نکال کر لائے گا جو تمھارے سینوں کے اندر چھپی ہوئی ہے۔[۱]

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰۹

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾ ع ۴ ۱۰ ۸

۳۸۔تم ہی وہ لوگ ہو جنھیں بلایا جاتا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو تم میں سے کچھ لوگ بخل سے کام لیتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے تو وہ خود اپنے آپ سے بخل کر رہا ہے اللہ تو غنی ہے اور تم سب کے سب محتاج ہو اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تمھاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا جو تمھاری طرح نہ ہوں گے۔

۳۸-هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ-

تم ہی وہ لوگ ہو جنھیں بلایا جاتا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

کہا گیا ہے یعنی تم لوگ جن سے خطاب کیا گیا ہے وہ موصوفین (جن کے اوصاف بیان کیے گئے) ہیں۔(۱)

تفسیر قمی میں ہے کہ اس کا مفہوم ہے کہ اے لوگو! تم لوگ۔(۲)

لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے تمام اخراجات مراد ہیں خواہ غزوات کے اخراجات ہوں اور زکوٰۃ وغیرہ۔

فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ- تم میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو بخل سے کام لیتے ہیں۔

وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ-

اور جو بخل کرتا ہے وہ خود اپنے آپ سے بخل کرتا ہے۔

اس لیے کہ انفاق (خرچ کرنے) کا فائدہ اور روک لینے کا نقصان دونوں اسی کی طرف پلٹتے ہیں۔

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ- اللہ تو غنی ہے اور تم سب کے سب محتاج ہو۔

اللہ جس بات کا تمھیں حکم دے رہا ہے اس سے تمھاری ضرورت وابستہ ہے اگر تم نے حکم کو مان لیا تو اس کا فائدہ تم کو ہی پہنچے گا اور اگر تم نے منہ موڑ لیا تو ان کا نقصان بھی تم خود اٹھاؤ گے۔

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا- اور اگر تم منہ موڑو گے۔

اور جملہ عطف ہے ''وَاِنْ تَتَوَلَّوْا'' پر۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی ولایت علیؑ سے روگردانی کرو گے۔(۳)

يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ- تو اللہ تمھاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا۔

یعنی تمھاری جگہ پر کوئی دوسری قوم آجائے گی۔

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۳۹۸ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰۹ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰۹

تفسیر قمی میں ہے فرمایا وہ انھیں اس معاملے میں داخل کردے گا۔[۱]

ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ۔ جو تمھاری طرح نہ ہوں گے۔

فرمایا جو تمھاری مانند نہ ہوں گے دشمنی میں مخالفت میں اور آل محمد صلوات اللہ علیہم پر ظلم کرنے میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے میرے نزدیک اس سے مراد آزاد کردہ غلاموں کے بیٹے ہیں۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اے عرب کے لوگو اگر تم نے روگردانی کی تو وہ تمھاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا یعنی مَوَالی آزاد کردہ غلام، دوست احباب چاہنے والے، محبت کرنے والے۔[۳]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا خدا کی قسم اللہ ان سے بہتر افراد میں تبدیل کردے گا یعنی مَوَالی۔[۴]

نوٹ از مترجم: لفظ موالی کے مختلف معانی ہیں یہ مولیٰ کی جمع ہے آقا، آزاد کردہ غلام۔غلام کا آزاد کرنے والا، مددگار، انعام دینے والا، جسے انعام دیا جائے، ساتھی، دوست، محبت کرنے والا، شریک، چچا، بھتیجا، پڑوسی، مہمان، داماد، رشتہ دار، حلیف، پیرَو، قاضی۔

مجمع البیان میں روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کچھ لوگوں نے کہا یہ کون لوگ ہیں اللہ نے اپنی کتاب میں جن کا ذکر فرمایا ہے اس وقت سلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں موجود تھے۔ آنحضرتؐ نے اپنا ہاتھ سلمان کی ران پر مارا اور فرمایا یہ اور اس کی قوم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس کی قسم اگر ایمان ثریا ستارے پر آویزاں ہوتا تو فارس کے رجال اسے وہاں سے لے آتے۔[۵]

کتاب ثواب الاعمال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو بھی سورہ ''اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا'' پڑھے گا تو وہ کبھی بھی ہلاکت کو نہیں دیکھے گا اور ہرگز اس کے دین میں شک داخل نہیں ہوگا اور اللہ اسے کبھی بھی فقر میں مبتلا نہیں کرے گا اور اسے بادشاہ کا ذرا سا بھی خوف باقی نہ رہے گا اور وہ ہمیشہ مرتے دم تک شک اور کفر سے محفوظ رہے گا جب وہ مرے گا تو اللہ اس کی قبر پر ہزار فرشتوں کو مقرر فرما دے گا جو اس کی قبر میں نماز پڑھیں گے اور ان کی نمازوں کا ثواب اُسے ملے گا اور وہ تمام فرشتے اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائے امن پر ٹھہرا دیں گے اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کی امان میں رہے گا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امان میں رہے گا۔[۶]

تفسیر مجمع البیان میں ایسی ہی روایت ذرا سے فرق کے ساتھ ہے۔[۷]

اور امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ ہمارے حالات اور ہمارے دشمنوں کے احوال سے واقفیت حاصل کرے اسے چاہیے کہ وہ سورۂ محمد کو پڑھے وہ اس سورے میں ایک آیت ہمارے بارے میں اور ایک آیت اُن کے بارے میں دیکھے گا۔[۸]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰۹ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰۹
(۳) و (۴) و (۵) مجمع البیان ج ۹–۱۰ ص ۱۸۸ (۶) ثواب الاعمال ص ۱۱۴–۱۱۵
(۷) مجمع البیان ج ۹–۱۰ ص ۹۵ (۸) مجمع البیان ج ۹–۱۰ ص ۹۵

سورۂ الفتح

سورۂ فتح مدینہ منورہ میں نازل ہوا اور اس سورے میں آیتوں کی تعداد ۲۹ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ۙ﴿۱﴾

بڑے مہربان، نہایت مشفق اللہ کے نام سے۔

۱- بے شک ہم نے آپ کو فتح مبین عطا کی ہے۔

۱- اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا-

بے شک ہم نے آپ کو فتح مبین عطا کی ہے

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا مجھ پر وہ آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔[۱]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اس سورت کے نازل ہونے اور اس فتح عظیم کا سبب یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے عالم خواب میں اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ مسجد الحرام (خانۂ کعبہ) میں داخل ہوجائیں اور طواف کریں اور سر منڈوانے والوں کے ساتھ سر منڈوائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اس بات سے مطلّع کیا اور انھیں نکلنے کا حکم دیا سب نکل کھڑے ہوئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذوالحلیفہ[۲] پر اترے تو سب نے عمرے کے لیے احرام باندھے اور اپنے ساتھ قربانی کے جانور لے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۶۶ جانور لیے تھے اور احرام باندھتے وقت اُن پر نشانات لگا دیے تھے۔

سب نے ذوالحلیفہ سے عمرہ کے لیے لبیک کہتے ہوئے احرام باندھے اور ان میں سے کچھ لوگ قربانی کے جانور کو لے کر چلے نشانات لگے ہوئے نہایت شان وشوکت کے ساتھ جب قریش کو یہ علم ہوا تو انھوں نے خالد بن ولید کو دوسو سواروں کے ساتھ پوشیدہ طور سے حملہ کرنے کے لیے بھیجا تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامنا کرے جو پہاڑوں پر ان کی مخالفت میں آسکتا تھا جب وہ کسی راستے سے گزر رہا تھا کہ اتنے میں نماز ظہر کا وقت آگیا بلال نے اذان دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

خالد بن ولید نے کہا کہ اگر ہم اس وقت حملہ کریں جب وہ نماز پڑھ رہے ہوں تو ہم کامیاب ہوسکتے ہیں

---

(۱) مجمع البیان ج۹-۱۰ ص ۱۰۹ (۲) مسجد شجرہ جو مدینہ منورہ سے دس کلومیٹر مکّہ کی طرف روانہ ہوئے آتی ہے اسے ذوالحلیفہ کہتے ہیں اور مدینہ سے مکّہ جانے والے حاجی اسی مقام سے احرام باندھتے ہیں (نوٹ از مترجم)

کیوں کہ وہ لوگ نماز کو منقطع نہیں کر سکتے ابھی دوسری نماز کا وقت آنے والا ہے جو انھیں ان کی آنکھوں کی روشنی سے بھی زیادہ محبوب ہے جب وہ نماز پڑھنا شروع کریں گے ہم ان پر حملہ کر دیں گے تو جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں وحی لے کر آئے اور صلاۃ خوف بتلائی ارشاد ربّ العزت ہوا: وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ (النساء ۱۰۲) (یہ سورۃ النساء کی آیت ہے اور ہم نے صلاۃ خوف کی خبر اس سورے میں لکھ دی ہے) جب دوسرا دن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ کے مقام پر نازل ہوئے اور یہ حرم کے راستے میں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے بدوؤں سے اپنے راستے میں مدد طلب کر رہے تھے لیکن کوئی ان کے پیچھے نہ چلا اور وہ کہہ رہے تھے کیا محمد اور ان کے اصحاب یہ طمع کرتے ہیں کہ وہ حرم میں داخل ہو جائیں جب کہ قریش نے ان کے گھر کے درمیان جا کر جنگ کی تھی اور انھوں نے قریش کو قتل کر دیا تھا اب محمد اور ان کے اصحاب مدینہ واپس نہ جا سکیں گے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ میں اترے تو قریش لات وعزّیٰ کی قسم کھاتے ہوئے نکلے کہ وہ رسول اللہ کو مکّہ نہیں جانے دیں گے اور ان میں سے کچھ جاسوس تھے جو نگرانی کر رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں پیغام بھیجا کہ میں جنگ کرنے کے لیے نہیں آیا ہوں البتہ میری آمد کا مقصد مناسک کا بجا لانا ہے اور قربانی کے جانوروں کو قربان کرنا ہے میں تمھیں اور جانوروں کے گوشت کو تنہا چھوڑ دوں گا انھوں نے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا اور وہ نہایت عقل مند اور زیرک انسان تھے اور وہی ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ (زخرف ۳۱)

(یہ قرآن دو بستیوں کے عظیم شخص پر کیوں نہ نازل ہوا)

جب وہ حضور اقدس کی خدمت میں آیا تو اس نے اس امر کو باعثِ عظمت جانا اور اس نے کہا اے محمد میں نے آپ کی قوم کو چھوڑا ہے انھوں نے خیمے نصب کیے ہیں اور انھوں نے بوڑھے اونٹ کو نکال باہر کیا ہے اور ان حاملہ اونٹنیوں کو باہر نکال دیا ہے جو بچّہ جنم دینے والی ہیں اور انھوں نے لات اور عزّیٰ کی قسم کھائی ہے وہ آپ کو مکہ اور اپنے حرم میں داخل نہیں ہونے دیں گے اور اُن میں ایسے جاسوس ہیں جو نگرانی کر رہے ہیں اے محمد کیا آپ چاہتے ہیں کہ اپنے اہل وعیال اور اپنی قوم کو ہلاکت میں ڈال دیں؟

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں جنگ کرنے کے لیے نہیں آیا ہوں میرا مقصد تو مناسک ادا کرنا اور قربانی کے جانوروں کو قربان کرنا ہے۔ میں تمھیں جانوروں کے گوشت کے درمیان تنہا چھوڑ دوں گا عروہ نے کہا خدا کی قسم میں نے آج کی طرح کسی کو رکا ہوا نہیں پایا جس طرح آپ کو روکا گیا وہ قریش میں واپس گیا اور انھیں اس بات سے مطلّع کیا قریش نے کہا بخدا اگر محمد مکہ میں داخل ہوئے اور عرب نے یہ بات کسی سے سنی تو ہم ذلیل ہو جائیں گے اور عرب ہمارے خلاف جری ہو جائیں گے انھوں نے حفص بن احنف اور سُہیل بن عمرو کو بھیجا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی طرف دیکھا تو فرمایا ہائے قریش کی بدبختی تم نے جنگ کو بے آبرو کر دیا

ہے تم مجھے اور عرب کو تنہا چھوڑ دو اگر میں سچّا ہوا تو میں ان کے لیے نبوت کے ساتھ ساتھ بادشاہت بھی چلاؤں گا اور اگر میں جھوٹا ہوا تو ان کے لیے عرب کے بدّو ہی کافی ہوں گے۔ جب بھی آج قریش کا کوئی فرد کسی امر کے بارے میں مجھ سے سوال کرتا ہے اگر اس میں اللہ کی ناراضی نہ ہو تو میں اسے قبول کر لیتا ہوں۔

جب وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے کہا اے محمد آپ اس سال واپس کیوں نہیں چلے جاتے یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں کہ آپ کا اور عرب کا کیا معاملہ رہتا ہے اس لیے کہ عرب آپ کے آنے کی باتیں ایک دوسرے کو سنا رہے ہیں اب اگر آپ ہمارے شہروں میں آ گئے اور حرم میں داخل ہو گئے تو عرب ہمیں ذلیل کر دیں گے اور ہمارے خلاف ان کی جرأت بڑھ جائے گی ہم آیندہ سال اس مہینے میں خانۂ کعبہ خالی کر دیں گے تا کہ آپ تین دنوں تک مناسک بجا لائیں اور آپ واپس تشریف لے جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو تسلیم کر لیا اور انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اگر ہمارے مردوں میں سے کوئی آپ کے پاس پہنچ جاتا ہے تو آپ اسے ہمیں واپس کرنے کے پابند ہوں گے لیکن اگر آپ کے افراد ہمارے پاس آ گئے تو ہم انھیں واپس لوٹانے کے پابند نہیں ہوں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے کہا اگر ہمارے افراد تمھارے پاس آ گئے تو ہمیں اُن کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن مکّہ مکرمہ میں جو مسلمان ہیں انھیں اظہار اسلام پر کوئی اذّیت نہیں پہنچائی جائے گی انھیں مجبور نہیں کیا جائے گا اور وہ لوگ اسلام کے جس قانون پر عمل پیرا ہوں گے ان کے کسی عمل کو ناپسندیدہ قرار نہیں دیا جائے گا انھوں نے اس بات کو قبول کر لیا۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی صلح کو قبول کر لیا تو عمومی صحابۂ کرامؓ نے اس کا انکار کر دیا اور حضرت عمرؓ ان میں زیادہ شدید تھے انھوں نے کہا کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک تو انھوں نے کہا آپ ہمیں دین میں ذلّت سے دوچار کر رہے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اور وہ ہرگز مجھ سے وعدہ خلافی نہیں کرے گا حضرت عمرؓ نے کہا اے کاش میرے ساتھ چالیس افراد ہوتے تو میں اس کی مخالفت کرتا سہیل بن عمرو اور حفص بن احنف قریش کی طرف واپس ہوئے اور ان دونوں نے قریش کو صلح کی خبر دی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم مسجد الحرام میں داخل ہوں گے اور بال منڈوانے والوں کے ساتھ اپنے بال منڈوائیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں نے اس سال کے لیے وعدہ کیا تھا میں نے تو یہ کہا تھا کہ خداوند عالم نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں مکّہ کو فتح کروں گا، سعی کروں گا اور بال منڈاونے والوں کے ساتھ بال منڈواؤں گا جب انھوں نے بہت اصرار کیا تو آنحضرتؐ نے اُن سے کہا اگر تم صلح کو قبول نہیں کرتے تو جاؤ اُن سے جنگ کرو وہ لوگ قریش کی جانب گئے جو جنگ کرنے کے لیے تیار بیٹھے تھے اور ان پر حملہ کر دیا اصحاب رسولِ خدا کو

بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور فرمایا اے علیؑ تلوار لو اور قریش کے سامنے جاؤ امیر المومنین علیہ السلام نے تلوار اٹھائی اور قریش پر حملہ کر دیا جب انھوں نے امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا تو وہ واپس چلے گئے پھر انھوں نے کہا اے علی، محمد نے ہمیں جو کچھ عطا فرمایا تھا کیا اس میں کوئی نئی چیز ظاہر ہوئی ہے؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا نہیں اور اصحاب رسول اللہ مختلف ٹکڑوں میں شرمندگی کے ساتھ واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معذرت طلب کرنے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے کہا کیا تم غزوۂ بدر والے میرے اصحاب نہیں ہو جب اللہ تعالیٰ نے تمھارے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ (انفال ۹)

(جب تم اپنے رب سے فریاد طلب کر رہے تھے اللہ نے تمھاری فریاد قبول کر لی)

(اور فرمایا کہ میں ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کروں گا جو ایک دوسرے کے پیچھے آ رہے ہوں گے)

کیا تم غزوۂ اُحد کے وقت میرے اصحاب نہ تھے جب اللہ فرما رہا تھا:

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ (آل عمران ۱۵۳) جب تم پہاڑوں پر بھاگے جا رہے تھے اور کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے کا تمھیں ہوش تک نہ تھا اور رسول آخر میں تمھیں پکار رہے تھے کیا تم فلاں جنگ میں میرے اصحاب نہ تھے کیا تم فلاں جنگ میں میرے صحابی نہ تھے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معذرت طلب کی اور ان سے جو عمل سرزد ہوا اس پر وہ شرمندہ ہوئے اور انھوں نے کہا اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے آپ پر جو واضح ہوا ہے آپ اسی پر عمل کیجیے۔

حفص بن احنف اور سہیل بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دوبارہ آئے اور انھوں نے کہا اے محمد اظہار اسلام کے بارے میں آپ نے جو شرط عائد کی تھی قریش نے اسے منظور کر لیا ہے اور اس بات کو بھی تسلیم کر لیا کہ کسی کو دین کے بارے میں مجبور نہیں کیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سامان کتابت منگوایا اور امیر المومنینؑ سے فرمایا لکھو حضرت علی علیہ السلام نے لکھا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

سہیل بن عمرو نے کہا ہم رحمان سے آشنا نہیں وہی لکھیے جو آپ کے باپ دادا لکھتے رہے ہیں یعنی باسمك اللّٰھم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ لکھو ''باسمك اللھم'' اس لیے کہ یہ بھی اللہ کے ناموں میں سے ہے اس کے بعد لکھو ''ھٰذا ما تقاضیٰ علیہ محمد رسول اللہ والملا من قریش

یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ اور قریش کے سربرآوردہ لوگ متفق ہیں۔

سہیل بن عمرو نے کہا اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ سے جنگ نہ کرتے آپ

لکھیے ھٰذا ما تقاضی علیہ محمد بن عبداللہ

اے محمد کیا آپ اپنے نسب سے نخوت کے سبب پرہیز کر رہے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں خواہ تم اقرار نہ کرو۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ اسے مٹا کر محمد بن عبداللہ لکھ دو۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا میں نبوت سے آپ کا نام کبھی بھی نہیں مٹاؤں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اسے اپنے ہاتھوں سے مٹایا پھر تحریر فرمایا: ھٰذا ما اصطلح بہ محمد بن عبداللہ والملا من قریش وسھیل بن عمرو

یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد بن عبداللہ اور قریش کے ایک گروہ اور سہیل بن عمرو کے درمیان طے پایا ہے انھوں نے صلح کی کہ ان کے درمیان دس سال جنگ بند کر دی جائے ہم لوگ ایک دوسرے سے دور رہیں اور یہ کہ نہ تلوار کھینچی جائے اور نہ ہی کسی کو پابند زنجیر کیا جائے اور یہ کہ ہمارے اور اُن کے درمیان ایک دوسرے سے (غیبتِ مکفوفہ) یعنی تنہا چھوڑ دینے والی غیبت ہوگی اور یہ کہ جو چاہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد و پیمان میں داخل ہو جائے تو وہ ایسا کر سکتا ہے اور جو قریش کے معاہدے میں شامل ہو تو وہ بھی ایسا کر سکتا ہے اور یہ کہ جو اپنے ولی کی اجازت کے بغیر محمد کے پاس آجائے تو وہ اسے اس تک لوٹا دیں گے اور اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے جو قریش تک آجائے گا تو وہ ان تک لوٹایا نہیں جائے گا اور یہ کہ اسلام مکّہ میں ظاہری طور سے ہوگا اور کسی کو اس کے دین پر مجبور نہیں کیا جائے گا نہ ہی اسے اذیت پہنچائی جائے گی اور نہ ہی اسے عار دلائی جائے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اصحاب اس سال ان کے ہاں سے لوٹ جائیں پھر وہ آیندہ سال مکّہ مکرمہ میں آئیں اور تین دن تک قیام فرمائیں اور یہاں ہتھیار سجا کر نہ آئیں اِلّا یہ کہ مسافر جو ہتھیار اپنی حفاظت کے لیے رکھتا ہے تلواریں نیام میں ہونی چاہئیں۔

یہ معاہدہ علی ابن ابی طالبؑ نے تحریر کیا اور اس تحریر پر مہاجرین اور انصار نے گواہی دی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ تم نے میرا نام مٹانے سے انکار کیا تھا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے کہ ان کی اولاد بھی ایسا مطالبہ کرے گی اور تم گرفتار بلا ہوگے اور تم پر ظلم و ستم کیا جائے گا جب صفین کی جنگ ہوئی اور حکمین پر راضی ہوئے تو تحریر فرمایا:

ھذا ما اصطلح علیہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب و معاویۃ بن ابی سُفیان

یہ صلح نامہ ہے جو امیر المومنین علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان کے مابین طے پایا ہے تو عمرو بن العاص نے کہا اگر ہم یہ جانتے کہ آپ امیر المومنین ہیں تو ہم آپ سے جنگ نہیں کرتے۔

یہ لکھیں: ھذا ما اصطلح علیہ علی ابن ابی طالب و معاویہ بن ابی سفیان

یہ صلح نامہ ہے جو علی ابن ابی طالبؑ اور معاویہ بن ابی سفیان کے درمیان طے پایا ہے تو اس وقت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اللہ اور اللہ کے رسول نے سچ فرمایا تھا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی اطلاع دی تھی فرمایا جب یہ تحریر لکھی گئی تو خزاعہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاہدے اور پختہ عہد کے پابند ہیں اور بنوبکر کھڑے ہوئے انھوں نے کہا ہم قریش کے معاہدوں اور پختہ عہد کے ساتھ وابستہ ہیں انھوں نے معاہدوں کے دو نسخے تیار کیے ایک نسخہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا اور ایک نسخہ سہیل بن عمرو کے پاس، سہیل بن عمرو اور حفص بن احنف قریش کی طرف واپس لوٹ گئے اور انھیں اس امر سے مطلّع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے کہا تم قربانی کے جانوروں کو ذبح کرو اور اپنے سر منڈوا دو لوگوں نے انکار کیا اور کہا ہم کیسے نَحر (اونٹ کو ذبح کرنا) کریں اور حلق کروائیں جب کہ ہم نے خانۂ کعبہ کا طواف نہیں کیا ہے اور ہم نے صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی نہیں کی ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات سے نہایت صدمہ ہوا آپ نے ام سلمہ سے اس بات کی شکایت کی تو انھوں نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ قربانی دیں اور حلق کریں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نَحر (اونٹ کو ذبح کرنا) کیا اور حلق کرایا تو پھر پوری قوم نے یقین، شک اور ریب کے عالم میں نحر کیا اور قربانی دی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے جانوروں کی تعظیم کے طور پر کہا **رحم اللہ المحلقین** اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے اور کچھ لوگوں نے کہا جو قربانی کے جانور لے کر نہیں آئے تھے یا رسول اللہ اور مقصرین (تھوڑے سے بال کٹوانے والے) کے لیے کیا ہے اس لیے کہ جس نے قربانی نہیں دی اس کے لیے حلق واجب نہیں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ فرمایا ''**رَحِمَ اللہ المحلقین الذین لم یسوقوا الھدی**'' اللہ ایسے سر منڈوانے والوں پر رحم کرے جو قربانی کے جانور لے کر نہیں آئے پھر انھوں نے کہا اور مقصّرین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''**رحم اللہ المقصرین**''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے کی جانب روانہ ہوگئے وہ تنعیم کی طرف واپس آئے اور درخت کے نیچے اتر پڑے تو وہ اصحاب جنھوں نے صلح کا انکار کیا تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور معذرت طلب کی اور جو عمل ان سے صادر ہوا تھا اس پر شرمندہ ہوئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استدعا کی کہ اُن کے لیے مغفرت طلب کریں تو اس وقت آیتِ رضوان نازل ہوئی۔ ۱

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں یہ قصّہ روضۂ کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کچھ اضافے اور کچھ کمی کے ساتھ جو چاہتا ہے اس کتاب کی طرف رجوع کرے۔ ۲

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۰۹۔۳۱۴ (۲) الکافی ج ۸ ص ۳۲۲۔۳۲۷ ح ۵۰۳ صلح حدیبیہ

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿۲﴾

وَّ يَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾

هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْۤا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۴﴾

۲–تا کہ اللہ آپ کو اگلے اور پچھلے ہر الزام سے بری کردے اور آپ پر اپنی نعمت کو تمام کردے اور آپ کو سیدھے راستے پر گام زن رکھے۔

۳–اور اللہ آپ کی زبردست مدد کرے۔

۴– وہی تو ہے جس نے مومنین کے دلوں میں سکنیت کو نازل فرمایا تا کہ اپنے ایمان کے ساتھ وہ ایک اور ایمان کا اضافہ فرمالیں اور آسمانوں اور زمین کے سب لشکر اللہ کے قبضے میں ہیں اور اللہ بڑا جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

۲–لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ–

تا کہ اللہ آپ کو اگلے اور پچھلے ہر الزام سے بری کردے۔

یہ فتح کی علّت ہے اس لیے کہ آنحضرت نے جہاد کفار کے لیے اسباب مہیا کیے اور شرک کو دور کرنے کی سعی کی، دین کی سربلندی اور نفوس ناقصہ کی بالجبر تکمیل کی تا کہ وہ بتدریج اختیاری بن جائے نیز کمزوروں کو ظالموں کے پنجے سے چھڑانا بھی شامل ہے۔

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا نہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی گناہ کیا تھا اور نہ ہی انھوں نے گناہ کا قصد کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے شیعوں کے گناہ کو ان کی طرف محمول کیا پھر آنحضرتؐ کی خاطر ان کے گناہوں کی مغفرت کردی۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی گناہ نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمّے لگایا کہ شیعہ

---

(۱) مجمع البیان ج ۹–۱۰ ص ۱۱۰ وتفسیر قمی ج ۲ ص ۳۱۴

علی علیہ السلام کے جو اگلے اور پچھلے گناہ ہوں وہ اُن کی مغفرت طلب کریں۔[۱]

کسی صاحب معرفت نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت ثابت ہے ان کا کوئی گناہ نہیں تو گناہ کی اضافت ان کی طرف کی گئی ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے لیکن اس سے مراد اُمت ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: اِیّاكَ ادعوا واسمعي یاجارہ (میں تو تمھیں پکار رہا ہوں لیکن اے پڑوسن تم سن لو) فرمایا کہ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ سے آدم علیہ السلام سے لے کر پیغمبر اکرم کے زمانے تک کی معصیتیں ہیں اور ''مَاتَاَخَّرَ'' سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے قیامت کے دن تک ہونے والے گناہ ہیں اس لیے کہ یہ سب کے سب امت محمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں ہر امت کا باطنی اعتبار سے شریعت محمدی سے تعلق ہے اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب آدمؑ آب وگل کے درمیان تھے اور وہ تمام انبیاء ومرسلین کے سردار ہیں تو اللہ تبارک وتعالی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اس قول سے بشارت دی: لِّيَغْفِرَلَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ

اس لیے کہ ان کی عمومی رسالت ہر فرد کے لیے ہے اور ہر شخص کے لیے اُن کی ذات کو دیکھنا ضروری نہیں ہے جس طرح اپنے زمانۂ ظہور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کو اپنا پیغام بر بنا کر یمن کی طرف بھیجا تھا تا کہ دین کی دعوت دیں اور اس کی تبلیغ کریں اسی طرح رسولوں اور انبیاء کو ان کی امتوں کی طرف بھیجا اس وقت سے جب سے وہ نبی تھے اور آدمؑ ابھی آب وگل کے درمیان تھے۔

ہر نبی نے اللہ کی طرف بلایا لہٰذا آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والا ہر شخص اُن کی امّت میں داخل ہے اس طرح اللہ نے انھیں بشارت دی ہے ان لوگوں کے گناہوں کی مغفرت کی جو پہلے گزر چکے اور جو بعد میں آنے والے تھے مخاطب رسول اللہؐ تھے لیکن مقصود تمام لوگ ہیں وہ اللہ ہر ایک کی مغفرت کرتا ہے اور انھیں خوش بخت قرار دیتا ہے اور وہ عمومی رحمت کا لائق ہے جو ہر شے پر پھیلی ہوئی ہے اور مرتبہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمومیت اس نص کے مطابق ہے آپ کو تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے آپ کو خاص طور سے اس امّت کی طرف مبعوث کیا ہے بلکہ یہ خبر دی ہے کہ وہ ہر ایک انسان کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں اور انسانوں سے مراد آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے افراد ہیں تو وہی مقصود ہیں جب اللہ نے ''مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ'' میں خطاب فرمایا ہے۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ تیسرے مقدمے میں اس مفہوم سے متعلق بات بیان کی جا چکی ہے۔

کتاب عُیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک مشرکین مکّہ سے بڑھ کر کوئی اور گناہ گار نہ تھا اس لیے کہ وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر تین سو ساٹھ بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس

کلمۂ اخلاص کی دعوت لے کر آئے یہ بات ان پر شاق گزری اور نہایت سنگین محسوس ہوئی اور انھوں نے کہا:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝ (ص ۵-۷)

اس نے سارے خداؤں کو ملا کر ایک خدا بنا ڈالا یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ ان میں سے سرداران قوم یہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو یہ بات کسی خاص مقصد کے لیے پیش کی جارہی ہے۔ ہم نے یہ بات پچھلی ملتوں میں کسی سے نہیں سنی یہ تو من گھڑت معلوم ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے مکّہ کو فتح کر دیا تو ارشاد فرمایا یا محمد:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۝ لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ

بے شک ہم نے آپ کو فتح مبین عطا کی ہے، تاکہ اللہ آپ کو اگلے اور پچھلے ہر الزام سے بری کر دے مشرکین مکّہ کے نزدیک کہ آپ نے انھیں توحید خداوندی کی دعوت دی جو پہلے ہو چکا اور جو بعد میں ہوگا اس لیے کہ مشرکین مکّہ میں سے کچھ لوگ مسلمان ہوگئے اور کچھ مکّہ مکرمہ سے نکل کر چلے گئے اور اُن میں سے جو باقی بچ گئے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر توحید سے انکار نہ کر سکے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی تو اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی وجہ سے ان مشرکین کے گناہ کی مغفرت ہوگئی۔ (۱)

اور ایک روایت میں ابن طاؤس نے معصومین علیہم السلام سے روایت کی ہے:

لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ سے مراد جو اہل مکہ اور قریش کے نزدیک ہو یعنی جو ہجرت سے پہلے ہو اور ہجرت کے بعد ہو اس لیے کہ اے نبی جب آپ نے مکّہ کو انھیں قتل کیے بغیر اور ان کی بیخ کنی کیے بغیر اور وہ پہلے سے جو عداوت اور قتال کر رہے تھے اس کا مؤاخذہ کیے بغیر فتح کر لیا تو ان کی مغفرت کر دی گئی جس کا وہ اعتقاد رکھتے تھے ان کے نزدیک جو آپ کا گناہ تھا متقدم ہو یا متاخر ہو اور ان کے عداوت کے مقابلے میں جو ان کے لیے عداوت ظاہر کی جارہی تھی جب انھوں نے یہ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اقتدار آ گیا ہے اور انھیں قدرت حاصل ہوگئی ہے اور انھوں نے جو مصیبتیں برداشت کی ہیں تو ان کے خیال میں جو گناہ تھے ان کی مغفرت کر دی گئی۔ (۲)

وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ- اور آپ پر اپنی نعمت کو تمام کر دے۔

دین کو سربلندی عطا کر کے اور نبوت کے ساتھ ساتھ بادشاہت کو شامل کر کے۔

وَیَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا- اور آپ کو سیدھے راستے پر گام زن رکھے۔

تبلیغ رسالت میں اور ریاست کے رسم و رواج کو قائم کرنے کے لیے۔

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۰۲ ح ۱ باب ۱۵ (۲) سعد السعود ص ۲۰۷-۲۰۸

۳–وَّ یَنۡصُرَکَ اللّٰہُ نَصۡرًا عَزِیۡزًا–

اور اللہ آپ کی زبردست مدد کرے۔

ایسی مدد جس میں عزّت وغلبہ ہو اور حفاظت کی طاقت ہو۔

۴–ہُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ–

وہی تو ہے جس نے مومنین کے دلوں میں سکینت کو نازل فرمایا ہے۔

سکینت کے معنی میں ثابت قدمی اور اطمینان۔

کتاب کافی میں صادقین علیہما السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد ایمان ہے۔(۱)

مومنین سے مراد تفسیر قمی میں ہے وہ لوگ ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت نہیں کی اور صلح کو تسلیم کرنے سے انکار نہیں کیا۔(۲)

لِیَزۡدَادُوۡۤا اِیۡمَانًا مَّعَ اِیۡمَانِہِمۡ–

تا کہ اپنے ایمان کے ساتھ وہ ایک اور ایمان کا اضافہ فرمالیں۔

یعنی ان کے یقین کے ساتھ عقیدہ کے یقین کو راسخ کر کے اور عقیدے پر اطمینان نفس کے ذریعے تا کہ شریعت پر ان کے ایمان کے ساتھ اللہ اور روز آخرت کے ایمان میں بھی اضافہ ہو اور ایمان کے زیادہ ہونے کا بیان سورۂ توبہ کے آخر میں آیت ۱۲۴ کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

وَ لِلّٰہِ جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ–

اور آسمانوں اور زمین کے سب لشکر اللہ کے قبضے میں ہیں۔

وہی ان کے امور کی تدبیر کرتا ہے لہٰذا وہ کبھی ایک کو دوسرے پر مسلّط کر دیتا ہے اور اگر حکمت متقاضی ہوتی ہے تو ان کے مابین صلح وسلامتی کو نافذ کر دیتا ہے۔

وَ کَانَ اللّٰہُ عَلِیۡمًا–

اور اللہ مصلحتوں سے بخوبی واقف ہے۔

حَکِیۡمًا–

وہ جس امر کا تعین کرتا ہے اور جو تدبیر کرتا ہے اس میں حکمت کے مطابق عمل کرتا ہے۔

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۱۵ ح ۱ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۱۵

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ يُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ﴿۵﴾

وَّ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۶﴾

وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۷﴾

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ﴿۸﴾

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۹﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾ ع ۱۰

۵-تاکہ وہ مومنین و مومنات کو ایسی جنتوں میں داخل کردے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں وہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کی برائیوں کو ان سے دور کردے اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔

۶-اور وہ منافق مردوں اور منافق عورتوں، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب میں مبتلا کرے جو اللہ کے بارے میں بدگمانی کرتے ہیں ان پر برائی منڈلا رہی ہے اور اللہ اُن پر غضب ناک ہوا اور ان پر لعنت کی اور ان کے لیے جہنم کو مہیا کردیا جو برا ٹھکانا ہے۔

۷-اور اللہ کے لیے آسمانوں اور زمین کے تمام لشکر ہیں اور اللہ بڑا غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔

۸-اے نبی بے شک ہم نے ہی آپ کو گواہ، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

۹-تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کی مدد کرو اور اس کی تکریم و تعظیم کرو اور صبح و شام اسی کی تسبیح کرتے رہو۔

۱۰-بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کررہے ہیں وہ بلاشبہ اللہ کی بیعت کررہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا

ہاتھ ہے اب جو عہد شکنی کرے گا تو اس عہد شکنی کا وبال خود اس کی ذات پر ہوگا اور جو اس عہد کو وفا کرے گا جو اس نے اللہ سے کیا ہے تو عن قریب اللہ اُسے اجر عظیم سے نوازے گا۔

۵-لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا-

تا کہ وہ مومنین و مومنات کو ایسی جنتوں میں داخل کردے جن کے نیچے نہریں رواں میں وہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

وَ يُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ-

اور اُن کی برائیوں کو ان سے دور کردے۔

اس پر پردہ ڈال کر اسے چھپا دے اور اسے ظاہر نہ کرے۔

وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا-

اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس لیے کہ یہ منتہا ہے جو طلب کیا جائے خواہ اس کا تعلق جلب منفعت سے ہو یا دفع مضرّت سے۔

۶-وَّ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ-

اور وہ منافق مردوں اور منافق عورتوں، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب میں مبتلا کرے۔

الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ-

جو اللہ کے بارے میں بدگمانی کرتے ہیں۔

کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور مومنین کی مدد نہیں کرے گا۔

عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ-

ان پر برائی منڈلا رہی ہے۔

وہ برائی منڈلا رہی ہے جس کے بارے میں یہ بدگمانی کررہے ہیں اور مومنین کے لیے انتظار کررہے ہیں وہ اِن تک پہنچ کررہے گی وہ اس سے بچ نہ سکیں گے۔

تفسیر قمی میں ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے صلح کا انکار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تہمت لگائی۔[۱]

وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ-

اور اللہ ان پر غضب ناک ہوا اور اُن پر لعنت بھیجی اور ان کے لیے جہنم کو مہیا کردیا۔

وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا-

جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۱۵

۷-وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ-

اور اللہ کے لیے آسمانوں اور زمین کے تمام لشکر ہیں۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا-

اور اللہ بڑا غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔

۸-اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا-

اے نبی ہم نے آپ کو آپ کی امت پر شاہد بنا کر بھیجا اور اطاعت پر خوش خبری سنانے والا اور معصیت پر ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

۹-لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ-

تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر۔

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا-

اور اس کی مدد کرو اور اس کی تکریم کرو اور صبح وشام اسی کی تسبیح کرتے رہو یعنی پاکی بیان کرتے رہو۔

۱۰-اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ-

بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کر رہے ہیں درحقیقت وہ اللہ کی بیعت کر رہے ہیں۔

اس لیے کہ دراصل اللہ کی بیعت کرنا مقصود ہے۔

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ-

ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

یعنی آپ کا ہاتھ جو ان کے ہاتھوں پر ہے جب وہ آپ کی بیعت کر رہے ہیں اس کی منزلت يَدُ اللّٰهِ کی ہے کیوں کہ وہ درحقیقت آپ کی بیعت کر کے اللہ کی بیعت کر رہے ہیں۔

کتاب العیون میں امام رضا علیہ السلام سے ایک حدیث میں مروی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگوں سے بیعت لینے کا ذکر ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: عَقْدُ البیعة بیعت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ چھنگلی کے اوپری حصّے سے انگوٹھے کے اوپری حصّے تک اور بیعت ختم کرنے کا طریقہ انگوٹھے کے اوپری حصّے سے چھنگلی کے اوپری حصّے تک۔[۱]

ارشاد شیخ مفید میں بیعت کی روایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ امام رضا علیہ السلام نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور اسے اپنے چہرے کے سامنے کیا اور اس کے اندرونی حصّے کو اُن کے چہروں کی جانب کیا مامون نے امام سے عرض کی کہ آپ بیعت لینے کے لیے ہاتھ پھیلایئے امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس

---

(۱) عیون الاخبار الرضا ج ۲ ص ۲۳۸-۲۳۹ ح ۲

طرح لوگوں سے بیعت لیا کرتے تھے لوگوں نے امام رضا علیہ السلام کی بیعت کی اور اُن کا ہاتھ لوگوں کے ہاتھ کے اوپر تھا۔[۱]

فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ-

اب جو عہد شکنی کرے گا تو اس کا وبال خود اس کی ذات پر ہوگا۔

نَّكَثَ کے معنیٰ میں وعدہ کو توڑنا عہد شکنی کرنا۔

يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ اس عہد شکنی کا نقصان خود اس کی ذات کو پہنچے گا۔

وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ-

اور جو اس عہد کو وفا کرے گا جو اس نے اللہ سے کیا ہے۔

یعنی اپنی بیعت پر قائم رہے گا۔

فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا-

تو عن قریب اللہ اُسے اجر عظیم سے نوازے گا۔

اور وہ اجر بصورتِ جنت ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت بیعت رضوان کے موقع پر نازل ہوئی:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح ۱۸)

اور اُن پر شرط عائد کی کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی بات کا انکار نہیں کریں گے جو وہ بجا لائیں گے اور نہ ہی وہ مخالفت کریں گے اس بات کا جس کا وہ حکم مرحمت فرمائیں گے اللہ تبارک و تعالیٰ نے آیت رضوان کے نازل ہونے کے بعد فرمایا:

''اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ''

اللہ تعالیٰ ان سے اس شرط پر راضی ہوا کہ اس کے بعد وہ اللہ سے کیے گئے عہد کو پورا کریں گے اور میثاق کی تکمیل کریں گے اور عہد اور بیعت کو نہیں توڑیں گے اس بیعت سے اللہ اُن سے راضی ہوا پہلے آیت رضوان نازل ہوئی اور اس کے بعد شرط والی آیت نازل ہوئی جس میں اُن پر شرط عائد کی گئی۔[۲]

---

(۱) الارشاد شیخ مفید ص ۳۱۱ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۱۵

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖۚ وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَ مَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾

۱۱-عن قریب آپ سے عرب کے وہ بدو جو پیچھے رہ گئے تھے آکر کہیں گے ہمیں اپنے اموال اور اولاد کی فکر نے مشغول کر دیا تھا آپ ہمارے لیے مغفرت طلب کیجیے اے نبی جو وہ زبان سے کہہ رہے ہیں وہ ان کے دلوں میں نہیں ہے فرما دیجیے کہ کون ہے جو اللہ کی جانب سے کسی بات کا ذرا سا بھی اختیار رکھتا ہو اگر وہ تمھیں نقصان پہنچانا چاہے یا تمھارے فائدے کا خواہش مند ہو بلکہ اللہ تو تمھارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

۱۲- بلکہ تم یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ رسول اور مومنین ہرگز اپنے اہل وعیال کی جانب پلٹ کر نہیں آئیں گے اور یہ بات تمھارے دلوں کی زینت بن چکی تھی اور تم طرح طرح کی بدگمانیاں کر رہے تھے اور تم ہلاک ہونے والی قوم کے افراد تھے۔

۱۳- اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لایا تو ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا

کر رکھی ہے۔

۱۴- اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے جسے چاہے بخش دے اور جس پر چاہے عذاب نازل کرے اور اللہ تو مغفرت کرنے والا اور بے حد مہربان ہے۔

۱۵-عن قریب پیچھے رہ جانے والے کہیں گے جب آپ مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے روانہ ہوں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دیجیے وہ چاہتے ہیں کہ کلام خدا کو تبدیل کر دیں ان سے صاف کہہ دیجیے تم لوگ ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے اللہ پہلے ہی یہ فرما چکا ہے تو وہ کہیں گے نہیں تم ہم سے حسد کرتے ہو (ایسا نہیں ہے) بلکہ یہ لوگ بات کو کم ہی سمجھتے ہیں۔

۱۶-عرب کے بدووں میں جو پیچھے رہ گئے تھے اے نبی اُن سے فرما دیجیے عن قریب تمھیں ایسی قوم کے مقابلے کے لیے بلایا جائے گا جو بڑے طاقت ور ہیں تم کو ان سے جنگ کرنی ہوگی یا وہ مسلمان ہو جائیں گے اگر تم نے حکم جہاد کی اطاعت کی تو اللہ تمھیں بہترین اجر عطا کرے گا اور اگر تم اسی طرح منہ پھیر لو گے جس طرح تم نے پہلے روگردانی کی تھی تو اللہ تمھیں دردناک عذاب کی سزا دے گا۔

۱۱-سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا-

عن قریب آپ سے عرب کے وہ بدّو جو پیچھے رہ گئے تھے آ کر کہیں گے ہمیں اپنے اموال اور اولاد کی فکر نے مشغول کر دیا تھا۔

کہا گیا ہے کہ وہ اسلم (قبیلہ مراد کے باپ) اور جہینہ (ایک قبیلہ کا نام) اور مُزینہ (مُضَر کا ایک قبیلہ، اور وہ مزینہ بن اُدبن طانجہ بن الیاس بن مُضر ہیں) اور غفار (بنو غفار کنانہ سے تعلق رکھتے تھے ابوذر غفاری کا قبیلہ) حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں کوچ کرنے کے لیے کہا تو وہ پیچھے رہ گئے اور انھوں نے اموال اور اہل عیال میں مشغول رہنے کا بہانہ بنایا مدد سے ہاتھ کھینچ لینے نے انھیں پیچھے رکھا اور عقیدے کی کمزوری اور قریش سے مقاتلہ کے خوف نے انھیں پیچھے رکھا۔(۱)

تفسیر قمی میں ہے یہ وہی لوگ ہیں جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کوچ کرنے کے لیے کہا تھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے مدینہ کی طرف واپس آئے تو آپ نے خیبر کی جنگ کی تو ان پیچھے رہنے والوں نے ان کے ساتھ روانہ ہونے کی اجازت طلب کی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ سے اللہ کے قول اِلَّا قَلِيْلًا تک (الفتح ۱۵) (۲)

شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا کا مفہوم ہے کہ ہمیں اپنے اموال اور اولاد کی فکر نے مشغول کر دیا تھا یعنی ہمارے

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۰۰ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۱۵

علاوہ کوئی ایسا نہ تھا جو ان کی دیکھ بھال کرتا۔

فَاسْتَغْفِرْ لَنَا۔

لہٰذا اے نبی آپ ہمارے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کیجیے کیوں کہ ہم پیچھے رہ گئے تھے۔

يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔

اے نبی جو وہ زبان سے کہہ رہے ہیں وہ ان کے دلوں میں نہیں ہے معذرت خواہی اور طلب مغفرت کے بارے میں ان کی تکذیب کی گئی ہے۔

قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا۔

فرما دیجیے کہ کون ہے جو اللہ کی جانب سے کسی بات کا ذرا سا بھی اختیار رکھتا ہو۔

یعنی کون ہے جو اس کی مشیّت اور اس کے فیصلوں سے تمھاری حفاظت کر سکے۔

اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا۔

اگر وہ تمھیں نقصان پہنچانا چاہے۔

جیسے قتل یا شکست اور مال اور اہل وعیال میں خَلَل اور تَخَلُّف (پیچھے رہ جانے والے) کی سزا۔

اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا۔

یا تمھارے فائدے کا خواہش مند ہو۔

بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۔

بلکہ اللہ تو تمھارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

وہ جانتا ہے کہ تم پیچھے رہ گئے تھے اور اس تخلّف (پیچھے رہ جانے) میں تمھاری نیت کیا تھی۔

۱۲-بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا۔

بلکہ تم یہ سمجھ رہے تھے کہ رسول اور مومنین ہرگز اپنے اہل وعیال کی جانب پلٹ کر نہیں آئیں گے تم یہ سمجھ رہے تھے کہ مشرکین انھیں جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیں گے تباہ و برباد کر دیں گے۔

وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ۔

اور یہ بات تمھارے دلوں کی زینت بن چکی تھی اور اس میں جاگزیں ہو چکی تھی۔

وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ۔

اور تم طرح طرح کی بدگمانیاں کر رہے تھے۔

وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا۔

اور تم ہلاک ہونے والی قوم کے افراد تھے۔

اللہ کے نزدیک ہلاک ہونے والے افراد اپنے عقیدے کے فاسد ہونے کی وجہ سے اور اپنی نیت کی خرابی کی باعث۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی تم بری قوم تھے۔[1]

۱۳–وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا–

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لایا تو ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کر رکھی ہے۔

ان کے کفر پر انھیں متنبّہ کیا گیا ہے اور لفظ ''کافرین'' لاکر یہ درج کر دیا کہ وہ کافر ہیں اور ضمیر استعمال نہیں کی۔

۱۴–وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ–

اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے۔

وہ جس طرح چاہتا ہے اس کی تدبیر کرتا ہے۔

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ–

جسے چاہے بخش دے اور جس پر چاہے عذاب نازل کرے۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا–

اور اللہ تو مغفرت کرنے والا اور بے حد مہربان ہے۔

اس لیے کہ غُفران اور رحمت تو اس کی عادت ہے اور عذاب اس کے فیصلے کے ذیل میں عرضی طور سے آتا ہے اسی لیے حدیث قدسی میں آیا ہے: سَبَقَتْ رحمتی غَضَبِی میری رحمت میرے غضب سے آگے بڑھ گئی۔

۱۵–سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ–

عن قریب پیچھے رہ جانے والے جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے وہ کہیں گے۔

اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا–

جب آپ مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے روانہ ہوں گے۔

یعنی خَیبر کا مال غنیمت۔

ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ–

تو ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے کی اجازت مرحمت فرما دیجیے۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ–

وہ چاہتے ہیں کہ کلام خدا کو تبدیل کر دیں۔

یعنی اس میں تبدیلی پیدا کریں تغیّر رونما کر دیں اور وہ وعدہ ہے اہلِ حدیبیہ سے کہ اللہ انھیں مکّہ کے مالِ

---

(۱) تفسیر قمیّ ج ۲ ص ۳۱۵

غنیمت کے بدلے میں خیبر میں مال غنیمت عطا فرمائے گا۔

قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا- ان سے صاف فرما دیجیے تم لوگ ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔

نفی نہی کے معنیٰ میں آیا ہے۔

كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ- ایسا ہی ہوگا اللہ پہلے ہی یہ فرما چکا ہے۔

ان کے خیبر کی طرف روانہ ہونے کی تیاری اور آمادگی سے پہلے ہی اللہ نے فرما دیا تھا۔

فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا- تو وہ کہیں گے نہیں بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو۔

کہ ہم تمھارے ساتھ مال غنیمت میں شریک ہوجائیں۔

بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا- ایسا نہیں ہے بلکہ یہ لوگ بات کو کم ہی سمجھتے ہیں۔

وہ فہم قلیل رکھتے ہیں اس لیے کہ وہ دنیاوی امور کے بارے میں نہایت فطین و ذہین ہیں۔

۱۶-قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ-

عرب کے بدوؤں میں جو پیچھے رہ گئے ہیں اے نبی اُن سے فرما دیجیے انھیں لفظ اعراب سے دوبارہ مخاطب کیا گیا کیوں کہ ان کی بھرپور مذمت کرنا مقصود تھی اور پیچھے رہ جانے کی قباحت کی جانب انھیں متوجہ کرنا تھا۔

سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ-

عن قریب تمھیں ایسی قوم کے مقابلے کے لیے بلایا جائے گا جو بڑی طاقت ور ہے۔

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہوازن اور ثقیف ہیں۔[1]

تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ- تم کو اُن سے جنگ کرنی ہوگی یا وہ مسلمان ہوجائیں۔

ان دونوں میں سے کوئی ایک معاملہ ہوگا۔

فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا-

اگر تم نے حکم جہاد کی اطاعت کی تو اللہ تمھیں بہترین اجر عطا کرے گا۔ وہ ہے دنیا میں مال غنیمت اور آخرت میں جنت۔

وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ -

اور اگر تم اسی طرح منہ پھیر لو گے جس طرح تم نے پہلے روگردانی کی تھی۔

یعنی حدیبیہ سے منہ موڑا تھا۔

يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا- تو اللہ تمھیں دردناک عذاب کی سزا دے گا۔

اس لیے کہ تمھارا جرم دگنا ہو چکا ہوگا۔

---

(۱) تفسیر بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۰۲

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ
وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَ مَنْ
يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ ع ۲
يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ
اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ۙ وَّ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا
حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ
اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا
مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ۙ وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَ لَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا
يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖۚ وَ لَنْ
تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ
عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾

۱۷-(جہاد میں شریک نہ ہونے پر) نہ تو اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی مریض پر کوئی گناہ ہے جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اللہ اُسے ایسی جنت میں داخل کردے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جو روگردانی کرے گا تو اللہ اُسے دردناک عذاب کی سزا دے گا۔

۱۸- یقیناً اللہ مومنین سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کررہے تھے اللہ نے جان لیا جو کچھ اُن کے دلوں میں تھا اللہ نے اُن پر سکنیت کو نازل فرمایا اور انھیں بطورِ عوض فتح قریب سے نوازا۔

۱۹- اور بکثرت مال غنیمت انھیں عطا فرمایا جسے وہ حاصل کریں گے اللہ غالب اور باحکمت ہے۔

۲۰- اللہ نے تم سے کثیر مال غنیمت کا وعدہ فرمایا ہے جسے تم حاصل کرو گے فوری طور پر تمھیں فتح عطا کردی اور لوگوں کے اٹھتے ہوئے ہاتھوں کو تم سے دور کردیا تاکہ یہ مومنین کے لیے ایک نشانی بن جائے اور اللہ

تمھیں صراطِ مستقیم کی رہنمائی کرتا رہے۔ ۲۱۔ اور دوسری غنیمتیں بھی دیں جن پر تمھیں قدرت حاصل نہیں تھی، اللہ نے ان کا احاطہ کرلیا تھا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ ۲۲۔ اگر کافروں نے تم سے قتال کیا ہوتا تو ضرور پیٹھ پھرا کر بھاگ جاتے پھر وہ کسی کو بھی اپنا حامی و ناصر نہ پاتے۔

۲۳۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے اور تم اللہ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔

۲۴۔ وہی تو ہے جس نے مکّہ کی وادی میں ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمھارے ہاتھوں کو اُن سے روک دیا جب کہ وہ تم کو ان پر غلبہ دلا چکا تھا اور تم جو کچھ کررہے تھے اللہ اسے اچھی طرح دیکھ رہا تھا۔

۱۷-لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ-

(جہاد میں شریک نہ ہونے پر) نہ تو اندھے پر کوئی گناہ ہے، اور نہ ہی لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی مریض پر کوئی گناہ ہے۔

جب تخلّف کرنے والوں کی تہدید کی گئی تو اس تہدید سے ان معذورین کو مستثنیٰ قرار دیا گیا جو اندھے، لنگڑے اور مریض ہیں کہ جہاد میں شرکت نہ کرنے پر یہ گنہ گار نہ ہوں گے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ-

اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اللہ اُسے ایسی جنت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

کہا گیا ہے کہ وعدے کو واضح طور سے بیان کیا گیا ہے اور وعید (تہدید، دھمکی) کو بھی نہایت خوب صورت انداز میں سابقہ رحمت کی وجہ سے وعدے کی تاکید کے لیے لایا گیا پھر عمومی راستا اختیار کرتے ہوئے مکرر انداز میں اس کا جبران کیا گیا ہے اور فرمایا: وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا۔[1]

وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا-

اور جو روگردانی کرے گا تو اللہ اُسے دردناک عذاب کی سزا دے گا۔ اس لیے کہ ترہیب (خوف دلانا) اس موقع پر ترغیب (رغبت دلانا) سے زیادہ سودمند ہے۔

۱۸-لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ-

یقیناً اللہ مومنین سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کررہے تھے پہلے یہ واقعہ بیان کیا جاچکا ہے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام نے امیر معاویہ کو

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۰۲

خط لکھا ''میں پہلا شخص ہوں جس نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول: لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ میں بیعت کا ذکر ہے۔[۱]

فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ- اللہ نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔

فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَ اَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا-

تو اللہ نے اُن پر سکینت کو نازل فرمایا اور انھیں بطور عوض فتح قریب سے نوازا۔

السَّکِیْنَۃَ کے معنی ہیں اطمینان اور نفس کا سکون۔ سکونِ قلب۔

فَتْحًا قَرِیْبًا سے مراد ہے خیبر کی فتح واپسی کے فوراً بعد۔

۱۹-وَّ مَغَانِمَ کَثِیْرَۃً یَّاْخُذُوْنَھَا- اور بکثرت مال غنیمت انھیں عطا فرمایا جسے وہ حاصل کریں گے۔

یعنی خیبر کے مالِ غنیمت۔

وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا- اور اللہ غالب اور باحکمت ہے۔

وہ ہر شے پر غالب ہے اور حکمت کے تقاضوں کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔

۲۰-وَعَدَکُمُ اللّٰہُ مَغَانِمَ کَثِیْرَۃً تَاْخُذُوْنَھَا-

اللہ نے تم سے کثیر مال غنیمت کا وعدہ فرمایا ہے جسے تم حاصل کرو گے۔

اور یہ مال غنیمت وہ ہے جو مومنین کو قیامت تک ملتا رہے گا۔

فَعَجَّلَ لَکُمْ ھٰذِہٖ- فوری طور پر تمھیں یہ عطا فرما دیا یعنی یہ فتح عطا کردی۔

یعنی خیبر کے مال غنیمت کو عطا فرمایا ہے۔

وَ کَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ عَنْکُمْ- اور لوگوں کے اٹھتے ہوئے ہاتھوں کو تم سے روک دیا۔

یعنی خیبر والوں اور ان کے حلیفوں کے ہاتھ۔

وَلِتَکُوْنَ اٰیَۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ- اور تاکہ یہ مومنین کے لیے ایک نشانی بن جائے۔

ایسی نشانی وہ جس سے رسول کی سچائی کو ان کے وعدوں میں جان سکیں۔

وَ یَھْدِیَکُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا-

اور اللہ تمھیں صراطِ مستقیم کی رہنمائی کرتا رہے۔

وہ اللہ کے فضل پر اعتماد کرنا اور اس کی ذات پر توکل کرنا ہے۔

۲۱-وَّ اُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْھَا-

اور بعد میں دوسری غنیمتیں بھی دیں جن پر تمھیں قدرت حاصل نہیں تھی۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۹۸

قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا-

اللہ نے اُن کا احاطہ کرلیا تھا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۲۲-وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ-

اور اگر کافروں نے تم سے قتال کیا ہوتا تو ضرور پیٹھ پھرا کر بھاگ جاتے یعنی اہلِ مکّہ کے کافروں نے اگر قتال کیا ہوتا صلح نہ کی ہوتی تو وہ شکست سے دوچار ہوتے۔

ثُمَّ لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا- پھر وہ کسی کو بھی اپنا حامی و ناصر نہ پاتے۔

وَلِیًّا ایسا حامی جو ان کی حفاظت کرتا۔

نَصِیْرًا ایسا مددگار جو ان کی مدد کو آتا۔

۲۳-سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ- یہ اللہ کا طریقہ ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے۔

یعنی اس طریقے کو اکثر انبیاء نے سابقہ امتوں میں جاری رکھا تھا جیسا کہ ارشاد ربّ العزت ہے فرمایا: كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ (المجادلہ ۲۱) اللہ نے یہ تحریر فرما دیا ہے کہ میں اور میرے مُرسلین یقیناً ضرور بالضرور غالب رہیں گے۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا- اور تم اللہ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔

۲۴-وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ- وہی تو ہے جس نے اُن کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا تھا۔

یعنی کفّار مکّہ کے ہاتھوں کو۔

وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ- اور تمھارے ہاتھوں کو اُن سے مکّہ کی وادی میں۔

یعنی مکّہ مکرمہ کے اندر۔

مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ- جب کہ وہ تم کو ان پر غلبہ دلا چکا تھا۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی جب کہ تم نے مدینہ سے حرم کا قصد کیا تھا اس کے بعد اور انھوں نے تم سے صلح کا مطالبہ کیا تھا جب کہ وہ مدینہ میں تم سے جنگ کر چکے تھے اور وہ تم سے صلح کا مطالبہ کرنے لگے جب کہ پہلے تم اُن سے صلح کا مطالبہ کررہے تھے۔[۱]

وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا-

اور تم جو کچھ کررہے تھے اللہ اُسے اچھی طرح دیکھ رہا تھا۔

پہلے اُن سے قتال کرنا اللہ کے رسول کی اطاعت کرتے ہوئے اور دوسری مرتبہ اللہ کے گھر کی تعظیم کے لیے اُن سے ہاتھوں کو روک لینا۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۱۶

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَ لَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾ ع ۱۱

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾

۲۵۔ یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تمھیں مسجد الحرام جانے سے روک دیا اور قربانی کے جانوروں کو ان کی قربانی کی جگہ پر نہ پہنچنے دیا اور اگر (مکّہ میں) ایسے مومن مرد اور عورتیں نہ ہوتیں جنھیں تم جانتے نہ تھے اور یہ خطرہ نہ ہوتا کہ نادانستگی میں انھیں پامال کر دینے پر تم مصیبت سے دوچار نہ ہو جاؤ (تو اذن جہاد مل جاتا) ایسا نہیں کیا گیا تاکہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کر لے اور اگر دونوں (مومن، کافر) فریق الگ الگ ہو جاتے تو (اہلِ مکّہ میں) جو کافر تھے انھیں ہم دردناک سزا دیتے۔ ۲۶۔ جب کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلیت کی حمیت کو جاگزیں کر لیا تو اللہ نے اپنے رسول اور مومنین پر اپنی سکینت کو نازل فرما دیا اور ان کو کلمۂ تقویٰ پر قائم رکھا اور وہ اس کے حق دار بھی تھے اور اس کے اہل بھی اور اللہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے۔ ۲۷۔ اللہ نے اپنے پیغمبر کو سچا اور برحق خواب دکھایا کہ ان شاء اللہ ضرور بالضرور تم اپنے سروں کو منڈوائے ہوئے اور اپنے بال کو کتروا کر بغیر کسی خوف و خطر کے مسجد الحرام میں داخل ہو جاؤ گے اللہ کو وہ بات معلوم تھی جسے تم نہیں جانتے تھے سو اُس نے اس سے پہلے جلد ہی فتح سے ہم کنار کر دیا۔

۲۵-هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ-

یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تمھیں مسجد الحرام جانے سے روک دیا اور قربانی کے جانوروں کو ان کی

قربانی کی جگہ پر نہ پہنچنے دیا۔

مَعْكُوْفًا کے معنیٰ ہیں روکے رکھا، قید کردیا۔

اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ یعنی قربانی کے جانور مکّہ میں جہاں پر لے جائے جاتے ہیں اور محل سے مراد وہ جگہ ہے جہاں پر نحر (اونٹ کو ذبح کرنا) کیا جاتا ہے یعنی قربان گاہ۔

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ- اور اگر کچھ ایسے باایمان مرد اور ایمان دار عورتیں نہ ہوتیں۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی مکّہ مکرّمہ میں۔[1]

لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ- جن کو تم جانتے نہ تھے۔

یعنی جن کو بالمشافہہ تم نے دیکھا نہ تھا کیوں کہ وہ مشرکین کے ساتھ سکونت پذیر تھے۔

اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ- کہ اگر تم انھیں پامال کردیتے۔

کہ تم ان پر جنگ کے لیے ٹوٹ پڑو اور تم ان سے جنگ کا آغاز کردو۔

فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ- تو تم کو ان سے نقصان پہنچ جاتا یعنی اُن کی جانب سے۔

مَّعَرَّةٌ ناپسندیدہ بات کی صورت میں۔

جیسے دیت کا واجب ہونا، اور اُن کو قتل کرنے کا کفّارہ، ان کے قتل پر افسوس اور کفار کا اس پر شرم دلانا اور ان کے بارے میں بحث کر کے گناہ گار ہونا۔

بِغَيْرِ عِلْمٍ- بغیر علم کے بے خبری کے عالم میں۔

یعنی تم انھیں بے خبری کے عالم میں پامال کردیتے اور ''لولا'' کا جواب محذوف ہے کیوں کہ کلام خود اس طرف رہنمائی کر رہا ہے۔

مفہوم یہ ہے کہ اگر یہ ناپسندیدہ بات نہ ہوتی کہ تم کچھ لوگوں کو جو مومنین ہیں کافروں کے سامنے انجانے پن میں ہلاک کردو اور ان کی ہلاکت سے تمھیں کوئی تکلیف پہنچے تو تمھارا ہاتھ کبھی ان سے روکا نہ جاتا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو خبر دی ہے کہ صلح کا سبب وہ مومنین و مومنات تھے جو مکّہ میں مقیم تھے اور اگر صلح نہ ہوتی اور جنگ چھڑ جاتی تو وہ قتل ہوجاتے جب صلح ہوگئی تو وہ ایمان لے آئے اور انھوں نے ایمان کو ظاہر کردیا۔[2]

اور کہا جاتا ہے کہ یہ صلح مسلمانوں کے لیے ایک عظیم فتح تھی ان کے غالب آجانے کی بہ نسبت۔[3]

لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ- (مگر تاخیر اس لیے ہوئی) کہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کرلے۔

علّت بیان کی جارہی ہے کہ کس وجہ سے اہل مکّہ سے ہاتھوں کو دور رکھا گیا وہاں پر جو مومنین تھے اُن کی حفاظت مقصود تھی یہ اس لیے ہوا تاکہ اللہ اپنی توفیق میں زیادتِ خیر یا اسلام کے سبب انھیں داخل کرلے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۱۶ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۱۶ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۱۶

مَنْ یَّشَآءُ ان کے مومنین یا مشرکین میں سے جسے چاہے۔

لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۔

اور اگر دونوں فریق الگ الگ ہوجاتے تو جو ان میں کافر تھے ان کو ہم دردناک عذاب دیتے۔

قتل اور قید کے ذریعے سے۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی جو مومنین اور مومنات مکّہ میں موجود تھے اگر جدا ہوتے اور ان کے درمیان سے چلے جاتے تو ان میں جو کفار تھے ہم ان پر عذاب نازل کردیتے۔[۱]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا علی علیہ السلام جسمانی اعتبار سے طاقت ور نہ تھے؟ کیا امر الٰہی کی تکمیل کے لیے اُن میں طاقت نہ تھی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا یقیناً وہ طاقت ور تھے تو پوچھا گیا پھر دفاع کرنے سے یا باز رہنے سے کیا چیز مانع ہوئی امام علیہ السلام نے فرمایا تم نے سوال کیا ہے اب جواب سمجھو علی علیہ السلام کو اس امر سے روکنے والی ایک آیت ہے جسے کتاب اللہ میں خداوند عالم نے بیان فرمایا ہے سوال کیا گیا وہ کون سی آیت ہے تو آپ نے یہ آیت ''لَوْ تَزَیَّلُوْا'' کی تلاوت فرمائی اس لیے کہ قوم کافرین اور منافقین کے اصلاب میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی امانتیں سپرد کر رکھی تھی علی علیہ السلام ان کے آباء کو اس وقت تک قتل نہیں کرسکتے تھے جب تک امانتیں برآمد نہ ہوجائیں۔ جب امانتیں نکل آئیں تو جس پر غالب آنا تھا غالب آئے اور اسے قتل کردیا اور اسی طرح ہمارے قائم اہل بیت علیہم السلام اس وقت تک ظاہر نہ ہوں گے جب تک اللہ کی امانتیں برآمد نہ ہوجائیں جب امانتیں باہر آجائیں گی تو وہ غالب آجائیں گے جن پر غالب آنا ہے اور اسے قتل کردیں گے۔[۲]

کتاب اکمال میں امام صادق علیہ السلام سے اسی مفہوم سے متعلق متعدد اسناد سے حدیثیں آئی ہیں امام علیہ السلام نے اس آیت کے بارے میں فرمایا اگر اللہ مومنین کے اصلاب میں جو کافرین ہیں اور کافرین کے اصلاب میں جو مومنین ہیں انھیں نکال نہیں لیتا تو لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ہم اس کے بعد کافروں پر عذاب نازل کردیتے۔[۳]

۲۶–اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ۔

جب کافروں نے اپنے دلوں میں حمیّت یعنی جاہلیت کی حمیّت کو جاگزین کرلیا۔

اَلْحَمِیَّةَ کے معنیٰ ہیں غیرت۔ عزت کو بچانے کا جذبہ۔ خودداری

حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ جو غیرت حق کو تسلیم کرنے میں رکاوٹ بنے۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی قریش اور سہیل بن عمرو جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا ہم ''رحمان اور رحیم'' کو نہیں جانتے اور اُن کا یہ قول کہ اگر ہم جانتے ہوتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ سے جنگ نہ کرتے

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۱۶ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۱۶

(۳) اکمال الدین واتمام النعمہ ص ۶۴۲ باب ۵۴ (۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۱۷

لہٰذا آپ محمد بن عبداللہ رقم فرمائیے۔[۴]

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔

تو اللہ نے اپنے رسول اور مومنین پر اپنی تسکین کو نازل فرما دیا۔

اللہ نے سکینہ یعنی ثبات اور وقار کو ان پر نازل فرمایا تو اس طرح انھوں نے حمیت جاہلیت کو برداشت کرلیا۔

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى۔

اور اُن کو کلمۂ تقویٰ پر قائم رکھا۔

یعنی کلمہ شہادت ''اشھد ان لا الہ الّا اللّٰہ'' اور ''اشھد ان محمدًا رسولُ اللّٰہ'' پر قائم رکھا۔

تفسیر قمی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا۔

وَاولی القول: كَلِمَةَ التَّقْوٰى اور بہترین قول کلمۃ التقویٰ ہے۔[۱]

کتاب علل الشرائع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے ''لا اِلٰہ الّا اللہ'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا وَهِيَ كَلِمَةُ التَّقْوٰى يَثْقُلُ اللّٰهُ بِهَا الْمَوَازِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور یہ کلمہ تقویٰ ہے اللہ جس کے ذریعے سے قیامت کے دن موازین (آلات وزن، ترازو) کو وزنی کرے گا۔[۲]

کتاب الکافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد ایمان ہے۔[۳]

کتاب المجالس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

اِنَّ عَلِيًّا رَايَةُ الْهُدٰى وَاِمَامُ اَوْلِيَائِيْ وَنُوْرُ مَنْ اَطَاعَنِيْ وَهُوَ الكلمة الَّتِيْ اَلْزَمْتُهَا الْمُتقين۔

بے شک علیؑ پرچم ہدایت، میرے اولیاء کے امام، میری اطاعت کرنے والوں کا نور اور وہ کلمہ ہیں جسے متقین نے اپنے لیے لازم قرار دے رکھا ہے۔[۴]

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے اپنے خطبے میں فرمایا ہم کلمۂ تقوی اور راہِ ہدایت ہیں۔[۵]

کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے اپنے خطبے میں فرمایا:

اَنَا عُرْوَةُ اللّٰهِ الْوُثْقٰى وَالْكَلِمَةُ التَّقْوٰى میں اللہ کی مضبوط رسی ہوں اور کلمۂ تقویٰ ہوں۔[۶]

کتاب اکمال میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے ایک حدیث میں بیان فرمایا:

نَحْنُ كَلِمَةُ التَّقْوٰى وَالْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۹۰ (۲) علل الشرائع ص ۲۵۱ ح ۸ باب ۱۸۲ (۳) الکافی ج ۲ ص ۱۵ ح ۵

(۴) الامالی شیخ صدوق ص ۳۸۶ ح ۲۳ (۵) خصال ص ۴۳۶ ح ۱۴ باب ۱۰

(۶) التوحید ص ۱۶۴-۱۶۵ ح ۲ باب ۲۲ (۷) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۲۰۲ ح ۶ باب ۲۱

ہم کلمۂ تقویٰ اور مضبوط رسّی ہیں۔ ؎

وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا۔

وہ لوگ اس کے حق دار بھی ہیں اور اس کے اہل بھی۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔

اور اللہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے۔

وہ جانتا ہے کہ کون کس کا اہل ہے وہ اس میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔

۲۷–لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ۔

اللہ نے اپنے پیغمبر کو سچّا اور برحق خواب دکھایا۔

صَدَّقَ الرُّءْيَا انھیں سچا خواب دکھایا۔

بِالْحَقِّ حق کا لباس زیب تن کیے ہوئے جو نبی نے دیکھا تھا اُسے لامحالہ اپنے مقررہ وقت پر ہو کر رہنا تھا اور یہ واقعہ آغاز سورہ میں بیان کیا جا چکا ہے۔

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ۔

کہ ان شاء اللہ تم ضرور بالضرور اپنے سروں کو منڈوائے ہوئے اور اپنے بال کتروا کر مسجد الحرام میں داخل ہو جاؤ گے۔

کچھ لوگ سر منڈوا دیں گے اور کچھ تقصیر کرائیں گے۔

لَا تَخَافُوْنَ۔

اس کے بعد تمھیں کسی قسم کا خوف و خطر نہ ہوگا۔

فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا۔

اللہ کو وہ بات معلوم تھی جسے تم نہیں جانتے تھے۔

کہ اس تاخیر میں کیا حکمت پوشیدہ ہے۔

فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا۔

سو اُس نے اُس سے پہلے جلد ہی فتح سے ہم کنار کر دیا۔

اس سے مراد فتح خیبر ہے تا کہ مومنین کے دل اس فتح سے استراحت محسوس کریں اور سکون کا سانس لیں یہاں تک کہ جو وعدہ کیا جا چکا ہے وہ پایۂ تکمیل کو پہنچے۔

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا ﴿۲۸﴾

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیۡنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَهُمۡ تَرٰىهُمۡ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانًا ۫ سِیۡمَاهُمۡ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ؕ ذٰلِکَ مَثَلُهُمۡ فِی التَّوۡرٰىةِ ۚۖ وَ مَثَلُهُمۡ فِی الۡاِنۡجِیۡلِ ۚۛ کَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰی عَلٰی سُوۡقِهٖ یُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیۡظَ بِهِمُ الۡکُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡهُمۡ مَّغۡفِرَةً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۲۹﴾ ع

۲۸– وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کردیں اور گواہی کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔

۲۹– اللہ کے رسول محمد اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ سب کے سب کفار کے مقابل میں سخت اور باہمی رحم دل ہیں، تم انھیں رکوع کرتے ہوئے سربسجود دیکھو گے وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے خواہاں ہوں گے ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان ہوں گے یہ لوگ وہ ہیں جن کی مثال توریت میں اور انجیل میں اس طرح بیان کی گئی ہے جیسے کھیتی ہے جس نے زمین سے اپنے خوشے نکالے پھر اس کو مضبوط کیا پھر وہ گدرائی اور اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی کاشت کرنے والوں کی پسندیدگی کا باعث ہوئی تا کہ کفّار اس کے پھلنے پھولنے پر جلیں ان میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے اللہ نے اُن سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

۲۸–هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ–

وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔

یعنی دین اسلام کے ساتھ۔

لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ–

تا کہ وہ اسے تمام ادیانِ عالم پر غالب کردیں۔

تا کہ اسے وہ تمام جنس دین پر غالب کردیں جو حق ہو اس کو باقی رکھیں اور جو باطل ہے اس کے فاسد ہونے کا اظہار کریں پھر مسلمانوں کو صاحب دین پر مسلّط کردیں اس لیے کہ جو بھی صاحبِ دین ہے وہ اسلام سے مغلوب ہو چکا ہے یا مغلوب ہوگا اور اس میں تاکید ہے جو فتح کا وعدہ کیا گیا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے اور وہ امام علیہ السلام ہیں جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ تمام ادیان پر غلبہ عطا کرے گا تو وہ زمین کو عدل و داد سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی فرمایا ہم نے جس بات کا ذکر کیا ہے کہ اس کی تاویل اس کی تنزیل کے بعد ہے۔[۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اس بارے میں مکمل گفتگو ہم سورۂ توبہ کی آیت ۳۳ کے ذیل میں کر چکے ہیں۔

وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا- اور گواہی کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔

یہ کہ اللہ نے جو وعدہ فرمایا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔

یا یہ کہ اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر گواہ ہے۔

۲۹-مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ-

اللہ کے رسول محمد اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں۔

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا-

وہ سب کے سب کفار کے مقابل میں سخت اور باہمی رحم دل ہیں تم انھیں رکوع کرتے ہوئے سربسجود دیکھو گے جو لوگ ان کے دین کے مخالف ہیں وہ اُن پر سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں جیسے اللہ کا قول ہے: اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (المائدہ ۵۴)

جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں۔ تم انھیں رکوع کرتے ہوئے اور سربسجود اس لیے دیکھتے ہو کہ وہ اکثر اوقات نماز میں مصروف رہتے ہیں۔

يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا-

وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے خواہاں ہوں گے۔

یعنی ثواب اور اللہ کی خوش نودی کے طالب نظر آتے ہیں۔

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ-

ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان ہوں گے۔

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ علامت ہے جو زیادہ سجدہ کرنے کی وجہ سے پیشانی پر ابھر آتی ہے۔[۲]

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۱۷ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۰۵

آپ نے فرمایا وہ نماز میں بیدار رہنا ہے۔[۱]

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ-

یہ لوگ وہ ہیں جن کی مثال توریت اور انجیل میں (اس طرح بیان کی گئی ہے) ان کی عجیب وغریب صفات اور ان کی مذکورہ شان۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی: اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ (بقرہ ۱۴۶) (جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ پیغمبر آخر کو اسی طرح پہنچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے توریت انجیل اور زبور میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کے اوصاف، ان کی بعثت اور ہجرت کا ذکر کیا ہے اور وہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر ''فِي الْاِنْجِيْلِ'' تک اللہ کا قول ہے یہ اوصاف پیغمبر و اصحاب پیغمبر توریت اور انجیل میں موجود ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا تو اہلِ کتاب نے انھیں پہچان لیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔[۲]

كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ-

جیسے ایک کھیتی ہے جس نے زمین سے اپنے خوشے نکالے پھر اس کو مضبوط کیا۔

اسے تقویت بخشی وزیر معاون کو کہتے ہیں لفظ ایزار کے معنی ہیں اعانت کرنا۔

فَاسْتَغْلَظَ- پھر وہ گدرائی یعنی کمزور سے توانا ہوئی پتلی سے موٹی ہوئی۔

فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ- اور وہ اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی۔

لفظ ''سُوق'' ساق کی جمع ہے پودے کا' تنا، پنڈلی۔

يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ-

کاشت کرنے والوں کی پسندیدگی کا باعث ہوئی۔

اپنی دبازت، قوت اور موٹاپے کی وجہ سے اور اچھے منظر کے سبب کہا گیا ہے وہ ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے لیے دی ہے کہ وہ آغاز اسلام میں تعداد میں کم تھے پھر ان کی تعداد میں اضافہ ہوا اور اُن کی قوت و طاقت مستحکم ہوئی اور ان کے معاملات اتنی تیزی سے ترقی کے مراحل طے کرنے لگے کہ لوگوں کی حیرانی کا باعث بنے۔

لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ-

تاکہ کفار اس کے پھلنے پھولنے پر جلیں۔

یہ وہ علّت ہے جس کے سبب صحابۂ کرام کو زراعت سے، نمو اور استحکام میں تشبیہ دی گئی ہے۔

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۲۹۹ (۲) تفسیر قمی ج ۱ ص ۳۳

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ -

ان میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجا لائے اللہ نے اُن سے

مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

کتاب امالی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ یہ آیت کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو روشن ترین نور کا ایک پرچم نصب کیا جائے گا اور ایک منادی ندا دے کر کہے گا کہ سیّد المومنین اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں وہ کھڑے ہوجائیں اس وقت کہ اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کرے گا علی ابن ابی طالب علیہ السلام کھڑے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نورابیض کا پرچم اُن کے ہاتھ میں دے دے گا۔ جس کے نیچے مہاجرین و انصار کے تمام سابقین اوّلین ہوں گے ان کے علاوہ کوئی اور ان میں شامل نہ ہوگا۔

یہاں تک کہ ربّ العزت کے نور سے قائم کردہ منبر پر علی جلوہ افروز ہوں گے اور ہر جماعت فرداً فرداً ان کی خدمت میں پیش کی جائے گی اور علیؑ اسے اس کا اجر اور اس کا نور عطا فرمائیں گے اور جب اُن میں سے آخری فرد کو پیش کیے جانے کی نوبت آئے گی تو ان سے کہا جائے گا تم نے جنت میں اپنے مقام اور منازل کو جان لیا تمھارا رب تم سے مخاطب ہوکر کہتا ہے: ''عندی لکم مغفرۃ واجر عظیم'' میرے پاس تمھارے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے یعنی ''جنت'' ہے پھر علی ابن ابی طالب علیہ السلام کھڑے ہوں گے اور قوم اُن کے پرچم کے نیچے ان کے ساتھ جنت میں داخل ہوگی پھر وہ اپنے منبر کی طرف تشریف لائیں گے اور اسی طرح جملہ مومنین کو ان کی خدمت میں پیش کیا جائے گا اور وہ اُن سے جنت میں اپنا حصّہ حاصل کریں گے اور وہ کچھ اقوام کو جہنم میں رہنے دیں گے۔[۱]

کتاب ثواب الاعمال اور مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ تم اپنے اموال اور اپنی عورتوں کو اور جو تمھارے قبضے میں ہیں انھیں ''اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا'' سورے کی تلاوت کر کے تباہ ہونے سے محفوظ کرلو۔

اس لیے کہ جو بھی مسلسل اس سورے کو پڑھے گا تو قیامت کے دن ایک منادی یہ صدا دے گا جسے تمام مخلوقات سنے گی: اَنْتَ مِنْ عِبَادِيَ الْمُخْلِصِيْنَ اَلْحِقُوْهُ بِالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِيْ وَاَسْكِنُوْهُ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ وَاسْقُوْهُ مِنَ الرَّحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ بِمِزَاجِ الْكَافُوْرِ۔

تم میرے مخلص بندوں میں سے ہو، اے فرشتو! تم اس بندے کو میرے صالح بندوں سے ملحق کردو اور اسے جناتِ نعیم میں ٹھہرا دو اور اسے ایسی سربمہر خالص اور خالص شراب پلاؤ جس میں کافور کی آمیزش ہو۔[۲]

---

(۱) الامالی شیخ طوسی ص ۳۷۸ ح ۶۱/۸۱۰ مجلس ثالث عشر

(۲) ثواب الاعمال ص ۱۱۵ ح ۱ باب ثواب قراءۃ سورۃ الفتح ومجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۰۹

سورۃ الحجرات

سورۂ حُجرات مدینہ منورہ میں نازل ہوا اس سورے میں آیتوں کی تعداد ۱۸ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ①

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَکُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ کَجَهۡرِ بَعۡضِکُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُکُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ②

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَهُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ③

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ④

وَ لَوۡ اَنَّهُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰی تَخۡرُجَ اِلَیۡهِمۡ لَکَانَ خَیۡرًا لَّهُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ⑤

بڑے مہربان نہایت مشفق اللہ کے نام سے۔

۱- اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول سے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو بے شک اللہ خوب سننے والا اور ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

۲- اے مومنو! تم اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ ہی نبی سے اونچی آواز میں اس طرح بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے تمام کیے کرائے پر پانی پھر جائے اور تمھیں پتا تک نہ چلے۔

۳- بے شک جو لوگ رسولِ خدا کے حضور دھیمی آواز میں گفتگو کرتے ہیں درحقیقت یہی وہ لوگ ہیں اللہ

نے جن کے دلوں کو تقویٰ کے لیے آزما لیا ہے ان کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے۔
۴-اے نبی جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔
۵-اگر وہ آپ کے باہر تشریف لانے تک صبر کرتے تو یہ اُن کی حق میں بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا، مشفق و مہربان ہے۔

۱-یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ-
اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول سے پیش قدمی نہ کرو۔
نہ تو کسی امر کو ان کے امر پر مقدم رکھو یا نہ خود کو ان کے آگے رکھو ان سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو اسی سے ''مقدّمۃ الجیش'' ہے یعنی ہَراوَلی دَستہ کہا گیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب تک اللہ اور اس کے رسول کوئی فیصلہ نہ کردیں تم کسی کام کا حتمی فیصلہ نہ کرو۔(۱)
اور کہا گیا کہ تم اُن کے آگے نہ چلو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نہ چلو اللہ کا ذکر اس کی تعظیم کی وجہ سے اور اس بات کی طرف متوجہ کرنے کے لیے لایا گیا کہ اللہ ہی کی وجہ سے وہ اس جگہ پر ہے لہٰذا اس کی تجلیل ضروری ہے۔(۲)
وَ اتَّقُوا اللّٰهَ-
اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو پیش قدمی کرتے وقت یعنی پیش قدمی نہ کرو۔
اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ-
بے شک اللہ تمھارے اقوال کو سنتا اور تمھارے افعال کو جانتا ہے۔
۲-یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ-
اے مومنو! تم اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔
یعنی جب ان سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل کرو تو اپنی آواز کو اُن کی آواز سے بلند نہ کرو۔
وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ-
اور نہ ہی نبی سے اونچی آواز میں اس طرح بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہو۔
یعنی اس اونچی آواز کو ان تک نہ پہنچاؤ جو تمھارے مابین گفتگو میں جاری تھی بلکہ اپنی آواز کو ان کی آواز سے نیچے رکھو خوش آمدید کہتے وقت اور ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور دوبارہ آواز دے کر پکارتے وقت کہ وہ تمھاری طرف مزید توجہ دیں اور وعظ و نصیحت میں تاکید کریں جسے پکارا گیا ہے اس کے استقلال پر دلالت کرنے کے لیے اور زیادہ اہتمام کی خاطر۔

---

(۱) و (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۰۶

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ-

کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے تمام کیے کرائے پر پانی پھر جائے کہیں تمھارے تمام اعمال حبط نہ ہو جائیں۔

وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ- اور تمھیں پتا تک نہ چلے۔

کہ وہ اعمال حبط ہو چکے ہیں۔ختم ہو گئے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت بنی تمیم کے وفد کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر آتے تو ان کے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو کر زور سے پکارتے اُخْرُج یا محمد اے محمد باہر تشریف لایئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لاتے تو یہ لوگ ان سے آگے آگے چلتے اور جب وہ لوگ آپ سے محوِ کلام ہوتے تو ان کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرتے اور کہتے یا محمد یا محمد آپ کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ وہ اسی طرح بات کرتے جیسے آپس میں باتیں کیا کرتے تھے تو اس وقت اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(۱)

کتاب جوامع میں ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس کے بارے میں نازل ہوئی اس کے کان میں بہرا پن تھا وہ اونچا سنتا تھا وہ جب بھی گفتگو کرتا تو اونچی آواز میں باتیں کرتا اور اکثر اپنی آواز سے رسول اللہ کو اذیت پہنچاتا تھا۔ روایت کی گئی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ثابت کو گم شدہ پا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تلاش کرایا اس کے بارے میں دریافت کیا اسے بلایا اس سے پوچھا اس نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیت نازل ہوئی ہے اور میں اونچا سنتا ہوں مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرے اعمال حبط نہ ہو جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا تم وہاں نہیں ہو تم بہترین زندگی گزارو گے، تمھاری موت خیر پر ہوگی اور تم جنتی لوگوں میں سے ہو۔(۲)

تفسیر امام علیہ السلام میں سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کے قول: لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا (بقرہ ۱۰۴)

(راعنا نہ کہو بلکہ یہ کہو اے نبی ہماری طرف دیکھیے) کے ذیل میں امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان کے اردگرد مہاجرین اور انصار کثیر تعداد میں جمع ہو گئے اور بہت زیادہ مسائل ان سے دریافت کیے جانے لگے اور لوگ ان سے اس طرح بڑائی کے ساتھ خطاب کرتے جو آنحضرت کے شایان شان نہ تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ الآیۃ

اور رسول اللہ لوگوں پر نہایت مہربان اور بے حد شفیق تھے اور ان سے گناہوں کو دور کرنے کی سعی فرماتے تھے اگر وہ یہ ملاحظہ فرماتے کہ کوئی ان سے گفتگو کر رہا ہے تو وہ اس سے اونچی آواز میں گفتگو فرماتے تا کہ اللہ تعالیٰ

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۱۸ (۲) جوامع الجامع ص ۴۵۶

نے جو وعید فرمائی ہے وہ اس سے زائل ہوجائے کہ اس کا کوئی عمل حبط نہ ہو یہاں تک کہ ایک اعرابی نے دیوار کے پیچھے سے انھیں آواز دی اور نہایت بلند آواز میں پکارا یا محمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے زیادہ اونچی آواز میں اسے جواب دیا آپ کا مطمح نظر یہ تھا کہ وہ اعرابی بلند آواز سے پکارنے کی وجہ سے گنہ گار نہ ہو۔(۱)

۳- اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ-

بے شک جو لوگ رسول خدا کے حضور دھیمی آواز میں گفتگو کرتے ہیں۔

ادب آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے دھیمی آواز میں بات کرتے ہیں۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی-

درحقیقت یہی وہ لوگ ہیں اللہ نے جن کے دلوں کو تقویٰ کے لیے آزما لیا ہے ان کے دلوں کو آزما لیا ہے اس کا تجربہ کرلیا ہے۔

لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ- ان کے گناہوں کی مغفرت اور اُن کے لیے اجر عظیم ہے۔

اپنی اطاعت کے وسائل کو پست رکھنے کی وجہ سے تعظیم کی وجہ سے اجر عظیم بصورتِ نکرہ آیا ہے۔

۴- اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ- بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں۔

یعنی حجروں کے باہر سے یا حجروں کے پیچھے سے یا حجروں کے سامنے سے اور حجروں سے مراد نبی کی بیویوں کے حُجرے (کمرے) ہیں۔

اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ- ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

اس لیے کہ عقل کا تقاضا ہے کہ حسن ادب ہو اور جو اس منصب پر فائز ہو تو اس کی جاہ وحشمت کو ملحوظ رکھا جائے۔

۵- وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ-

اور اگر وہ آپ کے باہر تشریف لانے تک صبر کرتے تو یہ اُن کے حق میں بہتر ہوتا جلدی کرنے اور پکارنے سے اس لیے کہ یہ ادب کو ملحوظ رکھنا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ہے جو توصیف اور ثواب کا موجب ہے اور جو سوال پوچھا گیا ہے اِس میں اس کی تسلّی اور تشفّی ہے۔

اور لفظ ''الیھم'' سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اگر نبی اُن کی وجہ سے باہر تشریف لا رہے ہیں تو انھیں چاہیے کہ وہ صبر سے کام لیں یہاں تک کہ نبی اکرمؐ ان لوگوں سے خود گفتگو شروع کریں یا اُن کی طرف متوجہ ہوں۔

وَ اللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ- اور اللہ بخشنے والا اور مشفق ومہربان ہے۔

کہ اس نے نصیحت پر اکتفا کی ہے اور ان بے ادبوں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم نہ کرنے والوں کو اس امر سے منع فرمایا ہے اور تنبیہ کی ہے۔

---

(۱) تفسیر امام عسکری علیہ السلام ص ۴۷۷ ح ۳۰۵

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝۶ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝۷ۙ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۸ وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۹

۶-اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کرلیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانستہ طور پر کسی کو نقصان پہنچا دو پھر اپنے کیے پر شرمندہ ہوتے رہو۔ ۷- اور تم جان لو کہ تمھارے درمیان رسول اللہ موجود ہیں وہ اگر تمھارے بیشتر معاملات میں تمھاری بات مان لیا کرتے تو تم خود مشکلات سے دوچار ہوجاتے لیکن اللہ نے تمھارے لیے ایمان کو پسندیدہ قرار دیا اور تمھارے دلوں میں اسے آراستہ کردیا ہے کفر، بدکاری اور نافرمانی کو تمھارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا یہی لوگ راست رو ہیں۔ ۸-اللہ کے فضل اور احسان سے اور اللہ ہر بات کا جاننے والا اور باحکمت ہے۔ ۹- اور اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں قتال کریں تو ان کے مابین صلح کراؤ پس اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ امرِ خداوندی تک پلٹ آئے اگر وہ پلٹ آیا تو ان کے درمیان عدل کے مطابق صلح کراؤ اور انصاف سے کام لو اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

۶-يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا-

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کرلیا کرو۔

فَتَبَيَّنُوْٓا کے معنیٰ غور وفکر کرنا اور چھان بین کرنا۔

اور تفسیر مجمع البیان میں یہ روایت امام باقر علیہ السلام سے منسوب ہے کہ تم توقف کرو یہاں تک کہ حقیقتِ حال واضح ہوجائے۔ (۱)

---

(۱) تفسیر مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۳۱

اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ-

کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانستہ طور پر کسی کو نقصان پہنچا دو پھر اپنے کیے پر شرمندہ ہوتے رہو۔

جَهَالَةٍ ان کے حال سے ناواقفیت کی بنیاد پر۔

فَتُصْبِحُوْا کہ تم ہو جاؤ۔

نٰدِمِيْنَ شرمندگی کے ساتھ غم کو اپنے ساتھ لازم قرار دیتے ہوئے اس تمنا میں کہ ایسا نہ ہو۔

روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو بنی المصطلق کی طرف صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا اور ولید بن عقبہ اور بنو المصطلق کے درمیان بغض و کینہ تھا جب انھوں نے اس کے آنے کی خبر سنی تو اس کا استقبال کیا ولید یہ سمجھا کہ وہ اس سے قتال کرنا چاہتے ہیں وہ واپس چلا آیا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ وہ لوگ مُرتد ہو گئے ہیں اور انھوں نے زکوٰۃ سے منع کر دیا ہے نبی اکرمؐ نے ان سے قتال کا ارادہ کیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[۱]

اور اس روایت کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو احتجاج میں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے ہے آپ نے فرمایا اے ولید بن عقبہ خدا کی قسم تو کس قدر قابلِ ملامت ہے تو علی سے بغض رکھتا ہے جب کہ علیؑ نے تجھے شراب پینے پر اسّی (۸۰) کوڑوں کی سزا دی تھی اور غزوۂ بدر کے موقع پر تیرے باپ کو اپنے ہاتھ سے بھوکا پیاسا قتل کیا تھا تم انھیں کیسے گالی دے سکتے ہو جب کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں قرآن کی دس آیتوں میں مومن کہا ہے اور تجھے فاسق قرار دیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا۔[۲]

۷-وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ- اور تم جان لو کہ تمھارے درمیان رسول اللہ موجود ہیں۔

لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ-

وہ اگر تمھارے بیشتر معاملات میں تمھاری بات مان لیا کرتے تو تم خود مشکلات سے دوچار ہو جاتے۔

لَعَنِتُّمْ کے معنیٰ میں تم دشواری اور ہلاکت میں پڑ جاتے۔

اس میں اشارہ ہے کہ ان لوگوں میں سے کچھ نے اشارہ کیا تھا کہ بنی مصطلق پر حملہ کر دیا جائے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ-

لیکن اللہ نے تمھارے لیے ایمان کو پسندیدہ قرار دیا اور تمھارے دلوں میں اسے آراستہ کر دیا ہے۔

وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ-

اور کفر، بدکاری اور نافرمانی کو تمھارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا کہا گیا ہے کہ یہ ایسے مومنین سے خطاب ہے جنھوں نے ایسا نہیں کیا ہے اور اپنے فاسد مقاصد کے لیے جھوٹ نہیں بولے ان کے عمل کو لائق تحسین قرار دیا گیا ہے اور جس نے کفر فسوق اور عصیان سے دامن کو آلودہ کیا ہے ان کی مذمت کی گئی ہے۔[۳]

---

(۱) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۳۲ (۲) الاحتجاج ج ۱ ص ۴۱۲ (۳) انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۰۸

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''اَلْفُسُوْقَ'' سے مراد جھوٹ ہے۔(۱)

کتاب کافی اور قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَ زَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ'' سے مراد امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔(۲)

کتاب محاسن میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا اور کہا گیا کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لیے جس چیز کو پسندیدہ قرار دیا ہے کیا وہ احسان ہے فرمایا نہیں نہیں بلکہ کرامت ربّانی ہے۔(۳)

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ دین محبت کا نام ہے اور محبت دین ہے۔(۴)

کتاب الکافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ سے محبت اور بغض کے بارے میں سوال کیا گیا کیا اس کا ایمان سے تعلق ہے تو آپ نے فرمایا کہ ایمان تو محبت اور بغض کا نام ہے اور آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔(۵)

اُولٰٓئِکَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ- یہی لوگ راست رَو ہیں۔

یہی وہ لوگ ہیں اللہ نے جن کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو سیدھی راہ پر گام زن ہیں۔

۸-فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً- اللہ کے فضل اور احسان سے۔

وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ- اور اللہ مومنین کے احوال سے باخبر ہے اور باہمی تفاوت سے بھی آگاہ ہے۔

حَکِیْمٌ اور باحکمت ہے جب ان پر اپنا فضل وکرم کرتا ہے اور اپنی توفیق سے ان کو نعمتوں سے نوازتا ہے۔

۹-وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا-

اور اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں قتال کریں تو اُن کے مابین صلح کراؤ۔

اقْتَتَلُوْا کے معنی باہمی جنگ کریں۔

یہاں پر تثنیہ کی جگہ جمع مفہوم کے اعتبار سے لایا گیا ہے اس لیے کہ لفظ طائفہ معنی کے اعتبار سے جمع ہے بہت سے لوگوں کا مجموعہ

اَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ان کے درمیان نصیحت کے ذریعے اور حکم الٰہی کی جانب دعوت دے کر اصلاح کی کوشش کرو۔

فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی- پس اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے۔

فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ- تو زیادتی کرنے والے سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ امر خداوندی تک پلٹ آئے۔

یعنی حکم خداوندی تک واپس آجائے اور جو حکم دیا گیا ہے اسے تسلیم کرلے۔

فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ- اگر وہ پلٹ آیا تو ان کے درمیان عدل کے مطابق صلح کراؤ۔

یعنی ان دونوں گروہوں کے مابین حکم خدا کے مطابق فیصلہ کراؤ۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۳۳ (۲) الکافی ج ۱ ص ۴۲۶ ح ۱۷ وتفسیر قمی ج ۲ ص ۳۱۹ (۳) المحاسن ج ۱ ص ۳۱۶ ح ۷۴/۲۹ باب ۲ (۴) المحاسن ج ۱ ص ۴۰۹ ح ۹۳۱/۳۳۳ باب ۳۴ (۵) الکافی ج ۲ ص ۱۲۵ ح ۵

کہا گیا ہے یہاں پر اصلاح کے لیے عدل کی قید لگائی گئی ہے اس لیے کہ اس میں ظلم وستم کا گمان ہوتا ہے کیوں کہ یہ قتال کے بعد اصلاح ہوگی۔

وَاَقْسِطُوْا- اور انصاف سے کام لو۔

یعنی اپنے تمام معاملات میں عدل کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ- بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیت اس قتال کے بارے میں نازل ہوئی جو اوس اور خزرج کے مابین ہوئی تھی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاہدہ کیا تھا کھجور کی شاخ اور نعال (جوتوں) کے ساتھ۔[۱]

کتاب کافی، تہذیب اور تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا یقیناً تم میں وہ شخص موجود ہے جو میرے بعد تاویل پر جنگ کرے گا جس طرح میں نے تنزیل پر جنگ کی تھی تو سوال کیا گیا وہ کون ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا جوتیاں ٹانکنے والا یعنی امیر المومنین علیہ السلام عمار بن یاسر نے کہا میں نے اس پرچم کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر تین مرتبہ قتال کیا ہے اور چوتھی مرتبہ ہے خدا کی قسم اگر وہ ہمیں ماریں گے یہاں تک کہ وہ ہمیں ھَجَر (بحرین کا کنارہ) کے کھجور کی شاخوں تک پہنچا دیں گے تو پھر بھی ہم یہی جانیں گے کہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں اور ان کے درمیان میں امیر المومنین علیہ السلام کی وہی سیرت تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت تھی اہل مکہ کے بارے میں فتح مکّہ کے دن ان کی ذریت کو گالی نہیں دی گئی اور فرمایا کہ جو بھی اپنا دروازہ بند کرلے اسے امن حاصل ہوگا اور جو ہتھیار ڈال دے گا اس کے لیے امن ہوگا اور جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے وہ امن پاجائے گا اور ایسا ہی امیر المومنین علیہ السلام نے جنگ بصرہ کے موقع پر انھیں آواز دے کر کہا تھا تم ان کی ذریّت کو گالی نہ دو اور کسی زخمی پر چڑھائی نہ کرو اور کسی بھاگتے ہوئے کا پیچھا نہ کرو اور جو اپنا دروازہ بند کرلے اور اپنے ہتھیار ڈال دے تو اسے امن حاصل ہوگا۔[۲]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس آیت کی تاویل جنگ بصرہ کے موقع پر آئی اور وہی اس آیت کے اہل ہیں یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے امیر المومنین علیہ السلام کے خلاف بغاوت کی تھی حضرت علیؑ پر اُن سے قتال واجب تھا اور انھیں قتل کرنا ضروری تھا یہاں تک کہ امر خداوندی پورا ہوجائے اور اگر وہ امرِ خداوندی تک نہ پہنچیں تو اللہ نے جو آیت نازل فرمائی تھی اس کے مطابق حضرت علیؑ پر واجب تھا کہ وہ اس وقت تک ان سے تلوار نہ ہٹائیں جب تک وہ امر الٰہی کی طرف واپس نہ آجائیں اور اپنی رائے سے باز نہ آجائیں اس لیے کہ انھوں نے اطاعت کرتے ہوئے بغیر کسی جبر کے بیعت کی تھی اور یہ ایک باغی گروہ تھا جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے تو امیر المومنینؑ پر واجب تھا کہ جب ان کے خلاف کامیابی حاصل کی تو ان کے درمیان عدل قائم کریں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ مکّہ میں قائم کیا تھا آنحضرتؐ نے ان پر احسان کیا تھا اور انھیں معاف کردیا تھا وہی سلوک امیر المومنینؑ نے بصرہ والوں سے کیا جب ان پر کامیاب ہوگئے جو آنحضرتؐ نے مکّہ والوں سے سلوک روا رکھا تھا **حَذوالنعل بالنعل** بالکل اسی طرح نقش قدم پر چلتے ہوئے۔[۳]

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۰۹ (۲) الکافی ج ۵ ص ۱۱ ح ۲ وتہذیب الاحکام ج ۲ ص ۱۳۶-۷ ح ۲۳ و تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۱ (۳) الکافی ج ۸ ص ۱۸۰ ح ۲۰۲

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

۱۰-بلاشبہ تمام مومنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا تم اپنے بھائیوں کے درمیان اصلاح کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو ہوسکتا ہے تم پر رحم کیا جائے۔

۱۱-اے ایمان والو! خبردار مَردوں کی کوئی جماعت مَردوں کی کسی جماعت کا مذاق نہ اڑائے ہوسکتا ہے وہ اُن سے بہتر ہوں اور نہ ہی عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے وہ اُن سے بہتر ہوں اور ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ہی برے القاب سے یاد کرو ایمان کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بری بات ہے اور جس نے توبہ نہ کی یقیناً وہ ظالم لوگ ہیں۔

۱۲-اے ایمان لانے والو! زیادہ بدگمانیوں سے بچو اس لیے کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں اور کسی کی ٹوہ میں نہ رہا کرو اور نہ ہی ایک دوسرے کی غیبت کرو کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے یقیناً تم اسے ناپسند کرو گے تم اللہ سے ڈرو بے شک اللہ توبہ کا قبول کرنے والا، مشفق و مہربان ہے۔

۱۰-اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ-

بلاشبہ تمام مومنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں اگر اُن میں سے کوئی

پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے تو دوسرے اس کے لیے بیدار رہتے ہیں۔(۱)

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے اس کا نفس ہے اس کا راہنما ہے نہ خیانت کرتا ہے، نہ ظلم ڈھاتا ہے، نہ دھوکا دیتا ہے اور نہ ہی وعدہ کر کے وعدہ خلافی کرتا ہے۔(۲)

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے ماں باپ دونوں کی طرف سے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جنتوں کی طینت سے خلق فرمایا ہے اور ان کی صورتوں میں جنت کی ہوا کو جاری کر دیا ہے اسی وجہ سے وہ ماں باپ کی جانب سے ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔(۳)

کتاب بصائر میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس حدیث کی تفسیر کے بارے میں دریافت کیا گیا ''اِنّ المومن ینظر بنُور الله'' کہ مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومن کو اپنے نور سے خلق فرمایا ہے اور انھیں اپنی رحمت میں رنگ دیا ہے اور جس دن اپنی ذات کی معرفت کرائی تھی ولایت کی معرفت کرا کے ہمارے لیے ان سے عہد و پیمان لیا تھا تو ایک مومن ماں باپ کی طرف سے دوسرے مومن کا بھائی ہے اس کا باپ نور ہے اس کی ماں رحمت ہے اور وہ اس نور سے دیکھتا ہے جس سے اسے خلق کیا گیا ہے۔(۴)

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اور دوسری وجہ مومنین کی اخوت کے لیے ان کا نبی اور وصی سے منسوب ہونا ہے اس لیے وارد ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اَنَاوَاَنْتَ یاعلی ابوا ھذہ الاُمّۃ میں اور تم اے علیؑ اس امت کے باپ ہیں(۱) اور دوسرا سبب ان کا ایمان کی طرف منسوب ہونا ہے جو حیاتِ ابدی کا باعث ہے۔

فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ-

لہٰذا تم اپنے بھائیوں کے درمیان اصلاح کرو۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی وہ صدقہ جسے اللہ دوست رکھتا ہے وہ لوگوں کے مابین اصلاح کرانا ہے جب ان میں فساد پیدا ہو جائے اور ان میں قربت پیدا کرنی ہے جب وہ ایک دوسرے سے دُور ہو جائیں۔(۵)

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ دو افراد کے درمیان صلح کرانا میرے نزدیک دو دینار صدقہ کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔(۶)

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے مفضل سے کہا کہ تم ہمارے شیعوں میں دو افراد کے درمیان اگر جھگڑا دیکھو تو میرے مال سے اس کا فدیہ دے دو۔(۷)

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۱۶۵ ح ۱ (۲) الکافی ج ۲ ص ۱۶۶ ح ۳ (۳) الکافی ج ۲ ص ۱۶۶-۱۶۷ ح ۷

(۴) بصائر الدرجات ص ۱۰۰ ح ۲ الجزء الثانی باب ۱۱

(۵) و (۶) و (۷) الکافی ج ۲ ص ۲۰۹-۲۱۰ ح ۱، ۲، ۳، ۵ باب الاصلاح بین الناس

اور ایک روایت میں ہے کہ اصلاح کرانے والا جھوٹا نہیں ہوتا۔ (۱)

وَاتَّقُوا اللّٰهَ- اور تم اللہ سے ڈرتے رہو اس کے حکم کی مخالفت اور اسے ترک کرنے کے بارے میں۔

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ- ہوسکتا ہے تم پر رحم کیا جائے۔

تمھارے تقویٰ کی بنیاد پر۔

۱۱-يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ- اے ایمان والو! خبردار مردوں کی کوئی جماعت مردوں کی کسی جماعت کا مذاق نہ اڑائے ہوسکتا ہے وہ اُن سے بہتر ہوں۔

وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ-

اور نہ ہی عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے وہ اُن سے بہتر ہوں۔

یعنی کچھ مومنین و مومنات دوسرے کچھ مومنین و مومنات کا مذاق نہ اڑائیں اس لیے کہ ہوسکتا ہے جس کا مذاق اڑایا جارہا ہے وہ اللہ کے نزدیک مذاق اڑانے والے سے بہتر ہو۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت صفیہ بنت حی بن اخطب کے بارے میں نازل ہوئی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ تھیں اور اصل واقعہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو بیویاں اسے اذیت پہنچاتیں اور اسے لعن طعن کرتی تھیں اور اس سے کہتی تھیں اے یہودیہ کی بیٹی صفیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات کی شکایت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا تم یہ جواب دو کہ میرے باپ ہارون نبی اللہ تھے اور میرے چچا موسیٰ کلیم اللہ تھے اور میرے شوہر محمد رسول اللہ ہیں تم مجھ سے کیوں اجنبیت محسوس کرتی ہو۔ صفیہ نے ان دونوں بیویوں سے یہ کہا تو انھوں نے کہا کیا تمھیں یہ رسول اللہ نے سکھایا ہے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ الخ (۲)

وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ- اور ایک دوسرے پر طعن نہ کرو۔

یعنی آنکھوں کے اشارے سے ایک دوسرے کی بدگوئی نہ کرو۔

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ- اور نہ ہی برے القاب سے یاد کرو۔

یعنی تم ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو۔

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ- ایمان کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بری بات ہے۔

یعنی مومنین کے لیے برا ذکر جو ببانگ دہل کیا جائے کہ ان کے ایمان میں داخل ہوجانے کے بعد فسق کے ساتھ یاد کیا جائے اور اس سے انھیں شہرت دی جائے۔

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ- اور جس نے توبہ نہ کی یقیناً وہ ظالم لوگ ہیں۔

یعنی جن باتوں سے منع کیا گیا ہے اُن سے توبہ نہ کی وہ ظالمین ہیں۔

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۲۰۹۔۲۱۰ ح ۱، ۲، ۳، ۵ باب الاصلاح بین الناس (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۱

یعنی اطاعت کی جگہ نافرمانی کو رکھتے ہیں اور خود کو عذاب کے لیے پیش کر رہے ہیں۔

۱۲-یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ- اے ایمان والو! زیادہ بدگمانیوں سے بچو۔

یعنی بدگمانی سے ایک طرف ہوجاؤ اور زیادہ ابہام سے بچو اس طرح کہ ہر بدگمانی میں محتاط ہوجاؤ اور غور کرو یہاں تک کہ جان لو کہ اس کا تعلق کہاں سے ہے۔

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ- اس لیے کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔

اِثْمٌ وہ گناہ جس کا ارتکاب کرنے والا سزا کا حق دار ہوتا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنے بھائی کے معاملے کو احسن قرار دو یہاں تک کہ کوئی ایسی بات پہنچ جائے جو تمھیں اس سے منقلب کردے اور تم بدگمانی نہ کرو اس کلمہ پر جو تمھارے بھائی کے بارے میں برائی کی صورت میں بیان ہوا ہے جب تک اس کو خیر پر محمول کر سکتے ہو۔[۱]

نہج البلاغہ میں ہے۔ جب دنیا اور اہلِ دنیا میں نیکی کا چلن ہو، اور پھر کوئی شخص کسی ایسے سے کہ جس سے رسوائی کی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی سُوءِ ظن رکھے تو اس نے ظلم و زیادتی کی اور جب دنیا اور اہلِ دنیا پر شر و فساد کا غلبہ ہو اور پھر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے حسنِ ظن رکھے تو اس نے (خود ہی اپنے کو) خطرے میں ڈالا۔

وَّ لَا تَجَسَّسُوْا- اور کسی کی ٹوہ میں نہ رہا کرو۔

مومنین کی پوشیدہ باتوں کو ظاہر کرنے کی تگ و دو نہ کرو۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم مومنین کی لغزشوں کو تلاش نہ کیا کرو اس لیے کہ جو اپنے بھائی کی لغزشوں کا متلاشی ہوتا ہے تو اللہ اس کی لغزشوں کا پیچھا کرتا ہے اور اللہ جس کی لغزشوں کا پیچھا کرتا ہے تو وہ اسے رسوا کر دیتا ہے خواہ وہ اپنے گھر کے اندر چھپ کر ہی کیوں نہ بیٹھا ہو۔[۲]

وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا- اور نہ ہی ایک دوسرے کی غیبت کیا کرو۔

یعنی تم کسی کی عدم موجودگی میں ایک دوسرے کا برائی کے ساتھ ذکر نہ کرو۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے غیبت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے لیے اس کے دین کے بارے میں وہ بات کہو جو اس نے نہیں کی ہے۔ اور اس کے خلاف ایسی باتیں پھیلاؤ اللہ نے جس پر پردہ ڈال رکھا ہے جس کی پاداش میں اس پر کوئی حد قائم نہیں ہوئی ہے۔[۳]

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۳۶۲ حدیث ۳ (۲) الکافی ج ۲ ص ۳۵۵ ح ۵ (۳) الکافی ج ۲ ص ۳۵۷-۳۵۸ ح ۳-۷

اور ایک روایت میں ہے لیکن اگر اس شخص میں کوئی معاملہ ظاہر ہو جیسے مزاج کی گرمی اور جلد بازی تو یہ غیبت میں شمار نہیں ہوگی۔ ۱

امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ جس نے کسی شخص کی ایسی بات کا ذکر کیا اس کی عدم موجودگی میں جسے لوگ اچھی طرح جانتے ہیں تو اس نے اس کی غیبت نہیں کی اور جس نے کسی کی عدم موجودگی میں اس کی ایسی بات کا ذکر کیا جسے لوگ نہیں جانتے ہوں تو اس نے غیبت کی اور اگر ایسی بات کا ذکر کیا جو اس میں نہیں ہے تو اس نے بہتان لگایا۔ ۲

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگوں سے معاملہ کرے اور ظلم نہ کرے اور جو کوئی بات کہے اور جھوٹ نہ بولے وعدہ کرے اور وعدہ خلافی نہ کرے تو اس کا شمار ایسے لوگوں میں ہوگا جن کی مروّت مکمل ہو، جن کی عدالت ظاہر ہو جن کی اخوت لازم ہو اور جن کی غیبت حرام ہو۔ ۳

اور ایسی ہی روایت کتاب الکافی اور خصال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ ۴

تفسیر مجمع البیان میں ایک روایت ہے تم فاسق کے بارے میں وہ کہو جو کچھ اس میں موجود ہے تا کہ لوگ اس سے پرہیز کریں۔ ۵

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا تم لوگ غیبت سے بچو اس لیے کہ غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے پھر فرمایا کہ ایک شخص زنا کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اللہ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے لیکن غیبت کرنے والے کی مغفرت نہیں ہوگی جب تک وہ معاف نہ کرے جس کی غیبت اس نے کی ہے۔ ۶

اور ایسی ہی روایت کتاب خصال میں امام صادق علیہ السلام سے ہے۔ ۷

اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے یقیناً تم اسے ناپسند کرو گے۔

یہ ایک تمثیل ہے جو غیبت کرنے والے تک پہنچ رہی ہے غیبت کرنے والے کو بدترین سبب کے ساتھ سوالیہ انداز میں پیش کیا گیا ہے اور فعل کو کسی ایک کی طرف منسوب کرنا عمومیت کے لیے ہے اور لفظ یُحِبُّ کے ساتھ فَكَرِهْتُمُوْهُ محبت کے ساتھ ناپسندیدگی کی انتہائی کیفیت ہے اور غیبت کرنے کی تمثیل بھائیوں کے گوشت کھانے سے دینا اور جسے کھایا جا رہا ہے اسے بھائی اور مردار قرار دینا اور اس کے آخر میں فَكَرِهْتُمُوْهُ (تم یقیناً اسے ناپسند کرو گے) یہ بیان اور اس بارے میں محققانہ گفتگو ہے۔

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۳۵۷۔۳۵۸ ح ۳۔۷ (۲) الکافی ج ص ۳۵۸ ح ۶

(۳) عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۳۰ ح ۳۴ باب ۳۱ (۴) الکافی ح ۲ ص ۲۳۹ ح ۲۸ والخصال ص ۲۰۸ ح ۲۸ باب ۴

(۵) مجمع البیان ج ۹۔۱۰ ص ۱۳۵ (۶) مجمع البیان ج ۹۔۱۰ ص ۱۳۷ (۷) الخصال ص ۶۲۔۶۳ ح ۹۰

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾
قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

۱۳۔اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمھیں مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں قرار دیا ہے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو بے شک تم میں سب سے زیادہ مکرّم اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ متقی ہے بہ تحقیق اللہ ہر بات کا جاننے والا اور ہر شے سے باخبر ہے۔
۱۴۔صحرانشین یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اے نبی فرما دیجیے تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو ہم اسلام لائے ہیں ابھی ایمان تو تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تو وہ تمھارے اعمال میں کوئی کمی نہیں کرے گا بے شک اللہ بہت بخشنے والا ہے اور بڑا شفیق ہے۔

۱۳-يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى-
اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے یعنی آدم وحوا سے۔
وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ-
اور تمھیں مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں قرار دیا ہے۔
تفسیر قمی میں ہے فرمایا الشعوب سے مراد عجم اور قَبَآىِٕلَ سے مراد عرب ہیں۔[1]
لِتَعَارَفُوْا-
تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔
تا کہ تم ایک دوسرے کی معرفت حاصل کرو اس کا مقصد ایک دوسرے پر فخر و مباہات کرنا جو باپ دادا اور قبائل کی وجہ سے نہ ہو۔
اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ-
بے شک تم میں سب سے زیادہ مکرّم اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ متّقی ہے اس لیے کہ تقوی سے نفوس کی

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۲

تکمیل ہوتی ہے اور اشخاص ایک دوسرے پر فضیلت حاصل کرتے ہیں لہٰذا جو کسی شرف کا متمنی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ تقویٰ کے ذریعے طلب کرے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ اس بات کی رَد ہے جو حسب اور نسب پر فخر و مُبَاہات کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکّہ کے دن فرما دیا تھا اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے تمھارے درمیان سے جاہلیت کی نَخوت (فخر و غرور) کو دور کر دیا ہے اور آباؤ اجداد کے ذریعے فخر کو مٹا دیا ہے ''عَرَبیّت'' ماں باپ سے نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک بولی جانے والی زبان ہے جو بھی اسے بولتا ہے وہ عربی ہے آگاہ ہو جاؤ تم سب آدمؑ سے ہو اور آدمؑ تراب سے پیدا ہوئے تھے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ (۱)

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا میں نے تمھیں حکم دیا تھا میں نے تم لوگوں سے جو عہد و پیمان لیا تھا اسے تم نے ضائع کر دیا اور اپنے انساب کو بلند قرار دیا آج کے دن میں اپنی نسبت کو بلندی عطا کرتا ہوں اور تمھارے انساب کو پست قرار دیتا ہوں ''مُتَّقین'' کہاں ہیں؟

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ (۲)

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السلام اپنے والد اور وہ اپنے جد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ متقی وہ شخص ہے جو حق بات کہے خواہ وہ بات اس کے موافق ہو یا اس کے خلاف ہو۔ (۳)

کتاب اعتقادات میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اللہ تعالیٰ کے قول:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ جو شخص تم میں سب سے زیادہ تقیہ پر عمل کرتا ہے۔ (۴)

اور کتاب اکمال میں ایسی ہی روایت امام رضا علیہ السلام سے ملتی ہے۔ (۵)

اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۔

بے شک اللہ تمھیں اچھی طرح جانتا ہے اور تمھاری اندرونی کیفیت سے باخبر ہے۔

۱۴-قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا۔

صحرانشین یہ کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیت بنی اسد کے کچھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مدینہ میں اس سال آئے جب قحط سالی کا زمانہ تھا انھوں نے کلمۂ شہادتین زبان سے جاری کر دیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہتے تھے کہ ہم

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۲ (۲) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۳۸

(۳) عن لایحضرہ الفقیہ ج ۴ ص ۲۸۱-۲۸۲ ح ۱۶/۸۳۶ باب ۱۷۶

(۴) الاعتقادات فی دین الامامیہ ص ۸۲-۸۳ باب ۳۹ (۵) اکمال الدین و اتمام النعمۃ ص ۳۷۱ ح ۵ باب ۲۵

اپنے ساز وسامان اور عیال کے ساتھ آپ کی خدمت میں آ گئے ہیں ہم نے آپ سے کوئی قتال نہیں کیا جس طرح بنو فلاں نے کیا تھا اس کا مقصد صدقہ حاصل کرنا تھا اور وہ احسان جتلا رہے تھے۔[۱]

قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا - اے نبی آپ اُن سے فرما دیجیے کہ تم ایمان نہیں لائے۔

اس لیے کہ ایمان وثوق اور اطمینانِ قلب کے ساتھ تصدیق کو کہتے ہیں جو ابھی تمھیں حاصل نہیں ہے۔

وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا-

بلکہ یہ کہو ہم اسلام لائے ہیں۔

اس لیے کہ اسلام اطاعت کرنا اور سلامتی میں داخل ہونا ہے اور شہادت کو ظاہر کرنا ہے اور جنگ وجدال کو ترک کر دینا ہے جسے محسوس کیا جا سکتا ہے اور نظم کلام یہ تھا کہ یہ کہا جائے:

لاتقولوا امنا ولكن قولوا اسلمنا اولم تومنوا، ولكن اسلمتم

لیکن اس نظم سے عُدول کر کے اِس نظم کو اختیار کیا تا کہ ایمان کے قول کی نہی سے احتراز و اجتناب کیا جائے اور ان کے اسلام کا یقین کیا جائے اس لیے کہ اس کا شرعی اعتبار مقصود ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایمان سے پہلے اسلام ہوتا ہے اور اسی اسلام کی بنیاد پر ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں اور آپس میں نکاح کرتے ہیں اور ایمان کی بنیاد پر ثواب ملتا ہے۔[۲]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایمان نام ہے زبان سے اقرار کرنا دل میں اسے جاگزیں کرنا اور اعضاء و جوارح سے عمل کرنا اور ایمان کا ایک حصّہ دوسرے حصّے سے تعلق رکھتا ہے اور وہ گھر ہے اسی طرح اسلام بھی گھر ہے اور کفر بھی گھر ہے اور یقیناً بندہ مومن ہونے سے پہلے مُسلم ہوتا ہے اور وہ مومن ہو نہیں سکتا جب تک مسلمان نہ ہو لہٰذا اسلام ایمان سے قبل ہوتا ہے اور وہ ایمان میں شریک ہوتا ہے۔

جب بندہ گناہانِ کبیرہ میں سے کسی گناہ کبیرہ کو یا گناہان صغیرہ میں سے کسی گناہِ صغیرہ کو بجا لاتا ہے اللہ تعالیٰ نے جس سے منع فرمایا تھا تو اس کا مرتکب ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور ایمان کا نام اُس سے ساقط ہو جاتا ہے۔ البتہ اسلام کا نام اس کے لیے باقی رہتا ہے پس اگر وہ توبہ کر لے اور مغفرت طلب کرے تو وہ ایمان کے گھر کی جانب لوٹ آتا ہے اور اس سے انکار اور حرام کو حلال سمجھ لینا ہی کفر کی طرف لے جاتا ہے۔ الحدیث[۳]

اور ایک روایت میں ہے اسلام وہ ظاہری عمل ہے جس پر لوگ عمل کرتے ہیں لا الہ الّا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت (گواہی) نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، خانہ کعبہ کا حج کرنا، ماہ رمضان کے روزے رکھنا اس کا نام اسلام ہے اور ایمان اس کے ساتھ ساتھ اس امر کی معرفت ہے اگر اس نے ان تمام چیزوں کا اقرار کر لیا اور اس امر کو نہیں پہچانا تو وہ مسلمان تو ہوگا مگر گم راہ ہوگا۔[۴]

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۱۱ (۲) الکافی ج ۱ ص ۱۷۳ ح ۴
(۳) الکافی ج ۲ ص ۲۷ ح ۱ (۴) الکافی ج ۲ ص ۲۴-۲۵ ح ۴

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ مسلمان وہ ہے دوسرے مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے کہ دوسرے مسلمان اپنے اموال اور انفس کے بارے میں جس پر اطمینان رکھتے ہوں۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے فرمایا کہ اسلام علانیہ جو عمل ہوتا ہے اسے کہا جاتا ہے اور ایمان کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا۔[۲]

وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ-

اور ابھی ایمان تو تمھارے دلوں میں داخل بھی نہیں ہوا۔

یہ جملہ قُوْلُوْٓا کے لیے وقت کا تعین ہے۔

وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ-

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

اِخلاص کے ساتھ اور نفاق کو ترک کر کے۔

لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا-

تو وہ تمھارے اعمال میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔

یعنی عمل کے اجر میں کسی قسم کی کمی نہیں کرے گا یعنی کم اُجرت نہیں دے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ-

بے شک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اطاعت گزاروں سے جو زیادتی ہوتی ہے انھیں بخش دیتا ہے اور اپنا فضل و کرم ان پر جاری و ساری رکھتا ہے۔

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۲۳۴ ح ۱۲ (۲) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۳۸

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع ۲ ۸ ۱۴

۱۵-بس مومنین تو وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر اس میں ذرّہ برابر شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے اموال اور انفس (جانوں) سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یقیناً وہی لوگ سچّے ہیں۔

۱۶-اے نبی ایمان کے دعوے داروں سے فرما دیجیے کیا تم اللہ کو اپنی دین داری کی اطلاع دے رہے ہو اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔

۱۷-یہ آپ پر احسان جتلاتے ہیں کہ انھوں نے اسلام قبول کرلیا اے نبی آپ فرما دیجیے کہ تم اپنے اسلام کا احسان ہم پر نہ جتلاؤ بلکہ اللہ نے تم پر احسان کیا ہے کہ تمھیں ایمان کی طرف ہدایت دی ہے اگر تم واقعی اپنے دعوے میں سچّے ہو۔

۱۸-بلاشبہ اللہ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جانتا ہے اور تم جو کچھ کر رہے ہو وہ سب اللہ کی نگاہ میں ہے۔

۱۵-اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا-

بس مومنین تو وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر اس میں ذرّہ برابر شک نہیں کیا۔

وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ-

اور انھوں نے اپنے اموال اور انفس (جانوں) سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یعنی اللہ کی اطاعت میں۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ- یقیناً وہی لوگ سچّے ہیں۔

جنھوں نے اپنے دعوائے ایمان میں صداقت سے کام لیا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(۱)

۱۶-قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ-

اے نبی ایمان کے دعوے داروں سے فرما دیجیے کیا تم اللہ کو اپنی ایمان داری کی اطلاع دے رہے ہو۔ کیا تم ''امنا'' کہہ کر اللہ کو اپنے ایمان سے آگاہ کر رہے ہو۔

وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ- اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ- اور اللہ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔

اس سے کوئی بھی شے پوشیدہ نہیں ہے اور یہ درحقیقت انھیں جاہل قرار دینا اور ان کی سرزنش ہے۔

روایت ہے کہ جب یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی تو وہ لوگ آئے اور انھوں نے قسم کھائی کہ وہ مومن اور صاحبانِ اعتقاد ہیں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔(۲)

۱۷-يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا- یہ آپ پر احسان جتلاتے ہیں کہ انھوں نے اسلام قبول کرلیا۔ یعنی اپنے اسلام کو اے نبی آپ پر احسان قرار دیتے ہیں۔

قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ- اے نبی آپ فرما دیجیے کہ تم اپنے اسلام کا احسان ہم پر نہ جتلاؤ۔

بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ-

بلکہ اللہ نے تم پر احسان کیا ہے کہ تمھیں ایمان کی طرف ہدایت دی ہے اگر تم خود کو باایمان سمجھتے ہو۔ باوجودے کہ ہدایت کے لوازمات میں سے نہیں ہے کہ کوئی سیدھی راہ پر باقی رہے۔

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ- اگر تم دعوائے ایمان میں سچّے ہو۔

۱۸-اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ-

بلاشبہ اللہ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جانتا ہے۔

یعنی جو کچھ ان دونوں میں پوشیدہ ہے۔

وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ- اور تم جو کچھ کر رہے ہو وہ سب اللہ کی نگاہ میں ہے۔

یعنی تمھارے رازہائے پنہاں کو اور تمھارے ظاہری اعمال کو وہ اچھی طرح جانتا ہے تو پھر جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے وہ اس سے کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔

کتاب ثواب الاعمال اور مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو بھی سورۂ حجرات کو ہر روز شب کے وقت یا دن کے ہنگام پڑھے گا تو وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زائرین میں سے شمار ہوگا۔(۳)

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۲ (۲) انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۱۱

(۳) ثواب الاعمال ص ۱۱۱ ح ۱ مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۲۸ سورۂ حجرات کی فضیلت

سورۃ قٓ

سورۂ ق مکّہ مکرمہ میں نازل ہوا اس سورت میں ۴۵ آیتیں ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قٓ ۚ وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِیۡدِ ۚ ﴿۱﴾

بَلۡ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَہُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡہُمۡ فَقَالَ الۡکٰفِرُوۡنَ ہٰذَا شَیۡءٌ عَجِیۡبٌ ۚ ﴿۲﴾

ءَاِذَا مِتۡنَا وَ کُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِکَ رَجۡعٌۢ بَعِیۡدٌ ﴿۳﴾

قَدۡ عَلِمۡنَا مَا تَنۡقُصُ الۡاَرۡضُ مِنۡہُمۡ ۚ وَ عِنۡدَنَا کِتٰبٌ حَفِیۡظٌ ﴿۴﴾

بَلۡ کَذَّبُوۡا بِالۡحَقِّ لَمَّا جَآءَہُمۡ فَہُمۡ فِیۡۤ اَمۡرٍ مَّرِیۡجٍ ﴿۵﴾

اَفَلَمۡ یَنۡظُرُوۡۤا اِلَی السَّمَآءِ فَوۡقَہُمۡ کَیۡفَ بَنَیۡنٰہَا وَ زَیَّنّٰہَا وَ مَا لَہَا مِنۡ فُرُوۡجٍ ﴿۶﴾

وَ الۡاَرۡضَ مَدَدۡنٰہَا وَ اَلۡقَیۡنَا فِیۡہَا رَوَاسِیَ وَ اَنۡۢبَتۡنَا فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍۭ بَہِیۡجٍ ۙ ﴿۷﴾

تَبۡصِرَۃً وَّ ذِکۡرٰی لِکُلِّ عَبۡدٍ مُّنِیۡبٍ ﴿۸﴾

وَ نَزَّلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَکًا فَاَنۡۢبَتۡنَا بِہٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الۡحَصِیۡدِ ۙ ﴿۹﴾

وَ النَّخۡلَ بٰسِقٰتٍ لَّہَا طَلۡعٌ نَّضِیۡدٌ ﴿۱۰﴾

بڑے مہربان، نہایت مشفق اللہ کے نام سے

۱–ق۔ قاف، قسم ہے بڑے مرتبے والے قرآن کی۔

۲–کیا ان کافروں کو تعجب ہے کہ انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا تو کافروں نے کہنا شروع کیا یہ تو ایک عجیب بات ہے۔

۳–کیا جب ہم مرجائیں گے اور آخرکار مٹی ہوجائیں گے ایسی صورت میں دوبارہ زندہ کیا جانا تو عقل سے

بعید بات ہے۔

۴–ہم جانتے ہیں اُن میں سے زمین جن چیزوں کو کم کرتی ہے اور ہمارے پاس کتاب میں سب محفوظ ہے۔

۵– بلکہ انھوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ اُن کے پاس آیا۔ اسی وجہ سے وہ الجھن میں پڑے ہوئے ہیں۔

۶–کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے کیسا بنایا ہے اور اسے کس طرح زینت دی ہے اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے۔

۷–اور زمین کو ہم نے بچھایا اور اس میں پہاڑ جما دیے اور اس میں ہر طرح کی خوش نما چیزیں اُگا دیں۔

۸–جن میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہر بندے کے لیے عبرت اور نصیحت ہے۔

۹–اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا پھر اس سے باغات اور کھیتی کے اناج اگائے۔

۱۰–اور بلند و بالا کھجور کے درخت پیدا کر دیے جن کے خوشے تہ بہ تہ لگتے ہیں۔

۱–قٓ ۚ وَ الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ–

ق۔قاف، قسم ہے بڑے مرتبے والے قرآن کی۔

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''ق'' تو وہ اس پہاڑ کا نام ہے جو زمین کو گھیرے ہوئے ہے اور آسمان کا ہریالہ پن اسی کی وجہ سے ہے اور اسی کی وجہ سے اللہ نے زمین کو روک رکھا ہے کہ اپنے ساکنین سمیت کہیں ایک طرف جھک نہ جائے۔(۱)

تفسیر قمی میں ہے فرمایا ''ق'' وہ پہاڑ ہے جو یاجوج و ماجوج کے عقب میں دنیا کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہ قسم ہے۔(۲)

۲–بَلْ عَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ–

کیا ان کافروں کو تعجب ہے کہ انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ تعجب کرنے والے قریش کے افراد تھے۔(۳)

مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔(۴)

فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ–

تو کافروں نے کہنا شروع کیا یہ تو ایک عجیب بات ہے۔

۳–ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ–

کیا جب ہم مرجائیں گے اور آخر کار مٹی ہوجائیں گے ایسی صورت میں دوبارہ زندہ کیا جانا تو عقل

---

(۱) معانی الاخبار ص ۲۲ ح ۱ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۳ (۳) و (۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۳

سے بعید بات ہے۔

یعنی کیا ہم واپس آئیں گے جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہوجائیں گے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ یہ آیت اُبی بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی اس نے ابوجہل سے کہا کہ تم میرے پاس آؤ تاکہ میں تمھیں محمد کی حیران کن بات بتاؤں پھر اس نے ایک ہڈی لی اور اسے چورا چورا کردیا پھر کہا اے محمد کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ ہڈی دوبارہ زندہ ہوجائے گی۔[۱]

۴-قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ-

بے شک ہم جانتے ہیں کہ زمین ان میں سے جن چیزوں کو کم کرتی ہے۔

ان کے مردوں کے جسم سے جن چیزوں کو زمین کھا جاتی ہے۔

وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ-

اور ہمارے پاس کتاب میں سب محفوظ ہے۔

وہ کتاب تمام چیزوں کی تفصیلات کو محفوظ کیے ہوئے ہے یا وہ چیزیں تغیر وتبدل سے محفوظ ہیں۔

۵-بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ-

بلکہ انھوں نے حق کو جھٹلایا جب وہ اُن کے پاس آیا۔

فَهُمْ فِيْۤ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ-

اسی وجہ سے وہ الجھن میں پڑے ہوئے ہیں۔

یعنی مضطرب ہیں کبھی تو یہ کہتے ہیں کہ یہ (محمد) شاعر ہیں کبھی کہتے ہیں یہ جادوگر ہیں اور کبھی وہ انھیں کاہن (غیب کی باتیں بتانے والا) کہتے ہیں اس کے علاوہ بھی بہت کچھ کہتے ہیں۔

۶-اَفَلَمْ يَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ-

کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان پر نظر نہیں کی کہ ہم نے اسے کیسا بنایا ہے اور اسے کس طرح زینت دی ہے اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے۔

جب انھوں نے دوبارہ مبعوث کیے جانے پر اعتراض کیا تو کیا انھوں نے دنیا میں آثارِ خداوندی اور اس کی قدرت کا مشاہدہ نہیں کیا کہ ہم نے آسمان کو کس طرح بغیر کسی ستون کے بلند کررکھا ہے اور آسمان کو ستاروں سے مزین اور آراستہ کررکھا ہے اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے بلکہ اسے چکنا اور اس کے طبقات کو باہم چمٹا ہوا متصل پایا ہے۔

۷-وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ-

اور زمین کو ہم نے بچھایا اور اس میں پہاڑ جما دیے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۳

مَدَدْنٰهَا کا مفہوم ہے ہم نے زمین کا فرش بچھایا۔

رَوَاسِیَ جمے ہوئے پہاڑ۔

وَ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ۔

اور اس میں ہر طرح کی خوش نما چیزیں اگا دیں۔

زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ہر صنف میں سے خوب صورت چیزیں۔

۸–تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ۔

جن میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہر بندے کے لیے عبرت ہے اور نصیحت ہے۔

عَبْدٍ مُّنِیْبٍ وہ بندہ جو اپنے رب کی طرف راغب ہے اور اس کی نت نئی اور عجیب وغریب تخلیقات پر غور وفکر کرتا ہے۔

۹–وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا۔

اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا۔

جس کے فائدے بہت زیادہ ہیں۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کے بارے میں فرمایا ہے کہ زمین میں جو بھی پانی پایا جاتا ہے اس میں آسمان کا پانی مخلوط ہے۔(۱)

فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِیْدِ۔

پھر اس سے باغات اور کھیتی کے اناج اگائے۔

جنّٰت سے مراد ہے درخت یا پھل۔

وَّ حَبَّ الْحَصِیْدِ سے وہ زراعتی دانا جس کی صفت یہ ہو کہ اسے گیہوں یا جو کی طرح کاٹا جاتا ہو۔

۱۰–وَ النَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ۔

اور بلند و بالا کھجور کے درخت پیدا کر دیے جن کے خوشے تہہ بہ تہہ نکلتے ہیں۔

بٰسِقٰتٍ لمبے درخت یا باردار درخت اور اس کا جدا ذکر اس لئے کیا گیا کہ وہ بہت بلند وبالا ہے اور اس کے فوائد بے شمار ہیں۔

طَلْعٌ نَّضِیْدٌ اس کے خوشے ایک دوسرے کے اوپر تہہ بہ تہہ ہیں۔

---

(۱) الکافی ج ۶ ص ۳۸۷ ح ۱ باب بَاءُ السَّماء

رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَ اَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴿۱۱﴾
كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ۙ﴿۱۲﴾
وَ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ اِخْوَانُ لُوْطٍ ۙ﴿۱۳﴾
وَّ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیْدِ ﴿۱۴﴾
اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴿۱۵﴾ ع ۱۵/۱
وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ
مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ﴿۱۶﴾
اِذْ یَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ ﴿۱۷﴾
مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ﴿۱۸﴾

۱۱- جن سے بندوں کو رزق میسر آتا ہے اور اسی پانی کے ذریعے ہم نے مردہ شہر کو زندہ کر دیا انسان بھی اسی طرح زمین سے نکلیں گے۔

۱۲- ان لوگوں سے پہلے نوح کی قوم، اصحابُ الرَّس اور ثمود بھی اپنے اپنے پیغمبروں کو جھٹلا چکے ہیں۔

۱۳- اور عاد، فرعون اور برادران لوط نے بھی جھٹلایا تھا۔

۱۴- اور اصحاب الایکہ اور قومِ تُبع سب نے رسولوں کی تکذیب کی تھی تو ہمارا وعید (عذاب) بھی لازم ہو کر رہا۔

۱۵- کیا ہم پہلی تخلیق سے عاجز تھے بلکہ وہ نئی تخلیق کے بارے میں شبہے میں پڑے ہوئے ہیں۔

۱۶- یقیناً ہم نے ہی انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اس کے دل میں اٹھنے والے خیالات کو بھی جانتے ہیں اور ہم تو اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔

۱۷- جب وہ کوئی کام کرتا ہے تو دو دائیں بائیں بیٹھنے والے (کراماً کاتبین) اسے لکھ لیتے ہیں۔

۱۸- اور وہ جب بھی زبان سے کوئی بات کہتا ہے تو اسے محفوظ کرنے کے لیے اس کے پاس ایک نگران تیار رہتا ہے۔

۱۱-رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ-

جن سے بندوں کو رزق میسر آتا ہے۔

وَ اَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا-

اور اسی پانی کے ذریعے ہم نے مردہ شہر کو زندہ کر دیا۔

ایسی زمین کو جو خشک سالی کا شکار تھی جس میں کوئی روئیدگی نہ تھی۔

كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ-

انسان بھی اسی طرح زمین سے نکلیں گے۔

جس طرح ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا اور اس کے ذریعے سے زمین سے نباتات نکالے اور ہم نے پانی کے ذریعے سے مردہ شہر کو زندہ کر دیا تم بھی اسی طرح مرنے کے بعد زندہ ہو کر نکلو گے اور یہ جملہ درحقیقت ان کے اس قول: ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ (ق ۳) کا جواب ہے۔

۱۲-كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ-

ان لوگوں سے پہلے نوح کی قوم اور اصحاب الرس اور ثمود بھی اپنے اپنے پیغمبروں کو جھٹلا چکے ہیں۔

اَصْحٰبُ الرَّسِّ وہ لوگ جنھوں نے اپنے انبیاء کو زمین میں گاڑ دیا یعنی پرانے کنویں میں ڈال دیا۔ جیسا کہ ان کا واقعہ سورۂ فرقان کی آیت ۳۸ کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

۱۳-وَ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ اِخْوَانُ لُوْطٍ-

اور عاد، فرعون اور برادرانِ لوط نے بھی انبیاء کو جھٹلایا تھا۔

وَّ فِرْعَوْنُ سے مراد خاص طور سے فرعون اور اس کی قوم ہے تاکہ یہ جملہ ماقبل اور مابعد جملے سے مطابق ہو سکے۔

۱۴-وَّ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ-

اور اصحابُ الایکہ اور قوم تبع سب نے رسولوں کی تکذیب کی تھی۔

اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ سے مراد گھنے جنگلوں والے اور وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی جیسا کہ سورۃ الحجر کی آیت ۷۸ کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

وَ قَوْمُ تُبَّعٍ قوم تبع کا ذکر سورۂ دُخان کی آیت ۳۷ کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

فَحَقَّ وَعِیْدِ-

تو ہمارا وعید (عذاب) بھی لازم ہو کر رہا۔

تو واجب ہو گیا اور ان پر ہمارا وعید بصورتِ عذاب نازل ہو کر رہا اور اس جملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلّی اور ان مشرکین کی تہدید ہے۔

۱۵-اَفَعَیِینَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ-

کیا ہم پہلی تخلیق سے عاجز تھے۔

کیا ہم شروع میں پیدا کرنے پر قادر نہ تھے کہ ہم دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہوتے۔

بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ-

بلکہ وہ نئی تخلیق کے بارے میں شبہے میں پڑے ہوئے ہیں۔

یعنی وہ لوگ ہماری قدرت کا پہلی تخلیق کے بارے میں انکار نہیں کرتے بلکہ وہ توجدید اور نئی تخلیق کے بارے میں گڈمڈ ہوگئے اور شبہے میں پڑ گئے ہیں وہ لوگ دوبارہ زندہ کیے جانے پر اختلافات کا شکار ہیں اور ''خلق جدید'' بصورت نکرہ تعظیم کی وجہ سے لایا گیا ہے اور اس بات کی جانب توجہ مبذول کرانے کے لیے کہ ایسا ہونا معمول نہیں ہے اور نہ ہی عام طور پر ایسا ہوتا ہے۔

کتاب توحید میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا اس کی تاویل یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب اس مخلوق کو فنا کردے گا اور اس عالم کو ختم کردے گا اور جنتی لوگ جنت میں اور جہنمی لوگ جہنم میں سکونت اختیار کرلیں گے تو خداوند عالم اس عالم کے علاوہ دوسرا نیا عالم اور دوسری مخلوق کو پیدا کرے گا بغیر مرد وزن کے جو اللہ کی عبادت کرتے ہوں گے اور اس کی وحدانیت کے گُن گائیں گے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے لیے اس زمین کے علاوہ کوئی اور زمین خلق فرمائے گا جو اُن کا وزن اٹھائے گی اور اس آسمان کے علاوہ دوسرا آسمان پیدا کرے گا جو ان پر سایہ فگن ہوگا شاید تم یہ سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اسی عالم کو خلق فرمایا ہے؟ یا یہ دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے سوا کسی اور بشر کو خلق نہیں فرمایا ہے ایسا نہیں ہے بلکہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے دس لاکھ عالم اور دس لاکھ آدم پیدا کیے ہیں اور تم آخری عالم سے تعلق رکھتے ہو اور آخری آدم کی اولاد ہو۔[۱]

کتاب خصال اور تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے جو روایت اس سے ملتی جلتی ہے اور سورۂ ابراہیم کی آیت ۴۸ کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہے۔

۱۶-وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ-

اور یقیناً ہم نے ہی انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اس کے دل میں اٹھنے والے خیالات کو بھی جانتے ہیں۔

کہ اس کا نفس کیا باتیں کرتا ہے اور اس کے دل میں کیا خیال آتا ہے اور وسوسہ مخفی آواز کو کہا جاتا ہے۔

وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ-

اور ہم تو اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔

الحَبْل رگ اور حبل کا اضافہ ورید کی طرف بیان کے لیے ہے۔

---

(۱) التوحید ص ۲۷۷ ح ۲ باب ۲۸

وریدان وہ دو رگیں جو گردن کے سامنے آگے کی طرف ساتھ ساتھ ہوتی ہیں اور وتین (رگِ قلب) سے متصل ہوتی ہیں اور پھر سر کی طرف لوٹ کر آتی ہیں اور حَبْلِ الْوَرِیْدِ (شہ رگ) قربت اور نزدیکی کے لیے بطورِ مثال بیان کیا جاتا ہے۔

۱۷-اِذْ یَتَلَقَّی الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ-

جب وہ کوئی کام کرتا ہے تو دو دائیں بائیں بیٹھنے والے (کراماً کاتبین) اسے لکھ لیتے ہیں جب محافظین لکھتے ہیں وہ جو بھی بولتا ہے اور اس میں احساس دلانا ہے کہ وہ غنی ہے اس بات سے کہ فرشتوں کو حفاظت کے لیے مقرر کرے وہ اللہ ان فرشتوں سے زیادہ جانتا ہے اور ان باتوں سے بھی مطلّع ہے جو ان فرشتوں سے مخفی رہتی ہیں اس لیے کہ وہ فرشتوں کی نسبت انسان سے زیادہ قریب ہے لیکن اس کی حکمت کا تقاضا تھا کہ عبد کو معصیت سے باز رکھنے میں سختی کی جائے اور اعتبار اعمال کی تاکید اور جزا کے لیے اسے تحریر کیا جائے اور جس روز گواہ بلائے جائیں گے اس روز اس نوشتہ کو حجت بنایا جائے۔

۱۸-مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ-

اور انسان جب بھی زبان سے کوئی بات کہتا ہے تو اسے محفوظ کرنے کے لیے اس کے پاس ایک نگران (فرشتہ) تیار رہتا ہے۔

رَقِیْبٌ وہ فرشتہ جو اس کے عمل کا نگران ہے۔

عَتِیْدٌ تیار اور حاضر ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ ہر دل کے لیے دو کان ہوتے ہیں جن میں سے ایک پر ایک فرشتہ رہنمائی کرتا ہے اور دوسرے پر شیطان فتنہ پردازی کرتا ہے یہ حکم دیتا ہے اور وہ ڈانٹتا ڈپٹتا ہے شیطان گناہ کا حکم دیتا ہے اور فرشتہ اس کی زجر و توبیخ (سرزنش) کرتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ-[۱]

کتاب جوامع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اچھائیاں لکھنے والا انسان کے داہنی طرف ہوتا ہے اور برائیوں کو لکھنے والا اس کے بائیں جانب ہوتا ہے اور جو داہنی طرف ہوتا ہے وہ بائیں طرف والے کا حاکم ہوتا ہے انسان جب نیک عمل کرتا ہے تو داہنی طرف جو فرشتہ ہے وہ اسے دس لکھ دیتا ہے اور جب انسان برائی کا ارتکاب کرتا ہے تو دائیں جانب جو فرشتہ ہے وہ بائیں طرف والے فرشتہ سے کہتا ہے اسے سات گھنٹے تک کی مہلت دو ہوسکتا ہے یہ تسبیح کرے اور استغفار کرلے۔[۲]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو اس سے ملتا جلتا ہے اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ دونوں فرشتے لکھتے ہیں۔[۳] ہوسکتا ہے کہ وہ کاتبین آمر و زاجر کے علاوہ ہوں۔

---

(۱) الکافی ج ۲ ص ۲۲۶۔۲۲۷ ح ۱ (۲) جوامع الجامع ص ۴۶۱ (۳) الکافی ج ۲ ص ۴۲۹۔۴۳۰ ح ۴

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾
وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾
وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾
لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾ وَ قَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿۲۳﴾
اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ﴿۲۵﴾
الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿۲۶﴾

۱۹-اور موت کی بے ہوشی حقیقت بن کر آ گئی یہی وہ چیز ہے جس سے تو بھاگ رہا تھا۔
۲۰-اور صور پھونکا جائے گا یہی وہ دن ہے جس کا تجھے خوف دلایا جاتا تھا۔
۲۱-اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک ہنکانے والا اور ایک فرشتہ گواہ ہوگا۔
۲۲-تم اس بات سے غافل تھے ہم نے تمھاری آنکھوں سے پردے ہٹا دیے لہٰذا تمھاری آنکھ آج بہت تیز ہوگئی ہے۔ ۲۳-اور اس کے ہم نشیں نے کہا جو میری تحویل میں تھا وہ حاضر ہے۔
۲۴-حکم دیا گیا کہ تم دونوں فرشتے ہر انکاری اور عناد رکھنے والے کو جہنم میں ڈال دو۔
۲۵-خیر سے روکنے والے، حد سے تجاوز کرنے والے اور شک میں گرفتار کو۔
۲۶-جس نے اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بنا رکھے ہیں پس تم دونوں اسے سخت عذاب میں ڈال دو۔

۱۹-وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ-
اور موت کی بے ہوشی حقیقت بن کر آ گئی۔

جب یہ ذکر کیا کہ وہ لوگ نشاۃ ثانیہ (دوبارہ زندہ کیے جانے) کو بعید سمجھتے ہیں اور پھر اپنی قدرت اور علم سے ثابت کر کے ان کے شبہے کو دور کر دیا، تو انھیں خبردار کیا کہ عن قریب انھیں موت کے وقت اور قیامت کے قائم ہونے کے وقت ''سَكْرَةُ الْمَوْتِ'' کا سامنا ہوگا ''سَكْرَةُ الْمَوْتِ'' کے قریب ہونے پر متنبہ کرنے کے لیے اسے لفظ ماضی ''جَآءَتْ'' سے تعبیر کیا ہے ''سَكْرَةُ الْمَوْتِ'' موت کی ایسی شدّت جو عقل کو زائل کر دے۔
ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ- یہی وہ چیز ہے جس سے تو بھاگ رہا تھا۔

تم جس سے کنارہ کشی اختیار کر رہے تھے اور راہ فرار اختیار کرنا چاہتے تھے اس میں انسان سے خطاب ہے۔

۲۰-وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ-

اور صور پھونکا جائے گا۔

یعنی اٹھائے جانے اور دوبارہ زندہ کیا جانے کا صور۔

ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ-

یہی وہ دن ہے جس کا تجھے خوف دلایا جاتا تھا۔

وَعید (عذاب، دھمکی) کے یقین کر لینے اور پورا کرنے کا دن۔

۲۱-وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ-

اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک ہنکانے والا اور ایک فرشتہ گواہ ہوگا۔

نہج البلاغہ میں ہے ایک ہنکانے والا جو اسے اُس کے محشر تک ہنکا کر لے جائے گا اور ایک ایسا گواہ جو نفس کے عمل کے خلاف گواہی دے گا۔[۱]

۲۲-لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا-

اور تم اس بات سے غافل تھے۔

کیوں کہ تم نے بات کو چھپا رکھا تھا۔

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ-

ہم نے تمھاری آنکھوں سے پردے ہٹا دیے۔

الغطاء حاجب پردہ رکاوٹ وہ چیزیں جو امورِ معاد میں رکاوٹ بنتیں اور وہ غفلت اور محسوسات میں مشغول ہوجانا ہے اور اُس سے مانوس ہونا ہے اور نگاہ کا صرف اُسی پر انحصار کرنا ہے۔

فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ-

لہٰذا تمھاری آنکھ آج بہت تیز ہے۔

نفوذ کرنے والی اور آنکھوں کے لیے مانع رکاوٹوں کو دور کرنے والی ہے۔

۲۳-وَقَالَ قَرِيْنُهٗ- اور اس کے ہم نشیں نے کہا۔

کہا گیا ہے: اس فرشتے نے کہا جو اس پر مقرر کیا گیا ہے یا شیطان نے جو اس پر مسلّط تھا۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں صادقین علیہما السلام سے مروی ہے یعنی اس سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اس پر گواہ ہے۔[۳]

هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ- جو میری تحویل میں تھا وہ حاضر ہے۔

---

(۱) نہج البلاغہ خطبہ ۸۵ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۱۵ (۳) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۴۶

یہ جو کچھ میرے پاس تحریری شکل میں تھا وہ میرے پاس حاضر ہے موجود ہے، یا یہ ہے جو کچھ میرے پاس اور میرے اختیار میں ہے مجھے دھوکا دہی اور فراموش کرنے کی وجہ سے میں نے اس کے لیے جہنم کو تیار کر رکھا ہے۔

۲۴-اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِیْدٍ-

حکم دیا گیا کہ تم دونوں فرشتے ہر انکاری اور عناد رکھنے والے کو جہنم میں ڈال دو۔

کہا گیا ہے کہ اللہ کی جانب سے سائق اور شہید دونوں فرشتوں کو خطاب کیا گیا ہے۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام سے ہے اور یہ امام صادق علیہ السلام کا قول ہے: علیؑ قَسِیمُ الجَنَّةِ وَالنَّار کہ علیؑ جنت و جہنم کی تقسیم کرنے والے ہیں۔[۲]

امام سجاد علیہ السلام سے مروی ہے وہ اپنے والد اور اپنے جد امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بالیقین جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن ایک جگہ سطحِ مرتفع پر جمع کرے گا تو اے علیؑ تم اور میں اس روز عرش کے داہنی طرف ہوں گے تو اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ مجھ سے اور تم سے مخاطب ہو کر کہے گا تم دونوں اٹھو اور جس جس نے تم دونوں سے دشمنی کی اور تمھیں جھٹلایا اسے جہنم میں ڈال دو۔[۳]

تفسیر مجمع البیان اور امالی میں طرق عامہ سے ایسی ہی روایت کی گئی ہے البتہ اس میں یہ اضافہ ہے۔

وادخلا الجَنَّةَ مَنْ اَحَبَّكُمَا تم جسے چاہو اسے جنت میں داخل کر دو اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِیْدٍ-[۴]

اور امالی کی ایک روایت میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نزلت فِیَّ وَفِیكَ یَابْنَ اَبِی طَالِب اے ابو طالب کے فرزند یہ آیت میرے اور تمھارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[۵]

۲۵-مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ مُّرِیْبِ-

خیر سے روکنے والے، حد سے تجاوز کرنے والے اور شک میں گرفتار کو۔

مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ جو حق فرض کیا گیا ہے اس کو ادا کرنے سے زیادہ روکنے والا، معتد، حد سے تجاوز کرنے والا، مُریب۔ اللہ اور دین خدا میں شک کرنے والا۔

۲۶-اَلَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِیٰهُ فِی الْعَذَابِ الشَّدِیْدِ-

جس نے اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بنا رکھے ہیں پس تم دونوں اسے سخت سزا میں ڈال دو۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۱۵ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۴

(۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۴ (۴) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۴۷ و امالی شیخ طوسی ص ۲۹۰ ح ۵۶۳

(۵) امالی شیخ طوسی ص ۳۶۸ ح ۷۸۲/ ۲۳ مجلس ثالث عشر

قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَ لٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۲۷﴾
قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَ قَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿۲۸﴾
مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۲۹﴾ ع ۲ ۱۴ ۱۶
يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿۳۰﴾
وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿۳۱﴾
هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾ ج
مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴿۳۳﴾ لا
ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ط ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾
لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾

۲۷-اس کے ہم نشیں نے کہا اے ہمارے پروردگار میں نے اسے سرکش نہیں بنایا تھا بلکہ وہ خود ہی گم راہی میں دور چلا گیا تھا۔ ۲۸- اللہ فرمائے گا میرے سامنے جھگڑا نہ کرو میں تو پہلے ہی تمھیں انجام بد سے خبردار کر چکا تھا۔ ۲۹- میرے یہاں بات بدلا نہیں کرتی اور میں بندوں پر ظلم نہیں ڈھاتا۔
۳۰-جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو بھر گئی اور وہ کہے گی ''هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ'' کیا کچھ اور ہے۔
۳۱- اور جنت کو صاحبان تقویٰ کے لیے قریب کر دیا جائے گا وہ دور نہ ہوگی۔
۳۲- یہ ہے وہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر توبہ کرنے والے اور حدود خداوندی کے محافظین سے۔
۳۳- جو بے دیکھے رحمان سے ڈرتا تھا اور لَو لگانے والے دل کے ساتھ آیا ہے۔
۳۴-تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ یہ ہے یَوْمُ الْخُلُوْدِ (ہمیشگی کا دن)۔
۳۵- وہاں اُن کے لیے جو وہ چاہیں گے موجود ہوگا اور ہمارے پاس اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

۲۷-قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ-
اس کے ہم نشیں نے کہا اے ہمارے پروردگار میں نے اسے سرکش نہیں بنایا تھا۔
قرین سے مراد وہ شیطان ہے جو اس پر مسلّط تھا۔
یوں محسوس ہوتا ہے کہ کافر نے کہا کہ اس شیطان نے مجھے سرکش بنایا تھا تو اس کے ساتھی نے کہا:

مَآ اَطْغَيْتُهٗ نہیں میں نے اسے سرکش نہیں بنایا۔

وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ- بلکہ وہ خود ہی گم راہی میں دور چلا گیا تھا۔

میں نے تو اس کی اعانت کی تھی اس لیے کہ شیطان کا بہکانا اسی پر اثر انداز ہوتا ہے جس کی رائے میں خلل ہو جو فجور کی طرف مائل ہو جیسا کہ شیطان نے خود اعتراف کیا ہے:

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ (ابراہیم ۲۲) میرا تم پر کوئی غلبہ نہیں ہے بس ہوا یہ کہ میں نے تمھیں دعوت دی تم نے میری آواز پر لبیک کہی اور میری دعوت کو قبول کر لیا۔

۲۸-قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ- اللہ فرمائے گا میرے سامنے جھگڑا نہ کرو۔

یعنی حساب و کتاب کی جگہ پر جھگڑا نہ کرو اس لیے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ- میں تو پہلے ہی تمھیں انجام بد سے خبردار کر چکا تھا۔

اس سرکشی کے انجام سے اپنی کتابوں میں اور اپنے رسولوں کی زبانی اب تمھارے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہا۔

۲۹-مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ- میرے یہاں بات بدلا نہیں کرتی۔

اس میں اختلاف رونما ہو جانے کی وجہ سے، اور کچھ اسباب ہیں جن کی وجہ سے کچھ گناہ گاروں کی بخشش ہو جاتی ہے تو اسے تبدیلی نہیں کہتے اس لیے کہ یہ اللہ کے نزدیک فیصلہ ہو چکا تھا کہ اسے معاف کر دیا جائے گا لہٰذا اسے تبدیلی نہیں کہا جائے گا۔

وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ- اور میں بندوں پر ظلم نہیں ڈھاتا۔

کہ میں اس پر عذاب نازل کر دوں جس پر مجھے عذاب نہیں کرنا۔

۳۰-يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ-

جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی ''هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ'' کیا کچھ اور باقی ہے۔

کہا گیا یہ سوال و جواب خیالات اور تصویر کشی کے طور پر لائے گئے اس کا مفہوم یہ ہے کہ باوجودے کہ جہنم بہت وسعت رکھتی ہے جس میں جنوں اور انسانوں کو فوج در فوج ڈالا جائے گا اور وہ بھر جائے گی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ'' میں ضرور بالضرور جہنم کو بھر دوں گا یا یہ مفہوم ہے کہ جہنم باوجودے کہ وسیع ہے اور داخل کیے جانے والے اس میں داخل کیے جا چکے ہیں پھر بھی وہ خالی ہے یا یہ مفہوم ہوگا کہ جہنم اپنی شدّت کے ساتھ بھڑکنے کی آواز اور شدید تپش اور نافرمانوں کے ساتھ اس کا چمٹ جانا ایسا ہے گویا ان کے لیے مزید اضافہ کی متلاشی ہے۔[1]

تفسیر قمی میں ہے فرمایا یہ سوالیہ انداز ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے بھر دے گا تو جہنم بھر جائے گی پھر اللہ جہنم سے مخاطب ہو کر کہے گا ''هَلِ امْتَلَاْتِ'' (کیا تو بھر گئی ہے) اور جہنم کہے گی

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۱۶

''هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ'' کیا اس میں مزید کی گنجائش ہے؟ یہ سوالیہ انداز ہے یعنی اس میں مزید کوئی گنجائش نہیں ہے امام علیہ السلام نے فرمایا تو جنت یہ کہے گی اے میرے رب تو نے جہنم کو بھر دینے کا جو وعدہ کیا تھا تو نے اُسے پورا کر دیا اور تو نے مجھے بھی بھر دینے کا جو وعدہ فرمایا تھا تو ابھی تک مجھے نہیں بھرا جب کہ تو نے جہنم کو بھر دیا ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس روز ایک مخلوق کو پیدا فرمائے گا اور ان کے ذریعے جنت کو بھر دے گا امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں مبارک ہو ان کو جنھوں نے دنیا کے غم و الم کو نہیں دیکھا۔(۲)

۳۱-وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ-

اور جنت کو صاحبانِ تقویٰ کے لیے قریب کر دیا جائے وہ دور نہ ہوگی۔

اُزْلِفَتِ قریب کر دی جائے گی ''غَيْرَ بَعِيْدٍ'' ایسی جگہ جو دور نہ ہوگی۔

تفسیر قمی میں ہے ''اُزْلِفَتِ'' کے معنیٰ میں زینت دی جائے گی آراستہ کی جائے گی۔

غَيْرَ بَعِيْدٍ فرمایا کہ تیزی کے ساتھ۔

۳۲-هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ- یہ ہے وہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا وعدے کو مخفی رکھا گیا۔

لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ- ہر توبہ کرنے والے اور حدود خداوندی کے محافظین سے۔

اَوَّابٍ اللہ کی جانب رجوع کرنے والے کے لیے یہ متقین کا بدل ہے۔

۳۳-مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ-

جو بے دیکھے رحمان سے ڈرتا تھا اور لو لگانے والے دل کے ساتھ آیا ہے۔

۳۴-اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ- تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

ان سے کہا جائے گا تم جنت میں داخل ہو جاؤ عذاب سے سلامت رہتے ہوئے اور زوالِ نعمت سے محفوظ یا سلام کا مفہوم یہ ہوگا کہ تم پر اللہ اور اس کے فرشتوں کی جانب سے سلامتی ہو۔

ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ- یہ ہے یومُ الخلود (ہمیشگی کا دن)

۳۵-لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ-

وہاں اُن کے لیے موجود ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ جنت میں وہ کچھ موجود ہے جس کا ان کے دل میں کبھی گزر بھی نہیں ہوا ہوگا نہ تو اسے کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا اور نہ ہی کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ ہی کسی بشر کے وہم و گمان میں بھی آیا ہوگا۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا اس سے مراد اللہ کی رحمت پر نظر کرنا ہے۔(۲)

اور اس سے پہلے سورہ سجدہ کی آیت ۱۷ کے ذیل میں اور سورۂ لقمان میں اس حدیث کا مفہوم بیان کیا جا چکا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۶ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۷

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ ج

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾

وَ اسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾ لا

يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾

اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَ اِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾ لا

يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿۴۵﴾ ع ۳ ۱۶ ۱۷

۳۶- اور ہم نے ان سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر ڈالا جو ان سے قوّت میں کہیں بڑھ کر تھیں تو انھوں نے دنیا کے ملکوں کو چھان مارا کیا انھیں کوئی جائے پناہ مل گئی؟

۳۷- بے شک اس بات میں یقیناً نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے ہوئے توجہ سے بات سنے۔

۳۸- اور یقیناً ہم نے ہی آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے اسے چھ دنوں میں پیدا کیا ہے اور ہمیں تکان چھو کر بھی نہیں گئی۔

۳۹-اے نبی یہ لوگ جو بات کہہ رہے ہیں آپ اس پر صبر کریں اور اپنے رب کے حمد کی تسبیح کریں سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب سے قبل۔

۴۰-اور رات کو بھی تھوڑی دیر تسبیح کیجیے اور سجدے کے بعد بھی۔

۴۱-اور غور سے سنیے جس دن منادی قریب ہی کسی جگہ سے ندا کرے گا۔

۴۲-جس دن لوگ حقیقۃً چیخ کی آواز کو سن لیں گے وہی حشر ونشر کا دن ہوگا۔

۴۳- یقیناً ہم ہی زندگی عطا کرتے اور موت سے ہم کنار کرتے ہیں اور ہماری طرف سب کی بازگشت ہے۔

۴۴-جس دن ان پر سے زمین پھٹ جائے گی اور لوگ تیز تیز بھاگ رہے ہوں گے اور یہ حشر ہمارے لیے بہت آسان ہے۔

۴۵-ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ لوگ کہہ رہے ہیں آپ کا کام جبراً ان سے کسی بات کو تسلیم کرانا نہیں ہے لہٰذا آپ قرآن کے ذریعے ہر اس شخص کو نصیحت کیجیے جو وَعید (دھمکی) سے خوف زدہ ہو۔

۳۶-وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ-

ایسی قومیں جو اِن سے قوت میں کہیں بڑھ کر تھیں۔

بطش کے معنیٰ ہیں قوّت جیسے عاد اور ثمود۔

فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ-

تو انھوں نے دنیا کے ملکوں کو چھان مارا۔

انھوں نے مختلف ملکوں کو چھان مارا ان میں گردش کی، چکّر لگاتے رہے یا زمین میں چکّر لگاتے رہے جو چکر لگانے کا حق ہے۔

اور تنقیب کی اصل ہے کھوج لگانا۔ جستجو کرنا ہر شے کی تہہ تک پہنچ جانا اور اس کے بارے میں تلاش کرنا۔

هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ-

کیا انھیں کوئی جائے پناہ مل گئی؟

اللہ سے یا موت سے۔

۳۷-اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ-

بے شک اس بات میں یقیناً نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو۔

یعنی ایسا سمجھ دار دل جو حقائق پر غور وفکر کرتا ہو۔

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے ہشام سے فرمایا کہ اس سے مراد عقل ہے۔[۱]

اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ-

یا کان لگائے ہوئے توجہ سے بات سُنے۔

القی السمع کا مفہوم ہے سماعت کو غور سے سننے کے لیے وقف کر دیا کان لگا دیا تا کہ بات سنائی دے۔

وَهُوَ شَهِيْدٌ یعنی وہ ذہنی اعتبار سے حاضر تھا تا کہ اس کے معانی و مفاہیم کو سمجھ سکے اور لفظ قلب بصورت نکرہ لاکر اور مبہم قرار دے کر اس کی عظمت کو بیان کرنا ہے اور توجہ دلانی ہے کہ ہر دل نہ تفکر کرتا ہے اور نہ تدبر کرتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پاس دل ہی نہیں ہے۔

کتاب معانی میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا ''اَنَا ذُوالقَلْبِ'' میں صاحب قلب ہوں پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[۲]

۳۸-وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ -

اور یقیناً ہم نے ہی آسمانوں، زمین اور اُن کے درمیان جو کچھ بھی ہے اسے چھ دنوں میں پیدا کیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر بارہا کی جا چکی ہے۔

وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ-

اور ہمیں تکان چھو کر بھی نہیں گئی۔

لُّغُوْبٍ کے معنیٰ میں تھکن، عاجزی اور درماندگی۔

اور یہ دراصل تردید ہے۔ یہودیوں کی اس مزعومے کی کہ خداوند عالم نے کائنات کی تخلیق کا عمل اتوار کے دن سے شروع کیا اور جمعہ کے دن اس سے فارغ ہوا اور اس نے ہفتہ کے دن استراحت کی اور عرش پر چت لیٹ گیا۔

کتاب روضۃ الواعظین میں ہے روایت کی گئی ہے کہ یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بارے میں سوال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اتوار اور پیر کے روز پیدا کیا اور پہاڑ اور جو کچھ ان کے اندر ہے اسے منگل کو خلق فرمایا اور بدھ کے دن درخت، پانی، شہر اور آبادی اور ویرانے کو پیدا کیا اور جمعرات کے دن آسمان کو پیدا کیا اور جمعہ کے دن ستارے، سورج، چاند اور فرشتوں کو خلق فرمایا یہودیوں نے سوال کیا پھر اس کے بعد اے محمد کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا پھر اللہ عرش کی جانب متوجہ ہوا انھوں نے کہا آپ نے درست کہا اور مکمل بات بیان کر دی انھوں نے کہا پھر اللہ نے استراحت کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شدید غضب ناک ہوئے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۱۶ ح ۱۲ باب العقل والجھل

(۲) معانی الاخبار ص ۵۹ ح ۹ باب معانی اسماء محمد وعلی و فاطمہ والحسن والحسین والائمہ

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ (۱)

۳۹-فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ۔

اے نبی یہ لوگ جو بات کہہ رہے ہیں آپ اس پر صبر کریں اور اپنے رب کے حمد کی تسبیح کریں۔

مَا يَقُوْلُوْنَ مشرکین جو کچھ اللہ کے اوصاف کے بارے میں کہہ رہے ہیں جو اس کی شان کے منافی ہے آپ یہ سن کر صبر سے کام لیں اور اس کی ایسی پاکیزگی بیان کیجیے جو اس کی ذات کے مناسب ہو، حق کو آپ تک پہنچا کر اللہ نے آپ کو جس نعمت سے نوازا ہے آپ اس انعام پر حمد باری کرتے رہیے۔

قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ۔

سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب سے قبل۔

یعنی اس سے مراد فجر اور عصر کے اوقات ہیں ان دونوں وقتوں کی فضیلت بیان کی جا چکی ہے۔

۴۰-وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ۔

اور رات کو بھی تھوڑی دیر تسبیح کر لیجیے یعنی رات کا کچھ حصّہ۔

وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ۔

اور سجدے کے بعد بھی یعنی نماز کے بعد یعنی جب نماز ختم ہوجائے اس کے بعد تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تم صبح کرو اور شام کرو تو دس مرتبہ یہ کہو: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے وہ یکتا اور لاشریک ہے ملک اور حمد اسی کے لیے ہے وہ جلاتا اور مارتا ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے) (۲)

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اللہ تعالیٰ کے قول ''وادبارَ السُّجُوْدِ'' کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھنا۔ (۳)

اور ایسی ہی روایت مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام اور حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے وارد ہوئی ہے۔ (۴)

تفسیر قمی میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا اس سے مراد مغرب کے بعد چار رکعتیں ادا کرنا ہیں۔ (۵)

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد وتر ہے جو رات کے آخری حصّے

---

(۱) روضۃ الواعظین ص ۳۹۴ (۲) تفسیر مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۵۰

(۳) الکافی ج ۳ ص ۴۴۴ ح ۱۱ باب صلوۃ النوافل (۴) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۵۰

(۵) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۷

میں ادا کی جاتی ہے۔[۱]

۴۱-وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ-

اور غور سے سنو جس دن منادی قریب ہی کسی جگہ سے ندا کرے گا۔

کہا گیا ہے کہ یہ ندا دوبارہ زندہ کیے جانے سے متعلق ہوگی اور فیصلے کیے جانے سے اس کا تعلق ہوگا۔[۲]

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ منادی قائم علیہ السلام اور اُن کے والد کا نام لے کر پکارے گا۔[۳]

مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ یعنی ہر فرد کو اس کی آواز یکساں سنائی دے گی۔

۴۲-يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ-

جس دن لوگ حقیقۃً چیخ کی آواز کو سن لیں گے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا آسمان سے قائم کی چیخ والی آواز ہوگی۔[۴]

ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ-

وہی حشر ونشر کا دن ہوگا۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا اس سے مراد رجعت ہے۔[۵]

۴۳-اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ-

یقیناً ہم ہی زندگی عطا کرتے ہیں اور موت سے ہم کنار کرتے ہیں اور ہماری طرف سب کی بازگشت ہے۔

وَنُمِيْتُ اور دنیا میں موت سے ہم کنار کرتے ہیں۔

وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ اور قیامت میں ہماری ہی طرف بازگشت ہے۔

۴۴-يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا-

جس دن ان پر سے زمین پھٹ جائے گی اور لوگ تیز تیز بھاگ رہے ہوں گے۔

سِرَاعًا تیز تیز۔سُرعت کے ساتھ۔

ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ-

یہ حشر ہمارے لیے بہت آسان ہے۔

حَشْرٌ کے معنی ہیں دوبارہ اٹھایا جانا، زندہ کیا جانا اور اکٹھے کیا جانا۔

يَسِيْرٌ آسان ہے تفسیر قمی میں ہے فرمایا رجعت میں۔[۶]

۴۵-نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ- ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ لوگ کہہ رہے ہیں۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۵۰ (۲) زمخشری تفسیر کشاف ج ۴ ص ۳۹۳ انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۱۸

(۳) و(۴) و(۵) و(۶) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۷

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلّی دینا اور ان لوگوں کی تہدید ہے۔

وَ مَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِجَبَّارٍ۔

اے نبی آپ کا کام جبراً اُن سے کسی بات کو تسلیم کرانا نہیں ہے۔

آپ انھیں ایمان کے لیے مجبور نہیں کر سکتے یا جو چاہیں اُن کے ساتھ وہ سلوک نہیں کر سکتے البتہ آپ کا کام انھیں دعوت دین دینا ہے۔

فَذَكِّرۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مَنۡ يَّخَافُ وَعِيۡدِ۔

لہٰذا آپ قرآن کے ذریعے ہر اس شخص کو نصیحت کیجیے جو وعید (دھمکی) سے خوف زدہ ہو اس لیے کہ اس کا غیر اس قرآن سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

کتاب ثواب الاعمال اور تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص بھی اپنی فرض نمازوں اور نافلہ نمازوں میں سورۂ ''ق'' پڑھے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے رزق میں وسعت عطا فرمائے گا اور اس کا نامۂ عمل اس کے دائیں ہاتھ میں دے گا اور اس سے بہت آسان حساب کرے گا۔[۱]

(۱) ثواب الاعمال ص ۱۱۵ ح ۱ باب ثواب قراءۃ سورۂ ''ق'' ومجمع البیان ج ۹۔۱۰ ص ۱۴۰ فی فضلھا

سورۂ الذاریات

سورۂ ذاریات مکّہ مکرمہ میں نازل ہوا اس سورت میں ۶۰ آیتیں ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ الذّٰرِیٰتِ ذَرۡوًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡحٰمِلٰتِ وِقۡرًا ۙ﴿۲﴾ فَالۡجٰرِیٰتِ یُسۡرًا ۙ﴿۳﴾ فَالۡمُقَسِّمٰتِ اَمۡرًا ۙ﴿۴﴾ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَصَادِقٌ ۙ﴿۵﴾ وَّ اِنَّ الدِّیۡنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡحُبُکِ ۙ﴿۷﴾ اِنَّکُمۡ لَفِیۡ قَوۡلٍ مُّخۡتَلِفٍ ۙ﴿۸﴾

بڑے مہربان نہایت مشفق اللہ کے نام سے۔

۱–قسم ہے ان ہواؤں کو جو اڑا لے جاتی ہیں۔

۲– پھر پانی سے لدے ہوئے بادلوں کو منتشر کر دیتی ہیں۔

۳–ان کشتیوں کی قسم جو سبک رفتاری کے ساتھ چلتی ہیں۔

۴–ان فرشتوں کی قسم جو کام تقسیم کرنے والے ہیں۔

۵– بلاشبہ تم سے جو وعدہ کیا جا رہا ہے وہ سچّا ہے۔

۶– یقیناً اعمال کی جزا کا دن ضرور واقع ہوگا۔

۷–قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے۔

۸–آخرت کے بارے میں تمھاری بات ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

۱–وَ الذّٰرِیٰتِ ذَرۡوًا–

قسم ہے ان ہواؤں کی جو اڑا لے جاتی ہیں۔

یعنی وہ ہوا جو مٹی وغیرہ کو اڑاتی ہے۔

۲–فَالۡحٰمِلٰتِ وِقۡرًا–

پھر پانی سے لدے ہوئے بادلوں کو منتشر کر دیتی ہیں۔

حاملات وہ بادل جو بارش کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔

۳–فَالۡجٰرِیٰتِ یُسۡرًا– پھر ان کشتیوں کی قسم جو سبک رفتاری کے ساتھ چلتی ہیں۔

الْجٰرِيٰتِ۔ وہ کشتیاں جو سمندر میں بآسانی سفر طے کرتی ہیں۔

۴-فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا-

ان فرشتوں کی قسم جو کام تقسیم کرنے والے ہیں۔

اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو امور کی تقسیم کرتے ہیں جیسے بارش اور رزق وغیرہ۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام سے ''وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا'' کے بارے میں سوال کیا گیا فرمایا اس سے مراد ہوا ہے پھر ''فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا'' کے بارے میں بتایا کہ بادل ہیں اور ''الْجٰرِيٰتِ يُسْرًا'' کے بارے میں فرمایا کہ یہ کشتیاں ہیں اور ''الْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا'' کے سلسلے میں کہا کہ اس سے مراد فرشتے ہیں۔(۱)

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السلام سے اسی طرح مروی ہے۔(۲)

کتاب فقیہ میں امام رضا علیہ السلام سے اللہ کے قول ''فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا'' کے بارے میں یہ روایت ہے آپ نے فرمایا کہ فرشتے اولاد آدم کے رزق کو طلوع فجر اور طلوع شمس کے درمیان تقسیم کرتے ہیں جو ان دونوں وقتوں کے درمیان سوتا رہا وہ رزق سے سوتا رہا۔(۳)

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ سب کا سب قسم ہے۔(۴)

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ دونوں نے فرمایا کہ کسی فرد کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ رزق تقسیم کرے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کو جو چاہے تقسیم کرتا ہے۔(۵) کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے اسی مفہوم کی روایت موجود ہے۔(۶)

۵-اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ-

بلاشبہ تم سے جو وعدہ کیا جارہا ہے وہ سچا ہے۔

۶-وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ- یقیناً اعمال کی جزا کا دن ضرور واقع ہوگا۔

یہ جواب قسم ہے کہا گیا ہے کہ گویا کہ استدلال کیا ہے ان عجیب وغریب اشیاء کے اقتدار سے جو مختلف اور مخالف طبیعتوں کی مالک ہیں کہ وہ اللہ اقتدار رکھتا ہے کہ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے اس جزا کے لیے جس کا وعدہ کیا جاچکا ہے۔

لفظ دین کے معنیٰ میں جزا اور واقع کا مفہوم ہے حاصل (موجود)(۷)

۷-وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ- قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے۔

کہا گیا ہے خوب صورت راستوں والا۔(۸)

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۷ (۲) الاحتجاج ج ۱ ص ۳۸۶ (۳) من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۳۱۹ ح ۱۴۵۴ / ۱۲ باب ۷۸
(۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۷ (۵) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۵۳
(۶) الکافی ج ۷ ص ۴۴۹ ح ۱ (۷) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۱۹ (۸) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۵۳

اور اس سے مراد لیا گیا ہے کواکب کی گزرگاہیں یا زینت دیے ہوئے راستوں کی سجاوٹ۔

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ صاحبِ حُسن و زینت۔[۲]

تفسیر قمی میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ زمین کی جانب راستہ ہے اور آپ نے اپنی انگلیوں کو باہم متصل کر دیا آپ سے دریافت کیا گیا کہ اس کی راہیں زمین کی جانب کس طرح ہوں گی جب کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ (رعد ۲) اس نے آسمانوں کو بغیر کسی ستون کے بلند کیا ہے آپ نے فرمایا سبحان اللہ کیا اس نے نہیں کہا ہے: بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (رعد ۲) بغیر کسی ستون کے جسے تم دیکھ رہے ہو کہا گیا ہاں تو فرمایا ستون اٹھایا ہے لیکن تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو پھر پوچھا گیا کس طرح ہے؟ تو امام نے اپنی بائیں ہتھیلی پھیلا دی پھر اس پر دایاں ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا یہ دنیاوی زمین ہے اور اس پر دنیاوی آسمان وہ ہے جس کے اوپر قبّہ ہے اور دوسری زمین دنیاوی آسمان کے اوپر ہے اور دوسرا آسمان اس کے اوپر قبّہ ہے اور تیسری زمین دوسرے آسمان کے اوپر ہے اور تیسرے آسمان پر قبّہ ہے اور چوتھی زمین تیسرے آسمان کے اوپر ہے اور وہ چوتھے آسمان پر قبّہ ہے اور پانچویں زمین چوتھے آسمان کے اوپر ہے اور وہ پانچویں آسمان پر قبّہ ہے اور چھٹی زمین پانچویں آسمان کے اوپر ہے اور وہ چھٹے آسمان پر قبّہ ہے اور ساتویں زمین چھٹے آسمان کے اوپر ہے اور وہ ساتویں آسمان پر قبّہ ہے اور ساتویں آسمان کے اوپر رحمان کا عرش ہے اور وہ اللہ کے قول سے مراد ہے:

الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (الملک ۳) (جس نے ساتوں آسمان اوپر نیچے پیدا کیے ہیں)

وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ (الطلاق ۱۲) (اور زمینیں بھی اتنی ہی ہیں ان کے درمیان اُس کا حکم نازل ہوتا رہتا ہے)

جہاں تک صاحب الامر کا سوال ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے بعد وصی رسول ہیں جو وجہ ارض پر قائم ہیں ان پر امر نازل ہوتا ہے آسمان کے اوپر سے آسمانوں اور زمین کے درمیان پوچھا گیا کیا ہمارے نیچے صرف ایک زمین ہے؟ تو فرمایا ہاں ہمارے نیچے صرف ایک زمین ہے اور چھ زمینیں ہمارے اوپر ہیں۔[۳]

تفسیر عیاشی میں امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے ایسی ہی روایت ہے۔[۴]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں ہر آسمان کا ملکوت (بادشاہت، سلطنت) اس آسمان کے اوپر ہے گویا کہ امام علیہ السلام نے ہر آسمان کی بادشاہت کو اس کی اضافت سے آسمان قرار دیا ہے اور وہ آسمان اُس کی نسبت سے اس کی زمین ہے۔

۸-اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ- آخرت کے بارے میں تمھاری بات ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

---

(۳) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۵۳ (۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۰ (۴) تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۰۳ ح ۳

يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝٩ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝١٠ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ
سَاهُوْنَ ۝١١ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝١٢ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝١٣
ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝١٤ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ
جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝١٥
اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝١٦
كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝١٧
وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝١٨ وَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝١٩
وَ فِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝٢٠ وَ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝٢١

۹–اس سے وہی پھرتا ہے جو خدا کی طرف سے پھیرا جائے۔

۱۰– غارت ہوں قیاس سے کام لینے والے۔

۱۱– جو لوگ بے خبری میں مدہوش ہیں۔

۱۲– وہ سوال کرتے ہیں کہ روز جزا کب آئے گا۔

۱۳–جس دن انھیں آگ میں سزا دی جائے گی۔

۱۴– (ان سے کہا جائے گا) اب اپنے فتنے کا مزہ چکھو یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم جلدی مچا رہے تھے۔

۱۵– بے شک متقین باغات اور چشموں میں ہوں گے۔

۱۶– ان کے رب نے انھیں جو کچھ دیا ہے خوشی خوشی قبول کر رہے ہوں گے یہ لوگ اس سے پہلے ہی نیکوکار تھے۔

۱۷– وہ رات کے تھوڑے سے حصّے میں سویا کرتے تھے۔

۱۸– اور وقت سَحر وہ مغفرت طلب کرتے تھے۔

۱۹– اور ان کے اموال میں سوال کرنے والے اور محروم افراد کا حق ہے۔

۲۰-اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لیے۔
۲۱-اور خود تمھارے نفوس میں ہیں کیا تمھیں دکھائی نہیں دیتا۔

۹-یُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ-
اس سے وہی پھرتا ہے جو خدا کی طرف سے پھیرا جائے۔
کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے لفی قول مختلف کے بارے میں فرمایا اختلاف امرِ ولایت کے بارے میں ہے فرمایا کہ جو ولایت سے منصرف کیا گیا تو وہ جنت سے بھی منصرف کر دیا گیا۔(۱)
تفسیر قمی میں بھی یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔(۲)

۱۰-قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ-
غارت ہوں اٹکل پچّو باتیں بنانے والے۔ قیاس سے کام لینے والے
مختلف باتیں بنانے والے جھوٹے لوگ اور اس کی اصل قتل کے لیے بلانا ہے اسے لعن کی جگہ رکھا گیا۔
تفسیر قمی میں ہے کہ خرّاصوں وہ لوگ ہیں جو دین میں اپنی رائے سے بغیر علم و یقین کے جھوٹی باتیں گھڑ لیتے ہیں۔(۳)

۱۱-الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ-
جو لوگ بے خبری میں مدہوش ہیں۔
غَمْرَةٍ جہالت اور گم راہی میں مدہوش ہیں۔
سَاهُوْنَ جو کچھ انھیں حکم دیا گیا ہے اس سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

۱۲-يَسْئَلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ-
وہ سوال کرتے ہیں کہ روز جزا کب ہوگا۔
یعنی جزا کا دن کب وقوع پذیر ہوگا۔

۱۳-يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ-
جس دن انھیں آگ میں سزا دی جائے گی۔
انھیں جلایا جائے گا اور انھیں عذاب دیا جائے گا۔

۱۴-ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ-
(ان سے کہا جائے گا) اب اپنے فتنے کا مزہ چکھو یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم جلدی مچا رہے تھے۔

۱۵-اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ- بے شک متقین باغات اور چشموں میں ہوں گے۔

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۴۲۲ ح ۴۸ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۹ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۹

۱۶-اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ-

ان کے رب نے انھیں جو کچھ دیا ہے وہ اسے خوشی خوشی قبول کر رہے ہوں گے۔

جو انھیں عطا ہوگا وہ اسے قبول کریں گے اور اس پر راضی ہوں گے اس جملے کا مفہوم یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو انھیں عطا کی جائے گی وہ عمدہ ہوگی، پسندیدہ ہوگی اور قابل قبول ہوگی۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ- یہ لوگ تو اس سے پہلے ہی نیکو کار تھے۔

ان کے اعمال بہت اچھے تھے یہ ان کے استحقاق کی علّت ہے۔

۱۷-كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ-

وہ رات کے تھوڑے سے حصّے میں سویا کرتے تھے۔

اب ان کے نیک ہونے کی تفسیر بیان کی جارہی ہے۔

کتاب کافی اور تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بہت کم ایسی راتیں ہوں گی جو ان کے ہاتھ سے جاتی رہی ہوں اور انھوں نے اس میں قیام نہ کیا ہو۔(۱)

کتاب تہذیب میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ قوم سو رہی ہوتی تھی ان میں سے جب بھی کوئی کروٹ بدلتا تھا یہ کہتا تھا الحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔(۲)

۱۸-وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ- اور وقت سحر وہ مغفرت طلب کرتے تھے۔

کتاب تہذیب اور تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رات کے آخری حصّے میں نماز وتر میں وہ ستر مرتبہ استغفراللہ کہا کرتے تھے۔(۳)

۱۹-وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ-

اور اُن کے اموال میں سوال کرنے والے اور محروم افراد کا حق ہے۔

حصّہ ہے جو وہ خود پر واجب قرار دیتے ہیں اللہ سے قربت حاصل کرنے کے لیے اور لوگوں پر شفقت و مہربانی کی وجہ سے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ محروم وہ پیشہ ور ہے جو خرید وفروخت میں اپنے ہاتھ کی محنت سے محروم ہے۔(۴)

امام صادق علیہ السلام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ محروم وہ شخص ہے جس کی عقل میں کوئی حرج نہ ہو اور اس کے رزق میں وسعت نہ ہو اور وہ پیشہ ور فرد ہے۔(۵)

---

(۱) الکافی ج ۳ ص ۴۴۶ ح ۱۸ ومجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۵۵ (۲) تہذیب الاحکام

(۳) ؟؟؟ (۴) ؟؟؟ (۵) تفسیر مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۵۶

۲۰-وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ-

اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لیے۔

ایسے دلائل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کے علم اور اس کی قدرت اور اس کی ارادات اور اس کی وحدت اور اس کی رحمت کی کثرت پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے۔

وفی کل شیء لہ آیۃ اور ہر شے میں اس کے لیے ایک نشانی ہے۔

تدل علی انہ واحد جو دلالت کرتی ہے کہ ''اللہ'' واحد و یکتا ہے۔

۲۱-وَ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ-

اور خود تمھارے نفوس میں (تمھارے لیے بے شمار نشانیاں موجود ہیں) یعنی خود تمھارے اپنے نفوس میں تمھارے لیے بے شمار نشانیاں ہیں اس لیے کہ عالم میں جو بھی شے ہے انسان میں اس کی نظیر و مثال موجود ہے جو رہنمائی کرتی ہے جس کی وجہ سے وہ سودمند ہیئتوں (صورتوں) سے اور عمدہ مناظر سے اور عجیب و غریب ترکیبوں سے، نادر افعال کو انجام دینے پر قدرت رکھنے اور مختلف صنائع سے استنباط کرنے اور متنوع کمالات کو یکجا کرنے میں بھی وہ انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے یعنی اس نے تمھیں سننے والا اور دیکھنے والا پیدا کیا ہے تمھیں غصّہ آتا ہے تم خوش ہوتے ہو تمھیں بھوک لگتی ہے، تم سیر ہوتے ہو یہ سب کی سب اللہ کی نشانیاں ہیں[۱] اور تفسیر قمی میں بھی ایسی ہی روایت موجود ہے۔[۱]

اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ-

کیا تمھیں دکھائی نہیں دیتا۔

کیا تم نگاہ عبرت سے اُسے نہیں دیکھتے؟

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے کھڑا ہوگیا اور اس نے کہا یا امیر المومنین آپ نے کس چیز سے اپنے رب کی معرفت حاصل کی تو امام علیہ السلام نے فرمایا ارادے کے ختم ہوجانے اور اپنے پختہ عزم کے ٹوٹ جانے سے میں نے جب ارادہ کیا تو کوئی چیز میرے اور میرے عزم کے درمیان حائل ہوگئی اور جب میں نے عزم کیا اور قضا و قدر نے میرے پختہ عزم کی مخالفت کی تو میں نے جان لیا کہ میرے علاوہ کوئی مُدَبّر (تدبیر کرنے والا ہے)[۲]

کتاب توحید میں اسی جیسا سوال و جواب امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔[۳]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۳۰ (۲) خصال ص ۳۳ ح ۱ باب ۲

(۳) التوحید ص ۲۸۹ ح ۸ باب ۴۱

وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَ رَبِّ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِنَّهٗ
لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ ع
هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾
اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾
فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾
فَقَرَّبَهٗۤ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾
فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾
فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾
قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾

۲۲-اور آسمان میں تمھارا رزق ہے اور وہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔

۲۳-آسمان و زمین کے رب کی قسم یہ اسی طرح قابلِ یقین ہے جیسے تم گفتگو کرتے ہو۔

۲۴-اے نبی کیا آپ تک ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے۔

۲۵-جب وہ ابراہیم کے پاس آئے تو کہنے لگے سلام ہو ابراہیم نے کہا سلام ہو ان لوگوں پر جن سے نہ جان ہے نہ پہچان۔

۲۶-تو انھوں نے اپنے گھر والوں کا رُخ کیا اور ایک موٹا تازہ بچھڑا تیار کر کے لے آئے۔

۲۷-اور کھانے کے لیے ان کے آگے رکھ دیا فرمایا تم کھاتے کیوں نہیں؟

۲۸-ابراہیم کو اُن سے خوف محسوس ہوا انھوں نے کہا ڈریے نہیں اور (ان فرشتوں نے) انھیں ایک دانشمند لڑکے کی بشارت دی۔

۲۹-تو اُن کی زوجہ چلاتی ہوئی آئیں اپنا منہ پیٹ لیا اور کہا کہ مَیں ایسی بڑھیا ہوں جو بانجھ ہے۔

۳۰-ان فرشتوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہے تمھارے رب نے یوں ہی فرمایا ہے بے شک وہ باحکمت اور بڑا صاحبِ علم ہے۔

۲۲-وَ فِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ-

اور آسمان میں تمھارا رزق ہے اور وہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔

رِزْقُكُمْ تمھارے رزق کے اسباب ہیں۔

وَ مَا تُوْعَدُوْنَ اور وہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔

کہا گیا ہے اس سے مراد جنت ہے جو ساتویں آسمان کے اوپر ہے۔(۱)

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ بارش آسمان سے نازل ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے عالم کی روزی زمین سے نکلتی ہے اور تم سے جس چیز کا وعدہ کیا گیا وہ رجعت کی خبریں ہیں اور قیامت ہے اور وہ خبریں ہیں جو آسمانوں میں ہیں۔(۲)

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے مخلوقات کی روزی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ چوتھے آسمان میں ہے اندازے کے مطابق نازل ہوتی ہے جتنی ضرورت ہوتی ہے اسی کے مطابق وسعت پاتی ہے۔(۳)

۲۳-فَوَ رَبِّ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ-

آسمان اور زمین کے رب کی قسم یہ اسی طرح قابلِ یقین ہے جیسے تم گفتگو کرتے ہو۔

یعنی تمھارے نطق کی طرح ہے جس طرح تمھیں کوئی شک نہیں ہے کہ تم محوِ گفتگو ہوتے ہو تو تم پر لازم ہے کہ اس کے ثابت ہونے پر بھی شک نہ کرو۔

۲۴-هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ-

اے نبی کیا آپ تک ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے۔

۲۵-اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا-

جب وہ ابراہیم کے پاس آئے تو کہنے لگے سلام ہو (سلام علیکم)

قَالَ سَلٰمٌ-

ابراہیم نے کہا سلام ہو (وعلیکم السّلام)

لفظ سلام، حالت رفعی میں تبدیل کیا تاکہ بات میں ثبات پیدا ہو یہاں تک کہ یہ تحفۂ سلام ان کے تحفے سے بہترین تحفہ قرار پائے۔

قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ-

ان لوگوں پر جن سے نہ جان ہے نہ پہچان۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۲۰ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۳۰ (۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۷۱

یعنی تم لوگ مجھے اجنبی دکھائی دیتے ہو۔

۲۶–فَرَاغَ اِلٰٓی اَھۡلِہٖ–

تو ابراہیم نے اپنے گھر والوں کا رُخ کیا یعنی اپنے مہمانوں سے پوشیدہ طور پر اپنے اہلِ خانہ کے پاس گئے اس لیے کہ میزبانی کا ادب یہ ہے کہ وہ مہمان نوازی میں جلدی دکھائے مبادا مہمان اسے منع کردے یا اس کی ضیافت کا منتظر رہے۔

فَجَآءَ بِعِجۡلٍ سَمِیۡنٍ–

وہ ایک موٹا تازہ بچھڑا تیار کر کے لے آئے۔

اس لیے کہ جس کے پاس بیل یا گائے ہو اس کے لیے بچھڑے کو ضیافت کے لیے پیش کرنا عام بات تھی۔

۲۷–فَقَرَّبَہٗٓ اِلَیۡھِمۡ قَالَ اَلَا تَاۡکُلُوۡنَ–

اور کھانے کے لیے اُن کے آگے رکھ دیا ابراہیم نے کہا تم لوگ اس میں سے کھاتے کیوں نہیں؟

۲۸–فَاَوۡجَسَ مِنۡھُمۡ خِیۡفَۃً–

ابراہیم کو اُن سے خوف محسوس ہوا جب ابراہیم علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ وہ کھانے سے منہ موڑ رہے ہیں تو پھر خیال ہوا کہ شاید ان کا مقصد شر انگیزی ہے انھوں نے اپنے خوف کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔

قَالُوۡا لَا تَخَفۡ–

وہ بولے اے ابراہیمؑ آپ ڈریے نہیں۔

ہم آپ کے رب کے فرستادہ ہیں۔

وَ بَشَّرُوۡہُ بِغُلٰمٍ عَلِیۡمٍ–

اور ان فرشتوں نے ابراہیمؑ کو ایک صاحب علم بیٹے کی بشارت دی بیٹے سے مراد حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت تھی۔

عَلِیۡمٍ کا مفہوم ہے کہ جب وہ بلوغت کی منزل پر پہنچیں گے تو ان کا علم کمال کی منزل تک پہنچ چکا ہوگا۔

۲۹–فَاَقۡبَلَتِ امۡرَاَتُہٗ–

ان کی بیوی سارہ آئیں۔

فِیۡ صَرَّۃٍ–

چلاتی ہوئی۔

کہا گیا ہے شور وغل کرتے ہوئے یہ لفظ ''صریر'' سے مشتق ہے۔[۱]

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۲۱

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ''صَرَّةٍ'' کا مفہوم ہے ''جَمَاعَة'' کچھ عورتوں کے ساتھ۔[۱]

تفسیر قمی میں بھی ایسی ہی روایت ہے۔[۲]

فَصَكَّتْ وَجْهَهَا-

انھوں نے اپنا منہ پیٹ لیا۔

کہا گیا ہے کہ انھوں نے انگلیوں کی پوروں سے اپنی پیشانی کو پیٹنا شروع کیا جیسے حیرانی کے عالم میں کوئی حیران شخص کرتا ہے۔[۳]

تفسیر قمی میں ہے یعنی چہرے کو ڈھانپ لیا۔[۴]

وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ-

اور کہا کہ میں ایسی بڑھیا ہوں جو بانجھ ہے۔

یعنی میں بوڑھی ہوچکی ہوں اور بانجھ بھی ہوں لہٰذا مجھے بچّہ کیسے ہوگا؟

۳۰-قَالُوا كَذَٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ-

ان فرشتوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہے تمھارے رب نے یوں ہی فرمایا ہے۔

ہم تو بس تمھیں اس بات کی اطلاع دے رہے ہیں۔

إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ-

بے شک وہ باحکمت اور بڑا صاحبِ علم ہے اس کا قول حق ہے اور اس کا فعل محکم ہے۔

---

(۱) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۵۷ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۳۰

(۳) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۲۱ (۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۲۰

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾
قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِّنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾
مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾
فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾
فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾
وَ تَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾
وَ فِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾
فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَ قَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾
فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾
وَ فِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾
مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾

۳۱-ابراہیم نے کہا اے فرستادگانِ خدا تم کس مہم پر آئے ہو۔
۳۲-انھوں نے جواب دیا کہ ہمیں مجرم قوم کی جانب بھیجا گیا ہے۔
۳۳-تاکہ ہم اس قوم پر پختہ مٹی کے پتھر برسائیں۔
۳۴-حد سے تجاوز کرنے والوں کے لیے آپ کے رب کے ہاں جن پر نشان لگا دیے گئے ہیں۔
۳۵-ان میں جو مومنین تھے ہم نے وہاں سے انھیں نکال لیا۔
۳۶-اور ہم نے ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔
۳۷-اور ہم نے وہاں صرف ایک نشانی چھوڑ دی ان لوگوں کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہوں۔
۳۸-اور موسیٰ کے قصّے میں بھی نشانی ہے جب ہم نے انھیں فرعون کی طرف کھلے ہوئے ثبوت کے ساتھ

بھیجا۔

۳۹-تو اس نے اپنی جماعت کے گھمنڈ پر منہ موڑ لیا اور کہا (وہ تو) جادوگر یا دیوانہ ہے۔

۴۰-تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو اپنی گرفت میں لے لیا اور ان سب کو سمندر میں غرق کر دیا اور وہ ملامت زدہ ہو کر رہ گیا۔

۴۱-اور قومِ عاد میں تمھارے لیے نشانی ہے جب ہم نے ان پر بے فیض ہوا چلائی۔

۴۲-وہ جس چیز پر سے گزرتی اسے ریزہ ریزہ کیے بغیر نہ چھوڑتی تھی۔

۳۱-قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ-

ابراہیم نے کہا اے فرستادگانِ خدا تم کس مہم پر آئے ہو۔

جب ابراہیم علیہ السلام کو یہ پتا چلا کہ وہ فرشتے ہیں اور وہ اکٹھے ہو کر اسی وقت نازل ہوتے ہیں جب کوئی امر مہم درپیش ہو ابراہیم علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا کہ تمھارے آنے کا مقصد کیا ہے؟

۳۲-قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ-

انھوں نے جواب دیا کہ ہمیں مجرم قوم کی جانب بھیجا گیا ہے۔

یعنی قومِ لوط کی طرف۔

۳۳-لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ-

تا کہ ہم اس قوم پر پختہ مٹی کے پتھر برسائیں۔

اُن کی مراد سجیل (سخت مٹی کے بنے ہوئے کنکر) تھی اس لیے کہ یہ پتھریلی مٹی ہوتی ہے۔

۳۴-مُّسَوَّمَةً-

نشان لگائے ہوئے، اور بھیجے گئے۔

عِنْدَ رَبِّكَ-

آپ کے رب کے ہاں سے آپ کے رب کے پاس سے۔

لِلْمُسْرِفِيْنَ-

ان لوگوں کے لیے جو فسق و فجور میں حد سے تجاوز کر گئے تھے۔

۳۵-فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ-

قوم لوط کی بستیوں میں جو مومنین تھے ہم نے انھیں وہاں سے نکال لیا مومنین سے مراد ہیں وہ لوگ جو حضرت لوط پر ایمان لائے تھے۔

۳۶-فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ-

اور ہم نے وہاں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔

غَيْرَ بَيْتٍ سے مراد ہے غَيْرَ اهل بَيْتٍ ایک گھر کے رہنے والوں کے سوا اور یہ حضرت لوط علیہ السلام کا گھر تھا جیسا کہ علل الشرائع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے۔(۱)

۳۷-وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً-

اور ہم نے وہاں صرف ایک نشانی چھوڑی۔

علامت اور نشانی تا کہ کاروانوں کے لیے نشانِ عبرت بن جائے۔

لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ-

ان لوگوں کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہوں۔

اس لیے کہ وہی لوگ اس نشانی سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور یہ داستان سورۂ اعراف کی آیت ۸۴ اور سورۂ ہود کی آیت ۸۲ اور سورۂ حجر کی آیت ۵۸ کے ذیل میں مفصل طور سے بیان کی جا چکی ہے۔

۳۸-وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ-

اور موسیٰ کے قصّے میں بھی نشانی ہے جب ہم نے انھیں فرعون کی طرف کھلے ہوئے ثبوت کے ساتھ بھیجا۔

سُلطان سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں جیسے یَدِ (بیضاء) اور عَصَا وغیرہ۔

۳۹-فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ-

تو اس نے اپنی جماعت کے گھمنڈ پر رُخ پھیر لیا۔

فرعون نے موسیٰ پر ایمان لانے سے روگردانی کی جیسے کہ اللہ کا قول ہے ونأبجانبه (فصلّت ۵۱) (اور پہلو پھیر کر چل دیا) یا یہ مفہوم ہوگا کہ اس نے منہ پھیر لیا کہ اسے اپنے لشکر کی قوت کا گھمنڈ تھا۔

وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ-

اور کہا وہ تو جادوگر یا دیوانہ ہے۔

گویا کہ اس کے سامنے عادتوں کے خلاف جو امور ظاہر ہوئے انھیں اس نے دیوانہ پن سے نسبت دے دی اور اس بات پر متردّد ہوا کہ یہ سب کچھ جو موسیٰ کو حاصل ہوا ہے وہ ان کے اپنے اختیار سے ہے اپنی کوشش کے سبب ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور بات ہے۔

۴۰-فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ-

تو ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

---

(۱) علل الشرائع ص ۵۲۸ ح ۴ باب ۳۴۰

فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ہم نے انھیں سمندر میں غرق کر دیا۔

وَهُوَ مُلِيْمٌ-

اور وہ ملامت زدہ ہوکر رہ گیا۔

اس نے کفر وعناد کا وہ عمل کیا جس کے سبب وہ قابلِ ملامت بن گیا۔

۴۱-وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ-

اور قومِ عاد میں تمھارے لیے نشانی ہے جب ہم نے ان پر بے فیض ہوا چلائی اس ہوا کو ''عقیم'' (بانجھ) کہا گیا ہے اس لیے کہ اُس نے اُن لوگوں کو ہلاک کر ڈالا اور اُن کی جڑ کاٹ دی یا اس لیے کہ وہ ان کے فائدے کی ضامن نہیں ہوئی۔(۱)

کتاب فقیہ میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہوائیں پانچ قسم کی ہوتی ہیں ان میں سے ایک ''الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ'' بھی ہے تم اس ہوا کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔(۲)

فقیہ اور الکافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہواؤں کے لشکر ہیں اللہ ان کے ذریعے اپنے نافرمانوں کو سزا دیتا ہے۔(۳)

۴۲-مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ-

وہ جس چیز پر سے گزرتی ہے اسے نہیں چھوڑتی۔

اَتَتْ عَلَيْهِ جب اس چیز پر سے گزرتی ہے۔

اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ-

مگر اسے کر دیتی ہے ریزے ریزے۔

رَمِيْمِ رَم سے مشتق ہے بوسیدہ (ہڈی) جیسے راکھ یعنی بوسیدہ ہوجانا اور ریزے ریزے ہوجانا ہے۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۲۲ (۲) من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۳۴۵ ح ۱۹/۵۲۷ باب ۸۱

(۳) من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۳۴۴ ح ۱۵۲۵/۱۷ باب ۸۱ والکافی ج ۸ ص ۹۱ ح ۶۳

وَ فِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۴۳﴾
فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾
فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ وَّ مَا كَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ ﴿۴۵﴾
وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۴۶﴾ ع ۲ ۴۳
وَ السَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾
وَ الْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾
وَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾
فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۰﴾

۴۳-اور قوم ثمود میں بھی تمھارے لیے نشانی ہے جب اُن سے کہا گیا کہ ایک مقررہ وقت تک کے لیے تم لطف اندوز ہولو۔

۴۴-پس انھوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی تو کڑک نے انھیں آ پکڑا اور وہ دیکھتے ہی رہ گئے۔

۴۵-پھر نہ اُن میں اٹھنے کی سکت تھی اور نہ ہی وہ اپنا بچاؤ کر سکتے تھے۔

۴۶-اور اس سے پہلے ہم قومِ نوح کو ہلاک کر چکے تھے بے شک وہ فاسق لوگ تھے۔

۴۷-اور ہم نے آسمان کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور ہم یہ قدرت رکھتے ہیں۔

۴۸-اور زمین کا فرش بھی ہم نے بچھایا تو دیکھو ہم کتنا بہترین بچھانے والے ہیں۔

۴۹-اور ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

۵۰-تم سب خدا کی طرف بھاگ چلو میں اس کی جانب سے تمھارے لیے واضح ڈرانے والا ہوں۔

۴۳-وَ فِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِیْنٍ-

اور قومِ ثمود میں بھی تمھارے لیے نشانی ہے جب اُن سے کہا گیا کہ ایک مقرّرہ وقت تک کے لیے تم لطف اندوز ہولو۔

یعنی تم لوگ تین دن تک اپنے گھروں میں مزے کرلو۔

۴۴-فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ- پس انھوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی۔

انھوں نے حکم کی بجا آوری میں تکبّر سے کام لیا۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ۔

تین دن کے بعد۔ انھیں آسمانی بجلی کی کڑک نے آ پکڑا۔

وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ۔

اور وہ اس کی طرف دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

آسمانی بجلی نے انھیں دن کے وقت آ پکڑا۔

۴۵۔ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّ مَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ۔

پھر نہ تو اُن میں اٹھنے کی سکت تھی اور نہ ہی وہ اپنا بچاؤ کر سکتے تھے ان کی داستان کئی بار بیان ہوچکی ہے۔

۴۶۔ وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ۔

اور ان لوگوں سے پہلے ہم قومِ نوح کو ہلاک کر چکے تھے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ۔

بے شک وہ فاسق لوگ تھے۔

کفر وعصیان کی وجہ سے وہ لوگ استقامت سے الگ تھلگ ہو گئے تھے۔

۴۷۔ وَ السَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْيدٍ۔

اور ہم نے آسمان کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا۔

اَيْيدٍ کے معنیٰ ہیں قوّت اور طاقت۔

وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ۔

اور بے شک ہم یہ قدرت رکھتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ اس کا مفہوم ہے کہ ہم قادر ہیں یہاں ''وسعت'' بمعنی ''طاقت'' ہے یا اس کا مفہوم یہ ہوگا ہم آسمان میں وسعت دینے والے ہیں۔[۱]

۴۸۔ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا۔

اور زمین کا فرش بھی ہم نے بچھایا۔

ہم نے یہ فرش بچھایا ہے تا کہ تم اس پر ٹھہر سکو قرار پا سکو۔

فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ۔

ہم بہترین بچھانے والے ہیں۔

---

(۱) تفسیر بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۲۳

۴۹-وَ مِنۡ كُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَیۡنِ-

اور ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے۔

لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ-

تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

کتاب کافی میں امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے ایک خطبے میں فرمایا اشیاء کے درمیان تضاد سے پہچانا گیا کہ اللہ کی کوئی ضد نہیں اور اشیاء کی باہمی مقارنت سے جانا گیا کہ اس کا کوئی قرین نہیں اس نے نور کو ظلمت کی، خشکی کو تری کی، سخت کو نرم کی اور ٹھنڈے کو گرم کی ضد بنا دیا۔ وہ متضاد چیزوں کو ایک دوسرے سے ملانے والا اور ملی ہوئی چیزوں کو جدا کرنے والا ہے اور اُن کا الگ ہوجانا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی ان کو جدا کرنے والا ہے اور ان کا ملانا اس بات کا ثبوت ہے کہ کوئی ان کا ملانے والا ہے اور یہ اس کا قول ہے: وَ مِنۡ كُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَیۡنِ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ (اور ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا تا کہ تم نصیحت حاصل کرو) اس نے قبل و بعد میں تفریق کی تا کہ یہ پتا چل جائے کہ نہ تو کوئی اس کے پہلے ہے اور نہ اس کے بعد۔ الحدیث۔[۱]

۵۰-فَفِرُّوۡۤا اِلَی اللّٰهِ ؕ اِنِّیۡ لَكُمۡ مِّنۡهُ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ-

تم سب خدا کی طرف بھاگ چلو میں اس کی جانب سے تمھیں واضح ڈرانے والا ہوں

کہا گیا ہے کہ تم اس کے عذاب سے ایمان اور توحید کی جانب بھاگ کر آجاؤ اور اطاعت کو لازم قرار دو۔[۲]

کتاب کافی اور معانی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے ''فَفِرُّوۡۤا اِلَی اللّٰهِ'' فرمایا تم خدا کا قصد کرو۔[۳]

کتاب مجمع البیان میں بھی ایسی ہی روایت پائی جاتی ہے۔[۴]

''نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ'' کا مفہوم ہے کہ میں تمھیں عذاب خداوندی سے ڈرانے والا ہوں جو تیار کیا گیا ہے اس کے لیے جو شرک اور نافرمانی کرے۔[۵]

---

(۱) الکافی ج ۱ ص ۱۳۹ ح ۴
(۲) انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۲۲
(۳) الکافی ج ۴ ص ۲۵۶ ح ۲۱ و معانی الاخبار ص ۲۲۲ ح ۱
(۴) مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۶۰
(۵) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۲۳

وَ لَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۙ﴿۵۱﴾
كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ
مَجْنُوْنٌ ۚ﴿۵۲﴾
اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۚ﴿۵۳﴾
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَاۤ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۪ۙ﴿۵۴﴾
وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۵﴾
وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾
مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾
اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ﴿۵۸﴾
فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾
فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِهِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾

۵۱-اور (خبردار) اللہ کے ساتھ دوسرے معبود قرار نہ دو میں اللہ کی طرف سے تمھیں صریحی طور پر ڈرانے والا ہوں۔

۵۲-اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جب کوئی پیغمبر آتا تو وہ اسے جادوگر یا دیوانہ کہتے۔

۵۳-کیا یہ ایک دوسرے کو اسی بات کو تلقین کرتے رہے ہیں بلکہ یہ تو سرکش لوگ ہیں۔

۵۴-اے نبی آپ ان سے رُخ پھیر لیجیے ہماری طرف سے آپ پر کوئی ملامت نہ ہوگی۔

۵۵-اور اے نبی آپ نصیحت کرتے رہیے نصیحت سے مومنین کو فائدہ پہنچتا ہے۔

۵۶-اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا ہے مگر محض اس لیے کہ وہ میری عبادت کرتے رہیں۔

۵۷-میں اُن سے کسی رزق کا مطالبہ نہیں کرتا اور نہ ہی یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں۔

۵۸-یقیناً اللہ رزق دینے والا اور بڑی طاقت وقوت کا مالک ہے۔

۵۹-جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کے حصّے میں ویسی ہی سزائیں ہیں جیسی ان کے ہم مشرب لوگوں کے

نصیب میں تھیں لہٰذا مجھ سے عذاب کی جلدی نہ مچائیں۔

۶۰-تباہی ہے کفر اختیار کرنے والوں کے لیے اس دن سے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔

۵۱-وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ-

اور خبردار اللہ کے ساتھ دوسرے معبود قرار نہ دو۔

اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ-

میں اللہ کی طرف سے تمھیں صریحی طور پر ڈرانے والا ہوں۔

تاکید کی وجہ سے مکرّر لایا گیا یا پہلا نذیر مبین ترک ایمان اور اطاعت کو ظاہر کرتا ہے اور دوسرا شرک کرنے کو واضح کرتا ہے۔

۵۲-كَذٰلِكَ-

اسی طرح یعنی امر ایسا ہی ہے اور اشارہ ہے کہ یہ لوگ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلا رہے تھے اور خاص طور سے انھیں ساحِر (جادوگر) یا مجنون (دیوانہ) کہہ رہے تھے۔

مَاۤ اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ-

ان سے پہلے لوگوں کے پاس جب بھی کوئی پیغمبر آیا تو وہ اُسے جادوگر یا دیوانہ کہتے۔

۵۳-اَتَوَاصَوْا بِهٖ-

کیا یہ ایک دوسرے کو اسی بات کی تلقین کرتے رہے ہیں۔

ان میں جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں اور جو بعد میں آئے ہیں انھوں نے ایک دوسرے کو اسی بات کی تلقین کی ہے یہاں تک کہ سب نے انھیں یہی کہنا شروع کر دیا۔

بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ-

بلکہ یہ تو سرکش لوگ ہیں۔

مثال دی گئی ہے کہ باوجودے کہ ان کا زمانہ مختلف ہے لیکن اس بات کی تلقین نے انھیں یکجا کر دیا ہے یہاں تک کہ اس قول پر ان کا مجتمع ہونا اس سرکشی میں شرکت ہے جسے یہ اٹھائے ہوئے ہیں۔

۵۴-فَتَوَلَّ عَنْهُمْ-

اے نبی آپ ان سے رُخ پھیر لیجیے۔

آپ ان سے مُجادَلہ کرنے سے اعراض کیجیے جب کہ آپ نے انھیں بار بار دعوت دی ہے اور انھوں نے اپنی بات پر مصر رہتے ہوئے ازروئے عناد اس کا انکار کر دیا۔

فَمَاۤ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ- آپ پر ہماری طرف سے کوئی ملامت نہ ہوگی۔

ان سے روگردانی کرنے پر جب کہ آپ نے پیغام پہنچانے کے لیے اپنی پوری قوت صرف کردی اور بڑی جدوجہد کی ہے۔

۵۵-وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ-

اور اے نبی آپ نصیحت کرتے رہیے نصیحت سے مومنین کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس سے بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب یہ آیت ''فَتَوَلَّ عَنْهُمْ'' نازل ہوئی تو ہم میں سے ہر شخص کو ہلاکت کا یقین ہوگیا پھر جب اس کے بعد ''وَّذَكِّرْ'' نازل ہوئی تو ہمارے نفوس خوش ہوگئے۔(۱)

۵۶-وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ-

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا ہے مگر محض اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ امام حسین بن علی علیہما السلام نے اپنے اصحاب کے سامنے آکر فرمایا اے لوگو یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو خلق نہیں فرمایا مگر محض اس لیے کہ وہ اس کی معرفت حاصل کریں جب وہ اس کی معرفت حاصل کرلیں گے تو اس کی عبادت کریں گے اور جب اس کی عبادت کریں گے تو اس کے سوا دوسروں کی عبادت سے مستغنی ہوجائیں گے ایک شخص نے ان سے کہا اے فرزندِ رسول میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں فرمایئے کہ اللہ کی معرفت کیا ہے فرمایا کہ ہر زمانے کے لوگوں کا اپنے اس امام کی معرفت حاصل کرنا جس کی اطاعت اس پر فرض ہے۔(۲)

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ تمام جنوں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے اسی لیے خلق فرمایا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں آپ سے سوال کیا گیا پھر اللہ تعالیٰ کا قول:

وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ (ہود ۱۱۸-۱۱۹)

(لیکن وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہے مگر جن پر تمھارا پروردگار رحم کرے اور اسی لیے اس نے ان کو پیدا کیا ہے) اللہ نے انھیں خلق فرمایا ہے کہ وہ ایسا عمل کریں جس کی وجہ سے وہ اس کی رحمت کے مستحق ہوں اور وہ ان پر رحم کرے۔(۳)

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ انھیں پیدا کیا ہے امر و نہی اور تکلیف شرعی کے لیے اور ان کی تخلیق جبری عبادت کے لیے نہیں ہے بلکہ انھیں خلق فرمانے کے بعد مختار بنایا ہے تاکہ اللہ امر و نہی کے ذریعے سے امتحان لے کہ کون اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور کون نافرمان ہے۔(۴)

---

(۱) تفسیر مجمع البیان ج ۹-۱۰ ص ۱۶۱ (۲) و (۳) علل الشرائع صب ۹ و ۱۲ ح ۱ و ۱۰ باب ۹

(۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۳۱

تفسیر عیّاشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ نے انھیں عبادت کے لیے پیدا کیا ہے تو سوال کیا گیا کہ پھر اللہ کا قول وَّ لَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ ۙ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ کا کیا مفہوم ہے فرمایا کہ یہ آیت اس آیت کے بعد نازل ہوئی ہے۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ جب عالم کی تخلیق اس امام کے لیے ہے جس سے زمین خالی نہیں ہوتی اور امام کی تخلیق اس عبادت کے لیے ہے جو پیدا ہوتی ہے اس معرفت سے جو دوسری معرفتوں کا باعث ہوتی ہے جیسا کہ اس کے مقام پر ثابت ہو چکا ہے تو درست ہے کہ کہا جائے کہ جنوں اور انسانوں کی تخلیق حصول عبادت کے لیے ہے اور جب سب کے سب تکلیف شرعی اور عبادت کے ذیل میں داخل ہیں تو ان سب سے اختیاری طور سے اور امتحاناً مطلوب ہے اور اگرچہ سب اس حکم کو تسلیم نہیں کرتے کیوں کہ ان میں سے کچھ اسے ناپسند کرتے ہیں تو پھر جائز ہے کہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں خلق فرما کر عبادت کے لیے مکلّف قرار دیا ہے اور جب وہ اس بارے میں اختلاف کرنے لگے اور اکثر لوگوں نے عبادت سے سرکشی اختیار کر لی حال آں کہ وہ سب کے سب اس کے لیے مامور تھے تو جائز ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ آیت اس سے منسوخ ہو چکی ہے اس بارے میں تمام احادیث آپس میں ایک دوسرے کے موافق ہیں ان میں باہمی کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس سے جو مفہوم مراد لیا جا رہا ہے اس بنا پر فی الحقیقت کوئی آیت منسوخ نہیں قرار پاتی تم اس پر غور و فکر کرو۔

۵۷-مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ-

میں اُن سے کسی رزق کا مطالبہ نہیں کرتا اور نہ ہی یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں۔

جو شان آقاؤں کی اپنے مملوک (غلاموں) سے ہوتی ہے اس لیے وہ ان کے مالک ہوتے ہیں تا کہ وہ اپنے معاش کے حصول کے لیے ان سے مدد حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ اس بات سے بلند و بالا ہے۔

کہا گیا ہے کہ احتمال ہے کہ اس آیت کے آغاز میں لفظ ''قل'' پوشیدہ ہو تو یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مانند ہو جائے قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ (انعام ۹۰) فرما دیجیے میں تم سے اس کے بدلے میں کسی اجر کا سوال نہیں کرتا۔[2]

۵۸-اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ-

یقیناً اللہ رزق دینے والا ہے۔

وہ ہر اس شخص کو رزق دیتا ہے جو رزق کا محتاج ہوتا ہے۔

ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ- وہ بڑی طاقت و قوت کا مالک ہے۔

---

(۱) تفسیر عیّاشی ج ۲ ص ۱۶۴ ح ۸۳ (۲) انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۲۴

۵۹–فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ–

جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کے حصّے میں ویسی ہی سزائیں ہیں جیسی اُن کے ہم مشرب لوگوں کے نصیب میں ہیں۔

جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلا کر ان پر ظلم کیا ہے اور ان کے اہل بیت کے حقوق کو غصب کیا ہے۔

ذَنُوْبًا کے معنیٰ ہیں عذاب کا حصّہ۔

ویسا ہی عذاب جیسا گزشتہ اقوام پر ہوا تھا۔

فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ–

لہٰذا وہ مجھ سے عذاب کی جلدی نہ مچائیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ عذاب میں جلدی نہ کریں۔(۱)

۶۰–فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِهِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ–

تباہی ہے کفر اختیار کرنے والوں کے لیے اس دن سے جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا تھا یعنی قیامت کے دن یا رجعت سے۔

کتاب ثواب الاعمال اور تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص بھی سورۂ ذاریات کو دن کے وقت یا شب میں پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی معیشت کو درست کردے گا اور اسے نہایت وسیع رزق عطا فرمائے گا اور اس کی قبر کو ایسے چراغ سے روشن کردے گا جو ان شاء اللہ روزِ قیامت تک اپنی چمک دمک دکھلاتا رہے گا۔(۲)

الحمدللہ تفسیر صافی کی چھٹی جلد

۲۶/جون ۲۰۱۲ء بروز سہ شنبہ

دن کے ۱ بجے نیوجرسی میں مکمل ہوئی

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۳

(۲) ثواب الاعمال ص ۱۱۵ ح ۱ باب ثواب قراءۃ سورۃ الذاریات وتفسیر مجمع البیان ج ۹–۱۰ ص ۱۵۱ فی فضلھا

تصدیق نامہ

میں نے ادارہ نشر دانش، نیو جرسی، امریکا کے مطبوعہ قرآن پاک کی تفسیر صافی جلد پنجم (سورۃ احزاب تا سورۃ الذاریات) کو بغور پڑھا اور اس کے متن کے تمام اعراب کو چیک کیا۔ اس میں جو اغلاط تھیں، وہ درست کردی گئی ہیں۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورۂ بالا قرآنِ پاک کی یہ تفسیرِ صافی اغلاط سے پاک ومنزّہ ہے۔

المصدق

سید محمد عظمت علی نوری
ریسرچ و رجسٹریشن آفیسر
(محکمۂ اوقاف سندھ) کراچی

از

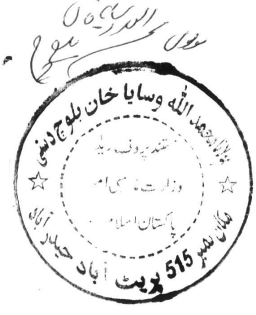

مولوی عبداللہ وسایا خان بلوچ دینی
مقتدر پروف ریڈر
وزارت مذہبی امور
پاکستان اسلام
مکان نمبر 515 پریٹ آباد حیدرآباد